

تسہیل لقطہ

اُردو شرح

قطبی تصدیقات

افادات

علامہ محمد قاسمی بلیاوی

تشریح و توضیح

مولانا محط فربین قاسمی دیناج پوری

مکتبہ رحمانیہ

اقرآن سنٹر عرفی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور
فون: 042-37224228-37355743

تسہیل لقطہ

اردو شرح

قطبی تصدیقات

افادات: علامہ محمد تقی عثمانی

تشریح و توضیح: مولانا محمد رفیع قاسمی دیناج پوری

مکتبہ رحمانیہ

افرا سنٹر عرفی سٹریٹ، اڈہ بازار، لاہور
فون: 042-37224228-37255743





کتب رحمانیہ

۱۹۷۶
۱۹
۱۲۵۴۷۷
ک

تسہیل القبطی از دوش قطبی تصدیقات

نام کتاب: -----

علامہ محمد قاسمی بیادہ

افادات: -----

کتب رحمانیہ

ناشر: -----

لعل سٹار پرنٹرز لاہور

مطبع: -----

ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کے لیے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم چونکہ یہ سب کام انسانوں کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لیے پھر بھی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

فہرست

تسہیل القسطی (تصدیقات)

۵۸	اتفاقہ	۳۲	وجہ تسمیہ	۷	قسطی تصدیقات
۵۹	میرسید کی تحقیق	۳۲	دلیل حصر	۹	تفسیر کی لغوی اور اصطلاحی تعریف
	موجبہ جزئیہ حقیقیہ اور خارجیہ کے	۳۲	موجبہ کلیہ	۱۰	نوائذ قیود
۶۶	درمیان نسبت	۳۲	موجبہ جزئیہ	۱۱	تفسیر حملیہ کی دو قسمیں ہیں
۶۶	سالبہ کلیہ حقیقیہ اور خارجیہ کے درمیان نسبت	۳۳	سالبہ کلیہ	۱۱	تفسیر شرطیہ
	سالبہ جزئیہ حقیقیہ اور خارجیہ کے	۳۳	سالبہ جزئیہ	۱۶	شرطیہ متصلہ
۶۶	درمیان نسبت	۳۳	محصورات اربعہ کے اسوار	۱۶	متصلہ کی قسمیں
۶۸	تفسیر موجبہ محدودۃ الموضوع	۳۳	موجبہ کلیہ کا سور	۱۶	متصلہ موجبہ
۶۸	تفسیر موجبہ محدودۃ المحمول	۳۳	کل کلی	۱۶	متصلہ سالبہ
۶۸	تفسیر موجبہ محدودۃ الطرفین	۳۳	اکل مجموعی	۱۸	شرطیہ منفصلہ
۶۸	تفسیر سالبہ محدودۃ الموضوع	۳۳	کل انفرادی	۱۸	وجہ تسمیہ
۶۸	تفسیر سالبہ محدودۃ المحمول	۳۳	سالبہ کلیہ کا سور	۱۸	تفسیر منفصلہ کی قسمیں
۶۸	تفسیر سالبہ محدودۃ الطرفین	۳۳	موجبہ جزئیہ کا سور	۱۸	منفصلہ حقیقیہ
۶۸	محدولہ کی وجہ تسمیہ	۳۴	سالبہ جزئیہ کا سور	۱۹	وجہ تسمیہ
۷۰	غیر محدودۃ	۴۱	طبعیہ	۱۹	منفصلہ مابعدہ الجمع
۷۰	محصّلہ	۴۱	وجہ تسمیہ	۱۹	وجہ تسمیہ
۷۰	وجہ تسمیہ	۴۱	مہملہ	۱۹	منفصلہ مانعۃ الخلق
۷۰	بسیطہ	۴۱	وجہ تسمیہ	۲۰	وجہ تسمیہ
۷۰	وجہ تسمیہ	۴۱	ماتن کی بیان کردہ دلیل حصر	۲۳	موضوع
۸۳	کیفیتیں	۴۲	شارح کی ذکر کردہ دلیل حصر	۲۳	محمول
۸۳	مادہ تفسیر	۵۱	ذات موضوع کی وضاحت	۲۳	رابطہ
۸۳	وجہ تسمیہ	۵۱	عقد وضع	۲۵	رابطہ کی دو قسمیں ہیں
۸۳	موجبہ	۵۱	عقد حمل	۲۶	وجہ تسمیہ
۸۴	عبارات مذکورہ کی تشریح	۵۴	وصف محمول کا ذات موضوع پر صدق	۲۶	رابطہ کا استعمال
۸۴	وجہ تسمیہ	۵۵	تفسیر حقیقیہ	۲۸	تفسیر حملیہ موجبہ کی تعریف
۸۹	بسیطہ	۵۵	وجہ تسمیہ	۲۸	تفسیر حملیہ سالبہ کی تعریف
۹۰	مرکہب کی تعریف پر دو اشکال	۵۵	تفسیر خارجیہ	۳۰	شخصیہ
۹۱	ضرورت	۵۵	وجہ تسمیہ	۳۱	وجہ تسمیہ
۹۲	بدوام	۵۸	لزومیہ	۳۲	محصورہ

صفحہ ۱۲

RS=440/-

۱۳۷	علاقہ علیت کی قسمیں	۱۱۳	نسبتیں	۹۲	فعلیت
۱۳۸	علاقہ تضایف	۱۱۵	وجودیہ لازموریہ	۹۲	فعلیت کی تعبیریں
۱۳۸	وجہ تسمیہ	۱۱۸	وجودیہ لازمہ	۹۲	فعلیت کی ایک اور تعبیر
۱۳۸	لزومیہ کی تعریف پر اعتراض	۱۱۸	وجہ تسمیہ	۹۲	امکان
۱۳۹	اتفاقیہ	۱۱۸	نسبتیں	۹۲	امکان کی قسمیں
۱۴۰	وجہ تسمیہ	۱۲۰	وقتیہ	۹۲	امکان کی تعبیریں
۱۴۰	مطلقہ	۱۲۰	وجہ تسمیہ	۹۲	امکان کی تعبیر
۱۴۱	منفصلہ حقیقیہ	۱۲۳	منتشرہ	۹۲	ضرورت اور دوام کی قسمیں
۱۴۲	منفصلہ مانعہ الجمع	۱۲۴	وجہ تسمیہ	۹۲	امکان اور فعلیت کی قسمیں
۱۴۲	منفصلہ مانعہ الخلو	۱۲۵	نسبتیں	۹۲	قضایا سو جہ
۱۴۲	وجہ تسمیہ	۱۲۶	وقتیہ مطلقہ	۹۳	ضروریہ مطلقہ
۱۴۳	مانعہ الجمع اور مانعہ الخلو کا دوسرا معنی	۱۲۶	وجہ تسمیہ	۹۳	ذاتی
۱۴۳	مانعہ الجمع کا دوسرا معنی	۱۲۶	نسبتیں	۹۳	ضروریہ مطلقہ کی وجہ تسمیہ
۱۴۳	مانعہ الخلو کا دوسرا معنی	۱۲۶	منتشرہ مطلقہ	۹۳	دائمہ مطلقہ
۱۴۳	نسبتیں	۱۲۷	وجہ تسمیہ	۹۳	وجہ تسمیہ
۱۴۷	عنادیہ	۱۲۷	نسبتیں	۹۵	شروطہ عامہ کی تعریفیں
۱۴۷	اتفاقیہ	۱۲۷	مطلقہ وقتیہ	۹۵	وجہ تسمیہ
۱۴۸	مطلقہ	۱۲۷	مطلقہ منتشرہ	۹۵	وقف عنوانی
۱۵۸	مانعہ الخلو موجبہ کے صدق و کذب کی صورتیں	۱۲۷	نسبت	۹۷	دنوں معنی کے درمیان نسبت
۱۶۱	اوضاع	۱۲۷	بساط میں چار قضیوں کا اضافہ	۱۰۱	عرفیہ عامہ
۱۶۵	شرطیہ مخصوصہ	۱۲۸	ممکنہ خاصہ	۱۰۱	وجہ تسمیہ
۱۶۵	شرطیہ محصورہ	۱۲۹	وجہ تسمیہ	۱۰۱	نسبتیں
۱۶۵	شرطیہ مہملہ	۱۳۲	لا دوام کے معنی التزامی مطلقہ عامہ ہیں	۱۰۲	عرفیہ عامہ اور ضروریہ مطلقہ کے درمیان نسبت
۱۷۳	تناقض کے لغوی معنی	۱۳۳	موجہات مرکبہ کا نقشہ مع امثلہ	۱۰۲	عرفیہ عامہ اور دائمہ مطلقہ کے درمیان نسبت
۱۷۳	تناقض کی اصطلاحی تعریف	۱۳۵	شرطیہ متصلہ	۱۰۳	مطلقہ عامہ
۱۷۳	فوائد قیود	۱۳۵	شرطیہ منفصلہ	۱۰۳	وجہ تسمیہ
	دو قضیہ موجبہ میں تناقض کے لئے	۱۳۵	شرطیہ متصلہ	۱۰۳	نسبتیں
۱۸۶	اختلاف جہت کی شرط بھی ضروری ہے	۱۳۶	منفصلہ	۱۰۴	ممکنہ عامہ
۱۹۴	نقشہ نقائص موجہات بسیطہ	۱۳۷	لزومیہ	۱۰۵	وجہ تسمیہ
۱۹۸	مرکبات کلیہ کی نقائص کا نقشہ	۱۳۷	وجہ تسمیہ	۱۰۶	قضایا موجبہ بسیطہ کا نقشہ مع امثلہ
۲۰۷	مرکبات جزئیہ کی نقائص کا نقشہ	۱۳۷	علاقہ	۱۰۸	شروطہ خاصہ
۲۱۰	شرطیات کی نقائص کا نقشہ	۱۳۷	علاقہ علیت	۱۱۲	عرفیہ خاصہ
۲۱۲	عکس کی قسمیں	۱۳۷	معلول	۱۱۳	وجہ تسمیہ

۳۰۴	کرنے کی دلیل	۲۸۲	تین پر ضروری نہیں	۲۱۲	عکس مستوی کی تعریف
۳۰۹	نقشہ شکل ثانی	۲۸۳	مقدمہ غریبہ	۲۱۲	عکس اجزاء ذکر یہ میں ہوتا ہے
۳۱۲	پہلی ضرب	۲۸۳	قیاس مساوات	۲۱۵	عکس کی تعریف میں بقا، صدق کا مطلب
۳۱۲	شکل ثالث کی ضرب اول کے نتیجہ	۲۸۵	قیاس کا مادہ اور ہیئت	۲۱۵	عکس کی تعریف میں بقا، کذب کا مطلب
۳۱۲	کو ثابت کرنے کی دلیل	۲۸۵	قیاس استثنائی کی تعریف	۲۲۶	نقشہ عکس موجبات سوالب کلیہ
۳۱۵	عکس صفری	۲۸۵	وجہ تسمیہ	۲۳۳	تشریح: موجبات کا عکس
۳۱۶	ضرب ثالث کا نتیجہ ثابت کرنیکی دلیل	۲۸۵	قیاس اقترانی کی تعریف	۲۳۳	موجبات موجہ کا عکس
۳۱۷	تشریح: شکل ثالث کی ضرب چہارم	۲۸۶	وجہ تسمیہ	۲۳۷	وقتین، وجود تین اور مطلقہ عامہ موجہ کا عکس
۳۱۷	شکل ثالث کی ضرب خامس	۲۸۹	اقترانی جمعی	۲۳۷	موجبات موجہ کلیہ و جزئیہ کے عکس کا نقشہ
۳۱۷	ضرب خامس کے نتیجہ کے اثبات کی دلیل	۲۸۹	شرطی	۲۳۹	دلیل خلف
۳۱۸	عکس کبریٰ، عکس ترتیب، عکس نتیجہ	۲۹۰	مقدمہ	۲۳۹	دلیل افتراض
۳۱۸	ضرب سادس	۲۹۰	وجہ تسمیہ	۲۳۹	طریق عکس
۳۱۸	ضرب سادس کا نتیجہ ثابت کرنیکی دلیل	۲۹۰	صفری	۲۴۳	دلیل افتراض
۳۱۹	نقشہ شکل ثالث	۲۹۰	کبریٰ	۲۴۳	طریق عکس
۳۲۲	پہلی شرط	۲۹۰	حد اوسط	۲۵۲	موجہ کلیہ کا عکس نفیض موجہ کلیہ آتا ہے
۳۲۲	دوسری شرط	۲۹۰	وجہ تسمیہ	۲۵۲	موجہ جزئیہ کا عکس نفیض نہیں آتا
	غروب منہجہ اور ان کے نتائج ثابت کرنے کی دلیلیں	۲۹۰	اقترانیہ اور ضرب	۲۵۴	شرطیات کا عکس نفیض
۳۲۵	ضرب ثانی	۲۹۰	وجہ تسمیہ	۲۶۱	ضروریہ مطلقہ اور دائرہ مطلقہ کا
۳۲۵	ضرب ثالث	۲۹۱	شکل	۲۶۱	عکس نفیض دائرہ مطلقہ آتا ہے
۳۲۵	ضرب رابع	۲۹۱	شکل کی چار قسمیں ہیں	۲۶۱	ضروریہ مطلقہ موجہ کلیہ کا
۳۲۶	ضرب خامس	۲۹۲	دلیل حصر	۲۶۱	عکس نفیض ضروریہ مطلقہ سالہ کلیہ نہیں آتا
۳۲۶	ضرب سادس	۲۹۶	شکل اول کے نتیجہ دینے کی شرطیں		شروط عامہ اور عرفیہ عامہ کا عکس نفیض
۳۲۶	ضرب سابع	۳۰۰	نقشہ شکل اول	۲۶۱	عرفیہ عامہ آتا ہے
۳۲۶	ضرب ثامن	۳۰۳	شکل ثانی کے نتیجہ دینے کی شرطیں	۲۶۱	شروط خاصہ اور عرفیہ خاصہ کا عکس نفیض
۳۲۸	نقشہ شکل رابع	۳۰۳	شکل ثانی کا نتیجہ		عرفیہ عامہ آتا ہے
۳۲۸	مخلطات	۳۰۳	نتیجہ دینے والی ضربیں	۲۶۷	جزئیہ کا عکس نفیض
۳۳۰	غروب مخلطہ کے نتیجہ دینے کا ضابطہ	۳۰۳	دوسری ضرب	۲۶۹	وقتین اور وجود تین کا عکس نفیض
۳۳۳	جدول القضا یا المخلطات	۳۰۴	تیسری ضرب	۲۷۰	نعلیات کا عکس نفیض
	مخلطات شکل ثانی کی غروب ملجہ کے	۳۰۴	چوتھی ضرب	۲۷۲	ممکنہ عامہ اور ممکنہ خاصہ کا عکس نفیض
۳۵۱	انتاج کا ضابطہ	۳۰۴	شکل ثانی کی ضربوں کے نتیجہ دینے کے دلائل	۲۷۲	شرطیہ موجہ کا عکس نفیض
	مخلطات شکل ثانی کی غروب ملجہ کے	۳۰۵	دلیل خلف	۲۷۲	شرطیہ متصلہ سالہ کلیہ کا عکس نفیض
۳۵۱	نتائج کے اثبات کی دلیلیں		عکس کبریٰ	۲۸۰	قیاس کی تعریف
			شکل ثانی کی ضرب رابع کا نتیجہ ثابت		جمع کا اطلاق فن منطق میں کم از کم

۳۱۶	قیاس جدلی	۳۰۵	اعتقاد کی قسمیں	۳۶۶	جدول نتائج الضربین الاولین
۳۱۶	قیاس جدلی کے استعمال کا فائدہ	۳۰۵	ظن	۳۶۶	بقیہ جدول نتائج الضربین الاولین
۳۱۶	مقبولات	۳۰۵	جبل مرکب	۳۶۷	جدول نتائج الضرب الثالث
۳۱۶	مظنونات	۳۰۵	تقلید	۳۶۸	جدول نتائج الضرب الرابع
۳۱۷	قیاس خطابی	۳۰۵	یقین	۳۶۸	جدول نتائج الضرب السادس
۳۱۷	قیاس خطابی کا فائدہ	۳۰۵	فوائد قیود	۳۶۸	جدول نتائج الضرب السابع
۳۱۸	تخیلات	۳۰۶	بدیہیات	۳۶۹	جدول نتائج الضرب الثامن
۳۱۸	قیاس شعری	۳۰۶	بدیہیات کی قسمیں	۳۷۱	قیاس اقترانی شرطی
۳۱۸	قیاس شعری کا مقصد	۳۰۶	دلیل حصر	۳۸۵	قیاس استثنائی کی تعریف
۳۱۸	وہمیات	۳۰۶	اولیات	۳۹۰	قیاس استثنائی الاتصال کے نتیجہ دینے کا طریقہ
۳۱۹	قیاس تفسلی	۳۰۷	اقتضایا قیاساتہا معا	۳۹۲	منفصلۃ الجمع کے نتیجہ دینے کی صورتیں
۳۱۹	وجہ تسمیہ	۳۰۷	وجہ تسمیہ	۳۹۳	منفصلۃ الخلو کے نتیجہ دینے کی صورتیں
۳۲۰	قیاس تفسلی کا فائدہ	۳۰۷	مشاہدات	۳۹۴	قیاس مرکب
۳۲۱	مصادرۃ علی المطلوب	۳۰۷	احیات	۳۹۵	موصول الخائن کی وجہ تسمیہ
۳۲۱	لفظی کے اسباب	۳۰۷	وجدانیات	۳۹۵	منفصل الخائن کی وجہ تسمیہ
۳۲۲	سوفسطائی	۳۰۷	متواترات	۳۹۶	قیاس خلف کی تعریف
۳۲۲	مشائخی	۳۰۷	خبر کے متواتر ہونے کے لئے راویوں	۳۹۶	وجہ تسمیہ
۳۲۶	موضوع	۳۰۷	کی کوئی متعین تعداد شرط نہیں ہے	۳۹۸	استقراء کے لغوی معنی
۳۲۶	مبادی	۳۰۸	مجریات	۳۹۸	استقراء کی اصطلاحی تعریف
۳۲۶	مبادی تصوریہ	۳۰۸	حدیثات	۳۹۸	استقراء کی قسمیں
۳۲۶	موضوع کے اجزاء کی تعریف	۳۰۹	حدس اور فکر کے درمیان فرق	۳۹۸	استقراء تام
۳۲۶	موضوع کے غوارض کی تعریف	۳۱۰	برہان کے لغوی معنی	۳۹۸	استقراء تام کا حکم
۳۲۶	مبادی تصدیقیہ	۳۱۱	برہان کی اصطلاحی تعریف	۳۹۸	استقراء غیر تام
۳۲۷	مقدمات بدیہیہ	۳۱۱	برہان کی وجہ تسمیہ	۳۹۸	استقراء غیر تام کا حکم
۳۲۷	مقدمات نظریہ مسلمہ	۳۱۱	برہان کی قسمیں	۳۰۰	تمثیل کے لغوی معنی
۳۲۷	اصول موضوع	۳۱۱	برہان لمی	۳۰۰	تمثیل کی اصطلاحی تعریف
۳۲۷	مصادررات	۳۱۱	برہان لمی کی دوسری تعریف	۳۰۰	تمثیل میں چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے
۳۲۹	مسائل	۳۱۱	برہان لمی کی وجہ تسمیہ	۳۰۱	دوران کے معنی
۳۲۹	مسائل کی قسمیں	۳۱۱	برہان انفی کی تعریف	۳۰۱	دوران کی تعریف
۳۲۹	موضوع مسائل	۳۱۲	برہان انفی کی دوسری تعریف	۳۰۲	سیر و تقسیم کے معنی
۳۲۹	مسائل کا محمول	۳۱۲	برہان انفی کی وجہ تسمیہ	۳۰۲	سیر و تقسیم کی تعریف
	✽ ✽ ✽	۳۱۵	مشہورات	۳۰۴	مادہ قیاس کی قسمیں
		۳۱۶	مسلمات	۳۰۴	یقین کی تعریف

بسم الله الرحمن الرحيم

قطبی تصدیقات

فَإِنَّ الْمَقَالََةَ الثَّانِيَةَ فِي الْقَضَايَا وَأَحْكَامِهَا وَفِيهَا مَقْدَمَةٌ وَثَلَاثَةُ فُصُولٍ، أَمَّا الْمَقْدَمَةُ فَفِي تَعْرِيفِ الْقَضِيَّةِ وَأَقْسَامِهَا الْأُولِيَّةِ الْقَضِيَّةُ قَوْلٌ يَصِحُّ أَنْ يُقَالَ لِقَائِلِهِ أَنَّهُ صَادِقٌ فِيهِ أَوْ كَاذِبٌ وَهِيَ حَمَلِيَّةٌ إِنْ انْحَلَتْ بِطَرَفَيْهَا إِلَى مُفْرَدَيْنِ كَقَوْلِكَ زَيْدٌ عَالِمٌ وَزَيْدٌ لَيْسَ بِعَالِمٍ وَشَرْطِيَّةٌ إِنْ لَمْ تَنْحَلْ، أَقُولُ لَمَّا فَرَّغَ عَنْ مَبَاحِثِ الْقَوْلِ الشَّارِحِ شَرَعَ فِي بَيَانِ مَبَاحِثِ الْحُجَّةِ وَلَمَّا تَوَقَّفَ مَعْرِفَتُهَا عَلَى مَعْرِفَةِ الْقَضَايَا وَأَحْكَامِهَا وَضَعَ الْمَقَالََةَ الثَّانِيَةَ لِبَيَانِ ذَلِكَ وَرَتَّبَهَا عَلَى مُقَدِّمَةٍ وَثَلَاثَةِ فُصُولٍ أَمَّا الْمَقْدَمَةُ فَفِي تَعْرِيفِ الْقَضِيَّةِ وَأَقْسَامِهَا الْأُولِيَّةِ أَيْ الْحَاصِلَةِ بِحَسَبِ الْقِسْمَةِ الْأُولِيَّةِ فَإِنَّ الْقَضِيَّةَ تَنْقَسِمُ أَوَّلًا إِلَى الْحَمَلِيَّةِ وَالشَّرْطِيَّةِ ثُمَّ الْحَمَلِيَّةُ تَنْقَسِمُ إِلَى ضَرْوِيَّةٍ وَلَا ضَرْوِيَّةٍ مَثَلًا وَالشَّرْطِيَّةُ إِلَى لَزُومِيَّةٍ وَاتِّفَاقِيَّةٍ فَاقْسَامُ الْحَمَلِيَّةِ وَالشَّرْطِيَّةِ هِيَ أَقْسَامٌ لِلْقَضِيَّةِ إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَتْ بِأَقْسَامٍ أُوْلِيَّةٍ لَهَا بَلْ أَقْسَامٌ ثَانَوِيَّةٌ أَيْ إِنَّمَا تَنْقَسِمُ الْقَضِيَّةُ إِلَيْهَا ثَانِيًا بِوَسْطَةِ أَنْ الْحَمَلِيَّةَ وَالشَّرْطِيَّةَ تَنْقَسِمَانِ إِلَيْهَا فَالْغَرَضُ مِنْ وَضْعِ الْمَقْدَمَةِ ذِكْرُ الْأَقْسَامِ الْأُولِيَّةِ أَيْ أَقْسَامِ الْقَضِيَّةِ بِالذَّاتِ لَا أَقْسَامِ أَقْسَامِهَا فَالْقَضِيَّةُ قَوْلٌ يَصِحُّ أَنْ يُقَالَ لِقَائِلِهِ أَنَّهُ صَادِقٌ فِيهِ أَوْ كَاذِبٌ فَالْقَوْلُ وَهُوَ اللَّفْظُ الْمُرَكَّبُ فِي الْقَضِيَّةِ الْمَمْلُوظَةِ أَوْ الْمَفْهُومُ الْعَقْلِيُّ الْمُرَكَّبُ فِي الْقَضِيَّةِ الْمَعْقُولَةِ جَنْسٌ يَشْتَمِلُ الْأَقْوَالَ النَّامَةَ وَالنَّاقِصَةَ وَقَوْلُهُ يَصِحُّ أَنْ يُقَالَ لِقَائِلِهِ أَنَّهُ صَادِقٌ فِيهِ أَوْ كَاذِبٌ فَصُلُّ يُخْرِجُ الْأَقْوَالَ النَّاقِصَةَ وَالْإِنْشَاءَاتِ كُلَّهَا مِنَ الْأَمْرِ وَالنَّهْيِ وَالِاسْتِفْهَامِ وَغَيْرِهَا.

ترجمہ: دوسرا مقالہ قضایا اور ان کے احکام کے (بیان) میں ہے، اس میں ایک مقدمہ اور تین فصلیں ہیں، بہر حال مقدمہ تو وہ قضیہ کی تعریف اور اس کی اقسام اولیہ (کے بیان) میں ہے، اور قضیہ وہ قول ہے جس کے کہنے والے کے بارے میں یہ کہا جاسکے کہ وہ اس میں سچا ہے یا جھوٹا ہے، اور وہ (یعنی قضیہ) حملیہ ہے اگر وہ اپنے طرفین سے دو مفردوں کی طرف کھل جائے، جیسے آپ کا قول، زید عالم و زید لیس بعالم، اور (وہ قضیہ) شرطیہ ہے اگر (دو مفردوں کی طرف) نہ کھلے۔ میں کہتا ہوں کہ جب ماتن قول شارح کے مباحث سے فارغ ہو چکے تو اب حجت کے مباحث شروع کر رہے ہیں، اور جبکہ حجت کی معرفت قضایا اور اس کے احکام کی معرفت پر موقوف ہے، تو دوسرے مقالہ کو اس کے بیان کے لئے مقرر کیا ہے۔ اور اس کو ایک مقدمہ اور تین فصلوں پر ترتیب دی ہے، بہر حال مقدمہ پس وہ قضیہ کی تعریف اور اس کی اقسام اولیہ یعنی پہلی تقسیم سے حاصل ہونے والی قسموں کے بیان میں ہے، کیونکہ قضیہ اولاً حملیہ اور شرطیہ کی طرف منقسم ہوتا ہے، پھر حملیہ مثلاً ضروریہ اور لازوریہ کی طرف منقسم ہوتا ہے، اور شرطیہ لزومیہ اور اتفاقیہ

کی طرف، پس حملیہ اور شرطیہ کی قسمیں بھی (حقیقت میں) قضیہ ہی کی قسم ہیں، مگر یہ اقسام اولیہ نہیں ہیں، بلکہ اقسام ثانویہ ہیں، یعنی قضیہ ان کی طرف ثانیاً منقسم ہوتا ہے، اس واسطے سے کہ حملیہ اور شرطیہ ان کی طرف منقسم ہوتے ہیں، پس مقدمہ کی وضع سے مقصد قضیہ کی اقسام اولیہ ہیں، یعنی بالذات قضیہ کی اقسام کا بیان کرنا ہے نہ کہ ان کی اقسام کی اقسام کا ذکر کرنا۔ پس قضیہ وہ قول ہے کہ اس کے کہنے والے کے بارے میں یہ کہنا صحیح ہو کہ وہ اس میں جھوٹا ہے، یا سچا ہے، پس قول اور وہ قضیہ ملفوظہ میں مرکب اور قضیہ معقولہ میں مفہوم عقلی مرکب ہے۔ جنس ہے جو اقوال تامہ اور ناقصہ سب کو شامل ہے، اور اس کا قول ”یصح ان یقال لقائلہ انه صادق فیہ او کاذب“ فصل ہے جو اقوال ناقصہ اور تمام انشاءات، امر، نہی، اور استفہام وغیرہ کو نکال دیتا ہے۔

تشریح: یہ بات آپ کو معلوم ہو چکی ہے کہ علم منطق کا موضوع وہ معلومات تصور یہ اور تصدیقہ ہیں جن کے ذریعہ مجہولات تصور یہ اور تصدیقہ کو حاصل کیا جائے۔ اگر معلومات تصور یہ کے ذریعہ مجہولات تصدیقہ کو حاصل کیا جائے، تو ان کو معرف اور قول شارح کہتے ہیں، اور اگر معلومات تصدیقہ کے ذریعہ مجہولات تصدیقہ کو حاصل کیا جائے تو ان کو حجت اور دلیل کہتے ہیں، اس سے پہلے مصنف قول شارح اور اس کی مباحث کو بیان کر رہے تھے، اب یہاں سے حجت اور اس کی مباحث کو بیان کر رہے ہیں، لیکن جس طرح معرف اور قول شارح کا سمجھنا چند مبادیات و مقدمات پر موقوف تھا، اسی طرح حجت کا سمجھنا بھی چند مقدمات پر موقوف ہے، اس لیے مقالہ ثانیہ کو قضایا اور اس کے احکام کے بیان کے لیے منعقد کیا ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ موقوف علیہ کو موقوف پر مقدم کیا جاتا ہے، اور حجت کی مباحث کی معرفت، قضایا اور ان کے احکام پر موقوف ہے، اور احکام سے مراد عکس، نقیض، عکس نقیض اور تلازم وغیرہ ہیں۔ اور اس مقالہ کو ایک مقدمہ اور تین فصلوں پر مرتب کیا ہے، مقدمہ میں قضیہ کی تعریف اور اسکے اقسام اولیہ کو بیان کیا جائے گا، اقسام ثانویہ کو بیان نہیں کیا جائے گا۔ کسی شی کے اقسام اولیہ وہ ہوتے ہیں جن کی طرف شی اولاً بالذات منقسم ہو، یعنی شی کی پہلی تقسیم سے وہ اقسام حاصل ہوں، جیسے قضیہ کی دو قسمیں ہیں، حملیہ اور شرطیہ، دیکھئے حملیہ اور شرطیہ پہلی تقسیم سے حاصل ہوئے ہیں، لہذا یہ دونوں اقسام اولیہ کہلائیں گے، اور اقسام ثانویہ ان اقسام کو کہا جاتا ہے، جن کی طرف شی کی دوسری تقسیم ہو، یعنی اقسام کی تقسیم سے جو اقسام حاصل ہوں گے وہ شی کے اقسام ثانویہ کہلائیں گے جیسے حملیہ کی تقسیم سے ضروریہ، لازوریہ اور شرطیہ کی تقسیم سے متصلہ اور منفصلہ حاصل ہوتے ہیں، لہذا یہ تمام قضیہ کی اقسام ثانویہ ہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ مقدمہ میں قضیہ کی تعریف اور اس کی اقسام اولیہ کا بیان ہوگا، لیکن اس پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے آپ کا یہ کہنا کہ مقدمہ میں چند اقسام اولیہ کا بیان ہوگا نہ کہ ثانویہ کا، صحیح نہیں، کیونکہ متصلہ اور منفصلہ کا بیان بھی مقدمہ میں کیا گیا ہے، حالانکہ یہ اقسام اولیہ نہیں ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ متصلہ اور منفصلہ کا بیان مقدمہ میں بطور مقصود نہیں ہے، بلکہ تبعاً اور استطراداً ان کو مقدمہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ مصنف نے اقسام اولیہ سے وہ اقسام مراد لیے ہیں جو قضیہ کی اقسام نفس ذات کے اعتبار سے ہوں، کسی ایسے امر کے اعتبار سے نہ ہوں جو قضیہ کی حقیقت سے خارج ہو، اور قضیہ کی قسمیں متصلہ اور منفصلہ حکم اتصال اور انفصال کی وجہ سے ہیں، اور اتصال اور انفصال اسی حکم کی قسم ہے، جس کی قسم حملی اور شرطی ہے، تو جس طرح حملیہ اور شرطیہ اقسام اولیہ ہیں اسی طرح متصلہ اور منفصلہ بھی اقسام اولیہ ہیں، لہذا جب یہ اقسام اولیہ ہیں تو مصنف نے ان کو مقدمہ میں ذکر کر دیا ہے۔

قضیہ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف: قضیہ کے لغوی معنی ہیں، فیصلہ کرنا، اور محاورہ میں قضیہ کا اطلاق فساد، جھگڑے، بحث و مباحثہ، تکرار، نالاش، مقدمہ وغیرہ پر ہوتا ہے، اصطلاح منطق میں قضیہ کی دو تعریفیں بیان کی گئی ہیں:

۱- قضیہ ایسا قول ہے جو (نفس مفہوم کے اعتبار سے) سچ اور جھوٹ کا احتمال رکھے، مطلب یہ ہے کہ وہ کلام جس کے اندر سچ اور جھوٹ دونوں کا احتمال ہو اس کو قضیہ کہا جاتا ہے، جیسے زید نیک طالب علم ہے، حامد کا انتقال ہو گیا، ناصر بیٹھا ہے، وغیرہ۔

۲- قضیہ کی دوسری تعریف بایں الفاظ کی گئی ہے، القضية قول یصح ان یقال الخ، قضیہ وہ قول ہے جس کے کہنے والے کے بارے میں یہ کہنا صحیح ہو کہ وہ اس میں سچا ہے یا جھوٹا، دونوں تعریفوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی تعریف کے اعتبار سے صدق اور کذب قضیہ کی صفت ہوں گے، اور کہا جائے گا، قضیہ صادقہ او کاذبہ، اور دوسری تعریف کے اعتبار سے صدق اور کذب متکلم کی صفت ہوں گے، اور کہا جائے گا، متکلم صادق اور کاذب لیکن صاحب رسالہ شمسہ اور شارح رسالہ شمسہ نے دوسری تعریف کو اختیار کیا ہے، مگر اس تعریف پر دو اعتراض وارد ہوتے ہیں، پہلا اعتراض یہ ہے کہ مصنف نے قضیہ کی مشہور تعریف سے عدول کیوں کیا ہے کیونکہ قضیہ کی مشہور تعریف اس طرح ہے، القضية قول یحتمل الصدق و الکذب، کہ قضیہ وہ قول ہے، جو صدق و کذب کا احتمال رکھے، اور ماتن نے اس تعریف کو چھوڑ کر قضیہ کی تعریف میں اس صدق و کذب کا اعتبار کیا ہے، جو متکلم کی صفت ہے، حالانکہ شئی کی تعریف میں خود شئی کے حال کا اعتبار کرنا اولیٰ ہوتا ہے، بمقابلہ اس کے کہ اس کے متعلق کے حال کا اعتبار کیا جائے، دوسری بات یہ ہے کہ ماتن کی تعریف کے مقابلے میں تعریف مشہور مختصر بھی ہے، پھر ماتن نے آخر تعریف مشہور سے عدول کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تعریف مشہور پر لزوم دور کا اعتراض واقع ہوتا ہے، اور دور باطل ہے، اور جو چیز باطل کو مستلزم ہوتی ہے وہ خود باطل ہوا کرتی ہے، لہذا یہ تعریف بھی باطل ہے، اب رہا یہ سوال کہ دور کس طرح لازم آتا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ تعریف مشہور کے اعتبار سے قضیہ کا موقوف اور موقوف علیہ دونوں ہونا لازم آتا ہے، اور ایک ہی شئی کا موقوف اور موقوف علیہ دونوں ہونا اسی کا نام دور ہے، اس دور کی وضاحت یہ ہے کہ تعریف مشہور کے اعتبار سے صدق اور کذب قضیہ کی صفت ہوں گے اور قضیہ کی تعریف صدق، اور کذب سے کیا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ قضیہ کا سمجھنا صدق اور کذب پر موقوف ہے، اس اعتبار سے قضیہ موقوف ہوا صدق اور کذب موقوف علیہ ہوئے، اور یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ مناطقہ کے نزدیک جو قضیہ ہے اسی کو علم نحو میں خبر کہا جاتا ہے، تو معلوم ہوا کہ قضیہ اور خبر دونوں مترادف ہیں، جو واقع کے مطابق نہ ہو، اس اعتبار سے صدق اور کذب کا سمجھنا قضیہ ہے اور خبر پر موقوف ہے لہذا صدق اور کذب موقوف بن گئے، اور قضیہ موقوف علیہ اور اس سے پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ قضیہ موقوف ہے اور صدق اور کذب موقوف علیہ، لہذا قضیہ کا موقوف اور موقوف علیہ دونوں ہونا لازم آیا، اور قاعدہ ہے کہ موقوف علیہ موقوف پر مقدم ہوتا ہے، لہذا وہی قضیہ موقوف علیہ ہونے کے اعتبار سے اپنے ہی (موقوف) پر مقدم ہو گیا، اور یہ تقدم الشی علی نفسہ ہے۔ اس کا نام دور ہے، اور یہ باطل ہے، لہذا تعریف مشہور بھی باطل ہے، الحاصل مصنف نے اس اعتراض سے متاثر ہو کر تعریف مشہور سے عدول کیا ہے، لیکن اس اشکال کا جواب بھی دیا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ صدق اور کذب کا مفہوم واقع کے مطابق ہونا یا واقع کے بق نہ ہونا ہے یہ ایک مفہوم مصدری ہے جس کا سمجھنا قضیہ کی معرفت پر موقوف نہیں ہے، لہذا دور بھی لازم نہیں آئے گا۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اگر تعریف مشہور سے عدول ہی کرنا تھا تو اتنی طویل عبارت کی کیا ضرورت صرف اتنا ہی کہنا کافی تھا، قولُ یقال لقائلہ صادق او کاذب، بلکہ اتنا ہی کافی تھا، القضية قول صادق او کاذب، اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں عبارتوں سے ذہن اس طرف سبقت کرتا ہے کہ قضیہ کے لئے قائل پر یا قول پر صادق یا کاذب کا اطلاق بالفعل ضروری ہے، حالانکہ یہ واقع کے خلاف ہے کیونکہ قضیہ کے لئے صادق یا کاذب کا اطلاق بالفعل ضروری نہیں ہے، بلکہ عقلاً صدق یا کذب کے ساتھ متصف کرنے کی صلاحیت کا ہونا کافی ہے۔

فوائد قیود: قضیہ کی تعریف میں لفظ ”قول“ جنس کے درجہ میں ہے، جو اقوال تامہ، انشائیہ، خبریہ اور اقوال ناقصہ سب کو شامل ہے، اور ”یصح ان یقال لقائلہ انه صادق او کاذب“ فصل کے درجہ میں ہے، جو اقوال ناقصہ اور تمام انشاءات امر، نہی، استفہام وغیرہ کو نکال دیتا ہے۔ ”وهو اللفظ المركب الخ“ اس عبارت کو بڑھا کر شارح نے یہ بتلایا ہے کہ لفظ ”قول“ سے مراد قضیہ ملفوظہ میں مرکب لفظ اور قضیہ معقولہ میں مفہوم عقلی مرکب ہے، نیز یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اس عبارت کے ذریعہ شارح نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے، سوال مقدر یہ ہے کہ ماتن نے قضیہ کی تعریف میں لفظ ”قول“ ذکر کیا ہے، اور قول مرکب ملفوظہ کو کہتے ہیں نہ کہ مرکب معقولہ کو اور یہ بات آپ کو معلوم ہے کہ قضیہ کی دو قسمیں ہیں: ۱- قضیہ ملفوظہ ۲- قضیہ معقولہ، تو مصنف نے قضیہ کی جو تعریف کی، یہ اپنے افراد کو جامع نہیں، کیونکہ لفظ ”قول“ سے قضیہ کی تعریف سے قضیہ معقولہ نکل جاتا ہے حالانکہ اس کو بھی قضیہ کہا جاتا ہے، تو شارح نے عبارت بالا سے اس اشکال کا جواب دیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ لفظ ”قول“ مناط کی اصطلاح میں کلام مرکب کو کہتے ہیں، خواہ کلام مرکب ملفوظہ ہو یا معقولہ ہو، دونوں پر کلام کا اطلاق ہوتا ہے، جب بات ایسی ہے تو اب کوئی اشکال وارد نہیں ہوگا۔

وهی اما حمله او شرطیہ لانها اما ان تنحل بطرفیہا الی مفردین او لم تنحل وطرفا القضية هُما المَحْکُومُ عَلَیْهِ وَالْمَحْکُومُ بِهِ وَمَعْنَى انْحِلَالِهَا ان تُحْذَفَ الْاَدْوَاتُ الدَّالَّةُ عَلٰی اَرْتِبَاطِ احْدِهِمَا بِالْاٰخَرِ فَاِذَا حَذَفْنَا مِنَ الْقَضِیَةِ مَا یَدُلُّ عَلٰی اَرْتِبَاطِ الْحُكْمِیِّ فَاِنْ كَانَ طَرَفَاہَا مُفْرَدَیْنِ فَهِيَ حَمْلِیَّةٌ اَمَّا مُوْجِبَةٌ اِنْ حُكِمَ فِیْہَا بِاَنْ اَحَدُهُمَا هُوَ الْاٰخَرُ كَقَوْلِنَا زَيْدٌ هُوَ عَالِمٌ وَاَمَّا سَالِبَةٌ اِنْ حُكِمَ فِیْہَا بِاَنْ اَحَدُهُمَا لَیْسَ هُوَ الْاٰخَرُ كَقَوْلِنَا زَيْدٌ لَیْسَ هُوَ بِعَالِمٍ فَاِنَّا اِذَا حَذَفْنَا لَفْظَةً هُوَ الدَّالَّةُ عَلٰی النِّسْبِ الْاِنْجَابِیَّةِ مِنَ الْقَضِیَةِ الْاَوَّلٰی وَلَیْسَ هُوَ الدَّالَّةُ عَلٰی النِّسْبَةِ السَّلْبِیَّةِ مِنَ الْقَضِیَةِ الثَّانِیَةِ بَقِیَ زَيْدٌ وَاَمَّا هُمَا مُفْرَدَانِ وَاِنْ لَمْ یَكُنْ طَرَفَاہَا مُفْرَدَیْنِ فَهِيَ شَرْطِیَّةٌ كَقَوْلِنَا اِنْ كَانَتْ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالْنَّهَارُ مُوجُودٌ وَاَمَّا اَنْ یَكُونَ هَذَا الْعَدَدُ زَوْجًا او فَرْدًا فَانْه اِذَا حَذَفْنَا اَدْوَاتِ الْاِتِّصَالِ وَهِيَ كَلِمَةُ اِنْ وَاَلْفَاءُ بَقِیَ الشَّمْسُ طَالِعَةً وَالنَّهَارُ مُوجُودٌ وَهُمَا لَیْسَا بِمُفْرَدَیْنِ وَكَذَلِكَ اِذَا حَذَفْنَا اَدْوَاتِ الْعِنَادِ وَهِيَ اَمَّا وَاَوْ بَقِیَ هَذَا الْعَدَدُ زَوْجٌ وَهَذَا الْعَدَدُ فَرْدٌ وَهُمَا لَیْسَا بِمُفْرَدَیْنِ.

ترجمہ: اور وہ (یعنی قضیہ) حملیہ ہے یا شرطیہ کیونکہ وہ اپنے طرفین کے اعتبار سے دو مفردوں کی طرف کھلے گا یا نہ کھلے گا، اور قضیہ کی دونوں طرفین محکوم علیہ اور محکوم بہ ہیں، اور قضیہ کے انحلال کا مطلب یہ ہے کہ ان ادوات کو حذف کر دیا جائے جو ان میں سے ایک دوسرے کے ساتھ ربط و تعلق پر دلالت کرتے ہیں، پس جب قضیہ سے ان ادوات کو حذف کر دیں جو ارتباط حکمی پر دلالت کرتے ہیں، تو اگر اس کی دونوں طرف دو مفرد ہوں تو وہ حملیہ ہے یا تو موجبہ ہے اگر

اس میں اس بات کا حکم کیا گیا ہو کہ ان میں سے ایک دوسرا ہی ہے جیسے ہمارا قول زید ہو عالم یا سالبہ اگر اس میں اس بات کا حکم لگایا گیا ہو کہ ان میں سے ایک وہ دوسرا نہیں ہے، جیسے ہمارا قول زید لیس ہو بعالم کیوں کہ جب ہم نے پہلے قضیہ سے لفظ ”ہو“ کو حذف کر دیا جو نسبت ایجابیہ پر دلالت کرتا ہے، تو زید اور عالم باقی رہ جاتا ہے، اور یہ دونوں مفرد ہیں، اور اگر اس کی دونوں طرف مفرد نہ ہوں، تو وہ شرطیہ ہے، جیسے ہمارا قول ان کانت الشمس طالعة فالنہار موجود واما ان یکون هذا العدد زوجا او فردا، اس لئے کہ جب ہم نے حذف کر دیا ادوات اتصال کو اور وہ کلمہ ”ان“ اور ”فا“ ہے، تو الشمس طالعة، النہار موجود باقی رہا اور یہ دونوں مفرد نہیں ہیں، اور اسی طرح جب حذف کر دیں ادوات عناد کو اور وہ ”اما اور او“ ہیں تو هذا العدد زوج و هذا العدد فرد باقی رہ جاتا ہے اور یہ دونوں بھی مفرد نہیں ہیں۔

تفسیر: اس عبارت میں شارح نے قضیہ کی تقسیم اولیٰ کا بیان کیا ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ قضیہ کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ حملیہ ۲۔ شرطیہ اور دلیل حصر کے ذریعہ دونوں کی تعریف کی طرف اشارہ کیا ہے، اس کو اس طرح سمجھئے کہ ابھی آپ کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ قضیہ صدق و کذب کا احتمال رکھتا ہے، تو اس اعتبار سے قضیہ میں حکم ہونا ضروری ہے، اور حکم کے لئے محکوم علیہ اور محکوم بہ کا ہونا ضروری ہے، تو محکوم علیہ اور محکوم بہ مادہ کے درجہ میں ہیں اور حکم چونکہ طرفین کے درمیان ارتباط پیدا کرتا ہے، لہذا حکم صورت کے درجہ میں ہے اور صورت کے بطلان اور اجزاء کے جدا کرنے کا نام انحلال ہے، تو انحلال کی صورت یہ ہوگی کہ وہ ادوات جو طرفین کو آپس میں مرتبط کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ ملاتے ہیں، اگر ان کو علیحدہ اور حذف کر دیا جائے تو طرفین جو بمنزلہ اجزاء مادیہ کے ہیں ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے، تو تقسیم کا حاصل یہ نکلا کہ اگر حروف ربط کو حذف کر دیا جائے تو اس کے طرفین دو مفرد ہوں تو وہ قضیہ حملیہ ہے۔

اب اس کو مثال سے سمجھئے، مثلاً حملیہ موجبہ کی مثال لیجئے، زید ہو قائم اس مثال میں حرف ربط ”ہو“ ہے جب آپ اس کو حذف کر دیں تو زید اور قائم باقی رہ جائیں گے، اور یہ دونوں مفرد ہیں، لہذا زید ہو قائم قضیہ حملیہ ہے۔

قضیہ حملیہ کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ موجبہ ۲۔ سالبہ، موجبہ وہ قضیہ حملیہ ہے، جس کے طرفین ایک ہی حکم میں متحد ہوں، یعنی جو ایک کا حکم ہو، وہی حکم دوسرے کا بھی ہو، دیکھئے اس مثال میں جو زید ہے وہی عالم ہے لہذا یہ قضیہ حملیہ موجبہ ہے۔ قضیہ حملیہ سالبہ وہ قضیہ ہے جس میں طرفین میں سے ایک کا حکم دوسرے کا نہ ہو، جیسے زید لیس ہو بعالم، دیکھئے اس مثال میں جو زید ہے وہ عالم نہیں ہے۔ لہذا یہ قضیہ حملیہ سالبہ ہے۔

قضیہ شرطیہ: وہ قضیہ ہے جس کے طرفین دو مفردوں کی طرف نہ کھلیں، یعنی جب حروف شرط و اجزاء کو حذف کر دیا جائے تو ان کی دونوں طرف مرکب ہوں، چنانچہ آپ اس کو مثال سے سمجھئے، مثلاً ان کانت الشمس طالعة فالنہار موجود، اس مثال میں ادوات اتصال یعنی ان اور فاء کو حذف کر دیجئے اور کہئے، الشمس طالعة، النہار موجود، دیکھئے اس مثال میں دونوں طرف مرکب ہیں، لہذا ان کانت الشمس طالعة الخ، قضیہ شرطیہ ہے۔ اسی طرح شرطیہ منفصلہ کی مثال جیسے اما ان یکون هذا العدد زوجا او فردا، اس سے ادوات عناد انفصال یعنی ”اما“ اور ”او“ کو حذف کر دیا جائے تو هذا العدد زوج اور هذا العدد فرد باقی رہ جاتے ہیں، اور یہ بھی چونکہ مفرد نہیں ہیں، بلکہ مرکب ہیں اس لئے یہ بھی شرطیہ ہے نہ کہ حملیہ۔

فَإِنْ قُلْتُمْ قَوْلُنَا الْحَيَوَانُ النَّاطِقُ يَنْتَقِلُ بِنَقْلِ قَدَمَيْهِ وَقَوْلُنَا زَيْدٌ عَالَمٌ يُضَادُّهُ زَيْدٌ لَيْسَ بِعَالَمٍ وَقَوْلُنَا

الشمس طالعة يلزمه النهار موجود حمليات مع ان اطرافها ليست بمفردات فانتقض التعريفان طردا و عكسا فنقول المراد بالمفرد اما المفرد بالفعل او المفرد بالقوة وهو الذي يمكن ان يعبر عنه بلفظ مفرد والاطراف في القضايا المذكورة وان لم تكن مفردات بالفعل الا انه يمكن ان يعبر عنها بالفاظ مفردة و اقلها ان يقال هذا ذاك او هو هو او الموضوع محمول الى غير ذلك بخلاف الشرطيات فانه لا يمكن ان يعبر عن اطرافها بالفاظ مفردة فلا يقال فيها هذه القضية تلك القضية بل يقال ان تحقق هذه القضية تحقق تلك القضية و اما ان تحقق هذه القضية او تحقق تلك القضية و هي ليست بالفاظ مفردة نعم بقي ههنا شيء وهو ان الشرطية كما فسرت قضية اذا حللناها لا يكون طرفاها مفردين ولا خفاء في امكان ان يعبر عن طرفيها بعد التحليل بمفردين و اقله ان يقال هذا ملزوم لذلك وذلك معانيد لذلك فلو كان المراد بالمفرد اما المفرد بالفعل او بالقوة دخلت الشرطية تحت الحملية فالاولى ان ي حذف قيد الانحلال عن التعريف ويقال المحكوم عليه وبه في القضية ان كانا مفردين سميت حملية و الا فشرطية هذا هو المطابق لما ذكره الشيخ في الشفاء .

ترجمہ: اگر آپ اعتراض کریں کہ ہمارا قول ”الحيوان الناطق ينتقل بنقل قدميه“ اور ہمارا قول زید عالم بضادہ زید ليس بعالم، اور ہمارا قول الشمس طالعة يلزمه النهار موجود، یہ سب کے سب حملیات ہیں، باوجودے کہ ان کے اطراف مفرد نہیں ہیں، پس دونوں تعریضیں ٹوٹ گئیں طرداً بھی اور عکساً بھی؟ تو ہم جواب دیں گے کہ ”مفرد“ سے مراد یا تو مفرد بالفعل یا مفرد بالقوة ہے، اور مفرد بالقوة وہ ہے، جس کو مفرد لفظ کے ساتھ تعبیر کرنا ممکن ہو، اور مذکورہ قضایا میں اطراف اگرچہ مفرد بالفعل نہیں ہیں، مگر ان کو مفرد الفاظ کے ساتھ تعبیر کرنا ممکن ہے، اور کم سے کم اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ هذا ذاک یا هو هو، یا الموضوع محمول، وغیرہ، بخلاف شرطیات کے، کیونکہ ان کے اطراف کی تعبیر مفرد الفاظ کے ساتھ کرنا ممکن نہیں ہے، چنانچہ ان کے بارے میں یوں نہیں کہا جاسکتا، هذه القضية تلك القضية، بلکہ اس طرح کہا جائے گا، ان تحقق هذه القضية تحقق تلك القضية و اما ان تحقق هذه القضية او تحقق تلك القضية، اور یہ مفرد الفاظ نہیں ہیں۔

ہاں یہاں ایک چیز باقی رہ جاتی ہے اور وہ یہ کہ شرطیہ کی جس طرح تفسیر کی گئی (اس کے مطابق شرطیہ وہ) قضیہ ہے کہ جب ہم اس کا انحلال کریں تو اس کے طرفین مفرد نہ ہوں، اور اس امکان میں کوئی خفا نہیں ہے کہ تحلیل کے بعد شرطیہ کے طرفین کو دو مفردوں سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، اور کم سے کم یوں کہا جاسکتا ہے، هذا ملزوم لذلك و ذلک معانید لذلك پس اگر مفرد بالفعل یا مفرد بالقوة مراد ہو، تو شرطیہ حملیہ کے تحت داخل ہو جائے گا، اس لئے بہتر یہ ہے کہ تعریف سے ”انحلال“ کی قید حذف کر دی جائے، اور کہا جائے کہ قضیہ میں اگر محکوم علیہ اور محکوم بہ دونوں مفرد ہوں تو قضیہ کو حملیہ کہا جائے گا، ورنہ شرطیہ، اور یہی اس کے مطابق ہے جس کو شیخ نے ”شفاء“ میں ذکر کیا ہے۔

تفسیر: عبارت مذکورہ میں شارح نے ایک اعتراض ذکر کیا ہے، پھر اس اعتراض کا جواب دیا ہے، اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ

ماتن نے حملیہ اور شرطیہ کی تعریف کی یہ صحیح نہیں، کیونکہ کچھ مثالیں آپ کو ایسی دکھاؤں گا جو قضایا حملیہ ہیں، لیکن ان سے حروف ربط کے حذف کرنے کے بعد طرفین مفرد نہیں رہتے بلکہ مرکب رہتے ہیں، مثلاً ”الحيوان الناطق ينتقل بنقل قدميه، اور زيد عالم بضاده زيد ليس بعالم، اور الشمس طالعة يلزمه النهار موجود، دیکھئے یہ تمام مثالیں قضایا حملیہ کی ہیں، حالانکہ حروف ربط کے حذف کرنے کے بعد ان کے دونوں طرف مفرد نہیں ہیں، بلکہ مرکب ہیں، لہذا حملیہ کی تعریف اپنے افراد کو جامع نہیں اور شرطیہ کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں؟

فنقول المراد بالمفرد الخ، اس عبارت سے شارح نے اعتراض مذکور کا جواب دیا ہے، حاصل جواب یہ ہے کہ حملیہ کی تعریف میں جو کہا گیا ہے، کہ حروف ربط کے حذف کرنے کے بعد ان کے دونوں طرف مفرد باقی رہیں، اس مفرد سے ہماری مراد عام ہے، خواہ مفرد بالفعل ہو یا مفرد بالقوہ، اور یہ تمام مثالیں جن کو لیکر آپ نے ہمارے اوپر اعتراض کیا ہے یہ اگرچہ ان کے اطراف مفرد بالفعل نہیں ہے، لیکن مفرد بالقوہ ضرور ہیں، اور مفرد بالقوہ سے مراد یہ ہے کہ اس کو مفرد الفاظ سے تعبیر کرنا ممکن ہو، اور ان مذکورہ قضایا کے اطراف کو الفاظ مفردہ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، کم از کم یوں کہہ سکتے ہیں، کہ هذا ذاك، یا هو هو، یا الموضوع محمول، لہذا ان مثالوں پر حملیہ کی تعریف صادق آگئی اور حملیہ اپنے افراد کو جامع ہو گیا، اور شرطیہ کی تعریف دخول غیر سے مانع ہو گئی۔

بخلاف الشرطيات الخ اس عبارت سے شارح نے یہ فرمایا ہے کہ رہی بات شرطیات کی تو ان کے اطراف کی الفاظ مفردہ سے تعبیر نہیں کی جاسکتی ہے، چنانچہ ”ان كانت الشمس طالعة فالنهار موجود کی تعبیر ہذا القضية تلک القضية سے نہیں کی جاسکتی، کیونکہ الفاظ مفردہ سے تعبیر کرنے کے لئے شرط یہ ہے کہ قضیہ کا حکم باقی رہے، یعنی قضیہ حملیہ کے اطراف کی تعبیر الفاظ مفردہ سے کرنے کے لئے شرط یہ ہے کہ تعبیر سے پہلے جس طرح قضیہ میں محمول کا حمل موضوع پر تھا۔ تعبیر کے بعد بھی موضوع پر محمول کا حمل ہو رہا ہو، اور قضیہ شرطیہ میں چونکہ شرطیت اور اتصال یا انفصال کے معنی ہوتے ہیں، تو شرطیہ کی تعبیر جب الفاظ مفردہ سے کی جائے گی تو اس وقت اس میں اتصال یا انفصال کے معنی باقی نہیں رہیں گے لہذا شرطیہ کی تعبیر ہذا القضية تلک القضية سے نہیں کی جاسکتی، بلکہ شرطیہ متصلہ میں کم از کم تعبیریوں ہوگی، ان تحقق ہذا القضية تحقق تلک القضية اور شرطیہ منفصلہ میں کم از کم تعبیر اس طرح ہوگی، اما ان تحقق ہذا القضية اور تحقق تلک القضية اور اس تعبیر میں بھی طرفین مفرد نہیں ہیں، بلکہ مرکب ہیں، لہذا یہ شرطیہ ہوں گے، لہذا معلوم ہوا کہ حملیہ کی تعریف اپنے افراد کو جامع اور شرطیہ کی تعریف دخول غیر سے مانع ہے۔

نعم بقى ههنا شئ الخ اس عبارت میں شارح نے ایک اعتراض نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ ابھی ابھی شرطیہ کی تعریف یہ کی گئی کہ جب اس کا انحلال ہو جائے تو اس کی دونوں طرف مفرد نہ ہوں، بلکہ مرکب ہوں اور ظاہر ہے کہ انحلال سے پہلے اگرچہ شرطیہ کے طرفین کی تعبیر دو مفردوں سے نہیں کی جاسکتی لیکن انحلال کے بعد تو اس کو دو مفردوں سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، اور اس طرح کہا جاسکتا ہے هذا ملزوم لذلك، و ذلك معاندة لذلك، لہذا اعتراض پھر بھی باقی رہا، یعنی حملیہ پر شرطیہ کی تعریف صادق آگئی جس کی وجہ سے حملیہ کی تعریف دخول غیر سے مانع نہ رہی۔

فالاولى ان يحذف الخ اس عبارت سے شارح نے اس اعتراض مذکور کا جواب دیا ہے، حاصل جواب یہ ہے کہ اس اعتراض سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ حملیہ کی تعریف سے انحلال کی قید کو حذف کر دیا جائے، اور تعریف اس طرح کی جائے کہ اگر قضیہ میں محمول علیہ اور محمول بہ مفرد ہوں تو قضیہ حملیہ ہے ورنہ شرطیہ۔

فالاولیٰ الخ اس مقام پر ایک شبہ وارد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اعتراض کا مقتضی تو یہ ہے کہ یہاں فالاولیٰ کے بجائے فالصواب کہہ سنا چاہیے تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ انحلال کی قید کے ساتھ بھی تعریف درست ہو سکتی ہے، اور اس کی توجیہ ہو سکتی ہے، جیسا کہ علامہ سعد الدین تفتازانی نے توجیہ کی ہے کہ حملیہ وہ قضیہ ہے جو ایسے دو مفردوں کی طرف منحل ہو، جن کی تعبیر انحلال سے پہلے دو مفردوں سے ہو سکے، اور شرطیہ وہ ہے جو ایسے دو مفردوں کی طرف منحل نہ ہو، جن کی تعبیر انحلال سے پہلے دو مفردوں سے ہو سکے، لیکن چونکہ اس توجیہ میں ذرا تکلف کرنا پڑتا ہے، اس لئے شارح نے فالاولیٰ کہا نہ کہ فالصواب۔

ہذا هو المطابق الخ اس عبارت سے شارح نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ بعینہ شیخ کا کلام نہیں ہے، بلکہ یہ شیخ کے کلام کا ملخص کمرہ ہے۔

وَقِيلَ صَوَابُهُ أَنْ يُقَالَ الْقَضِيَّةُ إِنْ انْحَلَّتْ إِلَى قَضِيَّتَيْنِ فَهِيَ شَرْطِيَّةٌ وَإِلَّا فَحَمَلِيَّةٌ لِئَلَّا يَرُدَّ عَلَيْهِ مِثْلُ قَوْلِنَا زَيْدٌ أَبَوْهُ قَائِمٌ فَإِنَّهُ حَمَلِيَّةٌ مَعَ أَنَّهُ لَمْ يَنْحَلْ إِلَى مُفْرَدَيْنِ لِأَنَّ الْمَحْكُومَ بِهِ فِيهِ قَضِيَّةٌ وَهُوَ لَيْسَ بِصَوَابٍ مِنْ وَجْهَيْنِ أَمَّا أَوَّلُهُمْ فَلَوْ رُوِيَ بَعْضُ النُّقُوضِ الْمَذْكُورَةِ عَلَيْهِ وَأَمَّا ثَانِيًا فَلَأَنَّ انْحِلَالَ الْقَضِيَّةِ إِلَى مَا مِنْهُ تَرْكِيبُهَا وَالشَّرْطِيَّةُ لَا تَتَرَكَّبُ مِنْ قَضِيَّتَيْنِ فَإِنْ ادَّعَى الشَّرْطُ وَالْعِنَادُ اخْرَجَتْ أَطْرَافَهَا عَنْ أَنْ تَكُونَ قَضَايَا أَلَا تَرَى إِنَّا إِذَا قُلْنَا الشَّمْسُ طَالَعَةٌ كَانَتْ قَضِيَّةً مُحْتَمَلَةً لِلصِّدْقِ وَالْكَذْبِ ثُمَّ إِذَا أوردْنَا إِدَاءَةَ الشَّرْطِ عَلَيْهِ وَقُلْنَا إِنْ كَانَتْ الشَّمْسُ طَالَعَةً خَرَجَ عَنْ أَنْ يَكُونَ قَضِيَّةً تَحْتَمِلُ الصِّدْقَ وَالْكَذْبَ نَعَمْ رُبَّمَا يُقَالُ فِي هَذَا الْفَنِّ إِنَّ الشَّرْطِيَّةَ مَرْكَبَةٌ مِنْ قَضِيَّتَيْنِ تَجَوُّزًا مِنْ حَيْثُ أَنَّ طَرَفَيْهَا إِذَا اغْتَبِرَ فِيهِمَا الْحُكْمُ كَانَا قَضِيَّتَيْنِ وَإِلَّا فَهُمَا لَيْسَا قَضِيَّتَيْنِ لَا عِنْدَ التَّرَكُّبِ وَلَا عِنْدَ التَّحْلِيلِ.

ترجمہ: اور کہا گیا ہے کہ صحیح تعریف یہ ہے کہ اس طرح کہا جائے کہ قضیہ اگر دو قضیوں کی طرف منحل ہو تو وہ شرطیہ ہے، ورنہ تو وہ حملیہ ہے، تاکہ زید ابوہ قائم جیسے ہمارے قول سے اعتراض وارد نہ ہو، اس لئے کہ یہ حملیہ ہے، باوجودیکہ یہ دو مفردوں کی طرف منحل نہیں ہے، اس لئے کہ محکوم بہ اس (مثال) میں قضیہ ہے، اور یہ درست نہیں ہے دو وجہ سے، بہر حال پہلی وجہ تو اس لئے کہ مذکورہ بعض اعتراضات اس پر بھی وارد ہوتے ہیں، اور بہر حال دوسری وجہ تو اس لئے کہ قضیہ کا انحلال اس کی طرف ہوتا ہے، جس سے وہ مرکب ہو، اور شرطیہ دو قضیوں سے مرکب نہیں ہوتا اس لئے کہ شرط و عناد کے ادوات اس کے اطراف کو قضیہ ہونے سے نکال دیتے ہیں، کیا آپ دیکھتے نہیں کہ جب ہم الشمس طالعة کہیں تو یہ قضیہ ہے، جو صدق و کذب کا احتمال رکھتا ہے، پھر جب ہم نے اس پر ادوات شرط داخل کر دیا اور کہا ان کانت الشمس طالعة تو یہ قضیہ ہونے سے نکل گیا، جو صدق و کذب کا احتمال رکھتا ہو، ہاں بسا اوقات اس فن میں یہ کہا جاتا ہے، کہ شرطیہ دو قضیوں سے مرکب ہوتا ہے مجازاً، اس حیثیت سے کہ اس کے طرفین میں حکم کا اعتبار کر لیا جائے تو وہ دو قضیے ہوں گے، ورنہ تو وہ دو قضیے نہیں ہیں، نہ ترکیب کے وقت اور نہ تحلیل کے وقت۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ بعض لوگوں نے حملیہ اور شرطیہ کی تعریف دوسرے انداز سے کی ہے، چنانچہ ان لوگوں نے کہا ہے کہ ماتن کی ذکر کردہ تعریف پر چونکہ یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ماتن کی یہ تعریف زید ابوہ قائم جیسی مثال پر

صادق نہیں آتی، حالانکہ یہ بھی حملیہ ہے، دلیل یہ ہے کہ ماتن نے تعریف میں یہ کہا ہے کہ اگر قضیہ دو مفردوں کی طرف منحل ہو، تو اس کو حملیہ کہتے ہیں، اور مذکورہ قضیہ میں دو مفردوں کی طرف انجلال نہیں ہے، بلکہ ایک مفرد اور ایک قضیہ کی طرف انحلال ہے، لہذا صحیح یہ ہے کہ ایسی تعریف کی جائے کہ مذکورہ قضیہ پر حملیہ کی تعریف صادق آجائے، اور شرطیہ کی تعریف صادق نہ آئے، اور صحیح تعریف یہ ہے کہ اگر قضیہ دو قضیہ کی طرف منحل ہو، تو وہ شرطیہ ہے، اور اگر دو قضیہ کی طرف منحل نہ ہو تو وہ حملیہ ہے، اور قضیہ مذکورہ چونکہ دو قضیہ کی طرف منحل نہیں ہے لہذا اس پر حملیہ کی تعریف صادق آئے گی، شرطیہ کی تعریف صادق نہیں آئے گی۔

وہو لیس بصواب الخ اس عبارت میں شارح نے اس تعریف کو دو وجہ سے رد کیا ہے۔

۱- ایک وجہ تو یہ ہے کہ اگر اس تعریف کو مان لیا جائے تو بعض وہ اعتراضات جو پہلی تعریف پر وارد ہو رہے تھے، وہ اس پر بھی وارد ہوں گے، مثال کے طور پر زید عالم یضادہ زید لیس بعالم اور الشمس طالعة یلزمہ النهار موجود وغیرہ، حقیقت میں حملیہ ہیں، لیکن چونکہ ان کے اطراف دو قضیہ ہیں، تو آپ کی اس تعریف کے مطابق ان کو شرطیہ کہنا چاہئے، حالانکہ آپ بھی ان کو شرطیہ کہنے کے لئے تیار نہیں ہیں، اور آپ ان کو شرطیہ اس وجہ سے کہنے کے لئے تیار نہیں کہ نفس الامر میں یہ تمام قضایا حملیہ ہیں، لہذا آپ کی تعریف سے بھی اعتراض سے چھٹکارا نہیں تو پھر آپ کی تعریف کو مصنف کی تعریف کے مقابلہ میں کیسے درست اور صحیح کہا جائے۔

۲- دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ کے قول کے مطابق شرطیہ اس قضیہ کو کہا جائے گا، جو دو قضیہ کی طرف منحل ہو، اور قضیہ کا انحلال انہیں اجزاء کی طرف ہوگا، جن نے قضیہ مرکب ہوتا ہے، اور قضیہ شرطیہ تو دو قضیوں سے مرکب ہی نہیں ہوتا، اس لئے کہ شرطیہ پر قضیہ کی تعریف ہی صادق نہیں آتی، کیونکہ قضیہ اس کو کہا جاتا ہے جو صدق و کذب کا احتمال رکھے، جیسے الشمس طالعة دیکھئے یہ ایک قضیہ ہے جس کے اندر صدق و کذب دونوں کا احتمال ہے، لیکن جب اس پر ادوات شرط و عناد داخل کر کے یوں کہا جائے ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود، تو پھر اس کو قضیہ نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ اس میں اب صدق و کذب کا احتمال نہیں ہے، لہذا یہ قضیہ، قضیہ شرطیہ نہیں ہے، تو آپ نے قضیہ شرطیہ کی جو تعریف کی ہے یہ تو کسی شرطیہ پر صادق نہیں آسکتی۔

نعم ربما الخ اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس فن میں شرطیہ کے دونوں طرفوں کو مجازاً قضیہ کہا جاتا ہے، اور یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ شرطیہ دو قضیوں سے مرکب ہوتا ہے، یہ سب مجازاً ہے، اس حیثیت سے کہ اس کے طرفین میں جب حکم کا اعتبار کیا جائے تو وہ دو قضیے ہوں گے، اور اگر حکم کا اعتبار نہ کیا جائے تو وہ دو قضیے نہیں ہوں گے، نہ ترکیب کے وقت نہ تحلیل کے وقت۔

فَالْشَّرْطِيَّةُ أَمَّا مُتَّصِلَةٌ وَهِيَ الَّتِي يُحْكَمُ فِيهَا بِصَدَقِ قَضِيَّةٍ أَوْ لَا صَدَقِهَا عَلَى تَقْدِيرِ صَدَقِ قَضِيَّةٍ أُخْرَى كَقَوْلِنَا إِنْ كَانَ هَذَا إِنْسَانًا فَهُوَ حَيَوَانٌ وَلَيْسَ إِنْ كَانَ هَذَا إِنْسَانًا فَهُوَ جِمَادٌ وَ أَمَّا مُنْفَصِلَةٌ وَهِيَ الَّتِي يُحْكَمُ فِيهَا بِالتَّوْفِيقِ بَيْنَ الْقَضِيَّتَيْنِ فِي الصِّدْقِ وَالْكَذِبِ مَعًا أَوْ فِي أَحَدِهِمَا فَقَطُّ أَوْ بِنَفْسِهِ كَقَوْلِنَا إِمَّا أَنْ يَكُونَ هَذَا الْعَدَدُ زَوْجًا أَوْ فَرْدًا أَوْ لَيْسَ إِمَّا أَنْ يَكُونَ هَذَا الْإِنْسَانُ حَيَوَانًا أَوْ أَسَدًا أَوْ قَوْلُ الشَّرْطِيَّةِ قِسْمَانِ مُتَّصِلَةٌ وَ مُنْفَصِلَةٌ فَالْمُتَّصِلَةُ هِيَ الَّتِي يُحْكَمُ فِيهَا بِصَدَقِ قَضِيَّةٍ أَوْ لَا صَدَقِهَا عَلَى تَقْدِيرِ صَدَقِ قَضِيَّةٍ أُخْرَى فَإِنْ حُكِمَ فِيهَا بِصَدَقِ قَضِيَّةٍ عَلَى تَقْدِيرِ صَدَقِ قَضِيَّةٍ أُخْرَى فَهِيَ مُتَّصِلَةٌ مُوجِبَةٌ كَقَوْلِنَا إِنْ كَانَ هَذَا إِنْسَانًا فَهُوَ حَيَوَانٌ فَإِنَّ الْحُكْمَ فِيهَا يَصْدُقُ الْحَيَوَانِيَّةَ عَلَى تَقْدِيرِ صَدَقِ الْإِنْسَانِيَّةِ وَإِنْ حُكِمَ فِيهَا بِسَلْبِ صَدَقِ قَضِيَّةٍ عَلَى تَقْدِيرِ صَدَقِ قَضِيَّةٍ أُخْرَى

فَهِیَ مُتَّصِلَةٌ سَالِبَةٌ كَقَوْلِنَا لَيْسَ الْبَتَّةَ إِنْ كَانَ هَذَا إِنْسَانًا فَهُوَ جَمَادٌ فَإِنَّ الْحُكْمَ فِيهَا بِسَلْبِ صَدَقِ الْجَمَادِيَّةِ عَلَى تَقْدِيرِ صَدَقِ الْإِنْسَانِيَّةِ .

ترجمہ - ماتن نے کہا اور شرطیہ یا متصلہ ہے اور وہ وہ ہے کہ جس میں ایک قضیہ کے صدق یا عدم صدق کا حکم دوسرے قضیہ کے صدق کی تقدیر پر کیا جائے، جیسے ہمارا قول ان کان هذا انساناً فهو جماد (اگر یہ انسان ہے تو حیوان بھی ہوگا) و لیس ان کان هذا انساناً فهو جماد (اور ایسا نہیں ہے کہ اگر یہ انسان ہو تو یہ جماد بھی ہو) اور یا منفصلہ ہے، اور وہ وہ ہے جس میں دو قضیوں کے درمیان صدق اور کذب میں ساتھ ساتھ یا ان میں سے صرف ایک میں منافات یا اس کی نفی کا حکم لگایا جائے، جیسے ہمارا قول اما ان یکون هذا العدد زوجاً او فرداً (یا تو یہ عدد زوج ہے یا فرد) و لیس اما ان یکون هذا الانسان حیواناً او اسود (اور ایسا نہیں ہے کہ یا تو یہ انسان ہے یا کالا ہے) میں کہتا ہوں کہ شرطیہ (کی) دو قسمیں ہیں، متصلہ اور منفصلہ، پس متصلہ وہ (قضیہ شرطیہ) ہے جس میں ایک قضیہ کے صدق یا عدم صدق کا حکم دوسرے قضیہ کے صدق کی تقدیر پر لگایا جائے، پس اگر اس میں ایک قضیہ کے صدق کا حکم دوسرے قضیہ کے صدق کی تقدیر پر لگایا جائے تو وہ متصلہ موجبہ ہے، جیسے ہمارا قول ان کان هذا انساناً فهو حیوان (اگر یہ انسان ہے تو حیوان (بھی) ہے) پس بیشک اس میں حیوانیت کے صدق کا حکم انسانیت کے صدق کی تقدیر پر ہے۔

اور اگر اس میں ایک قضیہ کے صدق کے سلب کا حکم دوسرے قضیہ کے صدق کی تقدیر پر لگایا جائے تو وہ متصلہ سالبہ ہے، جیسے ہمارا قول، لیس البتہ ان کان هذا انساناً فهو جماد، (یقیناً ایسا نہیں کہ اگر یہ انسان ہو تو جماد ہو، پس بے شک اس میں جماد ہونے کے صدق کے سلب کا حکم انسانیت کے صدق کی تقدیر پر ہے۔

تشریح: اس عبارت میں، ماتن نے شرطیہ کی قسمیں بیان کی ہیں، چنانچہ شارح فرماتے ہیں کہ شرطیہ کی دو قسمیں ہیں: ۱- متصلہ ۲- منفصلہ۔ **شرطیہ متصلہ:** وہ قضیہ ہے جس میں ایک قضیہ کے صدق کا حکم لگایا جائے دوسرے قضیہ کے صدق کی تقدیر پر، یا ایک ایک قضیہ کے عدم صدق کا حکم لگایا جائے دوسرے قضیہ کے صدق کی تقدیر پر، مطلب یہ ہے کہ اگر ایک قضیہ کو سچا مان لیا گیا ہو تو دوسرے قضیہ کو بھی سچا ماننا پڑے گا، یا اگر ایک قضیہ کو سچا مان لیا گیا ہو تو دوسرے قضیہ کے سچانہ ہونے کو ماننا پڑے گا۔

متصلہ کی قسمیں: پھر قضیہ شرطیہ متصلہ کی دو قسمیں ہیں: ۱- موجبہ ۲- سالبہ۔

متصلہ موجبہ: وہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں ایک قضیہ کے صدق کا حکم دوسرے قضیہ کے صدق کی تقدیر پر ہو، جیسے ان کان هذا انساناً فهو حیوان دیکھئے اس مثال میں پہلے قضیہ میں انسانیت کے صدق کی تقدیر پر حیوانیت کے صدق کا حکم لگایا گیا ہے، لہذا یہ قضیہ متصلہ موجبہ ہے۔

متصلہ سالبہ: وہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں ایک قضیہ کے سلب کا حکم دوسرے قضیہ کے صدق کی تقدیر پر ہو، جیسے لیس البتہ ان کان هذا انساناً فهو جماد دیکھئے اس مثال میں پہلے قضیہ میں جماد ہونے کی نفی انسان ہونے کی تقدیر پر کی گئی ہے، اس لئے کہ انسان جماد نہیں ہو سکتا۔ الغرض چونکہ اس مثال میں پہلے قضیہ میں انسانیت کے صدق کی تقدیر پر جمادیت کے صدق کی نفی کا حکم لگایا گیا ہے اس لئے یہ قضیہ متصلہ سالبہ ہے۔

(ایسا نہیں کہ یہ انسان یا تو کالا ہے یا کاتب ہے) کیوں کہ ان دونوں کا جمع ہونا ممکن ہے۔ اور اگر اس میں منافات کے سلب کا حکم صرف صدق میں ہو تو وہ سالبہ مانعہ النجیح ہے، جیسے ہمارا قول لیس اما ان یکون هذا الانسان رومیا او زنجیا (ایسا نہیں کہ یہ انسان یا تو رومی ہو یا زنجی ہو) پس بے شک ان کا ارتقا ممکن ہے، نہ کہ اجتماع۔

تشریح: اس سے پہلے یہ بتایا گیا تھا کہ شرطیہ کی دو قسمیں ہیں: ۱- متصلہ ۲- منفصلہ، جن میں سے متصل کی تعریف اور اس کی اقسام بیان ہو چکیں اب یہاں سے منفصلہ کی تعریف اور اس کی اقسام بیان کی جارہی ہیں، لیکن ان کی تشریح سے پہلے چار قسم کے الفاظ کے معانی بتائے جاتے ہیں، تاکہ منفصلہ کی تعریف اور اس کی اقسام اچھی طرح سمجھی جاسکیں۔

- ۱- تثنائی صدق کے معنی یہ ہیں کہ دونوں قضیے ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔
- ۲- تثنائی کذب کے معنی یہ ہیں کہ دونوں قضیے ایک ساتھ مرتفع نہیں ہو سکتے۔
- ۳- سلب تثنائی صدق کے معنی یہ ہیں کہ دونوں قضیوں کا جمع ہونا ممکن ہو۔
- ۴- سلب تثنائی کذب کے معنی یہ ہیں کہ دونوں قضیوں کا ارتقا اور اٹھنا ممکن ہو۔

شرطیہ منفصلہ: وہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں دو قضیوں کے درمیان منافات یا سلب منافات کا حکم لگایا جائے، اگر دو قضیوں کے درمیان منافات کا حکم ہو تو اس کو منفصلہ موجبہ کہتے ہیں، اور اگر سلب منافات کا حکم ہو تو اس کو منفصلہ سالبہ کہتے ہیں، اب دونوں مثالیں ملاحظہ فرمائیں، منفصلہ موجبہ کی مثال یہ ہے اما ان یکون هذا العدد زوجا او فردا۔ دیکھئے اس مثال میں زوجیت اور فردیت کے درمیان منافات کا حکم لگایا گیا ہے، یعنی یہ عدد یا تو زوج ہو گا یا فرد ہو گا، ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایک ہی عدد زوج بھی ہو اور فرد بھی ہو، کیونکہ اگر دونوں ہو جائیں تو اجتماع ضدین لازم آئے گا، جو کہ محال ہے، لہذا معلوم ہوا کہ زوج اور فرد کے درمیان منافات کا حکم ہے، اور سالبہ کی مثال یہ ہے، لیس البتہ اما ان یکون هذا العدد زوجا او منقسمًا بمتساویین۔ دیکھئے اس مثال میں لیس البتہ کے ذریعہ زوج (یعنی جفت مثلاً چار) اور منقسم بمتساویین کے درمیان عدم منافات کا حکم لگایا گیا ہے، مطلب یہ ہے کہ ان دونوں چیزوں کے درمیان کوئی تضاد اور منافات نہیں ہے، چار کا عدد جفت بھی ہے اور برابر تقسیم ہونے والا بھی ہے۔

وجہ تسمیہ: اس قضیہ کو منفصلہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اس میں دو چیزوں کے درمیان انفصال کا حکم ہوتا ہے۔

منفصلہ کی قسمیں: قضیہ منفصلہ کی تین قسمیں ہیں: ۱- حقیقیہ ۲- مانعہ النجیح ۳- مانعہ الخلو۔

منفصلہ حقیقیہ: وہ قضیہ ہے جس میں صدق اور کذب دونوں اعتبار سے منافات کا حکم لگایا گیا ہو، یا دونوں اعتبار سے سلب منافات کا حکم لگایا گیا ہے، اگر صدق اور کذب دونوں اعتبار سے منافات اور تضاد کا حکم لگایا گیا ہو تو اس کو قضیہ منفصلہ موجبہ کہا جائے گا۔ اور اگر دونوں اعتبار سے سلب منافات کا حکم لگایا گیا ہو تو اس کو منفصلہ حقیقیہ سالبہ کہتے ہیں۔ صدق اور کذب دونوں اعتبار سے منافات کا مطلب یہ ہے کہ دونوں قضیے نہ ایک ساتھ پائے جائیں اور نہ ہی دونوں نہ پائے جائیں، بلکہ ان دونوں میں سے ایک کا پایا جانا ضروری ہے، چنانچہ آپ ان کو مثال سے سمجھئے مثلاً هذا العدد إما زوج او فرد، دیکھئے یہ قضیہ منفصلہ حقیقیہ ہے، اس میں صدق اور کذب دونوں اعتبار سے منافات کا حکم لگایا گیا ہے، یعنی ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی معین عدد زوج (جفت) اور فرد (طاق) دونوں ہوں یا دونوں نہ ہوں، کیونکہ اگر دونوں جمع ہو جائیں تو اجتماع ضدین لازم آئے گا جو کہ محال ہے، لہذا دونوں کا جمع ہونا محال

ہے، اور اگر دونوں مرتفع ہو جائیں یعنی دونوں میں سے ایک بھی نہ پایا جائے تو ارتفاع ضدین لازم آئے گا جو کہ محال ہے، الحاصل نہ تو دونوں کا اجتماع ہو سکتا ہے اور نہ ہی ارتفاع، بلکہ ان دونوں میں سے کسی ایک کا ہونا ضروری ہے، یعنی وہ عدد اگر جفت ہے تو طاق نہ ہوگا اور اگر طاق ہے تو جفت نہ ہوگا، یہ حقیقہ موجب کی مثال ہے۔ اور اگر صدق اور کذب دونوں اعتبار سے سلب منافات کا حکم ہو تو وہ قضیہ منفصلہ سالبہ کہلائے گا، صدق میں سلب منافات کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کا جمع ہونا ممکن ہے، اور کذب میں سلب منافات کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کا ارتفاع بھی ممکن ہے، یعنی ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں نہ پائے جائیں، جیسے لیس اما ان یکون هذا الانسان اسودا او کاتباً یہ حقیقہ سالبہ کی مثال ہے، اس میں هذا الانسان اسودا ایک قضیہ ہے اور او کاتباً دوسرا قضیہ ہے، ان دونوں کے ایک ساتھ صادق آنے میں منافات نہیں ہے، کیونکہ یہ ممکن ہے کہ کوئی انسان کالا بھی ہو اور کاتب بھی ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ انسان نہ کالا ہو اور نہ کاتب ہو، بلکہ گورا ہو اور غیر کاتب ہو۔

وجہ تسمیہ: اس قضیہ کو منفصلہ حقیقیہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ حقیقتاً انفصال پر مشتمل ہوتا ہے، اور حقیقتاً انفصال کا مطلب یہ ہے کہ دوشی نہ ایک ساتھ صادق ہوں اور نہ کاذب ہوں، جبکہ اس قضیہ میں بھی دو چیزیں نہ جمع ہوتی ہیں کہ صادق ہو جائیں اور نہ ہی دونوں مرتفع ہوتی ہیں کہ کاذب ہو جائیں۔

منفصلہ مانعہ الجمع: وہ قضیہ منفصلہ ہے جس میں منافات یا عدم منافات کا حکم صرف صدق کے اعتبار سے لگایا گیا ہو، مثلاً دونوں قضیہ جمع تو نہیں ہو سکتے مگر مرتفع ہو سکتے ہیں جیسے اما ان یکون هذا الشیء شجراً او حجراً، دیکھئے اس مثال میں یہ حکم ہے کہ درخت اور پتھر میں منافات اور تضاد صرف صدق (پائے جانے) میں ہے۔ پس کوئی معین چیز درخت اور پتھر دونوں نہیں ہو سکتی، لیکن کذب (یعنی نہ پائے جانے) میں تضاد اور منافات کا حکم نہیں ہے، کیونکہ ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی معین چیز نہ درخت ہو نہ پتھر، مثلاً وہ حیوان ہو، کہ وہ نہ درخت ہے اور نہ پتھر، یہ مانعہ الجمع موجب کی مثال ہے، اور اگر دونوں قضیوں کے درمیان صرف صدق میں سلب منافات کا حکم ہو تو اس کو مانعہ الجمع سالبہ کہتے ہیں، جیسے لیس اما ان یکون هذا الانسان حیواناً او کاتباً ایسا نہیں ہو سکتا کہ یہ انسان حیوان ہو یا کالا ہو، دیکھئے اس مثال میں حیوان اور اسود کے درمیان صرف صدق کے اعتبار سے سلب منافات کا حکم ہے، کیونکہ ایسا ممکن ہے کہ کوئی معین انسان حیوان کے ساتھ کالابھی ہو، اس مثال میں کذب میں سلب منافات نہیں ہے، کیونکہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی انسان نہ حیوان ہو نہ کالا ہو، کیونکہ انسان کے لئے حیوان کا ہونا ضروری ہے، کوئی بھی انسان غیر حیوان نہیں ہے۔

وجہ تسمیہ: چونکہ موجب میں منافات اور تضاد صرف صدق کے اعتبار سے ہے یعنی دونوں قضیوں کا جمع ہونا محال ہے، اس لئے اس کو مانعہ الجمع کہتے ہیں۔ یعنی وہ قضیہ جس کے موجب میں مقدم اور تالی کا اجتماع محال ہو، یہ بات یاد رکھیں کہ وجہ تسمیہ میں صرف موجب کا لحاظ کیا گیا ہے نہ کہ سالبہ کا۔

منفصلہ مانعہ الخلو: وہ منفصلہ ہے جس میں منافات یا عدم منافات کا حکم دو قضیوں کے درمیان صرف کذب کے اعتبار سے ہو، یعنی دونوں قضیہ مرتفع نہیں ہو سکتے، البتہ دونوں جمع ہو سکتے ہیں، جیسے اما ان یکون هذا الشیء لا شجراً او لا حجراً یا تو یہ کہ یہ شئی لا شجر ہو یا لا حجر ہو، دیکھئے اس مثال میں هذا الشیء لا شجر ایک قضیہ ہے اور لا حجر دوسرا قضیہ ہے ان دونوں کے درمیان صرف کذب کے اعتبار سے منافات ہے، کیونکہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ شئی لا شجر بھی نہ ہو اور لا حجر بھی نہ ہو۔

ہو، ورنہ تو ایک شے کا شجر اور حجر ہونا لازم آئے گا جو محال ہے، البتہ دونوں ایک ہی شے میں جمع ہو سکتے ہیں، وہ شے لا شجر بھی ہو اور لا حجر بھی ہو، مثلاً وہ حیوان ہو، یہ منفصلہ مانعہ اخلو موجبہ کی مثال ہے۔

اور اگر دو قضیوں کے درمیان صرف کذب کے اعتبار سے عدم منافات کا حکم لگایا گیا ہو تو وہ قضیہ مانعہ اخلو سالبہ ہوگا، جیسے یس إصا ان یکون هذا الانسان رومیًا او زنجیًا دیکھئے اس قضیہ میں رومی اور زنجی کے درمیان صرف کذب کے اعتبار سے عدم منافات کا حکم ہے، یعنی ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک معین انسان نہ تو رومی ہو نہ زنجی، بلکہ وہ ہندوستانی ہو، لیکن دونوں جمع نہیں ہو سکتے کہ وہ رومی اور زنجی دونوں ہو، کیونکہ اس صورت میں اجتماع ضدین لازم آئے گا، جو کہ محال ہے۔

وجہ تسمیہ: اس قضیہ کو مانعہ اخلو اس لئے کہتے ہیں کہ قضیہ کا موجبہ میں مقدم اور تالی دونوں سے خالی ہونا محال ہے، یہاں بھی وجہ تسمیہ میں صرف موجبہ کا لحاظ کیا گیا ہے، نہ کہ سالبہ کا، کیونکہ سالبہ میں مقدم اور تالی سے قضیہ کا خالی ہونا محال نہیں ہے۔

لَا يَقَالُ السُّوَالِبُ الْحَمْلِيَّةُ وَالْمُتَّصِلَةُ وَالْمُنْفَصِلَةُ عَلَى مَا ذَكَرْتُمْ مَا يُرْفَعُ فِيهَا الْحَمْلُ وَالْإِتِّصَالُ وَالْإِنْفِصَالُ فَلَا تَكُونُ حَمْلِيَّةً وَلَا مُتَّصِلَةً وَلَا مُنْفَصِلَةً لِأَنَّهَا مَا ثَبَتَ فِيهَا الْحَمْلُ وَالْإِتِّصَالُ وَالْإِنْفِصَالُ لِأَنَّا نَقُولُ لَيْسَ أَجْزَاءُ هَذِهِ الْأَسْمَاءِ عَلَى السُّوَالِبِ بِحَسَبِ مَفْهُومِ اللَّغَةِ بَلْ بِحَسَبِ الْأَصْطِلَاحِ وَمَفْهُومَاتِهَا الْأَصْطِلَاحِيَّةُ كَمَا تَصْدُقُ عَلَى الْمُوجِبَاتِ تَصْدُقُ عَلَى السُّوَالِبِ نَعْمُ الْمُنَاسِبَةُ الْمُحَقَّقَةُ لِلنَّقْلِ إِمَّا فِي الْمُوجِبَاتِ فَلْيَتَحَقَّقْ مَعْنَى الْحَمْلِ وَالْإِتِّصَالِ وَالْإِنْفِصَالِ وَإِمَّا فِي السُّوَالِبِ فَلْيُمِشَّاهُتَهَا إِيَّاهَا فِي الْأَطْرَافِ لَا يَقَالُ الْمُقَدِّمَةُ كَانَتْ مَقْصُودَةً لِذِكْرِ الْأَقْسَامِ الْأَوَّلِيَّةِ وَالْمُنْفَصِلَةِ وَالْمُنْفَصِلَةُ لَيْسَتْ مِنْ الْأَقْسَامِ الْأَوَّلِيَّةِ بَلْ مِنْ أَقْسَامِ قِسْمِهَا أَعْنَى الشَّرْطِيَّةِ لِأَنَّا نَقُولُ لَا شَكَّ أَنَّ الْمَقْصِدَ بِالذَّاتِ مِنْ وَضْعِ الْمُقَدِّمَةِ ذِكْرُ الْأَقْسَامِ الْأَوَّلِيَّةِ وَأَمَّا ذِكْرُ أَقْسَامِ الشَّرْطِيَّةِ فِيهَا فَبِالْعَرَضِ وَعَنْ سَبِيلِ الْإِسْتِطْرَادِ.

ترجمہ: اعتراض نہ کیا جائے کہ سوالب حملیہ و متصلہ و منفصلہ، جیسا کہ تم نے ذکر کیا، وہ ہیں جن میں حمل، اور اتصال و انفصال کو اٹھا دیا جائے، پس وہ حملیہ اور متصلہ و منفصلہ نہ ہوں گے، کیونکہ ان میں حمل اور اتصال و انفصال ثابت نہیں رہا؟ کیونکہ ہم جواب دیں گے کہ سوالب پر ان ناموں کو جاری کرنا لغوی مفہوم کے اعتبار سے نہیں ہے، بلکہ اصطلاح کے لحاظ سے ہے، اور ان کے اصطلاحی مفہومات جس طرح موجبات پر صادق ہیں اسی طرح سوالب پر بھی صادق ہیں، ہاں نقل کی مناسبت موجود ہے، موجبات میں تو اس لئے کہ حمل اور اتصال و انفصال کے معنی متحقق ہیں، اور سوالب میں تو اس لئے کہ سوالب، اطراف میں موجبات کے مشابہ ہیں۔ اعتراض نہ کیا جائے کہ مقدمہ (میں) تو اقسام اولیہ کا ذکر مقصود تھا، اور متصلہ اور منفصلہ تو اقسام اولیہ میں سے نہیں ہیں، بلکہ اقسام اولیہ کی اقسام میں سے ہیں، یعنی شرطیہ (کی اقسام میں سے ہیں) کیونکہ ہم جواب دیں گے کہ کوئی شک نہیں کہ مقدمہ کی وضع سے مقصود بالذات اقسام اولیہ ہی کو ذکر کرنا ہے، اور بہر حال شرطیہ کی اقسام کا ذکر تو وہ بالعرض اور استطراد کے طریقے پر ہے۔

تفہیم: لایقال سے شارح نے ایک اعتراض بیان فرمایا ہے پھر لانا نقول سے اس کا جواب دیا ہے، اور یہ اعتراض قضایا مذکورہ

کی تعریف پر نہیں ہے، بلکہ قضایا مذکورہ کے سوالب پر حملیہ، متصلہ اور منفصلہ کے اطلاق پر ہے، اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ سالبہ حملیہ، سالبہ متصلہ اور سالبہ منفصلہ پر حملیہ، متصلہ اور منفصلہ کا اطلاق درست نہیں، کیونکہ سوالب پر ان کی تعریفات صادق نہیں آتیں، اس لئے کہ حملیہ میں حمل ہوتا ہے، وہ یہاں نہیں، متصلہ کے دونوں قضیوں کے درمیان اتصال ہوتا ہے، وہ یہاں نہیں، اور منفصلہ میں انفصال ہوتا ہے، اور وہ یہاں نہیں، بلکہ سالبہ حملیہ میں حمل کی نفی ہوتی ہے، متصلہ سالبہ میں اتصال کی نفی ہوتی ہے، لہذا ان سوالب پر حملیہ، متصلہ اور منفصلہ کا اطلاق صحیح نہیں؟

جواب۔ اس کا یہ ہے کہ سوالب پر ان اسماء کا اطلاق لغوی مفہوم کے لحاظ سے نہیں ہے، بلکہ ان کے اصطلاحی مفہومات کے لحاظ سے ہے، اور اصطلاحی تعریضیں جس طرح موجبات پر صادق آتی ہیں، اسی طرح سوالب پر بھی صادق آتی ہیں، دراصل یہ اسماء مذکورہ قضایا (خواہ وہ موجبات ہوں یا سوالب) کے مفہومات کے لئے نقل کئے گئے ہیں چنانچہ موجبات میں نقل کا علاقہ حمل، اتصال اور انفصال متحقق ہے، اور سوالب میں مناسبت اس طرح ہے کہ سوالب کے اطراف موجبات کے اطراف کے مشابہ ہیں، کہ جس طرح موجبات میں موضوع و محمول اور مقدم و تاالی ہوتے ہیں، اسی طرح سوالب میں بھی ہوتے ہیں، اس لحاظ سے ان اسماء کا اطلاق سوالب پر بھی ہوتا ہے۔

لا يقال الخ سے شارح نے ایک اعتراض کو ذکر کیا ہے، حاصل اعتراض یہ ہے کہ ماتن نے شروع میں یہ فرمایا تھا کہ مقدمہ میں صرف قضیہ کی اقسام اولیہ کا بیان ہوگا، اقسام ثانویہ کا ذکر نہیں ہوگا، قضیہ کی اقسام اولیہ تو صرف حملیہ اور شرطیہ ہیں، حالانکہ ماتن نے شرطیہ کی اقسام متصلہ، منفصلہ اور منفصلہ کی اقسام حقیقیہ، مانعہ الجمع اور مانعہ الخلو، پھر ان میں سے ہر ایک کے موجبات و سوالب کو بیان کیا ہے، بعض کو صراحۃً اور بعض کو مثالوں کے ضمن میں، اور یہ مقدمہ کی وضع کے خلاف ہے جیسا کہ ماتن نے خود تصریح کی ہے، تو پھر مقدمہ میں ان کو کیوں بیان کیا گیا ہے؟

لانا نقول الخ سے شارح نے اس اشکال کا جواب دیا ہے، حاصل جواب یہ ہے کہ مقدمہ میں اصل مقصود تو ان ہی اقسام کا ذکر ہے جو قضیہ کی اقسام اولیہ ہیں، اور باقی امور کا بیان تبعاً اور استطراداً ہے، یعنی اقسام اولیہ کی توضیح و تشریح کے طور پر ان اقسام کا ذکر کر دیا گیا ہے جن کا تعلق اقسام ثانویہ سے ہے۔

قَالَ الْفَضْلُ الْأَوَّلُ فِي الْحَمَلِيَّةِ وَفِيهِ أَرْبَعَةُ مَبَاحِثَ الْبَحْثِ الْأَوَّلُ فِي أَجْزَائِهَا وَاقْسَامِهَا وَ الْحَمَلِيَّةُ إِنَّمَا يَتَحَقَّقُ بِأَجْزَاءِ ثَلَاثَةِ مَحْكُومٍ عَلَيْهِ وَيُسَمَّى مَوْضُوعًا وَمَحْكُومٌ بِهِ وَيُسَمَّى مَحْمُولًا وَ نِسْبَةُ بَيْنَهُمَا بِهَا يَرْتَبِطُ الْمَحْمُولُ بِالْمَوْضُوعِ وَاللَّفْظُ الدَّالُّ عَلَيْهَا يُسَمَّى رَابِطَةً كَهُوَ فِي قَوْلِنَا زَيْدٌ هُوَ عَالِمٌ وَ تُسَمَّى حُ الْقَضِيَّةِ حُ ثَلَاثِيَّةٌ وَقَدْ يُحْذَفُ الرَّابِطَةُ فِي بَعْضِ اللُّغَاتِ لِشُعُورِ الذَّهْنِ بِمَعْنَاهَا وَ الْقَضِيَّةُ تُسَمَّى ثَنَائِيَّةً أَفْضُولٌ لَمَّا قَسَمَ الْقَضِيَّةَ إِلَى الْحَمَلِيَّةِ وَ الشَّرْطِيَّةِ شَرَعَ الْآنَ فِي الْحَمَلِيَّاتِ وَإِنَّمَا قَدَّمَهَا عَلَى الشَّرْطِيَّاتِ لِإِسَاطَتِهَا وَ الْبَسِيطُ مُقَدَّمٌ عَلَى الْمُرَكَّبِ طَبَعًا فَالْحَمَلِيَّةُ إِنَّمَا تَلْتَمِسُ مِنْ أَجْزَاءِ ثَلَاثَةِ الْمَحْكُومِ عَلَيْهِ وَيُسَمَّى مَوْضُوعًا لِأَنَّهُ قَدْ وَضَعَ لِيُحْكَمَ عَلَيْهِ بِشَيْءٍ وَ الْمَحْكُومُ بِهِ وَيُسَمَّى مَحْمُولًا لِحَمْلِهِ عَلَى شَيْءٍ وَ نِسْبَتُهُ بَيْنَهُمَا بِهَا يَرْتَبِطُ الْمَحْمُولُ بِالْمَوْضُوعِ وَ تُسَمَّى نِسْبَةُ حُكْمِيَّةٍ وَ كَمَا أَنَّ مِنْ حَقِّ الْمَوْضُوعِ وَ الْمَحْمُولِ أَنْ يُعْبَرَّ عَنْهُمَا بِلَفْظَيْنِ كَذَلِكَ

مَنْ حَقَّ النِّسْبَةُ الْحُكْمِيَّةُ أَنْ يَدُلَّ عَلَيْهَا بَلْفِظٍ وَ اللَّفْظُ الدَّالُّ عَلَيْهَا يُسَمَّى رَابِطَةً لِدَلَالَتِهَا عَلَى
النِّسْبَةِ الرَّابِطَةِ تَسْمِيَةُ الدَّالِّ بِاسْمِ الْمَدْلُولِ كَهَوُ فِي قَوْلِنَا زَيْدٌ هُوَ عَالِمٌ.

ترجمہ: ماتن نے کہا ہے کہ پہلی فصل حملیہ (کے بیان) میں ہے، اور اس میں چار بحثیں ہیں، پہلی بحث اس کے اجزاء اور اس کی اقسام (کے بیان) میں ہے، اور حملیہ تین اجزاء کے ذریعہ سے متحقق ہوتا ہے، محکوم علیہ اور اس کا نام موضوع رکھا جاتا ہے، اور محکوم بہ اور اس کا نام محمول رکھا جاتا ہے، اور ان دونوں کے درمیان وہ نسبت جس کے ذریعہ محمول موضوع کے ساتھ مرتبط ہوتا ہے، اور جو لفظ نسبت پر دلالت کرتا ہے، اس کا نام رابطہ رکھا جاتا ہے، جسے ہمارے قول زید ہو عالم میں اور اس وقت قضیہ کا نام ثلثیہ رکھا جاتا ہے، اور کبھی رابطہ کو بعض زبانوں میں حذف کر دیا جاتا ہے اس لئے کہ ذہن اس کے معنی کا شعور کر لیتا ہے، اور اس وقت قضیہ کا نام ثنائیہ رکھا جاتا ہے، میں کہتا ہوں کہ جب ماتن نے قضیہ کی تقسیم حملیہ اور شرطیہ کی طرف کی، تو اب حملیات کو شروع کر رہے ہیں، اور بلاشبہ حملیات کو شرطیات پر مقدم کیا ہے، اس لئے کہ حملیہ بسیط ہے اور بسیط مرکب پر طبعاً مقدم ہوتا ہے، پس حملیہ تین اجزاء سے مرکب ہوتا ہے، محکوم علیہ سے اور اس کا نام موضوع رکھا جاتا ہے، اس لئے کہ وہ اسی لئے وضع کیا گیا ہے، تاکہ اس پر کسی شے کا حکم لگایا جائے، اور محکوم بہ سے اور اس کا نام محمول رکھا جاتا ہے، اس لئے کہ وہ ایک شے پر محمول ہوتا ہے، اور ان کے درمیان نسبت سے جس کے ذریعہ محمول موضوع کے ساتھ مرتبط ہوتا ہے، اور اس کا نام نسبت حکمیہ رکھا جاتا ہے اور جیسا کہ موضوع اور محمول کا حق ہے کہ ان کو دو لفظوں سے تعبیر کیا جائے، اسی طرح نسبت حکمیہ کا حق ہے کہ اس پر کسی لفظ سے دلالت کرائی جائے، اور جو لفظ اس پر دلالت کرنے والا ہو اس کا نام رابطہ رکھا جاتا ہے، کیونکہ وہ نسبت رابطہ پر دلالت کرتا ہے، تسمیۃ الدال باسم المدلول کے طور پر، جیسے ہمارے قول زید ہو عالم میں۔

تشریح: جب مصنف مقدمہ میں قضیہ کی تعریف اور اقسام اولیہ کے اجمالی بیان سے فارغ ہو گئے تو اب یہاں سے اقسام اولیہ کو مفصلاً بیان کر رہے ہیں، چنانچہ ماتن نے ان کو تین فصلوں میں بیان کیا ہے، پہلی فصل میں حملیہ کو بیان کیا ہے، دوسری فصل میں شرطیہ کو بیان کیا ہے اور تیسری فصل میں قضایا کے احکام کو بیان کیا ہے، پہلی فصل چار بحثوں پر مشتمل ہے، پہلی بحث میں حملیہ کے اجزاء اور اس کی اقسام ثنائیہ کا بیان ہے اور دوسری بحث میں محصورات اربعہ کی تحقیق کا بیان ہے، تیسری بحث میں معدولہ اور محصلہ کا بیان ہے، اور چوتھی بحث میں قضایا موجبہ کا بیان ہے، حملیات کو شرطیات پر مقدم کرنے کی وجہ شارح بیان کرتے ہیں کہ حملیات کو شرطیات پر اس وجہ سے مقدم کیا ہے کہ شرطیات کے مقابلے میں حملیات کے اجزاء کم ہوتے ہیں اور حملیات بسیط ہیں اور شرطیات مرکب ہوتے ہیں اور بسیط مرکب پر چونکہ طبعاً مقدم ہوتا ہے، اس لئے یہاں حملیات کو شرطیات سے پہلے بیان کیا ہے تاکہ وضع اور طبع میں موافقت ہو جائے، لیکن اس پر اشکال وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ آپ نے حملیہ کو بسیط کہا ہے جو کہ صحیح نہیں؟ کیونکہ بسیط اس کو کہتے ہیں جس کا کوئی جزء نہ ہو اور حملیہ کے تو اجزاء ہوتے ہیں تو پھر ان کو بسیط کیوں کہا گیا؟ نیز آپ کا یہ کہنا کہ حملیہ کو اس وجہ سے مقدم کیا کہ وہ بسیط ہے یہ بھی صحیح نہیں، کیونکہ بساطت فی نفسہ موجب تقدیم نہیں ہے، بلکہ تقدیم بالطبع تقدیم بالوضع کی موجب ہے۔

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ قضیہ حملیہ اگرچہ فی نفسہ مرکب ہے، مگر چونکہ یہ شرطیہ کے لئے جزء ہوتا ہے، اس لئے اس کے

اجزاء شرطیہ کے مقابلہ میں کم ہوتے ہیں اور کم اجزاء والا کثیر اجزاء والے کے مقابلے میں بہر حال بسیط ہوتا ہے، تو گویا حملیہ کی بساطت اضافی ہے یعنی شرطیہ کے جزء ہونے کے اعتبار سے ہے، اور جزء اپنے کل پر طبعاً مقدم ہوتا ہے، لہذا یہاں بھی حملیات کو شرطیات پر مقدم کیا گیا ہے۔

فالحملیۃ إنما تلتم الخ اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ قضیہ حملیہ تین اجزاء سے مرکب ہوتا ہے، مقتدین مناطقہ کا یہی مذہب ہے، اور متاخرین کا مذہب یہ ہے کہ قضیہ حملیہ چار اجزاء سے مرکب ہوتا ہے، تین تو وہی جو کتاب میں مذکور ہیں، اور چوتھا جزء نسبت تنقید یہ یعنی نسبت خبر یہ تاہم کا اذعان ہے جس کو حکم کہا جاتا ہے، الغرض ماتن و شارح نے بیان کیا کہ قضیہ حملیہ کے تین اجزاء ہوتے ہیں۔

۱- محکوم علیہ اس کو موضوع بھی کہتے ہیں، اور نحو کی اصطلاح میں اس کو مسند الیہ کہا جاتا ہے جو کبھی مبتداء اور کبھی فاعل بنتا ہے

۲- محکوم بہ اس کو محمول بھی کہتے ہیں، نحو کی اصطلاح میں اس کو مسند کہا جاتا ہے جو کبھی خبر اور کبھی فعل کی صورت میں ہوتا ہے

۳- و نسبت جو ربط و تعلق پر دلالت کرتی ہے، اب تینوں اجزاء میں سے ہر ایک کی تعریف اور وجہ تسمیہ ملاحظہ فرمائیے!

موضوع: قضیہ حملہ میں جو جزء محکوم علیہ ہوتا ہے، یعنی جس پر حکم لگایا جاتا ہے اس کو موضوع کہتے ہیں، موضوع کے لغوی معنی ہیں، بنایا ہوا، قضیہ حملیہ میں محکوم علیہ و موضوع اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کو اس لئے بنایا گیا ہے تاکہ اس پر کسی شئی کا حکم لگایا جائے۔

محمول: اور قضیہ حملیہ میں جو جزء محکوم بہ ہوتا ہے اس کو محمول کہتے ہیں، محمول کے لغوی معنی ہیں، اٹھایا ہوا، اور اصطلاح میں اس کے معنی ہیں، ثابت کیا ہوا، محمول کو محمول اس لئے کہتے ہیں کہ اس کو موضوع کے لئے ثابت کیا جاتا ہے۔

رابطہ: موضوع اور محمول کے درمیان جو تعلق اور نسبت ہے اس پر دلالت کرنے والے لفظ کو رابطہ کہتے ہیں، رابطہ کے معنی ہیں، جوڑنے والا، باندھنے والا، نسبت بھی چونکہ موضوع اور محمول کو آپس میں جوڑتی ہے اس لئے اس کو رابطہ کہتے ہیں، نیز یہ بات ذہن نشین رہے کہ موضوع اور محمول کے درمیان جو نسبت ہے درحقیقت رابطہ وہی ہے، لیکن اس نسبت پر دلالت کرنے والے لفظ کو جوڑا رابطہ کہہ دیا جاتا ہے۔

الغرض وہ لفظ اس نسبت رابطہ پر محض دلالت کرنے والا ہے، رابطہ نہیں ہے، بلکہ رابطہ اس لفظ کا مدلول ہے، پس تسمیۃ الدال باسم المدلول کے طور پر رابطہ پر دلالت کرنے والے لفظ کا نام رابطہ رکھ دیا گیا۔ اب ان تینوں اجزاء کو مثال سے سمجھئے، چنانچہ شارح نے مثال پیش کی ہے، زید ہو عالم یہ قضیہ حملیہ ہے، اس میں تین اجزاء ہیں: ۱- زید ۲- عالم ۳- ہو، اس قضیہ میں پہلا جزء زید محکوم علیہ اور موضوع ہے، اس لئے کہ زید پر عالم ہونے کا حکم لگایا گیا ہے، اور عالم محکوم بہ اور محمول ہے کیونکہ عالم کو زید کے لئے ثابت کیا گیا ہے، اور ہو رابطہ ہے، کیونکہ زید اور عالم دونوں مستقل اسم تھے، ہونے آکر ان دونوں کو آپس میں جوڑ دیا اور ان میں ایک نسبت پیدا کر دی لہذا ہو رابطہ ہے۔

فَإِنْ قُلْتَ الْمُرَادُ بِالنِّسْبَةِ الْحُكْمِيَّةِ أَمَّا النِّسْبَةُ الَّتِي هِيَ مَوْجِدَةُ الْإِيجَابِ وَالسَّلْبِ وَأَمَّا وَقُوعُ النِّسْبَةِ أَوْ لَا وَقُوعُهَا الَّذِي هُوَ الْإِيجَابُ وَالسَّلْبُ فَإِنْ كَانَ الْمُرَادُ بِهَا الْأَوَّلُ فَيَكُونُ لِلْقَضِيَةِ جُزْءٌ آخَرٌ وَهُوَ وَقُوعُ النِّسْبَةِ أَوْ لَا وَقُوعُهَا فَلَا بُدَّ أَنْ يَدُلَّ عَلَيْهَا بِعِبَارَةٍ أُخْرَى وَإِنْ كَانَ الْمُرَادُ الثَّانِي كَانَ

النِسْبَةُ الَّتِي هِيَ مَوْرُدُ الْإِيجَابِ وَ السَّلْبِ جُزْءٌ آخَرُ فَلْيَدُلْ عَلَيْهَا أَيْضاً بِلَفْظٍ آخَرَ وَالْحَاصِلُ أَنَّ أَجْزَاءَ الْحَمَلِيَّةِ أَرْبَعَةٌ فَكَانَ مِنْ حَقِّهَا أَنْ يَدُلَّ عَلَيْهَا بِأَرْبَعَةِ الْفَاطِ فَقُنُولُ الْمُرَادِ الثَّانِي وَ كَانَ قَوْلُهُ بِهَا يَرْتَبُطُ الْمَحْمُولُ بِالْمَوْضُوعِ إِشَارَةً إِلَيْهِ فَإِنَّ النِّسْبَةَ مَا لَمْ يُعْتَبَرْ مَعَهَا الْوُقُوعُ وَ اللَّائِقُ لَمْ تَكُنْ رَابِطَةً وَلَا حَاجَةً إِلَى الدَّلَالَةِ عَلَى النِّسْبَةِ الَّتِي هِيَ مَوْرُدُ الْإِيجَابِ وَ السَّلْبِ فَإِنَّ اللَّفْظَ الدَّالَّ عَلَى وَقُوعِ النِّسْبَةِ ذَالٌ عَلَى النِّسْبَةِ أَيْضاً فَالْجُزْءُ انِ مِنَ الْقَضِيَّةِ يَتَّذَيَانِ بِعِبَارَةٍ وَاحِدَةٍ وَ لِهَذَا أَخَذَ أَجْزَاءً وَاحِدًا حَتَّى انْخَصَرَ الْأَجْزَاءُ فِي ثَلَاثَةٍ.

ترجمہ: پس اگر تو اعتراض کرے کہ نسبت حکمیہ سے مراد یا تو وہ نسبت ہے جو ایجاب و سلب کی مورد ہے، یا وقوع نسبت یا لا وقوع نسبت مراد ہے جو بعینہ ایجاب و سلب ہے، پس اگر نسبت سے اول مراد ہو تو قضیہ کے لئے ایک دوسرا جزء (بھی) ہوگا، یعنی وقوع نسبت یا لا وقوع نسبت تو اس پر ایک دوسری عبارت سے دلالت کا ہونا ضروری ہے، اور اگر مراد ثانی ہو، تو وہ نسبت جو ایجاب و سلب کی مورد ہے، جزء آخر ہوگی، پس اس پر بھی کسی دوسرے لفظ سے دلالت ہونی چاہئے، اور حاصل (کلام) یہ ہے کہ حملیہ کے اجزاء چار ہیں، لہذا ان کا حق یہ ہے کہ ان پر دلالت بھی چار لفظوں سے ہو؟ تو ہم جواب دیں گے کہ مراد، ثانی (یعنی وقوع نسبت یا لا وقوع نسبت) ہے، اور گویا ماتن کا قول بہا يرتبط المحمول بالموضوع، اسی کی طرف اشارہ ہے، اس لئے کہ نسبت کے ساتھ جب تک وقوع نسبت یا لا وقوع نسبت کا اعتبار نہ ہو، تو اس وقت تک وہ رابطہ نہیں ہو سکتی، اور اس نسبت پر (مستقل) دلالت کی کوئی ضرورت نہیں، جو ایجاب و سلب کی مورد ہے، کیونکہ جو لفظ نسبت کے وقوع پر دلالت کرتا ہے، وہ نسبت پر بھی دلالت کرتا ہے، پس ایک ہی عبارت سے قضیہ کے دو جزء ادا ہو جاتے ہیں، اسی لئے دونوں کو ایک ہی نمبر شمار کیا گیا، یہاں تک کہ اجزاء تین میں ہی منحصر ہو گئے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے ایک اشکال ذکر کیا ہے، پھر فنقول سے اس اشکال کا جواب دیا ہے، حاصل اشکال یہ ہے کہ ماتن نے قضیہ حملیہ کے تین اجزاء ذکر کئے ہیں جو کہ صحیح نہیں ہے کیونکہ حقیقت میں قضیہ حملیہ کے چار اجزاء ہیں: ۱- موضوع ۲- محمول ۳- وہ نسبت جو ایجاب و سلب کی مورد ہے، یعنی اذعان (۴) وقوع نسبت یا لا وقوع نسبت۔ اس لئے کہ نسبت حکمیہ میں دو احتمال ہیں یا تو اسی سے وہ نسبت مراد ہو جو ایجاب و سلب کی مورد ہے یعنی اذعان یا اس سے نسبت کا وقوع یا لا وقوع یعنی ایجاب و سلب مراد ہے، اگر نسبت سے اول احتمال مراد ہو یعنی ایجاب و سلب کی مراد، تو پھر نسبت کے وقوع یا لا وقوع پر دلالت کرنے کے لئے ایک چوتھے لفظ کا ہونا ضروری ہے۔ اور اگر دوسرا احتمال مراد ہو یعنی نسبت کا وقوع یا لا وقوع، تو پھر احتمال اول یعنی مورد ایجاب و سلب پر دلالت کرنے کے لئے کسی دوسرے لفظ کا ہونا ضروری ہے، غرض یہ کہ قضیہ حملیہ میں موضوع و محمول کے علاوہ نسبت کے یہ دونوں احتمال بھی مراد ہوتے ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ اگر نسبت سے اول احتمال مراد لیا جائے تو پھر احتمال ثانی پر دلالت کرنے کے لئے کوئی دوسرا لفظ ہونا چاہئے، اور اگر دوسرا احتمال مراد لیا جائے تو پہلے احتمال کے لئے کوئی دوسرا لفظ ہونا چاہئے، جو نہ بھی احتمال مراد لیا جائے قضیہ حملیہ کے اجزاء تین سے زائد نہیں بلکہ چار ہو جاتے ہیں، اس لئے ان پر دلالت کرنے والے الفاظ بھی چار ہونے چاہئیں، لہذا یہ کہنا درست ہونا چاہئے کہ قضیہ حملیہ چار اجزاء سے مرکب ہوتا ہے؟

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ نسبت حکمیہ (جو حلیہ کا جزء ثالث ہوتی ہے) سے مراد احتمال ثانی ہے، یعنی نسبت کا وقوع یا لا وقوع جو بعینہ ایجاب و سلب ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ماتن کا قول بھا یو ربط المحصول بالموضوع اس کی طرف اشارہ کر رہا ہے، اس لئے کہ جب تک نسبت کے وقوع یا لا وقوع کا اعتبار نہ کیا جائے، تو اس وقت تک رابطہ بھی نہیں ہوتا، اور احتمال ثانی یعنی مورد ایجاب و سلب پر دلالت کے لئے مستقل عبارت لانے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ جو لفظ دوسرے احتمال پر دلالت کرتا ہے وہ دلالت التزامی کے طور پر احتمال اول پر بھی دلالت کرتا ہے، یعنی جو لفظ نسبت کے وقوع یا لا وقوع پر دلالت کرتا ہے، وہی لفظ مورد ایجاب و سلب یعنی اذعان پر بھی دلالت کرتا ہے، گویا ایک لفظ دو جزء پر دلالت کرتا ہے، البتہ دونوں کے درمیان فرق صرف اتنا ہے کہ نسبت کی دلالت احتمال ثانی پر مطابقی ہے اور احتمال اول پر التزامی ہے، تو اس پوری تفصیل سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ قضیہ حلیہ کے اجزاء تین ہی ہیں، نہ کہ چار، لہذا یہ کہنا درست نہیں کہ حلیہ چار اجزاء سے مرکب ہے۔

ثُمَّ الرَّابِطَةُ أَذَاةٌ لِأَنَّهَا تَدُلُّ عَلَى النَّسْبَةِ الرَّابِطَةِ وَهِيَ غَيْرُ مُسْتَقْلِلَةٍ لِتَوْقُفِهَا عَلَى الْمَحْكُومِ عَلَيْهِ وَبِهِ لَكِنَّهَا قَدْ تَكُونُ فِي قَالِبِ الْأِسْمِ كَهَوٍ فِي الْمِثَالِ الْمَذْكُورِ وَتُسَمَّى غَيْرَ زَمَانِيَّةٍ وَقَدْ تَكُونُ فِي قَالِبِ الْكَلِمَةِ كَكَانَ فِي قَوْلِنَا زَيْدٌ كَانَ قَائِمًا وَتُسَمَّى زَمَانِيَّةً.

ترجمہ: پھر رابطہ اذاتہ ہے، کیونکہ وہ نسبت رابطہ پر دلالت کرتا ہے، اور وہ غیر مستقل ہے، کیونکہ وہ محکوم علیہ اور محکوم بہ پر موقوف ہے، لیکن کبھی وہ اسم کی صورت میں ہوتا ہے جیسے ہو ہے مثال مذکور میں، اور اس کا نام غیر زمانیہ رکھا جاتا ہے، اور کبھی کلمہ کی صورت میں ہوتا ہے جیسے کان ہمارے قول زید کا قَائِمًا میں اور اس کا نام زمانیہ رکھا جاتا ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ (مناطقہ کی اصطلاح میں) رابطہ (کو) اذاتہ (کہا جاتا) ہے کیونکہ نسبت رابطہ پر دلالت کرتا ہے، اور نسبت چونکہ غیر مستقل ہے، کیونکہ وہ محکوم علیہ اور محکوم بہ پر موقوف ہوتی ہے، اس وجہ سے اس نسبت پر دلالت کرنے والا لفظ بھی ایسا ہی ہونا چاہئے، جس کے معنی غیر مستقل ہوں، اور وہ اذاتہ ہے۔

رابطہ کن دو قسمیں ہیں: ۱- رابطہ زمانیہ ۲- رابطہ غیر زمانیہ، رابطہ چونکہ کبھی بصورت فعل ہوتا ہے جیسے زید کان قَائِمًا لفظ کان افعال ناقصہ میں سے ہے، اور چونکہ افعال زمانہ پر دلالت کرتے ہیں، اس لئے اس کو رابطہ زمانیہ کہتے ہیں، اور رابطہ کبھی اسم کی صورت میں ہوتا ہے، جیسے زید ہو قَائِمٌ میں لفظ ہو اسم ضمیر ہے، اور اسم چونکہ زمانہ پر دلالت نہیں کرتا اسی لئے اس کو رابطہ غیر زمانیہ کہتے ہیں، نیز یہ بھی یاد رہے کہ رابطہ غیر زمانیہ کے لئے کبھی افعال عامہ کے مشتقات بھی استعمال کئے جاتے ہیں، یعنی کائن، ثابت، موجود، سائر، ان کو اس لئے استعمال کیا جاتا ہے کہ ان میں دلالت علی الزمان کا لحاظ نہیں ہوتا، لہذا یہ مشتقات رابطہ غیر زمانیہ کے لئے مستعمل ہوتے ہیں۔

سوال: رابطہ کو تو اذاتہ کہا جاتا ہے، اور اذاتہ حرف ہے، تو معلوم ہوا کہ رابطہ حرف ہے، جب رابطہ حرف ہے تو پھر ”ہو“ جو کہ اسم ہے، کو رابطہ کے لئے کیوں استعمال کیا گیا؟

جواب: یہ ہے کہ جب علوم فلسفہ یونانی زبان سے عربی میں منتقل کئے گئے، تو یونانی زبان کا عربی میں ترجمہ کرنے والوں نے عربی زبان میں رابطہ غیر زمانیہ کے لئے کوئی لفظ نہیں پایا، مجبور ہو کر ”ہو“ وغیرہ ضمائر کو رابطہ کے لئے استعمال فرمایا، اور اگر کوئی رابطہ غیر

زمانیہ عربی میں ہوتا تو وہ ضرور حرف ہوتا، پس یہ ہو غیرہ وضع کے اعتبار سے اسم اور استعمال کے اعتبار سے حرف ہیں۔
نیز یہ بھی یاد رکھئے کہ جس طرح عربی زبان میں ”هو، هما“ وغیرہ کو رابطہ غیر زمانیہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، اسی طرح فارسی میں ”است“ موجبہ میں اور ”نیست“ سالبہ اور یونانی زبان میں ”استن“ اور اردو میں ”ہے“ اور ”نہیں“ کو استعمال کیا جاتا ہے، رابطہ زمانیہ کے لئے عربی میں تمام افعال ناقصہ یعنی ”کان، صار“ وغیرہ اور فارسی میں ”بود“ اور اردو میں ”تھا“ کو استعمال کیا جاتا ہے۔

وَالْقَضِيَّةُ الْحَمَلِيَّةُ بِإِعْتِبَارِ الرَّابِطَةِ أَمَّا ثُنَائِيَّةٌ أَوْ ثَلَاثِيَّةٌ لِأَنَّهَا إِنْ ذُكِرَتْ فِيهَا الرَّابِطَةُ كَانَتْ ثَلَاثِيَّةً لِإِسْتِمَالِهَا عَلَى ثَلَاثَةِ الْفَاقِظِ لِثَلَاثَةِ مَعَانٍ وَإِنْ حُذِفَتْ لِشُعُورِ الذَّهْنِ بِمَعْنَاهَا كَانَتْ ثُنَائِيَّةً لِعَدَمِ اسْتِمَالِهَا إِلَّا عَلَى جُزْئَيْنِ بِإِزَاءِ مَعْنِيَيْنِ وَقَوْلُهُ قَدْ تَحْدَفُ فِي بَعْضِ اللُّغَاتِ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّ اللُّغَاتِ مُخْتَلِفَةٌ فِي اسْتِعْمَالِ الرَّابِطَةِ فَإِنَّ لُغَةَ الْعَرَبِ رُبَّمَا تَسْتَعْمِلُ الرَّابِطَةَ وَرُبَّمَا تَحْدَفُهَا بِشَهَادَةِ الْقُرْآنِ الدَّالَّةِ عَلَيْهَا وَلُغَةُ الْيُونَانِ تُوجِبُ ذِكْرَ الرَّابِطَةِ الزَّمَانِيَّةِ دُونَ غَيْرِهَا عَلَى مَا نَقَلَهُ الشَّيْخُ وَلُغَةُ الْعَجَمِ لَا تَسْتَعْمِلُ الْقَضِيَّةَ خَالِيَةً عَنْهَا أَمَّا بِلَفْظِ كَقَوْلِهِمْ (هَسْتُ وَبُودُ) وَأَمَّا بِحَرْكَةِ كَقَوْلِهِمْ زَيْدٌ دَبِيرٌ بِالْكَسْرِ

قسم جمعہ: اور قضیہ حملیہ رابطہ کے اعتبار سے یا تو ثنائیہ ہے یا ثلاثیہ، کیونکہ اگر اس میں رابطہ ذکر کیا جائے تو وہ ثلاثیہ ہوگا، کیونکہ وہ تین معانی کے لئے تین الفاظ پر مشتمل ہے، اور اگر حذف کر دیا جائے، اس وجہ سے کہ ذہن کو اس کے معنی کا شعور ہو جاتا ہے، تو وہ ثنائیہ ہوگا، کیونکہ وہ دو معانی کے مقابلے میں صرف دو جزء پر مشتمل ہے، اور ماتن کا قول ”قد تحذف فی بعض اللغات“ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ زبانیں رابطہ کے استعمال کے بارے میں مختلف ہیں، چنانچہ لغت عرب کبھی رابطہ استعمال کرتی ہے، اور کبھی اس پر دلالت کرنے والے قرآن کی وجہ سے رابطہ کو حذف کر دیتی ہے، اور یونانی لغت رابطہ زمانیہ کے ذکر کو ضروری سمجھتی ہے، نہ کہ اس کے علاوہ کو، جیسا کہ شیخ نے نقل کیا ہے، اور عجمی لغت کوئی قضیہ رابطہ سے خالی استعمال کرتی ہی نہیں، خواہ لفظ کے ساتھ ہو، جیسے ان کا قول ”ہست و بود“ یا حرکت کے ساتھ ہو، جیسے زید دبیر (دال کے) کسرہ کے ساتھ۔

تقسیم بیع: اس عبارت میں شارح نے قضیہ حملیہ کی اجزاء کے اعتبار سے تقسیم بیان کی ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ رابطہ کے قضیہ میں مذکور ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے قضیہ کی دو قسمیں ہیں: ۱- ثنائیہ ۲- ثلاثیہ، کیونکہ اگر رابطہ مذکور نہ ہو تو قضیہ کے اندر دو جزء ہونے کی وجہ سے اس کو ثنائیہ کہا جائے گا، جیسے زید قسائم اور اگر قضیہ میں رابطہ مذکور ہو تو قضیہ میں تین اجزاء ہونے کی وجہ سے اس کو ثلاثیہ کہا جائے گا۔ جیسے زید هو قائم۔

وجہ تسمیہ: ثنائیہ کو ثنائیہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس میں دو لفظ ہوتے ہیں جو دو معانی پر دلالت کرتے ہیں، ثلاثیہ اس قضیہ کو کہتے ہیں جس میں تین لفظ ہوں، چونکہ اس میں تین معانی کیلئے تین الفاظ موضوع، محمول، اور رابطہ ہوتے ہیں اس لئے اس کو ثلاثیہ کہا جاتا ہے۔
دابطلہ کا استعمال: شارح فرماتے ہیں کہ رابطہ کے استعمال کے سلسلے میں لغتیں مختلف ہیں، چنانچہ عموماً رابطہ کو عربی زبان میں حذف کر دیا جاتا ہے، مگر مراد میں باقی رکھا جاتا ہے، جس پر حرکات اعرابیہ دلالت کرتی ہیں مثلاً زید ق انہم دیکھئے اس مثال میں محکوم علیہ زید ہے، اور ان کے درمیان نسبت پر دلالت کرنے والا لفظ مذکور نہیں ہے، بلکہ محکوم علیہ اور محکوم بہ کا اعراب

نسبت پر دلالت کرتا ہے، جس کا ترجمہ اردو میں ”ہے“ سے کیا جاتا ہے، اور کبھی رابطہ کو ذکر کر دیا جاتا ہے، جیسے زید ہو قائم دیکھئے اس مثال میں زید محکوم علیہ ہے، اور قائم محکوم بہ ہے، اور ہو رابطہ ہے، جو نسبت پر دلالت کرتا ہے۔

اور شیخ کی نقل کے مطابق لغت یونان میں رابطہ زمانیہ کو ذکر کرنا واجب اور ضروری ہے، البتہ رابطہ غیر زمانیہ کو ذکر کرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ کبھی اس کو ذکر کیا جاتا ہے اور کبھی حذف کر دیا جاتا ہے، اور لغت عجم میں قضیہ کو بغیر رابطہ کے استعمال ہی نہیں کیا جاتا، لیکن رابطہ لغت عجم میں کبھی تو لفظ سے ہوتا ہے جیسے ”ہست، نیست، شود، باشد“ اور کبھی حرکت سے جیسے ”زید دیر، اس میں زید کے دال کا کسرہ رابطہ پر دلالت کرتا ہے، یہاں لغت عجم سے مراد فارسی لغت ہے، ایک وجہ یہ ہے کہ حضرات منطقین حسب لغت عجم کا اطلاق کرتے ہیں، تو ذہن فارسی زبان ہی کی طرف سبقت کرتا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ شارح نے لغت عجم میں رابطہ کی مثالیں فارسی زبان میں ذکر کی ہیں، تیسری وجہ یہ ہے کہ بعض نسخوں میں لغت عجم کے بجائے لغت فارسیہ ہے۔

اور اردو زبان میں رابطہ کو ہر حال میں ذکر کرنا ضروری ہے، رابطہ غیر زمانیہ کی مثال جیسے زید کھڑا ہے، اس مثال میں رابطہ لفظ ”ہے“ ہے، اور رابطہ زمانیہ کی مثال زید کھڑا تھا، اس میں رابطہ لفظ ”تھا“ ہے۔

فَالْوَاحِدَةُ النَّسْبَةُ إِنْ كَانَتْ نِسْبَةً بِهَا يَصِحُّ أَنْ يُقَالَ إِنَّ الْمَوْضُوعَ مَحْمُولٌ فَالْقَضِيَّةُ مُوجِبَةٌ كَقَوْلِنَا الْإِنْسَانُ حَيَوَانٌ وَإِنْ كَانَتْ نِسْبَةً بِهَا يَصِحُّ أَنْ يُقَالَ إِنَّ الْمَوْضُوعَ لَيْسَ بِمَحْمُولٍ فَالْقَضِيَّةُ سَالِبَةٌ كَقَوْلِنَا الْإِنْسَانُ لَيْسَ بِحَجَرٍ أَقُولُ هَذَا تَقْسِيمٌ ثَانٍ لِلْحَمَلِيَّةِ بِإِعْتِبَارِ النَّسْبَةِ الْحُكْمِيَّةِ الَّتِي هِيَ مَذْلُوزُ الرِّابِطَةِ فَيَلْكَ النَّسْبَةُ إِنْ كَانَتْ نِسْبَةً بِهَا يَصِحُّ أَنْ يُقَالَ إِنَّ الْمَوْضُوعَ مَحْمُولٌ كَانَتْ الْقَضِيَّةُ مُوجِبَةٌ كَنِسْبَةِ الْحَيَوَانِ إِلَى الْإِنْسَانِ فَإِنَّهَا نِسْبَةٌ ثَبُوتِيَّةٌ مُصَحِّحَةٌ لِأَنَّ يُقَالَ الْإِنْسَانُ حَيَوَانٌ وَإِنْ كَانَتْ نِسْبَةً بِهَا يَصِحُّ أَنْ يُقَالَ إِنَّ الْمَوْضُوعَ لَيْسَ بِمَحْمُولٍ فَالْقَضِيَّةُ سَالِبَةٌ كَنِسْبَةِ الْحَجَرِ إِلَى الْإِنْسَانِ فَإِنَّهَا نِسْبَةٌ سَلْبِيَّةٌ بِهَا يَصِحُّ أَيْضًا الْإِنْسَانُ لَيْسَ بِحَجَرٍ وَهَذَا لَا يَشْمَلُ الْقَضَايَا الْكَاذِبَةَ فَإِنَّهُ إِذَا قُلْنَا الْإِنْسَانُ حَجَرٌ كَانَتْ الْقَضِيَّةُ مُوجِبَةٌ وَالنِّسْبَةُ الَّتِي هِيَ فِيهَا لَا يَصِحُّ بِهَا أَنْ يُقَالَ الْإِنْسَانُ حَجَرٌ وَكَذَلِكَ إِذَا قُلْنَا الْإِنْسَانُ لَيْسَ بِحَيَوَانٍ كَانَتْ الْقَضِيَّةُ سَالِبَةً وَالنِّسْبَةُ الَّتِي هِيَ فِيهَا لَيْسَتْ نِسْبَةً بِحَيْثُ يَصِحُّ أَنْ يُقَالَ الْإِنْسَانُ لَيْسَ بِحَيَوَانٍ فَالضُّوَابُ أَنْ يُقَالَ الْحُكْمُ فِي الْقَضِيَّةِ إِمَّا بِأَنَّ الْمَوْضُوعَ مَحْمُولٌ أَوْ بِأَنَّ الْمَوْضُوعَ لَيْسَ بِمَحْمُولٍ أَوْ يُقَالَ الْحُكْمُ فِيهَا إِمَّا بِإِتِّقَاعِ النَّسْبَةِ أَوْ بِإِتِّزَاعِهَا وَذَلِكَ ظ.

ترجمہ: ماتن نے کہا اور یہ نسبت اگر ایسی نسبت ہو کہ اس کی وجہ سے یہ کہنا صحیح ہو کہ موضوع محمول ہے تو قضیہ موجبہ ہے جیسے ہمارا قول انسان حیوان (انسان حیوان ہے) اور اگر نسبت ایسی ہو کہ اس کی وجہ سے یہ کہنا صحیح ہو کہ موضوع محمول نہیں ہے تو قضیہ سالبہ ہے، جیسے ہمارا قول انسان لیس بحجر، (انسان پتھر نہیں ہے) میں کہتا ہوں کہ یہ جملیہ کی دوسری تقسیم ہے، اس نسبت حکمیہ کے اعتبار سے جو رابطہ کی مدلول ہے، پس وہ نسبت اگر ایسی نسبت ہو، کہ اس کی وجہ سے یہ کہنا صحیح ہو کہ موضوع محمول ہے تو قضیہ موجبہ ہے جیسے حیوان کی نسبت انسان کی طرف، کیونکہ یہ نسبت ثبوتی ہے، اور اس قول کو صحیح قرار دینے والی ہے، کہ انسان حیوان ہے، اور اگر نسبت ایسی ہو کہ اس کی وجہ سے یہ کہنا جانا صحیح ہو کہ موضوع محمول

نہیں ہے تو قضیہ سالبہ ہے، جیسے پتھر کی نسبت انسان کی طرف، پس بیشک یہ سلبی نسبت ہے، جس کی وجہ سے یہ کہا جانا صحیح ہے کہ انسان پتھر نہیں ہے، اور یہ قضایا کا ذہن کو شامل نہیں ہے، اس لئے کہ جب ہم کہیں الانسان حجر، تو قضیہ موجبہ ہوگا، حالانکہ وہ نسبت جو اس میں ہے اس کی وجہ سے یہ کہا جانا صحیح نہیں کہ انسان پتھر ہے، اور اسی طرح جب ہم کہیں الانسان لیس بحیوان تو قضیہ سالبہ ہوگا، اور وہ نسبت جو اس میں ہے وہ ایسی نسبت نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے یہ کہا جانا صحیح ہو کہ انسان حیوان نہیں ہے، پس درست یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ قضیہ میں یا تو یوں ہوگا کہ موضوع محمول ہے یا یوں ہوگا کہ موضوع محمول نہیں ہے، یا کہا جائے کہ حکم اس میں یا تو ایقان نسبت کا ہوگا یا انتزاع نسبت کا، اور یہ ظاہر ہے۔

تشریح: اس عبارت کی تشریح سے پہلے یہ بات ذہن میں نقش کر لیجئے کہ قضیہ حملیہ کی چھ تقسیمات ہیں، ہر تقسیم کے تحت بہت سے اقسام ہیں، اور ہر تقسیم کی اقسام آپس میں جمع نہیں ہوتیں، مگر دو تقسیموں کی اقسام ایک ساتھ جمع ہو سکتی ہیں۔

۱- قضیہ حملیہ کے اجزاء کے اعتبار سے ہے۔ ۲- نسبت کے اعتبار سے۔ ۳- موضوع کے حال کے اعتبار سے۔ ۴- موضوع کے وجود کے اعتبار سے۔ ۵- حرف سلب کے قضیہ کا جزء ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے۔ ۶- قضیہ میں جہت کے مذکور ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے۔ اس سے پہلے مصنف نے اجزاء قضیہ کے اعتبار سے قضیہ حملیہ کی دو قسمیں بیان کیں۔ ۱- ثنائیہ۔ ۲- ثلاثیہ۔ اب یہاں سے نسبت حکمیہ کے اعتبار سے قضیہ حملیہ کی قسمیں بیان کر رہے ہیں، چنانچہ فرمایا کہ نسبت حکمیہ کے اعتبار سے قضیہ حملیہ کی دو قسمیں ہیں: ۱- موجبہ۔ ۲- سالبہ۔

قضیہ حملیہ موجبہ کی تعریف: موجبہ وہ قضیہ حملیہ ہے جس میں ایسی نسبت ہو کہ اس کی وجہ سے یہ کہنا صحیح ہو کہ موضوع محمول ہے، جیسے الانسان حیوان (انسان حیوان ہے) اس مثال میں انسان موضوع ہے اور حیوان محمول ہے، اور اس میں حیوان کی نسبت انسان کی طرف اس طور پر ہے کہ یہ کہنا صحیح ہے کہ انسان حیوان ہے۔ لہذا الانسان حیوان قضیہ حملیہ موجبہ ہے۔

قضیہ حملیہ سالبہ کی تعریف: سالبہ وہ قضیہ حملیہ ہے جس میں ایسی نسبت ہو کہ اس کی وجہ سے یہ کہنا صحیح ہو کہ موضوع محمول نہیں ہے جیسے الانسان لیس بحجر (انسان پتھر نہیں ہے) اس مثال میں حجر کی نسبت انسان کی طرف سلبی ہے، جس کی وجہ سے یہ کہنا صحیح ہے کہ انسان پتھر نہیں ہے۔

وہذا لایشمل القضايا الکاذبة اس عبارت سے شارح نے ماتن کی ذکر کردہ موجبہ اور سالبہ کی تعریف پر اعتراض کیا ہے کہ ماتن نے موجبہ اور سالبہ کی جو تعریفیں کی ہیں وہ اپنے افراد کو جامع نہیں، دلیل یہ ہے کہ الانسان حجر یہ قضیہ موجبہ ہے لیکن موجبہ کی تعریف اس پر صادق نہیں آتی کیونکہ انسان اور حجر کے درمیان ایسی نسبت نہیں ہے جس کی وجہ سے الانسان حجر کہنا صحیح ہو، نا طرح الانسان لیس بحیوان سالبہ ہے لیکن سالبہ کی تعریف اس پر صادق نہیں آتی، کیونکہ انسان اور حیوان کے درمیان ایسی نسبت نہیں ہے جس کی وجہ سے یہ کہا جاسکے کہ انسان حیوان نہیں ہے، اس لئے کہ جو انسان ہوگا وہ حیوان بھی ضرور ہوگا، تو معلوم ہوا کہ جبہ اور سالبہ کی تعریفیں اپنے افراد کو جامع نہیں۔

اس اعتراض کے مختلف جوابات دئے گئے ہیں مگر وہ جوابات تکلف اور خلاف متبادر سے خالی نہیں ہیں، اس لئے شارح نے یہاں یہ کہہ کر صحیح جواب کی نشاندہی کی ہے، اور اس اشکال کے دو جواب دیئے ہیں:

- ۱- پہلا جواب یہ ہے کہ موجبہ اور سالبہ کی تعریفوں سے لفظ ”یصح“ کو حذف کر دیا جائے اور تعریف اس طرح کی جائے کہ قضیہ میں اگر ایسا حکم ہو کہ یوں کہا جاسکے کہ موضوع محمول ہے، تو یہ قضیہ موجبہ ہے اور اگر حکم یہ ہو کہ موضوع محمول نہیں ہے تو سالبہ ہے۔
- ۲- دوسرا جواب یہ ہے کہ تعریفات سے لفظ ”یصح“ کی قید حذف کر کے اس طرح تعریف کی جائے کہ اگر قضیہ میں حکم نسبت کے ایتار یعنی ایجاب کا ہو تو وہ موجبہ ہے، اور اگر حکم نسبت کے انتزاع کا ہو تو وہ سالبہ ہے، اب یہ تعریفات قضایا صادقہ اور کاذبہ دونوں کو شامل ہو جائیں گی، اور تعریفات اپنے افراد کو جامع ہو جائیں گی کسی قسم کا کوئی اعتراض وارد نہیں ہوگا۔

سوال: دونوں جوابوں میں کیا فرق ہے جبکہ دونوں جوابوں کا حاصل ایک ہی ہے؟

جواب: دونوں، جوابوں کا حاصل اگرچہ ایک ہی ہے، لیکن ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ پہلے جواب میں لفظ ”حکم“ وقوع یا لا وقوع کے معنی میں ہے، اور دوسرے جواب میں ”حکم“ تصدیق کے معنی میں ہے۔

فَالْمَوْضُوعُ الْحَمَلِيَّةُ إِنْ كَانَ شَخْصًا مُعَيَّنًا سُمِّيَتْ مَخْصُوصَةً وَ شَخْصِيَّةً وَ إِنْ كَانَ كَلِمًا فَإِنْ بَيَّنَّ فِيهَا كَمِّيَّةَ أَفْرَادٍ مَا صَدَقَ عَلَيْهِ الْحُكْمُ وَ يُسَمَّى اللَّفْظُ الدَّالُّ عَلَيْهَا سُورًا سُمِّيَتْ مَخْصُورَةً وَ مُسَوَّرَةً وَ هِيَ أَرْبَعٌ لِأَنَّهُ إِنْ بَيَّنَّ فِيهَا أَنَّ الْحُكْمَ عَلَى كُلِّ الْأَفْرَادِ فَهِيَ الْكَلِمَةُ وَ هِيَ إِمَّا مُوجِبَةٌ وَ سُورُهَا كُلُّ كَقَوْلِنَا كُلُّ نَارٍ حَارَّةٌ وَ إِمَّا سَالِبَةٌ وَ سُورُهَا لَاشَيْءٌ وَ لَا وَاحِدٌ كَقَوْلِنَا لَاشَيْءٌ أَوْ لَا وَاحِدٌ مِنَ النَّاسِ بِجَمَادٍ وَ إِنْ بَيَّنَّ فِيهَا أَنَّ الْحُكْمَ عَلَى بَعْضِ الْأَفْرَادِ فَهِيَ الْجُزْئِيَّةُ وَ هِيَ إِمَّا مُوجِبَةٌ وَ سُورُهَا بَعْضٌ وَ وَاحِدٌ كَقَوْلِنَا بَعْضُ الْحَيَوَانَ أَوْ وَاحِدٌ مِنَ الْحَيَوَانَ إِنْسَانٌ وَ إِمَّا سَالِبَةٌ وَ سُورُهَا لَيْسَ كُلٌّ وَ لَيْسَ بَعْضٌ وَ بَعْضٌ لَيْسَ كَقَوْلِنَا لَيْسَ كُلُّ حَيَوَانَ إِنْسَانًا وَ لَيْسَ بَعْضُ الْحَيَوَانَ بِإِنْسَانٍ وَ بَعْضُ الْحَيَوَانَ لَيْسَ بِإِنْسَانٍ

ترجمہ: ماتن نے کہا، اور حملیہ کا موضوع اگر شخص معین ہو تو اس کا نام مخصوصہ اور شخصیت رکھا جاتا ہے، اور اگر کلی ہو، پس اگر اس میں ان افراد کی مقدار بیان کر دی گئی ہو، جن پر حکم صادق ہے اور اس پر دلالت کرنے والے لفظ کا نام سور رکھا جاتا ہے، تو قضیہ کو محصورہ اور مسورہ کہا جاتا ہے، اور یہ چار ہیں، اس لئے کہ اگر اس میں یہ بیان کیا گیا ہو کہ حکم تمام افراد پر ہے تو وہ کلیہ ہے، اور وہ یا تو موجبہ ہے اور اس کا سور (لفظ) کل ہے، جیسے ہمارا قول کل نار حارہ (ہر آگ گرم ہے) یا سالبہ ہے اور اس کا سور لاشیء اور لا واحد ہے، جیسے ہمارا قول لاشیء یا لا واحد من الناس بجماد (انسان میں سے کوئی جماد نہیں ہے) اور اگر اس میں یہ بیان کیا گیا ہو کہ حکم بعض افراد پر ہے تو وہ جزئیہ ہے، اور وہ یا تو موجبہ ہے اور اس کا سور بعض اور واحد ہے، جیسے ہمارا قول بعض الحيوان یا واحد من الحيوان انسان (بعض حیوان یا کوئی حیوان انسان ہے) یا سالبہ ہے اور اس کا سور لیس کل، لیس بعض اور بعض لیس ہے، جیسے ہمارا قول لیس کل حیوان إنساناً (ہر حیوان انسان نہیں ہے) و لیس بعض الحيوان بانسان (اور بعض حیوان انسان نہیں ہے) و بعض الحيوان لیس بانسان (اور بعض حیوان انسان نہیں ہے)۔

تشریح: عبارت کی تشریح شارح قطب الدین کی تشریح میں ملاحظہ فرمائیے۔

أَقُولُ هَذَا تَقْسِيمٌ ثَالِثٌ لِلْحَمَلِيَّةِ بِاعْتِبَارِ الْمَوْضُوعِ فَمَوْضُوعُ الْحَمَلِيَّةِ إِمَّا أَنْ يَكُونَ جُزْئِيًّا أَوْ كُلِّيًّا فَإِنْ كَانَ جُزْئِيًّا سُمِّيَتْ الْقَضِيَّةُ شَخْصِيَّةً وَ مَخْصُوصَةً إِمَّا مُوجِبَةً كَقَوْلِنَا زَيْدٌ إِنْسَانٌ وَإِمَّا سَالِبَةً كَقَوْلِنَا زَيْدٌ لَيْسَ بِحَجَرٍ أَمَّا تَسْمِيَتُهَا شَخْصِيَّةً فَلِأَنَّ مَوْضُوعَهَا شَخْصٌ مُعَيَّنٌ وَأَمَّا تَسْمِيَتُهَا مَخْصُوصَةً فَلِخُصُوصِ مَوْضُوعِهَا وَلَمَّا كَانَ هَذَا التَّقْسِيمُ بِاعْتِبَارِ الْمَوْضُوعِ لَوْحَظَ فِي أَسَامِي الْأَقْسَامِ حَالِ الْمَوْضُوعِ وَإِنْ كَانَ كُلِّيًّا فَإِمَّا أَنْ يُبَيَّنَ فِيهَا كَمِّيَّةُ أَفْرَادِ الْمَوْضُوعِ مِنَ الْكُلِّيَّةِ وَ الْبَعْضِيَّةِ أَوْ لَا يُبَيَّنَ.

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ یہ حملیہ کی تیسری تقسیم موضوع کے اعتبار سے ہے، پس حملیہ کا موضوع یا تو یہ کہ جزئی ہوگا یا کلی، پس اگر جزئی ہو تو قضیہ کا نام شخصیہ اور مخصوصہ رکھا جاتا ہے، یا تو موجبہ ہوگا جیسے ہمارا قول زید انسان (زید انسان ہے) یا سالبہ ہوگا جیسے ہمارا قول زید لیس بحجر (زید پتھر نہیں ہے) بہر حال اس کا نام شخصیہ رکھنا تو اس وجہ سے ہے کہ اس کا موضوع شخص معین ہے، اور بہر حال اس کا نام مخصوصہ رکھنا تو اس وجہ سے ہے کہ اس کا موضوع مخصوص ہے، اور چونکہ یہ تقسیم موضوع کے اعتبار سے ہے تو اقسام کا نام رکھنے میں موضوع کے حال کا لحاظ کیا گیا ہے، اور اگر (حملیہ کا موضوع) کلی ہو، پس یا تو اس میں کلیت اور بعضیت کے اعتبار سے افراد موضوع کی مقدار بیان کی جائے گی یا (افراد موضوع کی مقدار) بیان نہیں کی جائے گی۔

تشریح: عبارت ماتن کی تشریح کرتے ہوئے شارح نے بیان کیا ہے کہ یہ قضیہ حملیہ کی تیسری تقسیم موضوع کے اعتبار سے ہے، موضوع کے اعتبار سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان قسموں کا تعلق صرف موضوع سے ہے، یعنی موضوع جیسا ہوگا ویسا ہی نام رکھ دیا جائے گا، چنانچہ موضوع کے اعتبار سے قضیہ کی چار قسمیں ہیں: ۱- شخصیہ اور مخصوصہ ۲- طبعیہ ۳- محصورہ اور سورہ ۴- مہملہ۔

سوال: قضیہ حملیہ کی موضوع کے اعتبار سے چار ہی قسمیں کیوں ہوئیں اس سے زیادہ یا اس سے کم کیوں نہیں ہوئیں؟
جواب: چونکہ دلیل حصر سے چار قسمیں نکلتی ہیں، اس لئے چار قسمیں ہوئیں۔

دلیل حصر: یہ ہے کہ حملیہ کا موضوع دو حال سے خالی نہیں یا تو جزئی ہوگا یا کلی، اول کو قضیہ شخصیہ مخصوصہ کہتے ہیں، اور اگر کلی ہو تو یہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو موضوع کے افراد پر حکم ہوگا یا افراد پر حکم نہیں ہوگا اگر افراد پر حکم نہ ہو تو اس کو قضیہ طبعیہ کہتے ہیں، اور اگر افراد پر حکم ہو تو یہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو افراد کی مقدار، کلیت اور بعضیت کے اعتبار سے بیان کی جائے گی یا نہیں، اگر افراد کی مقدار بیان کی جائے گی تو اس کو قضیہ محصورہ کہتے ہیں اور اگر افراد کی مقدار بیان نہ کی جائے تو اس کو مہملہ کہتے ہیں۔

اب ان میں سے ہر ایک کی تعریفات، مثالیں اور وجہ تسمیہ ملاحظہ ہو، اس قال میں چونکہ صرف شخصیہ کو بیان کیا گیا ہے اور نتیجہ والے قال کے ضمن میں۔ اس لئے یہاں ان ہی دو کی اور توضیح کی جاتی ہے، تشریح مندرجہ بالا عبارت میں چونکہ صرف شخصیہ کا ذکر ہے اس لئے یہاں اسی کو بیان کیا جا رہا ہے۔ اس کے بعد محصورہ کی تشریح کی جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

شخصیہ: وہ قضیہ حملیہ ہے جس کا موضوع شخص معین ہو، یعنی جزئی حقیقی ہو، جیسے زید انسان دیکھئے اس مثال میں زید موضوع ہے، جو شخص معین اور مخصوص ہے اس کا اطلاق بہت سے افراد پر نہیں ہوتا ہے، لہذا زید انسان شخصیہ اور مخصوصہ ہے، پھر قضیہ حملیہ شخصیہ کی دو قسمیں ہیں: ۱- موجبہ ۲- سالبہ، اگر محمول کو موضوع کے لئے ثابت کیا گیا ہو تو اس کو موجبہ کہتے ہیں، اس کی مثال

گزرجکی، اور اگر موضوع سے محمول کی نفی کی گئی ہو تو اس کو سالبہ کہا جاتا ہے، جیسے زید لیس بحجر (زید پتھر نہیں ہے) دیکھئے اس مثال میں زید سے پتھر ہونے کی نفی کی گئی ہے، اور کہا گیا ہے کہ زید پتھر نہیں ہے، لہذا زید لیس بحجر شخصہ سالبہ ہے۔
وجہ تسمیہ: قضیہ شخصہ کو شخصہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا موضوع شخص معین ہوتا ہے اور مخصوص اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا موضوع خاص ہوتا ہے۔ سوال: وہ قضیہ جس کا موضوع جزئی ہو اس کا نام شخصہ کیوں رکھا علم کیوں نہیں رکھا، تا کہ یہ ہذا عالم اور انا قائم جیسی مثالوں کو بھی شامل ہو جاتا؟ جواب: یہ ہے کہ علم چونکہ حقیقتاً لفظ ہوتا ہے اور منطقہ کی توجہ چونکہ معانی کی طرف دلی ہے نہ کہ لفظ کی طرف اس لئے اس قضیہ کا نام علم نہیں رکھا۔

وَاللَّفْظُ الدَّالُّ عَلَيْهَا أَى عَلَى كَمِّيَّةِ الْأَفْرَادِ يُسَمَّى سُورًا أَخَذَ مِنْ سُورِ الْبَلَدِ كَمَا أَنَّهُ يُحْصَرُ الْبَلَدُ وَيُحِيطُ بِهِ كَذَلِكَ اللَّفْظُ الدَّالُّ عَلَى كَمِّيَّةِ الْأَفْرَادِ يُحْصَرُهَا وَيُحِيطُ بِهَا فَإِنْ بَيَّنَّ فِيهَا كَمِّيَّةَ أَفْرَادِ الْمَوْضُوعِ سَمِيَتْ الْقَضِيَّةُ مُحْصُورَةً وَمُسَوَّرَةً أَمَّا أَنَّهَا مُحْصُورَةٌ فَلِحْضَرِ أَفْرَادِ مَوْضُوعِهَا وَ أَمَّا أَنَّهَا مُسَوَّرَةٌ فَلِإِشْتِمَالِهَا عَلَى السُّورِ وَهِيَ أَى الْمَحْصُورَةُ أَرْبَعَةُ أَقْسَامٍ لِأَنَّ الْحُكْمَ فِيهَا أَمَّا عَلَى كُلِّ الْأَفْرَادِ وَعَلَى بَعْضِهَا وَ أَيْمًا كَانَ فَأَمَّا بِالْإِجَابِ أَوْ بِالسَّلْبِ فَإِنْ كَانَ الْحُكْمُ فِيهَا عَلَى كُلِّ الْأَفْرَادِ فَهِيَ كَلِّيَّةٌ أَمَّا مُوجِبَةٌ وَ سُورُهَا كُلُّ أَى كُلِّ وَاحِدٍ وَاحِدٌ لَا الْكُلُّ الْمَجْمُوعُ كَقَوْلِنَا كُلُّ نَارٍ خَارَةٌ أَى كُلُّ وَاحِدٍ مِنْ أَفْرَادِ النَّارِ خَارَةٌ وَ أَمَّا سَالِبَةٌ وَ سُورُهَا لَا شَيْءٌ وَلَا وَاحِدٌ كَقَوْلِنَا لَا شَيْءٌ أَوْ لَا وَاحِدٌ مِنَ النَّاسِ بِجَمَادٍ وَإِنْ كَانَ الْحُكْمُ فِيهَا عَلَى بَعْضِ الْأَفْرَادِ فَهِيَ جُزْئِيَّةٌ أَمَّا مُوجِبَةٌ وَ سُورُهَا بَعْضٌ وَ وَاحِدٌ كَقَوْلِنَا بَعْضُ الْحَيَوَانَ أَوْ وَاحِدٌ مِنَ الْحَيَوَانَ إِنْسَانٌ أَى بَعْضُ أَفْرَادِ الْحَيَوَانَ أَوْ وَاحِدٌ مِنْ أَفْرَادِهِ إِنْسَانٌ وَ أَمَّا سَالِبَةٌ وَ سُورُهَا لَيْسَ كُلُّ لَيْسَ بَعْضٌ وَ بَعْضٌ لَيْسَ كَقَوْلِنَا لَيْسَ كُلُّ حَيَوَانَ إِنْسَانًا وَ لَيْسَ بَعْضُ الْحَيَوَانَ إِنْسَانًا وَ بَعْضُ الْحَيَوَانَ لَيْسَ بِإِنْسَانٍ.

ترجمہ: اور وہ لفظ جو افراد کی مقدار پر دلالت کرے اس کا نام سور رکھا جاتا ہے، جو سور البلد سے ماخوذ ہے، جیسا کہ وہ شہر کو محیط اور گھیرے ہوئے ہوتی ہے، اسی طرح وہ لفظ جو افراد کی مقدار پر دلالت کرتا ہے وہ افراد کا احاطہ اور احصار کر لیتا ہے، پس اگر اس میں موضوع کے افراد کی مقدار بیان کر دی جائے تو قضیہ کا نام محصورہ اور مسورہ رکھا جاتا ہے، بہر حال وہ محصورہ تو اس لئے ہے کہ اس میں اس کے موضوع کے افراد کا حصر ہوتا ہے، اور بہر حال مسورہ تو اس لئے کہ وہ "سور" پر مشتمل ہوتا ہے، اور وہ یعنی محصورہ چار قسم پر ہے، اس لئے کہ اس میں تمام افراد پر حکم ہو گا یا بعض پر اور جوئی بھی صورت ہو یا تو ایجاب (کا حکم) ہو گا یا سلب (کا حکم) ہو گا، پس اگر اس میں تمام افراد پر حکم ہو تو وہ کلیہ ہے یا تو موجبہ ہے اور اس کا سور "کل" ہے، یعنی کل واحد واحد ہے، نہ کہ کل مجموعی، جیسے ہمارا قول کل نار حارۃ یعنی آگ کے افراد میں سے ہر فرد گرم ہے، یا سالبہ ہے اور اس کا سور "لا شئی او لا واحد" ہے جیسے ہمارا قول لا شئی یا لا واحد من الناس بجماد، اور اگر اس میں بعض افراد پر حکم ہو تو وہ جزئیہ ہے، یا تو موجبہ ہے اور اس کا سور بعض اور واحد ہے، جیسے ہمارا قول بعض الحيوان یا واحد من الحيوان انسان یعنی حیوان کے بعض افراد یا حیوان کے افراد میں سے ایک انسان ہے، اور یا سالبہ ہے اور اس کا سور "لیس کل، لیس بعض اور بعض لیس" ہے جیسے ہمارا قول لیس کل

حیوان انسانا (ہر حیوان انسان نہیں ہے) اور لیس بعض الحیوان انسانا (اور بعض حیوان انسان نہیں ہیں) اور بعض الحیوان لیس بانسان (بعض حیوان انسان نہیں ہیں)۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے افراد کی مقدار پر دلالت کرنے والے الفاظ کا نام محصورہ کی تعریف، اقسام اور ان کی مثالیں بیان کی ہیں، چنانچہ شارح نے فرمایا کہ وہ الفاظ جو افراد کی مقدار پر دلالت کرتے ہیں (اصطلاح مناطقہ میں) انکو سور کہا جاتا ہے، اور یہ سور البلد سے ماخوذ ہے، اور سور البلد کے معنی شہر کی چہار دیواری کے آتے ہیں، جو شہر کو گھیرے رہتی ہے، اور پورے شہر کا احاطہ کئے ہوئے ہوتی ہے۔ جسے شہر پناہ اور قلعہ کہا جاتا ہے، سور البلد اور وہ سور جو افراد کی مقدار پر دلالت کرتی ہے، ان دونوں کے درمیان مناسبت یہ ہے کہ جس طرح سور البلد پورے شہر کا احاطہ کر لیتی ہے کہ کوئی اگر اس کے اندر سے نکلنا چاہے یا اسکے اندر کوئی آنا چاہے تو دروازہ کے علاوہ ہر جگہ سے نہ آ سکتا ہے اور نہ جاسکتا ہے، اسی طرح وہ الفاظ جو اپنے موضوع کے افراد پر دلالت کرتے ہیں وہ بھی موضوع کے افراد کو اس طرح گھیر لیتے ہیں کہ کوئی فرد نہ اس سے نکل سکتا ہے اور نہ دوسرے افراد اس کے اندر داخل ہو سکتے ہیں، اس لئے ان کو سور کہا جاتا ہے۔

محصورہ: وہ قضیہ حملیہ ہے جس کا موضوع کلی ہو اور حکم کلی کے افراد پر لگایا گیا ہو، اور کلیت اور بعضیت کے اعتبار سے افراد کی مقدار بیان کی گئی ہو، جیسے کُل انسان حیوان اور بعض الحیوان انسان دیکھئے ان دو مثالوں میں سے پہلی مثال میں حیوان ہونے کا حکم انسان کے ہر فرد پر لگایا گیا ہے اور دوسری مثال میں انسان ہونے کا حکم حیوان کے بعض افراد پر لگایا گیا ہے، لہذا پہلی مثال اس صورت کی ہے جس میں افراد کی مقدار اور کلیت کے اعتبار سے بیان کی گئی ہے، اور دوسری مثال میں بعضیت کے اعتبار سے افراد کی مقدار بیان کرنے کی ہے، قضیہ محصورہ کا دوسرا نام مسورہ ہے۔

وجہ تسمیہ: اس کو محصورہ اس لئے کہتے ہیں، یہ حصر سے اسم مفعول کا صیغہ ہے، حصر کے معنی ہیں، گھیر لینا، یہ قضیہ بھی موضوع کے افراد کو گھیر لیتا ہے، اور مسورہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس قضیہ میں سور یعنی کل اور بعض وغیرہ استعمال کیا جاتا ہے۔

محصورہ کی اقسام

شارح فرماتے ہیں کہ محصورہ کی چار اقسام ہیں: ۱۔ موجبہ کلیہ ۲۔ موجبہ جزئیہ ۳۔ سالبہ کلیہ ۴۔ سالبہ جزئیہ۔

دلیل حصر: یہ ہے کہ قضیہ محصورہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اس میں حکم کسی شے کے ثبوت کا ہو گا یا سلب کا اور اگر حکم ثبوت کا ہو تو یہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو یہ حکم موضوع کے تمام افراد پر لگایا گیا ہو گا یا بعض افراد پر اگر تمام افراد پر حکم لگایا گیا ہو تو یہ موجبہ کلیہ ہے اور اگر بعض افراد پر حکم ہو تو یہ موجبہ جزئیہ ہے، اور اگر حکم سلب کا ہو تو یہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو سلب کا حکم تمام افراد پر ہو گا یا بعض افراد پر اگر تمام افراد پر سلب کا حکم لگایا گیا ہو تو یہ سالبہ کلیہ ہے، اور اگر بعض افراد پر سلب کا حکم ہو تو یہ سالبہ جزئیہ ہے، اب ہر ایک کی تعریفیں اور مثالیں ملاحظہ فرمائیے۔

موجبہ کلیہ: وہ قضیہ محصورہ ہے جس میں موضوع کے تمام افراد پر محمول کا حکم لگایا گیا ہو، جیسے کل انسان حیوان دیکھئے اس مثال میں حیوان ہونے کا حکم انسان کے تمام افراد پر لگایا گیا ہے، لہذا یہ قضیہ محصورہ موجبہ کی مثال ہے۔

موجبہ جزئیہ: وہ قضیہ محصورہ ہے جس میں موضوع کے بعض افراد پر محمول کا حکم لگایا گیا ہو، جیسے بعض الانسان اسود، دیکھئے اس مثال میں حیوان کے بعض افراد پر کالا ہونے کا حکم لگایا گیا ہے، لہذا یہ موجبہ جزئیہ کی مثال ہے۔

سالبہ کلیہ: وہ قضیہ محصورہ ہے جس میں موضوع کے تمام افراد سے حکم کی نفی کی گئی ہو، جیسے لاشی من الزنجی بابیض (کوئی حبشی سفید نہیں ہے) دیکھئے اس مثال میں حبشی کے تمام افراد سے سفید ہونے کی نفی کی گئی ہے، کہ کوئی بھی حبشی سفید نہیں ہوتا، بلکہ سب سیاہ اور کالے ہوتے ہیں، لہذا یہ سالبہ کلیہ کی مثال ہے۔

سالبہ جزئیہ: وہ قضیہ محصورہ ہے جس میں موضوع کے بعض افراد سے محمول کے حکم کی نفی کی گئی ہے، جیسے بعض الانسان ليس باسود (بعض انسان کالے نہیں ہیں) دیکھئے اس مثال میں انسان کے بعض افراد سے کالا ہونے کی نفی کی گئی ہے، لہذا یہ سالبہ جزئیہ کی مثال ہے۔

مخصوصات اربعہ کے اسوار

موجبہ کلیہ کا سور: لفظ ”کل“ ہے، اور کل کی تین قسمیں ہیں: ۱۔ کل کلی ۲۔ کل مجموعی ۳۔ کل افرادی۔
کل کلی: وہ کلی ہے جس کے مدخول سے نہ کل افراد مراد ہوں اور نہ کل اجزاء، بلکہ وہ کل جس پر داخل ہوتا ہے وہ قضیہ طبعیہ بنتا ہے، جیسے کل حیوان جنس، دیکھئے اس مثال میں نفس طبعیت پر حکم لگایا گیا ہے۔

کل مجموعی: وہ کل ہے جس کے مدخول سے تمام اجزاء مراد ہوں، جیسے کل انسان لايشبعه هذا الرغيف، (مجموعہ انسان کو یہ روٹی سیراب نہیں کر سکتی)۔

کل افرادی: وہ کل ہے جس کے مدخول سے تمام افراد مراد ہوں، جیسے کل انسان حیوان (ہر انسان حیوان ہے) دیکھئے اس مثال میں حیوان کے تمام افراد پر حیوان ہونے کا حکم لگایا گیا ہے۔

ای کل واحد واحد۔ اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ موجبہ کلیہ کا سور کل افرادی ہے نہ کہ کل مجموعی (اور کل کلی)۔
اب رہا یہ سوال کہ موجبہ کلیہ کا سور کل افرادی کیوں ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ موجبہ کلیہ میں محمول کے ثبوت کا حکم موضوع کے تمام افراد پر لگایا جاتا ہے، اور کل افرادی بھی چونکہ اپنے مدخول کے تمام افراد پر دلالت کرتا ہے اس لئے موجبہ کلیہ کا سور کل افرادی ہے نہ کہ کل مجموعی، چنانچہ اس کو مثال سے سمجھئے مثلاً کل نار حارۃ (آگ کا ہر فرد گرم ہے) دیکھئے اس مثال میں گرم ہونے کا حکم آگ کے ہر فرد پر لگایا گیا ہے کہ آگ کے تمام افراد گرم ہیں، آگ کا کوئی فرد اس حکم سے نکل نہیں سکتا۔

سالبہ کلیہ کا سور: لاشی اور لا واحد ہے، جیسے لاشی من الناس بجماد، لا واحد من الناس بجماد، (لوگوں میں سے کوئی جماد نہیں ہے) دیکھئے اس مثال میں انسان کے ہر فرد سے جماد ہونے کی نفی کی گئی ہے، لہذا یہ قضیہ سالبہ کلیہ ہے اور چونکہ لا واحد لاشی اس پر دلالت کرتے ہیں اس لئے یہ سالبہ کلیہ کا سور ہیں۔

موجبہ جزئیہ کا سور: بعض اور واحد ہے، جیسے بعض الحيوان انسان اور واحد من الحيوان انسان یہ دونوں مثالیں موجبہ جزئیہ کی ہیں، کیونکہ ان دونوں مثالوں میں سے ہر ایک میں انسان ہونے کا حکم حیوان کے بعض افراد پر لگایا گیا ہے اور لفظ بعض اور واحد اس پر دلالت کرتے ہیں، لہذا یہ قضیہ موجبہ جزئیہ ہیں، اور لفظ بعض اور واحد اس کے سور ہیں۔

سالہ جزئیہ کا سور: لیس کل، لیس بعض، اور بعض لیس ہے، جیسے لیس کل حیوان انسانا، (ہر حیوان انسان نہیں ہے) ولیس بعض حیوان انسانا (اور بعض حیوان انسان نہیں ہیں) وبعض حیوان لیس بانسان (اور بعض حیوان انسان نہیں ہیں) مذکورہ مثالوں میں انسان ہونے کی نفی حیوان کے بعض افراد سے کی گئی ہے، لہذا یہ مثالیں قضیہ سالہ جزئیہ کی ہیں اور چونکہ لیس کل اور لیس بعض اور بعض لیس اس پر دلالت کرتے ہیں لہذا یہ تینوں سالہ جزئیہ کے سور ہیں۔

فائدہ: ۱- موجبہ کلیہ کا سور جس طرح کل افراد کی اسی طرح لام استغراق بھی ہے، کیونکہ موجبہ کلیہ میں محمول کے ثبوت کا حکم موضوع کے تمام افراد پر لگایا جاتا ہے اور لام استغراق بھی چونکہ اپنے مدخول کے تمام افراد پر دلالت کرتا ہے، اس لئے موجبہ کلیہ کا سور لام استغراق ہے، چنانچہ مثال ملاحظہ ہو، جیسے الحمد للہ رب العلمین، دیکھئے اس مثال میں حمد کا ہر ہر فرد اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے لہذا یہ موجبہ کلیہ کی مثال ہے۔

۲- سالہ کلیہ کا سور جس طرح لاشئ اور لا واحد ہے، اسی طرح نکرہ کا تحت اللفی واقع ہونا بھی سالہ کلیہ کا سور ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ عدم استغراق کا قرینہ نہ پایا جائے، اگر عدم استغراق کا قرینہ پایا جائے گا تو سالہ کلیہ کا سور نہ ہوگا جیسے صاحبانی رجل بل رجلان، دیکھئے اس مثال میں نکرہ کا تحت اللفی واقع ہے، لیکن یہ سالہ کلیہ کی مثال نہیں بن سکتی، کیونکہ یہاں استغراق نہ ہونے کا قرینہ پایا جا رہا ہے، اور وہ یہ کہ رجل کے بعد رجلان کا ذکر کرنا اس بات پر قرینہ ہے کہ یہاں رجل سے تمام رجل مراد نہیں ہیں۔

الحاصل اگر نکرہ کا تحت اللفی واقع ہو اور عدم استغراق کا قرینہ نہ پایا جائے تو وہ بھی سالہ کلیہ کا سور ہوگا کیونکہ نکرہ فرد مبہم غیر معین پر دلالت کرتا ہے، اور جب اس پر حرف نفی داخل کر دی گئی تو ہر فرد غیر معین کی نفی ہو گئی جس سے تمام افراد کی نفی لازم آتی ہے۔ اسی کو دوسرے لفظوں میں اس طرح کہیے کہ جب نکرہ کا تحت اللفی واقع ہوتا ہے تو وہ عموم کا فائدہ دیتا ہے اس لئے اس کو بھی سالہ کلیہ کا سور شمار کیا گیا ہے، جیسے ما من ماء الا هو رطب (نہیں ہے کوئی پانی مگر وہ تر ہے) دیکھئے اس مثال میں لفظ ”ماء“ نکرہ ہے اور نفی کے بعد ہے جس کی وجہ سے عموم کا فائدہ دے رہا ہے، یعنی پانی کے ہر ہر فرد سے غیر رطب کی نفی کا فائدہ دیتا ہے، لہذا یہ سالہ کلیہ ہے، اور اس پر چونکہ نکرہ کا تحت اللفی دلالت کر رہا ہے، لہذا یہ سالہ کلیہ کا سور ہے۔

۳- محصورات اربعہ کے واسطے سور کا ہونا عربی زبان ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ ہر زبان میں سور ہوتا ہے، جو اسی زبان کے ساتھ خاص ہوتا ہے، چنانچہ فارسی میں موجبہ کلیہ کا سور لفظ ”ہر“ آتا ہے، جیسا کہ شاعر نے اپنے شعر میں موجبہ کلیہ کا سور لفظ ”ہر“ استعمال کیا ہے۔

ہر آنکس کہ در بند حرص افتاد دہد خرمن زندگانی بباد

دیکھئے اس شعر میں انسان کے ہر ہر فرد کے لئے یہ حکم ہے کہ جو آدمی حرص و لالچ میں پڑتا ہے، اور لالچی ہو جاتا ہے تو وہ اپنی زندگی کے کھلیان کو ہوا دیتا ہے یعنی اپنی زندگی کو برباد کر دیتا ہے، اور ہر جگہ ذلیل و رسوا ہوتا ہے، موجبہ جزئیہ کا سور ”برخ ہست“ ہے (تھوڑا ہے) اور سالہ کلیہ کا سور فارسی زبان میں ”ہیج نیست“ ہے، (کوئی نہیں ہے) اور سالہ جزئیہ کا سور فارسی میں ”برخ نیست“ ہے اس طرح اردو زبان میں بھی سور کا استعمال ہوتا ہے، چنانچہ موجبہ کلیہ کا سور اردو زبان میں ”سب، تمام“ ہے، اور موجبہ جزئیہ کا سور، ”تھوڑا، کوئی نہ کوئی، چند“ ہے اور سالہ کلیہ کا سور اردو زبان میں ”کچھ نہیں، کوئی نہیں“ آتا ہے، اور سالہ جزئیہ کا سور ”بعض نہیں، چند نہیں“ آتا ہے۔

وَالْفَرْقُ بَيْنَ الْأَسْوَارِ الثَّلَاثَةِ أَنَّ لَيْسَ كُلُّ ذَا لٍ عَلَى رَفْعٍ إِلَّا يُجَابُ الْكُلِّيُّ بِالْمُطَابَقَةِ وَ عَلَى السَّلْبِ

الْجُزْئِيُّ بِالْإِلْتِزَامِ وَ لَيْسَ بَعْضُ لَيْسَ بِالْعَكْسِ مِنْ ذَلِكَ أَمَّا أَنْ لَيْسَ كُلُّ ذَالٍ عَلَى رَفْعِ الْإِيجَابِ الْكُلِّيِّ بِالْمُطَابَقَةِ فَلَنَا إِذَا قُلْنَا كُلُّ حَيَوَانٍ إِنْسَانٌ يَكُونُ مَعْنَاهُ ثُبُوتُ الْإِنْسَانِ لِكُلِّ وَاحِدٍ وَاحِدٍ مِنْ أَفْرَادِ الْحَيَوَانِ وَ هُوَ الْإِيجَابُ الْكُلِّيُّ وَإِذَا قُلْنَا لَيْسَ كُلُّ حَيَوَانٍ إِنْسَانًا يَكُونُ مَفْهُومُهُ الصَّرِيحُ أَنَّهُ لَيْسَ يَثْبُتُ الْإِنْسَانُ لِكُلِّ وَاحِدٍ وَاحِدٍ مِنْ أَفْرَادِ الْحَيَوَانِ وَ هُوَ رَفْعُ الْإِيجَابِ الْكُلِّيِّ وَأَمَّا أَنَّهُ ذَالٌ عَلَى السَّلْبِ الْجُزْئِيِّ بِالْإِلْتِزَامِ فَلَنَنْتَفِعَ إِذَا ارْتَفَعَ الْإِيجَابُ الْكُلِّيُّ فَأَمَّا أَنْ يَكُونَ الْمَحْمُولُ مَسْلُوبًا عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ وَاحِدٍ وَ هُوَ السَّلْبُ الْكُلِّيُّ أَوْ يَكُونُ مَسْلُوبًا عَنْ الْبَعْضِ ثَابِتًا لِبَعْضٍ وَ عَلَى كِلَا التَّقْدِيرَيْنِ يَصْدُقُ السَّلْبُ الْجُزْئِيُّ جَزْمًا فَالسَّلْبُ الْجُزْئِيُّ مِنْ ضَرُورِيَّاتِ مَفْهُومِ لَيْسَ كُلُّ أَحَى رَفْعُ الْإِيجَابِ الْكُلِّيِّ وَمِنْ لَوَازِمِهِ فَيَكُونُ دَلَالَتُهُ عَلَيْهِ بِالْإِلْتِزَامِ.

ترجمہ: اور تینوں سوروں میں فرق یہ ہے کہ ”لیس کل“ ایجاب کلی کے رفع پر مطابقت اور سلب جزئی پر التزاما دلالت کرتا ہے، اور لیس بعض اور بعض لیس اس کے برعکس ہیں، اور بہر حال یہ کہ لیس کل، ایجاب کلی کے رفع پر مطابقت دلالت کرتا ہے، تو اس لئے کہ جب ہم کل انسان حیوان کہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ انسان کا ثبوت حیوان کے افراد میں سے ہر ہر فرد کے لئے ہے اور یہی ایجاب کلی ہے، اور جب ہم ”لیس کل حیوان انسانا“ کہیں تو اس کا صریح مفہوم یہ ہے کہ انسان حیوان کے افراد میں سے ہر ہر فرد کے لئے ثابت نہیں، اور یہی رفع ایجاب کلی ہے، اور بہر حال یہ کہ وہ سلب جزئی پر التزاما دلالت کرتا ہے، تو اس لئے کہ جب ایجاب کلی اٹھ گیا، تو اب محمول یا تو ہر واحد سے مسلوب ہوگا اور یہی سلب کلی ہے، یا بعض سے مسلوب ہوگا اور بعض کے لئے ثابت ہوگا اور دونوں صورتوں پر سلب جزئی یقیناً صادق آتا ہے، پس سلب جزئی لیس کل کے معنی رفع ایجاب کلی کے مفہوم کی ضروریات اور اس کے لوازم میں سے ہے، اس لئے اس کی دلالت سلب جزئی پر التزامی ہوگی۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے سالبہ جزئیہ کے اسوار ثلاثہ کے درمیان فرق بیان کیا ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ لیس کل رفع ایجاب کلی پر مطابقت دلالت کرتا ہے، اور سلب جزئی پر التزاما، اور بعض لیس اور لیس بعض اس کے برعکس ہیں یعنی سلب جزئی پر مطابقت اور رفع ایجاب کلی پر التزاما دلالت کرتے ہیں، اس کی توضیح و تفصیل یہ ہے کہ اس عبارت میں شارح نے لیس کل کے بارے میں دو دعوے کئے ہیں: ۱- لیس کل رفع ایجاب کلی پر مطابقت دلالت کرتا ہے۔ ۲- سلب جزئی پر التزاما دلالت کرتا ہے، ان دونوں دعوؤں کی دلیل یہ ہے کہ قاعدہ ہے کہ جب نفی کسی مقید پر داخل ہو تو نفی قید کی طرف راجع ہوتی ہے، نہ کہ اصل کی طرف اور کبھی مقید کی طرف راجع ہوتی ہے اور اصل شئی کی نفی کرتی ہے، یہاں لیس ایجاب کلی پر داخل ہے، یعنی ایسے ایجاب پر داخل ہے جو کایت کے ساتھ مقید ہے تو کلی ہونا مقید ہے اور ایجاب مقید ہے، تو اگر لیس مقید یعنی ایجاب کی نفی کرے گا تو سلب کلی ہو جائے گا، اور اگر قید کی کایت کی نفی کرے گا، تو حکم بعض افراد سے مسلوب ہوگا اور بعض کے لئے ثابت ہوگا تو سلب جزئی پر صادق ہوگی، اس لئے کہ سلب جزئی رفع ایجاب کلی کے ضروریات اور اس کے لوازم میں سے ہے، لہذا لیس کل کی دلالت سلب جزئی پر التزاما ہوگی۔

اب ان کو مثال سے سمجھئے، مثلاً جب کہا جائے کل انسان حیوان تو اس کے معنی یہ ہوتا ہے کہ حیوان کے افراد میں سے

ہر ہر فرد کے لئے حیوانیت ثابت ہے، اور یہی ایجاب کلی ہے، اور جب اس پر حرف نفی "لیس" داخل کر کے یوں کہا جائے، لیس کل حیوان انسانا، اس کا مفہوم صریح یہ ہے کہ حیوان کا ہر ہر فرد انسان نہیں ہے یہی رفع ایجاب کلی ہے، دیکھئے اس مثال میں حرف نفی قید کی نفی کر رہی ہے، یہ دعویٰ اول کی وضاحت ہوئی، دوسرا دعویٰ یہ تھا کہ "لیس کل" سلب جزئی پر التزاما دلالت کرتا ہے، اس دعویٰ کی تفصیل یہ ہے کہ لیس کل کے ذریعہ جب ایجاب کلی کا رفع ہو گیا تو اب یہ دو حال سے خالی نہیں یا تو محمول کی نفی موضوع کے تمام افراد سے ہوگی اسی کا نام سلب کلی ہے، یا محمول کی نفی بعض افراد سے ہوگی اور بعض کے لئے محمول ثابت ہوگا، جو کسی بھی صورت ہو، سالبہ جزئیہ ضرور بالضرور پایا جائے گا، کیونکہ رفع ایجاب کلی کے لئے سلب جزئی لازم اور ضروری ہے، اور شی کی دلالت اپنے لازم پر چونکہ دلالت التزامی ہوتی ہے اس لئے شارح نے کہا کہ رفع ایجاب کلی کی دلالت سلب جزئی پر التزاما ہوتی ہے۔

لَا يُقَالُ مَفْهُومٌ لَيْسَ كُلُّ وَهُوَ رَفْعُ الْإِيجَابِ الْكُلِّيِّ أَعْمٌ مِنَ السَّلْبِ عَنِ الْكُلِّ أَيْ السَّلْبِ الْكُلِّيِّ وَالسَّلْبِ عَنِ الْبَعْضِ أَيْ السَّلْبِ الْجُزْئِيِّ فَلَا يَكُونُ دَالًّا عَلَى السَّلْبِ الْجُزْئِيِّ بِالْإِلتِزَامِ لِأَنَّ الْعَامَّ لَا دَلَالَةَ لَهُ عَلَى الْخَاصِّ بِأَحَدِ الدَّلَالَاتِ الثَّلَاثِ لِأَنَّا نَقُولُ رَفْعُ الْإِيجَابِ الْكُلِّيِّ لَيْسَ أَعْمٌ مِنَ السَّلْبِ الْجُزْئِيِّ بَلْ أَعْمٌ مِنَ السَّلْبِ عَنِ الْكُلِّ وَالسَّلْبِ عَنِ الْبَعْضِ مَعَ الْإِيجَابِ لِلْبَعْضِ وَالسَّلْبِ الْجُزْئِيِّ هُوَ السَّلْبُ عَنِ الْبَعْضِ سَوَاءً كَانَ مَعَ الْإِيجَابِ لِلْبَعْضِ الْآخِرِ أَوْ لَا يَكُونُ فَهُوَ مُشْتَرَكٌ بَيْنَ ذَلِكَ الْقِسْمِ وَبَيْنَ السَّلْبِ الْكُلِّيِّ فَالسَّلْبُ الْجُزْئِيُّ لَا زِمَ لَهُمَا وَإِذَا انْخَصَرَ الْعَامُّ فِي قِسْمَيْنِ كُلُّ مِنْهُمَا يَكُونُ مُلزُومًا لِأَمْرٍ كَانَ ذَلِكَ الْأَمْرُ الْأَزِمُّ لَا زِمًا لِلْعَامِّ أَيْضًا فَيَكُونُ السَّلْبُ الْجُزْئِيُّ لَا زِمًا لِمَفْهُومِ رَفْعِ الْإِيجَابِ الْكُلِّيِّ لِأَنَّ لَا زِمَ الْأَزِمِ لَا زِمَ وَبِعِبَارَةٍ أُخْرَى لَيْسَ كُلُّ يَلْزِمُهُ السَّلْبُ الْجُزْئِيُّ فَإِنَّهُ مَتَى ارْتَفَعَ الْإِيجَابُ الْكُلِّيُّ صَدَقَ السَّلْبُ عَنِ الْبَعْضِ لِأَنَّهُ لَوْ لَمْ يَكُنِ الْمَحْمُولُ مَسْلُوبًا عَنْ شَيْءٍ مِنَ الْأَفْرَادِ لَكَانَ ثَابِتًا لِلْكُلِّ وَالْمُقَدَّرُ خِلَافُهُ هَذَا خُلِفَ.

ترجمہ: نہ کہا جائے کہ "لیس کل" کا مفہوم رفع ایجاب کلی ہے، یہ سلب عن الكل یعنی سلب کلی اور سلب عن البعض یعنی سلب جزئی سے اعم ہے، اس لئے سلب جزئی پر وہ بالالتزام دلالت نہیں کرے گا، اس لئے کہ عام کی دلالت خاص پر تینوں دالاتوں میں سے کوئی دلالت نہیں ہے، اس لئے کہ ہم کہیں گے کہ رفع ایجاب کلی سلب جزئی سے اعم نہیں ہے، بلکہ وہ سلب عن الكل اور سلب عن البعض مع ایجاب للبعض سے اعم ہے، اور سلب جزئی وہ سلب عن البعض ہے، خواہ بعض آخر کے لئے ایجاب کے ساتھ ہو یا نہ ہو، پس یہ اس قسم اور سلب کلی کے درمیان مشترک ہے، پس سلب جزئی ان دونوں کو لازم ہے، اور جب عام دو قسموں پر منحصر ہے، جن میں سے ہر ایک ایک امر کے لئے ملزوم ہے، تو امر لازم عام کے لئے بھی لازم ہوگا، پس سلب جزئی ایجاب کلی کے رفع کے مفہوم کے لئے لازم ہوگا، اس لئے کہ لازم کا لازم لازم ہوتا ہے، اور دوسرے الفاظ سے (اس طرح کہیے کہ) لیس کل کو سلب جزئی لازم ہے، کیونکہ جب ایجاب کلی مرتفع ہو گیا تو سلب عن البعض صادق ہوگا، اس لئے کہ اگر محمول افراد میں سے کسی فرد سے بھی مسلوب نہ ہو تو تمام افراد کے لئے ثابت ہوگا، حالانکہ یہ خلاف مفروض ہے، وھذا خلف۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے ایک اعتراض ذکر کر کے پھر اس کا جواب دیا ہے، معترض کہتا ہے کہ آپ کا یہ کہنا کہ رفع ایجاب کلی سلب جزئی پر دلالت کرتا ہے صحیح نہیں، اس لئے کہ ”لیبس کل“ کا مفہوم یعنی ایجاب کلی کا رفع ہے، اور یہ سلب کلی اور سلب جزئی دونوں پر صادق آتا ہے، تو رفع ایجاب کلی سلب جزئی سے عام ہوا، کیونکہ عام اس کو کہتے ہیں جو خاص اور اس کے غیر پر صادق آئے اور چونکہ رفع ایجاب کلی، سلب جزئی اور اس کے غیر یعنی سلب کلی پر صادق آتا ہے، لہذا رفع ایجاب کلی سلب جزئی سے عام ہوا اور یہ ضابطہ مسلمہ ہے کہ عام کی خاص پر تینوں دلائلوں میں سے کوئی دلالت نہیں ہوتی، لہذا رفع ایجاب کلی سلب جزئی پر دلالت نہیں کرے گا نہ مطابقت نہ تضمن اور نہ التزام؟

اب رہا یہ سوال کہ عام کی خاص پر کوئی دلالت کیوں نہیں ہوتی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر عام کی خاص پر دلالت مطابقتی ہو، تو عام و خاص کا مساوی ہونا لازم آتا ہے، جو صحیح نہیں، اور دلالت تضمنی بھی نہیں ہو سکتی، ورنہ تو عام کلی اور خاص اس کے اجزاء ہو جائیں گے، اور کل اپنے اجزاء کے بغیر نہیں پایا جاسکتا، لہذا اس سے یہ لازم آئے گا کہ عام خاص کے بغیر موجود نہ ہو، حالانکہ عام خاص کے بغیر پایا جاسکتا ہے، اور دلالت التزامی بھی نہیں ہو سکتی، کیونکہ دلالت التزامی کے وجود کے لئے لازم بین بالمعنی الاخص ضروری ہوتا ہے، اور یہاں یہ ممکن ہے کہ وہ خاص عام کا لازم ذہنی ہو، جس سے یہ لازم آئے گا کہ عام لازم کے بغیر نہ پایا جائے، حالانکہ عام اپنے وجود میں اس قسم کے امور کا محتاج نہیں ہوا کرتا، لہذا معلوم ہوا کہ عام کی خاص پر تینوں دلائلوں میں سے کوئی دلالت قطعی نہیں ہے، تو آپ نے یہ کیسے کہہ دیا کہ رفع ایجاب کلی کی دلالت سلب جزئی پر التزامی ہوتی ہے۔

لانا نقول - سے شارح نے اس اعتراض کا جواب دیا ہے، حاصل جواب یہ ہے کہ رفع ایجاب کلی سلب جزئی سے عام نہیں ہے جیسا کہ معترض کو غلط فہمی ہوئی ہے، بلکہ وہ سلب عن الكل اور سلب عن البعض مع الایجاب للبعض سے عام ہے، صرف سلب عن البعض سے عام نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ مع الایجاب للبعض کی قید بھی ہے، گویا یہ عام ان دونوں قسموں میں مشترک ہے، اور یہ دونوں قسمیں خاص ہیں، اور سلب جزئی سلب عن البعض کو کہتے ہیں، خواہ دوسرے بعض کے لئے ایجاب کے ساتھ ہو یا نہ ہو، اس میں دوسرے بعض کے بارے میں یہ علم نہیں کہ وہ ایجاب کے ساتھ متصف ہے یا سلب کے ساتھ، حالانکہ وہ ”سلب عن البعض“ جس سے ”رفع ایجاب کلی“ اعم ہے، اس میں بعض آخر، کے لئے ایجاب کی قید ضروری ہے، اس لئے رفع ایجاب کلی سلب جزئی سے اعم نہیں ہے، البتہ رفع ایجاب کلی کو سلب جزئی ان دونوں قسموں کے واسطے سے لازم ہوگا، دلیل یہ ہے کہ سلب جزئی ان دونوں قسموں یعنی سلب عن الكل اور سلب عن البعض مع الایجاب للبعض کو لازم ہے، اور یہ دونوں ملزوم ہیں، اور رفع ایجاب کلی یعنی عام چونکہ ان دونوں میں منحصر ہے، اس لئے جو ان دونوں کو لازم ہوگا، وہ رفع ایجاب کلی یعنی عام کے لئے بھی یقیناً لازم ہوگا، اس لئے کہ لازم کا لازم، لازم ہوتا ہے، لہذا سلب جزئی ایجاب کلی کے رفع کو لازم ہوگا، اور رفع ایجاب کلی ملزوم ہوگا، اور ملزوم کی لازم پر دلالت چونکہ دلالت التزامی ہی ہوا کرتی ہے، اس لئے ہم نے کہا کہ رفع ایجاب کلی کی دلالت سلب جزئی پر التزامی ہے، لہذا ہمارے اس قول پر اب کسی قسم کا کوئی اعتراض وارد نہیں کیا جاسکتا۔

دوسرے الفاظ میں آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ”لیبس کل“ سلب جزئی کا ملزوم ہے، اور وہ اس کو لازم ہے، کیونکہ جب ایجاب کلی کا رفع ہوگا تو سلب عن البعض لازمی طور پر پایا جائے گا۔ دلیل یہ ہے کہ اگر محمول موضوع کے کسی فرد سے بھی مسلوب نہ ہو،

تو پھر ہر فرد کیلئے ثابت ہوگا، یعنی اگر آپ سالبہ جزئیہ ماننے کیلئے تیار نہیں تو اسکی نفیض یعنی موجبہ کلیہ آپکو ماننی پڑے گی۔ ورنہ تو ارتقاع نفیض لازم آئے گا جو محال ہے، اور اس کی نفیض بھی خلاف مفروض ہونے کی وجہ سے محال ہے، اور یہ محال اس لئے لازم آیا کہ آپ نے ہمارا دعویٰ یعنی سالبہ جزئیہ کو نہیں مانا، لہذا یہ بات ثابت ہوگئی کہ جب ایجاب کلی کا رفع ہوگا تو اسکے ضمن میں سالبہ جزئیہ بھی یقیناً صادق ہوگا۔

وَأَمَّا أَنْ لَيْسَ بَعْضُ وَبَعْضُ لَيْسَ يَدُلُّانِ عَلَى السَّلْبِ الْجُزْئِيِّ بِالمُطَابَقَةِ فَظَاهِرٌ لَنَا إِذَا قُلْنَا بَعْضُ الْحَيَوَانَ لَيْسَ بِإِنْسَانٍ أَوْ لَيْسَ بَعْضُ الْحَيَوَانَ إِنْسَانًا يَكُونُ مَفْهُومُهُ الصَّرِيحُ سَلْبُ الْإِنْسَانِ عَنْ بَعْضِ أَفْرَادِ الْحَيَوَانَ لِلتَّصَرُّحِ بِالْبَعْضِ وَادْخَالِ حَرْفِ السَّلْبِ عَلَيْهِ وَهُوَ السَّلْبُ الْجُزْئِيُّ وَأَمَّا أَنَّهُمَا يَدُلُّانِ عَلَى رَفْعِ الْإِيجَابِ الْكُلِّيِّ بِالْإِتِّزَامِ فَلِأَنَّ الْمَحْمُولَ إِذَا كَانَ مَسْلُوبًا عَنْ بَعْضِ الْأَفْرَادِ لَا يَكُونُ ثَابِتًا لِكُلِّ الْأَفْرَادِ فَيَكُونُ الْإِيجَابُ الْكُلِّيُّ مُرْتَفِعًا هَذَا هُوَ الْفَرْقُ بَيْنَ لَيْسَ كُلُّ وَبَيْنَ الْأَخِيرَيْنِ.

ترجمہ: اور بہر حال یہ کہ ”لیس بعض“ اور بعض لیس“ سلب جزئی پر مطابقت دلاتے ہیں، تو یہ ظاہر ہے، اس لئے کہ جب ہم بعض الحيوان لیس بانسان یا لیس بعض الحيوان انسانا کہیں، تو اس کا صریح مفہوم حیوان کے بعض افراد سے انسان کا سلب ہے، بعض کی تصریح اور اس پر حرف سلب داخل کرنے کی وجہ سے، اور یہی سلب جزئی ہے، اور بہر حال یہ کہ وہ دونوں رفع ایجاب کلی پر التزام دلاتے کرتے ہیں، تو اس لئے کہ محمول جب بعض افراد سے مسلوب ہو تو وہ کل افراد کے لئے ثابت نہ ہوگا، لہذا ایجاب کلی مرتفع ہوگا، یہی فرق ہے لیس کل اور آخری دو (یعنی لیس بعض اور بعض لیس) کے درمیان۔

تشریح: سالبہ جزئیہ کے اسوارثلثہ میں سے لیس کل کے بارے میں شارح نے یہ بیان کیا کہ وہ رفع ایجاب کلی پر مطابقت دلاتے کرتا ہے، اور سلب جزئی پر التزام دلاتے کرتا ہے، اور اب یہاں سے یہ بتا رہے ہیں کہ لیس بعض اور بعض لیس سلب جزئی پر مطابقت دلاتے کرتے ہیں، اور رفع ایجاب کلی پر التزام دلاتے کرتے ہیں، جس کی تشریح یہ ہے کہ قضیہ میں جب لفظ ”بعض“ داخل کیا جاتا ہے تو کل پر حکم مقصود نہیں ہوتا لہذا لیس بعض اور بعض لیس کے ذریعہ بھی کل افراد سے نفی مقصود نہ ہوگی، بلکہ بعض افراد سے نفی مقصود ہوگی، اور اسی کا نام سلب جزئی ہے، مثال کے طور پر جب کہا جائے، بعض الحيوان لیس بانسان، یا لیس بعض الحيوان انسانا، تو اس کا صریح مفہوم یہی ہے کہ حیوان کے بعض افراد سے انسان کی نفی کی گئی ہے، اور بعض افراد سے محمول کی نفی کا نام ہی سلب جزئی ہے، لہذا معلوم ہوا کہ یہ دونوں سلب جزئی پر مطابقت دلاتے کرتے ہیں، اب رہا یہ سوال کہ یہ دونوں ”رفع ایجاب کلی“ پر التزام کیسے دلاتے کرتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب محمول موضوع کے بعض افراد سے سلب جزئی کی وجہ سے مسلوب ہوا تو محمول کل افراد کے لئے ثابت نہ ہوا، اور کل افراد کے لئے محمول کا ثابت نہ ہونے کا نام ہی رفع ایجاب کلی ہے، اور یہ بات چونکہ التزام سمجھ میں آرہی ہے اس لئے لیس بعض اور بعض لیس کی دلالت رفع ایجاب کلی پر التزامی ہے، ہذا هو الفرق، یہی فرق ہے سالبہ جزئیہ کے اسوارثلثہ میں سے لیس کل اور بعض لیس اور لیس بعض کے درمیان۔

وَأَمَّا الْفَرْقُ بَيْنَ الْأَخِيرَيْنِ فَهُوَ أَنَّ لَيْسَ بَعْضُ قَدْ يُذَكِّرُ لِلْسَّلْبِ الْكُلِّيِّ لِأَنَّ الْبَعْضَ غَيْرُ مُعَيَّنٍ فَإِنَّ تَعْيِينَ بَعْضِ الْأَفْرَادِ خَارِجٌ عَنْ مَفْهُومِ الْجُزْئِيَّةِ فَاشْبَهَ النِّكَرَةَ فِي سِيَاقِ النَّفْيِ فَكَمَا أَنَّ النِّكَرَةَ فِي

سباقِ النفی تُفیدُ العُومُ کذلک ہُنَا اِیضًا لِاَنَّهُ اَحْتَمَلُ اَنْ یُعْفَہْ مِنْهُ السَّلْبُ فِیْ اَیِّ بَعْضٍ کَانَ وَهُوَ السَّلْبُ الْکُلِّیُّ بِخِلَافِ بَعْضٍ لَیْسَ فَاِنَّ الْبَعْضَ هُنَا وَاِنْ کَانَ اِیضًا غَیْرُ مُعَیَّنٍ اِلَّا اَنَّهُ لَیْسَ وَاِیْقَاعًا فِیْ سِیَاقِ النِّفَی بَلِ السَّلْبُ اِنَّمَا هُوَ وَاِردَ عَلَیْہِ وَ بَعْضٍ لَیْسَ قَدْ یُذْکَرُ لِلْاِیْجَابِ الْعُدُولِی الْجُزْئِی حَتّٰی اِذَا قِیلَ بَعْضُ الْحَیْوَانِ لَیْسَ بِاِنْسَانٍ اُرِیدَ بِہِ اِثْبَاتُ الْاِنْسَانِیَّةِ لِبَعْضِ الْحَیْوَانِ لَا سَلْبُ الْاِنْسَانِیَّةِ عَنْہُ وَ فَرَقَ مَا بَیْنَهُمَا کَمَا سَتَقِفُ عَلَیْہِ بِخِلَافِ لَیْسَ بَعْضٍ اِذْ لَا یُمْکِنُ تَصَوُّرُ الْاِیْجَابِ مَعَ تَقَدُّمِ حَرْفِ السَّلْبِ عَلٰی الْمَوْضُوعِ۔

ترجمہ: اور بہر حال آخری دو کے درمیان فرق تو وہ یہ ہے کہ لیس بعض کبھی سلب کلی کے لئے ذکر کیا جاتا ہے، اس لئے کہ بعض غیر معین ہے، کیونکہ بعض افراد کی تعین جزیت کے مفہوم سے خارج ہے، تو یہ نکرہ فی سباق النفی کے مشابہ ہو گیا، تو جس طرح نکرہ نفی کے سباق میں عموم کا فائدہ دیتا ہے، اسی طرح یہاں بھی (لفظ بعض) ہے، اس لئے کہ یہ احتمال ہے کہ اس سے سلب مفہوم ہو، چاہے جس ”بعض“ میں بھی ہو، اور یہی سلب کلی ہے، برخلاف ”بعض لیس“ کے کیونکہ ”بعض“ یہاں (بھی) اگرچہ غیر معین ہے، مگر یہ کہ وہ سباق نفی میں واقع نہیں ہے، بلکہ سلب اس پر وارد ہے، اور ”بعض لیس“ کبھی ایجاب عدولی جزئی کے لئے ذکر کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ جب بعض الحيوان ہو لیس بانسان کہا جائے، تو اس سے بعض حیوان کے لئے لا انسانیہ کا اثبات مراد لیا جاتا ہے، نہ کہ اس سے انسانیہ کا سلب، اور ان دونوں کے درمیان فرق ہے جیسا کہ عنقریب آپ اس سے واقف ہو جائیں گے، بخلاف ”لیس بعض“ کے کیونکہ ایجاب کا تصور حرف سلب کے موضوع پر مقدم ہونے کے ساتھ ناممکن ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے سالبہ جزئیہ کے اسوار میں سے ”لیس بعض“ اور ”بعض لیس“ کے درمیان فرق بیان کیا ہے، چنانچہ ان کے درمیان دو طرح سے فرق بیان کیا ہے۔ ۱۔ لیس بعض کبھی سلب کلی کے لئے استعمال ہوتا ہے، اس وجہ سے کہ لفظ بعض غیر معین ہونے کی بناء پر اس نکرہ کے مشابہ ہے جو تحت النفی واقع ہو، تو جس طرح نکرہ تحت النفی عموم اور شمول کا فائدہ دیتا ہے، اسی طرح ”لیس بعض“ بھی عموم نفی کا فائدہ دے گا۔ اس کی دو وجہ ہیں: ۱۔ یہ ہے کہ اس میں لفظ ”بعض“ غیر معین ہے۔ ۲۔ یہ ہے کہ اس بعض پر حرف سلب ”لیس“ بھی داخل ہے، اب ہر فرد میں سلب کا احتمال موجود ہے، اور عموم نفی کا نام ہی سلب کلی ہے، لیکن بعض لیس سلب کلی کے لئے استعمال نہیں ہوتا، اس میں لفظ ”بعض“ اگرچہ غیر معین ہے لیکن وہ تحت النفی واقع نہیں ہے، بلکہ فوق النفی واقع ہے، اس لئے اس سے عموم نفی کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ بعض لیس کبھی موجبہ جزئیہ معدولہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، بشرطیکہ رابطہ حرف سلب پر مقدم آجائے، جیسے بعض الحيوان ہو لیس بانسان دیکھئے اس مثال میں رابطہ حرف سلب پر مقدم ہے اور حرف سلب یعنی لیس اور انسان دونوں ملکر محمول واقع ہو رہے ہیں، یعنی اس میں حیوان کے بعض افراد کے لئے لا انسانیہ کو ثابت کیا گیا ہے، اس سے سلب انسانیہ مراد نہیں ہے، اس کی مزید تشریح معدولہ کی بحث میں آ رہی ہے، لیکن لیس بعض قضیہ معدولہ موجبہ جزئیہ نہیں ہو سکتا، کیونکہ معدولہ میں حرف سلب موضوع کا جزء ہوتا ہے، یا محمول کا یا دونوں کا، اور ”لیس بعض“ کی صورت میں حرف سلب کسی کا بھی

جزء واقع نہیں ہو سکتا، نہ موضوع کا، نہ محمول کا اور نہ ہی دونوں کا، جیسے لیس بعض الحيوان انساناً دیکھے اس مثال میں حرف سلب یعنی لیس موضوع سے مقدم ہے، اس لئے ایجاب کا تصور ممکن نہیں ہے۔

قَالَ وَإِنْ لَمْ يَبَيَّنْ فِيهَا كَمِيَّةُ الْأَفْرَادِ فَإِنَّ لَمْ تَصْلُحْ لِأَنْ تَصْدُقَ كُلِّيَّةٌ وَ جُزْئِيَّةٌ سُمِّيَتْ الْقَضِيَّةُ طَبِيعِيَّةً كَقَوْلِنَا الْحَيَوَانَ جِنْسٌ وَالْإِنْسَانُ نَوْعٌ لِأَنَّ الْحُكْمَ فِيهَا عَلَى نَفْسِ الطَّبِيعَةِ وَإِنْ صَلَحَتْ كَذَلِكَ سُمِّيَتْ مُهْمَلَةً كَقَوْلِنَا الْإِنْسَانُ فِي خُسْرٍ وَالْإِنْسَانُ لَيْسَ فِي خُسْرٍ أَقُولُ مَا مَرَّ كَانَ إِذَا بَيَّنَّ فِي الْقَضِيَّةِ كَمِيَّةُ أَفْرَادِ الْمَوْضُوعِ وَ أَمَّا إِذَا لَمْ تَبَيَّنْ فَلَا يَخْلُو أَمَّا أَنْ تَصْلُحَ الْقَضِيَّةُ لِأَنْ تَصْدُقَ كُلِّيَّةٌ وَ جُزْئِيَّةٌ بَأَنَّ يَكُونَ الْحُكْمُ فِيهَا عَلَى أَفْرَادِ الْمَوْضُوعِ أَوْ لَمْ تَصْلُحْ بَأَنَّ يَكُونَ الْحُكْمُ فِيهَا عَلَى طَبِيعَةِ الْمَوْضُوعِ نَفْسِهَا لَا عَلَى الْأَفْرَادِ فَإِنْ لَمْ تَصْلُحْ لِأَنْ تَصْدُقَ كُلِّيَّةٌ وَ جُزْئِيَّةٌ سُمِّيَتْ طَبِيعِيَّةً لِأَنَّ الْحُكْمَ فِيهَا عَلَى نَفْسِ الطَّبِيعَةِ كَقَوْلِنَا الْحَيَوَانَ جِنْسٌ وَالْإِنْسَانُ نَوْعٌ فَإِنَّ الْحُكْمَ بِالْجِنْسِيَّةِ وَ النُّوعِيَّةِ لَيْسَ عَلَى مَا صَدَقَ عَلَيْهِ الْحَيَوَانَ وَ الْإِنْسَانُ مِنَ الْأَفْرَادِ بَلْ عَلَى نَفْسِ طَبِيعَتِهِمَا وَإِنْ صَلَحَتْ لِأَنْ تَصْدُقَ كُلِّيَّةٌ وَ جُزْئِيَّةٌ سُمِّيَتْ مُهْمَلَةً لِأَنَّ الْحُكْمَ فِيهَا عَلَى أَفْرَادِ مَوْضُوعِهَا وَ قَدْ أَهْمَلْ بَيَانَ كَمِيَّتِهَا كَقَوْلِنَا الْإِنْسَانُ فِي خُسْرٍ وَالْإِنْسَانُ لَيْسَ فِي خُسْرٍ أَيْ مَا صَدَقَ عَلَيْهِ الْإِنْسَانُ مِنَ الْأَفْرَادِ فِي خُسْرٍ وَ لَيْسَ فِي خُسْرٍ فَقَدْ بَانَ أَنَّ الْحَمْلِيَّةَ بِإِعْتِبَارِ الْمَوْضُوعِ مُنْخَصِرَةٌ فِي أَرْبَعَةِ أَقْسَامٍ.

ترجمہ: ماتن نے کہا! اور اگر اس میں افراد کی مقدار بیان نہ کی گئی ہو تو وہ اگر کلی اور جزئی کے طور پر صادق آنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، تو اس کا نام قسبیہ طبعیہ رکھا جاتا ہے، جیسے الحيوان جنسٌ و الانسان نوع اس لئے کہ حکم اس میں نفس طبعیت پر ہے، اور اگر اس طرح کی صلاحیت رکھتا ہو تو اس کا نام مہملہ رکھا جاتا ہے، جیسے ہمارا قول الانسان في خسر اور الانسان ليس في خسر۔ میں کہتا ہوں کہ گذشتہ بیان اس وقت تھا جب قضیہ میں موضوع کے افراد کی مقدار بیان کر دی جائے، اور بہر حال جب کہ بیان نہ کی جائے تو یہ خالی نہیں یا تو یہ کہ قضیہ کلیت اور جزئیت کے طور پر صادق ہونے کی صلاحیت رکھے گا بایں طور کہ حکم اس میں موضوع کے افراد پر ہو، یا صلاحیت نہیں رکھے گا بایں طور کہ حکم اس میں موضوع کی نفس طبعیت پر ہو، نہ کہ افراد پر پس اگر کلیت اور جزئیت کے طور پر صادق ہونے کی صلاحیت رکھے گا تو اس کا نام طبعیہ رکھا جاتا ہے، اس لئے کہ حکم اس میں نفس طبعیت پر ہے، جیسے ہمارا قول الحيوان جنس اور الانسان نوع کیونکہ جنس اور نوع ہونے کا حکم ان افراد پر نہیں ہے جس پر حیوان اور انسان صادق آتے ہیں، بلکہ ان دونوں کی نفس طبعیت پر ہے، اور اگر کلیت اور جزئیت کے طور پر صادق ہونے کی صلاحیت رکھے گا تو اس کا نام مہملہ رکھا جاتا ہے، کیونکہ حکم اس میں موضوع کے افراد پر ہے، اور تحقیق کہ اسکی مقدار کا بیان مہمل رکھا گیا ہے، جیسے ہمارا قول الانسان في خسر اور الانسان ليس في خسر یعنی وہ افراد جس پر انسان صادق ہے ٹوٹے میں ہے اور ٹوٹے میں نہیں ہے، پس یہ ظاہر ہو گیا کہ حملیہ موضوع کے اعتبار سے چار قسموں پر منحصر ہے۔

تشریح: اس سے پہلے یہ کہا گیا ہے تھا کہ موضوع کے اعتبار سے حملیہ کی چار قسمیں ہیں، اب تک صرف دو اقسام کا ذکر کیا گیا، یعنی شخصہ اور محصورہ کا، اب یہاں سے طبعیہ اور مہملہ کو بیان کر رہے ہیں، چنانچہ شارح فرماتے ہیں کہ اگر قضیہ حملیہ میں موضوع کے افراد

کی مقدار بیان نہ کی جائے تو یہ دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ قضیہ کلی اور جزئی کے طور پر صادق آنے کی صلاحیت رکھے گا یا نہیں، اگر صلاحیت رکھے تو اس کو مہملہ کہتے ہیں اور اگر کلی اور جزئی کے طور پر صادق آنے کی صلاحیت نہ رکھے تو اس کو طبعیہ کہتے ہیں۔

طبعیہ: وہ قضیہ حملیہ ہے کہ جس کا موضوع کلی ہو اور حکم صرف ماہیت و حقیقت پر ہو افراد پر نہ ہو، جیسے انسان نوع اور حیوان جنس دیکھئے ان مثالوں میں سے پہلی مثال میں انسان جو کہ موضوع ہے اس کی نفس حقیقت اور نفس طبعیت پر نوع ہونے کا حکم لگایا گیا ہے افراد پر نہیں، اسی طرح دوسری مثال میں حیوان موضوع ہے اس کی نفس حقیقت پر جنس ہونے کا حکم لگایا گیا ہے، افراد پر نہیں دلیل یہ ہے کہ انسان کی حقیقت نوع ہے افراد انسان نوع نہیں، اسی طرح حیوان کی حقیقت جنس ہے افراد حیوان جنس نہیں، لہذا انسان نوع اور حیوان جنس، دونوں قضیے طبعیہ ہیں۔

وجہ تسمیہ: طبعیت کے معنی ہیں ماہیت و حقیقت اور چونکہ اس میں ماہیت و حقیقت پر حکم لگایا جاتا ہے اس لئے اس کو طبعیہ کہتے ہیں۔

مہملہ: وہ قضیہ حملیہ ہے جس میں موضوع کلی ہو، اور حکم کلی کے افراد پر ہو، لیکن افراد کی مقدار بیان نہ کی گئی ہو، جیسے انسان فی خسرو (انسان خسارے میں ہے) والا انسان لیس فی خسرو (انسان خسارے میں نہیں ہے) دیکھئے ان دو مثالوں میں سے پہلی مثال میں انسان کے افراد پر خسارے میں ہونے کا حکم لگایا گیا ہے، مگر افراد کی مقدار بیان نہیں کی گئی ہے، کہ انسان کے سارے افراد خسارے میں ہے یا بعض، لہذا یہ قضیہ مہملہ ہے، اسی طرح دوسری مثال میں، انسان کے افراد پر خسارے میں نہ ہونے کا حکم لگایا گیا ہے، لیکن افراد کی مقدار بیان نہیں کی گئی ہے، کہ انسان کے سارے افراد خسارے میں نہیں ہیں یا بعض، لہذا یہ قضیہ مہملہ ہے۔

وجہ تسمیہ: مہملہ، باب افعال سے اسم مفعول کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں چھوڑ دیا گیا، چونکہ مہملہ میں افراد کی مقدار بیان نہیں کی جاتی بلکہ اس کو چھوڑ دیا جاتا ہے اس لئے اس کو مہملہ کہتے ہیں۔

وَلَكَّ أَنْ تَقُولَ فِي التَّقْسِيمِ مَوْضُوعُ الْحَمَلِيَّةِ إِمَّا جُزْئِيٌّ أَوْ كَلِّيٌّ فَإِنْ كَانَ جُزْئِيًّا فَهِيَ شَخْصِيَّةٌ وَإِنْ كَانَ كَلِّيًّا فَإِمَّا أَنْ يَكُونَ الْحُكْمُ فِيهَا عَلَى نَفْسٍ طَبِيعَةٍ الْكَلِّيَّةِ أَوْ عَلَى مَا صَدَقَ عَلَيْهِ مِنَ الْأَفْرَادِ فَإِنْ كَانَ الْحُكْمُ عَلَى نَفْسِ الطَّبِيعَةِ فَهِيَ الطَّبِيعِيَّةُ وَإِنْ كَانَ عَلَى مَا صَدَقَ عَلَيْهِ مِنَ الْأَفْرَادِ فَإِمَّا أَنْ يَبَيَّنَ فِيهَا كَمِّيَّةَ الْأَفْرَادِ وَهِيَ الْمَحْصُورَةُ وَإِلَّا فَهِيَ الْمُهْمَلَةُ.

ترجمہ: اور تجھے تقسیم میں یہ کہنے کا حق ہے کہ حملیہ کا موضوع یا تو جزئی ہو گا یا کلی، پس اگر جزئی ہو تو وہ شخصیہ ہے، اور اگر کلی ہو تو یا حکم اس میں کلی کی نفس طبعیت پر ہوگا، یا ماصدق علیہ یعنی افراد پر ہوگا، اگر حکم نفس طبعیت پر ہو تو وہ طبعیہ ہے، اور اگر ماصدق علیہ یعنی افراد پر ہو تو اس میں یا تو افراد کی مقدار بیان ہوگی یہی محصورہ ہے ورنہ تو مہملہ ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے قضیہ حملیہ کے موضوع کے اعتبار سے چار قسموں میں منحصر ہونے کی وجہ بیان کی ہے، اور شارح کی دلیل حصر احسن اور عمدہ ہے، کیونکہ ماتن نے جو دلیل حصر بیان کی ہے، اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے، اولاً ماتن کی دلیل حصر بیان کی جاتی ہے، پھر اعتراضات ذکر کیے جائیں گے۔

ماتن کی بیان کردہ دلیل حصر: حملیہ کا موضوع دو حال سے خالی نہیں یا تو جزئی ہو گا یا کلی اگر جزئی ہو تو وہ شخصیہ اور

مخصوصہ ہے، اور اگر کلی ہو تو یہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو اس میں افراد کی مقدار بیان کی گئی ہو یا بیان نہ کی گئی ہو، اگر افراد کی مقدار بیان کی گئی ہو تو وہ محصورہ ہے، اور اگر افراد کی مقدار بیان نہ کی گئی ہو تو یہ بھی دو حال سے خالی نہیں، یا تو وہ قضیہ کلیت اور جزئیت کے طور پر صادق آنے کی صلاحیت رکھتا ہوگا یا نہیں، اگر صلاحیت رکھتا ہو تو وہ مہملہ ہے اور اگر صلاحیت نہ رکھتا ہو تو وہ طبعیہ ہے، خلاصہ یہ ہے کہ مہملہ اور طبعیہ کا دار و مدار کلیت اور جزئیت کے طور پر صادق آنے کی صلاحیت اور عدم صلاحیت پر ہے۔

اعتراضات: اس پر چند اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔

- ۱- ایک اعتراض یہ ہے کہ قضیہ مہملہ پر طبعیہ کی تعریف صادق آتی ہے، جیسے الحيوان انسان اس میں موضوع حیوان ہے اور محمول انسان ہے یہاں انسان حیوان پر کلیہ صادق آنے کی صلاحیت نہیں رکھتا لہذا اس کو طبعیہ کہنا چاہئے، حالانکہ یہ مہملہ ہے۔
 - ۲- دوسرا اعتراض یہ ہے کہ الانسان فی خسار قضیہ مہملہ ہے جو کلیہ اور جزئیہ ہونے کی حالت میں صادق ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا، کیونکہ مہملہ کے لئے کلیہ و جزئیہ میں سے کوئی وصف ہی نہیں ہوتا یہاں تک کہ ان اوصاف میں سے کسی کے ساتھ مقارن ہو، لہذا آپ کا یہ کہنا کہ اگر کلیت اور جزئیت کے طور پر صادق ہونے کی صلاحیت رکھے، تو وہ مہملہ ہے صحیح نہیں؟
 - ۳- تیسرا اعتراض یہ ہے کہ بعض طبعیات پر مہملہ کی تعریف صادق آتی ہے، جیسے الانسان حیوان ناطق میں جب طبعیت انسان پر حیوان ناطق کے ساتھ اتحاد کا حکم ہو تو یہ کلیہ بھی صادق آسکتا ہے، چنانچہ یوں کہہ سکتے ہیں، کل انسان حیوان ناطق اور جزئیہ بھی صادق آسکتا ہے، چنانچہ یہ کہا جاسکتا ہے، بعض الانسان حیوان ناطق حالانکہ قضیہ مذکور طبعیہ ہے، حاصل کلام یہ ہے کہ ماتن کی ذکر کردہ دلیل حصر پر چونکہ اعتراضات وارد ہوتے ہیں اسی لئے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ شارح نے ان ہی اعتراضات سے احتراز کے لئے صلاحیت کی تفسیر ”بان یكون الحكم“ سے کر کے یہ بتایا ہے کہ صلاحیت سے مراد حکم کا افراد پر ہونا اور نہ ہونا ہے۔
- شارح کی ذکر کردہ دلیل حصر:** حملیہ کا موضوع جزئی ہوگا یا کلی، اگر جزئی ہو تو اس کو ”شخصیہ اور مخصوصہ“ کہتے ہیں، اور اگر کلی ہو تو یہ دو حال سے خالی نہیں یا تو حکم اس قضیہ کی نفس طبعیت پر ہوگا تو یہی طبعیہ ہے یا حکم اس قضیہ میں کلی کے افراد پر ہوگا، اگر کلی کے افراد پر حکم ہو تو یہ بھی دو حال سے خالی نہیں، یا تو موضوع کے افراد کی مقدار بیان ہوگی یا نہیں، اگر بیان ہو تو وہ محصورہ ہے ورنہ مہملہ ہے۔

و الشیخ الشفاء ثلث نقسام فقال الموضوع ان كان جزئياً فهي الشخصية وان كان كلياً فان بين فيها كمية الأفراد فهي المحصورة وإلا فهي المهملة و يشنع عليه المتأخرون لعدم الإنحصار فيها لشرح الطبعية والجواب أن الكلام في القضية المعتبرة في العلوم والطبعيات لا اعتبار لها في العلوم لأن الحكم في القضايا على ما صدق عليه الموضوع وهي الأفراد والطبعية ليست منها فخرؤها عن التقسيم لا يخل بالإنحصار لأن عدم الإنحصار بأن يتناول المقسم شيئاً ولا يتناول الأقسام والمقسم ههنا لا يتناول الطبعيات فلا ينحتل الإنحصار بخروجها.

ترجمہ: اور شیخ نے شفاء میں تقسیم کو مثلث کہا ہے، چنانچہ کہا ہے کہ موضوع اگر جزئی ہو تو وہ شخصیہ ہے، اور اگر کلی ہو تو اگر اس میں افراد کی مقدار بیان ہو تو وہ محصورہ ہے ورنہ تو وہ مہملہ ہے، اور متأخرین نے اس پر تشنیع کی ہے، کیونکہ طبعیہ

کے نکلنے کی وجہ سے ان اقسام میں انحصار نہیں ہے، جواب یہ ہے کہ گفتگو اس قضیہ کے بارے میں ہے جس کا علوم میں اعتبار کیا جاتا ہے، اور طبعیات کا علوم میں اعتبار نہیں ہے، اس لئے کہ قضایا میں حکم اس پر ہوتا ہے جس پر موضوع صادق ہو، اور وہ افراد ہیں، اور طبعیہ ان میں سے نہیں ہے، اس لئے طبعیہ کا تقسیم سے نکل جانا انحصار میں نکل نہ ہوگا، کیونکہ عدم انحصار تو یہ ہوتا ہے کہ مقسم کس شی کو شامل ہو اور اقسام اس کو شامل نہ ہو اور مقسم یہاں طبعیات کو شامل ہی نہیں، اس لئے اس کے نکلنے سے انحصار میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ علوم میں طبعیات کا اعتبار نہیں کیا جاتا ہے، شارح کہتے ہیں کہ شیخ بوعلی سینا نے اپنی کتاب ”الشفاء“ میں قضیہ حملیہ کی موضوع کے اعتبار سے جب تقسیم ذکر کی ہے، تو صرف تین اقسام کو ذکر کیا ہے طبعیہ کو ذکر نہیں کیا ہے، چنانچہ دلیل حصروں بیان کی ہے: حملیہ کا موضوع جزئی ہوگا یا کلی، اگر جزئی ہو تو اس مشخصہ کہتے ہیں، اور اگر اس کا موضوع کلی ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں: ۱- موضوع کے افراد کی مقدار بیان ہوگی۔ ۲- یا نہیں، ہو تو محصورہ ہے ورنہ مہملہ ہے۔

شیخ کی اس تقسیم پر متاخرین مناطقہ نے ان کو برا بھلا کہا ہے اور ان پر اعتراض کیا ہے کہ اگر آپ کی اس تقسیم کو درست قرار دیا جائے تو پھر انحصار میں خلل واقع ہوگا کیونکہ قضایا ثلاثہ کی جو مشہور تعریف تھی ان تعریفوں کی بناء پر حصر صحیح نہیں ہوا؟ لیکن شارح متاخرین کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ شیخ کی بات درست ہے، کیونکہ یہاں ان قضایا سے بحث ہوتی ہے، جن کا علوم میں اعتبار ہوتا ہے، طبعیات سے مناطقہ مستقلاً بحث نہیں کرتے، ان کا علوم میں اعتبار نہیں ہے، اور بقیہ تین قضایا سے علوم میں اس لئے بحث ہوتی ہے کہ ان میں حکم موضوع کے افراد پر ہوتا ہے، حالانکہ طبعیہ میں ایسا نہیں ہوتا، بلکہ اس میں حکم موضوع کی نفس طبیعت پر ہوتا ہے، اس لئے مناطقہ طبعیہ سے بحث نہیں کرتے۔

لہذا قضیہ طبعیہ کے نکلنے کی وجہ سے اقسام کے انحصار میں کوئی خلل واقع نہیں ہوگا، کیونکہ عدم انحصار کا خلل تو اس وقت ہوتا ہے جب یہ مقسم میں شامل ہوتیں لیکن اقسام ان کو شامل نہیں ہوتیں، اور یہاں قضیہ طبعیہ تو مقسم میں داخل ہی نہیں ہے، کیونکہ مقسم وہ قضیہ ہے، جس کا علوم میں اعتبار ہوتا ہے، اس لئے قضیہ طبعیہ کے نکل جانے سے عدم انحصار کا کوئی خلل نہیں ہے، لہذا شیخ نے جو حملیہ کی صرف تین ہی قسمیں ذکر کی ہیں، وہ درست ہیں۔

فَالْوَحْيُ فِي قُوَّةِ الْجُزْئِيَّةِ لِأَنَّهُ مَتَى صَدَقَ قَوْلُنَا الْإِنْسَانُ فِي خُسْرٍ صَدَقَ بَعْضُ الْإِنْسَانِ فِي خُسْرٍ
وَبِالْعَكْسِ اقْوُلُ الْمُهِمَلَةُ فِي قُوَّةِ الْجُزْئِيَّةِ بِمَعْنَى أَنَّهُمَا مُتَلَاذِمَانِ فَإِنَّهُ مَتَى صَدَقَتِ الْمُهِمَلَةُ
صَدَقَتِ الْجُزْئِيَّةُ وَبِالْعَكْسِ فَإِنَّهُ إِذَا صَدَقَ قَوْلُنَا الْإِنْسَانُ فِي خُسْرٍ صَدَقَ بَعْضُ الْإِنْسَانِ فِي خُسْرٍ
وَبِالْعَكْسِ أَمَّا أَنَّهُ كُلَّمَا صَدَقَتِ الْمُهِمَلَةُ صَدَقَتِ الْجُزْئِيَّةُ فَلَاَنَّ الْحُكْمَ فِيهَا عَلَى أَفْرَادِ الْمَوْضُوعِ
وَمَتَى صَدَقَ الْحُكْمُ عَلَى أَفْرَادِ الْمَوْضُوعِ فَإِمَّا أَنْ يَصْدُقَ ذَلِكَ الْحُكْمُ عَلَى جَمِيعِ الْأَفْرَادِ أَوْ
عَلَى بَعْضِهَا وَعَلَى كِلَا التَّقْدِيرَيْنِ يَصْدُقُ الْحُكْمُ عَلَى بَعْضِ الْأَفْرَادِ وَهُوَ الْجُزْئِيُّ وَأَمَّا بِالْعَكْسِ
فَلِأَنَّهُ مَتَى صَدَقَ الْحُكْمُ عَلَى بَعْضِ الْأَفْرَادِ صَدَقَ الْحُكْمُ عَلَى الْأَفْرَادِ مُطْلَقًا وَهُوَ الْمُهِمَلَةُ

ترجمہ: ماتن نے کہا! اور وہ (یعنی مہملہ) جزئی کی قوت میں ہوتا ہے، اس لئے کہ جب الانسان فی خسر صادق

ہوگا، تو بعض الانسان فی خسرو اور اس کا برعکس بھی صادق ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ مہملہ جزئیہ کی قوت میں ہے بایں معنی کہ دونوں لازم و ملزوم ہیں، کہ جب مہملہ صادق ہوگا تو جزئیہ بھی صادق ہوگا اور اس کا برعکس اس لئے کہ جب ہمارا قول الانسان فی خسرو صادق ہوگا تو بعض الانسان فی خسرو بھی صادق ہوگا اور بالعکس بہر حال یہ کہ جب مہملہ صادق ہوگا، تو جزئیہ بھی صادق ہوگا تو اس لئے کہ حکم اس میں موضوع کے افراد پر ہوتا ہے، اور جب موضوع کے افراد پر حکم ہو تو حکم یا تو تمام افراد پر صادق ہوگا یا بعض پر اور دونوں صورتوں میں بعض افراد پر حکم صادق ہوگا، اور یہی جزئی ہے، اور اس کا عکس تو اس لئے کہ جب بعض افراد پر حکم صادق ہے تو مطلق افراد پر بھی صادق ہے اور یہی مہملہ ہے۔

تشریح: اس قال میں ماتن نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے، سوال سے پہلے ایک مقدمہ ذہن نشین کر لیجئے وہ یہ ہے کہ مناطہ نے کہا ہے کہ محصورات اربعہ میں چونکہ حکم افراد پر ہوتا ہے اس لئے علوم میں صرف ان ہی کا اعتبار ہوتا ہے، دوسرے قضیے علوم میں اصلاً معتبر نہیں ہوتے، تو اس پر معترض کہتا ہے کہ قضیہ مہملہ میں تو حکم موضوع کے افراد پر ہوتا ہے، اگرچہ وہ افراد مبہم اور غیر معین ہوتے ہیں، تو مہملہ کا آخر علوم میں کیوں اعتبار نہیں ہوتا؟

تو اس قال میں ماتن نے اس سوال کا جواب دیا ہے، چنانچہ فرمایا کہ مہملہ جزئیہ کی قوت میں ہوتا ہے، یہاں لفظ قوت فعل کے مقابل ہے یعنی مہملہ بالفعل جزئیہ نہیں ہوتا ہے بلکہ بالقوة جزئیہ ہوتا ہے، جزئیہ ہونے کی اس میں استعداد ہوتی ہے، کیونکہ جزئیہ میں سور ہوتی ہے جو بعض افراد پر دلالت کرتی ہے، اور مہملہ میں سور نہیں ہوتی مگر سور مذکور نہ ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اختلاف نہیں ہوگا۔ اور مہملہ اور جزئیہ آپس میں ایک دوسرے کو لازم ہیں، چنانچہ جب مہملہ صادق ہوگا تو جزئیہ بھی صادق ہوگا، اور اس کے برعکس کے ساتھ یعنی جہاں جزئیہ صادق ہوگا وہاں مہملہ بھی صادق ہوگا، الغرض ماتن نے یہاں دو دعوے کیے ہیں ۱۔ جب مہملہ پایا جائے گا تو اس کے ضمن میں جزئیہ بھی ضرور صادق ہوگا ۲۔ جب جزئیہ متحقق ہوگا تو وہاں مہملہ بھی پایا جائے گا۔

دعویٰ اول کی دلیل یہ ہے کہ قضیہ مہملہ میں حکم موضوع کے مطلق افراد پر ہوتا ہے، اس میں کوئی تعین و تحدید نہیں ہوتی، اس کی اب دو صورتیں ہیں،۔

۱۔ حکم موضوع کے تمام افراد پر ہوگا ۲۔ بعض افراد پر ہوگا، ان دونوں صورتوں میں سے جوئی بھی صورت ہو قضیہ جزئیہ وہاں ضرور پایا جائے گا، جیسے الانسان فی خسرو یہ قضیہ مہملہ ہے اس میں خسرو کا حکم خواہ انسان کے تمام افراد پر ہو یا بعض پر ہو، دونوں صورتوں میں بعض افراد پر حکم ضرور ہوگا اور یہی جزئیہ ہے۔

دوسرے دعویٰ کی دلیل یہ ہے کہ جزئیہ میں حکم موضوع کے بعض افراد پر ہوتا ہے، لیکن یہ بعض افراد چونکہ غیر متعین ہوتے ہیں، اس لئے وہاں مہملہ بھی صادق ہوگا، کیونکہ مہملہ میں بھی حکم موضوع کے مطلق اور غیر معین افراد پر ہوتا ہے، لہذا جب جزئیہ پایا جائے گا تو مہملہ بھی ضرور پایا جائے گا، جیسے بعض الانسان لیس فی خسرو یہ قضیہ جزئیہ ہے اس میں حکم بعض افراد پر ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ خسارے کا حکم ان بعض میں سے کتنے پر ہے، اور کتنے پر نہیں، کوئی متعین نہیں ہے، اس لئے یہ مہملہ بھی ہے، لہذا معلوم ہوا کہ مہملہ جزئیہ کے ضمن میں پایا جاتا ہے، اس لئے اس کو مستقل شمار نہیں کیا۔

فَالْبَحْثُ الثَّانِي فِي تَحْقِيقِ الْمَحْصُورَاتِ الْأَرْبَعِ قَوْلُنَا كُلُّ جَب يُسْتَعْمَلُ تَارَةً بِحَسَبِ الْحَقِيقَةِ

وَمَعْنَاهُ أَنَّ كُلَّ مَا لَوْ وَجَدَ كَانَ جَ مِنْ الْأَفْرَادِ الْمُمْكِنَةِ فَهُوَ بِحَيْثُ لَوْ وَجَدَ كَانَ بَ أَى كُلِّ مَا هُوَ
مَلْزُومٌ جَ فَهُوَ مَلْزُومٌ بَ وَتَارَةً بِحَسَبِ الْخَارِجِ وَمَعْنَاهُ كُلُّ جَ فِى الْخَارِجِ سَوَاءٌ كَانَ حَالُ الْحُكْمِ
أَوْ قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ فَهُوَ بَ فِى الْخَارِجِ أَقُولُ قَدْ عَرَفْتَ أَنَّ لِلْحَمَلِيَّةِ طَرَفَيْنِ أَحَدُهُمَا وَهُوَ الْمَحْكُومُ
عَلَيْهِ يُسَمَّى مَوْضُوعًا وَثَانِيَهُمَا وَهُوَ الْمَحْكُومُ بِهِ يُسَمَّى مَحْمُولًا فَاعْلَمْ أَنَّ عَادَةَ الْقَوْمِ قَدْ جَرَتْ
بِأَنَّهُمْ يُعْبَرُونَ عَنِ الْمَوْضُوعِ بِجَ وَ عَنِ الْمَحْمُولِ بِبَ حَتَّى أَنَّهُمْ إِذَا قَالُوا كُلُّ جَ بَ فَكَانَتْهُمْ قَالُوا
كُلَّ مَوْضُوعٍ مَحْمُولٍ وَإِنَّمَا فَعَلُوا لِكَ لِفَائِدَتَيْنِ أَحَدُهُمَا الْإِخْتِصَارُ فَإِنْ قَوْلُنَا كُلُّ جَ بَ أَخْصَرَ
مِنْ قَوْلِنَا كُلُّ إِنْسَانٍ حَيَوَانٌ مَثَلًا وَهُوَ ظَاهِرٌ وَثَانِيَهُمَا دَفْعُ تَوَهُمِ الْإِنْحِصَارِ فَإِنَّهُمْ لَوْ وَضَعُوا
لِلْمَوْجِبَةِ الْكُلِّيَّةِ مَثَلًا قَوْلُنَا كُلُّ إِنْسَانٍ حَيَوَانٌ وَ أَجْرُوا عَلَيْهِ الْأَحْكَامَ أَمْكَنَ أَنْ يَذْهَبَ الْوَهُمُ إِلَى أَنَّ
بِتِلْكَ الْأَحْكَامِ إِنَّمَا هِيَ فِى هَذِهِ الْمَادَّةِ دُونَ الْمُوجِبَاتِ الْكُلِّيَّاتِ الْآخَرَ فَتَصَوَّرُوا مَفْهُومَ الْقَضِيَّةِ وَ
جَرَّدُوهَا مِنَ الْمَوَادِّ وَ عَبَّرُوا عَنْ طَرَفِيهَا بِجَ وَ بَ تَنْبِيْهَا عَلَى أَنَّ الْأَحْكَامَ الْجَارِيَةَ عَلَيْهَا شَامِلَةٌ
لِجَمِيعِ جُزْئِيَّاتِهَا غَيْرُ مَقْصُورَةٍ عَلَى الْبَعْضِ دُونَ الْبَعْضِ كَمَا أَنَّهُمْ فِى قِسْمِ التَّصَوُّرَاتِ أَخَذُوا
مَفْهُومَاتِ الْكُلِّيَّاتِ الْخَمْسِ مِنْ غَيْرِ إِشَارَةٍ إِلَى مَادَّةٍ مِنَ الْمَوَادِّ وَ بَحْثُوا عَنْ أَحْوَالِهَا بَحْثًا مُتَنَاوِلًا
لِجَمِيعِ طَبَائِعِ الْأَشْيَاءِ وَ لِهَذَا صَارَتْ مَبَاحِثُ هَذَا الْفَنِّ قَوَائِنَ كُلِّيَّةً مُنْطَبِقَةً عَلَى جَمِيعِ الْجُزْئِيَّاتِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا کہ ہے کہ دوسری بحث محصورات اربعہ کی تحقیق (کے سلسلے) میں ہے، ہمارا قول ”کل ج ب“
کبھی حقیقت کے اعتبار سے مستعمل ہوتا ہے، اور اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ افراد ممکنہ میں سے جو فرد بھی موجود ہو کہ ج
ہو تو وہ پائے جانے کی حقیقت سے تب ہوگا، یعنی ہر وہ چیز جو ج کا ملزوم ہے تو وہ ”ب“ کا ملزوم ہے اور کبھی خارج کے
اعتبار سے مستعمل ہوتا ہے، اور اس کے معنی یہ ہیں کہ جو خارج میں ”ج“ ہو خواہ حکم کی حالت میں ہو یا اس سے پہلے یا
اس کے بعد، وہ خارج میں ”ب“ ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ تو یہ تو جان چکا ہے کہ حملیہ کے دو طرفین ہیں ان میں سے ایک
محکوم علیہ ہے اس کا نام موضوع رکھا جاتا ہے، اور ان میں سے دوسری محکوم بہ ہے اس کا نام محمول رکھا جاتا ہے، تو یہ بھی
جان کہ قوم کی عادت جاری ہے کہ وہ موضوع کو ”ج“ سے اور محمول کو ”ب“ سے تعبیر کرتے ہیں، یہاں تک کہ جب وہ
یہ کہیں ”کل ج ب“ تو گویا کہ انہوں نے کہا ”کل موضوع محمول“ اور یہ انہوں نے دو فائدوں کے لئے کیا
ہے، ان میں سے ایک اختصار ہے اس لئے کہ ہمارا قول ”کل ج ب“ ہمارے قول مثلاً ”کل انسان حیوان“
سے مختصر ہے اور یہ ظاہر ہے۔ اور ان میں سے دوسرا انحصار کے وہم کو دفع کرنا ہے، اس لئے کہ موجب کلیہ کے لئے مثلاً
کل انسان حیوان کو مقرر کرتے اور اس پر احکام جاری کرتے تو وہم کے اس بات کی طرف جانے کا امکان تھا کہ یہ
احکام صرف اسی مادہ کے لئے ہیں نہ کہ دوسرے موجبات کلیات کے لئے، تو انہوں نے قضیہ کے مفہوم کا تصور کیا اور اس
کو تمام مادوں سے خالی کر دیا، اور اس کے طرفین کی تعبیر ”ج، ب“ سے کی اس بات پر تنبیہ کرنے کے لئے کہ جو احکام
اس پر جاری ہیں وہ اس کی تمام جزئیات کو شامل ہیں، بعض جزئیات پر منحصر نہیں ہیں، جیسا کہ انہوں نے تصورات کی قسم
میں کلیات خمس کے مفہوم کو لیا، کسی خاص مادہ کی طرف اشارہ کے بغیر، اور ان کے احوال سے ایسی بحث کی۔ یہ جو اشیاء

کے تمام طبائع کو شامل ہے، اسی لئے اس فن کے مباحث ایسے کلی قواعد بن گئے جو تمام جزئیات پر منطبق ہوتے ہیں۔
تشریح: اس قال میں ماتن نے محصورات کی تحقیق بیان کی ہے، جس کو شارح نے بہت تفصیل سے بیان کیا ہے اور کئی صفحات میں اس بحث کو بیان کیا ہے، شارح فرماتے ہیں کہ اس سے قبل آپ کو یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ قضیہ حملیہ کی دو طرفین ہوتے ہیں: ۱- محکوم علیہ جس کو موضوع کہا جاتا ہے۔ ۲- محکوم بہ جس کو محمول کہا جاتا ہے، تو یہ بات بھی دل کے نہا خانوں میں بٹھا لو کہ مناطہ کی ایک خاص عادت جاری ہے کہ وہ قضایا موجبہ کلیہ میں موضوع کو ”ج“ سے اور محمول کو ”ب“ سے تعبیر کرتے ہیں، گویا جب ”کل ج ب“ کہا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ”کل موضوع محمول“ مناطہ نے یہ تعبیر دو فائدوں کے پیش نظر مقرر کی ہے۔

۱- تاکہ لفظوں میں اختصار پیدا ہو جائے اس لئے ”کل ج ب“ بہت ہی مختصر ہے اور اس سے پہلے آپ کو یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ مناطہ الفاظ سے بحث نہیں کرتے البتہ صرف اتنے الفاظ سے بحث کرتے ہیں، جس کے ذریعہ استفادہ اور افادہ ہو سکے اور موضوع اور محمول کی جگہ ”ج“ اور ”ب“ کے ذریعہ افادہ اور استفادہ مکمل طور پر ہو سکتا ہے، اور الفاظ میں جتنا اختصار ہوتا ہے اچھا ہے اور ”ج ب“ چونکہ انسان اور حیوان کے مقابلہ میں مختصر ہے اس لئے موجبہ کلیہ کی تعبیر ”کل ج ب“ سے کرتے ہیں۔

۲- دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ایسا کر کے انحصار کے وہم کو دور کرنا مقصود ہے، کیونکہ اگر موجبہ کلیہ کے لئے کوئی خاص مثال مثلاً کل انسان حیوان کو لے کر احکام جاری کئے جائیں تو کسی کو یہ وہم پیدا ہو سکتا ہے کہ مناطہ کے یہاں موضوع اور محمول کے لئے صرف انسان اور حیوان ہی ہے جو ہر جگہ مثالوں میں پیش کرتے ہیں، اس کے علاوہ ان کے یہاں کوئی اور لفظ ہی نہیں جس کو مثال میں پیش کیا جائے تو اس وہم کو دور کرنے کے لئے مناطہ نے موضوع اور محمول کے لئے ایک ایسے عام تعبیر اختیار کی، جو تمام جزئیات کو شامل ہے، جو کسی مخصوص مادہ اور مخصوص مثال کے ساتھ خاص نہیں ہے، اور وہ ”ج“ اور ”ب“ ہے، جیسا کہ مناطہ نے تصورات کی بحث میں منہومات کلیہ یعنی جنس، نوع، فصل، خاصہ اور عرض عام سے کسی مخصوص مادہ کا اعتبار کئے بغیر ایسی عام بحث کی ہے، جو تمام اشیاء کی طبائع اور مابیات کو شامل ہے، کیونکہ اس فن کے قواعد و قوانین کلی ہوتے ہیں، جو تمام جزئیات کو شامل ہوتے ہیں، اسی طرح ”کل ج ب“ کی یہ تعبیر ان تمام قضایا کو شامل ہے جو موجبہ کلیہ ہیں۔

الغرض ان ہی فائدوں کے پیش نظر مناطہ نے موضوع کو ”ج“ اور محمول کو ”ب“ سے تعبیر کیا۔

اعتراض: لیکن اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ظاہر کا تقاضا تو یہ تھا کہ موضوع کو ”ج“ اور محمول کو ”ب“ سے تعبیر کرے، اس لئے کہ حروف تہجی میں سب سے پہلے یہی دونوں ہیں، تو پھر موضوع اور محمول کو ”ج“ اور ”ب“ ہی سے کیوں تعبیر کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ الف چونکہ ساکن ہوتا ہے، اگر موضوع کو الف سے تعبیر کیا جاتا تو ابتداء بالسکون لازم آتا جو کہ محال ہے، اس وجہ سے الف کو چھوڑ دیا، پھر رہا یہ **سوال** کہ ”ت“ اور ”ث“ تو ساکن نہیں ہیں، تو پھر موضوع کی تعبیر کرنے کے لئے ان دونوں کا انتخاب کیوں نہیں فرمایا ”ج“ اور ”ب“ ہی کا کیوں انتخاب کیا گیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ”ب“ کو چونکہ ”ت“ اور ”ث“ سے کتابت اور لکھائی میں مشابہت ہے، ان میں صرف نقطوں کا فرق ہے حالانکہ لکھائی میں امتیاز ہونا چاہئے تاکہ موضوع اور محمول کا فرق ظاہر ہو جائے، تو موضوع اور محمول کے درمیان امتیاز کے لئے ”ج“ اور ”ب“ کو اختیار کیا گیا اور ”ت“ اور ”ث“ کو چھوڑ دیا۔

لیکن پھر یہ **سوال** پیدا ہوتا ہے کہ چلو ہم نے مان لیا کہ ”ت“ اور ”ث“ کے لینے میں چونکہ التباس تھا اس لئے ان

دونوں کو چھوڑ کر آپ نے ”ج“ ہی کو لے لیا، لیکن حروف تہجی میں ”ب“ ”ج“ سے مقدم ہے اور موضوع محمول پر مقدم ہوتا ہے تو ”ب“ کا مقدم ہونا یہ تقاضا کرتا ہے کہ اس کو موضوع کی جگہ رکھا جائے اور ”ج“ کو محمول کی جگہ پھر اس کے برعکس موضوع کی جگہ ”ج“ اور محمول کی جگہ ”ب“ کیوں رکھا اور موضوع کو ”ج“ اور محمول کو ”ب“ سے کیوں تعبیر فرمایا؟

جواب۔ اس کا یہ ہے کہ موضوع کو ”ج“ اور محمول کو ”ب“ سے اگر تعبیر کرتے تو کسی کو یہ وہم ہوتا کہ شاید یہاں ”ب“ اور ”ج“ کو حروف تہجی سے شمار کیا جا رہا ہے، لیکن جب ترتیب بدل گئی تو یہ وہم بھی ختم ہو گیا، دوسرا جواب یہ ہے کہ موضوع کو ”ج“ اور محمول کو ”ب“ سے تعبیر کر کے ایک نکتہ کی طرف اشارہ کر دیا، اور وہ نکتہ یہ ہے کہ ابجد کے حساب سے ”ج“ کے تین عدد نکلتے ہیں، اور ”ب“ کے دو، اور موضوع کے اندر چونکہ تین چیزیں ہوتی ہیں ۱- ذات موضوع ۲- وصف موضوع ۳- دونوں کا آپس میں اتصاف، اور محمول کے اندر دو چیزیں ہوتی ہیں ۱- وصف محمول ۲- وصف محمول کا موضوع سے اتصاف، تو موضوع کو ”ج“ سے اس لئے تعبیر فرمایا تاکہ اس کے تینوں عدد موضوع کی تینوں چیزوں پر دلالت کریں اور محمول کو ”ب“ سے اس لئے تعبیر فرمایا تاکہ ”ب“ کے دو عدد محمول کی دونوں چیزوں پر دلالت کریں۔

فَإِذَا قُلْنَا كُلُّ جَ بَ فَهَذَا كَأَمْرٍ أَحَدُهُمَا مَفْهُومٌ جَ وَ حَقِيقَتُهُ وَ الْآخَرُ مَا صَدَقَ عَلَيْهِ جَ مِنْ الْأَفْرَادِ فَلَيْسَ مَعْنَاهُ أَنَّ مَفْهُومٌ جَ هُوَ مَفْهُومٌ بَ وَالْأَلْكَانَ جَ وَ بَ لَفْظَيْنِ مُتَرَادِفَيْنِ فَلَا يَكُونُ الْحَمْلُ فِي الْمَعْنَى بَلْ فِي اللَّفْظِ بَلْ مَعْنَاهُ أَنَّ كُلَّ مَا صَدَقَ عَلَيْهِ مِنَ الْأَفْرَادِ فَهُوَ بَ فَإِنْ قُلْتَ كَمَا أَنَّ لِحْ إغْتِبَارَيْنِ كَذَلِكَ لِبِ إغْتِبَارَانِ مَفْهُومٌ وَ حَقِيقَةٌ وَ مَا صَدَقَ عَلَيْهِ مِنَ الْأَفْرَادِ فَلَيْمَ لَا يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ الْمَحْمُولُ مَا صَدَقَ عَلَيْهِ بَ مِنَ الْأَفْرَادِ لَا مَفْهُومُهُ كَمَا أَنَّ الْمَوْضُوعَ كَذَلِكَ فَتَقُولُ مَا صَدَقَ عَلَيْهِ الْمَوْضُوعُ هُوَ بَعْنِيهِ مَا صَدَقَ عَلَيْهِ الْمَحْمُولُ فَلَوْ كَانَ الْمَحْمُولُ مَا صَدَقَ عَلَيْهِ بَ لَكَانَ الْمَحْمُولُ ضَرْوَرِي الثُّبُوتِ لِلْمَوْضُوعِ ضَرْوَرَةُ ثُبُوتِ الشَّيْءِ لِنَفْسِهِ فَيَنْحَصِرُ الْقَضَايَا فِي الضَّرُورِيَّةِ وَ لَمْ تَصُدِّقْ مُمَكِّنَةً خَاصَّةً أَصْلًا فَقَدْ ظَهَرَ أَنَّ مَعْنَى الْقَضِيَّةِ كُلُّ مَا صَدَقَ عَلَيْهِ مَفْهُومٌ جَ مِنَ الْأَفْرَادِ فَهُوَ مَفْهُومٌ بَ لَا مَا صَدَقَ عَلَيْهِ بَ.

ترجمہ: پس جب ہم ”کل ج ب“ کہیں تو یہاں دو چیزیں ہیں، ان میں سے ایک ”ج“ کا مفہوم اور اس کی حقیقت اور دوسرا وہ جس پر ”ج“ صادق آئے یعنی افراد، پس اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ”ج“ کا مفہوم بعینہ ”ب“ کا مفہوم ہے ورنہ تو ”ج“ اور ”ب“ دو مترادف لفظ ہو جائیں گے، اور معنی میں حمل نہ ہوگا، بلکہ لفظ میں حمل ہوگا، بلکہ اس کے معنی میں یہ ہیں کہ ہر وہ فرد جس پر ”ج“ صادق ہو وہ ”ب“ ہے۔ پس اگر آپ کہیں کہ جس طرح ”ج“ کے دو اعتبار ہیں اسی طرح ”ب“ کے بھی دو اعتبار ہیں، ایک مفہوم و حقیقت اور ایک وہ جس پر وہ صادق آئے یعنی افراد پس یہ کیوں جائز نہیں ہے کہ محمول ”ب“ کا ما صدق علیہ ہو یعنی افراد، نہ کہ اس کا مفہوم جیسا کہ موضوع بھی اس طرح ہے؟ تو ہم نہیں گے جس پر موضوع صادق آتا ہے اس پر بعینہ محمول بھی صادق آتا ہے، پس اگر محمول ما صدق علیہ ”ب“ ہو تو محمول موضوع کے لئے ضروری الثبوت ہو جائے گا، شی کا اپنی ذات کے لئے ثبوت کے ضروری ہونے کی وجہ سے، پس قضا یا ضروریہ میں مختصر ہو جائیں گے اور ممکنہ خاصہ بالکل صادق نہ ہوگا، پس یہ ظاہر ہو گیا کہ قضیہ کے معنی یہ ہیں کہ ہر وہ

فرد جس پر ”ج“ کا مفہوم صادق ہو وہ ”ب“ کا مفہوم ہے نہ کہ وہ چیز جس پر ”ب“ صادق آئے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے ”ج“ اور ”ب“ میں مفہوم و مصداق کے لحاظ سے احتمالات بیان کیے ہیں، چنانچہ شارح نے فرمایا کہ ”کل ج ب“ میں مفہوم اور مصداق کے لحاظ سے چار احتمالات ہو سکتے ہیں، جن میں سے تین احتمالات تو باطل ہیں صرف ایک احتمال درست ہے۔

۱- ”ج“ سے مفہوم ”ج“ اور ”ب“ سے بھی مفہوم ”ب“ مراد ہو، یہ احتمال درست نہیں ہے، دلیل یہ ہے کہ جب دونوں سے مفہوم مراد لے لیا گیا تو اب دونوں عینین ہو گئے، اور دو مترادف لفظ ہو گئے، اب اسی صورت میں ”ج“ ”ب“ کا حمل ”ج“ پر معنی کیا ہی نہیں جاسکتا، بلکہ صرف لفظاً حمل ہوگا، معنی حمل تو اس واسطے نہیں کیا جاسکتا کہ حمل کے لئے موضوع اور محمول کے درمیان تغایر ہونا ضروری ہے، اور یہاں چونکہ دونوں معنی متحد ہیں، تو موضوع اور محمول کے درمیان تغایر نہیں پایا گیا، لہذا دونوں جگہ ”ج“ اور ”ب“ کا مفہوم مراد لینا درست نہیں ہے۔

۲- ”ج“ سے مراد مصداق ہو یعنی افراد اور ”ب“ سے مراد ”ب“ کا مفہوم ہو، مطلب یہ ہے کہ ہر وہ فرد جس پر ”ج“ صادق ہو وہ ”ب“ ہے یہی احتمال درست ہے اور یہاں یہی مراد ہے۔

۳- ”ج“ سے مراد مصداق ہو یعنی افراد اور ”ب“ سے مراد بھی مصداق ہو، شارح نے اس احتمال کو اعتراض کی شکل میں ذکر کیا ہے، حاصل اعتراض یہ ہے کہ جس طرح ”ج“ کے دو اعتبار ہیں ایک اس کا مفہوم اور حقیقت اور ایک اس کا مصداق یعنی افراد، اسی طرح ”ب“ کے بھی دو اعتبار ہیں، ایک اس کا مفہوم اور حقیقت اور ایک اس کا مصداق یعنی افراد، تو جس طرح دوسرے احتمال میں ”ج“ سے مصداق مراد لیا گیا ہے، اسی طرح ”ب“ سے بھی ”ب“ کا مصداق مراد لیا جائے نہ کہ اس کا مفہوم، جب موضوع یعنی ”ج“ سے مصداق مراد لے سکتے ہیں، تو محمول یعنی ”ب“ سے بھی مصداق مراد ہونا چاہئے، حاصل کلام یہ ہے کہ دونوں جگہ مصداق مراد لیے جائیں؟

جواب: اس کا یہ ہے کہ جس پر موضوع صادق ہو اس پر بعینہ محمول بھی صادق ہوتا ہے، لیکن اگر دونوں جگہ مصداق اور افراد مراد لیے جائیں تو یہ صحیح نہیں، کیونکہ اس صورت میں ”ج“ اور ”ب“ دونوں عین ہو جائیں گے، اور محمول کا موضوع کے لئے ضروری الثبوت ہونا لازم آئے گا، اس لئے کہ جب یہ دونوں عینین ہو گئے تو شئی کا اپنے نفس کے لئے ثبوت چونکہ ضروری ہوتا ہے، اس لئے محمول کا ثبوت موضوع کے لئے ضروری ہوگا، اور یہ صحیح نہیں، اس لئے کہ اگر اس کو صحیح قرار دیا جائے تو اس سے تمام قضایا کا ضروریہ میں منحصر ہونا لازم آتا ہے، حالانکہ ضروریہ کے علاوہ اور بھی بہت سے قضایا ہیں، چنانچہ کوئی قضیہ ممکنہ ہے، کوئی دائمہ کوئی مطلقہ، نیز اگر اس تیسرے احتمال کو صحیح قرار دیا جائے تو ممکنہ خاصہ بھی صادق نہیں ہوگا، اور جب قضیہ ممکنہ صادق نہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ تمام قضایا صادق نہیں ہوں گے، دلیل یہ ہے کہ قضیہ ممکنہ تمام قضایا سے اعم ہے، اور دوسرے قضایا اس سے اخص ہیں، اور اعم کی نفی اخص کی نفی کو مستلزم ہوتی ہے، اور یہ خرابی اس وجہ سے لازم آرہی ہے کہ دونوں یعنی ”ج“ سے مصداق ”ج“ اور افراد، اور ”ب“ سے بھی مصداق ”ب“ مراد لیا گیا ہے، لہذا یہ احتمال درست نہیں، جب یہ احتمال درست نہیں تو ثابت ہوا کہ دوسرا احتمال ہی درست ہے، یعنی ”ج“ سے مصداق ”ج“ اور افراد، اور ”ب“ سے اس کا مفہوم مراد ہے۔

۴- ”ج“ سے مصداق ”ج“ اور ”ب“ سے مصداق ”ب“ مراد ہو یہ احتمال باطل ہے، دلیل یہ ہے کہ اس صورت میں قضیہ

طبیعی ہو جاتا ہے، جن کا علوم میں اعتبار نہیں، الغرض یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ ”ج“ سے مصداق ”ج“ اور ”ب“ سے مفہوم ”ب“ مراد ہے، اور یہ دوسرا احتمال ہے، اور یہی صحیح ہے، اور اس کے علاوہ تینوں احتمال باطل ہیں۔

لَا يُقَالُ إِذَا قُلْنَا كُلُّ جَ بَ فَإِنَّمَا أَنْ يَكُونَ مَفْهُومُ جَ عَيْنَ مَفْهُومِ بَ أَوْ غَيْرَهُ فَإِنْ كَانَ عَيْنُهُ يَلْزَمُ مَا ذَكَرْتُمْ مِنْ أَنَّ الْحَمْلَ لَا يَكُونُ مُفِيدًا وَإِنْ كَانَ غَيْرُهُ اِمْتَنَعَ أَنْ يُقَالَ أَحَدُهُمَا هُوَ الْآخَرُ لِاسْتِحَالَةِ أَنْ يَكُونَ الشَّيْءُ نَفْسَ مَا لَيْسَ هُوَ لِأَنَّهُ يُجَابُ عَنْهُ بِأَنَّ قَوْلَكُمْ الْحَمْلُ مُحَالٌ يَشْتَمِلُ عَلَى الْحَمْلِ فَيَكُونُ اِبْطَالًا لِلشَّيْءِ بِنَفْسِهِ وَأَنَّهُ مُحَالٌ وَلِلْسَائِلِ أَنْ يَعُودَ وَيَقُولَ لَا تَدْعِي إِلَى اِجْبَابِ بَلْ تَدْعِي إِمَّا أَنَّ الْحَمْلَ لَيْسَ بِمُفِيدٍ أَوْ أَنَّهُ لَيْسَ بِمُمْكِنٍ وَصِدْقِ السَّالِبَةِ لَا يُنَافِي كَذِبَ سَائِرِ الْمُوجِبَاتِ فَالْحَقُّ فِي الْجَوَابِ إِنَّا نَخْتَارُ أَنَّ مَفْهُومَ بَ غَيْرُ مَفْهُومِ جَ وَقَوْلُهُ اِسْتِحَالَةُ حَمْلِ بَ عَلَى جَ هُوَ هُوَ قُلْنَا لَا نَسْلِمُ وَإِنَّمَا يَكُونُ حَمْلُهُ عَلَيْهِ مُحَالًا لَوْ كَانَ الْمُرَادُ بِهِ أَنَّ جَ نَفْسُ بَ وَلَيْسَ كَذَلِكَ لِمَا تَبَيَّنَ أَنَّ الْمُرَادَ مَا صَدَقَ عَلَيْهِ جَ يَصْدُقُ عَلَيْهِ بَ وَيَجُوزُ صِدْقُ الْأُمُورِ الْمُتَغَايِرَةِ بِحَسَبِ الْمَفْهُومِ عَلَى ذَاتٍ وَاحِدَةٍ فَمَا صَدَقَ عَلَيْهِ جَ يُسَمَّى ذَاتِ الْمَوْضُوعِ وَمَفْهُومُ جَ يُسَمَّى وَصْفِ الْمَوْضُوعِ وَغُنَوَانُهُ لِأَنَّهُ يُعْرَفُ بِهِ ذَاتُ جَ الَّذِي هُوَ الْمُحْكَمُ عَلَيْهِ حَقِيقَةً كَمَا يُعْرَفُ الْكِتَابُ بِعُنْوَانِهِ وَالْعُنْوَانُ قَدْ يَكُونُ عَيْنَ الذَّاتِ كَقَوْلِنَا كُلُّ إِنْسَانٍ حَيَوَانٌ فَإِنَّ حَقِيقَةَ الْإِنْسَانِ عَيْنُ مَا هِيَ زَيْدٌ وَعَمْرُو وَبَكْرٌ وَغَيْرُهُمْ مِنْ أَفْرَادِهِ وَقَدْ يَكُونُ جُزْءَ لَهَا كَقَوْلِنَا كُلُّ حَيَوَانٍ حَسَّاسٌ فَإِنَّ الْحُكْمَ فِيهِ أَيْضًا عَلَى زَيْدٍ وَعَمْرُو وَغَيْرِهِمَا مِنْ الْأَفْرَادِ وَحَقِيقَةُ الْحَيَوَانِ إِنَّمَا هِيَ جُزْءُ لَهَا وَقَدْ يَكُونُ خَارِجًا عَنْهَا كَقَوْلِنَا كُلُّ مَا شِ حَيَوَانٌ فَإِنَّ الْحُكْمَ فِيهِ أَيْضًا عَلَى زَيْدٍ وَعَمْرُو وَغَيْرِهِمَا مِنْ أَفْرَادِهِ وَمَفْهُومُ الْمَاشِي خَارِجٌ عَنْ مَا هِيَ لَهَا فَمَحْصُلُ مَفْهُومِ الْقَضِيَّةِ يَرْجِعُ إِلَى عَقْدَيْنِ عَقْدُ الْوَضْعِ وَهُوَ اِتِّصَافُ ذَاتِ الْمَوْضُوعِ بِوَصْفِهِ وَعَقْدُ الْحَمْلِ وَهُوَ اِتِّصَافُ ذَاتِ الْمَوْضُوعِ بِوَصْفِ الْمَحْمُولِ وَالْأَوَّلُ تَرْكِيبُ تَقْيِيدِي وَالثَّانِي تَرْكِيبُ خَبَرِي.

ترجمہ: نہ کہا جائے کہ جب ہم ”کل ج ب“ کہیں، تو ”ج“ کا مفہوم یا تو ”ب“ کے مفہوم کا عین ہوگا یا اس کا غیر ہوگا، پس اگر اس کا عین ہو، تو وہی بات لازم آئے گی، جو آپ نے ذکر کی ہے، کہ حمل مفید نہ ہوگا، اور اگر اس کا غیر ہو، تو یہ کہنا ممتنع ہوگا کہ ان میں سے ایک بعینہ دوسرا ہے، اس لئے کہ ایک چیز کا اس چیز کا عین ہونا جو وہ نہیں ہے محال ہے؟ اس لئے اس کا جواب دیا جائے گا کہ آپ کا قول ”الحمل محال“ خود حمل پر مشتمل ہے، تو یہ ابطال شئی بنفسہ ہوا، اور یہ محال ہے، اور سائل لوٹ کر یہ کہہ سکتا ہے کہ ہم ايجاب کا دعویٰ نہیں کرتے، بلکہ اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ حمل یا تو مفید نہیں ہے یا ممکن نہیں ہے، اور سالبہ کا صدق تمام موجبات کے کذب کے منافی نہیں ہے، پس حق جواب یہ ہے کہ ہم اس کو اختیار کرتے ہیں کہ ”ب“ کا مفہوم ”ج“ کے مفہوم کا غیر ہے، اور سائل کا قول ”استحالة حمل ب علی ج ہو ہو“ ہم تسلیم نہیں کرتے، اور اس کا حمل تو اس پر (یعنی ج پر) اس وقت محال ہوگا جب مراد یہ ہو کہ ”ج“ نفس ”ب“ ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، کیوں کہ یہ ظاہر ہو چکا کہ مراد یہ ہے کہ جس پر ”ج“

صادق ہو، اس پر ”ب“ صادق ہوگی، اور ایک ذات پر ان امور کا صدق جائز ہے، جو مفہوم کے اعتبار سے متغایر ہوں، پس جس پر ”ج“ صادق ہو، اس کو ذات موضوع کہتے ہیں، اور مفہوم ”ج“ کو وصف موضوع اور عنوان موضوع کہتے ہیں، اس لئے کہ اس کے ذریعہ اس ”ج“ کی ذات پہچانی جاتی ہے جو حقیقۃً محکوم علیہ ہے، جیسا کہ کتاب اس کے عنوان سے پہچانی جاتی ہے، اور عنوان بھی ذات کا عین ہوتا ہے، جیسے ہمارا قول، ”کل انسان حیوان“ کیونکہ انسان کی حقیقت اس کے افراد زید، عمرو بکر وغیرہ کی ماہیت کی عین ہے، اور کبھی اس کا جزء ہوتا ہے جیسے ہمارا قول کل حیوان حساس پس بے شک اس میں بھی حکم زید، عمرو بکر وغیرہ افراد پر ہے، اور حیوان کی حقیقت ان کی حقیقت کا صرف ایک جزء ہے، اور کبھی اس سے خارج ہوتا ہے، جیسے ہمارا قول کل ماش حیوان پس بے شک اس میں بھی حکم زید، عمرو بکر وغیرہ افراد پر ہے، اور ماشی کا مفہوم ان کی ماہیت سے خارج ہے، پس قضیہ کے مفہوم کا حاصل دو عقدوں کی طرف راجع ہے، عقد وضع اور وہ ذات موضوع کا وصف موضوع کے ساتھ متصف ہونا ہے، اور عقد حمل اور وہ ذات موضوع کا وصف محمول کے ساتھ متصف ہونا ہے، اور پہلا ترکیب تقیدی ہے اور دوسرا ترکیب خبری ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے ایک اشکال اور اس کا جواب پھر اس جواب کو رد کر کے صحیح جواب کی نشاندہی کی ہے، حاصل اعتراض یہ ہے کہ ”کل ج ب“ کہنا صحیح ہے نہیں، کیونکہ یہ دو حال سے خالی نہیں یا تو ”ج“ کا مفہوم ”ب“ کے مفہوم کا عین ہو گیا غیر، اگر دونوں عین ہوں تو حمل مفید نہ ہوگا، اور اگر دونوں میں مغایرت ہو تو یہ بھی درست نہیں، کیونکہ اس صورت میں پھر ایک کا حمل دوسرے پر محال ہوگا اور یہ کہنا ممتنع ہوگا کہ ان میں سے ایک دوسرا ہے، اس لئے کہ شئی اپنے غیر کا عین نہیں ہو سکتی، جب دونوں صورتیں باطل ہیں تو ”کل ج ب“ میں ”ب“ کا حمل ”ج“ پر کرنا بھی باطل ہے؟

بعض لوگوں نے اس اعتراض کا الزامی جواب دیا ہے، جس کو شارح نے لائنہ بیجاہ عنہ سے دیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ معترض نے جو یہ کہا ہے کہ اگر دونوں میں مغایرت ہو تو اس صورت میں احدہما ہو الآخر کہنا صحیح نہ ہوگا، یہ اس کے مترادف ہے کہ گویا معترض نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ”الحمل محال“ تو اب مجیب یہ کہتا ہے کہ معترض کا دعویٰ الحمل محال قضیہ موجبہ ہے، اور خود حمل پر مشتمل ہے، چنانچہ محال کو ”الحمل“ پر محمول کیا گیا ہے، تو معترض کا قول خود اس کے قول کو باطل کر رہا ہے، اور جو قول اپنے آپ کو باطل کرنے والا ہو، وہ خود باطل ہوتا ہے، اس لئے کہ اگر اس کو حق اور صحیح قرار دیا جائے تو حق اور باطل کا ایک ساتھ جمع ہونا لازم آئے گا، اور یہ محال ہے، جب یہ باطل ہے تو معترض کا اعتراض بھی باطل ہے۔

وللسائل ان يقول: الخ اس عبارت میں شارح نے اعتراض مذکور کے بعض جواب کو رد کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ جواب صحیح نہیں، اس لئے کہ معترض یہ کہہ سکتا ہے کہ ہمارا مدعا الحمل محال قضیہ موجبہ نہیں ہے، بلکہ ہمارا مدعا قضیہ سالبہ ہے یعنی الحمل لیس بمفید یا الحمل لیس بممکن، قضیہ موجبہ میں تو ابطال شئی لنفسہ لازم آتا ہے، اس لئے کہ اس میں محمول کا حکم موضوع کے لئے اس وقت ثابت ہوتا ہے، جب موضوع نفس الامر اور خارج میں موجود ہو، لیکن قضیہ سالبہ میں محمول کا حکم موضوع کے واسطے ثابت کرنے کے لئے خارج اور نفس الامر میں موجود ہونا ضروری نہیں ہے، خواہ نفس الامر اور خارج میں موجود ہو یا موجود نہ ہو، دونوں صورتوں میں محمول کا حکم موضوع کے لئے ثابت ہو جاتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ قضیہ سالبہ کی صورت میں معترض کا اعتراض لوٹ آتا ہے، کہ ”کل ج ب“ میں ”ب“ کا حمل ”ج“ پر کرنا باطل ہے۔

فالحق فی الجواب اس عبارت میں شارح نے اعتراض مذکور کا صحیح جواب دیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم دوسری شق کو اختیار کرتے ہیں کہ ”ب“ اور ”ج“ کے مفہوم میں مغایرت ہے، لیکن اس پر معترض کا یہ کہنا کہ دو ایسی شے جن کے درمیان مغایرت ہو، ان میں سے ایک کا حمل دوسرے پر کرنا محال ہے؟ اس کو ہم نہیں مانتے، کیونکہ یہ اس وقت محال ہے، جب ”ج“ پر ”ب“ کے حمل سے مراد یہ ہو کہ ”ج“ کا مفہوم بعینہ ”ب“ کا مفہوم ہے، حالانکہ یہ مراد نہیں ہے، بلکہ مراد یہ ہے کہ جن افراد پر ”ج“ صادق ہو ان پر ”ب“ کا مفہوم صادق ہوگا، یعنی موضوع کے مصداق پر محمول کا حمل ہے، اور ایک ذات پر دو متغایر مفہوم صادق ہو سکتے ہیں، اس میں کوئی بعد اور استحالہ نہیں ہے، جیسے زید پر انسان، کاتب، ضاحک اور ماشی وغیرہ متغایر مفہوم صادق ہوں۔

فائدہ: شارح کا یہ اعتراض قضیہ ”کل ج ب“ کے معنی ذکر کرنے کے بعد ذکر کرنا بیکار ہے، دلیل یہ ہے کہ تحقیق سابق سے یہ اعتراض خود بخود ختم ہو جاتا ہے، غالباً اسی وجہ سے میر صاحب نے کہا کہ ان لهذا شبهة ینتمسک بها فی ابطال الحمل، یعنی یہ شبہ و اعتراض ماسبق پر نہیں ہے، بلکہ ایک شبہ کا تذکرہ ہے جو حمل پر وارد کیا جاتا ہے، شارح نے تحقیق سابق کے بعد اس شبہ کو ذکر کر کے اس کے ضعف پر تنبیہ فرمائی ہے۔

ذات موضوع کی وضاحت: شارح کہتے ہیں جس چیز پر ”ج“ صادق ہو، یعنی اس کے افراد اس کو ذات موضوع کہتے ہیں، اور ”ج“ کے مفہوم اور اس کی حقیقت کو وصف موضوع اور عنوان موضوع کہتے ہیں، اس کو ”عنوان“ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے ذریعہ ”ج“ کی ذات، جو درحقیقت محکوم علیہ ہے، کی معرفت ہوتی ہے، گویا یہ اس کا عنوان اور پتہ ہے جس طرح کوئی تحریر عنوان سے پہچانی جاتی ہے۔

یہ عنوان کبھی موضوع کی عین ذات ہوتا ہے، جیسے کل انسان حیوان دیکھئے اس مثال میں لفظ ”انسان“ وصف موضوع ہے، اور انسان کے افراد زید، عمرو و بکر وغیرہ ذات موضوع ہیں، اور انسان کی حقیقت بعینہ اس کے تمام افراد کی حقیقت و ماہیت ہے، اور کبھی عنوان موضوع ذات موضوع کا جزء ہوتا ہے، جیسے کل حیوان حساس، دیکھئے اس مثال میں حیوان عنوان موضوع ہے، اور اس میں حیوان ہونے کا حکم انسان کے افراد پر بھی ہے، اور انسان کے علاوہ دوسری اشیاء مثلاً فرس، غنم وغیرہ پر بھی ہے لیکن حیوان ان سب کی حقائق کا جز ہے، ان تمام کی عین ماہیت نہیں ہے۔ اور کبھی عنوان موضوع ذات موضوع سے خارج ہوتا ہے، جیسے کل ماش حیوان دیکھئے اس مثال میں عنوان موضوع لفظ ”ماش“ ہے، اور اس مثال میں ”مشی“ کا حکم انسان کے افراد پر بھی ہے، لیکن ”چلنا“ ان کی حقیقت میں داخل نہیں ہے، بلکہ حقیقت سے خارج ہے، اور عرض عام ہے۔

فمحصل مفہوم القضية الخ اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ تقریر سابق سے یہ بات معلوم ہوئی کہ قضیہ محصورہ موجب کا مفہوم دو عقد یعنی دو اتصاف پر مشتمل ہوتا ہے۔ ۱- عقد وضع ۲- عقد حمل۔

عقد وضع: اسے کہتے ہیں جس میں ذات موضوع وصف موضوع کے ساتھ متصف ہو، گویا ذات موضوع کا وصف موضوع کے ساتھ متصف ہونا ایک قید ہے، اسی کو شارح نے ترکیب تقیید کہا ہے۔

عقد حمل: اسے کہتے ہیں کہ جس میں ذات موضوع وصف محمول کے ساتھ متصف ہو، اور یہ ترکیب خبری ہے۔

فَهُنَا ثَلَاثَةُ أَشْيَاءَ ذَاتُ الْمَوْضُوعِ وَ صِدْقٌ وَ صِفَةٌ عَلَيْهِ وَ صِدْقٌ وَ صِفٌ الْمَحْمُولِ عَلَيْهِ أَمَّا ذَاتُ

الْمَوْضُوعِ فَلَيْسَ الْمُرَادُ بِهِ أَفْرَادُ ج مُطْلَقًا بَلِ الْأَفْرَادُ الشَّخْصِيَّةُ إِنْ كَانَ جَ نَوْعًا أَوْ مَا يُسَاوِيهِ مِنَ الْفَضْلِ وَالْخَاصَّةِ أَوْ الْأَفْرَادُ الشَّخْصِيَّةُ وَ النَّوعِيَّةُ مَعًا إِنْ كَانَ جَ جِنْسًا أَوْ مَا يُسَاوِيهِ مِنَ الْعَرَضِ الْعَامِ فَإِذَا قُلْنَا كُلُّ إِنْسَانٍ أَوْ كُلُّ نَاطِقٍ أَوْ كُلُّ ضَاحِكٍ كَذَا فَالْحُكْمُ لَيْسَ إِلَّا عَلَى زَيْدٍ وَعَمْرٍو وَ بَكْرٍ وَ غَيْرِهِمْ مِنْ أَفْرَادِهِ الشَّخْصِيَّةِ وَإِذَا قُلْنَا كُلُّ حَيَوَانٍ أَوْ كُلُّ مَاشٍ كَذَا فَالْحُكْمُ عَلَى زَيْدٍ وَعَمْرٍو وَ غَيْرِهِمَا مِنْ أَشْخَاصِ الْحَيَوَانِ وَ عَلَى الطَّبَائِعِ النَّوعِيَّةِ مِنَ الْإِنْسَانِ وَ الْفَرَسِ وَ غَيْرِهِمَا وَمِنْ هَهُنَا تَسْمَعُهُمْ يَقُولُونَ حَمَلُ بَعْضِ الْكَلِّيَّاتِ عَلَى بَعْضِ أَنْمَا هُوَ عَلَى النَّوعِ وَ أَفْرَادِهِ وَمِنْ الْأَفَاضِلِ مَنْ قَصَرَ الْحُكْمَ مُطْلَقًا عَلَى الْأَفْرَادِ الشَّخْصِيَّةِ وَهُوَ قَرِيبٌ إِلَى التَّحْقِيقِ لِأَنِّ اتِّصَافَ الطَّبِيعَةِ النَّوعِيَّةِ بِالْمَحْمُولِ لَيْسَ بِالِاسْتِقْلَالِ بَلِ لَا تَتَصَافُ شَخْصٌ مِنْ أَشْخَاصِهَا بِهِ إِذْ لَا وَجُودَ لَهَا إِلَّا فِي ضَمَنِ شَخْصٍ مِنْ أَشْخَاصِهَا.

ترجمہ: پس یہاں تین چیزیں ہیں، ذاتِ موضوع، وصفِ موضوع کا ذاتِ موضوع پر صدق، اور وصفِ محمول کا ذاتِ موضوع پر صدق، بہر حال ذاتِ موضوع تو اس سے ”ج“ کے مطلق افراد مراد نہیں ہے، بلکہ افرادِ شخصہ مراد ہیں، اگر ”ج“ نوع یا اس کے مساوی یعنی فصل اور خاصہ ہو، یا افرادِ شخصہ اور نوعیہ دونوں (مراد) ہیں، اگر ”ج“ جنس یا اس کے مساوی یعنی عرضِ عام ہو، پس جب ہم کہیں کل انسان یا کل ناطق یا کل ضاحک کذا، تو حکم اس کے افرادِ شخصہ زید، عمرو و بکر و غیرہم پر ہوگا، اور جب ہم کہیں کل حیوان یا کل مَاش کذا، تو حکم حیوان کے اشخاص زید، عمرو و غیرہ پر اور طبائعِ نوعیہ یعنی انسان، فرس و غیرہ پر ہوگا، اور یہیں سے منطقہ کو یہ کہتے ہوئے آپ سنتے ہیں کہ بعض کلیات کا حمل بعض پر، وہ نوع اور اس کے افراد پر ہوتا ہے، اور بعض افاضل نے حکم کو مطلقاً افرادِ شخصہ پر منحصر رکھا ہے، اور یہ قریب الی التحقیق ہے، اس لئے کہ طبیعتِ نوعیہ کا محمول کے ساتھ متصف ہونا بالاستقلال نہیں، بلکہ اس کے اشخاص میں سے کسی شخص کے متصف ہونے کی وجہ سے ہے، اس لئے طبعیہ نوعیہ کا وجود صرف اس کے اشخاص کے ضمن میں ہوتا ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ محصورات کی بحث میں تین چیزیں ہیں: ۱- ذاتِ موضوع - ۲- وصفِ موضوع کا ذاتِ موضوع پر صدق - ۳- وصفِ محمول کا ذاتِ موضوع پر صدق، ان میں سے ہر ایک کی تشریح ذیل میں درج کی جاتی ہے، ملاحظہ فرمائیں۔ مذکورہ بالا عبارت میں صرف ذاتِ موضوع سے مطلق افراد مراد نہیں ہیں، خواہ وہ افرادِ حقیقیہ ہوں یا حکمیہ، بلکہ اس میں قدرے تفصیل ہے، وہ یہ ہے کہ اگر وصفِ موضوع نوع ہو، یا وہ چیز جو نوع کے مساوی ہو، یعنی فصل اور خاص، تو اس صورت میں ذاتِ موضوع سے صرف افرادِ شخصہ مراد ہوتے ہیں، اور انہیں پر حکم ہوگا، نوع جیسے کل انسان، فصل جیسے کل ناطق، خاصہ جیسے کل ضاحک، ان میں زید، خالد، عمرو و غیرہ، افرادِ شخصہ پر حکم ہے، اور اگر وصفِ موضوع جنس ہو، یا جس کے مساوی یعنی عرضِ عام ہو تو اس صورت میں افرادِ شخصہ اور نوعیہ دونوں پر حکم ہوگا، جنس جیسے کل حیوان، اور عرضِ عام جیسے کل مَاش، ان میں حکم حیوان کے اشخاص زید، عمرو و غیرہ، پر اور طبائعِ نوعیہ یعنی انسان، فرس، دونوں پر ہے۔ ایک کلی مثلاً حیوان جس طرح افراد زید، بکر و غیرہ پر صادق آ رہی ہے، اس طرح ان کے نوع یعنی انسان پر بھی صادق ہے۔ شارح کہتے ہیں کہ اسی سے وہ بات بھی سمجھ میں آگئی ہوگی جو منطقہ سے سنی جاتی ہے کہ بعض کلیات کا حمل نوع پر بھی ہوتا ہے، اور ساتھ ساتھ نوع کے افراد پر بھی ہوتا ہے۔ بعض افاضل فرماتے ہیں کہ

وصف موضوع خواہ نوع ہو یا مساوی نوع، جنس ہو یا مساوی جنس، مطلقاً قضا یا میں حکم افرادِ تخصیہ پر منحصر ہے، اور یہ بات تحقیق کے زیادہ قریب ہے کیونکہ طبیعت نوعیہ کا وجود خارج میں مستقل نہیں ہوتا، بلکہ اشخاص و افراد کے ضمن میں ہوتا ہے، اس لئے محمول کے ساتھ حقیقت میں اشخاص ہی متصف ہوتے ہیں، اور اشخاص کے ضمن میں طبیعت نوعیہ بھی متصف ہوتی ہے۔ اور یہ قول اس لئے بھی تحقیق کے قریب ہے کہ یہاں صرف ان ہی قضا یا سے گفتگو اور بحث و تمحیص پیش نظر ہے، جو علوم حکمیہ میں مستعمل ہوتے ہیں، اور جن کا اعتبار کیا جاتا ہے، اور وہ قضا یا جن کے محمولات کے ساتھ طبائع متصف ہوتے ہیں وہ علوم حکمیہ میں معتبر اور مستعمل نہیں ہوتے، اور اگر کہیں اس کا ذکر ہوتا ہے تو اشخاص کے ضمن میں ہوتا ہے، مقصود بالذات کی حیثیت سے نہیں ہوتا۔

وَأَمَّا صِدْقٌ وَصَفِ الْمَوْضُوعِ عَلَى ذَاتِهِ فَبِالْإِمْكَانِ عِنْدَ الْفَارَابِيِّ حَتَّى أَنْ الْمُرَادُ عِنْدَهُ بَيَجْ مَا أَمْكَنْ أَنْ يَصْدُقَ عَلَيْهِ جَ سَوَاءً كَانَ ثَابِتًا لَهُ بِالْفِعْلِ أَوْ مَسْلُوبًا عَنْهُ دَائِمًا بَعْدُ إِنْ كَانَ مُمَكِّنَ الثَّبُوتِ لَهُ وَبِالْفِعْلِ عِنْدَ الشَّيْخِ أَيْ مَا يَصْدُقُ عَلَيْهِ جَ بِالْفِعْلِ سَوَاءً كَانَ ذَلِكَ الصِّدْقُ فِي الْمَاضِي أَوْ الْحَاضِرِ أَوْ الْمُسْتَقْبَلِ حَتَّى لَا يَدْخُلَ فِيهِ مَا لَا يَكُونُ جَ دَائِمًا فَإِذَا قُلْنَا كُلُّ أَسْوَدٍ كَذَا يَتَنَاوَلُ الْحُكْمُ مَا أَمْكَنْ أَنْ يَكُونَ أَسْوَدَ حَتَّى رُؤْيَيْنِ مَثَلًا عَلَى مَذْهَبِ الْفَارَابِيِّ لِإِمْكَانِ إِيصَافِهِمْ بِالسَّوَادِ وَ عَلَى مَذْهَبِ الشَّيْخِ لَا يَتَنَاوَلُهُمُ الْحُكْمُ لِعَدَمِ إِيصَافِهِمْ بِالسَّوَادِ فِي وَقْتٍ مَا وَ مَذْهَبُ الشَّيْخِ أَقْرَبُ إِلَى الْعُرْفِ وَ أَمَّا صِدْقٌ وَصَفِ الْمَحْمُولِ عَلَى ذَاتِ الْمَوْضُوعِ فَقَدْ يَكُونُ بِالضَّرُورَةِ وَ بِالْإِمْكَانِ وَ بِالْفِعْلِ وَ بِالذَّوَامِ عَلَى مَا سَيَجِيءُ فِي بَحْثِ الْمَوْجِهَاتِ.

ترجمہ: اور بہر حال ذاتِ موضوع پر وصف موضوع کا صدق تو وہ فارابی کے نزدیک بالامکان ہے یہاں تک کہ ان کے نزدیک ”ج“ سے وہ فرد مراد ہوگا جس پر ”ج“ کا صادق آنا ممکن ہو، خواہ اس کے لئے بالفعل ثابت ہو یا ہمیشہ اس سے مسلوب ہو، بعد اس کے کہ وہ اس کے لئے ممکن الثبوت ہو اور شیخ کے نزدیک بالفعل ہے یعنی جس پر ”ج“ بالفعل صادق ہو خواہ یہ صدق ماضی میں ہو یا حال میں ہو، یا استقبال میں ہو، یہاں تک کہ اس میں داخل نہ ہوگا وہ جو کبھی بھی ”ج“ نہ ہو، پس جب ہم ”کل اسود کذا“ کہیں تو حکم ہر اس فرد کو شامل ہوگا جس کا اسود ہونا ممکن ہو، یہاں تک کہ روی کو بھی، فارابی کے مذہب کے مطابق، اس لئے کہ رویوں کا سواد کے ساتھ متصف ہونا ممکن ہے، اور شیخ کے مذہب پر حکم رویوں کو شامل نہ ہوگا کیوں کہ وہ کسی وقت میں بھی سواد کے ساتھ متصف نہیں اور شیخ کا مذہب عرف کے زیادہ قریب ہے، اور بہر حال ذاتِ موضوع پر وصف محمول کا صدق تو وہ کبھی بالضرورہ ہوتا ہے کبھی بالامکان ہوتا ہے، کبھی بالفعل اور کبھی بالذوام ہوتا ہے، جیسا کہ عنقریب موجبات کی بحث میں آجائے گا۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے وصف موضوع کے ذاتِ موضوع پر صدق اور وصف محمول کے ذاتِ موضوع پر صدق کی وضاحت کی ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ وصف موضوع کا ذاتِ موضوع پر صدق کے سلسلے میں معلّم ثانی اور معلّم ثالث کا اختلاف ہے۔ معلّم ثانی ابونصر فارابی کے نزدیک وصف موضوع کا ذاتِ موضوع پر صدق بالامکان ہوتا ہے، چنانچہ ان کے نزدیک ”کل ج ب“ سے وہ تمام افراد مراد ہیں، جن پر ”ج“ کا اطلاق ممکن ہو، خواہ وہ وصفِ عنوانی کے ساتھ بالفعل متصف ہوں، یا بالفعل تو متصف نہ

ہو، لیکن وصف عنوانی کے ساتھ اس کا متصف ہونا کسی زمانہ میں ممکن ہو، اگرچہ وصف موضوع دائمی طور پر اس سے منسوب ہو، وہ بالفعل کی صورت میں ”ج“ میں داخل نہیں ہیں، جیسے کل اسود، فارابی کے نزدیک یہ سواد کا حکم رومیوں کو بھی شامل ہوگا، اس لئے کہ نفس ماہیت انسانیہ کے اعتبار سے رومیوں کا سواد کے ساتھ متصف ہونا ممکن ہے، لیکن شیخ کے مذہب کے مطابق ”اسود“ رومیوں کو شامل نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ ان کے نزدیک تینوں زمانوں میں سے کسی زمانہ میں وصف موضوع کے ساتھ متصف ہونا ضروری ہے، اور رومی چونکہ کبھی بھی سواد کے ساتھ متصف نہیں ہو سکتا، اس لئے وہ شیخ کے نزدیک ”اسود“ کے حکم میں شامل نہیں ہوگا، شارح فرماتے ہیں کہ شیخ کا مذہب عرف کے زیادہ قریب ہے، کیونکہ عرف میں ”اسود“ کا حکم صرف ان ہی اشیاء پر لگایا جاتا ہے، جو صفت سواد کے ساتھ متصف ہوں، اور وہ شئی جس سے دائمی طور پر سواد منسوب ہو، وہ عرف میں سواد کے حکم میں نہیں آتی، اور اس پر سواد کے احکام جاری نہیں کیے جاتے۔

وصف محمول کا ذات موضوع پر صدق

وصف محمول ذات موضوع پر کبھی جہت ”ضروریہ“ کبھی بالامکان، کبھی بالفعل اور کبھی بالعدم صادق آتا ہے، جہت کی دانی اور ثانی بحث موجہات میں آرہی ہے وہیں تفصیل کی جائے گی۔

وَ إِذَا تَقَرَّرَتْ هَذِهِ الْأُصُولُ فَتَقُولُ قَوْلُنَا كُلُّ جَب يُعْتَبَرُ تَارَةً بِحَسَبِ الْحَقِيقَةِ وَ تُسَمَّى حَقِيقَةً كَأَنَّهَا حَقِيقَةُ الْقَضِيَّةِ الْمُسْتَعْمَلَةِ فِي الْعُلُومِ وَ أُخْرَى بِحَسَبِ الْخَارِجِ وَ تُسَمَّى خَارِجِيَّةً وَ الْمُرَادُ بِالْخَارِجِ الْخَارِجُ عَنِ الْمَشَاعِرِ أَمَّا الْأَوَّلُ فَتَعْنِي بِهِ كُلُّ مَا لَوْ وَجَدَ كَانَ جَب مِنَ الْأَفْرَادِ الْمُمْكِنَةِ فَهُوَ بِحَيْثُ لَوْ وَجَدَ كَانَ جَب فَالْحُكْمُ فِيهِ لَيْسَ مَقْصُودًا عَلَى مَالِهِ وَجُودٌ فِي الْخَارِجِ فَقَطُّ بَلْ عَلَى كُلِّ مَا قَدَّرَ وَجُودُهُ سَوَاءً كَانَ مَوْجُودًا فِي الْخَارِجِ أَوْ مَعْدُومًا فَحَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَوْجُودًا فَالْحُكْمُ فِيهِ عَلَى أَفْرَادِهِ الْمُقَدَّرَةِ الْوُجُودِ كَقَوْلِنَا كُلُّ عُنْقَاء طَائِرٌ وَ إِنْ كَانَ مَوْجُودًا فَالْحُكْمُ فِيهِ لَيْسَ مَقْصُودًا عَلَى أَفْرَادِهِ الْمَوْجُودَةِ بَلْ عَلَيْهَا وَ عَلَى أَفْرَادِهِ الْمُقَدَّرَةِ الْوُجُودِ أَيْضًا كَقَوْلِنَا كُلُّ إِنْسَانٍ حَيَوَانٌ.

ترجمہ: اور جب یہ اصول ثابت ہو گئے تو ہم کہتے ہیں کہ ”کل ج ب“ کبھی بحسب الحقیقت معتبر ہوتا ہے اور اس کا نام حقیقیہ رکھا جاتا ہے، گویا وہ علوم میں استعمال ہونے والے قضیہ کی حقیقت ہے، اور کبھی خارج کے اعتبار سے (معتبر ہوتا ہے) اور اس کا نام خارجہ رکھا جاتا ہے، اور خارج سے خارج عن الحواس مراد ہے، بہر حال اڈل تو اس لئے کہ ہم اس سے یہ مراد لیتے ہیں کہ افراد ممکنہ میں سے ہر وہ فرد جو موجود ہو کر ”ج“ ہو تو وہ موجود ہونے کی حیثیت سے ”ب“ ہوگا، پس اس میں حکم صرف اسی پر منحصر نہ ہوگا جس کا صرف خارج میں وجود ہو، بلکہ ہر اس فرد پر حکم ہوگا جس کا وجود فرض کیا گیا ہو خواہ وہ موجود فی الخارج ہو یا معدوم ہو، پس اس وقت اگر وہ موجود نہ ہو تو حکم اس میں اس کے ان افراد پر ہوگا جن کا وجود فرضی ہے جیسے ہمارا قول کل عنقاء طائر اور اگر موجود ہو تو اس میں حکم اس کے افراد موجودہ ہی پر منحصر نہ ہوگا، بلکہ اس پر اور اس کے ان افراد پر بھی ہوگا جن کا وجود فرض کیا گیا ہے، جیسے ہمارا قول کل انسان حیوان۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے وجود منصوص کے اعتبار سے قضیہ کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔ ۱۔ حقیقیہ۔ ۲۔ خارجہ۔

شارح فرماتے ہیں کہ جب سابقہ اصول ثابت ہو گئے تو اب ہم آپ کو اس بات سے بھی آگاہ کرنا چاہتے ہیں کہ "کل ج ب" کا یعنی قضیہ کا استعمال دو طرح سے ہوتا ہے: ۱۔ کبھی قضیہ کا استعمال حقیقت کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ ۲۔ اور کبھی خارج کے اعتبار سے استعمال ہوتا ہے۔

قضیہ حقیقیہ: وہ قضیہ ہے جس میں محمول کا حکم موضوع پر حقیقت کے اعتبار سے لگایا گیا ہو۔

وجہ تسمیہ: اس قضیہ کو حقیقیہ اس لئے کہتے ہیں کہ گویا یہ "ج" اس قضیہ کی حقیقت ہے، جو علوم میں مستعمل ہوتا ہے۔

قضیہ خارجیہ: وہ قضیہ ہے جس میں محمول کا حکم موضوع پر خارج کے اعتبار سے لگایا گیا ہو۔

وجہ تسمیہ: اس کو خارجیہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ مشاعر یعنی حواس خمسہ سے خارج ہوتا ہے، شارح دونوں کی تشریح کر رہے ہیں۔

چنانچہ امثال اول سے قضیہ حقیقیہ کی تشریح کر رہے ہیں، کہ بحسب الحقیقت کا مطلب یہ ہے کہ ہر وہ فرد جو پایا جائے، اور وہ افراد ممکنہ میں سے ہو، اور "ج" ہو، تو اس حیثیت سے کہ وہ پایا جائے، "ب" بھی ہوگا، قضیہ حقیقیہ میں محمول کے ثبوت کا حکم موضوع کے ان تمام افراد پر ہوتا ہے جو نفس الامر میں ممکن ہوں، اس میں حکم صرف ان افراد ہی پر منحصر نہیں ہوتا، جو خارج میں موجود ہیں، بلکہ یہ حکم ہر اس فرد کو بھی شامل ہوتا ہے، جس کا وجود مفروض ہو، خواہ وہ خارج میں موجود ہو یا بالکل معدوم ہو، اب اگر موضوع ایسا ہو کہ خارج میں اس کے تمام افراد معدوم ہوں تو اس وقت یہ حکم افراد مقدورہ پر ہوگا، جیسے کل عنقاء طائر، دیکھئے اس مثال میں عنقاء اگرچہ خارج میں موجود نہیں ہے، لیکن یہ حکم اس کے لئے بھی ثابت ہو رہا ہے، کیوں کہ عنقاء کا وجود مقدور اور مفروض ہے، اور اگر خارج میں موضوع کے افراد موجود ہوں تب بھی حکم صرف افراد موجودہ ہی پر منحصر نہ ہوگا، بلکہ افراد موجودہ اور مقدورہ و مفروضہ دونوں پر ہوگا، جیسے کل انسان حیوان، اس میں حیوانیت کا حکم انسان کے ان تمام افراد کے لئے بھی ہے جو اس وقت موجود ہیں، اور ان کے لئے بھی ہے، جو قیامت تک پیدا ہوں گے۔

وَأَمَّا قَيْدُ الْأَفْرَادِ بِالْإِمْكَانِ لِأَنَّهُ لَوْ أُطْلِقَتْ لَمْ يَصْدُقْ كَلِمَةُ أَصْلًا أَمَّا الْمُوجِبَةُ فَلِأَنَّهُ إِذَا قِيلَ كُلُّ ج بَ بِهَذَا الْإِغْتِبَارِ فَقَوْلُ لَيْسَ كَذَلِكَ لِأَنَّ جَ الَّذِي لَيْسَ بَ لَوْ وَجَدَ كَانَ جَ وَلَيْسَ بَ فَبَعْضُ مَا لَوْ وَجَدَ كَانَ جَ فَهُوَ بِحَيْثُ لَوْ وَجَدَ كَانَ لَيْسَ بَ وَإِنَّهُ يُنَاقِضُ قَوْلَنَا كُلُّ جَ بَ بِهَذَا الْإِغْتِبَارِ لَا يَقَالُ هَبْ إِنَّ جَ الَّذِي لَيْسَ بَ لَوْ وَجَدَ كَانَ جَ وَلَيْسَ بَ وَلَكِنْ لَا نُسَلِّمُ أَنَّهُ يَصْدُقُ جَ بَعْضُ مَا لَوْ وَجَدَ كَانَ جَ فَهُوَ بِحَيْثُ لَوْ وَجَدَ كَانَ جَ وَلَيْسَ بَ فَإِنَّ الْحُكْمَ فِي الْقَضِيَّةِ إِنَّمَا هُوَ عَلَى أَفْرَادِ جَ وَمِنْ الْجَائِزِ أَنْ لَا يَكُونَ جَ الَّذِي لَيْسَ بَ مِنْ أَفْرَادِ جَ فَإِنَّا إِذَا قُلْنَا كُلُّ إِنْسَانٍ حَيَوَانٌ فَلَا إِنْسَانَ الَّذِي لَيْسَ بِحَيَوَانٍ لَيْسَ مِنْ أَفْرَادِ الْإِنْسَانِ لِأَنَّ الْكَلِمَةَ يَصْدُقُ عَلَى أَفْرَادِهِ وَ الْإِنْسَانُ لَيْسَ بِصَادِقٍ عَلَى الْإِنْسَانِ الَّذِي لَيْسَ بِحَيَوَانٍ لِأَنَّا نَقُولُ قَدْ سَبَقَتْ الْإِشَارَةُ فِي مَطْلَعِ بَابِ الْكَلِمَاتِ إِلَى أَنَّ صِدْقَ الْكَلِمَةِ عَلَى أَفْرَادِهِ لَيْسَ بِمُعْتَبَرٍ بِحَسَبِ نَفْسِ الْأَمْرِ بَلْ بِحَسَبِ مُجَرِّدِ الْقَرَضِ فَإِذَا فُرِضَ إِنْسَانٌ لَيْسَ بِحَيَوَانٍ فَقَدْ فُرِضَ أَنَّهُ إِنْسَانٌ فَيَكُونُ مِنْ أَفْرَادِهِ وَ أَمَّا السَّالِبَةُ فَلِأَنَّهُ إِذَا قِيلَ لَا شَيْءَ مِنْ جَ بَ فَقَوْلُ أَنَّهُ كَاذِبٌ لِأَنَّ جَ الَّذِي هُوَ بَ لَوْ وَجَدَ كَانَ جَ وَ بَ فَبَعْضُ مَا لَوْ وَجَدَ كَانَ جَ فَهُوَ بِحَيْثُ لَوْ وَجَدَ كَانَ بَ وَ هُوَ يُنَاقِضُ قَوْلَنَا لَا شَيْءَ مِمَّا لَوْ وَجَدَ كَانَ جَ فَهُوَ بِحَيْثُ لَوْ وَجَدَ كَانَ بَ وَلَمَّا قِيدَ

الْمَوْضُوعُ بِالْإِمْكَانِ اِنْدَفَعَ الْاِغْتِرَاضُ لِأَنَّ الَّذِي لَيْسَ بِ فِي الْاِيجَابِ وَ جِ الَّذِي بَ فِي السَّلْبِ وَ اِنْ كَانَ فَرْدًا لِحَ لَكِنْ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ مُمْتَنِعَ الْوُجُودِ فِي الْخَارِجِ فَلَا يَصْدُقُ بَعْضُ مَا لَوْ وَجَدَ كَانَ جِ مِنَ الْاَفْرَادِ الْمُمْكِنَةِ فَهُوَ بِحَيْثُ لَوْ وَجَدَ كَانَ لَيْسَ بِ وَ لَا بَعْضُ مَا لَوْ وَجَدَ كَانَ جِ مِنَ الْاَفْرَادِ الْمُمْكِنَةِ فَهُوَ بِحَيْثُ لَوْ وَجَدَ كَانَ بَ فَلَا يَلْزَمُ كِذْبُ الْكَلِمَتَيْنِ.

ترجمہ: اور بلاشبہ افراد کو امکان کے ساتھ مقید کیا ہے، اس لئے کہ اگر مطلق رکھا جائے تو کوئی کلیہ بالکل صادق نہ ہوگا، بہر حال موجبہ تو اس لئے کہ جب اس اعتبار سے ”کل ج ب“ کہا جائے تو ہم کہتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے، کیوں کہ وہ ”ج“ لیس ”ب“ ہے، اگر وہ موجود ہو تو ”ج“ اور ”لیس ب“ ہوگا، پس بعض وہ فرد جو موجود ہو کر ”ج“ ہو تو وہ موجود ہونے کی حیثیت سے ”لیس ب“ ہوگا، اور یہ اس اعتبار سے ہمارے قول ”کل ج ب“ کے مناقض ہوگا۔ نہ کہا جائے کہ یہ تو تسلیم ہے کہ وہ ”ج لیس ب“ ہے اگر وہ موجود ہو تو ”ج“ اور ”لیس ب“ ہوگا، اور لیکن ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ اس وقت، صادق آئے گا، بعض وہ افراد جو موجود ہو کر ”ج“ ہو تو وہ موجود ہونے کی حیثیت سے ”لیس ب“ ہوگا۔ اس لئے کہ قضیہ میں حکم ”ج“ کے افراد پر ہوتا ہے، اور یہ ممکن ہے کہ وہ ”ج“ جو ”لیس ب“ ہے، وہ ”ج“ کے افراد میں سے نہ ہو، اس لئے کہ جب ہم یہ کہیں کل انسان حیوان تو وہ انسان جو حیوان نہیں ہے، وہ انسان کے افراد میں سے نہیں ہے کیوں کہ کلی تو اپنے افراد پر صادق ہوتی ہے، اور انسان اس انسان پر صادق نہیں ہے جو حیوان نہ ہو؟ کیونکہ ہم کہیں گے کہ باب کلیات کے شروع میں اس بات کی طرف اشارہ کر چکا ہے کہ کلی کا صدق اپنے افراد پر نفس الامر کے اعتبار سے معتبر نہیں ہے، بلکہ محض فرض کے اعتبار سے معتبر ہے، پس جب کوئی انسان لیس بحیوان فرض کر لیا گیا، تو اس کا انسان ہونا مفروض ہوا، لہذا وہ (بھی) انسان کے افراد میں سے ہوگا، اور بہر حال سالبہ تو اس لئے کہ جب کہا جائے لاشی من ج ب، تو ہم کہتے ہیں کہ یہ کاذب ہے، اس لئے کہ وہ ”ج“ جو ”ب“ ہے، اگر وہ موجود ہو تو ”ج“ اور ”ب“ ہوگا، تو بعض وہ افراد جو موجود ہو کر ”ج“ ہوں تو وہ موجود ہونے کی حیثیت سے ”ب“ ہوں گے، اور یہ ہمارے قول ”لا نشئ مما لو وجد کان ج فهو بحیث لو وجد کان ب“ کے مناقض ہے، اور جب موضوع کو امکان کے ساتھ مقید کر دیا گیا تو اعتراض ختم ہو گیا، اس لئے کہ وہ ”ج“ جو ایجاب میں ”لیس ب“ ہے، اور وہ ”ج“ جو سلب میں ”ب“ ہے وہ اگرچہ ”ج“ کا فرد ہے، لیکن ممکن ہے کہ وہ خارج میں ممتنع الوجود ہو، اس لئے اس صورت میں ”بعض ما لو وجد کان ج من الافراد الممكنة فهو بحیث لو وجد کان لیس ب“ صادق نہ ہوگا، اور نہ یہ صادق ہوگا کہ ”بعض ما لو وجد کان ج من الافراد الممكنة فهو بحیث لو وجد کان ب“ لہذا دونوں کلیوں کا کاذب ہونا لازم نہیں آئے گا۔

تشریح: ماتن نے قضیہ حقیقیہ میں جو افراد مقدرہ کو ممکن الوجود کے ساتھ مقید کیا ہے، شارح اس قید کا فائدہ بیان کر رہے ہیں، کہ قضیہ حقیقیہ میں حکم افراد موجودہ اور مقدرہ دونوں پر ہوتا ہے، اور افراد مقدرہ بعض ممکن الوجود ہوتے ہیں، اور بعض ممتنع الوجود کیونکہ ممتنع الوجود کو بھی فرض کیا جاسکتا ہے، اب اگر قضیہ حقیقیہ میں افراد کے ساتھ امکان کی قید نہ لگائی جائے تو پھر کوئی کلیہ صادق نہ ہوگا، نہ موجبہ کلیہ اور نہ سالبہ کلیہ بلکہ صرف جزئیہ صادق ہوگا، چنانچہ شارح اس کو دلیل سے سمجھا رہے ہیں کہ: اما الموجبة الخ سے قید

امکان نہ ہونے کی صورت میں قضیہ موجبہ کے کلیۃً صادق نہ ہونے کی دلیل بیان کی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ ”کل ج ب“ کا اس اعتبار سے مطلب یہ ہوگا کہ ہر وہ فرد جو پایا جائے، اور افراد ممکنہ میں سے بھی ہو، تو وہ ”ج“ ہوگا، تو اس حیثیت سے کہ وہ ”ج“ ہوگا، ”ب“ بھی ہوگا، یہ موجبہ کلیہ ہے، لیکن موضوع کے وہ افراد جو ممتنع ہونے کی وجہ سے نفس الامر میں محمول کے ساتھ متصف نہیں ہیں، ان کے اعتبار سے سالبہ جزئیہ صادق آئے گا، یعنی بعض ”ج“ ”لیس ب“ صادق ہوگا، ”کل ج ب“ اس صورت میں صادق نہیں ہو سکتا، کیونکہ دونوں میں تناقض ہے، اور جب ایک نقیض صادق آگئی تو دوسری نقیض صادق نہیں آ سکتی ورنہ اجتماع نقیض لازم آئے گا، پس ثابت ہو گیا کہ کوئی موجبہ کلیہ حقیقیہ صادق نہ ہوگا، اور جب موجبہ کلیہ صادق نہ ہوگا تو اس کی نقیض سالبہ جزئیہ صادق ہوگی، ورنہ ارتفاع نقیضین لازم آئے گا، جو محال ہے، شارح نے سالبہ جزئیہ کو یوں تعبیر کیا: بعض مالمو وجد کان ج فہو بحیث لو وجد کان ج ولیس ب۔

اعتراض: معترض سالبہ جزئیہ کے صدق پر منع وارد کرتا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ تو ہم مانتے ہیں کہ ”ج“ کے وہ افراد مقدرہ جو ”ب“ نہیں ہیں، وہ اگر ”ج“ ہوں گے تو ”لیس ب“ ہوں گے، لیکن یہ جو آپ نے کہا کہ اس کی نقیض سالبہ جزئیہ صادق ہوگی ہم اس کو نہیں مانتے، کیونکہ قضیہ میں حکم ”ج“ کے افراد پر ہوتا ہے، اور یہاں یہ امکان موجود ہے کہ وہ فرضی ”ج“ جو ”لیس ب“ ہے، ”ج“ کے افراد ہی سے نہ ہو، بلکہ اس سے خارج ہو، جیسے یوں کہا جائے کل انسان حیوان اس میں وہ تمام انسان داخل ہیں، جو حیوان ہیں، لیکن اگر کوئی ایسا انسان ہو جو حیوان نہیں تو وہ اس میں سرے سے شامل ہی نہیں، ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان ایک کلی ہے، جو اپنے تمام افراد کو شامل ہوتی ہے۔ لیکن وہ انسان جو لیس بحیوان ہو وہ اس میں داخل نہیں، اور نہ ہی لفظ انسان اس پر صادق ہوتا ہے جب بات یہ ہے تو سالبہ جزئیہ صادق نہیں، لہذا اس کی نقیض موجبہ کلیہ ہی صادق ہونی چاہئے؟ (تیسیر قطبی)

لانا نقول الخ سے شارح نے معترض کے منع کا جواب دیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ کلیات کی بحث کے شروع میں اس طرف اشارہ گزر چکا کہ کلی کا صدق اپنے افراد پر نفس الامر کے اعتبار سے ضروری نہیں بلکہ وہ محض فرضی احتمال پر مبنی ہوتا ہے، اس لئے جب ایک ایسی شئی کو انسان فرض کیا گیا، جو حیوان نہیں ہے، تو وہ بھی انسان کے افراد سے ہوگی، لہذا اس اعتبار سے سالبہ جزئیہ صادق ہوگا، معترض کا اس پر منع وارد کرنا درست نہیں۔

واما السالبة الخ سے امکان کی قید کے نہ ہونے کی صورت میں سالبہ کلیہ کے عدم صدق کی دلیل بیان کر رہے ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ لاشئ من ج ب، یہ سالبہ کلیہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ”ج“ کا ہر وہ فرد جو پایا جائے، اور وہ افراد ممکنہ میں سے ہو، تو اس حیثیت سے کہ وہ ”ج“ ہے ”ب“ نہیں ہے، لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ کاذب ہے، کیونکہ یہ ممکن ہے کہ ”ج“ کا کوئی ایک فرد ایسا بھی ہو، جو ”ب“ ہو، لہذا سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ صادق آگئی جس کو شارح نے اپنے الفاظ میں اس طرح کہا ہے، ”بعض ما لو وجد کان ج فہو بحیث لو وجد کان ب“ اور یہ لاشئ من ج ب کی نقیض ہے، پس جب یہ موجبہ جزئیہ صادق آیا تو سالبہ کلیہ صادق نہیں آ سکتا ورنہ اجتماع نقیضین لازم آئے گا۔

لیکن جب افراد کے ساتھ امکان کی قید لگا دی گئی تو دونوں اعتراض ختم ہو گئے، اس لئے کہ جو ”ج“ کہیں ”ب“ ہے ایجاب کی صورت میں، اور جو ”ج“ ”ب“ ہے سلب کی صورت میں، وہ اگرچہ ”ج“ کے افراد مقدرہ ہیں، لیکن وہ ممکنہ الوجود نہیں ہیں، لہذا موضوع سے خارج ہوں گے، تو موجبہ کلیہ اور سالبہ کلیہ دونوں صادق ہوگا، لہذا اب دونوں کلیوں کا کاذب ہونا لازم نہیں آئے گا۔

وَلَمَّا اُعْتَبِرَ فِي عَقْدِ الْوَضْعِ الْاِتِّصَالُ وَهُوَ قَوْلُنَا لَوْ وُجِدَ كَانَ جَ وَكَذَا فِي عَقْدِ الْحَمْلِ وَهُوَ قَوْلُنَا لَوْ وُجِدَ كَانَ بَ وَ الْاِتِّصَالُ قَدْ يَكُونُ بِطَرِيقِ اللَّزُومِ كَقَوْلِنَا اِنْ كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالْنَّهَارُ مَوْجُودٌ وَقَدْ يَكُونُ بِطَرِيقِ الْاِتِّفَاقِ كَقَوْلِنَا اِنْ كَانَ الْاِنْسَانُ نَاطِقًا فَالْحِمَارُ نَاهِقٌ فَسَرَهُ صَاحِبُ الْكُشْفِ وَمَنْ تَابَعَهُ بِاللَّزُومِ فَقَالُوا مَعْنَى قَوْلِنَا كُلُّ مَا لَوْ وُجِدَ كَانَ جَ فَهُوَ بِحَيْثُ لَوْ وُجِدَ كَانَ بَ اَنْ كُلِّ مَا هُوَ مَلْزُومٌ لِحَ فَهُوَ مَلْزُومٌ لِبَ وَ لَيْتَ شِعْرِي لِمَ لَمْ يَكْتَفُوا بِمُطْلَقِ الْاِتِّصَالِ حَتَّى لَزِمَهُمْ خُرُوجُ اَكْثَرِ الْقَضَايَا عَنْ تَفْسِيرِهِمْ لِأَنَّهُ لَا يَنْطَبِقُ إِلَّا عَلَى قَضِيَّةٍ يَكُونُ وَصْفُ مَوْضُوعِهَا وَ وَصْفُ مَحْمُولِهَا لَازِمَيْنِ لِذَاتِ الْمَوْضُوعِ وَ أَمَّا الْقَضَايَا الَّتِي أَحَدُ وَ صَفِيَّهَا أَوْ كِلَاهُمَا غَيْرُ لَازِمٍ فَخَارِجَةٌ عَنْ ذَلِكَ وَ لَزِمَهُمْ أَيْضًا حَصْرُ الْقَضَايَا فِي الضَّرُورِيَّةِ إِذْ لَا مَعْنَى لِلضَّرُورَةِ إِلَّا لَزُومٌ وَ وَصْفُ الْمَحْمُولِ لِذَاتِ الْمَوْضُوعِ بَلْ فِي أَحْصَى مِنَ الضَّرُورِيَّةِ لِإِعْتِبَارِ لَزُومٍ وَ وَصْفِ الْمَوْضُوعِ فِي مَفْهُومِ الْقَضِيَّةِ وَ عَدَمِ إِعْتِبَارِهِ فِي مَفْهُومِ الضَّرُورِيَّةِ.

ترجمہ: اور جب اعتبار کیا گیا عقد وضع میں اتصال کا اور وہ ہمارا قول ”لو وجود کان ج“ ہے، اسی طرح عقد حمل میں اور وہ ہمارا قول ”لو وجود کان ب“ ہے، اور اتصال کبھی بطریق لزوم ہوتا ہے، جیسے ہمارا قول ”ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود“ اور کبھی بطریق اتفاق ہوتا ہے، جیسے ہمارا قول ”ان کان الانسان ناطقا فالخمار ناهق“ تو اس کی صاحب کشف اور تبعین نے لزوم سے تفسیر کی ہے، چنانچہ انہوں نے کہا ہے کہ ہمارے قول ”کل ما لو وجد کان ج فهو بحيث لو وجد کان ب“ کے معنی یہ ہیں کہ ہر وہ فرد جو ”ج“ کا ملزوم ہے، تو وہ ”ب“ کا ملزوم ہے، اور کاش مجھے اس کا علم ہوتا کہ انہوں نے مطلق اتصال پر کیوں نہ اکتفاء کیا، یہاں تک کہ ان کی تفسیر سے اکثر قضایا کا خروج لازم آگیا، اس لئے کہ ان کی تفسیر صرف اسی قضیہ پر منطبق ہو سکتی ہے، جس کے موضوع کا وصف اور محمول کا وصف ذات موضوع کو لازم ہوں، اور بہر حال وہ قضایا جن کا ایک وصف یا دونوں وصف لازم نہ ہوں، تو وہ اس سے خارج ہیں، اور ان کی تفسیر سے قضایا کا ضروریہ میں منحصر ہونا لازم آگیا، اس لئے کہ ضروریہ کے معنی یہ ہیں کہ ذات موضوع کے لئے وصف محمول لازم ہو، بلکہ ضروریہ سے بھی اخص میں منحصر ہونا لازم آیا، کیونکہ قضیہ کے مفہوم میں وصف محمول کے لزوم کا اعتبار ہے، اور ضروریہ کے مفہوم میں اس کا اعتبار نہیں ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ عقد وضع اور عقد حمل میں مطلق اتصال مراد لینا بہتر ہے، چنانچہ تفصیل یہ ہے کہ متن میں ”لو وجود کان ج“ عقد وضع ہے، اور ”لو وجود کان ب“ عقد حمل ہے، اور یہ قضیہ شرطیہ ہے، اور شرطیہ کے مقدم اور تالی کے درمیان اتصال ہوتا ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ اس میں اتصال کی کوئی قسم ہے، کیونکہ اتصال کی تو دو قسمیں ہیں، لزومیہ، اتفاقیہ۔ لزومیہ: وہ قضیہ ہے جس کے مقدم اور تالی کے درمیان ایسی نسبت ہو جو تالی کی مصاحبت کو چاہتی ہے، جیسے ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود، اگر سورج نکلے گا تو دن موجود ہوگا، دیکھئے اس مثال میں سورج کا نکلنا دن کے موجود ہونے کو چاہتا ہے۔

اتفاقیہ: وہ قضیہ متصلہ ہے جس کے مقدم اور تالی کے درمیان کوئی ایسی نسبت نہ ہو کہ مقدم اور تالی کی مصاحبت کو چاہتا ہو، بلکہ تالی کا ہونا محض اتفاقی ہو، جیسے ”ان کان الانسان ناطقا فالخمار ناهق“ دیکھئے اس مثال میں انسان کے ناطق ہونے اور گدھے کے

ناہق ہونے کے درمیان کوئی ایسا تعلق اور علاقہ نہیں ہے جو کہ انسان کا ناطق ہونا گدھے کے ناہق ہونے کی مصاحبت کو چاہتا ہو، نہ تو علاقہ علیت ہے کہ انسان کا ناطق ہونا گدھے کے ناہق ہونے کے لئے علت ہو اور نہ ہی علاقہ لزوم ہے، بلکہ یہ تو محض اتفاقی بات ہے کہ جب انسان بول رہا ہو تو اس وقت گدھا بھی پیچو پیچو کرنے لگے۔

صاحب کشف اور اس کے متبعین اور ماتن وغیرہ نے اتصال کی تفسیر لزوم سے کی ہے اور کہا ہے کہ ”کل ما لو وجد کان ج فہو بحیث لو وجد کان ب“ کے معنی یہ کہ ”کل ما ہو ملزوم لج فہو ملزوم لب“ گویا عقد وضع اور عقد حمل جو قضیہ شرطیہ ہے ان حضرات نے دونوں سے متصل لزوم یہ مراد لیا ہے، لیکن شارح اس سے متفق نہیں، شارح کہتے ہیں کہ اگر ماتن اتصال کو مطلق چھوڑ دیتے تو اچھا ہوتا جب انہوں نے لزوم کی قید لگا دی تو اس سے مندرجہ ذیل خرابیاں لازم آتی ہیں۔

- ۱- انکی اس تفسیر سے قضیہ حقیقیہ کی تعریف سے بہت سے قضایا خارج ہو جاتے ہیں، حالانکہ وہ بھی قضایا ہیں، کیونکہ یہ تعریف صرف اسی قضیہ پر صادق آتی ہے، جس میں وصف موضوع اور وصف محمول دونوں ذات موضوع کیلئے ضروری ہوں، اور جن قضایا میں یہ دونوں یا ان میں سے ایک غیر لازم ہو تو وہ قضایا تعریف سے خارج ہو جاتے ہیں، اگر اتصال سے مطلق اتصال مراد لیا جاتا تو قضیہ حقیقیہ کی یہ تعریف حلیہ مطلقہ عامہ، ممکنہ عامہ، اور دائمہ مطلقہ سب پر صادق آتی، کیونکہ ان قضایا میں محمول موضوع کیلئے لازم نہیں ہوتا۔
- ۲- اتصال لزوم کی صورت میں قضایا ”ضروریہ“ میں منحصر ہونا لازم آئے گا، کیوں کہ ضروریہ میں ذات موضوع کے لئے وصف محمول کا لزوم ہوتا ہے۔

- ۳- بلکہ قضیہ ضروریہ میں سے بھی صرف اس قضیہ ضروریہ پر قضایا کا منحصر کرنا لازم آئے گا، جس میں وصف موضوع ذات موضوع کے لئے لازم ہو، گویا یہ ایک خاص قسم کا ضروریہ ہے، ورنہ عام ضروریہ میں تو صرف وصف محمول ذات موضوع کے لئے ضروری طور پر ثابت ہوتا ہے۔ وصف موضوع کا قضیہ کے مفہوم میں کوئی اعتبار نہیں ہوتا، اور اس تعریف میں تو قضیہ کے مفہوم میں وصف موضوع کا اعتبار ضروری ہے، خلاصہ یہ ہے کہ یہ سب خرابیاں اس وجہ سے لازم آتی ہیں کہ ”اتصال“ کو مطلق نہیں رکھا گیا، بلکہ اس کو لزوم کی قید کے ساتھ مقید کیا گیا، اور عقد وضع اور عقد حمل میں متصل لزوم یہ اعتبار کیا گیا، حالانکہ اس کا اعتبار نہ کرنا چاہئے تھا۔

میرسید کی تحقیق

میر صاحب فرماتے ہیں کہ عقد وضع اور عقد حمل میں اتصال کا معتبر ہونا ظاہر عبارت کے لحاظ سے ہے، کیوں کہ ”لو وجد کان ج“ بھی شرطیہ متصلہ ہے، لیکن معنی کے اعتبار سے اس میں اتصال مراد نہیں ہو سکتا، اس واسطے کہ یہ عبارت قضیہ حلیہ کے موضوع اور محمول کی تعبیر ہے، اور یہ بات پہلے معلوم ہو چکی کہ قضیہ حلیہ میں عقد وضع ترکیب تقیدی ہوتی ہے، تو عقد وضع میں اتصال کیسے متصور ہو سکتا ہے؟ نیز قضیہ حلیہ میں عقد حمل ترکیب خبری ہوتی ہے، مگر وہ حلیہ ہے نہ کہ اتصالی، پس قضیہ حقیقیہ کے مفہوم میں اتصال کے معنی بالکل نہیں ہو سکتے اور قضیہ حلیہ کی تفسیر دو متصلہ سے نہیں کی جاسکتی، بلکہ شرطیہ کی عبارت کو موضوع کے افراد میں تقسیم کے قصد پر محمول کرنا ضروری ہوگا، یعنی قضیہ شرطیہ کے ذریعہ سے تعبیر اس لئے کی گئی ہے تاکہ قضیہ کے موضوع میں افراد محققہ اور مقدرہ تمام کے تمام داخل ہو جائیں، کیونکہ جب ”کل ج ب“ کہا جائے تو اس سے ذہن فوراً اس طرف جاتا ہے کہ یہ حکم صرف ان افراد پر ہے جو خارج میں پائے جاتے ہیں، اس وجہ سے تفسیر میں کلمہ شرط ”لو“ لایا گیا تاکہ اس بات پر تنبیہ ہو جائے کہ افراد

مقدّرہ بھی حکم میں داخل ہیں، کیونکہ کلمہ شرط محقق اور مقدر دونوں قسم کے افراد کیلئے مستعمل ہوتا ہے، چنانچہ ”ان کانت الشمس طالعة فالنہار موجود“ جس طرح دن کے وقت میں کہا جاتا ہے، اسی طرح رات کے وقت میں بھی بولا جاتا ہے۔

بعض حضرات نے میر صاحب کے مذکورہ بالا بیان کو اس پر محمول کیا ہے کہ یہ شارح پر اعتراض ہے، لیکن ایسا نہیں ہے، بلکہ میر صاحب کے بیان حقیقت کا اظہار ہے، نہ کہ اعتراض وارد کرنا، کیونکہ شارح نے شرح مطالع میں جو اس مقام کی تحقیق کی ہے، اس کا مفہوم بھی یہی ہے، کہ اتصال مذکور کا اعتبار بحسب الظاہر ہے، نہ کہ بحسب الحقیقت۔ (وہی تحقیقات، تیسیر قطبی)

وَقَدْ وَقَعَ فِي بَعْضِ النُّسخِ كُلُّ مَا لَوْ وَجَدَ وَكَانَ جَ بِالْوَاوِ الْعَاطِفَةِ وَهُوَ خَطَا فَاِحْشَ لَانَّ كُلَّ جَ لَا زِمَ لَوُجُودِ الْمَوْضُوعِ عَلَى مَا فَسَّرَهُ بِهِ وَلَا مَعْنَى لِلْوَاوِ الْعَاطِفَةِ بَيْنَ اللَّازِمِ وَالْمَلْزُومِ عَلَى أَنَّ ذَلِكَ لَيْسَ بِمُشْتَبِهٍ أَيْضًا عَلَى أَهْلِ الْعَرَبِيَّةِ فَإِنَّ لَوْ حَرَفَ الشَّرْطِ وَلَا بُدَّ لَهُ مِنْ جَوَابٍ وَجَوَابُهُ لَيْسَ قَوْلُنَا فَهُوَ بِحَيْثُ لَانَّهُ خَبَرُ الْمُبْتَدَأِ بَلْ كَانَ جَ وَجَوَابُ الشَّرْطِ لَا يُعْطَفُ عَلَيْهِ.

ترجمہ: اور بعض نسخوں میں ”کل ما لو وجد كان ج“ واو عاطفہ کے ساتھ واقع ہے، اور یہ نقش غلطی ہے اس لئے کہ ”کل ج“ موضوع کے وجود کے لئے لازم ہے، ماتن کی ذکر کردہ تفسیر کے مطابق، اور لازم و ملزوم کے درمیان واو عاطفہ کے کوئی معنی ہی نہیں، علاوہ ازیں یہ بات اہل عربیہ پر بھی مشتبہ نہیں، کیونکہ ”لو“ حرف شرط ہے، جس کا جواب ضروری ہے، اور اس کا جواب ہمارا قول ”فہو بحیث“ نہیں ہے، اس لئے کہ وہ مبتدا کی خبر ہے، بلکہ ”کان“ (جواب شرط ہے) اور جواب شرط کو شرط پر معطوف نہیں کیا جاتا۔

تفسیر: اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ متن کے بعض نسخوں میں ”کل ما لو وجد كان ج“ کے بجائے ”کل ما لو وجد و كان ج“ واو عاطفہ کے ساتھ ہے اور یہ نقش غلطی ہے دو وجہ سے: ۱۔ کل ما لو وجد یہ موضوع ہے، اور ملزوم ہے، ”کان ج“ اس کو لازم ہے، جیسا کہ صاحب کشف کے حوالہ سے اس کی تفسیر نقل کی گئی ہے، اور لازم و ملزوم کے درمیان چونکہ کوئی حرف عطف نہیں ہوتا، اس لئے یہاں بھی ”واو“ غلط ہے۔ ۲۔ کل ما لو وجد شرط ہے اور ”کان ج“ اس کی جزاء ہے اور شرط و جزاء کے درمیان کوئی حرف عطف نہیں ہوتا، کیونکہ اہل عربیہ پر یہ بات مخفی نہیں کہ ”لو“ شرط کے لئے استعمال ہوتا ہے، لہذا یہاں ”لو“ حرف شرط ہوگا، اور لو وجد یہ پورا جملہ شرط ہوگا اور ”کان ج“ اس کی جزاء ہوگی، اور فہو بحیث..... کو جزاء نہیں قرار دیا جاسکتا، کیونکہ یہ تو مبتدا کی خبر ہے۔

وَأَمَّا الشَّانِي فَيُرَادُ بِهِ كُلُّ جَ فِي الْخَارِجِ فَهُوَ بَ فِي الْخَارِجِ وَ الْحُكْمُ فِيهِ عَلَى الْمَوْجُودِ فِي الْخَارِجِ سَوَاءَ كَانَ اتِّصَافُهُ بِجَ حَالِ الْحُكْمِ أَوْ قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ لَانَّ مَا لَمْ يَوْجَدْ فِي الْخَارِجِ أَوْ لَا وَ أَبَدًا يَسْتَحِيلُ أَنْ يَكُونَ بَ فِي الْخَارِجِ وَ إِنَّمَا قَالَ سَوَاءَ كَانَ حَالِ الْحُكْمِ أَوْ قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ دَفْعًا لِتَوَهُّمٍ مَنْ ظَنَّ أَنَّ مَعْنَى جَ بَ هُوَ اتِّصَافُ الْجِيمِ بِالْبَائِيَةِ حَالِ كَوْنِهِ مَوْصُوفًا بِالْجِيمِيَّةِ فَإِنَّ الْحُكْمَ لَيْسَ عَلَى وَصْفِ الْجِيمِ حَتَّى يَجِبَ تَحَقُّقُهُ حَالِ تَحَقُّقِ الْحُكْمِ بَلْ عَلَى ذَاتِ الْجِيمِ فَلَا يَسْتَدْعِي الْحُكْمُ إِلَّا وَجُودَهُ وَ أَمَّا اتِّصَافُهُ بِالْجِيمِيَّةِ فَلَا يَجِبُ تَحَقُّقُهُ حَالِ الْحُكْمِ فَإِذَا قُلْنَا

كُلُّ كَاتِبٍ ضَاحِكٌ فَلَيْسَ مِنْ شَرْطِ كَوْنِ ذَاتِ الْكَاتِبِ مَوْضُوعًا أَنْ يَكُونَ كَاتِبًا فِي وَقْتِ كَوْنِهِ مَوْضُوعًا بِالضَّحِكِ بَلْ يَكْفِي فِي ذَلِكَ أَنْ يَكُونَ مَوْضُوعًا بِالْكَاتِبِيَّةِ فِي وَقْتِ مَا حَتَّى يَصْدُقَ قَوْلُنَا كُلُّ نَائِمٍ مُسْتَقِظٌ وَإِنْ كَانَ إِيصَافُ ذَاتِ النَّائِمِ بِالْوَصْفَيْنِ إِنَّمَا هُوَ فِي وَقْتَيْنِ.

ترجمہ: اور بہر حال دوسرا (یعنی بحسب الخارج) تو اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ جوشی خارج میں "ج" ہے، وہ خارج میں "ب" ہے، اور اس میں موجود فی الخارج پر حکم ہوتا ہے، خواہ "ج" کے ساتھ اس کا اتصاف حکم کے وقت ہو، یا اس سے پہلے یا اس کے بعد، اس لئے کہ جوشی خارج میں کبھی بھی موجود نہ ہو اس کا خارج میں "ب" ہونا محال ہے، اور ماتن نے "سواء كان حال الحكم او قبله او بعده" اس شخص کے وہم کو دور کرنے کیلئے کہا ہے جس نے یہ گمان کیا ہے کہ "ج ب" کے معنی یہ ہیں کہ جیم بائیت کے ساتھ متصف ہو، اس حال میں کہ جیم جیمیت سے موصوف ہو، کیونکہ حکم وصف جیم پر نہیں ہے، تا کہ حکم کے پائے جانے کے وقت اس کا پایا جانا ضروری ہو، بلکہ جیم کی ذات پر حکم ہوتا ہے، تو حکم صرف اس کے وجود کا متقاضی ہے، اور بہر حال اس کا جیمیت کے ساتھ متصف ہونا تو حکم کے تحقق کے وقت اس کا تحقق ضروری نہیں ہے، پس جب ہم کل کاتب ضاحک کہیں، تو ذات کاتب کے موضوع ہونے کیلئے شرط نہیں کہ وہ ضحک کے ساتھ موصوف ہونے کے وقت میں کاتب ہو، بلکہ کسی نہ کسی وقت میں اس کا کاتبیت کے ساتھ موصوف ہونا کافی ہے، یہاں تک کہ ہمارا قول "کل نائم مستيقظ" صادق ہوگا، اگرچہ ذات نائم کا دو وصفوں کے ساتھ متصف ہونا دو وقتوں میں ہے۔

تشریح: اس سے قبل شارح نے فرمایا تھا کہ اگر "کل ج ب" بحسب الخارج مستعمل ہو تو اسے خارجیہ کہتے ہیں واما الثانی سے اس کی توضیح و تشریح کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ہر وہ فرد جو خارج میں "ج" ہو، وہ خارج میں "ب" بھی ہوگا، یہاں دو باتیں ہیں: ۱۔ کل ج ب فی الخارج میں حکم صرف ان افراد پر ہوتا ہے، جو خارج میں موجود ہوں، کیونکہ جوشی خارج میں کبھی بھی موجود نہ ہو اس کا خارج میں "ب" ہونا محال ہے۔ ۲۔ ذات موضوع کا حکم کے وقت "وصف موضوع" کے ساتھ متصف ہونا کوئی ضروری نہیں ہے۔ اس کا اتصاف خواہ حکم کے وقت ہو، یا اس سے پہلے یا اس کے بعد، اس سے کوئی بحث نہیں۔

سواء كان حال الحكم الخ اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ ماتن نے سواء كان اتصافہ بیج، سے درحقیقت بعض لوگوں کے اس گمان کو رد کیا ہے کہ جنہوں نے "کل ج ب" کے معنی یہ سمجھا ہے کہ جیم کا بائیت کے ساتھ متصف ہونا جیمیت کے ساتھ متصف ہونے کی حالت میں ہوتا ہے، یعنی موضوع کا محمول کے ساتھ متصف ہونا وصف عنوانی کے ساتھ متصف ہونے کی حالت میں ہوتا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ ذات موضوع پر وصف محمول کا حکم اس وقت ثابت ہوگا، جب ذات موضوع وصف موضوع کے ساتھ متصف ہو، ورنہ بصورت دیگر حکم ثابت نہیں ہوگا۔

تو ماتن نے اس وہم کو رد کر دیا کہ یہ ظن وہم صحیح نہیں ہے، کیونکہ وصف محمول کا حکم وصف موضوع پر نہیں ہوا، بلکہ ذات موضوع پر ہوتا ہے، اس لئے حکم کے وقت ذات موضوع کا تحقق ضروری ہے، وصف موضوع پر نہیں ہوتا، بلکہ وصف موضوع تو موضوع کے ذات کی تعبیر کا ایک ذریعہ ہے، تو خواہ وصف عنوانی کے ساتھ اتصاف حکم سے پہلے ہو یا بعد میں یا حکم ہی کی حالت میں ہو، بہر حال حکم ذات ہی پر ہوگا، مثلاً کل کاتب ضاحک میں ضحک کا حکم ذات کاتب پر ہے، وصف کاتب پر نہیں، لہذا ضحک کے

حکم کی حالت میں ذات کا تب کا وصف کتابت کے ساتھ متصف ہونا کوئی ضروری نہیں ہے، بلکہ اس کا کسی نہ کسی وقت میں کتابت کے ساتھ متصف ہونا کافی ہے، اگر حکم کے وقت ذات موضوع کا وصف موضوع کے ساتھ متصف ہونا ضروری ہو، تو پھر کل ناسم مستیقت صحیح نہیں ہوگا، کیونکہ نیند کی حالت میں کوئی بیدار نہیں ہوتا، بلکہ نیند اور بیداری دو حالتوں میں ہوتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ ذات موضوع کا حکم کے وقت وصف موضوع کے ساتھ متصف ہونا کوئی ضروری نہیں ہے۔

لَا يَقَالُ هَهُنَا قَضَايَا لَا يُمْكِنُ اخْذُهَا بِأَحَدِ الْإِغْتِبَارَيْنِ وَهِيَ الَّتِي مَوْضُوعَاتُهَا مُمْتَنِعَةٌ كَقَوْلِنَا شَرِيكَ الْبَارِي مُمْتَنِعٌ وَكُلُّ مُمْتَنِعٍ فَهُوَ مَعْدُومٌ وَالْفَنُّ يَجِبُ أَنْ يَكُونَ قَوَاعِدُهُ عَامَّةٌ لِأَنَّا نَقُولُ الْقَوْمُ لَا يَزْعُمُونَ إِنْ حَصَرَ جَمِيعَ الْقَضَايَا فِي الْحَقِيقَةِ وَالْخَارِجِيَّةِ بَلْ زَعَمُهُمْ أَنَّ الْقَضِيَّةَ الْمُسْتَعْمَلَةَ فِي الْعُلُومِ مَاخُودَةٌ فِي الْأَغْلَبِ بِأَحَدِ الْإِغْتِبَارَيْنِ فَلِهَذَا وَضَعُوهُمَا وَاسْتَخْرَجُوا أَحْكَامَهُمَا لِيَسْتَفْعُوا بِذَلِكَ فِي الْعُلُومِ وَأَمَّا الْقَضَايَا الَّتِي لَا يُمْكِنُ اخْذُهَا بِأَحَدِ هَذَيْنِ الْإِغْتِبَارَيْنِ فَلَمْ يُعْرِفْ بَعْدَ أَحْكَامُهَا وَتَعْمِيمُ الْقَوَاعِدِ إِنَّمَا هُوَ بِقَدْرِ الطَّاقَةِ الْإِنْسَانِيَّةِ.

ترجمہ: یہاں نہ کہا جائے کہ کچھ ایسے قضایا بھی ہیں جن کو اعتبارین میں سے کسی اعتبار سے بھی لیا جانا ممکن نہیں، اور یہ وہ قضایا ہیں جن کے موضوعات ممتنع ہوں، جیسے شریک الباری ممتنع، کل ممتنع معدوم اور فن کے قواعد کا عام ہونا ضروری ہے؟ کیونکہ ہم کہیں گے کہ قوم تمام قضایا حقیقیہ اور خارجیہ میں منحصر ہونے کے قائل نہیں، بلکہ ان کا خیال یہ ہے کہ وہ قضیہ جو علوم میں مستعمل ہے، اکثر اعتبارین میں سے کسی ایک اعتبار کے ساتھ ماخوذ ہے، اسی لئے قوم نے ان کو وضع کیا ہے اور ان کے احکام کا استخراج کیا ہے، تاکہ ان کے ذریعہ علوم میں فائدہ اٹھائیں، بہر حال وہ قضایا جن کو اعتبارین میں سے کسی ایک کے ساتھ لینا ممکن نہیں، تو ان کے تو ابھی تک احکام ہی معلوم نہیں، اور قواعد کی تعیم انسانی طاقت کے بقدر ہوا کرتی ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے ایک اعتراض اور اس کا جواب ذکر کیا ہے، معترض کہتا ہے کہ ماتن نے قضیہ کی صرف دو قسمیں حقیقیہ اور خارجیہ بیان کی ہیں، اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ کچھ قضایا ایسے بھی ہیں، جن کے موضوعات ممتنع ہوتے ہیں، جیسے شریک الباری، کل ممتنع معدوم، تو ایسے قضایا کو نہ حقیقیہ کہا جاسکتا ہے، نہ خارجیہ۔ حقیقیہ اس لئے نہیں کہہ سکتے کہ قضیہ حقیقیہ میں حکم اگرچہ افراد مقدرہ پر بھی ہوتا ہے مگر ”ممکنہ“ کی قید ملحوظ ہے، حالانکہ ان قضایا میں افراد ممتنع ہوتے ہیں، اور خارجیہ اس لئے نہیں کہہ سکتے کہ خارجیہ میں صرف ان افراد پر حکم ہوتا ہے جو خارج میں متحقق ہوں، اور چونکہ ان قضایا میں افراد ممتنع ہوتے ہیں، اس وجہ سے یہ موجود فی الخارج بھی نہیں ہو سکتے، حالانکہ فن کے قواعد عام ہوا کرتے ہیں جو اپنے تمام افراد کو شامل ہوتے ہیں، اور قضیہ کی آپ نے جو دو قسمیں بیان کی ہیں یہ قسمیں تمام قضایا کو شامل نہیں، لہذا قضیہ کو دو قسموں میں منحصر کرنا صحیح نہیں؟

لانا نقول الخ سے شارح نے اس اعتراض کا جواب دیا ہے، حاصل جواب یہ ہے کہ قضیہ کی ان قسموں سے قضایا کو ان میں منحصر کرنا مقصود نہیں ہے، بلکہ ان قضایا کو بیان کرنا مقصود ہے، جو علوم میں اکثر و بیشتر مستعمل ہوتے ہیں، اور یہ وہی قضایا ہوتے ہیں، جن کا تعلق ان دونوں اعتباروں اور دو قسموں میں سے کسی ایک کے ساتھ ضرور وابستہ ہوتا ہے، اس لئے مناطہ نے ان ہی کو وضع کیا، ان کے احکام بیان کیے تاکہ ان سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔

اور رہی بات ان قضایا کی جن کے موضوعات ممتنع ہوتے ہیں، جن کا تعلق ان دو اعتباروں میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی نہیں ہے، تو ان کے احوال اب تک معلوم نہیں ہوئے، ایسے قضایا کو بیان نہیں کیا گیا، کیونکہ ایسے قضایا کی تعریفات اور ان کے احکام تک رسائی بہت مشکل امر ہے، انسانی طاقت سے باہر ہے اور آپ کا یہ کہنا کہ فن منطق کے قواعد عام ہوتے ہیں، لہذا دو قسمیں بیان کرنا صحیح نہیں، تو یہ بات یاد رکھیے کہ قواعد کی تعلیم انسانی طاقت کی حیثیت سے ہو سکتی ہے، اور جو انسان کی طاقت سے باہر ہو، اس میں انسان معذور ہے، وہاں قواعد کی تخصیص ضرور ہو جائے گی، لہذا آپ کا اعتراض کرنا صحیح نہیں۔

قَالَ وَ الْفَرْقُ بَيْنَ الْإِعْتِبَارَيْنِ ظَاهِرٌ فَإِنَّهُ لَوْ لَمْ يَوْجَدْ شَيْءٌ مِنَ الْمُرَبَّعَاتِ فِي الْخَارِجِ يَصِحُّ أَنْ يُقَالَ كُلُّ مُرَبَّعٍ شَكْلٌ بِالْإِعْتِبَارِ الْأَوَّلِ دُونَ الثَّانِي وَ لَوْ لَمْ يَوْجَدْ شَيْءٌ مِنَ الْأَشْكَالِ فِي الْخَارِجِ إِلَّا الْمُرَبَّعُ يَصِحُّ أَنْ يُقَالَ كُلُّ مُرَبَّعٍ بِالْإِعْتِبَارِ الثَّانِي دُونَ الْأَوَّلِ أَقُولُ قَدْ ظَهَرَ لَكَ مِمَّا بَيَّنَّا أَنَّ الْحَقِيقَةَ لَا تَسْتَدْعِي وَجُودَ الْمَوْضُوعِ فِي الْخَارِجِ بَلْ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ مَوْجُودًا فِي الْخَارِجِ وَ أَنْ لَا يَكُونَ وَ إِذَا كَانَ مَوْجُودًا فِي الْخَارِجِ فَالْحُكْمُ فِيهَا لَا يَكُونُ مَقْصُورًا عَلَى الْإِفْرَادِ الْخَارِجِيَّةِ بَلْ يَتَنَاوَلُهَا وَ الْإِفْرَادِ الْمَقْدَرَةِ الْوُجُودِ بِخِلَافِ الْخَارِجِيَّةِ فَإِنَّهَا تَسْتَدْعِي وَجُودَ الْمَوْضُوعِ فِي الْخَارِجِ وَ الْحُكْمُ فِيهَا مَقْصُورٌ عَلَى الْإِفْرَادِ الْخَارِجِيَّةِ فَالْمَوْضُوعُ إِنْ لَمْ يَكُنْ مَوْجُودًا فَقَدْ يَصْدُقُ الْقَضِيَّةُ بِإِعْتِبَارِ الْحَقِيقَةِ دُونَ الْخَارِجِ كَمَا إِذَا لَمْ يَكُنْ شَيْءٌ مِنَ الْمُرَبَّعَاتِ مَوْجُودًا فِي الْخَارِجِ يَصْدُقُ بِحَسَبِ الْحَقِيقَةِ كُلُّ مُرَبَّعٍ شَكْلٌ أَيْ كُلُّ مَا لَوْ وَجَدَ كَانَ مُرَبَّعًا فَهُوَ بِحَيْثُ لَوْ وَجَدَ كَانَ شَكْلًا وَلَا يَصْدُقُ بِحَسَبِ الْخَارِجِ لِعَدَمِ وَجُودِ الْمُرَبَّعِ فِي الْخَارِجِ عَلَى مَا هُوَ الْمَقْرُوضُ.

ترجمہ - ماتن نے کہا، اور دونوں اعتباروں کے درمیان فرق ظاہر ہے، اس لئے کہ مربعات میں سے کوئی شے اگر خارج میں موجود نہ ہو تو یہ کہنا صحیح ہے کہ ہر مربع شکل ہے، پہلے اعتبار سے نہ کہ دوسرے اعتبار سے، اور اگر اشکال میں سے کوئی شکل مربع کے علاوہ خارج میں نہ پائی جائے تو یہ کہنا صحیح ہوگا کہ ہر شکل مربع ہے دوسرے اعتبار سے نہ کہ پہلے اعتبار سے، میں کہتا ہوں کہ ہم نے جو کچھ بیان کیا اس سے تیرے واسطے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ حقیقہ خارج میں وجود موضوع کا تقاضا نہیں کرتا، بلکہ ممکن ہے وہ خارج میں موجود ہو یا موجود نہ ہو، اور جب خارج میں موجود ہو تو اس میں صرف افراد خارجیہ پر حکم منحصر نہیں ہوتا، بلکہ ان کو اور افراد مقدرۃ الوجود کو (بھی) حکم شامل ہوتا ہے، بخلاف خارجیہ کے کیونکہ وہ خارج میں وجود موضوع کا تقاضا کرتا ہے، اور اس میں حکم افراد خارجیہ پر منحصر ہوتا ہے، لہذا اگر موضوع موجود نہ ہو تو قضیہ حقیقت کے اعتبار سے صادق ہوگا نہ کہ خارج کے اعتبار سے، جیسا کہ جب مربعات میں سے کوئی شے خارج میں موجود نہ ہو، تو حقیقت کے اعتبار سے کل مربع شکل، صادق ہوگا، یعنی ہر وہ چیز جو موجود ہو کہ مربع ہو، تو وہ موجود ہونے کی حیثیت سے شکل ہوگی، اور خارج کے اعتبار سے صادق نہ ہوگا، کیونکہ مفروض کے مطابق مربع کا وجود خارج میں نہیں ہے۔

تشریح: اس عبارت میں ماتن نے قضیہ حقیقہ اور خارجیہ کے درمیان نسبت بیان کی ہے، چنانچہ شارح فرماتے ہیں کہ یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ قضیہ حقیقہ کے لئے خارج میں موضوع کا موجود ہونا ضروری نہیں، خواہ موجود ہو یا موجود نہ ہو، دونوں صورتوں میں موضوع پر حکم ہو سکتا ہے، اور اگر قضیہ خارجیہ کا موضوع خارج میں موجود ہو تو حکم صرف افراد خارجیہ پر ہی منحصر نہیں ہوتا، بلکہ افراد

خارجیہ اور مقدرہ دونوں پر ہوتا ہے، لیکن قضیہ خارجیہ میں ایسا نہیں ہوتا، بلکہ قضیہ خارجیہ کے لئے خارج میں موضوع کا موجود ہونا ضروری ہے، اور اس میں صرف افراد خارجیہ پر حکم ہوتا ہے، افراد مقدرہ پر حکم نہیں ہوتا۔

جب یہ بات سمجھ میں آگئی تو اب یہ سمجھئے کہ قضیہ خارجیہ اور حقیقیہ کے درمیان عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے، اور عموم و خصوص من وجہ میں تین مادے ہوتے ہیں، ایک اجتماع کا اور دو افتراق کے۔ چنانچہ ان کو اس طرح سمجھئے کہ موضوع اگر خارج میں موجود نہ ہو تو صرف قضیہ حقیقیہ صادق ہوگا قضیہ خارجیہ صادق نہیں ہوگا، جیسے یہ فرض کریں کہ خارج میں مربعات میں سے کوئی شے موجود نہیں، تو اگر کہا جائے کل مربع شکل، تو یہاں قضیہ حقیقیہ صادق ہوگا، قضیہ خارجیہ صادق نہیں ہوگا، کیونکہ فرض یہ کیا گیا ہے کہ خارج میں کوئی مربع موجود نہیں ہے، اور خارجیہ کے صادق آنے کے لئے موضوع کا خارج میں موجود ہونا ضروری ہے، اور حقیقیہ اس لئے صادق ہوگا کہ اس کے صادق ہونے کے لئے موضوع کا خارج میں موجود ہونا ضروری نہیں ہے، یہ ایک مادہ افتراقیہ ہوا، دوسرے دوں کو اگلی عبارت میں ملاحظہ فرمائیں۔

كَانَ الْمَوْضُوعُ مَوْجُودًا لَمْ يَخْ إِمَّا أَنْ يَكُونَ الْحُكْمُ مَقْصُورًا عَلَى الْأَفْرَادِ الْخَارِجِيَّةِ أَوْ مُتَنَوِّلاً
لِأَسْوَاقِ الْمَقْدَرَةِ فَإِنْ كَانَ مَقْصُورًا عَلَى الْأَفْرَادِ الْخَارِجِيَّةِ تَصْدُقُ الْكَلِمَةُ الْخَارِجِيَّةُ دُونَ
الْكَلِمَةِ الْحَقِيقِيَّةِ كَمَا إِذَا انْخَصَرَ الْأَشْكَالُ فِي الْخَارِجِ فِي الْمُرَبَّعِ فَيَصْدُقُ كُلُّ شَكْلِ مُرَبَّعٍ
بِحَسَبِ الْخَارِجِ وَهُوَ ظَاهِرٌ وَلَا يَصْدُقُ بِحَسَبِ الْحَقِيقَةِ أَيْ لَا يَصْدُقُ كُلُّ مَا لَوْ وَجَدَ كَانَ شَكْلًا
فَهُوَ بِحَيْثُ لَوْ وَجَدَ كَانَ مُرَبَّعًا لَصَدَقَ قَوْلُنَا بَعْضُ مَا لَوْ وَجَدَ كَانَ شَكْلًا فَهُوَ بِحَيْثُ لَوْ وَجَدَ كَانَ
لَيْسَ بِمُرَبَّعٍ وَإِنْ كَانَ الْحُكْمُ مُتَنَوِّلاً لِجَمِيعِ الْأَفْرَادِ الْمُحَقَّقَةِ وَالْمَقْدَرَةِ فَتَصْدُقُ الْكَلِمَتَانِ مَعًا
كَقَوْلِنَا كُلُّ إِنْسَانٍ حَيَوَانٌ فَإِذَا كَانَ يَكُونُ بَيْنَهُمَا خُصُوصٌ وَعُمُومٌ مِنْ وَجْهِ.

ترجمہ: اور اگر موضوع موجود ہو تو خالی نہیں یا تو یہ کہ حکم افراد خارجیہ پر منحصر ہوگا یا ان کو اور افراد مقدرہ کو شامل ہوگا، پس اگر افراد خارجیہ پر منحصر ہو تو کلیہ خارجیہ صادق ہوگا، نہ کہ کلیہ حقیقیہ، جیسے جب خارج میں شکلیں مربع میں منحصر ہوں، تو ”کل شکل مربع“ خارج کے اعتبار سے صادق ہوگا، اور یہ ظاہر ہے، اور حقیقت کے اعتبار سے صادق نہیں ہوگا، یعنی ہر وہ چیز جو موجود ہو کر شکل ہو تو وہ موجود ہونے کی حیثیت سے مربع ہوگی، کیونکہ ہمارا قول بعض ما لو وجد شكلاً فهو بحيث لو وجد كان مربعاً صادق ہے، اور اگر حکم افراد محققہ و مقدرہ سب کو شامل ہو، تو دونوں کلیہ ساتھ ساتھ صادق ہوں گے، جیسے ہمارا قول کل انسان حیوان، پس ان دونوں میں عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔

تشریح: اور اگر خارج میں موضوع موجود ہو تو یہ دو حال سے خالی نہیں، یا تو حکم صرف افراد خارجیہ پر ہوگا یا افراد خارجیہ اور مقدرہ دونوں کو حکم شامل ہوگا، اگر صرف افراد خارجیہ پر حکم ہو تو قضیہ خارجیہ صادق ہوگا، قضیہ حقیقیہ صادق نہ ہوگا، مثلاً یہ فرض کیجئے کہ خارج میں سب اشکال ایک مربع میں منحصر ہیں، تو کل شکل مربع بحسب الخارج درست ہوگا، یعنی قضیہ خارجیہ صادق ہوگا، لیکن کل شکل مربع بحسب الحقیقت یعنی ”کل ما لو وجد كان شكلاً فهو بحيث لو وجد كان مربعاً“ یہ صادق نہیں ہوگا، کیونکہ اس کی نفی سبب جزئیہ صادق ہے اور وہ ہے ”بعض ما لو وجد كان شكلاً فهو بحيث لو وجد كان ليس بمربع“ یہ دوسرا مادہ افتراقیہ ہے۔

اور اگر حکم افراد خارجیہ اور مقدرہ دونوں کو شامل ہو، تو وہاں قضیہ خارجیہ اور حقیقیہ دونوں صادق ہوں گے، جیسے کل انسان حیوان اس میں حیوانیت کا حکم انسان کے ان افراد کے لئے بھی ثابت ہے، جو اس وقت موجود ہیں، اور ان کے لئے بھی جو قیامت تک پیدا ہوں گے، یہ مادہ اجتماعیہ ہے۔

فَالْوَ عَلَىٰ هَذَا فَقَسَّ الْمَحْصُورَاتِ الْبَاقِيَّةَ أَقُولُ لَمَّا عَرَفْتُ مَفْهُومَ الْمَوْجِبَةِ الْكُلِّيَّةِ أَمْكَنَكَ أَنْ تَعْرِفَ مَفْهُومَ بَاقِي الْمَحْصُورَاتِ بِالْقِيَاسِ عَلَيْهِ فَإِنَّ الْحُكْمَ فِي الْمَوْجِبَةِ الْجُزْئِيَّةِ عَلَىٰ بَعْضِ مَا عَلَيْهِ الْحُكْمُ فِي الْمَوْجِبَةِ الْكُلِّيَّةِ فَالْأُمُورُ الْمُعْتَبَرَةُ ثَمَّةً بِحَسَبِ الْكُلِّ مُعْتَبَرَةٌ هُنَا بِحَسَبِ الْبَعْضِ وَمَعْنَى السَّالِبَةِ الْكُلِّيَّةِ رَفْعُ الْإِيجَابِ عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ وَاحِدٍ وَ السَّالِبَةِ الْجُزْئِيَّةِ رَفْعُ الْإِيجَابِ عَنْ بَعْضِ الْأَحَادِ فَكَمَا أُعْتَبِرَتِ الْمَوْجِبَةُ الْكُلِّيَّةُ بِحَسَبِ الْحَقِيقَةِ وَالْخَارِجِ كَذَلِكَ تُعْتَبَرُ الْمَحْصُورَاتُ الْأُخْرَىٰ بِالْإِعْتِبَارَيْنِ وَقَدْ تَقَدَّمَ الْفَرْقُ بَيْنَ الْكُلِّيَّتَيْنِ وَأَمَّا الْفَرْقُ بَيْنَ الْجُزْئِيَّتَيْنِ فَهُوَ أَنَّ الْجُزْئِيَّةَ الْحَقِيقِيَّةَ أَعْمُ مُطْلَقًا مِنَ الْخَارِجِيَّةِ لِأَنَّ الْإِيجَابَ عَلَىٰ بَعْضِ الْأَفْرَادِ الْخَارِجِيَّةِ إِيْجَابٌ عَلَىٰ بَعْضِ الْأَفْرَادِ الْحَقِيقِيَّةِ مُطْلَقًا بِدُونِ الْعَكْسِ وَعَلَىٰ هَذَا يَكُونُ السَّالِبَةُ الْكُلِّيَّةُ الْخَارِجِيَّةُ أَعْمُ مِنَ السَّالِبَةِ الْكُلِّيَّةِ الْحَقِيقِيَّةِ لِأَنَّ نَقِيضَ الْأَخْصِ أَعْمُ مِنْ نَقِيضِ الْأَعْمِ مُطْلَقًا وَ بَيْنَ السَّالِبَتَيْنِ الْجُزْئِيَّتَيْنِ مُبَايَنَةٌ جُزْئِيَّةٌ وَ ذَلِكَ ظَاهِرٌ.

ترجمہ: ماتن نے کہا اور اسی پر باقی محصورات کو قیاس کر لیجئے، میں کہتا ہوں کہ جب تو نے موجبہ کلیہ کا مفہوم جان لیا تو اسی پر قیاس کر کے باقی محصورات کا مفہوم جاننا میرے لئے ممکن ہے، کیونکہ موجبہ جزئیہ میں حکم ان افراد محصورات کے بعض پر ہوتا ہے، جن پر موجبہ کلیہ میں حکم ہوتا ہے، تو جو امور وہاں بحسب الكل معتبر ہیں وہ یہاں بحسب البعض معتبر نہیں، اور سالبہ کلیہ کے معنی ہر واحد سے رفع ایجاب ہے، اور سالبہ جزئیہ کے معنی بعض افراد سے رفع ایجاب ہے، تو جس طرح موجبہ کلیہ کا حقیقت اور خارج دونوں لحاظ سے اعتبار کیا گیا ہے، اسی طرح دیگر محصورات کا دونوں لحاظ سے اعتبار کیا جائے گا، اور دو کلیوں کے درمیان فرق تو پہلے گزر چکا، اور ہر حال دو جزئیوں کے درمیان فرق تو یہ ہے کہ جزئیہ حقیقیہ جزئیہ خارجیہ سے اعم مطلق ہے، کیونکہ بعض افراد خارجیہ پر ایجاب، بعض افراد حقیقیہ پر مطلقا ایجاب ہے، عکس کے بغیر اور سالبہ کلیہ خارجیہ، سالبہ کلیہ حقیقیہ سے اعم ہوگا اس لئے کہ اخص کی نفیض اعم کی نفیض سے اعم مطلق ہوتی ہے، اور دو سالبہ جزئیہ کے درمیان مباہنت جزئیہ ہے، اور یہ ظاہر ہے۔

تشریح: اس سے قبل موجبہ کلیہ حقیقیہ اور خارجیہ کے درمیان نسبت کا بیان تھا، اب یہاں سے شارح موجبہ جزئیہ حقیقیہ اور خارجیہ، سالبہ کلیہ حقیقیہ اور خارجیہ، سالبہ جزئیہ حقیقیہ اور خارجیہ کے درمیان نسبت بیان کر رہے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ گزشتہ قسالمیں محصورات اربعہ میں سے آپ کو موجبہ کلیہ کا مفہوم معلوم ہو گیا تو اسی پر قیاس کر کے باقی محصورات یعنی موجبہ جزئیہ، سالبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ کا مفہوم بھی آپ بھی معلوم کر سکتے ہیں، کیونکہ جن افراد پر موجبہ کلیہ میں حکم ہوتا ہے، انہیں میں سے بعض افراد پر موجبہ جزئیہ میں حکم ہوتا ہے، لہذا جن امور کا لحاظ موجبہ کلیہ بحسب الحقیقت والخارج میں کل افراد کے اعتبار سے ہوا ہے، انہیں امور کا لحاظ موجبہ جزئیہ بحسب الحقیقت والخارج میں بعض افراد کے اعتبار سے ہوگا۔

موجبہ جزئیہ حقیقیہ اور خارجیہ کے درمیان نسبت: ان دونوں کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، موجبہ جزئیہ حقیقیہ اعم مطلق ہے اور موجبہ خارجیہ اخص مطلق ہے، کیونکہ جب موجبہ جزئیہ خارجیہ کے بعض افراد پر حکم صادق ہوگا، تو وہاں جزئیہ حقیقیہ اور خارجیہ دونوں صادق ہوں گے، اور جب بعض افراد مقدرہ پر حکم صادق ہوگا تو وہاں صرف موجبہ جزئیہ حقیقیہ صادق ہوگا، جزئیہ خارجیہ صادق نہیں ہوگا۔

سالہ کلیہ حقیقیہ اور خارجیہ کے درمیان نسبت: جزئیہ حقیقیہ اور خارجیہ کے درمیان نسبت کے بیان سے فارغ ہو کر اب شارح ان کی نقیضیں یعنی سالہ کلیہ اور سالہ جزئیہ کے درمیان نسبت بیان کر رہے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ سالہ کلیہ حقیقیہ اور سالہ کلیہ خارجیہ کے درمیان بھی عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، سالہ کلیہ حقیقیہ اخص مطلق ہے اور سالہ کلیہ خارجیہ اعم مطلق ہے، کیونکہ اس سے پہلے آپ کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ جن دو کلیوں کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہوتی ہے، ان کی نقیضیں کے درمیان بھی عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہوتی ہے، البتہ اتنا فرق ہوتا ہے کہ اعم کی نقیض اخص اور اخص کی نقیض اعم ہو جاتی ہے، اور موجبہ جزئیہ حقیقیہ اعم مطلق ہے اس لئے ان کی نقیضیں میں معاملہ اس کے برعکس ہو جائے گا، موجبہ جزئیہ خارجیہ جو کہ اخص مطلق ہے اس کی نقیض سالہ کلیہ اعم مطلق ہوگی، اور موجبہ جزئیہ حقیقیہ جو کہ اعم مطلق ہے، اس کی نقیض سالہ کلیہ حقیقیہ اخص مطلق ہوگی، اب عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ جس مادہ میں قضیہ حقیقیہ صادق نہیں ہوگا، اس مادہ میں قضیہ خارجیہ بھی صادق نہیں ہوگا، یہ مادہ اجتماعیہ ہوا، لیکن جہاں قضیہ خارجیہ صادق نہ ہو وہاں قضیہ حقیقیہ کا عدم صدق ضروری نہیں، بلکہ وہ صادق ہو سکتا ہے، یہ مادہ افتراقیہ ہوا۔

سالہ جزئیہ حقیقیہ اور خارجیہ کے درمیان نسبت: شارح فرماتے ہیں کہ سالہ جزئیہ حقیقیہ اور سالہ جزئیہ خارجیہ کے درمیان بتاین جزئی کی نسبت ہے، کیونکہ ان دونوں کی نقیضیں یعنی موجبہ کلیہ حقیقیہ اور موجبہ کلیہ خارجیہ کے درمیان عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے، اور یہ بات آپ کو معلوم ہو چکی ہے کہ عموم و خصوص من وجہ کی نقیض کے درمیان بتاین جزئی ہوتا ہے، اور آپ کو یہ بات بھی معلوم ہو چکی ہے کہ بتاین جزئی کا مطلب یہ ہے کہ کبھی ان کے درمیان بتاین کلی ہوتا ہے، اور کبھی عموم و خصوص من وجہ، لیکن وہ بات یہاں ذہن سے نکال دیجئے، یہاں بتاین جزئی صرف عموم و خصوص من وجہ کو شامل ہے، بتاین کلی کو یہاں شامل نہیں ہے۔

اب نسبت کی وضاحت سنئے کہ بعض وہ مادہ جہاں بعض افراد مقدرہ اور خارجیہ دونوں سے حکم کی نفی کی گئی ہو تو وہاں سالہ جزئیہ حقیقیہ اور خارجیہ دونوں صادق ہوں گے، یہ مادہ اجتماعیہ ہوا، اور اگر کوئی ایسا مادہ ہو کہ جس میں صرف بعض افراد مقدرہ سے حکم کی نفی کی گئی ہو، تو وہاں صرف سالہ جزئیہ حقیقیہ صادق ہوگا، سالہ جزئیہ خارجیہ صادق نہیں ہوگا، یہ ایک مادہ افتراقیہ ہوا، اور اگر کوئی ایسا مادہ ہو کہ جس میں صرف بعض افراد خارجیہ سے حکم کی نفی کی گئی ہو، تو وہاں صرف سالہ جزئیہ خارجیہ صادق ہوگا، سالہ جزئیہ حقیقیہ صادق نہیں ہوگا، یہ دوسرا مادہ افتراقیہ ہے۔

قَالَ الْبَحْثُ الثَّالِثُ فِي الْعُدُولِ وَالتَّحْصِيلِ حَرْفُ السَّلْبِ إِنْ كَانَ جُزْءًا مِنَ الْمَوْضُوعِ كَقَوْلِنَا اللَّاحِظُ جَمَادٍ أَوْ مِنَ الْمَحْمُولِ كَقَوْلِنَا الْجَمَادُ لَا عَالِمَ أَوْ مِنْهُمَا جَمِيعًا سُمِّيَتْ الْقَضِيَّةُ مَعْدُولَةً مُوجِبَةً كَانَتْ أَوْ سَالِبَةً وَإِنْ لَمْ يَكُنْ جُزْءًا لِشَيْءٍ مِنْهُمَا سُمِّيَتْ مُحْصَلَةً إِنْ كَانَتْ مُوجِبَةً وَبَسِيطَةً إِنْ كَانَتْ سَالِبَةً.

ترجمہ: ماتن نے کہا ہے کہ تیسری بحث عدول اور تحصیل (کے بیان) میں ہے، حرف سلب اگر موضوع کا جزء ہو جیسے

اللاحی جماد یا محمول کا (جزء) ہو، جیسے الجماد لا عالم، یا ایک ساتھ دونوں کا (جزء) ہو تو قضیہ کا نام معدولہ رکھا جاتا ہے، موجبہ ہو یا سالبہ، اور اگر ان دونوں میں سے کسی کا بھی جزء نہ ہو تو اس کا نام محصلہ رکھا جاتا ہے، اگر موجبہ ہو، اور سلبہ (نام رکھا جاتا ہے، اگر قضیہ) سالبہ ہو۔

تشریح: یہاں سے ماتن نے تیسری بحث شروع کی ہے، اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ قضیہ حملیہ میں حرف سلب کبھی قضیہ کا جزء ہوتا ہے، اور کبھی جزء نہیں ہوتا، تو حرف سلب کے قضیہ کا جزء ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے قضیہ حملیہ کی دو قسمیں ہیں (۱) معدولہ (۲) غیر معدولہ، اگر حرف سلب قضیہ کا جزء ہو تو وہ معدولہ ہے، اور جزء نہ ہو تو وہ غیر معدولہ ہے، پھر حرف سلب یا تو موضوع کا جزء ہوگا یا محمول کا یا دونوں کا اگر حرف سلب موضوع کا جزء ہو تو اس کو معدولۃ الموضوع کہتے ہیں، اور اگر محمول کا جزء ہو تو اس کو معدولۃ المحمول کہتے ہیں، اور اگر موضوع و محمول دونوں کا جزء ہو تو اس کو معدولۃ الطرفین کہتے ہیں، پھر قضیہ معدولہ کی مذکورہ تینوں قسموں میں سے ہر ایک یا تو موجبہ ہوگا یا سالبہ، پس قضیہ معدولہ کی کل چھ قسمیں ہو گئیں، اور اگر حرف سلب موضوع یا محمول میں سے کسی کا بھی جزء نہ ہو تو اگر قضیہ موجبہ ہو تو اس کو محصلہ کہتے ہیں، اگر سالبہ ہو تو اس کو سلبہ کہتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی تشریح مع مثال ”اقول“ کی تشریح میں ملاحظہ فرمائیں۔

أَقُولُ الْقَضِيَّةُ أَمَّا مَعْدُولَةٌ أَوْ مُحْصَلَةٌ لِأَنَّ حَرْفَ السَّلْبِ إِمَّا أَنْ يَكُونَ جُزْءَ الشَّيْءِ مِنَ الْمَوْضُوعِ أَوْ الْمَحْمُولِ أَوْ لَا يَكُونَ فَإِنْ كَانَ جُزْءَ الشَّيْءِ فَأَمَّا مِنَ الْمَوْضُوعِ كَقَوْلِنَا أَلَّا حَيُّ جَمَادٌ أَوْ مِنَ الْمَحْمُولِ كَقَوْلِنَا الْجَمَادُ لَا عَالَمَ أَوْ مِنْهُمَا جَمِيعًا كَقَوْلِنَا أَلَّا حَيُّ لَا عَالَمَ سُمِّيَتْ الْقَضِيَّةُ مَعْدُولَةٌ مُوجِبَةٌ كَانَتْ أَوْ سَالِبَةٌ أَمَّا الْأُولَى فَمَعْدُولَةٌ الْمَوْضُوعِ وَ أَمَّا الثَّانِيَّةُ فَمَعْدُولَةٌ الْمَحْمُولِ وَ أَمَّا الثَّالِثَةُ فَمَعْدُولَةُ الطَّرْفَيْنِ وَإِنَّمَا سُمِّيَتْ مَعْدُولَةٌ لِأَنَّ حَرْفَ السَّلْبِ كَلَيْسَ وَ غَيْرَ لَا إِنَّمَا وَضِعَتْ فِي الْأَصْلِ لِلْسَّلْبِ وَ الرَّفْعِ فَإِذَا جُعِلَ مَعَ غَيْرِهِ كَشَيْءٍ وَاحِدٌ يَثْبُتُ لَهُ شَيْءٌ أَوْ هُوَ لِشَيْءٍ آخَرَ أَوْ يَسْلُبُ عَنْهُ أَوْ هُوَ عَنْ شَيْءٍ آخَرَ فَقَدْ عُدَّ بِهِ عَنْ مَوْضُوعِهِ الْأَصْلِيُّ إِلَى غَيْرِهِ وَ إِنَّمَا أُوْرِدَ لِلأُولَى وَ الثَّانِيَّةِ مِثَالًا دُونَ الثَّالِثَةِ لِأَنَّهُ قَدْ عَلِمَ مِنَ الْمِثَالِ الْأَوَّلِ الْمَوْضُوعُ الْمَعْدُولُ وَ مِنَ الْمِثَالِ الثَّانِي الْمَحْمُولُ الْمَعْدُولُ فَقَدْ عَلِمَ مِثَالُ مَعْدُولَةِ الطَّرْفَيْنِ بِجَمِيعِهَا مَعًا.

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ قضیہ یا تو معدولہ ہوگا یا محصلہ، اس لئے کہ حرف سلب یا تو موضوع یا محمول میں سے کسی کا جزء ہوگا یا نہیں ہوگا، پس اگر کسی کا جزء ہو یا تو موضوع کا (جزء ہوگا) جیسے ہمارا قول اللاحی جماد (بے جان جماد ہے) یا محمول کا (جزء ہوگا) جیسے ہمارا قول الجماد لا عالم (جماد غیر عالم ہے) یا ساتھ ساتھ دونوں کا (جزء ہوگا) جیسے ہمارا قول اللاحی لا عالم (بے جان غیر عالم ہے) تو قضیہ کا نام معدولہ رکھا جاتا ہے، خواہ موجبہ ہو یا سالبہ بہر حال اول تو وہ معدولۃ الموضوع ہے، اور بہر حال دوم تو وہ معدولۃ المحمول ہے اور بہر حال سوم تو وہ معدولۃ الطرفین ہے، اور معدولہ نام اس لئے رکھا گیا کہ حرف سلب جیسے ”لیس غیر اور لا اصل میں سلب اور رفع کے لئے وضع کیے گئے ہیں، پس جب اس کو غیر کے ساتھ ملا کر شئی واحد کے مثل قرار دیکر اس کے لئے کسی شئی کو یا خود اس کو کسی دوسری شئی کے لئے ثابت کیا جاتا ہے یا اس سے کسی شئی کو یا خود اس کو دوسری شئی سے سلب کیا جاتا ہے، تو وہ اس کی وجہ سے اپنے موضوع اصلی

اس غیر کی طرف عدول کیا جاتا ہے، اور بلاشبہ ماتن نے پہلے اور دوسرے قضیہ کی مثال بیان کی ہے، نہ کہ تیسری کی، اس لئے کہ پہلی مثال سے موضوع کا معدول ہونا اور دوسری مثال سے محمول کا معدول ہونا معلوم ہو گیا اور ان دونوں کے ملانے سے معدولۃ الطرفین کی مثال (بھی) معلوم ہو گئی۔

تشریح: شارح کہتے ہیں کہ قضیہ کی دو قسمیں ہیں: ۱- معدولہ ۲- غیر معدولہ، پھر معدولہ کی چھ قسمیں ہیں، اور غیر معدولہ کی دو قسمیں ہیں، متن کی تشریح کے ذیل میں اجمالی طور پر میں نے ان کو بیان کر دیا ہے لہذا معدولہ کے اقسام ستہ میں سے ہر ایک کی تعریف اور مثال یہاں ذکر کی جاتی ہے، اگلی عبارت میں غیر معدولہ کی اقسام ذکر کی جائیں گی۔

قضیہ موجبہ معدولۃ الموضوع: وہ قضیہ موجبہ ہے جس میں حرف نفی موضوع کا جزء ہو، جیسے اللاحی جماد (بے جان جماد ہے) دیکھئے اس مثال میں ”حسی“ موضوع ہے اور ”لا“ حرف نفی اس کا جزء بن رہا ہے، اور حرف نفی کے جزء بننے کا مطلب یہ ہے کہ یہ قضیہ حرف نفی پر مشتمل ہونے کے باوجود موجبہ ہی رہے گا، سالبہ نہیں بنے گا، اور ترجمہ کیا جائے گا کہ غیر جاندار جماد ہے۔ یہ ترجمہ نہیں کیا جائے گا، کہ نہیں ہے جاندار جماد، لہذا معلوم ہوا کہ اس قضیہ میں ”حسی“ سے جماد کی نفی نہیں کی جا رہی ہے، بلکہ ”لا حسی“ پر جماد کا حمل ہو رہا ہے، لہذا یہ قضیہ معدولۃ الموضوع موجبہ کہلائے گا۔

قضیہ موجبہ معدولۃ المحمول: وہ قضیہ موجبہ ہے جس میں حرف سلب محمول کا جزء ہو جیسے زید لا عالم، دیکھئے اس مثال میں ”لا“ حرف نفی عالم کا جزء بن رہا ہے، اور عالم محمول ہے، لہذا یہ قضیہ موجبہ معدولۃ المحمول کہلائے گا۔

قضیہ موجبہ معدولۃ الطرفین: وہ قضیہ موجبہ ہے جس میں حرف سلب موضوع اور محمول دونوں کا جزء ہو، جیسے اللاحی لا عالم دیکھئے اس مثال میں پہلا ”لا“ ”حسی“ کا جزء بن رہا ہے اور دوسرا ”لا“ عالم کا جزء بن رہا ہے، اور حسی موضوع ہے اور عالم محمول ہے، لہذا یہ قضیہ معدولۃ الطرفین کہلائے گا۔

قضیہ سالبہ معدولۃ الموضوع: وہ قضیہ ہے جس میں دو حرف سلب ہوں ایک موضوع کا جزء بنے اور ایک نفی کا معنی دے، جیسے اللاحی لیس بعالم، (غیر جاندار عالم نہیں ہے) دیکھئے اس مثال میں پہلا ”لا“ حرف سلب موضوع یعنی ”حسی“ کا جزء بن رہا ہے اور دوسرا حرف سلب یعنی ”لیس“ نفی کے معنی دے رہا ہے، لہذا یہ قضیہ سالبہ معدولۃ الموضوع کہلائے گا۔

قضیہ سالبہ معدولۃ المحمول: وہ قضیہ سالبہ ہے جس میں دو حرف سلب ہوں، ایک نفی کا معنی دے اور دوسرا محمول کا جزء بنے، جیسے العالم لیس بلا حسی (عالم غیر جاندار نہیں ہے) دیکھئے اس مثال میں ”لیس“ سلب کے معنی دے رہا ہے، اور ”لا“ حسی کا جزء بن رہا ہے جو کہ محمول ہے لہذا یہ قضیہ سالبہ معدولۃ المحمول کہلائے گا۔

قضیہ سالبہ معدولۃ الطرفین: وہ قضیہ سالبہ ہے جس میں تین حرف سلب ہوں، جن میں سے ایک تو سلب کے لئے لایا گیا ہو اور ایک موضوع کا جزء بن رہا ہو، اور ایک محمول کا، جیسے اللاحی لیس بلا جماد، (غیر جاندار غیر جماد نہیں ہے) دیکھئے اس مثال میں تین حرف سلب ہیں، ایک ”لیس“ اور دو ”لا“ لیس کو تو سلب کے معنی دینے کے لئے لایا گیا ہے، اور ایک ”لا“ حسی کا جزء بن رہا ہے، جو کہ موضوع ہے اور ایک ”لا“ جماد کا جزء بن رہا ہے، جو کہ محمول ہے، لہذا یہ قضیہ سالبہ معدولۃ الطرفین کہلائے گا۔

معدولہ کی وجہ تسمیہ: ان قضایا کو معدولۃ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ معدولہ عدول سے مشتق ہے اور عدول کے معنی

ہیں، بدلنا، اعراض کرنا، ہٹ جانا، اور چوں کہ حروف سوالب یعنی ”لیس، لا، اور غیر“ دراصل نسبت ایجابیہ کی نفی اور رفع کے لئے وضع کیے گئے ہیں، لیکن جب یہ حروف دوسرے لفظ کے ساتھ ملکر لفظ واحد کی طرح ہو کر، ایسی حالت میں کر دئے گئے کہ ان کے لئے کوئی شئی ثابت کی جائے جیسے موجبہ معدولۃ الموضوع میں، ان کے لئے محمول ثابت کیا جاتا ہے، یا وہ خود دوسری شئی کے لئے ثابت کیے جائیں جیسے موجبہ معدولۃ المحمول میں، وہ موضوع کے لئے ثابت کیے جاتے ہیں، یا ان سے کوئی شئی سلب کی جائے جیسے سالبہ معدولۃ الموضوع میں، محمول ان سے سلب کیا جاتا ہے، یا وہ خود دوسری شئی یعنی موضوع سے سلب کیے جائیں، جیسے سالبہ معدولۃ المحمول میں ہوتا ہے، تو گویا یہ حرف سلب اپنے اصل معنی سے ہٹا دئے گئے، لیکن یہ بات ذہن نشین رہے کہ قضیہ کا نام معدولہ رکھنا، تسمیۃ الكل باسم الجزء، کے قبیل سے ہے، کیونکہ حقیقت میں معدول حرف سلب ہے، نہ کہ قضیہ، مگر حرف سلب کا قضیہ کے کسی جزء کا جزء ہونے کی وجہ سے پورے قضیہ کا نام معدولہ رکھنا یہی مطلب ہے تسمیۃ الكل باسم الجزء، کا یعنی جزء کے نام سے کل کا نام رکھ دیا گیا۔

وانما اورد للاولی الخ اس عبارت میں شارح نے ماتن پر ہونے والے ایک اشکال کا جواب دیا ہے، اشکال یہ ہوتا ہے کہ ماتن نے معدولہ کی تین قسمیں بیان کیں، معدولۃ المحمول، معدولۃ الموضوع، معدولۃ الطرفین، لیکن مثال صرف اول الذکر دو کی دی، معدولۃ الطرفین کی مثال نہیں دی، آخر کیا وجہ ہے؟ شارح نے اس عبارت میں جواب دیا ہے کہ تیسرے کی مثال اس واسطے نہیں دی کہ پہلی مثال سے موضوع کا معدول ہونا اور دوسری مثال سے محمول کا معدول ہونا معلوم ہو گیا، تو جب ان دونوں کو آپس میں ملایا جائے گا تو معدولۃ الطرفین کی مثال بن جائے گی۔ لہذا الگ سے مثال دینے کی ضرورت نہیں۔

وَإِنْ لَمْ يَكُنْ حَرْفُ السَّلْبِ جُزْءً لِّشَيْءٍ مِنَ الْمَوْضُوعِ وَ الْمَحْمُولِ سُمِّيَتْ الْقَضِيَّةُ مُحْصَلَةً سَوَاءً كَانَتْ مُوجِبَةً أَوْ سَالِبَةً كَقَوْلِنَا زَيْدٌ كَاتِبٌ أَوْ لَيْسَ بِكَاتِبٍ وَ وَجْهُ التَّسْمِيَةِ أَنَّ حَرْفَ السَّلْبِ إِذَا لَمْ يَكُنْ جُزْءً مِنْ طَرَفَيْهَا فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنَ الطَّرَفَيْنِ وَجُودِيٌّ مُحْصَلٌ وَ رَبَّمَا يُخَصَّصُ اسْمُ الْمُحْصَلَةِ بِالْمُوجِبَةِ وَ تَسْمَى السَّالِبَةُ الْبَسِيطَةَ لِأَنَّ الْبَسِيطَ مَا لَا جُزْءَ لَهُ وَ حَرْفُ السَّلْبِ وَإِنْ كَانَ مَوْجُودًا فِيهَا إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ جُزْءً مِنْ طَرَفَيْهَا وَإِنَّمَا لَمْ يَذْكُرْ لُهُمَا مِثَالًا لِأَنَّ جَمِيعَ الْأَمْثِلَةِ الْمَذْكُورَةِ فِي الْمَبَاحِثِ السَّابِقَةِ تَصْلُحُ أَنْ يَكُونَا مِثَالًا لُهُمَا.

ترجمہ: اور اگر حرف سلب موضوع اور محمول میں سے کسی شئی کا جزء نہ ہو تو قضیہ کا نام ”محصلہ“ رکھا جاتا ہے، خواہ (قضیہ) موجبہ ہو یا سالبہ، جیسے ہمارا قول زید کاتب، اور زید لیس بکاتب اور وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب حرف سلب قضیہ کے طرفین میں سے کسی کا جزء نہیں ہے، تو ہر طرف وجودی اور محصل ہوئی، اور بسا اوقات ”محصلہ“ نام کی تخصیص موجبہ کے ساتھ کی جاتی ہے، اور سالبہ کا نام بسیطہ رکھا جاتا ہے، کیونکہ بسیطہ وہ ہے جس کا کوئی جزء نہ ہو، اور حرف سلب اگرچہ بسیطہ میں موجود ہے، مگر اس کی طرفین میں سے کسی کا جزء نہیں ہے، اور بلاشبہ ماتن نے بسیطہ اور محصلہ کی مثال ذکر نہیں کی اس لئے کہ سابقہ مباحث میں گزری ہوئی تمام مثالیں ان دونوں کی مثال بننے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے معدولہ کی قسموں محصلہ اور بسیطہ کو بیان کیا ہے۔

غیر معدولہ: وہ قضیہ ہے جس میں حرف سلب موضوع یا محمول یا دونوں کا جزء نہ بنے، جیسے ”زید لیس بعالم“ زید عالم نہیں ہے، دیکھئے اس مثال میں حرف سلب یعنی لیس اپنے معنی موضوع لہ میں مستعمل ہے، جزء نہیں بنا ہے، لہذا یہ قضیہ غیر معدولہ ہے، اس کی دو قسمیں ہیں: ۱- محصلہ ۲- بسیطہ۔

محصلہ: وہ قضیہ ہے جس میں حرف سلب ہی نہ ہو، جیسے زید عالم، دیکھئے اس مثال میں حرف سلب نہیں ہے لہذا یہ قضیہ غیر معدولہ محصلہ ہے۔

وجہ تسمیہ: محصلہ کے معنی ہیں، حاصل کردہ، اس قضیہ کا نام محصلہ اس وجہ سے رکھا گیا کہ جب حرف سلب قضیہ کی کسی طرف کا جزء نہیں ہوا، تو دونوں طرف (موضوع، محمول) میں سے ہر طرف وجودی اور محصل ہو گئے، جیسے الکتاب جمیل، میں حرف سلب نہ ہونے کی وجہ سے الکتاب جمیل وجودی اور محصل ہیں۔

بسیطہ: وہ قضیہ غیر معدولہ ہے جس میں حرف سلب تو ہو لیکن قضیہ کا جزء نہ ہو، جیسے الانسان لیس بحجر، انسان پتھر نہیں ہے، دیکھئے اس مثال میں حرف سلب قضیہ کے کسی جزء کا جزء نہیں بنا ہے، لہذا یہ قضیہ بسیطہ ہے۔

وجہ تسمیہ: اس قضیہ کا نام بسیطہ اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ بسیطہ اس کو کہتے ہیں جس کا کوئی جزء نہ ہو، اور اس قضیہ میں حرف سلب اگر چہ ذکر کیا جاتا ہے، مگر وہ کسی کا جزء نہیں بنتا، جیسے ظفر لیس بقائم، دیکھئے اس مثال میں ”لیس“ حرف سلب ہے مگر وہ کسی کا جزء نہیں ہے، لہذا یہ قضیہ بسیطہ ہے۔ شارح فرماتے ہیں، محصلہ اور بسیطہ کی مثالیں ماتن نے ذکر نہیں کیں، اس لئے کہ سابقہ مباحث میں جو مثالیں گزر چکی ہیں، وہ ان کی مثالیں بن سکتی ہیں۔

فَالْوَاعْتِبَارُ بِالْإِيجَابِ الْقَضِيَّةِ وَ سَلْبِهَا بِالنِّسْبَةِ الثَّبُوتِيَّةِ وَ السَّلْبِيَّةِ لَا بِطَرَفِي الْقَضِيَّةِ فَإِنَّ قَوْلَنَا كُلُّ مَا لَيْسَ بِحَيٍّ فَهُوَ لَا عَالِمٌ مُوجِبَةٌ مَعَ أَنَّ طَرَفَيْهَا عَدَمِيَّانِ وَ قَوْلَنَا لَا شَيْءٌ مِنَ الْمُتَحَرِّكِ بِسَاكِنٍ سَالِبَةٌ مَعَ أَنَّ طَرَفَيْهَا وَجُودِيَّانِ أَقُولُ رَبَّمَا يَذْهَبُ الْوَهْمُ إِلَى أَنَّ كُلَّ قَضِيَّةٍ تَشْتَمِلُ عَلَى حَرْفِ السَّلْبِ تَكُونُ سَالِبَةً وَ لَمَّا ذَكَرْنَا أَنَّ الْقَضِيَّةَ الْمَعْدُولَةَ مُشْتَمِلَةٌ عَلَى حَرْفِ السَّلْبِ وَ مَعَ ذَلِكَ قَدْ تَكُونُ مُوجِبَةٌ وَ قَدْ تَكُونُ سَالِبَةً ذَكَرْنَا مَعْنَى الْإِيجَابِ وَ السَّلْبِ حَتَّى يَرْتَفِعَ الْإِشْتِبَاهُ فَقَدْ عَرَفْتَ أَنَّ الْإِيجَابَ هُوَ إِيقَاعُ النِّسْبَةِ وَ السَّلْبِ هُوَ رَفْعُهَا فَالْعَبْرَةُ فِي كَوْنِ الْقَضِيَّةِ مُوجِبَةً وَ سَالِبَةً بِإِيقَاعِ النِّسْبَةِ وَ رَفْعُهَا لَا بِطَرَفَيْهَا فَمَتَى كَانَتِ النِّسْبَةُ وَاقِعَةً كَانَتِ الْقَضِيَّةُ مُوجِبَةً وَ إِنْ كَانَ طَرَفَاهَا عَدَمِيَّيْنِ كَقَوْلِنَا كُلُّ مَا لَيْسَ بِحَيٍّ فَهُوَ لَا عَالِمٌ فَإِنَّ الْحُكْمَ فِيهَا بِثُبُوتِ الْأَعَالِمِيَّةِ لِكُلِّ مَا صَدَقَ عَلَيْهِ أَنَّهُ لَيْسَ بِحَيٍّ فَتَكُونُ مُوجِبَةً وَ إِنْ اشْتَمَلَ طَرَفَاهَا عَلَى حَرْفِ السَّلْبِ وَ مَتَى كَانَتِ النِّسْبَةُ مَرْفُوعَةً فَهِيَ سَالِبَةٌ وَ إِنْ كَانَ طَرَفَاهَا وَجُودِيَّيْنِ كَقَوْلِنَا لَا شَيْءٌ مِنَ الْمُتَحَرِّكِ بِسَاكِنٍ فَإِنَّ الْحُكْمَ فِيهَا بِسَلْبِ السَّاكِنِ عَنْ كُلِّ مَا صَدَقَ عَلَيْهِ الْمُتَحَرِّكُ فَتَكُونُ سَالِبَةً وَ إِنْ لَمْ يَكُنْ فِي شَيْءٍ مِنْ طَرَفَيْهَا سَلْبٌ فَلَيْسَ الْإِثْقَاتُ فِي الْإِيجَابِ وَ السَّلْبِ إِلَى الْأَطْرَافِ بَلْ إِلَى النِّسْبَةِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا اور قضیہ کے موجبہ اور سالبہ ہونے میں نسبت ثبوتی اور سلبی کا اعتبار (ہوتا) ہے، نہ کہ قضیہ کے

طرفین کا، پس بے شک ہمارا قول ”کل مالیس بحی فہو لا عالم“ موجبہ ہے، باوجودیکہ اس کی دونوں طرفین عدی ہیں، اور ہمارا قول ”لاشی من المتحرک بساکن“ سالبہ ہے باوجودیکہ اس کی دونوں طرفین وجودی ہیں، میں کہتا ہوں کہ بسا اوقات وہم اس طرف جاتا ہے کہ ہر وہ قضیہ جو حرف سلب پر مشتمل ہو، وہ سالبہ ہوتا ہے، اور جب ماتن نے ذکر کیا ہے کہ قضیہ معدولہ حرف سلب پر مشتمل ہے اور اس کے باوجود وہ کبھی موجبہ ہوتا ہے اور کبھی سالبہ، تو اس نے ایجاب اور سلب کے معنی ذکر کر دیئے تاکہ اشتباہ مرتفع ہو جائے۔ پس تحقیق کہ آپ جان چکے ہیں کہ ایجاب نسبت کا ایقاع ہے، اور سلب نسبت کا رفع ہے، تو قضیہ کے موجبہ اور سالبہ ہونے میں صرف نسبت کے ایقاع اور اس کے رفع کا اعتبار ہے، نہ کہ اس کی طرفین کا، لہذا جب نسبت واقع ہو تو قضیہ موجبہ ہوگا، اگرچہ اس کی طرفین عدی ہوں، جیسے ہمارا قول کل مالیس بحی فہو لا عالم، کیوں کہ اس میں ”لا عالمیت“ کے ثبوت کا حکم ہر اس فرد کے لئے ہے، جس پر ”لا حسی“ ہونا صادق ہے، تو یہ موجبہ ہوگا، اگرچہ اس کی طرفین حرف سلب پر مشتمل ہیں، اور جب نسبت مرفوع ہو، تو وہ سالبہ ہوگا، اگرچہ اس کی طرفین وجودی ہوں، جیسے ہمارا قول ”لاشی من المتحرک بساکن“ کیونکہ اس میں ہر اس فرد سے سلب ساکن کا حکم ہے، جس پر متحرک صادق ہو، تو یہ سالبہ ہوگا، اگرچہ اس کی طرفین میں سے کسی میں بھی سلب نہیں ہے، پس ایجاب اور سلب میں اطراف کی جانب کوئی توجہ نہیں، بلکہ نسبت کی جانب توجہ ہوتی ہے۔

تشریح: اس قال میں ماتن نے ایک وہم کا ازالہ فرمایا ہے، چنانچہ شارح فرماتے ہیں کہ کسی کو یہ وہم ہو سکتا ہے کہ ہر وہ قضیہ جو حرف سلب پر مشتمل ہو، تو وہ سالبہ ہوگا، حالانکہ قضیہ معدولہ میں بھی حرف سلب ہوتا ہے، لیکن اس کے باوجود کبھی وہ موجبہ ہوتا ہے اور کبھی سالبہ، تو ماتن نے اس وہم کو دور کر دیا کہ قضیہ کے موجبہ اور سالبہ ہونے کا دار و مدار موضوع اور محمول کے مفہوم کے وجودی اور عدی ہونے پر نہیں ہے بلکہ قضیہ موجبہ اور سالبہ ہونے کا دار و مدار نسبت کے ثبوتی اور سلبی ہونے پر ہے۔ چنانچہ ایک قضیہ اگر ایسا ہو کہ اس میں نسبت کا ایجاب ہے اور اس کے ثبوت کا حکم ہے، تو وہ قضیہ موجبہ ہوگا، اگرچہ قضیہ کی طرفین حرف سلب ہی پر مشتمل ہوں، جیسے کل مالیس بحی فہو لا عالم (ہر وہ فرد جو لاجی ہے وہ لا عالم ہے) دیکھئے اس قضیہ میں باوجودیکہ حرف سلب ہے، لیکن اس کے باوجود یہ قضیہ موجبہ ہے، کیونکہ اس میں ”لا عالم“ کا ”لیس بحی“ کے لئے اثبات کا حکم ہے، اور اگر قضیہ میں نسبت کا سلب، رفع اور اس کا انتزاع ہو، تو وہ قضیہ سالبہ ہوگا، اگرچہ اس کی طرفین وجودی ہوں، جیسے لاشی من المتحرک بساکن (کوئی بھی حرکت کرنے والا ٹھہرا ہوا نہیں ہے) دیکھئے اس قضیہ کی دونوں طرفین وجودی ہیں، لیکن اس کے باوجود یہ قضیہ سالبہ ہے، کیونکہ اس قضیہ میں عدم سکون کا حکم متحرک کے لئے لگایا گیا ہے، اور متحرک کے ہر ہر فرد سے سکون کی نفی کی گئی ہے، لیکن متحرک اور ساکن دونوں وجودی ہیں، خلاصہ کلام یہ ہے کہ قضیہ کے موجبہ اور سالبہ نام رکھنے میں نسبت کے ثبوتی اور سلبی کا اعتبار کیا جاتا ہے، نہ کہ طرفین کے وجودی اور عدی ہونے کا، نسبت اگر ثبوتی ہو تو قضیہ کا نام موجبہ رکھا جائے گا، اور اگر سلبی ہو تو قضیہ کو سالبہ کہا جائے گا۔

فَالْوَ سَالِبَةُ الْبَسِطَةُ أَعْمُ مِنَ الْمُوجِبَةِ الْمَعْدُولَةِ لِصِدْقِ السَّلْبِ عِنْدَ عَدَمِ الْمَوْضُوعِ دُونَ
الْإِجَابِ لِأَنَّ الْإِجَابَ لَا يَصْبِحُ إِلَّا عَلَىٰ مَوْجُودٍ مُحَقَّقٍ كَمَا فِي الْخَارِجِيَةِ الْمَوْضُوعِ أَوْ بِمُقَدَّارٍ
كَمَا فِي الْحَقِيقِيَةِ الْمَوْضُوعِ أَمَّا إِذَا كَانَ الْمَوْضُوعُ مَوْجُودًا فَإِنَّهُمَا مُتَلَاذِمَانِ وَالْفَرْقُ بَيْنَهُمَا فِي

الْلَفْظُ أَمَّا فِي الثَّلَاثِيَّةِ فَالْقَضِيَّةُ مُوجِبَةٌ إِنْ قَدِمَتْ الرَّابِطَةُ عَلَى حَرْفِ السَّلْبِ وَ سَالِبَةٌ إِنْ أُخِرَتْ عَنْهَا وَ أَمَّا فِي الثَّنَائِيَّةِ فَبِالْيَنِيَّةِ أَوْ بِالْإِصْطِلَاحِ عَلَى تَخْصِيصِ لَفْظٍ غَيْرٍ أَوْ لَا بِإِلْجَابِ الْمَعْدُولِ وَ لَفْظٍ لَيْسَ بِالسَّلْبِ الْبَسِيطِ أَوْ بِالْعَكْسِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا! اور سالبہ بسیطہ موجبہ معدولہ المحمول سے اعم ہے، اس لئے کہ سلب موضوع کے نہ ہونے کے وقت بھی صادق ہوتا ہے نہ کہ ایجاب، اس لئے کہ ایجاب صحیح نہیں ہے، مگر موجود محقق پر جیسے خارجۃ الموضوع میں ہوتا ہے، یا موجود مقدر پر جیسے حقیقۃ الموضوع میں ہوتا ہے، بہر حال جبکہ موضوع موجود ہو تو دونوں متلازم ہیں، اور ان دونوں کے لفظ میں فرق یہ ہے کہ ثلاثیہ میں قضیہ موجبہ ہوگا، اگر رابطہ حرف سلب پر مقدم ہو، اور سالبہ ہوگا اگر رابطہ حرف سلب سے مؤخر ہو، اور بہر حال ثنائیہ میں تو نیت سے ہوگا، یا لفظ ”لا اور غیر“ کو موجبہ معدولہ کے ساتھ اور لفظ ”لیس“ کو سالبہ بسیطہ کے ساتھ خاص کرنے کی اصطلاح کے ذریعہ سے ہوگا یا اس کے برعکس۔

تشریح: اس قال میں ماتن نے سالبہ بسیطہ اور موجبہ معدولہ المحمول میں نسبت اور ان کے درمیان لفظی اور معنوی فرق بیان کیا ہے، جس کو شارح نے تفصیل سے بیان کیا ہے، لہذا شارح کی عبارت کی توضیح کے تحت اس کو نوک قلم میں لایا جائے گا۔

أَقُولُ لِقَائِلِ أَنْ يَقُولَ الْعَدُولُ كَمَا يَكُونُ فِي جَانِبِ الْمَحْمُولِ كَذَلِكَ يَكُونُ فِي جَانِبِ الْمَوْضُوعِ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ فَحِينَ مَا شَرَعَ فِي الْأَحْكَامِ فَلَمْ يَخْصُصْ كَلَامَهُ بِالْعَدُولِ فِي الْمَحْمُولِ ثُمَّ إِنَّ الْمُحْصَلَاتِ وَالْمَعْدُولَاتِ الْمَحْمُولَاتِ كَثِيرَةٌ فَمَا الْوَجْهُ فِي تَخْصِيصِ السَّالِبَةِ الْبَسِيطَةِ وَ الْمُوجِبَةِ الْمَعْدُولَةِ الْمَحْمُولِ بِالذِّكْرِ فَقُولُ أَمَّا وَجْهُ التَّخْصِيصِ فِي الْأَوَّلِ فَهُوَ أَنَّ الْمُعْتَبَرَ فِي الْفَنِّ مِنَ الْعَدُولِ مَا فِي جَانِبِ الْمَحْمُولِ وَ ذَلِكَ لِأَنَّكَ قَدْ حَقَّقْتَ أَنَّ مَنَاطَ الْحُكْمِ ذَاتِ الْمَوْضُوعِ وَ وَصْفِ الْمَحْمُولِ وَ لَاخِفَاءَ فِي أَنَّ الْحُكْمَ عَلَى الشَّيْءِ بِالْأُمُورِ الْوُجُودِيَّةِ يُخَالِفُ الْحُكْمَ عَلَيْهِ بِالْأُمُورِ الْعَدَمِيَّةِ فَاخْتِلَافُ الْقَضِيَّةِ بِالْعَدُولِ وَ التَّخْصِيصِ فِي الْمَحْمُولِ يُؤَثِّرُ فِي مَفْهُومِهَا بِخِلَافِ الْعَدُولِ وَ التَّخْصِيصِ فِي وَصْفِ الْمَوْضُوعِ فَإِنَّهُ لَا يُؤَثِّرُ فِي مَفْهُومِ الْقَضِيَّةِ لِأَنَّ الْعَدُولَ وَ التَّخْصِيصَ إِنَّمَا يَكُونُ فِي مَفْهُومِ الْمَوْضُوعِ وَ هُوَ غَيْرُ الْمَحْكُومِ عَلَيْهِ لِأَنَّ الْمَحْكُومَ عَلَيْهِ عِبَارَةٌ عَنْ ذَاتِ الْمَوْضُوعِ وَ الْحُكْمِ عَلَى الشَّيْءِ لَا يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْعِبَارَاتِ عَنْهُ.

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ عدول جس طرح محمول کی جانب میں ہوتا ہے، اسی طرح موضوع کی جانب میں بھی ہوتا ہے، جیسا کہ ماتن نے بیان کیا ہے، تو احکام شروع کرتے وقت دل میں عدول کے ساتھ کیوں اپنے کلام کو خاص کیا، پھر یہ کہ محصلات اور معدولات المحمول تو بہت ہیں، تو پھر سالبہ بسیطہ اور موجبہ معدولہ المحمول ہی کو ذکر کے ساتھ خاص کرنے میں کیا وجہ ہے؟ تو ہم کہتے ہیں کہ پہلی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ فن میں وہی عدول معتبر ہے جو جانب محمول میں ہو، اور یہ اس لئے کہ آپ تحقیق کر چکے ہیں کہ حکم کا دار و مدار ذات موضوع اور وصف محمول ہے، اور اس میں کوئی خفا نہیں کہ کسی شے پر امور وجودیہ سے حکم لگانا اسی شے پر امور عدمیہ سے حکم لگانے کے مخالف ہوتا ہے، تو محمول میں عدول اور تحصیل سے قضیہ کا اختلاف اس کے مفہوم میں موثر ہوتا ہے، برخلاف وصف موضوع میں عدول اور تحصیل کے

کیونکہ وہ قضیہ کے مفہوم میں موثر نہیں ہوتا ہے، اس لئے کہ عدول اور تحصیل تو موضوع کے مفہوم میں ہوگا اور وہ محکوم علیہ نہیں ہے، محکوم علیہ تو ذات موضوع کا نام ہے، اور کسی شئی پر حکم عبارت کے مختلف ہونے سے مختلف نہیں ہوتا۔

تشریح: شارح نے یہاں دو اشکال اور اس کے جواب بیان کیے ہیں، پہلا اشکال یہ ہے کہ ماتن نے خاص طور پر قضیہ معدولۃ المحمول کے احکام ذکر کیے ہیں، حالانکہ ”عدول“ جس طرح جانب محمول میں ہوتا ہے اسی طرح جانب موضوع میں بھی ہوتا ہے، تو پھر احکام کا بیان شروع کرتے وقت صرف معدولۃ المحمول کی تخصیص کیوں کی، معدولۃ الموضوع کا اعتبار کیوں نہیں کیا؟

دوسرا اشکال یہ ہے کہ ماتن نے سالبہ بسیطہ اور موجبہ معدولۃ المحمول کو خاص طور پر ذکر کیا ہے اور ان ہی دونوں کے درمیان نسبت اور معنوی اور لفظی فرق بیان کیا ہے، حالانکہ محصلات اور معدولات المحمول تو اور بھی بہت ہیں، تو پھر ماتن نے محصلات میں سے سالبہ بسیطہ اور معدولات میں سے صرف موجبہ معدولۃ المحمول کو خاص طور سے کیوں ذکر کیا ہے، حالانکہ فن کی نظیر تو عام ہوتی ہے، لہذا تخصیص نہیں ہونی چاہیے، نیز ماتن کے بیان کا مقصد بھی یہی ہے کہ تخصیص نہ ہو، کیونکہ موصوف نے بحث کے آغاز میں کسی معدولہ کی تخصیص نہیں کی ہے؟

اما وجه التخصیص فی الاول الخ سے شارح نے پہلے اشکال کا جواب دیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ ماتن نے معدولۃ المحمول کو خاص طور سے اس لئے ذکر کیا ہے کہ فن میں صرف وہ ”عدول“ معتبر ہوا کرتا ہے، جو محمول کی جانب ہو، اس عدول کا اعتبار نہیں ہوتا ہے جو وصف موضوع میں ہو، کیونکہ یہ بات آپ کو بخوبی معلوم ہو چکی ہے کہ حکم کا دار و مدار صرف دو چیزوں پر ہوتا ہے، ایک ذات موضوع اور دوسرا وصف محمول پر، چنانچہ وصف محمول کو ذات موضوع کے لئے ثابت کیا جاتا ہے، وصف محمول کبھی وجودی ہوتا ہے اور کبھی عدلی، اسی لئے وصف محمول قضیہ کے مفہوم میں اپنا اثر کرتا ہے، جیسے زید کاتب اور زید لا کاتب ان دونوں قضیہ میں چونکہ وصف محمول مختلف ہے، اس لئے ان میں حقیقتاً اختلاف موجود ہے۔ اس کے برخلاف وصف موضوع کہ اس کو حکم میں کوئی دخل نہیں ہوتا، کیونکہ محکوم علیہ حقیقت میں ذات موضوع ہے، نہ کہ وصف موضوع، اب وصف موضوع کو وجودی عنوان سے تعبیر کیا جائے جیسے الجماد عالم، یا عدلی عنوان سے تعبیر کیا جائے جیسے اللاحی لا عالم اس قضیہ کے مفہوم میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں پڑتا، صرف وصف موضوع کی عبارات کے مختلف ہونے سے ذات موضوع میں کوئی اختلاف پیدا نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ ان دونوں قضیہ کے مفہوم میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اس لئے کہ ذات موضوع تو ایک ہی ہے، بہر کیف عدول فی جانب المحمول سے قضیہ کے مفہوم میں تبدیلی آتی ہے، اس لئے فن میں صرف معدولۃ المحمول ہی کا اعتبار کیا گیا ہے، اور اس کے احکام بیان کیے جاتے ہیں۔

وَأَمَّا وَجْهُ التَّخْصِصِ فِي الثَّانِي فَلِأَنَّ إِعْتِبَارَ الْعُدُولِ وَالتَّحْصِيلِ فِي الْمَحْمُولِ يَرْجِعُ الْقِسْمَةَ لِأَنَّ حَرْفَ السَّلْبِ إِنْ كَانَ جُزْءًا مِنَ الْمَحْمُولِ فَالْقَضِيَّةُ مَعْدُولَةٌ وَإِلَّا فَمُحْصَلَةٌ كَيْفَ مَا كَانَ الْمَوْضُوعُ وَإِنَّمَا كَانَ فِيهِ إِمَّا مُوجِبَةٌ أَوْ سَالِبَةٌ فَهَهُنَا أَرْبَعُ قَضَايَا مُوجِبَةٌ مُحْصَلَةٌ كَقَوْلِنَا زَيْدٌ كَاتِبٌ وَ سَالِبَةٌ مُحْصَلَةٌ كَقَوْلِنَا زَيْدٌ لَيْسَ بِكَاتِبٍ وَ مُوجِبَةٌ مَعْدُولَةٌ كَقَوْلِنَا زَيْدٌ لَا كَاتِبٌ وَ سَالِبَةٌ مَعْدُولَةٌ كَقَوْلِنَا زَيْدٌ لَيْسَ بِلَا كَاتِبٍ وَ لَا الْبَيِّنَاتُ بَيْنَ الْقَضِيَّتَيْنِ مِنْ هَذِهِ الْقَضَايَا إِلَّا بَيْنَ السَّالِبَةِ الْمُحْصَلَةِ وَ الْمُوجِبَةِ الْمَعْدُولَةِ الْمَحْمُولِ أَمَّا بَيْنَ الْمُوجِبَةِ الْمُحْصَلَةِ وَ السَّالِبَةِ الْمُحْصَلَةِ فَلَعَدَمَ حَرْفِ السَّلْبِ فِي الْمُوجِبَةِ وَ جُودِهِ فِي السَّالِبَةِ وَ أَمَّا بَيْنَ الْمُوجِبَةِ الْمُحْصَلَةِ وَ الْمُوجِبَةِ الْمَعْدُولَةِ فَلِوَجُودِ حَرْفِ

السَّلْبِ فِي الْمَعْدُولَةِ دُونَ الْمُوجِبَةِ الْمُحْصَلَةِ وَأَمَّا بَيْنَ الْمُوجِبَةِ الْمُحْصَلَةِ وَالسَّالِبَةِ الْمَعْدُولَةِ فَلَوْ جُودَ حَرْفِي السَّلْبِ فِي السَّالِبَةِ الْمَعْدُولَةِ بِخِلَافِ الْمُوجِبَةِ الْمُحْصَلَةِ وَأَمَّا بَيْنَ السَّالِبَةِ الْمُحْصَلَةِ وَالسَّالِبَةِ الْمَعْدُولَةِ فَلَوْ جُودَ حَرْفِي السَّلْبِ فِي السَّالِبَةِ الْمَعْدُولَةِ وَحَرْفٍ وَاحِدٍ فِي السَّالِبَةِ الْمُحْصَلَةِ وَأَمَّا بَيْنَ الْمُوجِبَةِ الْمَعْدُولَةِ وَالسَّالِبَةِ الْمَعْدُولَةِ فَلَوْ جُودَ حَرْفٍ وَاحِدٍ فِي الْإِيجَابِ وَحَرْفَيْنِ فِي السَّلْبِ وَأَمَّا السَّالِبَةُ الْمُحْصَلَةُ وَالْمُوجِبَةُ الْمَعْدُولَةُ الْمَحْمُولُ فَبَيْنَهُمَا التَّبَاسُّ مِنْ حَيْثُ أَنَّ حَرْفَ السَّلْبِ الْمَوْجُودَ فِيهِمَا وَاحِدٌ فَإِذَا قِيلَ زَيْدٌ لَيْسَ بِكَاتِبٍ فَلَا يُعْلَمُ أَنَّهَا مُوجِبَةٌ مَعْدُولَةٌ أَوْ سَالِبَةٌ بَسِيطَةٌ فَلِهَذَا خَصَّصَهُمَا بِالذِّكْرِ مِنْ بَيْنِ الْقَضَايَا.

ترجمہ: اور بہر حال تخصیص ثانی کی وجہ تو اس لئے کہ محمول میں عدول اور تحصیل کا اعتبار قضیہ کی تقسیم کی طرف راجع ہے، کیونکہ حرف سلب اگر محمول کا جزء ہو، تو قضیہ معدولہ ہے ورنہ محصلہ، موضوع جو بھی ہو، اور جوئی صورت ہو وہ یا تو موجب ہوگا یا سالبہ، پس یہاں چار قضیے ہیں، موجبہ محصلہ جیسے ہمارا قول ”زید کاتب“ (زید کاتب ہے) اور سالبہ (محصلہ) جیسے ہمارا قول ”زید لیس بکاتب“ (زید کاتب نہیں ہے) اور موجبہ معدولہ جیسے ہمارا قول ”زید لا کاتب“ (زید غیر کاتب ہے) اور سالبہ معدولہ جیسے ہمارا قول ”زید لیس بلا کاتب“ (زید غیر کاتب نہیں ہے) اور ان قضایا میں سے دونوں قضیہ کے درمیان کوئی التباس نہیں ہے، سوائے سالبہ محصلہ اور موجبہ معدولہ المحمول کے، بہر حال موجبہ محصلہ اور سالبہ محصلہ کے درمیان فرق تو اس لئے کہ حرف سلب موجبہ میں نہیں ہے اور بہر حال موجبہ محصلہ اور موجبہ معدولہ کے درمیان (التباس کا نہ ہونا) تو اس لئے کہ حرف سلب معدولہ میں موجود ہے نہ کہ موجبہ محصلہ میں، اور بہر حال سالبہ محصلہ اور سالبہ معدولہ (کے درمیان التباس کا نہ ہونا) تو اس لئے کہ سالبہ معدولہ میں دو حرف سلب موجود ہوتے ہیں برخلاف موجبہ محصلہ کے، اور بہر حال سالبہ محصلہ اور سالبہ معدولہ کے درمیان (التباس کا نہ ہونا) تو اس لئے کہ سالبہ معدولہ میں دو حرف سلب موجود ہوتے ہیں، اور سالبہ محصلہ میں ایک حرف (سلب) ہوتا ہے، اور بہر حال موجبہ معدولہ اور سالبہ معدولہ کے درمیان (التباس کا نہ ہونا) تو اس لئے کہ موجبہ میں ایک حرف (سلب) ہوتا ہے، اور سلب میں دو حرف ہوتے ہیں، اور سالبہ محصلہ اور موجبہ معدولہ المحمول تو ان کے درمیان التباس اس حیثیت سے ہے کہ ان دونوں میں ایک ایک حرف سلب موجود ہوتا ہے، پس جب کہا جائے زید لیس بکاتب تو معلوم نہیں ہوتا کہ وہ موجبہ معدولہ ہے یا سالبہ بسیطہ اسی لئے ماتن نے قضایا میں سے ان دونوں کے ذکر کی تخصیص کی ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے دوسرے اشکال کا جواب دیا ہے، حاصل جواب یہ ہے کہ محمول حرف سلب کے محمول کا جزء ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے قضیہ کی چار قسمیں حاصل ہوتی ہیں، اور ان میں چھ نسبتیں حاصل ہوتی ہیں، قضیہ کی چار قسمیں اس طرح حاصل ہوتی ہیں، کہ حرف سلب محمول کا جزء ہوگا یا نہیں، اگر جزء ہوگا تو وہ معدولہ ہے ورنہ محصلہ ہے پھر ان دونوں میں سے ہر ایک یا تو موجبہ ہوگا یا سالبہ۔

- ۱- موجبہ محصلہ جیسے زید کاتب، (زید کاتب ہے) ۲- سالبہ محصلہ یعنی بسیطہ جیسے زید لیس بکاتب (زید لا کاتب ہے) ۳- موجبہ معدولہ جیسے زید کاتب (زید کاتب ہے) ۴- سالبہ معدولہ جیسے زید لیس بلا کاتب (زید لا کاتب نہیں ہے)

ہے) مذکورہ اقسام میں سے صرف سالبہ محصلہ اور موجبہ معدولہ المحمول میں التباس ہے، مزید وضاحت کے لئے شارح فرماتے ہیں کہ مذکورہ چار قسموں سے چھ نسبتیں حاصل ہوتی ہیں، جن میں سے پانچ تو بالکل ظاہر ہیں ان میں کوئی التباس اور اشتباہ نہیں ہے، صرف ایک میں التباس ہے، ان چھ نسبتوں کو اس طرح سمجھئے۔

۱- موجبہ محصلہ اور سالبہ محصلہ کے درمیان کوئی التباس نہیں ہے، صاف ظاہر ہے کہ ان کے درمیان تباہی کی نسبت ہے، کیونکہ موجبہ میں کوئی حرف سلب نہیں اور سالبہ میں ایک حرف سلب موجود ہے۔ ۲- موجبہ محصلہ اور موجبہ معدولہ میں بھی کوئی التباس اور اشتباہ نہیں، کیونکہ موجبہ میں کوئی حرف سلب نہیں اور موجبہ معدولہ میں حرف سلب موجود ہے۔ ۳- موجبہ محصلہ اور سالبہ معدولہ میں بھی کوئی التباس نہیں، کیونکہ سالبہ معدولہ میں دو حرف سلب ہیں اور موجبہ محصلہ میں کوئی حرف سلب نہیں۔ ۴- سالبہ محصلہ اور سالبہ معدولہ میں بھی کوئی اشتباہ نہیں، کیونکہ سالبہ محصلہ میں ایک حرف سلب ہے اور سالبہ معدولہ میں دو حرف سلب ہیں۔ ۵- موجبہ معدولہ اور سالبہ معدولہ میں بھی کوئی التباس نہیں، کیونکہ موجبہ معدولہ میں ایک حرف سلب ہے، اور سالبہ معدولہ میں دو حرف سلب ہیں۔ ۶- سالبہ محصلہ اور موجبہ معدولہ المحمول کے درمیان التباس موجود ہے، کیونکہ ان دونوں میں ایک ایک حرف سلب ہوتا ہے، جیسے زید لیس بکاتب، اب اس میں یہ معلوم نہیں کہ یہ قضیہ سالبہ محصلہ یعنی بیطہ ہے یا موجبہ معدولہ المحمول ہے، آپ نے بخوبی اندازہ لگالیا ہوگا کہ مذکورہ تمام قضایا میں سے صرف ان دونوں کے درمیان التباس اور اشتباہ ہے، باقی میں کوئی اشتباہ نہیں ہے، اسی لئے ماتن نے خاص طور سے ان ہی دونوں کو ذکر کیا تا کہ اشتباہ اور التباس ختم ہو جائے اور ان کے درمیان لفظی اور معنوی فرق ظاہر کر دیا جائے، تاکہ ان میں امتیاز ظاہر ہو جائے۔

وَالْفَرْقُ بَيْنَهُمَا مَعْنَوِيٌّ وَ لَفْظِيٌّ أَمَّا الْمَعْنَوِيُّ فَهُوَ أَنَّ السَّالِبَةَ الْبَسِيطَةَ أَعْمٌ مِنَ الْمَوْجِبَةِ الْمَعْدُولَةِ الْمَحْمُولِ لِأَنَّهُ مَتَى صَدَقَتِ الْمَوْجِبَةُ الْمَعْدُولَةُ الْمَحْمُولُ صَدَقَتِ السَّالِبَةُ الْبَسِيطَةُ وَ لَا يَنْعَكِسُ أَمَّا الْأَوَّلُ فَلِأَنَّهُ مَتَى ثَبَتَ اللَّابَاءُ لَجَّ يَصْذُقُ سَلْبُ الْبَاءِ عَنْهُ فَإِنَّهُ لَوْ لَمْ يَصْذُقِ سَلْبُ الْبَاءِ عَنْهُ ثَبَتَ لَهُ الْبَاءُ فَيَكُونُ الْبَاءُ وَ اللَّابَاءُ ثَابِتَيْنِ لَهُ وَ هُوَ اجْتِمَاعُ النَّقِضَيْنِ وَ أَمَّا الثَّانِي وَهُوَ أَنَّهُ لَا يَلْزَمُ مَنْ صَدَقَ السَّالِبَةُ الْبَسِيطَةُ صَدَقَ الْمَوْجِبَةُ الْمَعْدُولَةُ الْمَحْمُولُ فَلِأَنَّ الْإِيجَابَ لَا يَصْحُحُ عَلَى الْمَعْدُومِ ضَرُورَةً أَنَّ إِيْجَابَ الشَّيْءِ لِعَبْرِهِ قَرُعٌ عَلَى وَجُودِ الْمُثَبَّتِ لَهُ بِخِلَافِ السَّلْبِ فَإِنَّ الْإِيجَابَ لَمَّا لَمْ يَصْذُقِ عَلَى الْمَعْدُومَاتِ صَحَّ السَّلْبُ عَنْهَا بِالضَّرُورَةِ فَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ الْمَوْضُوعُ مَعْدُومًا وَ حِينَئِذٍ يَصْذُقُ السَّلْبُ الْبَسِيطُ وَ لَا يَصْذُقُ الْإِيجَابُ الْمَعْدُولُ كَمَا أَنَّهُ يَصْذُقُ قَوْلُنَا شَرِيكَ الْبَارِي نَيْسَ بَصِيرٍ وَ لَا يَصْذُقُ شَرِيكَ الْبَارِي غَيْرُ بَصِيرٍ لِأَنَّ مَعْنَى الْأَوَّلِ سَلْبُ الْبَصَرِ عَنْ شَرِيكَ الْبَارِي وَلَمَّا كَانَ الْمَوْضُوعُ مَعْدُومًا يَصْذُقُ سَلْبُ كُلِّ مَفْهُومٍ عَنْهُ وَ مَعْنَى الثَّانِي أَنَّ عَدَمَ الْبَصَرِ ثَابِتٌ لِشَرِيكَ الْبَارِي فَلَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ مَوْجُودًا فِي نَفْسِهِ حَتَّى يُمَكِّنَ ثُبُوتَ شَيْءٍ لَهُ وَ هُوَ مُمْتَنِعُ الْوُجُودِ.

ترجمہ: اور ان دونوں کے درمیان معنوی اور لفظی فرق ہے، بہر حال معنوی (فرق) تو وہ یہ ہے کہ سالبہ بیطہ موجبہ معدولہ المحمول سے اعم ہے، اس لئے کہ جب موجبہ معدولہ المحمول صادق ہوگا تو سالبہ بیطہ بھی صادق ہوگا اور اس کا عکس نہیں، بہر حال اول تو اس لئے کہ جب "لا بقاء ج" کے لئے ثابت ہو، تو اس سے "باء" کا سلب بھی ثابت ہوگا، کیونکہ

اگر اس سے ”باء“ کا سلب صادق نہ ہو، تو اس کے لئے باء ثابت ہوگی، پس ”باء“ اور ”لاباء“ دونوں اس کے لئے ثابت ہوں گے اور یہ اجتماع نقیضین ہے، اور بہر حال دوسرا اور وہ یہ ہے کہ سالبہ بسیطہ کے صادق آنے سے موجبہ معدولہ المحمول کا صادق آنا ضرور نہیں، اس لئے کہ ایجاب معدوم پر صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ بدیہی بات ہے کہ شئی کا ایجاب اس کے غیر کے لئے مثبت نہ کے وجود کی فرع ہے، بخلاف سلب کے، کیونکہ جب معدومات پر ایجاب صحیح نہیں تو سلب اس سے یقیناً صحیح ہوگا، پس جائز ہے کہ موضوع معدوم ہو، اور اس وقت سالبہ بسیطہ صادق ہوگا، اور موجبہ معدولہ صادق نہیں ہوگا، جیسا کہ ہمارا قول ”شریک الباری لیس ببصیر“ صادق ہے، اور ”شریک الباری غیر ببصیر“ صادق نہیں، کیونکہ اول کے معنی شریک الباری سے بصر کا سلب ہونا ہے، اور جب موضوع معدوم ہے تو اس سے ہر مفہوم کا سلب صادق ہوگا، اور ثانی کے معنی ہیں کہ عدم بصر شریک الباری کے لئے ثابت ہے، پس ضروری ہے کہ وہ (یعنی شریک باری) فی نفسہ موجود ہو، تا کہ اس کے لئے کسی شئی کا ثبوت ممکن ہو، حالانکہ وہ (یعنی شریک باری) ممتنع الوجود ہے۔

تفسیر: جب شارح موجبہ معدولہ المحمول اور بسیطہ کی وجہ تخصیص بیان کرنے سے فارغ ہو گئے تو ماتن نے دونوں کے درمیان جو معنوی اور لفظی فرق بیان کیا ہے اس کی وضاحت کر رہے ہیں مذکورہ بالا عبارت میں معنوی فرق کی وضاحت کی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ سالبہ بسیطہ اور موجبہ معدولہ المحمول کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، سالبہ بسیطہ اعم مطلق ہے اور موجبہ معدولہ المحمول اخص مطلق ہے، اور عموم و خصوص مطلق میں دو مادے ہوتے ہیں، ایک اجتماع کا اور ایک افتراق کا، ایک جگہ دونوں جمع ہو جائیں گے اور ایک جگہ جدا جدا۔ ۱۔ جہاں موجبہ معدولہ المحمول صادق ہوگا وہاں سالبہ بسیطہ بھی ضرور صادق ہوگا۔ ۲۔ اور جہاں سالبہ بسیطہ صادق ہو، وہاں موجبہ معدولہ المحمول کا صادق ہونا ضروری نہیں۔

مادہ اجتماع کی وضاحت یہ ہے کہ جب کسی موضوع پر کسی مفہوم کا سلب صادق ہو، تو اس مفہوم کی نفی بھی جائز ہوگی ورنہ تو وہ مفہوم خود صادق ہوگا، جس کی وجہ سے اجتماع نقیضین لازم آئے گا۔ اور اجتماع نقیضین محال ہے، کیونکہ جب ”ج“ کے لئے ”لاباء“ ثابت ہے تو اس ”ج“ سے ”باء“ کا سلب بھی صادق ہوگا، کیونکہ اگر اس ”ج“ سے ”باء“ کی نفی صادق نہ ہو تو اس کے لئے ”باء“ ثابت ہوگی، اور آپ پہلے اس کے لئے ”لاباء“ کو ثابت کر چکے ہیں، پھر ”باء“ کو ثابت کر رہے ہیں تو ایک ہی شئی کے لئے ”باء“ اور ”لاباء“ دونوں ثابت ہو گئے اور اجتماع نقیضین لازم آیا، اور اجتماع نقیضین محال ہے، تو معلوم ہوا جہاں ”لاباء“ ثابت ہوگا تو وہاں ”باء“ کی نفی بھی جائز ہوگی، اور ”لاباء“ ہی معدولہ المحمول ہے، اور ”ج“ سے ”باء“ کی نفی سالبہ بسیطہ ہے، تو معلوم ہوا کہ جہاں موجبہ معدولہ المحمول صادق ہوگا وہاں سالبہ بسیطہ بھی صادق ہوگا، اس کو ایک آسان مثال سے سمجھئے، مثلاً الانسان لاجماد، یہ موجبہ معدولہ المحمول ہے، صادق ہے، کیونکہ ”الانسان“ موضوع ہے اس پر ”لاجماد“ صادق ہے، لہذا ”انسان“ سے ”جماد“ کی نفی کر کے اس طرح کہا جاسکتا ہے ”الانسان لیس بجماد“ اور یہ سالبہ بسیطہ ہے۔

مادہ افتراق کی وضاحت یہ ہے کہ موجبہ معدولہ المحمول کے صادق آنے کے لئے موضوع کا وجود ضروری ہے، کیونکہ اس میں محمول کو موضوع کے لئے ثابت کیا جاتا ہے، تو موضع مثبت نہ ہوا اور محمول مثبت، اور مثبت مثبت نہ کی فرع ہے، اور فرع اصل کے بغیر نہیں پائی جاسکتی، لہذا جس قضیہ کا موضوع موجود نہ ہو اس کے لئے محمول کو ثابت نہیں کیا جاسکتا، اور جس قضیہ کے لئے ثابت نہ ہو وہ موجبہ نہیں بن سکتا، پس معلوم ہوا کہ موجبہ معدولہ المحمول کے صادق آنے کے لئے موضوع کا موجود ہونا ضروری ہے، اس کے

برعکس سالبہ بیلطہ میں موضوع کا وجود ضروری نہیں ہے موضوع موجود ہو یا معدوم ہو دونوں صورتوں میں سالبہ صادق ہو جاتا ہے، فرق کی مزید وضاحت کے لئے شارح دونوں کی مثالیں پیش کر رہے ہیں۔

سالبہ بیلطہ کی مثال، ”شریک الباری لیس ببصیر“ یہ قضیہ صادق ہے، اس میں شریک باری سے بصر کی نفی کی گئی ہے، اگرچہ مسلوب عنہ یعنی شریک باری خارج میں موجود نہیں ہے، کیونکہ موضوع سے محمول کی نفی کے لئے موضوع کا خارج میں موجود ہونا ضروری نہیں، اور ”شریک الباری غیر بصیر“ یہ قضیہ موجبہ معدولہ المحمول ہے اور یہ صادق نہیں ہے، کیونکہ موجبہ کے صدق کے لئے خارج میں موضوع کا موجود ہونا ضروری ہے، تب ہی اس کے لئے شئی یعنی محمول کو ثابت کیا جاسکتا ہے، تو یہاں اگر ”غیر بصیر“ کو شریک باری کے لئے ثابت کیا جائے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ شریک باری خارج میں موجود ہو، حالانکہ خارج میں شریک باری کا وجود ممکن اور محال ہے، لہذا یہ قضیہ بھی صادق نہیں۔

لَا يُقَالُ لَوْ صَدَقَ السَّلْبُ عِنْدَ عَدَمِ الْمَوْضُوعِ لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْمُوجِبَةِ الْكَلْبِيَّةِ وَالسَّالِبَةِ الْجَزَائِرِيَّةِ تَنَاقُضٌ لِأَنَّهُمَا قَدْ تَجْتَمَعَانِ عَلَى الصِّدْقِ حِينَئِذٍ فَإِنَّ مِنَ الْجَائِزِ اثْبَاتُ الْمَحْمُولِ لِجَمِيعِ الْأَفْرَادِ الْمَوْجُودَةِ وَ سَلْبُهُ عَنْ بَعْضِ الْأَفْرَادِ الْمَعْدُومَةِ لِأَنَّا نَقُولُ الْجُحُومُ فِي السَّالِبَةِ عَلَى الْأَفْرَادِ الْمَوْجُودَةِ كَمَا أَنَّ الْحُكْمَ فِي الْمُوجِبَةِ عَلَى الْأَفْرَادِ الْمَوْجُودَةِ إِلَّا أَنَّ صِدْقَ السَّلْبِ لَا يَتَوَقَّفُ عَلَى وُجُودِ الْأَفْرَادِ وَ صِدْقُ الْإِيجَابِ يَتَوَقَّفُ عَلَيْهِ فَإِنَّ مَعْنَى الْمُوجِبَةِ الْكَلْبِيَّةِ أَنَّ جَمِيعَ أَفْرَادِ نَجِ الْمَوْجُودَةِ يَثْبُتُ لَهُ بَ وَ لَا شَكَّ أَنَّهَا إِنَّمَا تَصْدُقُ إِذَا كَانَتْ أَفْرَادُ نَجِ مَوْجُودَةً وَ مَعْنَى السَّالِبَةِ أَنَّهُ لَيْسَ كَذَلِكَ أَيْ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَ الْأَفْرَادِ الْمَوْجُودَةِ لَيْسَ يَثْبُتُ لَهُ بَ وَيَصْدُقُ هَذَا الْمَعْنَى تَارَةً بِأَنَّ لَا يَكُونُ شَيْءٌ مِنَ الْأَفْرَادِ مَوْجُودًا وَ أُخْرَى بِأَنَّ تَكُونُ مَوْجُودَةً وَ يَثْبُتُ اللَّابَاءُ لَهَا وَ عِنْدَ ذَلِكَ تَتَحَقَّقُ التَّنَاقُضُ جَزْمًا.

ترجمہ: نہ کہا جائے کہ اگر موضوع کے نہ ہونے کے وقت اگر سلب صادق ہو تو موجبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ کے درمیان کوئی تناقض نہ ہوگا، اس لئے کہ اس وقت صدق پر دونوں جمع ہو جائیں گے، کیونکہ تمام افراد موجودہ کے لئے محمول کا اثبات اور بعض افراد معدولہ سے محمول کا سلب جائز ہے؟ کیوں کہ ہم کہیں گے کہ سالبہ میں حکم افراد موجودہ پر ہے جیسے موجبہ میں افراد موجودہ پر ہوتا ہے، مگر سلب کا صدق افراد کے وجود پر موقوف نہیں ہے، اور ایجاب کا صدق افراد کے وجود پر موقوف ہے، اس لئے کہ موجبہ کلیہ کے معنی یہ ہیں کہ ”ج“ کے تمام افراد موجودہ کے لئے ”ب“ ثابت ہے، اور اس میں شک نہیں کہ یہ معنی اس وقت صادق ہوں گے جب کہ ”ج“ کے افراد موجود ہوں اور سالبہ کے معنی یہ ہیں کہ وہ اس طرح نہیں ہے، یعنی ”ج“ کے افراد موجودہ میں سے ہر ایک کے لئے ”ب“ ثابت نہیں ہے، اور یہ معنی کبھی تو اس طور صادق آتے ہیں کہ افراد میں سے کوئی شئی موجود نہ ہو، اور کبھی اس طور سے (صادق آتے ہیں) کہ افراد موجود ہوں، اور ”لاباء“ ان کے لئے ثابت ہو، اور اس وقت یقیناً تناقض متحقق ہوگا۔

تشریح: اس عبارت میں نقض اور اس کا جواب ذکر کیا ہے، ماسبق میں یہ کہا گیا تھا کہ سالبہ کے صادق آنے کے لئے موضوع کا وجود ضروری نہیں، موضوع کے نہ ہونے کے وقت بھی سالبہ صادق آتا ہے، اس پر معترض نقض وارد کرتا ہے کہ آپ کا یہ کہنا صحیح نہیں، کیونکہ اگر اس کو صحیح مان لیا جائے تو اس صورت میں موجبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ کے درمیان تناقض نہیں رہتا، کیونکہ دونوں قضیے ایک ہی مادہ میں صادق ہو سکتے ہیں، یہ ممکن ہے کہ محمول موضوع کے تمام افراد موجودہ کے لئے ثابت ہو تو یہ موجبہ کلیہ ہوگا، اور محمول موضوع

کے بعض ”افراد معدولہ“ سے سلب ہو تو یہ سالبہ جزئیہ ہوگا، چنانچہ اس کو مثال سے سمجھئے مثلاً ”کل انسان بضا حک“ یہ ایک قضیہ ہے انسان کے افراد موجودہ کے اعتبار سے صادق ہوگا اور بعض ”الانسان لیس بضا حک“ انسان کے افراد معدولہ کے اعتبار سے صادق ہوگا، لہذا اگر یہ کہا جائے کہ عدم موضوع کے وقت بھی سلب صادق ہو سکتا ہے تو پھر موجبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ کے درمیان کوئی تناقض نہیں رہے گا، حالانکہ ان کے درمیان تناقض نہ ہونا محال ہے؟

لانا نقول الخ سے شارح نے اس نقض کا جواب دیا ہے، حاصل جواب یہ ہے کہ سالبہ میں بھی افراد موجودہ پر حکم ہوتا ہے، جیسا کہ موجبہ میں افراد موجودہ پر حکم ہوتا ہے، لیکن دونوں کے درمیان اتنا فرق ہے کہ موجبہ میں حکم ”افراد موجودہ کے وجود“ پر موقوف ہوتا ہے اور سالبہ میں حکم ”افراد موجودہ کے وجود“ پر موقوف نہیں ہوتا، افراد موجود ہوں یا موجود نہ ہوں دونوں صورتوں میں سالبہ صادق ہوتا ہے، جیسے ظفر جالس، یہ قضیہ موجبہ ہے، اس میں جلوس کا حکم ظفر پر اس وقت صحیح ہوگا جب ظفر موجود ہو، اگر ظفر موجود نہ ہو تو اس پر جلوس کا حکم صادق نہیں ہوگا، اور ظفر لیس بقائم یہ قضیہ سالبہ ہے اس میں سلب قیام کا حکم ظفر کے وجود پر موقوف نہیں ہے، شارح مزید توضیح و تشریح کے لئے فرماتے ہیں کہ موجبہ کلیہ میں ”ج“ کے تمام افراد موجودہ کے لئے ”ب“ ثابت ہوتی ہے اور یہ اسی وقت ہوگا جب کہ ”ج“ کے افراد موجود ہوں، اور سالبہ میں ”ج“ کے تمام افراد کے لئے ”ب“ ثابت نہیں ہوتی، اب ثابت نہ ہونے کی دو صورتیں ہیں ۱- ”ج“ کے افراد موجود ہوں لیکن ”ب“ اس کے لئے ثابت نہ ہو۔ ۲- ”ج“ کے افراد موجود ہی نہ ہوں، الحاصل سالبہ اس وقت بھی صادق ہوتا ہے جب موضوع کے افراد موجود ہوں اور اس وقت بھی صادق ہوتا ہے جب موضوع کے افراد موجود نہ ہوں، تو معلوم ہوا کہ موجبہ کلیہ اور سالبہ کلیہ کے درمیان تناقض ہے کیونکہ دونوں میں افراد موجودہ ہی پر حکم ہوتا ہے لیکن ایجاب وجود موضوع پر موقوف ہے اور سلب وجود موضوع پر موقوف نہیں، لہذا عدم تناقض کا اعتراض کرنا صحیح نہیں۔

وَأَمَّا قَوْلُهُ لَآنَ الْإِيجَابَ لَا يَصِحُّ إِلَّا عَلَى مَوْجُودَةٍ مُحَقَّقَةٍ كَمَا فِي الْخَارِجِيَةِ الْمَوْضُوعِ أَوْ مُقَدَّرٍ كَمَا فِي الْحَقِيقِيَةِ الْمَوْضُوعِ فَلَا دَخَلَ لَهُ فِي بَيَانِ الْفَرْقِ إِذْ يَكْفِي فِيهِ أَنَّ الْإِيجَابَ يَسْتَدْعِي وَجُودَ الْمَوْضُوعِ دُونَ السَّلْبِ وَأَمَّا أَنَّ الْمَوْضُوعَ مَوْجُودٌ فِي الْخَارِجِ مُحَقَّقًا أَوْ مُقَدَّرًا فَلَا حَاجَةَ إِلَيْهِ فَكَانَهُ جَوَابُ سُؤَالٍ يُذَكِّرُ هَهُنَا وَيَقْدِرُ أَنْ عَنِتُّمْ بِقَوْلِكُمْ الْإِيجَابَ يَسْتَدْعِي وَجُودَ الْمَوْضُوعِ إِنَّ الْإِيجَابَ يَسْتَدْعِي وَجُودَ الْمَوْضُوعِ فِي الْخَارِجِ فَلَا يَصْدُقُ الْمَوْجِبَةُ الْحَقِيقِيَّةُ أَصْلًا لِأَنَّ الْحُكْمَ فِيهَا لَيْسَ مَقْصُورًا عَلَى الْمَوْضُوعَاتِ الْمَوْجُودَةِ فِي الْخَارِجِ وَإِنْ عَنِتُّمْ بِهِ أَنَّ الْإِيجَابَ يَسْتَدْعِي مُطْلَقَ الْوُجُودِ فَالسَّالِبَةُ أَيْضًا تَسْتَدْعِي مُطْلَقَ الْوُجُودِ لِأَنَّ الْمَحْكُومَ عَلَيْهِ لَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ مُتَصَوِّرًا بِوَجْهِ مَا وَإِنْ كَانَ الْحُكْمُ بِالسَّلْبِ فَلَا فَرْقَ بَيْنَ الْمَوْجِبَةِ وَالسَّالِبَةِ فِي ذَلِكَ فَاجَابَ بَأَنَّ كَلَامَنَا لَيْسَ إِلَّا فِي الْقَضِيَّةِ الْخَارِجِيَّةِ وَالْحَقِيقَةِ لَا فِي مُطْلَقِ الْقَضِيَّةِ عَلَى مَا سَبَقَتْ الْإِشَارَةُ إِلَيْهِ فَأَلْمَرَادُ بِقَوْلِنَا الْإِيجَابَ يَسْتَدْعِي وَجُودَ الْمَوْضُوعِ أَنَّ الْمَوْجِبَةَ إِنَّ كَانَتْ خَارِجِيَّةً يَجِبُ أَنْ يَكُونَ مَوْضُوعُهَا مَوْجُودًا فِي الْخَارِجِ مُحَقَّقًا وَإِنْ كَانَتْ حَقِيقِيَّةً يَجِبُ أَنْ يَكُونَ مَوْضُوعُهَا مُقَدَّرَ الْوُجُودِ فِي الْخَارِجِ وَالسَّالِبَةُ لَا تَسْتَدْعِي وَجُودَ الْمَوْضُوعِ عَلَى ذَلِكَ التَّفْصِيلِ فَظَهَرَ الْفَرْقُ وَانْدَفَعَ الْإِشْكَالُ وَذَلِكَ كُلُّهُ إِذَا لَمْ يَكُنِ الْمَوْضُوعُ مَوْجُودًا وَأَمَّا إِذَا كَانَ مَوْجُودًا فَالْمَوْجِبَةُ

الْمَعْدُولَةُ الْمَحْمُولُ وَالسَّالِبَةُ الْبَسِيطَةُ مُتَلَاذِمَتَانِ لِأَنَّ جَ الْمَوْجُودِ إِذَا سُلِبَ عَنْهُ الْبَاءُ يَبْقَى لَهُ
الْإِبَاءُ وَبِالْعَكْسِ هَذَا هُوَ الْكَلَامُ فِي الْفَرْقِ الْمَعْنَوِيِّ.

ترجمہ: اور ماتن کے قول ”لان الایجاب لا یصح إلا علی موجود محقق کما فی الخارجیة الموضوع
او مقدر کما فی الحقیقیة الموضوع“ تو اس کو فرق کے بیان میں کوئی دخل نہیں ہے، کیونکہ اس میں اتنا کافی ہے
کہ ”ان الایجاب یستدعی وجود الموضوع دون السلب“ اور بہر حال یہ کہ خارج میں موضوع حقیقہ یا تقدیراً
موجود ہو تو اس کی کوئی ضرورت نہیں، تو گویا یہ قول ایک سوال کا جواب ہے کہ جو یہاں ذکر کیا جاتا ہے، اور کہا جاتا ہے کہ اگر
آپ اپنے قول ”الایجاب یستدعی وجود الموضوع“ سے یہ مراد لیں کہ ایجاب خارج میں وجود موضوع کا تقاضا
کرتا ہے، تب تو موجب حقیقیہ بالکل صادق نہ ہوگا، کیونکہ اس میں حکم موضوعات موجودہ فی الخارج پر منحصر نہیں ہے، اور اگر
آپ اس سے یہ مراد لیں کہ ایجاب مطلق وجود کا تقاضا کرتا ہے، تو سالبہ بھی مطلق وجود کا تقاضا کرتا ہے، کیونکہ محکوم علیہ کا
بوجہ ما متصور ہونا ضروری ہے، اگرچہ حکم سلب کے ساتھ ہو، پس اس سلسلے میں موجب اور سالبہ کے درمیان کوئی فرق نہیں
ہے، تو ماتن نے جواب دیا ہے کہ ہمارا کلام قضیہ خارجیہ اور حقیقیہ کے بارے میں ہے، نہ کہ مطلق قضیہ کے بارے میں
جیسا کہ اس کی طرف اشارہ گزر چکا، پس ہمارے قول ”الایجاب یستدعی وجود الموضوع“ ہے مراد یہ ہے کہ
موجبہ اگر خارجیہ ہو تو اس کے موضوع کا خارج میں موجود محقق ہونا ضروری ہے، اور اگر (موجبہ) حقیقیہ ہو تو اس کے
موضوع کا خارج میں مقدر الوجود ہونا ضروری ہے، اور سالبہ اس تفصیل پر وجود موضوع کا تقاضا نہیں کرتا، پس فرق ظاہر
ہو گیا اور اشکال بھی ختم ہو گیا اور یہ ساری بات اس وقت ہے جب کہ موضوع موجود نہ ہو، اور بہر حال جب موضوع موجود
ہو تو موجب معدولۃ المحمول اور سالبہ بسیطہ دونوں متلازم ہیں، کیونکہ موجود ”ج“ سے جب ”ب“ کا سلب ہو تو اس کے لئے
”لاباء“ ثابت ہوگا، اور اس کے عکس کے ساتھ یہ کلام فرق معنوی میں ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ ماتن کا قول ”لان الایجاب لا یصح إلا علی موجود محقق کما
فی الخارجیة الموضوع اور مقدر کما فی الحقیقیة الموضوع“ کو فرق کے بیان میں کوئی دخل نہیں ہے، بلکہ یہ عبارت
مستدرک اور زائد ہے، اس لئے کہ یہاں تو موجب معدولۃ المحمول اور سالبہ بسیطہ کے درمیان فرق بیان کرنا مقصود ہے، اس میں تو اتنا
کہہ دینا کافی تھا کہ ”ان الایجاب یستدعی وجود الموضوع دون السلب“ اس طویل عبارت کی بظاہر کوئی ضرورت نہیں
ہے، فکانه جواب سوال الخ سے شارح نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ عبارت ایک سوال کا جواب ہے جو یہاں ذکر کیا جاتا ہے،
سوال کو ذکر کرنے سے پہلے ایک بات بتا دینا مناسب سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ یہ سوال نہ متن میں مذکور ہے اور نہ ہی ماتن نے اس کی
طرف اشارہ کیا ہے اس لئے شارح نے اس کو ”فکانه“ سے تعبیر فرمایا ہے، جب یہ بات سمجھ میں آگئی تو اب سوال ذکر کرتا ہوں۔

سوال یہ ہے کہ معترض کہتا ہے کہ ماتن نے جو کہا ہے ”الایجاب یستدعی وجود الموضوع“ ایجاب وجود موضوع
کا تقاضا کرتا ہے، ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ اس سے آپ کی کیا مراد ہے، اگر آپ یہ کہیں کہ اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ ایجاب
خارج میں وجود موضوع کا تقاضا کرتا ہے، تو یہ مراد لینا صحیح نہیں، کیونکہ اس صورت میں قضیہ حقیقیہ اس سے خارج ہو جائے گا، اور

بالکل صادق نہیں ہوگا، دلیل یہ ہے کہ قضیہ حقیقیہ میں موضوع کے افراد خارجیہ ہی پر حکم منحصر نہیں ہوتا، بلکہ افراد مقدرة الوجود پر بھی حکم ہوتا ہے، اور اگر آپ کہیں کہ اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ ایجاب مطلقاً وجود موضوع کا تقاضا کرتا ہے، تو یہ بھی مراد لینا صحیح نہیں، کیونکہ اس صورت میں موجبہ اور سالبہ کے درمیان کوئی فرق نہیں رہے گا، حالانکہ ان کے درمیان فرق کا ہونا ایک بدیہی بات ہے، اب رہا یہ سوال کہ اس صورت میں موجبہ اور سالبہ کے درمیان فرق کیوں نہیں رہے گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں یہ خرابی لازم آئے گی کہ سالبہ میں بھی حکم کے لئے مسلوب عنہ کا وجود ضروری الثبوت ہو جائے گا، حالانکہ سالبہ میں مسلوب عنہ یعنی موضوع کا وجود ضروری نہیں، اور آپ کے قول کے مطابق وجود موضوع کا ضروری ہونا لازم آئے گا، کیونکہ سالبہ میں بھی موضوع کے مطلق وجود کا حکم تقاضا کرتا ہے، کیونکہ محکوم علیہ کا ”بوجہ ما“ متصور ہونا ضروری ہے، اگرچہ محکوم علیہ پر سلب ہی کا حکم ہو، جب تک موضوع کا تصور نہیں ہوگا تو اس وقت تک اس پر کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا، تو اب موجبہ اور سالبہ میں اس اعتبار سے کوئی فرق نہیں رہا؟

تو ماتن نے اپنے قول ”لان الایجاب لا یصح الخ“ کے ذریعہ اس سوال کا جواب دیا ہے، حاصل جواب یہ ہے کہ ہماری گفتگو مطلق قضیہ کے بارے میں نہیں ہے بلکہ قضیہ حقیقیہ اور خارجیہ کے بارے میں ہماری گفتگو ہے، اور ہم نے جو یہ کہا ہے کہ ”ایجاب وجود موضوع کا تقاضا کرتا ہے“ اس کا مطلب یہ ہے کہ موجبہ اگر قضیہ خارجیہ ہو تو اس وقت اس کے موضوع کا خارج میں حقیقتاً موجود ہونا ضروری ہے، اور اگر موجبہ قضیہ حقیقیہ ہو تو اس وقت اس کے موضوع کا خارج میں تقدیراً موجود ہونا ضروری ہے، اور سالبہ اس تفصیل سے موضوع کے وجود کا تقاضا نہیں کرتا، لہذا موجبہ اور سالبہ کے درمیان فرق ظاہر ہو گیا، اور اشکال بھی جاتا رہا۔

وذلك كله اذا لم يكن الموضوع موجوداً الخ اس عبارت سے شارح نے یہ بیان فرمایا ہے کہ ہم نے جو کہا کہ ”لا يلزم من صدق السالبة البسيطة صدق الموجبة المعدولة المحمول“ یعنی سالبہ بسیطہ کے صادق آنے سے موجبہ معدولہ المحمول کا صادق آنا ضروری نہیں ہے، یہ اس وقت ہے جب کہ موضوع موجود نہ ہو، اور اگر موضوع موجود ہو تو پھر موجبہ معدولہ المحمول اور سالبہ بسیطہ کے درمیان کوئی فرق نہیں رہے گا، اور دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کو لازم ہوگا، چنانچہ اس کو مثال سے سمجھئے، مثلاً جب سالبہ بسیطہ کی مثال میں کہا جائے ”ج ليس ب“ اس میں ”ج“ سے ”ب“ کا سلب ہے، اور ”ج“ کے لئے یہاں ”لاباء“ ثابت ہے اور یہی معدولہ المحمول ہے، اس طرح اس کا عکس سمجھ لیجئے کہ جب کہا جائے ”ج لاء“ تو دیکھئے اس میں ”ج“ کے لئے ”لاباء“ کو ثابت کیا گیا ہے، اور جب ”ج“ کے لئے ”لاباء“ ثابت ہے تو ”ج“ سے ”ب“ کا سلب بھی ہے اور یہی سالبہ بسیطہ ہے، لہذا معلوم ہوا کہ وجود موضوع کی صورت میں سالبہ بسیطہ اور موجبہ معدولہ المحمول میں سے ہر ایک دوسرے کو لازم ہوتا ہے، شارح کہتے ہیں یہ کہ کلام ان دونوں کے درمیان معنوی فرق کے بارے میں تھا۔

وَأَمَّا اللَّفْظِيُّ فَهُوَ أَنَّ الْقَضِيَّةَ إِمَّا أَنْ تَكُونَ ثَلَاثِيَّةً أَوْ ثَنَائِيَّةً فَإِنْ كَانَتْ ثَلَاثِيَّةً فَالرَّابِطَةُ فِيهَا إِمَّا أَنْ تَكُونَ مُتَقَدِّمَةً عَلَى حَرْفِ السَّلْبِ أَوْ مُتَأَخِّرَةً عَنْهَا فَإِنْ تَقَدَّمَتِ الرَّابِطَةُ كَقَوْلِنَا زَيْدٌ هُوَ لَيْسَ بِكَاتِبٍ تَكُونُ حِينَئِذٍ مُوجِبَةً لِأَنَّ مِنْ شَأْنِ الرَّابِطَةِ أَنْ تَرْبُطَ مَا بَعْدَهَا بِمَا قَبْلَهَا فَهُنَاكَ رَبَطُ السَّلْبِ وَرَبَطُ السَّلْبِ إِيْجَابٌ وَإِنْ تَأَخَّرَتْ مِنْ حَرْفِ السَّلْبِ كَقَوْلِنَا زَيْدٌ لَيْسَ هُوَ بِكَاتِبٍ كَانَتْ سَالِبَةً لِأَنَّ مِنْ شَأْنِ حَرْفِ السَّلْبِ أَنْ تَرْفَعَ مَا بَعْدَهَا عَمَّا قَبْلَهَا فَهُنَاكَ سَلْبُ الرَّبِطِ فَيَكُونُ الْقَضِيَّةُ سَالِبَةً وَإِنْ كَانَتْ ثَنَائِيَّةً فَالْفَرْقُ إِنَّمَا يَكُونُ مِنْ وَجْهَيْنِ أَحَدُهُمَا بِالنِّسْبَةِ بَأَن يَنْوِي إِمَّا رَبَطَ السَّلْبِ أَوْ سَلْبَ الرَّبِطِ وَثَانِيَهُمَا

بِالِاصْطِلَاحِ عَلَى تَخْصِيصِ بَعْضِ الْأَلْفَاظِ بِالْإِجَابِ كَلْفِظٍ غَيْرٍ وَلَا وَبَعْضُهَا بِالسَّلْبِ كَلَيْسَ فَإِذَا قِيلَ زَيْدٌ غَيْرُ كَاتِبٍ أَوْ لَا كَاتِبٌ كَانَتْ مُوجِبَةً وَإِذَا قِيلَ زَيْدٌ لَيْسَ بِكَاتِبٍ كَانَتْ سَالِبَةً.

ترجمہ: اور بہر حال لفظی (فرق) تو وہ یہ ہے کہ قضیہ یا تو ثلثیہ ہوگا یا ثنائیہ، اگر ثلثیہ ہو تو رابطہ اس میں یا تو حرف سلب پر مقدم ہوگا یا حرف سلب سے مؤخر ہوگا، پس اگر رابطہ مقدم ہو جیسے ہمارا قول زید ہو لیس بکاتب تو اس وقت (قضیہ) موجبہ ہوگا، اس لئے کہ رابطہ کی شان یہ ہے کہ وہ مابعد کو ماقبل سے مرتبط کر دے، پس یہاں ربط السلب ہے اور ربط السلب ایجاب ہے، اور اگر رابطہ حرف سلب سے مؤخر ہو جیسے ہمارا قول زید لیس ہو بکاتب تو (قضیہ) سالبہ ہوگا اس لئے کہ حرف سلب کی شان یہ ہے کہ وہ مابعد کو ماقبل سے رفع کر دے پس یہاں ربط السلب ہے، لہذا قضیہ سالبہ ہوگا، اور اگر (قضیہ) ثنائیہ ہو، تو فرق دو وجہ سے ہوگا، ان میں سے ایک نیت سے بایں طور کہ ربط السلب کی نیت ہوگی یا سلب الربط کی، اور ان میں سے دوسری وجہ یہ ہے کہ بعض الفاظ مثلاً لفظ ”غیر اور لا“ کو ایجاب کے ساتھ اور بعض الفاظ مثلاً لیس کو سلب کے ساتھ خاص کرنے پر اصلاح (قائم کرنے) سے، پس جب کہا جائے زید غیر کاتب یا لا کاتب تو موجبہ ہوگا اور جب کہا جائے زید لیس بکاتب تو سالبہ ہوگا۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے موجبہ معدولۃ المحمول اور سالبہ بسیطہ کے درمیان لفظی فرق بیان کیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ قضیہ ملفوظہ دو حال سے خالی نہیں یا تو ثنائیہ ہوگا یا ثلثیہ اگر قضیہ ثلثیہ ہو تو یہ بھی دو حال سے خالی نہیں، اس میں یا تو رابطہ حرف سلب پر مقدم ہوگا یا مؤخر، اگر رابطہ حرف سلب سے مقدم ہو تو وہ موجبہ معدولۃ المحمول ہوگا، دلیل یہ ہے کہ رابطہ کی شان یہی ہے کہ وہ اپنے مابعد کو ماقبل سے جوڑتا ہے تو چونکہ اس کے بعد حرف سلب اور اس کا مدخول ہے لہذا دونوں کے مجموعہ کو ماقبل سے جوڑے گا تو قضیہ معدولہ ہوگا، اس کو مثال سے سمجھئے، مثلاً زید ہو لیس بکاتب، دیکھئے اس مثال میں ”ہو“ رابطہ ہے، اس نے لیس بکاتب کو ماقبل سے جوڑ دیا، گویا یہ ربط السلب ہے، اور ربط السلب چونکہ موجبہ ہوتا ہے، اس لئے اس صورت میں یہ قضیہ موجبہ ہوگا، اور اگر قضیہ ثلثیہ ہو اور رابطہ حرف سلب سے مؤخر ہو، تو وہ سالبہ بسیطہ ہوگا، اس لئے کہ حرف سلب کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے ماقبل سے مابعد کی نفی کرتا ہے، تو چونکہ حرف سلب کے بعد رابطہ ہے، تو حرف سلب ربط کی نفی کرے گا اسی کو شارح نے سلب الربط سے تعبیر کیا ہے، اور سلب الربط چونکہ سالبہ ہوتا ہے، اس لئے اس صورت میں یہ قضیہ سالبہ ہوگا، اب اس کو مثال سے سمجھئے مثلاً زید لیس ہو بکاتب دیکھئے اس قضیہ میں رابطہ یعنی ”ہو“ حرف سلب یعنی ”لیس“ سے مؤخر ہے، تو گویا کہ حرف سلب نے رابطہ کی نفی کر دی، اور ربط محمول کی نفی سلب بسیطہ ہوتی ہے، لہذا یہ قضیہ سالبہ بسیطہ ہے، اور اگر قضیہ ثنائیہ ہو تو موجبہ معدولۃ اور سالبہ بسیطہ کے درمیان دو طرح سے فرق ہوگا۔ ۱- استعمال کرنے والے کے ارادہ سے ہوگا، اگر اس قضیہ کے استعمال کرنے والا ربط السلب کا ارادہ کرے تو وہ قضیہ موجبہ معدولۃ المحمول ہوگا، اور اگر سلب الربط کا ارادہ کرے تو وہ قضیہ سالبہ بسیطہ ہوگا۔ ۲- اصطلاح مقرر کر لی جائے کہ بعض الفاظ مثلاً ”غیر اور لا“ ایجاب کے ساتھ خاص ہیں، اور بعض الفاظ مثلاً ”لیس“ سلب کے ساتھ خاص ہیں۔ چنانچہ اس اصطلاح کے اعتبار سے زید غیر کاتب اور زید لا کاتب، موجبہ معدولۃ المحمول ہیں، اور زید لیس بکاتب سالبہ بسیطہ ہے۔

فَالْأَبْحَثُ الرَّابِعُ فِي الْقَضَايَا الْمَوْجَّهَةِ لَا بُدَّ لِنِسْبَةِ الْمُحْمُولَاتِ إِلَى الْمَوْضُوعَاتِ مِنْ كَيْفِيَّةٍ

اِجَابِيَّةٌ كَانَتْ النِّسْبَةُ اَوْ سَلْبِيَّةٌ كَالضَّرُورَةِ وَالِدَّوَامِ وَالْاَضْرُورَةِ وَاللَّدَوَامِ وَتُسَمَّى تِلْكَ الْكَيْفِيَّةُ مَادَّةَ الْقَضِيَّةِ وَاللَّفْظُ الدَّالُّ عَلَيْهَا يُسَمَّى جِهَةً الْقَضِيَّةِ. اَقُولُ نِسْبَةُ الْمَحْمُولِ اِلَى الْمَوْضُوعِ سَوَاءٌ كَانَتْ بِالْاِجَابِ اَوْ بِالسَّلْبِ لَا بُدَّ لَهَا مِنْ كَيْفِيَّةٍ فِي نَفْسِ الْأَمْرِ كَالضَّرُورَةِ اَوْ الْاَضْرُورَةِ وَالِدَّوَامِ اَوْ اللَّادَوَامِ فَإِنَّ كُلَّ نِسْبَةٍ فُرِضَتْ إِذَا قِيَسَتْ إِلَى نَفْسِ الْأَمْرِ فَإِمَّا أَنْ تَكُونَ مُتَكَيِّفَةً بِكَيْفِيَّةِ الضَّرُورَةِ اَوْ بِكَيْفِيَّةِ الْاَضْرُورَةِ وَمِنْ جِهَةٍ أُخْرَى إِمَّا أَنْ تَكُونَ مُتَكَيِّفَةً بِكَيْفِيَّةِ الدَّوَامِ اَوْ اللَّادَوَامِ فَإِذَا قُلْنَا كُلُّ إِنْسَانٍ حَيَوَانٌ بِالضَّرُورَةِ كَانَتْ الضَّرُورَةُ هِيَ كَيْفِيَّةُ نِسْبَةِ الْحَيَوَانِ إِلَى الْإِنْسَانِ وَإِذَا قُلْنَا كُلُّ إِنْسَانٍ كَاتِبٌ لَا بِالضَّرُورَةِ كَانَتْ الْاَضْرُورَةُ هِيَ كَيْفِيَّةُ نِسْبَةِ الْكِتَابَةِ إِلَى الْإِنْسَانِ وَتِلْكَ الْكَيْفِيَّةُ الثَّابِتَةُ فِي نَفْسِ الْأَمْرِ تُسَمَّى مَادَّةَ الْقَضِيَّةِ وَاللَّفْظُ الدَّالُّ عَلَيْهَا فِي الْقَضِيَّةِ الْمَلْفُوظَةِ اَوْ حَكْمِ الْعَقْلِ بِأَنَّ النِّسْبَةَ مُتَكَيِّفَةً بِكَيْفِيَّةٍ كَذَا فِي الْقَضِيَّةِ الْمَعْقُولَةِ تُسَمَّى جِهَةً الْقَضِيَّةِ.

ترجمہ: باتن نے کہا ہے کہ چوتھی بحث قضایا موجدہ (کے بیان) میں ہے، موضوعات کی طرف محمولات کی نسبت کے لیے کسی نہ کسی کیفیت کا ہونا ضروری ہے، ایجابی ہو یا سلبی جیسے ضرورت، دوام، لا ضرورت اور لا دوام، اور اس کیفیت کا نام مادۃ قضیہ رکھا جاتا ہے، اور جو لفظ اس پر دلالت کرے اس کا نام جہت قضیہ رکھا جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ محمول کی نسبت موضوع کی طرف خواہ ایجابی ہو، یا سلبی، اس کے لیے نفس الامر میں کسی نہ کسی کیفیت کا ہونا ضروری ہے، جیسے ضرورت یا لا ضرورت دوام یا لا دوام، کیونکہ جو نسبت بھی فرض کی جائے جب اس کو نفس الامر کی طرف قیاس کیا جائے، پس یا تو وہ کیفیت ضرورت کے ساتھ مکلف ہوگی یا کیفیت لا ضرورت کے ساتھ، اور دوسری جہت سے یا تو وہ دوام کی کیفیت کے ساتھ مکلف ہوگی یا لا دوام کے ساتھ، پس جب ہم نے کہا کل انسان حیوان بالضرورت تو اس میں ”ضرورت“ انسان کی طرف، حیوان کی نسبت کی کیفیت ہے، اور جب ہم نے کہا کل انسان کاتب لا بالضرورت، تو (اس میں) ”لا بالضرورت“ انسان کی طرف کتابت کی نسبت کی کیفیت ہے، اور وہ کیفیت جو نفس الامر میں ثابت ہے، اس کا نام مادۃ قضیہ رکھا جاتا ہے، اور وہ لفظ جو اس پر دلالت کرے قضیہ ملفوظہ میں یا عقل کے اس حکم کو نسبت فلاں کیفیت کے ساتھ مکلف ہے، قضیہ معقولہ میں اس کا نام جہت قضیہ رکھا جاتا ہے۔

تشریح: جب مصنف قضیہ کے اقسام نفس نسبت اور موضوع کے اعتبار سے بیان کر چکے تو اب قضیہ کے اقسام کیفیت نسبت کے اعتبار سے بیان کرتے ہیں، قضیہ ملفوظہ میں اگر رابطہ مذکور نہ ہو تو اس کو ثانیہ کہتے ہیں، اور اگر رابطہ مذکور ہو تو اس کو ثانیہ کہتے ہیں۔ یہ قضیہ ملفوظہ کی دو قسمیں اس وقت ہیں جب کہ قضیہ میں جہت مذکور نہ ہو، اور اگر قضیہ ملفوظہ میں جہت بھی مذکور ہو تو اس وقت قضیہ ملفوظہ کی ایک قسم اور ہو جائے گی، اور وہ ہے رابعیہ، تو اب اس اعتبار سے قضیہ ملفوظہ کی تین قسمیں ہو گئیں: ۱- ثانیہ۔ ۲- ثانیہ۔ ۳- رابعیہ۔ گر قضیہ میں صرف موضوع اور محمول مذکور ہوں تو قضیہ ثانیہ کہلائے گا، اور اگر موضوع اور محمول کے علاوہ رابطہ ہو جہت نہ ہو یا جہت ہو رابطہ نہ ہو تو وہ قضیہ ثانیہ کہلائے گا، اور اگر موضوع، محمول، رابطہ اور جہت سب مذکور ہوں تو قضیہ رابعیہ کہلائے گا، اور جہات و کیفیات چونکہ مختلف ہیں، اس لئے جہت کے اعتبار سے قضیہ کی مختلف قسمیں ہیں، چنانچہ مصنف نے ان اقسام کو بیان کیا ہے، اور اقسام کے بیان کرنے سے پہلے جہت کا ثبوت اور جہت کی تعریف بیان کی ہے، اس سے پہلے بطور مقدمہ چند باتیں بیان

کرتا ہوں تاکہ آپ قضایا موجدہ کو بہولت سمجھ سکیں، وہ یہ کہ قضایا موجدہ میں چند چیزیں ہوتی ہیں: ۱- کیفیت ۲- مادہ قضیہ۔ ۳- جہت قضیہ۔ ۴- موجدہ پہلی بات کی وضاحت یہ ہے کہ آپ کو یہ بات معلوم ہو کہ ہر قضیہ کے اندر نسبت ہوتی ہے، خواہ نسبت ایجابی ہو یا سلبی، تو یہ بھی معلوم کر لیجئے کہ ہر نسبت کسی نہ کسی خاص کیفیت کے ساتھ ضرور مکلف ہوتی ہے، اسی کو آسان لفظوں میں اس طرح سمجھئے کہ محمول کی نسبت جو موضوع کی طرف ہوتی ہے وہ کسی نہ کسی کیفیت کے ساتھ ضرور مکلف ہوتی ہے۔

کیفیتیں: اب رہا یہ سوال کہ وہ کیفیتیں کتنی ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ متقدمین کے نزدیک وہ کیفیتیں تین ہیں: ۱- وجوبی۔ ۲- امکانی۔ ۳- امتناعی، وجوبی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ محمول کا ثبوت موضوع کے لئے ضروری ہو، کبھی بھی محمول موضوع سے جدا نہ ہوتا ہو، جیسے اللہ موجود، دیکھئے اس قضیہ میں موجود محمول ہے، جس کو اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کیا گیا ہے، اور وجود اللہ تعالیٰ کے واسطے ضروری ہے، اور کبھی بھی اس سے جدا نہیں ہو سکتا، اور امکانی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ موضوع کے لئے محمول کا ثبوت نہ تو ضروری ہو اور نہ محال ہو، جیسے الانسان ضاحک، دیکھئے اس مثال میں ”ضاحک“ محمول ہے اور انسان موضوع ہے اور انسان کے لئے ہنسنا نہ تو ضروری ہے اور نہ ہی محال ہے، بلکہ ممکن ہے کہ انسان ہنسے اور یہ بھی ممکن ہے کہ نہ ہنسے، اور امتناعی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ محمول کا ثبوت موضوع کے لئے ممتنع اور محال ہو، جیسے ابولہب یدخل الجنة، دیکھئے اس قضیہ میں ”یدخل الجنة“ محمول ہے جس کا ثبوت ابولہب کے لئے محال ہے۔

مادہ قضیہ: دوسری بات کی وضاحت یہ ہے کہ محمول کی نسبت جو موضوع کی طرف ہوتی ہے وہ کسی نہ کسی کیفیت کے ساتھ مکلف ہوتی ہے، ان ہی کیفیتوں کو مادہ قضیہ کہا جاتا ہے، الحاصل نسبت کی نفس الامر کی کیفیت کا نام مادہ قضیہ ہے۔
وجہ تسمیہ: مادہ کہتے ہیں جس سے شئی مرکب ہو اس کو ”مادہ“ اس لئے کہتے ہیں کہ قضیہ کا مادہ تین چیزیں ہیں: ۱- موضوع۔ ۲- محمول۔ ۳- نسبت، ان تین اجزاء میں ”نسبت“ جزء اشرف ہے، اور اس کیفیت کو اس جزء اشرف کے ساتھ تعلق ہے اور نفس الامر میں یہ کیفیت اس نسبت کو لازم ہے، تو اس مناسبت سے اس کیفیت ہی کو ”مادہ قضیہ“ کہہ دیتے ہیں، تسمیۃ السلازم للجزء الأشرف باسم الكل۔

موجدہ: وہ قضیہ ہے جس میں جہت مذکور ہو، اور اس کا دوسرا نام رباعیہ بھی ہے، موجدہ تو اس وجہ سے نام رکھا جاتا ہے کہ اس میں جہت مذکور ہوتی ہے، اور رباعیہ اس وجہ سے کہ جب جہت مذکور ہوتی ہے تو اس وقت قضیہ کے چار اجزاء ہو جاتے ہیں: ۱- موضوع۔ ۲- محمول۔ ۳- نسبت۔ ۴- جہت، تو ان چاروں جزء کی طرف نسبت کرتے ہوئے قضیہ کو رباعیہ کہا جاتا ہے، اب مادہ قضیہ، جہت اور موجدہ کو مثال سے سمجھئے مثلاً آپ نے کہا الانسان ناطق بالضرورة، تو آپ نے انسان پر ناطق ہونے کا حکم لگایا اور اس حکم کی کیفیت ضروری ہونے کی ہے، پس یہ کیفیت مادہ قضیہ کہلائے گی، اور اس کیفیت پر لفظ ”بالضرورة“ دلالت کرتا ہے، لہذا یہ جہت ہے، اور آپ کا یہ قول الانسان ناطق بالضرورة قضیہ موجدہ اور رباعیہ ہے۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ متاخرین کے نزدیک کیفیتیں تین میں منحصر نہیں ہیں، بلکہ جہات کی تعداد ان کے یہاں بہت زیادہ ہیں، مگر فن میں صرف دو کیفیتوں سے بحث کی جاتی ہے، ایک ضرورت سے، دوسری دوام سے، ضرورت کی نفیض امکان ہے، اور دوام کی نفیض فعلیت ہے، سب کیفیتوں کی تعریف اور تشریح آگے چل کر انشاء اللہ ذکر کی جائے گی، فانظروا انی معکم من المنتظرین۔

عبارات مذکورہ کی تشریح: جب آپ کو بطور مقدمہ یہ چند باتیں معلوم ہو گئیں، اور ساتھ ساتھ جہت اور کیفیت کی تعریف بھی معلوم ہو گئی اس کو ذکر کیے بغیر میں اب شارح کی عبارت کی تشریح قلمبند کر رہا ہوں، بغور دیکھیں۔ شارح فرماتے ہیں کہ محمول کی نسبت موضوع کی طرف خواہ ایجابی ہو یا سلبی، نفس الامر میں کسی نہ کسی کیفیت مثلاً ”ضرورۃ“، لا ضرورۃ، دوام، لا دوام“ کے ساتھ ضرور متصف ہوگی، کبھی وہ ضرورۃ یا لا ضرورۃ کی کیفیت کے ساتھ مکلف ہوتی ہے، اور کبھی دوام یا لا دوام کی کیفیت کے ساتھ، چنانچہ جب ”کل انسان حیوان بالضرورۃ“ کہا جائے تو اس میں ”ضرورۃ“ اس نسبت کی کیفیت ہے جو حیوان کی انسان کی طرف ہے، اور جب کہا جائے ”کل انسان کاتب لا بالضرورۃ“ تو اس میں ”لا ضرورۃ“ اس نسبت کی کیفیت ہے۔

اعتراض: اور اگر کوئی اعتراض کرے کہ جناب آپ نے کہا کہ محمول کی نسبت موضوع کی طرف خواہ ایجابی ہو یا سلبی، کسی کیفیت کے ساتھ ضرور مکلف ہوگی، تو عرض یہ ہے کہ ”لا ضرورۃ اور لا دوام“ یہ تو موجبہ نہیں، ان پر تو حرف سلب داخل ہے، پھر یہ موجبہ کیسے ہوں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے لفظ کو دیکھ کر یہ فیصلہ کر لیا کہ یہ کیفیات سالبہ ہیں، موجبہ نہیں ہیں، لیکن اگر آپ حقیقت کی طرف نظر کرتے تو آپ کو یہ غلط فہمی نہ ہوتی، بلکہ آپ بھی ہماری طرح یہ کہتے ہیں کہ یہ کیفیات موجبہ ہی ہیں، سالبہ نہیں، کیونکہ ”لا ضرورۃ“ سے ممکنہ عامہ کی طرف اور لا دوام سے مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہے اور یہ موجبہ ہیں، مزید تفصیلی گفتگو آگے کی جارہی ہے، انتظار کریں، شارح کہتے ہیں کہ وہ کیفیت جو نفس الامر میں ثابت ہو اس کو ”مادہ“ قضیہ کہتے ہیں، اور وہ لفظ جو قضیہ ملفوظہ میں نسبت کی کیفیت پر دلالت کرتا ہے، اور منہوم جو قضیہ معقولہ میں کسی کیفیت پر دلالت کرتا ہے، اس کو ”جہت قضیہ“ کہتے ہیں۔

وجہ تسمیہ: اصل میں تو اس کیفیت کو جہت قضیہ کہتے ہیں جس پر ”لا ضرورۃ“ جیسے الفاظ دلالت کرتے ہیں، یعنی یہ الفاظ دوال ہیں، اور جہت قضیہ مدلول ہے، لیکن ”تسمیۃ الدال باسم الدلیل“ کے قبیل سے ان الفاظ ہی کا نام جہت قضیہ رکھ دیا جاتا ہے۔

وَمَتَى خَالَفَتِ الْجَهَّةُ مَادَّةَ الْقَضِيَّةِ كَانَتْ كَاذِبَةً لِأَنَّ اللَّفْظَ إِذَا دَلَّ عَلَى أَنَّ كَيْفِيَّةَ النَّسْبَةِ فِي نَفْسِ الْأَمْرِ هِيَ كَيْفِيَّةٌ كَذَّاءٌ أَوْ حَكَمَ الْعَقْلُ بِذَلِكَ وَلَمْ يَكُنْ تِلْكَ الْكَيْفِيَّةُ الَّتِي دَلَّ عَلَيْهَا اللَّفْظُ أَوْ حَكَمَ بِهَا الْعَقْلُ هِيَ الْكَيْفِيَّةُ الثَّابِتَةُ فِي نَفْسِ الْأَمْرِ لَمْ يَكُنِ الْحُكْمُ فِي الْقَضِيَّةِ مُطَابِقًا لِلْوَاقِعِ فَكَانَتْ الْقَضِيَّةُ كَاذِبَةً مَثَلًا إِذَا قُلْنَا كُلُّ إِنْسَانٍ حَيَوَانٌ لَا بِالضَّرُورَةِ دَلَّ عَلَى أَنَّ كَيْفِيَّةَ نَسْبَةِ الْحَيَوَانِ إِلَى الْإِنْسَانِ فِي نَفْسِ الْأَمْرِ هِيَ اللَّأْضُرُورَةُ وَلَيْسَ كَكٍ فِي نَفْسِ الْأَمْرِ فَلَا جَرَمَ كَذَبَتِ الْقَضِيَّةُ.

ترجمہ: اور جب جہت مادہ کے خلاف ہو تو قضیہ کا ذبہ ہوگا، اس لئے کہ لفظ نے جب اس بات پر دلالت کی کہ نفس الامر میں نسبت کی کیفیت وہ فلاں کیفیت ہے، یا عقل نے اس کا فیصلہ کیا، حالانکہ وہ کیفیت جس پر لفظ نے دلالت کی ہے یا عقل نے اس کا فیصلہ کیا، نفس الامر میں وہ ثابت کیفیت نہیں ہے تو قضیہ میں حکم واقع کے مطابق نہیں ہوا تو قضیہ کا ذبہ ہوگا، مثال کے طور پر جب ہم ”کل انسان حیوان لا بالضرورۃ“ کہیں تو ”لا ضرورۃ“ نے اس بات پر دلالت کی کہ انسان کی طرف حیوان کی نسبت کیفیت ”لا ضرورۃ“ ہے، حالانکہ نفس الامر میں اس طرح نہیں ہے تو یقیناً قضیہ کا ذب ہوگا۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے قضیہ موجبہ کے صادق اور کا ذب ہونے کا معیار بتلایا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر جہت، قضیہ اور مادہ قضیہ ایک دوسرے کے موافق و مطابق ہوں تو وہ قضیہ صادق ہے، جیسے ”کل انسان حیوان بالضرورۃ“ ہر انسان یقیناً

حیوان ہے، دیکھئے اس قضیہ میں انسان کیلئے حیوانیت کا حکم لگایا گیا ہے، اور انسان کیلئے حیوانیت نفس الامر میں بھی ضروری ہے اور قضیہ میں جو جہت ذکر کی گئی ہے وہ بھی بالضرورت ہے، پس مادہ قضیہ اور جہت ایک دوسرے کے موافق ہو گئے، لہذا یہ قضیہ صادق ہے۔ اور اگر مادہ قضیہ اور جہت ایک دوسرے کے موافق نہ ہوں تو وہ قضیہ کاذب ہوگا، دلیل یہ ہے کہ جب قضیہ ملفوظہ میں لفظ کسی خاص کیفیت پر دلالت کرے یا قضیہ معقولہ میں عقل کسی خاص کیفیت کا حکم کرے اور نفس الامر میں وہ کیفیت ثابت نہ ہو تو اس قضیہ ملفوظہ یا معقولہ کا حکم واقع کے مطابق نہ ہوگا اور واقع کے مطابق نہ ہونا ہی کذب ہے، لہذا قضیہ کاذب ہوگا، جیسے ”کل انسان حیوان لا بالضرورتہ“ دیکھئے اس قضیہ میں جہت لا بالضرورتہ ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے لئے حیوان ہونا ضروری نہیں ہے، انسان حیوان بھی ہو سکتا ہے اور نہیں بھی ہو سکتا ہے، حالانکہ نفس الامر میں انسان کے لئے حیوان ہونا ضروری ہے تو یہاں جہت قضیہ اور مادہ قضیہ ایک دوسرے کے موافق نہیں ہیں لہذا یہ قضیہ کاذب ہے۔

وَتَلْخِصُ الْكَلَامَ فِي هَذَا الْمَقَامِ بِأَنْ نَقُولَ نِسْبَةُ الْمَحْمُولِ إِلَى الْمَوْضُوعِ إِنْجَابِيَّةٌ كَانَتْ النِّسْبَةُ أَوْ سَلْبِيَّةٌ يَجِبُ أَنْ يَكُونَ لَهَا وَجُودٌ فِي نَفْسِ الْأَمْرِ وَوَجُودٌ عِنْدَ الْعَقْلِ وَوَجُودٌ فِي اللَّفْظِ كَالْمَوْضُوعِ وَالْمَحْمُولِ وَغَيْرُهُمَا مِنَ الْأَشْيَاءِ الَّتِي لَهَا وَجُودٌ فِي نَفْسِ الْأُمُورِ وَوَجُودٌ عِنْدَ الْعَقْلِ وَوَجُودٌ فِي اللَّفْظِ فَالنِّسْبَةُ مَتَى كَانَتْ ثَابِتَةً فِي نَفْسِ الْأَمْرِ لَمْ يَكُنْ لَهَا بَدَلٌ مِنْ أَنْ تَكُونَ مُتَكَيِّفَةً بِكَيْفِيَّةٍ مَا تَمَّ إِذَا حَصَلَتْ عِنْدَ الْعَقْلِ إِعْتَبَرُ لَهَا كَيْفِيَّةٌ هِيَ إِمَّا عَيْنُ تِلْكَ الْكَيْفِيَّةِ الثَّابِتَةِ فِي نَفْسِ الْأَمْرِ أَوْ غَيْرَهَا تَمَّ إِذَا وَجَدَتْ فِي اللَّفْظِ أَوْ رَدَّتْ عِبَارَةً تَدُلُّ عَلَى تِلْكَ الْكَيْفِيَّةِ الْمُعْتَبَرَةِ عِنْدَ الْعَقْلِ إِذَا الْأَلْفَاظُ إِنَّمَا هِيَ بِإِزَاءِ الصُّورِ الْعَقْلِيَّةِ فَكَمَا أَنَّ لِلْمَوْضُوعِ وَالْمَحْمُولِ وَالنِّسْبَةِ وَجُودَاتٍ فِي نَفْسِ الْأَمْرِ وَعِنْدَ الْعَقْلِ وَبِهَذَا الْإِعْتِبَارِ صَارَتْ أَجْزَاءُ لِلْقَضِيَّةِ الْمَعْقُولَةِ فِي اللَّفْظِ حَتَّى صَارَتْ أَجْزَاءً لِلْقَضِيَّةِ الْمَلْفُوظَةِ كَذَلِكَ كَيْفِيَّةُ النِّسْبَةِ لَهَا وَجُودٌ فِي نَفْسِ الْأَمْرِ وَعِنْدَ الْعَقْلِ وَفِي اللَّفْظِ فَالْكَيْفِيَّةُ الثَّابِتَةُ لِلنِّسْبَةِ فِي نَفْسِ الْأَمْرِ هِيَ مَادَّةُ الْقَضِيَّةِ وَالثَّابِتَةُ لَهَا فِي الْعَقْلِ هِيَ جِهَةُ الْقَضِيَّةِ الْمَعْقُولَةِ وَالْعِبَارَةُ الدَّالَّةُ عَلَيْهَا هِيَ جِهَةُ الْقَضِيَّةِ الْمَلْفُوظَةِ وَلَمَّا كَانَتْ الصُّورُ الْعَقْلِيَّةُ وَالْأَلْفَاظُ الدَّالَّةُ عَلَيْهَا لَا يَجِبُ أَنْ تَكُونَ مُطَابِقَةً لِلْأُمُورِ الثَّابِتَةِ فِي نَفْسِ الْأَمْرِ لَمْ يَجِبْ مُطَابَقَةُ الْجِهَةِ لِلْمَادَّةِ فَكَمَا إِذَا وَجَدْنَا شَبَحًا هُوَ إِنْسَانٌ وَاحْسَنَاهُ مِنْ بَعِيدٍ فَرُبَّمَا يَحْصُلُ مِنْهُ فِي عَقُولِنَا صُورَةُ إِنْسَانٍ وَحْ يَعْبرُ عَنْهُ بِالْإِنْسَانِ وَرُبَّمَا يَحْصُلُ مِنْهُ صُورَةُ فَرَسٍ وَيَعْبرُ عَنْهُ بِالْفَرَسِ فَلِلشَّبَحِ وَجُودٌ فِي نَفْسِ الْأَمْرِ وَوَجُودٌ فِي الْعَقْلِ إِمَّا مُطَابِقٌ أَوْ غَيْرُ مُطَابِقٍ وَوَجُودٌ فِي الْعِبَارَةِ إِمَّا فِي عِبَارَةٍ صَادِقَةٍ أَوْ كَاذِبَةٍ فَكَذَلِكَ كَيْفِيَّةُ نِسْبَةِ الْحَيَوَانِ إِلَى الْإِنْسَانِ لَهَا ثُبُوتٌ فِي نَفْسِ الْأَمْرِ وَهِيَ الْاَضْرُورَةُ وَفِي الْعَقْلِ وَهِيَ حُكْمُ الْعَقْلِ وَفِي اللَّفْظِ وَهِيَ اللَّفْظُ فَإِنْ طَابَقَتْهَا الْكَيْفِيَّةُ الْمَعْقُولَةُ أَوْ الْعِبَارَةُ الْمَلْفُوظَةُ كَانَتْ الْقَضِيَّةُ صَادِقَةً وَإِلَّا كَاذِبَةً لَا مُحَالَه.

ترجمہ: اور اس مقام میں خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہم یوں کہیں کہ محمول کی نسبت موضوع کی طرف نسبت ایجابی ہو یا سلبی، اس نسبت کا ایک وجود نفس الامر میں اور ایک وجود عقل میں اور ایک وجود لفظ میں ہونا ضروری ہے، جیسے موضوع

محمول اور ان دونوں کے علاوہ اشیاء کا ایک وجود نفس الامر میں اور ایک عقل کے نزدیک اور ایک وجود لفظ میں ہے، پس نسبت جب نفس الامر میں ثابت ہے تو اس کے لئے کسی نہ کسی کیفیت کے ساتھ مکلف ہونے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں، پھر جب وہ نسبت عقل میں حاصل ہوگی تو عقل اس کے لئے ایک کیفیت کا اعتبار کرے گی یا تو وہ کیفیت اس کیفیت کی عین ہوگی جو نفس الامر میں ثابت ہے، یا اس کا غیر ہوگی، پھر جب لفظ میں وہ نسبت موجود ہو تو کوئی ایسی عبارت لائی جائے گی جو اس کیفیت پر دلالت کرے جو عقل کے نزدیک معتبر ہے کیونکہ الفاظ عقلی صورتوں کے مقابلے میں ہوتے ہیں، پس جیسے موضوع، محمول اور نسبت کے نفس الامر اور عقل میں وجود ہیں، اور اسی اعتبار سے یہ قضیہ معقولہ کے اجزاء ہوتے ہیں، اور لفظ میں (بھی) وجود ہے یہاں تک کہ وہ قضیہ ملفوظہ کے اجزاء ہوتے ہیں، اور اسی طرح نسبت کی کیفیت کے لئے بھی نفس الامر، عقل اور لفظ میں وجود ہوتا ہے، پس نسبت کی وہ کیفیت جو نفس الامر میں ثابت ہے وہ مادہ قضیہ ہے، اور نسبت کی وہ کیفیت جو عقل میں (ثابت) ہے وہ قضیہ معقولہ کی جہت ہے، اور جو عبارت اس پر دلالت کرے وہ قضیہ ملفوظہ کی جہت ہے، اور جب کہ عقلی صورتیں اور وہ الفاظ جو عقلی صورتوں ہی پر دلالت کرتے ہیں، ان امور کے مطابق ہونا ضروری نہیں ہے جو نفس الامر میں ثابت ہیں تو جہت کا مادہ کے مطابق ہونا بھی ضروری نہیں، پس جب ہم کسی صورت کو دیکھیں جو درحقیقت انسان ہے اور اس کو ہم دور سے محسوس کریں تو کبھی اس سے ہماری عقل میں انسان کی صورت آتی ہے جس کی تعبیر انسان سے کی جاتی ہے اور بسا اوقات اس سے گھوڑے کی صورت حاصل ہوتی ہے اور اس کی تعبیر فرس سے کی جاتی ہے، پس اس صورت کا ایک وجود نفس الامر میں ہے اور ایک وجود عقل میں ہے مطابق ہے یا غیر مطابق اور ایک وجود عبارت میں ہے، عبارت صادقہ میں ہو یا کاذبہ میں، پس اسی طرح انسان کی طرف حیوان کی نسبت کی کیفیت کا ایک ثبوت نفس الامر میں ہے، اور وہ ”ضرورۃ“ ہے اور ایک عقل میں ہے اور وہ عقل کا حکم ہے اور ایک لفظ میں ہے اور وہ لفظ ہے پس اگر کیفیت معقولہ یا عبارت ملفوظہ اس (نفس الامر کی کیفیت) کے مطابق ہو تو قضیہ صادقہ ہوگا، ورنہ لامحالہ کاذبہ۔

تشریح: اس سے پہلے شارح نے یہ کہا تھا کہ نسبت کے لئے کسی نہ کسی کیفیت کا ہونا ضروری ہے جو نفس الامر میں ثابت ہے مختصر انداز میں یہاں اس کی تحقیق کر رہے ہیں، کیونکہ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے، کہ نسبت کا وجود نہیں ہے، اور جب اس کا وجود ہی نہیں تو اس کے لئے کیفیت ہی کیسے ثابت کی جاسکتی ہے، پس شارح اس عبارت سے اس پر متنبہ کر رہے ہیں کہ جس طرح موضوع، محمول، کیفیت، نسبت، وصف موضوع، اور قید محمول وغیرہ کے تین وجود ہوتے ہیں، اسی طرح محمول کی نسبت جو موضوع کی طرف ہوتی ہے خواہ ایجابی ہو یا سلبی اس کے لئے بھی تین وجود کا ہونا ضروری ہے۔ ۱۔ وجود نفس الامری۔ ۲۔ عقلی۔ ۳۔ لفظی۔

نفس الامر میں جب نسبت ثابت ہو تو وہ کسی کیفیت کے ساتھ ضرور متصف ہوگی، اور جب نسبت عقل میں حاصل ہو تو اس کے لئے بھی کسی کیفیت کا اعتبار ہوگا، جو نفس الامر کی کیفیت کی عین ہوگی، یا اس کا غیر ہوگی، اور یہ نسبت جب لفظوں میں پائی جائے تو اس نسبت لفظیہ کے لئے وہ کیفیت معتبر ہوگی، جو نسبت عقلیہ میں معتبر تھی، اس لئے کہ الفاظ عقلی صورتوں کے مقابلہ میں ہوا کرتے ہیں۔ تو جس طرح موضوع محمول اور نسبت کا نفس الامر اور عقل میں وجود ہے، جس کی بناء پر یہ تینوں قضیہ معقولہ کے اجزاء ہوتے ہیں، اور ان کا لفظ میں بھی وجود ہے جس کی بناء پر یہ قضیہ ملفوظہ کے اجزاء ہوتے ہیں، اسی طرح نسبت کی کیفیت کے لئے بھی

یہ تین وجود ہوتے ہیں: ۱- وجود نفس الامری ۲- وجود عقلی ۳- وجود لفظی، یہی وجہ ہے کہ نسبت کے لئے جو کیفیت نفس الامری میں ہوتی ہے، اس کو مادہ قضیہ کہتے ہیں، اور جو کیفیت عقل میں ہوتی ہے اس کو قضیہ معقولہ کی جہت کہتے ہیں اور جو نسبت لفظ میں ہوتی ہے اس کو قضیہ ملفوظہ کی جہت کہتے ہیں، قضیہ معقولہ میں اگر عقل نے کسی کیفیت کا اعتبار کر لیا اور قضیہ ملفوظہ میں کیفیت پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ لایا گیا تو اس کو قضیہ موجبہ کہتے ہیں، کیونکہ اس میں جہت مذکور ہے، اور رباعیہ بھی کہتے ہیں کیونکہ اس میں چار اجزاء مذکور ہوتے ہیں اور اگر عقل نے کسی کیفیت کا اعتبار نہیں کیا یا کیفیت پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ نہیں لایا گیا تو اس کو قضیہ مطلقہ کہتے ہیں۔ شارح مزید وضاحت کے لئے فرماتے ہیں کہ جس طرح نسبت معقولہ اور نسبت ملفوظہ اگر نفس الامری نسبت کے مطابق نہ ہو تو قضیہ کا ذبہ کہلاتا ہے اسی طرح کیفیت معقولہ اور کیفیت ملفوظہ اگر مادہ قضیہ کے مطابق نہ ہو تب بھی قضیہ کا ذبہ کہلاتا ہے، کیونکہ عقلی صورتیں اور ان پر دلالت کرنے والے الفاظ کا نفس الامر کے مطابق ہونا کوئی ضروری نہیں ہے، اس لئے کہ عقل کبھی نفس الامر کے خلاف کا تصور کر لیتی ہے، اور کبھی کلام نفس الامر کے خلاف صادر ہو جاتا ہے، اس لئے جہت قضیہ کا مادہ قضیہ کے مطابق ہونا ضروری نہیں ہے، لہذا جب جہت عقلی یا جہت لفظی مادہ کے مطابق ہو تو قضیہ صادق ہوگا ورنہ کا ذبہ ہوگا۔

فکما وجدنا الخ شارح نے کیفیت کے نفس الامر، عقل اور لفظ میں موجود ہونے اور کبھی نفس الامر کے مطابق ہونے اور کبھی مطابق نہ ہونے کی مثال بیان کی ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ جب ہم دور سے کوئی شکل دیکھتے ہیں جو درحقیقت انسان ہے لیکن دوری کی وجہ سے عقل میں اس کی مختلف شکلیں آتی ہیں، کبھی عقل یہ فیصلہ کرتی ہے کہ وہ انسان ہے اور دیکھنے والا اس کو انسان سے تعبیر کرتا ہے، اور کبھی عقل یہ فیصلہ کرتی ہے کہ وہ فرس ہے اور دیکھنے والا اس کو فرس سے تعبیر کرتا ہے، دونوں صورتوں میں اس شکل کے تین وجود ہوتے ہیں، تو جس طرح اس ”شکل“ کے تین وجود ہوتے ہیں اسی طرح ”کل انسان حیوان بالضرورة“ میں نسبت کی کیفیت کے بھی تین وجود ہوتے ہیں۔ ۱- نفس الامری وجود اور وہ ”ضرورة“ ہے۔ ۲- عقلی وجود اور وہ عقل کا فیصلہ ہے۔ ۳- وجود لفظی اور وہ لفظ ہے، تو معلوم ہوا کہ کیفیت معقولہ یا کیفیت ملفوظہ اگر مادہ قضیہ کے مطابق ہو تو قضیہ صادق ہوگا ورنہ یقیناً کا ذبہ ہوگا۔

فَالْقَضَايَا الْمَوْجَّهَةُ النَّيْ جَرَتْ الْعَادَةُ بِالْبَحْثِ عَنْهَا وَعَنْ أَحْكَامِهَا ثَلَاثَةٌ عَشْرَ قَضِيَّةٍ مِنْهَا بَسِيطَةٌ وَهِيَ الَّتِي حَقِيقَتُهَا إِنْجَابٌ فَقَطْ أَوْ سَلْبٌ فَقَطْ وَمِنْهَا مُرَكَّبَةٌ وَهِيَ الَّتِي حَقِيقَتُهَا تَرَكُّبٌ مِنْ إِنْجَابٍ وَ سَلْبٍ مَعَ أَمَّا الْبَسَائِطُ فَسِتُّ الْأُولَى الْضَّرُورِيَّةُ الْمُطْلَقَةُ وَهِيَ الَّتِي يُحْكَمُ فِيهَا بِضَرُورَةٍ ثُبُوتِ الْمَحْمُولِ لِلْمَوْضُوعِ أَوْ سَلْبِهِ عَنْهُ مَا دَامَ ذَاتُ الْمَوْضُوعِ مَوْجُودَةً كَقَوْلِنَا بِالضَّرُورَةِ كُلِّ إِنْسَانٍ حَيَوَانٌ وَ بِالضَّرُورَةِ لِأَشْيَاءٍ مِنَ الْإِنْسَانِ بِحَجَرِ الثَّانِيَةِ الدَّائِمَةِ الْمُطْلَقَةِ وَهِيَ الَّتِي يُحْكَمُ فِيهَا بِدَوَامِ ثُبُوتِ الْمَحْمُولِ لِلْمَوْضُوعِ أَوْ سَلْبِهِ عَنْهُ مَا دَامَ ذَاتُ الْمَوْضُوعِ مَوْجُودَةً وَ مِثَالُهَا إِنْجَابًا وَ سَلْبًا مَا مَرَّ الثَّالِثَةُ الْمَشْرُوطَةُ الْعَامَّةُ وَهِيَ الَّتِي يُحْكَمُ فِيهَا بِضَرُورَةٍ ثُبُوتِ الْمَحْمُولِ لِلْمَوْضُوعِ أَوْ سَلْبِهِ عَنْهُ بِشَرِطٍ وَ صِفِ الْمَوْضُوعِ كَقَوْلِنَا بِالضَّرُورَةِ كُلِّ كَاتِبٍ مُتَحَرِّكٍ الْأَصَابِعِ مَا دَامَ كَاتِبًا وَ بِالضَّرُورَةِ لِأَشْيَاءٍ مِنَ الْكَاتِبِ بِسَاكِنِ الْأَصَابِعِ مَا دَامَ كَاتِبًا الرَّابِعَةُ الْعُرْفِيَّةُ الْعَامَّةُ وَهِيَ الَّتِي يُحْكَمُ فِيهَا بِدَوَامِ ثُبُوتِ الْمَحْمُولِ لِلْمَوْضُوعِ أَوْ سَلْبِهِ عَنْهُ بِشَرِطٍ وَ صِفِ الْمَوْضُوعِ وَ مِثَالُهَا إِنْجَابًا وَ سَلْبًا مَا مَرَّ الْخَامِسَةُ الْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ وَهِيَ الَّتِي يُحْكَمُ فِيهَا بِثُبُوتِ الْمَحْمُولِ لِلْمَوْضُوعِ أَوْ

سَلْبِهِ عَنْهُ بِالْفِعْلِ كَقَوْلِنَا بِالْإِطْلَاقِ الْعَامِ كُلُّ إِنْسَانٍ مُتَنَفِّسٌ وَبِالْإِطْلَاقِ الْعَامِ لَا شَيْءَ مِنَ الْإِنْسَانِ بِمُتَنَفِّسٍ السَّادِسَةُ الْمُمَكِّنَةُ الْعَامَّةُ وَهِيَ الَّتِي يُحْكَمُ فِيهَا بِإِرْتِفَاعِ الضَّرُورَةِ الْمُطْلَقَةِ عَنِ الْجَانِبِ الْمُخَالَفِ لِلْحُكْمِ كَقَوْلِنَا بِالْإِمْكَانِ الْعَامِ كُلُّ نَارٍ حَارَّةٌ وَبِالْإِمْكَانِ الْعَامِ لَا شَيْءَ مِنَ الْحَارِ بِبَارِدٍ.

ترجمہ: ماتن نے کہا! اور وہ قضایا موجدہ کہ ان سے اور ان کے احکام سے بحث کی عادت جاری ہے تیرہ ہیں ان میں سے بعض سلب ہیں، اور وہ، وہ ہے جس کی حقیقت صرف ایجاب ہو یا صرف سلب ہو، اور ان میں سے بعض مرکبہ ہیں، اور وہ وہ ہے جس کی حقیقت ایجاب اور سلب دونوں سے مرکب ہو، بہر حال بساطت تو وہ چھ ہیں، اول: ضروریہ مطلقہ اور وہ وہ (قضیہ) ہے جس میں موضوع کے لئے محمول کے ثبوت کے ضروری ہونے کا یا موضوع سے محمول کے سلب کے ضروری ہونے کا حکم لگایا جائے جب تک موضوع کی ذات موجود ہو، جیسے ہمارا قول ”بالضروریہ کل انسان حیوان“ اور بالضروریہ لاشی من الانسان بحجر، دوم: دائمہ مطلق اور وہ وہ (قضیہ) ہے جس میں موضوع کے لئے محمول کے ثبوت کے دائمی ہونے کا یا موضوع سے محمول کے سلب کے دائمی ہونے کا حکم لگایا جائے جب تک موضوع کی ذات موجود ہو، اور اس کی مثال ایجاب اور سلب کے اعتبار سے وہی ہے جو گزر چکی۔ سوم: مشروطہ عامہ اور وہ وہ (قضیہ) ہے جس میں موضوع کے لئے محمول کے ثبوت کے ضروری ہونے کا یا موضوع سے محمول کے سلب کے ضروری ہونے کا حکم لگایا جائے وصف موضوع کی شرط کے ساتھ، جیسے ”بالضروریہ کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتب، وبالضروریہ لاشی من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتباً“ چہاوم: عرفیہ عامہ اور وہ وہ (قضیہ) ہے جس میں موضوع کے لئے محمول کے ثبوت کے دائمی ہونے کا یا اس سے محمول کے سلب کے دائمی ہونے کا حکم لگایا جائے وصف موضوع کی شرط کے ساتھ، اور اس کی مثال ایجاب اور سلب کے اعتبار سے وہی ہے جو گزر چکی۔ پنجم: مطلق عامہ اور وہ وہ (قضیہ) ہے جس میں موضوع کے لئے محمول کے ثبوت کا یا موضوع سے محمول کے سلب بالفعل حکم لگایا جائے، جیسے ہمارا قول ”بالاطلاق العام کل انسان متنفّس، وبالاطلاق العام لاشی من الانسان بمتنفّس“۔ ششم: ممکنہ عامہ اور وہ وہ (قضیہ) ہے جس میں حکم کی جانب مخالف سے ضرورت مطلقہ کے ارتقاع کا حکم لگایا جائے جیسے ہمارا قول ”بالامکان العام کل نار حارة، وبالامکان العام لاشی من الحار ببارد۔“

تشریح: اس کی تشریح صحابہ قطبی علامہ قطب الدین رازی کی زبان میں آگے ملاحظہ فرمائیں۔

أَقُولُ الْقَضِيَّةُ إِمَّا بَسِيطَةٌ أَوْ مُرَكَّبَةٌ لِأَنَّهَا إِنْ اشْتَمَلَتْ عَلَى حُكْمَيْنِ مُخْتَلِفَيْنِ بِالْإِيجَابِ وَالسَّلْبِ فَهِيَ مُرَكَّبَةٌ وَإِلَّا فَبَسِيطَةٌ فَالْقَضِيَّةُ الْبَسِيطَةُ هِيَ الَّتِي حَقِيقَتُهَا أَيْ مَعْنَاهَا إِمَّا إِيجَابٌ فَقَطُّ كَقَوْلِنَا كُلُّ إِنْسَانٍ حَيَوَانٌ بِالضَّرُورَةِ فَإِنَّ مَعْنَاهُ لَيْسَ إِلَّا إِيجَابُ الْحَيَوَانِيَّةِ لِلْإِنْسَانِ وَإِمَّا سَلْبٌ فَقَطُّ كَقَوْلِنَا لَا شَيْءَ مِنَ الْإِنْسَانِ بِحَجَرٍ بِالضَّرُورَةِ فَإِنَّ حَقِيقَتَهُ لَيْسَتْ إِلَّا سَلْبُ الْحَجَرِيَّةِ عَنِ الْإِنْسَانِ وَالْقَضِيَّةُ الْمُرَكَّبَةُ هِيَ الَّتِي حَقِيقَتُهَا تَكُونُ مُلْتَزِمَةً مِنَ الْإِيجَابِ وَالسَّلْبِ كَقَوْلِنَا كُلُّ إِنْسَانٍ كَاتِبٌ بِالْفِعْلِ لِأَنَّ مَعْنَاهُ إِيجَابُ الْكِتَابَةِ لِلْإِنْسَانِ وَ سَلْبُهُ عَنْهُ بِالْفِعْلِ وَإِنَّمَا قَالَ حَقِيقَتُهَا أَيْ مَعْنَاهَا وَلَمْ يَقُلْ لَفْظُهَا لِأَنَّهُ رُبَّمَا تَكُونُ قَضِيَّةٌ مُرَكَّبَةٌ وَ لَا تَرَكِيبٌ فِي اللَّفْظِ مِنَ الْإِيجَابِ وَالسَّلْبِ كَقَوْلِنَا

كُلُّ إِنْسَانٍ كَاتِبٌ بِالْإِمْكَانِ الْخَاصِّ فَإِنَّهُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي لَفْظِهِ تَرْكِيبٌ إِلَّا أَنْ مَعْنَاهُ أَنْ إِيْجَابَ الْكِتَابَةِ لِلْإِنْسَانِ لَيْسَ بِضَرُورِيٍّ وَهُوَ مُمَكِّنٌ عَامٌّ سَالِبٌ وَإِنْ سَلَبَ الْكِتَابَةِ عَنْهُ لَيْسَ بِضَرُورِيٍّ وَهُوَ مُمَكِّنٌ عَامٌّ مُوجِبٌ فَهُوَ فِي الْحَقِيقَةِ وَالْمَعْنَى مُرَكَّبٌ وَإِنْ لَمْ يُوجَدْ تَرْكِيبٌ فِي اللَّفْظِ بِخِلَافِ مَا إِذَا قَيَّدْنَا الْقَضِيَّةَ بِالْإِدْوَامِ أَوْ بِالْإِضْرَورَةِ فَإِنَّ التَّرْكِيبَ حٌ فِي الْقَضِيَّةِ بِحَسَبِ اللَّفْظِ أَيْضًا.

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ قضیہ یا توسیطہ ہے یا مرکبہ اس لئے کہ وہ اگر ایجاب اور سلب سے دو مختلف حکموں پر مشتمل ہو تو وہ مرکبہ ہے ورنہ سبب ہے، تو قضیہ سببہ (قضیہ) ہے جس کی حقیقت یعنی اس کے معنی صرف ایجاب ہو، جیسے ہمارا قول ”کل انسان حیوان بالضرورة“ کیونکہ اس کے معنی صرف انسان کے لئے حیوانیت کا ایجاب ہے، یا صرف سلب ہو، جیسے ہمارا قول ”لا شئ من الانسان بحجر بالضرورة“ کیونکہ اس کی حقیقت صرف انسان سے حجریت کا سلب ہے۔ اور قضیہ مرکبہ (قضیہ) ہے جس کی حقیقت ایجاب اور سلب سے مرکب ہو، جیسے ہمارا قول ”کل انسان كاتب بالفعل لا دائما“ پس بے شک اس کے معنی انسان کے لئے کتابت کا ایجاب یا انسان سے کتابت کا بالفعل سلب ہے، اور ماتن نے حقیقتہا یعنی اس کے معنی کہا اور لفظہا نہیں کہا، اس لئے کہ بسا اوقات قضیہ مرکب ہوتا ہے، حالانکہ لفظ میں ایجاب اور سلب سے کوئی ترکیب نہیں ہوتی، جیسے ہمارا قول ”کل انسان كاتب بالامكان الخاص“ پس بے شک اسکے لفظ میں اگرچہ کوئی ترکیب نہیں ہے مگر اس کے معنی یہ ہیں کہ انسان کے لئے کتابت کا ایجاب ضروری نہیں ہے اور یہ ممکنہ عامہ سالبہ ہے، اور یہ کہ اس سے کتابت کا سلب ضروری نہیں، اور یہ ممکنہ عامہ موجبہ ہے، تو یہ حقیقتاً اور معنی مرکب ہے، اگرچہ لفظ میں ترکیب نہیں پائی گئی، برخلاف اس کے کہ جب ہم قضیہ کو لا دوام یا لا ضرورة (کی قید کے ساتھ) مقید کر دیں، کیونکہ اس وقت قضیہ میں لفظ کے اعتبار سے بھی ترکیب ہوگی۔

تشریح: عبارت ماتن کی تشریح کرتے ہوئے شارح فرماتے ہیں کہ قطعاً موجدہ کی اولاً دو قسمیں ہیں: ۱- سببہ ۲- مرکبہ۔

بسیطہ: وہ قضیہ موجدہ ہے جس کی حقیقت یعنی اس کے معنی صرف ایجاب یا صرف سلب ہو، جیسے ”کل انسان حیوان بالضرورة“ اس قضیہ کے معنی یہ ہیں کہ انسان کے لئے حیوان ہونے کا ثبوت ضروری ہے، اور سالبہ کی مثال ”لا شئ من الانسان بحجر بالضرورة“ اس میں انسان سے پتھر ہونے کا ضروری طور پر سلب ہے۔

شارح نے حقیقتہا کی تفسیر معناہا سے کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حقیقت شئ اس کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے شئ کا تحقق ہو، اور چونکہ قضیہ ملفوظ کا تحقق الفاظ مخصوصہ سے ہوتا ہے، اور الفاظ جب تک معانی پر دلالت نہ کریں، اس وقت تک محض الفاظ کا اعتبار نہیں ہوتا، اس وجہ سے شارح نے ”حقیقتہا“ کی تفسیر ”معناہا“ سے کی ہے، گویا قضیہ معنی ہی کی وجہ سے قضیہ ہوتا ہے، لہذا معنی ہی قضیہ کی حقیقت ہے۔

مرکبہ: وہ قضیہ ہے جس کی حقیقت ایجاب اور سلب دونوں سے مرکب ہو، جیسے ”کل انسان كاتب بالفعل لا دائما“ اس قضیہ کے معنی یہ ہیں کہ کتابت انسان کے لئے بالفعل ثابت ہے، اور بالفعل سلب ہے، شارح فرماتے ہیں کہ ماتن نے مرکبہ کی تعریف میں ”حقیقتہا“ کہا ہے ”لفظہا“ نہیں کہا، اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض مرتبہ ایک قضیہ ایجاب اور سلب سے معنی مرکب ہوتا ہے، لیکن الفاظ میں اس کی کوئی ترکیب نہیں ہوتی، جیسے ”کل انسان كاتب بالامكان الخاص“ یہ قضیہ ممکنہ خاصہ موجدہ مرکبہ ہے،

الفاظ کے اعتبار سے اس میں کوئی ترکیب نہیں ہے، لیکن حقیقت میں یہ دو قضیوں سے مرکب ہے، اس لئے اس قضیہ کے معنی یہ ہیں انسان کے لئے کتابت کا ایجاب ضروری نہیں ہے، یہ ممکنہ عامہ سالبہ ہے، اور کتابت کا سلب انسان سے ضروری نہیں یہ ممکنہ عامہ موجب ہے، کیونکہ ممکنہ خاصہ دو ممکنہ عامہ سے مرکب ہوتا ہے، تو اگر ”لفظہا“ کہتے تو مرکبہ کی تعریف سے ممکنہ خاصہ خارج ہو جاتا، حالانکہ بھی مرکبہ کی ایک قسم ہے، اور جب ”حقیقتہا“ کہا تو ممکنہ خاصہ مرکبہ کی تعریف میں داخل رہا، اور جب ”لا دوام، لا ضرورہ جیسی کیفیات کے ساتھ قضیہ کو مقید کر دیا جائے تو پھر قضیہ لفظاً بھی مرکب ہوتا ہے۔

مرکبہ کی تعریف پر دو اشکال: ایک اشکال یہ ہے کہ آپ نے کہا کہ قضیہ مرکبہ میں دو نسبتیں ہوتی ہیں: ۱- ایجابی ۲- سلبی، تو اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ جب قضیہ میں دو نسبتیں ہوں گی تو وہ ایک قضیہ نہیں رہے گا بلکہ دو ہو جائے گا، تو پھر اس کو ایک قضیہ کیوں کہا جاتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قضیہ مرکبہ میں چونکہ دونوں نسبتیں صراحتہ مذکور نہیں ہوتی ہیں بلکہ ایک نسبت صراحہ بیان کی جاتی ہے، اور دوسری مجملہ اور اشارۃ بیان کی جاتی ہے، اس لئے اس کو ایک قضیہ کہتے ہیں، دوسرا اشکال یہ ہے کہ اس سے پہلے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ قضیہ موجبہ اس کو کہتے ہیں جس میں ایجاب ہو یعنی موضوع کے لئے محمول کا ثبوت ہو اور سالبہ اس کو کہتے ہیں جس میں سلب ہو، یعنی موضوع سے محمول کی نفی کی گئی ہو، اور یہاں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قضیہ موجبہ مرکبہ ایجاب اور سلب دونوں پر مشتمل ہوتا ہے تو اشکال یہ وارد ہوتا ہے کہ اگر اشرف کا لحاظ کر کے ایجاب کا اعتبار کیا جائے تو تمام مرکبات موجبہ ہوں گے اور اگر بعض میں سلب کا اعتبار کیا جائے تو غیر اشرف اور مرجوح کو رائج پر ترجیح دینا لازم آئے گا، اور یہ دونوں باطل ہیں، الحاصل جب قضیہ مرکبہ میں ایجاب اور سلب دونوں کا حکم ہوتا ہے تو اس کا کیا نام ہوگا، موجبہ یا سالبہ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو نسبت صراحتہ مذکور ہوگی اس کا اعتبار کیا جائے گا، اگر نسبت ایجابی صراحتہ مذکور ہو تو پورے قضیہ کا نام موجبہ رکھا جائے گا، اور اگر نسبت سلبی صراحتہ مذکور ہو تو پورے قضیہ کا نام سالبہ رکھا جائے گا، اس اشکال کا جواب صاحب مرقات نے اس طرح دیا ہے کہ قضیہ مرکبہ کے موجبہ یا سالبہ نام رکھنے میں جزء اول کا اعتبار ہوتا ہے، اگر پہلا جزء موجبہ ہے تو پورے قضیہ کا نام موجبہ رکھا جائے گا، اور اگر پہلا جزء سالبہ ہے تو پورے قضیہ کا نام سالبہ رکھا جائے گا، دونوں جوابوں کا مفہوم ایک ہی ہے، صرف تعبیر میں فرق ہے۔

ثُمَّ اَعْلَمُ اَنَّ الْقَضَايَا الْبَسِيطَةَ وَالْمُرَكَّبَةَ غَيْرُ مَحْضُورَةٍ فِي عَدَدِ الْاَنَّ الَّتِي جَرَتْ الْعَادَةُ بِالْبَحْثِ عَنْهَا وَعَنْ اَحْكَامِهَا مِنَ التَّنَاقُضِ وَالْعَكْسِ وَالْقِيَاسِ وَغَيْرِهَا ثَلَاثَةَ عَشَرَ قَضِيَّةً مِنْهَا الْبَسَايِطُ وَمِنْهَا الْمُرَكَّبَاتُ اَمَّا الْبَسَايِطُ فَبَسَتْ الْاُولَى الضَّرُورِيَّةُ الْمُطْلَقَةُ وَهِيَ الَّتِي يُحْكَمُ فِيهَا بِضَرُورَةٍ ثُبُوتِ الْمَحْمُولِ لِلْمَوْضُوعِ اَوْ بِضَرُورَةٍ سَلْبِيَةٍ عَنْهُ مَا دَامَ ذَاكِ الْمَوْضُوعُ مَوْجُودًا اَمَّا الَّتِي حُكِمَ فِيهَا بِضَرُورَةِ الثَّبُوتِ فَهِيَ ضَرُورِيَّةٌ مُوجِبَةٌ كَقَوْلِنَا كُلُّ اِنْسَانٍ حَيَوَانٌ بِالضَّرُورَةِ فَاِنَّ الْحُكْمَ فِيهَا بِضَرُورَةٍ ثُبُوتِ الْحَيَوَانِ لِلْاِنْسَانِ فِي جَمِيعِ اَوْقَاتِ وَجُودِهِ وَ اَمَّا الَّتِي حُكِمَ فِيهَا بِضَرُورَةِ السَّلْبِ فَضَرُورِيَّةٌ سَالِبَةٌ كَقَوْلِنَا لَا شَيْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ يَحْجَرُ بِالضَّرُورَةِ فَانَّهُ حُكِمَ فِيهَا بِضَرُورَةِ سَلْبِ الْحَجَرِيَّةِ عَنِ الْاِنْسَانِ فِي جَمِيعِ اَوْقَاتِ وَجُودِهِ وَ اِنَّمَا سُمِّيَتْ ضَرُورِيَّةً لِاسْتِمَالِهَا عَلَى الضَّرُورَةِ وَ مُطْلَقَةً لِعَدَمِ تَقْيِيدِ الضَّرُورَةِ فِيهَا بِوَصْفٍ اَوْ وَقْتٍ الثَّانِيَّةُ الدَّائِمَةُ الْمُطْلَقَةُ وَهِيَ الَّتِي حُكِمَ فِيهَا بِدَوَامِ ثُبُوتِ الْمَحْمُولِ لِلْمَوْضُوعِ اَوْ بِدَوَامِ سَلْبِهِ عَنْهُ مَا دَامَ ذَاكِ الْمَوْضُوعُ مَوْجُودًا وَ وَجْهُ تَسْمِيَّتِهَا دَائِمَةً وَ

مُطْلَقَةً عَلَى قِيَاسِ الضَّرُورِيَّةِ الْمُطْلَقَةِ وَ مِثَالُهَا إِنْجَابًا مَا مَرَّ مِنْ قَوْلِنَا دَائِمًا كُلُّ إِنْسَانٍ حَيَوَانٌ فَقَدْ حَكَمْنَا فِيهَا بِدَوَامِ ثُبُوتِ الْحَيَوَانِيَّةِ لِلْإِنْسَانِ مَا دَامَ ذَاتُهُ مَوْجُودَةً وَ سَلَبًا مَا مَرَّ أَيْضًا مِنْ قَوْلِنَا دَائِمًا لِأَشْيَاءٍ مِنَ الْإِنْسَانِ بِحَجَرٍ فَإِنَّ الْحُكْمَ فِيهَا بِدَوَامِ سَلَبِ الْحَجَرِيَّةِ عَنِ الْإِنْسَانِ مَا دَامَ ذَاتُهُ مَوْجُودَةً.

ترجمہ: پھر جان لیجئے کہ قضا یا سبط اور مرکبہ کسی خاص عدد میں منحصر نہیں، مگر یہ کہ وہ قضا یا کہ ان سے ان کے احکام یعنی تناقض، عکس اور قیاس وغیرہ سے بحث کی عادت جاری ہے، وہ تیرہ قضیے ہیں، ان میں سے بعض بساط ہیں اور بعض مرکبات، بہر حال بساط تو وہ چھ ہیں۔ اول: ضروریہ مطلقہ ہے اور وہ وہ (قضیہ) ہے جس میں محمول کے ثبوت کے ضروری ہونے کا موضوع کے لئے یا محمول کے سلب کے ضروری ہونے کا موضوع سے حکم لگایا جائے، جب تک موضوع کی ذات موجود ہو، بہر حال وہ قضیہ جس میں ثبوت کے ضروری ہونے کا حکم لگایا جائے تو وہ ضروریہ موجبہ ہے جیسے ہمارا قول ”کل انسان حیوان بالضروریہ“ کیونکہ اس میں انسان کے لئے حیوان کے ثبوت کے ضروری ہونے کا حکم ہے اس کے وجود کے تمام اوقات میں۔ اور بہر حال وہ قضیہ جس میں سلب کے ضروری ہونے کا حکم لگایا جائے تو وہ ضروریہ سالبہ ہے، جیسے ہمارا قول ”لاشیء من الانسان بحجر بالضروریہ“ پس بے شک اس میں انسان سے اس کے وجود کے تمام اوقات میں پتھر ہونے کے سلب کے ضروری ہونے کا حکم ہے، اور اس کا نام ”ضروریہ“ اس لئے رکھا گیا ہے کہ یہ ”ضروریہ“ پر مشتمل ہوتا ہے، اور ”مطلقہ“ اس لئے کہ اس میں ضروریہ وصف یا وقت کے ساتھ مقید نہیں ہوتی۔ **دوسرا** (قضیہ) دائرہ مطلقہ ہے اور وہ وہ (قضیہ) ہے جس میں موضوع کے لئے محمول کے ثبوت کے دوام کا یا موضوع سے محمول کے سلب کے دوام کا حکم لگایا جائے جب تک موضوع کی ذات موجود ہو، اور اس کے دائرہ اور مطلقہ نام رکھنے کی وجہ ضروریہ مطلقہ کے قیاس پر ہے، اور اس کی مثال ایجابا وہ ہے جو ہمارے قول ”دائمًا کل انسان حیوان“ سے گزر چکی، پس تحقیق کہ ہم نے اس میں انسان کے لئے حیوانیت کے ثبوت کے دوام کا حکم لگایا ہے، جب تک اس کی ذات موجود ہو، اور سلبا اس کی مثال بھی ہمارے قول ”دائمًا لاشیء من الانسان بحجر“ سے گزر چکی، پس بے شک اس میں انسان سے حجریت کے سلب کے دوام کا حکم ہے جب تک اس کی ذات موجود ہو۔

تشریح: شارح فرماتے ہیں کہ قضا یا سبط اور مرکبہ یوں تو بے شمار ہیں، البتہ مناطقہ جن سے بحث کرتے ہیں، اور جن کے احکام تناقض، عکس، اور قیاس وغیرہ بیان کیے جاتے ہیں وہ تیرہ ہیں، ان میں سے چھ بساط ہیں، اور سات مرکبات، ان دونوں کی تشریح اور توضیح سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ فن منطق میں صرف دو کیفیتوں سے بحث کی جاتی ہے، ایک ضرورت سے، دوسری دوام سے، ضرورت کی نفیض امکان ہے اور دوام کی نفیض فعلیت ہے اس وجہ سے مقابلہ فعلیت اور امکان سے بھی بحث کی جاتی ہے، اولاً آپ سب کیفیتوں کی تعریف سمجھ لیں، پھر عبارت کی تشریح سمجھیں۔

ضرورت: اس کیفیت کو کہتے ہیں کہ محمول کی نسبت کا موضوع سے جدا ہونا محال ہو، جیسے ”الانسان حیوان“ اس قضیہ میں حیوانیت کی نسبت انسان کی طرف ہے، تو انسان جب تک موجود رہے گا، تو کبھی بھی اس سے حیوانیت جدا نہیں ہو سکتی، اسی طرح اللہ احد، میں احدیت (ایک ہونے) کی نسبت جو اللہ تعالیٰ کی طرف ہے، وہ کبھی بھی اللہ سے جدا نہیں ہو سکتی۔

دوام: اس کیفیت کو کہتے ہیں کہ محمول کی نسبت جو موضوع کی طرف ہے وہ تمام زمانوں میں اور ہر وقت موجود رہتی ہو، یعنی محمول کا ثبوت یا سلب موضوع سے ضروری تو نہ ہو، مگر پھر بھی کسی وجہ سے ایسا التزام پایا جاتا ہو کہ موضوع محمول کی صفت سے کبھی خالی نہ ہوتا ہو، جیسے ”الفلک متحرک“ (آسمان متحرک ہے) آسمان کا حرکت کرنا اگرچہ موضوع کی ذات کا تقاضا نہیں ہے، مگر پھر بھی تمام زمانوں میں موضوع محمول کی صفت کے ساتھ متصف رہتا ہے۔

فعلیت: اس کیفیت کو کہتے ہیں جس میں محمول کا ثبوت موضوع کے لئے تینوں زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں ہو، جیسے ”کل انسان ضاحک بالفعل“ (ہر انسان ہنسنے والا ہے بالفعل) یعنی ہنسا کسی وقت پایا جاتا ہے، ہر وقت نہیں پایا جاتا۔

فعلیت کی تعبیریں: فعلیت کو دو لفظوں سے تعبیر کرتے ہیں، بالفعل، اور بالاطلاق العام، جیسے کل انسان ضاحک بالاطلاق العام، اور کل انسان ضاحک بالفعل۔

فعلیت کی ایک اور تعبیر: فعلیت دوام کی ضد ہے، اس لئے فعلیت کو لا دوام سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

امکان: اس کیفیت کو کہتے ہیں، کہ جس میں محمول کا ثبوت موضوع کے لئے نہ تو ضروری ہو اور نہ محال ہو۔

امکان کی قسمیں: امکان کی دو قسمیں ہیں: ۱- امکان عام ۲- امکان خاص، دونوں کی تعریفیں اپنے اپنے مقامات پر آجائیں گی، لہذا وہیں ملاحظہ فرمائیں۔

امکان کی تعبیر: امکان عام کو بالا امکان العام اور خاص کو بالا امکان الخاص سے تعبیر کرتے ہیں۔

امکان کی تعبیر: نیز یہ بھی ذہن نشین رہے کہ امکان ”ضرورت“ کی ضد ہے، اس لئے امکان کو لا ضرورت سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

ضرورت اور دوام کی قسمیں: ضرورت کی چار قسمیں ہیں: ۱- ذاتی ۲- وصفی ۳- وقتی معین ۴- وقتی غیر معین، اور دوام کی دو قسمیں ہیں: ۱- دوام ذاتی ۲- وصفی۔

امکان اور فعلیت کی قسمیں: ضرورت کی ضد امکان ہے، اس کی بھی چار قسمیں ہیں: ۱- ذاتی ۲- وصفی ۳- وقتی معین ۴- وقتی غیر معین، اور دوام کی ضد فعلیت ہے اس کی بھی دو قسمیں ہیں: ۱- ذاتی ۲- وصفی، ان میں سے ہر ایک کی تعریف اپنے اپنے مقامات پر آ رہی ہے انشاء اللہ وہیں بیان کر دی جائے گی۔

قضایا موحہ: جب یہ تمام تفصیلات معلوم ہو گئیں تو اب سنیے کہ اگر قضیہ حملیہ میں ضرورت ذاتی کا ذکر ہو تو وہ قضیہ ضروریہ مطلقہ کہلائے گا، اور اگر ضرورت وصفی ہو تو وہ مشروطہ عامہ کہلائے گا، اور اگر ضرورت وقتی معین کا ذکر ہو تو اس کو وقتیہ مطلقہ کہا جائے گا۔ اور اگر ضرورت وقتی غیر معین کا ذکر ہو تو وہ منتشرہ مطلقہ کہلائے گا۔ اور اگر دوام ذاتی کا ذکر ہو تو اس کو دائمہ مطلقہ کہا جائے گا، اور اگر دوام وصفی کا ذکر ہو تو اس کا نام عرفیہ عامہ رکھا جائے گا۔ اور اگر فعلیت کا ذاتی کا ذکر ہو تو وہ مطلقہ عامہ کہلائے گا، اور اگر دوام وصفی کا ذکر ہو تو وہ حیثیہ مطلقہ ہوگا، اور اگر امکان ذاتی کا ذکر ہو تو وہ ممکنہ عامہ ہوگا۔ اور جس قضیہ میں امکان وصفی کا ذکر ہو وہ حیثیہ ممکنہ ہوگا، اور اگر امکان وقتی معین کا ذکر ہو تو وہ وقتیہ ممکنہ ہوگا، اور اگر امکان وقتی غیر معین کا ذکر ہو تو وہ منتشرہ ممکنہ ہوگا، یہ کل بارہ قضایا ہیں، اور سب کے سب بساط ہیں، ان میں سے متقدمین کے نزدیک چھ قضیوں سے فن میں بحث کی جاتی ہے، اور متاخرین کے نزدیک آٹھ قضیوں سے بحث کی جاتی ہے، وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ سے متاخرین بحث کرتے ہیں، متقدمین بحث نہیں کرتے، باقی چھ قضایا یعنی: ۱- ضروریہ مطلقہ ۲- دائمہ مطلقہ ۳- مشروطہ عامہ ۴- عرفیہ عامہ ۵- مطلقہ عامہ اور ۶- ممکنہ عامہ، سے بالاتفاق بحث کی جاتی ہے، اور چار قضیہ یعنی: ۱- حیثیہ

مطلقہ ۲- حیہ ممکنہ ۳- وقفہ ممکنہ اور ۴- منتشرہ ممکنہ سے بالاتفاق بحث نہیں کی جاتی ہے، الغرض قضایا بساط بارہ ہیں لیکن متاخرین صرف آٹھ سے بحث کرتے ہیں، اور متقدمین صحیفہ چھ سے بحث کرتے ہیں، چنانچہ صاحب کتاب نے متقدمین کے مسلک کے مطابق فرمایا ہے کہ بساط چھ ہیں: ۱- ضروریہ مطلقہ ۲- دائمہ مطلقہ ۳- مشروطہ عامہ ۴- عرفیہ عامہ ۵- مطلقہ عامہ ۶- ممکنہ عامہ۔

دلیل حصر: یہ ہے کہ قضیہ میں یا تو حکم ضرورت کے ساتھ ہوگا یا دوام کے ساتھ ہوگا، یا لا ضرورت یا لا دوام کے ساتھ حکم ہوگا، شق اول میں یا تو ضرورت ذاتیہ کے ساتھ حکم ہوگا یا ضرورت وصفیہ کے ساتھ حکم ہوگا، شق ثانی میں یا تو دوام ذاتی کے ساتھ حکم ہوگا یا دوام وصفی کے ساتھ حکم ہوگا، شق اول کا اول ضروریہ مطلقہ ہے اور ثانی مشروطہ عامہ ہے۔ اور شق ثانی کا اول دائمہ مطلقہ ہے اور ثانی عرفیہ عامہ ہے اور شق ثالث ممکنہ عامہ ہے، اور شق رابع مطلقہ عامہ ہے، اب بساط ستہ میں سے ہر ایک کی تعریف بالتفصیل ماتن و شارح بیان کریں گے، مندرجہ بالا عبارت میں چونکہ ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ کا ذکر کیا گیا ہے، اس لئے یہاں ان ہی دونوں کی تعریف اور مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

ضروریہ مطلقہ: وہ قضیہ موجبہ بسیطہ ہے جس میں یہ حکم لگایا جائے کہ محمول کا ثبوت موضوع کے لئے یا محمول کا سلب موضوع سے اس وقت تک ضروری ہے جب تک موضوع کی ذات موجود ہے، پھر اگر اس میں ضرورت کے ثبوت کا حکم ہے تو وہ ضروریہ مطلقہ موجبہ ہے، اور اگر اس میں ضرورت کے سلب کا حکم ہے تو وہ سالبہ ہے، جیسے ”کل انسان حیوان بالضرورۃ“ یہ قضیہ موجبہ موجبہ ہے اس میں انسان کے لئے اس کے وجود کے تمام اوقات میں ضروری طور پر حیوانیت ثابت ہے، یعنی جب تک انسان کا وجود ہے تو اس کے لئے حیوان ہونا ضروری ہے، اور سالبہ کی مثال ”لاشیئ من الانسان بحجر بالضرورۃ“ ہے اس میں ”پتھر نہ ہونے“ کا حکم انسان کے لئے ضروری طور پر ثابت ہے، یعنی جب تک انسان کا وجود ہے گا وہ پتھر نہیں ہو سکتا، اس قضیہ میں چونکہ ضرورت ذاتی کا ذکر ہے اس لئے ذاتی کی تعریف کی جاتی ہے۔

ذاتی: وہ جہت ہے جس میں محمول کا ثبوت موضوع کے لئے یا محمول کی نفی موضوع سے اس وقت تک ضروری، یا دائمی، یا بالفعل یا بالامکان ہو جب تک موضوع کی ذات موجود ہے، چونکہ ذاتی کی چار قسمیں ہیں، اس لئے تعریف میں ہر ایک کا لحاظ کیا گیا ہے۔

ضروریہ مطلقہ کی وجہ تسمیہ: اس قضیہ کو ضروریہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ جہت ضرورت پر مشتمل ہوتا ہے، اور مطلقہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں حکم بالضرورۃ کسی وصف یا وقت کے ساتھ مقید نہیں ہوتا۔

دائمہ مطلقہ: وہ قضیہ موجبہ بسیطہ ہے جس میں یہ حکم لگایا جائے کہ محمول کا ثبوت موضوع کے لئے یا محمول کی نفی موضوع سے اس وقت تک دائمی ہے جب تک موضوع کی ذات موجود ہے، پھر اگر قضیہ میں موضوع کے لئے محمول کے ثبوت کے دوام کا حکم ہو تو وہ دائمہ مطلقہ موجبہ ہے جیسے ”دائما کل انسان حیوان“ اس میں یہ حکم لگایا گیا ہے کہ حیوانیت کا ثبوت انسان کے لئے اس وقت تک دائمی ہے جب تک انسان کی ذات موجود ہے، اور اگر موضوع کے لئے دوام کے سلب کا حکم ہو، تو وہ دائمہ مطلقہ سالبہ ہے، جیسے ”دائما لاشیئ من الانسان بحجر“ دیکھئے اس قضیہ میں حکم لگایا گیا ہے کہ حجریت کی نفی انسان سے اس وقت تک دائمی ہے جب تک انسان کی ذات موجود ہے۔

وجہ تسمیہ: اس قضیہ کو دائمہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں حکم دوام کا ہوتا ہے اور مطلقہ اس لئے کہتے ہیں کہ دوام کو وصف عنوانی کے ساتھ مقید نہیں کیا گیا ہے۔

وَالنِّسْبَةُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الضَّرُورِيَّةِ أَنَّ الضَّرُورِيَّةَ أَخْصُ مِنْهَا مُطْلَقًا لِأَنَّ مَفْهُومَ الضَّرُورَةِ اِمْتِنَاعُ اِنْفِكَاكَ النِّسْبَةِ عَنِ الْمَوْضُوعِ وَمَفْهُومُ الدَّوَامِ شُمُولُ النِّسْبَةِ فِي جَمِيعِ الْأَوْقَاتِ وَالْأَوَاقَاتِ وَهِيَ كَانَتْ النِّسْبَةُ مُمْتَنِعَةً اِلَّا اِنْفِكَاكَ عَنِ الْمَوْضُوعِ كَانَتْ مُتَحَقِّقَةً فِي جَمِيعِ اَوَاقَاتِ وَجُودِهِ بِالضَّرُورَةِ وَلَيْسَ مَتَى كَانَتْ النِّسْبَةُ مُتَحَقِّقَةً فِي جَمِيعِ الْأَوْقَاتِ اِمْتِنَاعُ اِنْفِكَاكَهَا عَنِ الْمَوْضُوعِ لِحَوَازِ اِمْكَانِ اِنْفِكَاكَهَا عَنِ الْمَوْضُوعِ وَغَدَمِ وَقُوعِهِ لِأَنَّ الْمُمْكِنَ لَا يَجِبُ أَنْ يَكُونَ وَاِقْعًا.

ترجمہ: اس کے اور ضروریہ مطلقہ کے درمیان نسبت یہ ہے کہ ضروریہ دائمہ سے اخص مطلق ہے، اس لئے کہ ضروریہ کا مفہوم موضوع سے نسبت کے جدا ہونے کا محال ہونا ہے، اور دوام کا مفہوم نسبت کا تمام زمانوں اور اوقات میں شامل ہونا ہے، اور جب موضوع سے نسبت کا جدا ہونا محال ہو، تو وہ وجود موضوع کے تمام اوقات میں یقیناً متحقق ہوگی، اور ایسا نہیں کہ جب نسبت تمام اوقات میں متحقق ہو تو موضوع سے اس کا جدا ہونا محال ہو، کیونکہ موضوع سے اس کا جدا ہونے کا امکان اور عدم وقوع ممکن ہے اس لئے کہ ممکن کا واقع ہونا کوئی ضروری نہیں ہے۔

تفسیر: اس عبارت میں شارح نے ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ کے درمیان نسبت بیان کی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، ضروریہ اخص مطلق ہے اور دائمہ مطلقہ اعم ہے، کیونکہ ابھی دونوں کی تعریفیں گزریں کہ ضرورت کا مفہوم یہ ہے کہ محمول کی نسبت کا موضوع سے جدا ہونا ممتنع اور محال ہے، اور دوام کا مفہوم یہ ہے کہ محمول موضوع سے جدا ہو سکتا ہے، مگر وہ نسبت موضوع کے لئے تمام زمانوں اور اوقات میں ثابت رہتا ہے تو جب نسبت کا موضوع سے جدا ہونا محال ہوگا تو وہ لامحالہ موضوع کے تمام اوقات میں ثابت ہوگی، لہذا جہاں ضروریہ مطلقہ صادق ہوگا وہاں دائمہ مطلقہ بھی صادق ہوگا، لیکن جب نسبت موضوع کے لئے اس کے وجود کے تمام اوقات میں متحقق ہو تو اس کا موضوع سے جدا ہونا محال نہیں ہے۔ بلکہ ممکن ہے اور امکان کا وقوع چونکہ ضروری نہیں ہے اس لئے اس کا عکس یعنی امتناع بھی ضروری نہیں، لہذا جہاں دائمہ مطلقہ صادق ہوگا، وہاں ضروریہ مطلقہ کا صادق ہونا ضروری نہیں ہے۔

الثَّالِثَةُ الْمَشْرُوطَةُ الْعَامَّةُ وَهِيَ الَّتِي يُحْكَمُ فِيهَا بِضَرُورَةٍ ثُبُوتِ الْمَحْمُولِ لِلْمَوْضُوعِ أَوْ سَلْبِهِ عَنْهُ بِشَرْطِ أَنْ تَكُونَ ذَاتُ الْمَوْضُوعِ مُتَصِفَةً بِوَصْفِ الْمَوْضُوعِ أَيْ يَكُونُ لِبُوصْفِ الْمَوْضُوعِ دَخْلٌ فِي تَحْقِيقِ الضَّرُورَةِ مِثَالُ الْمَوْجِبَةِ قَوْلُنَا كُلُّ كَاتِبٍ مُتَحَرِّكٍ الْأَصَابِعِ بِالضَّرُورَةِ مَاذَا كَاتِبًا فَإِنْ تَحَرَّكَ الْأَصَابِعُ لَيْسَ بِضَرُورِيٍّ الثُّبُوتِ لِذَاتِ الْكَاتِبِ أَعْنَى أَفْرَادِ الْإِنْسَانِ مُطْلَقًا بَلْ ضَرُورَةُ ثُبُوتِهِ إِنَّمَا هِيَ بِشَرْطِ اِتِّصَافِهَا بِوَصْفِ الْكِتَابَةِ وَمِثَالُ السَّالِبَةِ قَوْلُنَا بِالضَّرُورَةِ لَا شَيْءَ مِنَ الْكَاتِبِ يَسَاكِنُ الْأَصَابِعَ مَاذَا كَاتِبًا فَإِنْ سَلَبَ سَاكِنِ الْأَصَابِعِ عَنْ ذَاتِ الْكَاتِبِ لَيْسَ بِضَرُورِيٍّ إِلَّا بِشَرْطِ اِتِّصَافِهَا بِوَصْفِ الْكِتَابَةِ وَسَبَبُ تَسْمِيَّتِهَا أَمَّا بِالْمَشْرُوطَةِ فَلَا شَيْءَ يَحْتَاجُ عَلَى شَرْطِ الْوَصْفِ وَأَمَّا بِالْعَامَّةِ فَلِأَنَّهَا أَعْمُ مِنَ الْمَشْرُوطَةِ الْخَاصَّةِ وَسَعَرَفُوهَا فِي الْمُرَكَّباتِ وَرُبَّمَا يُقَالُ الْمَشْرُوطَةُ الْعَامَّةُ عَلَى الْقَضِيَّةِ الَّتِي حُكِمَ فِيهَا بِضَرُورَةِ الثُّبُوتِ أَوْ بِضَرُورَةِ السَّلْبِ فِي جَمِيعِ أَوْقَاتِ ثُبُوتِ الْوَصْفِ أَعْمُ مِنْ أَنْ يَكُونَ لِلْوَصْفِ مَدْخَلٌ فِي تَحْقِيقِ الضَّرُورَةِ أَمْ لَا.

ترجمہ: تیسرا (قضیہ) مشروط عامہ ہے اور وہ وہ (قضیہ) جس میں موضوع کے لئے محمول کے ثبوت کے ضروری ہونے کا یا موضوع سے محمول کے سلب کے ضروری ہونے کا حکم لگایا گیا ہو، ذات موضوع کے وصف موضوع کے ساتھ متصف ہونے کی شرط کے ساتھ، یعنی وصف موضوع کو ضرورت کے تحقق میں دخل ہو، موجب کی مثال ہمارا قول ”کس کتاب متحرک الاصابع بالضرورة مادام کاتباً ہے، کیونکہ انگلیوں کا متحرک ہونا ذات کاتب یعنی افراد انسان کے لئے مطلقاً ضروری الثبوت نہیں بلکہ ان کے ثبوت کا ضروری ہونا ان کے وصف کاتب کے ساتھ متصف ہونے کی شرط کے ساتھ ہے، اور سالبہ کی مثال، ”بالضرورة لاشی من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتباً ہے، کیونکہ ذات کاتب سے ساکن الاصابع کا سلب ضروری نہیں ہے مگر اس کے وصف کاتب کے ساتھ متصف اور اس کا مشروط نام رکھنے کا سبب یہ ہے کہ یہ وصف کی شرط پر مشتمل ہوتا ہے، اور عامہ اس لئے کہ یہ مشروط خاصہ سے اعم ہے، جس کو عنقریب آپ مرکبات میں جان لیں گے، اور کبھی مشروط عامہ اس قضیہ پر بولا جاتا ہے جس میں وصف کے ثبوت کے تمام اوقات میں ثبوت ضروری یا سلب کے ضروری ہونے کا حکم ہو علاوہ ازیں کہ ضرورت کے تحقق میں وصف کو کوئی دخل ہو یا نہ ہو۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے موجبہ بیضہ کی تیسری قسم یعنی مشروط کو بیان کیا ہے، اور فرمایا ہے کہ مشروط عامہ کے دو معنی ہیں، یعنی دو تعریفیں کی گئی ہیں۔

مشروط عامہ کی تعریفیں

۱- مشروط عامہ وہ قضیہ موجبہ بیضہ ہے جس میں یہ حکم ہو کہ محمول کا ثبوت موضوع کے لئے یا محمول کا سلب موضوع سے اس وقت تک ضروری ہے جب تک موضوع کی ذات وصف عنوانی کے ساتھ متصف ہو یعنی حکم کے ضروری ہونے میں موضوع کی ذات اور وصف عنوانی دونوں کا لحاظ کیا گیا ہو وصف عنوانی کے لحاظ کیے بغیر حکم ضروری نہ ہو، چنانچہ اس کو مثال سے سمجھیے، جیسے ”کل کتاب متحرک الاصابع بالضرورة مادام کاتباً، دیکھئے اس مثال میں یہ حکم ہے کہ انگلیاں ہلنے کا ثبوت ذات کاتب کے لئے اس وقت تک ضروری ہے جب تک وہ وصف عنوان یعنی کاتب کے ساتھ متصف ہے، یہ مثال موجبہ کی ہے، اور سالبہ کی مثال ”لاشی من الکاتب بساکن الاصابع بالضرورة مادام کاتباً“ ہے اس قضیہ میں یہ حکم لگایا گیا ہے کہ سکون اصابع (انگلیاں نہ ہلنے کی نفی) کاتب کی ذات سے اس وقت تک ضروری ہے جب تک وہ وصف عنوانی یعنی کاتب کے ساتھ متصف ہے۔

وجہ تسمیہ: اس قضیہ کو مشروط تو اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں ضرورت کا حکم وصف عنوانی کی شرط کے ساتھ مشروط ہوتا ہے، اور عامہ تو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ اس مشروط خاصہ سے عام ہے جس کا بیان مرکبات میں آئے گا۔

وصف عنوانی: وہ لفظ ہے جس کے ذریعہ موضوع کی ذات کو تعبیر کیا جائے یعنی قضیہ میں محمول کے ثبوت کا جو حکم لگایا جاتا ہے وہ دراصل ذات موضوع ہی کے لئے محمول کو ثابت کیا جاتا ہے تو ذات موضوع محکوم علیہ ہوا، اور محمول محکوم بہ اور جس لفظ کے ذریعہ ذات موضوع کو تعبیر کیا جاتا ہے اسے وصف موضوع اور وصف عنوانی کہا جاتا ہے، کیونکہ جس طرح کسی لفظ کے ذریعہ کسی مضمون کا عنوان، ہیڈنگ قائم کیا جاتا ہے تو اس عنوان کے ذریعہ معلوم ہو جاتا ہے کہ نفس مضمون کیا ہے، اسی طرح وصف عنوانی کے ذریعہ ذات موضوع کا علم ہو جاتا ہے، واضح رہے کہ ذات موضوع سے مراد موضوع کے وہ افراد ہیں جن پر موضوع صادق آتا ہے، جیسے

”الانسان حیوان“ دیکھئے اس مثال میں ذات موضوع یعنی انسان کے افراد پر حیوان ہونے کا حکم لگایا گیا ہے، لہذا یہ انسان کے افراد مثلاً زید، عمر، بکر وغیرہ ذات موضوع ہیں، اور ذات موضوع کو لفظ انسان سے تعبیر کیا گیا ہے، لہذا لفظ انسان وصف موضوع اور وصف عنوانی ہے۔

۲۔ ربما يقال الخ سے شارح نے مشروط عام کی ایک دوسری تعریف کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مشروط عام وہ قضیہ موجبہ سبط ہے جس میں اس بات کا حکم ہو کہ محمول کی نسبت موضوع کے لئے ایجاب یا محمول کا سلب موضوع سے وصف موضوع کے تمام اوقات میں ضروری طور پر ہو، عام ازیں کہ وصف موضوع کو حکم کے ضروری ہونے میں دخل ہو یا نہ ہو، گویا موضوع کے لئے محمول کا ثبوت دو طرح سے ہوتا ہے۔ ۱۔ وصف کی شرط کے ساتھ۔ ۲۔ وصف کا زمانہ کے ساتھ، پہلے کو مشروط عام بالمعنی الاول اور دوسرے کو مشروط عام بالمعنی الثانی کہتے ہیں۔

وَالْفَرْقُ بَيْنَ الْمَعْنِيَيْنِ إِنَّا إِذَا قُلْنَا كُلُّ كَاتِبٍ مُتَحَرِّكٍ الْأَصَابِعِ بِالضَّرُورَةِ مَا دَامَ كَاتِبًا وَارْتَدْنَا الْمَعْنَى الْأَوَّلَ صَدَقَتْ كَمَا نُبَيِّنُ وَإِنْ ارْتَدْنَا الْمَعْنَى الثَّانِي كَذَبَتْ لِأَنَّ حَرَكَةَ الْأَصَابِعِ لَيْسَتْ ضَرُورِيَّةً الثُّبُوتِ لِذَاتِ الْكَاتِبِ فِي شَيْءٍ مِنَ الْأَوْقَاتِ فَإِنَّ الْكِتَابَةَ الَّتِي هِيَ شَرْطُ تَحَقُّقِ الضَّرُورَةِ غَيْرُ ضَرُورِيَّةٍ لِذَاتِ الْكَاتِبِ فِي زَمَانٍ أَصْلًا فَمَا ظَنُّكَ بِالْمَشْرُوطَةِ بِهَا.

ترجمہ: اور دونوں معنوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ جب ہم ”کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورة مدام کاتباً“ کہیں اور ہم پہلے معنی کا ارادہ کریں تو قضیہ صادق ہوگا جیسا کہ ہم بیان کریں گے اور اگر دوسرے معنی کا ارادہ کریں تو قضیہ کاذب ہوگا، اس لئے کہ انگلیوں کی حرکت ذات کاتب کے لئے اوقات میں سے کسی وقت میں ضروری الثبوت نہیں ہے، اس لئے کہ کتابت جو ”ضرورة“ کے تحقق کے لئے شرط ہے ذات کاتب کے لئے وہی کسی زمانہ میں بالکل ضروری نہیں ہے، تو جو اس کے ساتھ مشروط ہے اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے مشروط عامہ کے معنی اول اور معنی ثانی کے درمیان فرق بیان کیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ مشروط عامہ بالمعنی الاول میں حکم کے ضروری ہونے میں وصف عنوانی کو دخل ہوتا ہے، یعنی محمول کا منشاء صرف ذات موضوع نہیں ہوتی، بلکہ ذات موضوع اور وصف عنوانی دونوں کا مجموعہ ہوتا ہے، چنانچہ اس معنی کے اعتبار سے ہمارا قول ”کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورة مدام کاتباً“ صادق ہوگا، کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر وہ ذات جو کتابت کے ساتھ متصف ہے اس کے لئے انگلیوں کا ہلنا ضروری ہے جب تک وہ وصف کتابت کے ساتھ متصف رہے گی۔

اور مشروط عامہ بالمعنی الثانی میں محمول کی نسبت کا ثبوت صرف ذات موضوع کے لئے ضروری ہوتا ہے، وصف موضوع کا اس میں کوئی لحاظ نہیں ہوتا ہے، اور وصف کا اعتبار محض ظرف کی حیثیت سے ہوتا ہے، چنانچہ اس معنی کے اعتبار سے ہمارا قول ”کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورة مدام کاتباً“ کاذب ہوگا، کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ذات کاتب یعنی انسان کے افراد کے لئے کتابت کے تمام اوقات میں انگلیوں کا ہلنا ضروری ہے، اور یہ درست نہیں ہے، کیونکہ انسان کے افراد کے لئے حرکت اصابع کتابت کے بغیر کسی بھی وقت ضروری نہیں ہے، کیونکہ کتابت جو انگلیوں کے ہلنے کے ضروری ہونے کی شرط ہے خود وہی ذات کاتب یعنی انسان کے افراد کے لئے ضروری نہیں ہے تو جو اس کے تابع اور مشروط ہے یعنی انگلیوں کا ہلنا وہ کیسے ضروری ہو سکتا ہے۔

دونوں معنی کے درمیان نسبت

مشروطہ عامہ کے معنی اول اور معنی ثانی کے درمیان عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے، کیونکہ عموم و خصوص من وجہ میں تین مادے ہوتے ہیں ایک اجتماع کا اور دو افتراق کے، چنانچہ یہ دونوں بھی ایک مادہ میں جمع ہو جاتے ہیں اور دو مادے میں الگ الگ ہو جاتے ہیں۔ آپ اس کو مثال سے سمجھئے، مثلاً ”کل منخسف مظلم بالضرورة مادام منخسفاً“ یہ ایک قضیہ ہے اس میں مشروطہ عامہ بالمعنی الاول اور مشروطہ عامہ بالمعنی الثانی دونوں پائے جا رہے ہیں، اس لئے کہ تاریکی کا ثبوت افراد مختلف کے لئے بشرط الانخساف اور بزمان الانخساف دونوں طرح صادق ہے، کیونکہ قمر کے لئے زمین کے سورج اور چاند کے درمیان حائل ہونے کے وقت انخساف ضروری ہے، لہذا انخساف کے تمام زمانہ میں ظلمت ضروری ہے خواہ ذات موضوع کے ساتھ انخساف ملحوظ ہو یا نہ ہو، اور ”کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورة مادام کاتباً“ میں صرف مشروطہ عامہ بالمعنی الاول صادق ہے، کیونکہ ذات کاتب کے لئے کتابت کا لحاظ کیے بغیر انگلیوں کا ہلنا ضروری نہیں، اس لئے کہ ذات کاتب کے لئے ثبوت کتابت ہی ضروری نہیں ہے جو کہ تحرک اصابع کے لئے شرط ہے تو متحرک اصابع بدرجہ اولیٰ ضروری نہ ہوگا، یہ ایک مادہ افتراقیہ ہوا۔ اور ”کل کاتب انسان بالضرورة مادام کاتباً“ میں مشروطہ عامہ بالمعنی الثانی صادق ہے، دلیل یہ ہے کہ ذات کاتب یعنی کاتب کے افراد کے لئے انسانیت کا ثبوت کتابت کے زمانہ میں تو ضروری ہے، لیکن کتابت کی شرط کے ساتھ ضروری نہیں ہے، اس لئے کہ ذاتی کا ثبوت ذات کے لئے کسی شرط کے ساتھ مشروط نہیں ہوتا، یعنی ایک شئی کا انسان ہونے کے لئے کاتب ہونا شرط نہیں ہے۔

فَالْمَشْرُوطَةُ الْعَامَّةُ بِالْمَعْنَى الْأَوَّلِ أَعْمُ مِنَ الْضَّرُورِيَّةِ وَالْدَّائِمَةِ مِنْ وَجْهِ لَأَنَّكَ قَدْ سَمِعْتَ أَنَّ ذَاتَ الْمَوْضُوعِ قَدْ تَكُونُ عَيْنٍ وَصَفٍ وَ قَدْ تَكُونُ غَيْرَهُ فَإِذَا اتَّحَدَا وَكَانَتْ الْمَادَّةُ مَادَّةَ الْضَّرُورَةِ صَدَقَتْ الْقَضَايَا الثَّلَاثُ كَقَوْلِنَا كُلُّ إِنْسَانٍ حَيَوَانٌ بِالْضَّرُورَةِ أَوْ دَائِمًا أَوْ مَادَامَ إِنْسَانًا وَإِنْ تَغَايَرَا فَإِنَّ كِتَابَتِ الْمَادَّةِ مَادَّةَ الْضَّرُورَةِ وَلَمْ يَكُنْ لِلْوَصْفِ دَخَلٌ فِي تَحْقِيقِ الْضَّرُورَةِ صَدَقَتْ الْضَّرُورِيَّةُ وَالْدَّائِمَةُ دُونَ الْمَشْرُوطَةِ كَقَوْلِنَا كُلُّ كَاتِبٍ حَيَوَانٌ بِالْضَّرُورَةِ أَوْ دَائِمًا لَا بِالْضَّرُورَةِ مَادَامَ كَاتِبًا فَإِنَّ وَصْفَ الْكِتَابَةِ لَا دَخَلَ لَهُ فِي ضَرُورَةِ ثُبُوتِ الْحَيَوَانِ لِذَاتِ الْكَاتِبِ وَإِنْ لَمْ يَكُنِ الْمَادَّةُ مَادَّةَ الْضَّرُورَةِ الدَّائِمَةِ وَالْدَّائِمَةِ الْكَاتِبِ وَكَانَ هُنَاكَ ضَرُورَةٌ بِشَرَطِ الْوَصْفِ صَدَقَتْ الْمَشْرُوطَةُ دُونَ الْضَّرُورِيَّةِ وَالْدَّائِمَةِ كَمَا فِي الْمَثَالِ الْمَذْكُورِ فَإِنَّ تَحَرُّكَ الْأَصَابِعِ لَيْسَ بِضَرُورِيٍّ وَلَا دَائِمًا لِذَاتِ الْكَاتِبِ بَلْ بِشَرَطِ الْكِتَابَةِ.

ترجمہ: پس مشروطہ عامہ بالمعنی الاول ضروریہ اور دائمہ سے اعم من وجہ ہے، اس لئے کہ آپ نے سنا ہے کہ ذات موضوع کبھی عین وصف ہوتی ہے، اور کبھی اس کا غیر ہوتی ہے، پس جب تینوں متحد ہوں اور مادہ ضرورت کا مادہ ہو تو تینوں قضیے صادق ہوں گے، جیسے ہمارا قول ”کل انسان حیوان بالضرورة یا دائماً یا مادام انساناً، اور اگر دونوں متغایر ہوں پس اگر مادہ ضرورت کا مادہ ہو اور وصف کو ضرورت کے تحقق میں کوئی دخل نہ ہو تو ضروریہ اور دائمہ صادق ہوں گے نہ کہ مشروطہ جیسے ہمارا قول ”کل کاتب حیوان بالضرورة یا دائماً نہ کہ بالضرورة مادام کاتباً، کیونکہ ذات کاتب کے لئے ثبوت

حیوان کے ضروری ہونے میں وصف کتابت کو کوئی دخل نہیں ہے، اور اگر مادہ ضرورت ذاتیہ اور دوام ذاتی کا مادہ نہ ہو اور وہاں ضرورت وصف کی شرط کے ساتھ ہو تو مشروطہ صادق ہوگا نہ کہ ضروریہ اور دائمہ، جیسا کہ مثال مذکور میں کیونکہ انگلیوں کا ہلنا ذات کتابت کے لئے نہ ضروری ہے نہ دائمی، بلکہ کتابت کی شرط کے ساتھ (ضروری ہے)

تشریح: اس عبارت میں شارح نے مشروطہ عامہ بالمعنی الاول اور ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ کے درمیان نسبت بیان کی ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ ان کے درمیان عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے، اس لئے کہ مشروطہ عامہ ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ سے من وجہ اعم اور من وجہ اخص ہے اسی طرح یہ دونوں مشروطہ سے من وجہ اعم اور من وجہ اخص ہیں اور ایسی دو کلی کہ من وجہ اعم اور من وجہ اخص ہوان کے درمیان عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہوتی ہے، لہذا ان کے درمیان بھی عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہوگی، چنانچہ شارح تفصیل سے بیان کر رہے ہیں، کہ وصف موضوع دو حال سے خالی نہیں، یا تو ذات موضوع کا عین ہوگا یا غیر ہوگا۔ اور اگر ذات موضوع اور وصف موضوع دونوں عین ہوں اور مادہ ضرورت کا ہو، تو اس وقت تینوں قضیے صادق ہوں گے، چنانچہ شارح نے اس کی مثال دی ہے۔ کل انسان حیوان بالضرورة او بالدوام او مادام انسانا، دیکھئے اس مادہ میں مشروطہ عامہ ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ تینوں صادق ہیں، ضروریہ تو اس لئے کہ یہ قضیہ ضرورت پر مشتمل ہے، اور دائمہ مطلقہ اس لئے کہ جہاں ضرورت ہو، وہاں دوام ضرور ہوتا ہے۔ اور مشروطہ عامہ اس واسطے کہ ذات موضوع، وصف موضوع کے ساتھ متصف ہے، اور اگر وصف موضوع اور ذات موضوع دونوں متغایر ہوں تو یہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ مادہ ضرورت کا ہوگا یا نہیں، اگر مادہ ضرورت کا ہو اور ضرورت کے متحقق ہونے میں وصف موضوع کو کوئی دخل نہ ہو تو وہاں صرف یہ دونوں صادق آئیں گے، لیکن مشروطہ بالمعنی الاول صادق نہیں ہوگا، جیسے ”کل کتاب حیوان بالضرورة او دائماً“ یہاں ذات کتابت یعنی انسان کے افراد کے لئے حیوان ضروری طور پر یا دوامی طور پر صادق ہے، اگرچہ وصف کتابت موجود نہ ہو، دیکھئے یہاں صرف ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ صادق ہیں لیکن مشروطہ عامہ بالمعنی الاول صادق نہیں، کیونکہ ہم نے فرض ہی کیا ہے کہ ضرورت کے متحقق ہونے میں وصف موضوع کو کوئی دخل نہیں ہے اور اگر مشروطہ کو بھی صادق قرار دیا جائے تو پھر مفہوم یہ ہوگا کہ ذات کتابت یعنی انسان کے افراد کے لئے حیوانیت کا ثبوت ضرور ہے جب تک کہ وہ کتاب ہے اور اگر کتاب نہیں تو حیوان بھی نہیں، یہ مفہوم درست نہیں ہے، یہ ایک مادہ افتراقیہ ہے جہاں ضروریہ اور دائمہ تو صادق ہیں، لیکن مشروطہ عامہ بالمعنی الاول صادق نہیں، اور اگر وصف موضوع اور ذات موضوع دونوں متغایر ہوں اور مادہ ضرورت ذاتیہ اور دوام ذاتی کا نہ ہو، بلکہ وہاں ضرورت بشرط الوصف ہو تو صرف مشروطہ صادق ہوگا اور ضروریہ اور دائمہ صادق نہیں ہوں گے، جیسے ”کل کتاب متحرک الاصابع مادام کتاباً“ دیکھئے اس مادہ میں صرف مشروطہ عامہ بالمعنی الاول تو صادق ہیں، لیکن ضروریہ اور دائمہ صادق نہیں، دلیل یہ ہے کہ اس قضیہ کا مفہوم یہ ہے کہ انگلیوں کا ہلنا ذات کتابت کے لئے اس وقت ضروری ہے جبکہ وہ کتابت کے وصف کے ساتھ متصف ہو، اگر وصف کتابت کے ساتھ متصف نہ ہو تو پھر انگلیوں کا ہلنا نہ تو ضروری ہے اور نہ دائمی۔

وَأَمَّا الْمَشْرُوطَةُ بِالْمَعْنَى الثَّانِي فَهِيَ أَعْمُ مِنَ الضَّرُورِيَّةِ مُطْلَقًا لِأَنَّهُ مَتَى ثَبَتَ الضَّرُورَةُ فِي جَمِيعِ أَوْقَاتِ الذَّاتِ ثَبَتُ فِي جَمِيعِ أَوْقَاتِ الْوَصْفِ بِدُونِ الْعَكْسِ وَمِنَ الدَّائِمَةِ مِنْ وَجْهِ لِنَصَادِقِهِمَا فِي مَادَّةِ الضَّرُورَةِ الْمُطْلَقَةِ وَصَدَقَ الدَّائِمَةُ بِدُونِهَا حَيْثُ يَحُلُو الدَّوَامُ عَنِ الضَّرُورَةِ وَبِالْعَكْسِ حَيْثُ يَكُونُ الضَّرُورَةُ فِي جَمِيعِ أَوْقَاتِ الْوَصْفِ وَلَا يَدُومُ فِي جَمِيعِ أَوْقَاتِ الذَّاتِ.

تجوہ: اور بہر حال مشروطہ بالمعنی الثانی تو وہ ضروریہ ہے، اس لئے کہ جب ضرورت ذات کے تمام اوقات میں ثابت ہوگی، تو وصف کے تمام اوقات میں (بھی) ثابت ہوگی عکس کے بغیر۔ اور (مشروطہ) دائمہ سے اعم من وجہ ہے، کیونکہ یہ دونوں ضروریہ مطلقہ کے مادے میں صادق ہوتے ہیں، اور دائمہ اس (یعنی مشروطہ عامہ بالمعنی الثانی) کے بغیر صادق ہوتا ہے جہاں دوام ضرورت سے خالی ہو، اور اس کا عکس (یعنی مشروطہ عامہ بالمعنی الثانی) دائمہ کے بغیر صادق ہوتا ہے (جہاں ضرورت وصف کے تمام اوقات میں ہو اور ذات کے تمام اوقات میں دائمی نہ ہو۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے مشروطہ عامہ بالمعنی الثانی اور ضروریہ مطلقہ کے درمیان اور مشروطہ عامہ بالمعنی الثانی اور مشروطہ عامہ بالمعنی الثانی اور دائمہ مطلقہ کے درمیان نسبت بیان کی ہے۔ چنانچہ شارح نے کہا ہے کہ مشروطہ عامہ بالمعنی الثانی اور ضروریہ مطلق کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، کیونکہ مشروطہ عامہ بالمعنی الثانی اعم مطلق ہے اور ضروریہ مطلقہ اخص مطلق ہے اور ایسی دو کلی کہ ان میں سے ایک اعم مطلق اور دوسری اخص مطلق ہوں ان کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہوتی ہے، لہذا ان کے درمیان بھی عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہوگی، چنانچہ جہاں ضروریہ مطلقہ صادق ہوگا وہاں مشروطہ عامہ بالمعنی الثانی بھی صادق ہوگا، لیکن جہاں مشروطہ عامہ بالمعنی الثانی صادق ہو وہاں ضروریہ مطلقہ کا صادق ہونا ضروری نہیں۔ اس لئے کہ آپ کو یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ ضروریہ مطلقہ میں ذات کے تمام اوقات میں محمول کا ثبوت موضوع کے لئے رہتا ہے، اور مشروطہ عامہ میں وصف کے تمام اوقات میں محمول کا ثبوت ذات موضوع کے لئے رہتا ہے، لہذا جب ضرورت ذات کے تمام اوقات میں ثابت ہوگی تو وصف کے تمام اوقات میں بھی ثابت ہوگی، دلیل یہ ہے کہ جہاں ضرورت ذاتیہ صادق ہوتی ہے وہاں ضرورت وصفیہ بھی یقیناً صادق ہوتی ہے، لیکن اس کا عکس ضروری نہیں، یعنی جہاں ضرورت وصفیہ صادق ہو، تو وہاں ضرورت ذاتیہ کا صادق ہونا ضروری نہیں، اس لئے کہ وصف کے تمام اوقات، ذات کے اوقات کا بعض ہوتے ہیں، یعنی وہ وصف ذات موضوع کے تمام اوقات میں ثابت نہیں ہوتا، بلکہ بعض اوقات میں ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ ذات موضوع کے تو اور بھی اوصاف ہوتے ہیں لہذا جہاں مشروطہ عامہ صادق ہو وہاں اس کا عکس لازم نہیں۔ مزید وضاحت کے لئے اس کی مثال پیش کی جا رہی ہے، جیسے ”کل ناطق حیوان بالضرورة مادام ناطقاً“ دیکھئے اس مادہ میں ضروریہ مطلقہ بھی صادق ہے اور مشروطہ عامہ بھی صادق ہے، کیونکہ اس قضیہ میں حکم لگایا گیا ہے کہ ناطق کے لئے حیوان ہونا ضروری ہے، یعنی جب تک ناطق کی ذات موجود ہو تو اس کے لئے حیوانیت کا ثبوت ضروری ہے، تو جب ذات ناطق وصف نطق کے ساتھ متصف ہو تو اس وقت بھی اس کا حیوان ہونا ضروری ہے۔

مشروطہ عامہ بالمعنی الثانی اور دائمہ مطلقہ کے درمیان عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے، کیونکہ ان دونوں کلیوں میں سے ہر ایک دوسری کے بغیر منجملہ صادق ہوتا ہے اور ایسی دو کلی کہ ان میں سے ہر ایک دوسری کے بغیر صادق ہو تو ان کے درمیان عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہوتی ہے، چنانچہ کسی مادہ میں تو دائمہ مطلقہ صادق ہوگا لیکن مشروطہ صادق نہیں ہوگا، اور بعض مادہ میں مشروطہ صادق ہوگا لیکن دائمہ مطلقہ صادق نہیں ہوگا، اور بعض مادہ میں دونوں صادق ہوں گے، اور منجملہ ان دونوں میں سے ہر ایک کے صادق ہونے کا یہی مطلب ہے۔ چنانچہ یہ دونوں ضروریہ مطلقہ کے مادہ میں جمع ہو جاتے ہیں، جیسے ”کل انسان حیوان بالضرورة مادام انساناً“ دیکھئے اس مادہ میں دائمہ مطلقہ اور مشروطہ عامہ دونوں صادق ہیں، دائمہ تو اس لئے صادق ہے کہ جب محمول کا ثبوت ذات موضوع کے

لئے ضروری ہو تو دائمی بھی ہوتا ہے، اور مشروط عامہ تو اس لئے صادق ہے کہ جب حکم ذات موضوع کے تمام اوقات میں ضروری نہ ہو تو وصف عنوانی کے تمام اوقات میں بھی ضروری ہوگا۔ اور جس مادہ میں حکم صرف دائمی ہو، ضروری نہ ہو، اس میں صرف دائمہ صادق ہوگا، مشروط صادق نہیں ہوگا، جیسے ”کل فلک متحرک بالدوام“ دیکھئے اس مادہ میں ذات موضوع کے لئے حکم دائمی ہے، لیکن ضروری نہیں، لہذا یہاں دائمہ تو صادق ہے لیکن مشروط صادق نہیں، کیونکہ جب ذات کے تمام اوقات میں حکم ضروری نہیں تو وصف کے تمام اوقات میں حکم بدرجہ اولیٰ ضروری نہ ہوگا، یہ ایک مادہ افتراقیہ ہوا، اور جس مادہ میں حکم وصف موضوع کے تمام اوقات میں ضروری ہو اور ذات موضوع کے تمام اوقات میں دائمی نہ ہو تو وہاں صرف مشروط عامہ بالمعنی الثانی صادق ہوگا، دائمہ صادق نہ ہوگا جیسے ”کل منخسف مظلم بالضرورة مادام منخسفاً“ دیکھئے اس قضیہ میں وصف موصوف یعنی چاند کے گہنا جانے کے وقت تاریکی کا حکم ذات موضوع کے لئے ضروری ہے، لیکن ذات موضوع کے تمام اوقات میں حکم دائمی نہیں ہے۔ لہذا یہ دوسرا مادہ افتراقیہ ہے۔

الرَّابِعَةُ الْعُرْفِيَّةُ الْعَامَّةُ وَهِيَ الَّتِي يُحْكَمُ فِيهَا بِدَوَامِ ثُبُوتِ الْمَحْمُولِ لِلْمَوْضُوعِ أَوْ سَلْبِهِ عَنْهُ مَا دَامَ ذَاتُ الْمَرْضُوعِ مُتَّصِفًا بِالْعُنْوَانِ وَمِثَالُهَا إِنْجَابًا وَ سَلْبًا مَا مَرَّ فِي الْمَشْرُوطَةِ الْعَامَّةِ مِنْ قَوْلِنَا دَائِمًا كُلُّ كَاتِبٍ مُتَضَحِّرِكُ الْأَصَابِعِ مَا دَامَ كَاتِبًا وَ دَائِمًا لِأَشْيَاءٍ مِنَ الْكَاتِبِ بِسَاكِنِ الْأَصَابِعِ مَا دَامَ كَاتِبًا وَإِنَّمَا سُمِّيَتْ عُرْفِيَّةً لِأَنَّ الْعُرْفَ إِنَّمَا يَفْهَمُ هَذَا الْمَعْنَى مِنَ السَّالِبَةِ إِذَا أُطْلِقَتْ حَتَّى إِذَا قِيلَ لِأَشْيَاءٍ مِنَ النَّائِمِ بِمُسْتَقْبَلِ يَفْهَمُ مِنْهُ الْعُرْفُ أَنَّ الْمُسْتَقْبَلِ مَسْلُوبٌ عَنِ النَّائِمِ مَا دَامَ نَائِمًا فَلَمَّا أَخَذَ هَذَا الْمَعْنَى مِنَ الْعُرْفِ نُسِبَتْ إِلَيْهِ وَعَامَّةٌ لِأَنَّهَا أَعْمُ مِنَ الْعُرْفِيَّةِ الْخَاصَّةِ الَّتِي هِيَ مِنَ الْمُرَكَّبَاتِ وَهِيَ أَعْمُ مُطْلَقًا مِنَ الْمَشْرُوطَةِ الْعَامَّةِ فَإِنَّهُ مَتَى تَحَقَّقَتِ الضَّرُورَةُ بِحَسَبِ الْوَصْفِ تَحَقَّقَ الدَّوَامُ بِحَسَبِ الْوَصْفِ مِنْ غَيْرِ عَكْسٍ وَكَذَا مِنَ الضَّرُورِيَّةِ وَالِدَائِمَةِ لِأَنَّهُ مَتَى صَدَقَتِ الضَّرُورَةُ أَوْ الدَّوَامُ فِي جَمِيعِ أَوْقَاتِ الذَّاتِ صَدَقَ الدَّوَامُ فِي جَمِيعِ أَوْقَاتِ الْوَصْفِ وَ لَا يَنْعَكَسُ.

ترجمہ: اور چوتھا عرفیہ عامہ ہے، اور یہ وہ (قضیہ ہے) جس میں موضوع کے لئے محمول کے ثبوت یا اس سے سلب کے دوام کا حکم ہو جب تک ذات موضوع وصف عنوان کے ساتھ متصف ہو اور اس کی مثال ایجاباً اور سلباً وہی ہے جو مشروط عامہ میں ہمارے قول ”دائماً کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتباً، اور ”لاشی من الکاتب بساکن الاصابع“ مادام کاتباً، میں گزر چکی، اور اس کا نام عرفیہ اس لئے رکھا گیا کہ اہل عرف سالبہ سے یہی معنی سمجھتے ہیں، جب (قضیہ کو) مطلق رکھا جائے، (یعنی کوئی جہت ذکر نہ کی جائے) یہاں تک کہ جب کہا جائے، لاشی من النائم بمسْتَقْبَلِ، تو اس سے اہل عرف یہی سمجھتے ہیں کہ مستقبَلِ نائم سے مسلوب ہے، جب تک وہ سوتا رہے، پس جب یہ معنی عرف سے لئے گئے تو قضیہ کو اسی طرف منسوب کر دیا گیا۔ اور عامہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ عرفیہ خاصہ سے اعم ہے جو مرکبات میں سے ہے، اور عرفیہ مشروط عامہ سے اعم مطلق ہے اس لئے کہ جب ضرورت وصف کے اعتبار سے متحقق ہوگی تو دوام بھی وصف کے اعتبار سے متحقق ہوگا، عکس کے بغیر۔ اور اسی طرح (عرفیہ) ضروریہ اور دائمہ سے بھی اعم ہے، اس لئے کہ جب ضرورت یا دوام ذات کے تمام اوقات میں صادق ہوگا، تو دوام (بھی) وصف کے تمام اوقات میں صادق ہوگا اور اس کا عکس نہ ہوگا۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے عرفیہ عامہ کی تعریف اور عرفیہ اور مشروطہ عامہ اور ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ کے درمیان نسبت بیان کی ہے۔

عرفیہ عامہ: وہ قضیہ موجبہ بسیطہ ہے، جس میں موضوع کے لئے محمول کے ثبوت یا موضوع سے محمول کی نفی کے دائمی ہونے کا حکم لگایا گیا ہو جب تک موضوع کی ذات وصف عنوانی کے ساتھ متصف رہے، موجبہ کی مثال جیسے ”دائمًا کل کتاب متحرک الاصابع مادام کتابًا“ دیکھئے اس قضیہ میں یہ حکم لگایا گیا ہے کہ ذات کتاب کے لئے انگلیوں کے ہلنے کا ثبوت اس وقت تک دائمی ہے جب تک موضوع کی ذات وصف کتابت کے ساتھ متصف رہے، اور سالبہ کی مثال، ”لا شئ من الکتاب بساکن الاصابع مادام کتابًا“ دیکھئے اس قضیہ میں لکھنے والے سے سکون اصابع کی نفی کی گئی ہے۔ جب تک وہ وصف کتابت کے ساتھ متصف رہے، لہذا یہ عرفیہ عامہ ہے۔

وجہ تسمیہ: وانما سمیت الخ سے شارح نے عرفیہ عام کی وجہ تسمیہ بیان کی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اس قضیہ کو عرفیہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ جب یہ قضیہ بصورت سالبہ ہو اور جہت یعنی بالدوام ذکر نہ کی جائے تو اہل عرف یعنی عام لوگ اس سے یہی سمجھتے ہیں جو جہت کے ذکر کرنے کے وقت مراد ہوتے ہیں، مثال کے طور پر جب کہا جائے ”لا شئ من النائم بمستیقظ“ بغیر جہت کے تو اس وقت بھی اس سے وہی معنی سمجھے جائیں گے، جو معنی جہت کے ذکر کرنے کے وقت سمجھے جارہے تھے، یعنی دائمی طور پر کوئی سونے والا بیدار نہیں ہے، جب تک کہ وہ سوتا رہے۔

الناحصل چونکہ یہ معنی عرف سے ماخوذ ہیں، اس لئے اس قضیہ کو عرف کی طرف منسوب کر کے عرفیہ کہہ دیا۔

لیکن یہاں **اعتراض** ہوتا ہے کہ اہل عرف جس طرح اس معنی کو سالبہ کی صورت میں سمجھتے ہیں، اسی طرح موجبہ کی صورت میں بھی سمجھ لیتے ہیں۔ جیسے ”کل کتاب متحرک الاصابع“ سے یہی سمجھتے ہیں کہ لکھنے والے کے لئے انگلیوں کی حرکت اس وقت ضروری ہے جب کہ وہ کتاب ہو، تو پھر سالبہ ہی کی تخصیص کیوں کی گئی اور یہ تخصیص بھی صحیح نہیں کیونکہ بعض سوالب ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان سے عرف عام میں یہ معنی سمجھتے ہیں، جیسے لا شئ من الانسان بحجر بالدوام؟ اس کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ نام رکھنے کے لئے ادنیٰ مناسبت کافی ہے، پورے جزئیات کا اس کے مطابق ہونا کوئی ضروری نہیں، اور اس کو عامہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اس عرفیہ خاصہ سے عام ہے جس کا بیان مرکبات میں آئے گا۔

نسبتیں

وہی اعم مطلقاً من المشروطۃ العامۃ الخ اس عبارت سے شارح نے عرفیہ عامہ اور مشروطہ عامہ کے درمیان اور عرفیہ عامہ اور ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ کے درمیان نسبت بیان کی ہے۔

عرفیہ عامہ اور مشروطہ عامہ کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، عرفیہ عامہ اعم مطلق ہے اور مشروطہ عامہ اخص مطلق ہے، جہاں مشروطہ عامہ صادق ہوگا وہاں عرفیہ عامہ بھی صادق ہوگا، اور جہاں عرفیہ عامہ صادق ہوگا وہاں مشروطہ عامہ کا صادق ہونا ضروری نہیں۔ کیونکہ آپ کو ان دونوں کی تعریف سے یہ بات معلوم ہوگئی ہے کہ مشروطہ عام میں ضرورت و صفیہ کا حکم ہوتا ہے، اور عرفیہ عامہ میں دوام و صفی ہوتا ہے، اور جہاں ضرورت و صفیہ پائی جائے گی وہاں دوام و صفی کا پایا جانا بھی ضروری ہے، لہذا جب

مشروطہ عامہ صادق ہوگا تو عرفیہ عامہ بھی صادق ہوگا اور جہاں دوام وصفی ہو وہاں ضرورت وصفیہ کا ہونا ضروری نہیں ہے لہذا جہاں عرفیہ عامہ صادق ہوگا وہاں مشروطہ عامہ کا صادق ہونا ضروری نہیں۔ چنانچہ آپ ان کو مثال سے سمجھئے، مثلاً کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورة مادام کاتباً“ دیکھئے اس قضیہ میں ضرورت وصفیہ کا حکم ہے یعنی کتابت کی شرط کے ساتھ ذات کاتب کی انگلیوں کے ہلنے کی ضروری ہونے کا حکم لگایا گیا ہے، جب تک وہ لکھتا رہے گا دائمی طور پر اس کے انگلیوں میں حرکت ہوتی رہے گی، یہ مادہ اجتماعیہ ہوا۔ اور ”کل کاتب متحرک الاصابع بالدوام مادام کاتباً“ دیکھئے یہ قضیہ عرفیہ عامہ ہے کیونکہ اس میں دوام وصفی پایا جا رہا ہے، لیکن یہ مشروطہ عامہ نہیں ہے، کیونکہ وصف کتابت جو انگلیوں کے ہلنے کی شرط ہے، یہی کاتب کے لئے ضروری نہیں ہے، تو انگلیوں کا ہلنا جو کہ شرط ہے یہ بھی ضروری نہ ہوگا۔

عرفیہ عامہ اور ضروریہ مطلقہ کے درمیان نسبت: ان دونوں کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، چنانچہ ایک جگہ دونوں جمع ہو جاتے ہیں، اور ایک جگہ دونوں جدا جدا ہو جاتے ہیں، مثلاً ”کل انسان حیوان بالضرورة“ دیکھئے اس مادہ میں عرفیہ عامہ اور ضروریہ مطلقہ دونوں صادق ہیں، کیونکہ اس قضیہ میں یہ حکم لگایا گیا ہے کہ ذات انسان کے لئے حیوان کا ہونا ضروری ہے، جب تک کہ وہ انسان رہے، تو چونکہ اس میں ضرورت موضوع کے تمام اوقات میں ثابت ہے اور جہاں ضرورت موضوع کے تمام اوقات میں ثابت ہو وہاں وصف کے تمام اوقات میں بھی دوام صادق ہوگا، اور جہاں وصف کے تمام اوقات میں بھی دوام صادق ہو تو وہاں ذات کے تمام اوقات میں ضرورت کا صادق ہونا ضروری نہیں ہے، جیسے ”کل کاتب متحرک الاصابع بالدوام مادام کاتباً“ دیکھئے اس قضیہ میں حکم لگایا گیا ہے کہ ذات کاتب کے لئے وصف کتابت کے ساتھ متصف ہونے کے وقت تک اس کی انگلیوں کا ہلنا دائمی ہے، تو یہاں عرفیہ عامہ صادق آیا، لیکن ضروریہ مطلقہ صادق نہیں آیا۔ دلیل گزر چکی۔

عرفیہ عامہ اور دائمہ مطلقہ کے درمیان نسبت: ان دونوں کے درمیان بھی عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، چنانچہ جہاں دائمہ مطلقہ صادق ہوگا وہاں عرفیہ عامہ بھی صادق ہوگا، جیسے ”کل ماش متحرک القدم بالدوام مادام ماشاً“ دیکھئے اس قضیہ میں دائمہ مطلقہ اور عرفیہ عامہ دونوں صادق ہیں، کیونکہ اس میں دوام ذاتی کا حکم ہے اور جہاں موضوع کے تمام اوقات میں دوام صادق ہو، وہاں وصف کے تمام اوقات میں دوام صادق ہوگا اور اس کا عکس نہیں، جیسے کل خطیب متحرک الشفتین مادام خطیباً“ (ہر خطیب (تقریر کرنے والا) اپنے ہونٹوں کو حرکت دینے والا ہے جب تک کہ وہ تقریر کر رہا ہے، دیکھئے اس مادہ میں عرفیہ عامہ تو صادق ہے لیکن دائمہ مطلقہ صادق نہیں ہے۔

الْخَامِسَةُ الْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ وَهِيَ الَّتِي حُكِمَ فِيهَا بِثُبُوتِ الْبِمَحْمُولِ لِلْمَوْضُوعِ أَوْ سَلْبِهِ عَنْهُ بِالْفِعْلِ أَمَّا الْإِيجَابُ فَكَقَوْلُنَا كُلُّ إِنْسَانٍ مُتَنَفِّسٌ بِالْإِطْلَاقِ الْعَامِ وَأَمَّا السَّلْبُ فَكَقَوْلُنَا لَا شَيْءَ مِنَ الْإِنْسَانِ بِمُتَنَفِّسٍ بِالْإِطْلَاقِ الْعَامِ وَإِنَّمَا كَانَتْ مُطْلَقَةً لِأَنَّ الْقَضِيَّةَ إِذَا أُطْلِقَتْ وَلَمْ تَقَيَّدَ بِقَيْدٍ مِنْ دَوَامٍ أَوْ ضَرُورَةٍ أَوْ لَادَوَامٍ أَوْ لَاضَرُورَةٍ يُفْهَمُ مِنْهَا فِعْلِيَّةُ النِّسْبَةِ فَلَمَّا كَانَ هَذَا الْمَعْنَى مَفْهُومَ الْقَضِيَّةِ الْمُطْلَقَةِ تُسَمَّى بِهَا وَإِنَّمَا كَانَتْ عَامَّةً لِأَنَّهَا أَعْمُ مِنَ الْوُجُودِيَّةِ اللَّادَائِمَةِ الْإِضْرُورِيَّةِ كَمَا سَبَقَ وَهِيَ أَعْمُ مِنَ الْقَضَايَا الْأَرْبَعِ الْمُتَقَدِّمَةِ لِأَنَّهُ مُتَنَفِّسٌ صَدَقَتْ ضَرُورَةُ أَوْ دَوَامٌ بِحَسَبِ الذَّاتِ أَوْ بِحَسَبِ الْوَصْفِ تَكُونُ النِّسْبَةُ فِعْلِيَّةً وَلَيْسَ يُلْزَمُ مِنَ فِعْلِيَّةِ النِّسْبَةِ ضَرُورَتُهَا أَوْ دَوَامُهَا.

ترجمہ: پانچواں، مطلقہ عامہ ہے اور وہ وہ (قضیہ) ہے جس میں موضوع کے لئے محمول کے ثبوت کا یا موضوع سے محمول کے سلب کا بالفعل حکم لگایا جائے، بہر حال ایجاب تو جیسے ہمارا قول ”کل انسان متنفس بالاطلاق العام“ اور بہر حال سلب تو جیسے ہمارا قول ”لاشی من الانسان بمتنفس بالاطلاق العام“ اور بلاشبہ یہ مطلقہ ہے اس لئے کہ قضیہ کو جب مطلق رکھا جائے، اور دوام یا ضرورت، لا دوام یا لا ضرورۃ کی قید کے ساتھ مقید نہ کیا جائے تو اس سے نسبت کی فعلیت ہی معلوم ہوتی ہے، پس جب کہ یہ معنی قضیہ مطلقہ کا مفہوم ہے تو اس کا نام مطلقہ رکھ دیا گیا اور عامہ اس لئے کہ یہ وجودیہ لا دائمہ اور لا ضروریہ سے اعم ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا، اور یہ سابقہ چاروں قضیوں سے اعم ہے، کیونکہ جب ضرورۃ یا دوام ذات کے اعتبار سے یا وصف کے اعتبار سے صادق ہوگی، تو نسبت فعلیت ہوگی، اور نسبت کی فعلیت سے اس کا ضروری یا دائمی ہونا ضروری نہیں ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے مطلقہ عامہ کی تعریف اور اس کے درمیان، ضروریہ، دائمہ، مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ کے درمیان نسبت بیان کی ہے۔

مطلقہ عامہ: وہ قضیہ موجدہ بیضہ ہے جس میں موضوع کے لئے محمول کے بالفعل پائے جانے کا حکم لگایا گیا ہو، یا موضوع سے محمول کی نفی کا بالفعل حکم لگایا گیا ہو، بالفعل کا مطلب یہ ہے کہ اس قضیہ میں تینوں زمانوں میں سے کسی ایک زمانے میں موضوع کے لئے محمول کو ثابت کیا گیا ہو، یا تینوں زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں موضوع سے محمول کی نفی کی گئی ہو، چنانچہ آپ اس کو مثال سے سمجھئے جیسے آپ کہتے ہیں، ”کل انسان متنفس بالفعل یا بالاطلاق العام“ دیکھئے اس قضیہ میں بالفعل انسان کے لئے سانس لینے کو ثابت کیا گیا ہے، یعنی یہ حکم لگایا گیا ہے کہ تینوں زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں انسان ضرور سانس لیتا ہے، ایسا نہیں کہ وہ پوری زندگی میں کبھی بھی سانس نہ لے، یہ مثال تو موجب کی تھی، اب سالبہ کی مثال سنئے، جیسے آپ کہتے ہیں ”لاشی من الانسان بمتنفس بالفعل“ دیکھئے اس قضیہ میں بالفعل انسان سے سانس لینے کی نفی کی گئی ہے یعنی یہ حکم لگایا گیا ہے کہ تینوں زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں انسان سانس نہیں لیتا، بلکہ کسی زمانہ میں سانس لیتا ہے اور کسی زمانہ میں سانس نہیں لیتا، اور کسی زمانہ میں سانس لینے کے ثبوت کا حکم اور کسی زمانہ میں سانس لینے کی نفی کے حکم کا نام ہی مطلقہ عامہ ہے۔

وجہ تسمیہ: اس قضیہ کو تو مطلقہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ مطلق کے معنی ہیں آزاد کیا ہوا۔ چھوڑا ہوا، چونکہ اس میں ضرورت، دوام، لا ضرورۃ اور لا دوام میں سے کسی جہت کی قید نہیں ہوتی تو گویا کہ یہ قضیہ قیود سے آزاد ہے اور آزاد ہی کا نام مطلقہ ہے اسی وجہ سے اس کا نام مطلقہ رکھا، شارح نے اس کو اس انداز سے بیان کیا ہے کہ قضیہ جب تمام قیود سے خالی ہو تو اس سے نسبت کی فعلیت مفہوم ہوتی ہے، اور یہ معنی چونکہ قضیہ مطلقہ کا مفہوم ہے اس لئے اس کا نام مطلقہ رکھ دیا گیا، اور عامہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے، کہ یہ قضیہ وجودیہ لا ضروریہ اور وجودیہ لا دائمہ سے عام ہوتا ہے۔

نسبتیں

وہی اعم من القضايا الاربعۃ اس عبارت میں شارح نے مطلقہ عامہ اور سابقہ چاروں قضایا معنی ضروریہ مطلقہ، دائمہ، مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ کے درمیان نسبت بیان کی ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ مطلقہ عامہ اور ضروریہ مطلقہ، دائمہ مطلقہ، مشروطہ

عامہ اور عرفیہ عامہ کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، یہ چاروں اخص ہیں اور مطلقہ عامہ اعم ہے، کیونکہ جب ضرورت یا دوام ذات یا وصف کے لحاظ سے صادق ہوگی تو وہاں نسبت کی فعلیت بھی ہوگی لہذا ان قضایا اربعہ میں سے جو قضیہ بھی صادق ہوگا تو مطلقہ عامہ بھی ضرور صادق ہوگا، لیکن اس کا عکس نہیں کیونکہ نسبت کی فعلیت سے اس کا ضروری یا دائمی ہونا لازم نہیں ہے۔

السَّادِسَةُ الْمُمْكِنَةُ الْعَامَّةُ وَهِيَ الَّتِي حُكِمَ فِيهَا بِسَلْبِ الضَّرُورَةِ الْمُطْلَقَةِ عَنِ الْجَانِبِ الْمُخَالَفِ لِلْحُكْمِ فَإِنْ كَانَ الْحُكْمُ فِي الْقَضِيَّةِ بِالْإِيجَابِ كَانَ مَفْهُومُ الْإِمْكَانِ سَلْبَ ضَرُورَةِ السَّلْبِ لِأَنَّ الْجَانِبَ الْمُخَالَفَ لِلْإِيجَابِ هُوَ السَّلْبُ وَإِنْ كَانَ الْحُكْمُ فِي الْقَضِيَّةِ بِالسَّلْبِ كَانَ مَفْهُومُهُ سَلْبَ ضَرُورَةِ الْإِيجَابِ فَإِنَّهُ هُوَ الْجَانِبُ الْمُخَالَفُ لِلْسَّلْبِ فَإِذَا قُلْنَا كُلُّ نَارٍ حَارَّةٌ بِالْإِمْكَانِ الْعَامِ كَانَ مَعْنَاهُ أَنَّ سَلْبَ الْحَرَارَةِ عَنِ النَّارِ لَيْسَ بِضَرُورِيٍّ وَإِذَا قُلْنَا لَا شَيْءٌ مِنَ الْحَارِّ بَارِدٌ بِالْإِمْكَانِ الْعَامِ فَمَعْنَاهُ أَنَّ إِيجَابَ الْبُرُودَةِ لِلْحَارِّ لَيْسَ بِضَرُورِيٍّ وَإِنَّمَا سُمِّيَتْ مُمَكِّنَةً لِأَحْتَوَائِهَا عَلَى مَعْنَى الْإِمْكَانِ وَعَامَّةً لِأَنَّهَا أَعَمُّ مِنَ الْمُمْكِنَةِ الْخَاصَّةِ.

ترجمہ: چھٹا ممکنہ عامہ ہے اور وہ وہ (قضیہ) ہے جس میں حکم کی جانب مخالف سے ضرورت مطلقہ کے سلب کا حکم ہو، تو اگر قضیہ میں ایجاب کا حکم ہو تو امکان کا مفہوم سلب کی ضرورت کا سلب ہوگا، اس لئے کہ ایجاب کی جانب مخالف سلب ہی ہے، اور اگر قضیہ میں سلب کا حکم ہو تو اس کا مفہوم ایجاب کی ضرورت کا سلب ہوگا، اس لئے کہ سلب کی جانب مخالف یہی ہے، پس جب ہم یہ کہیں کہ ”کل نار حارۃ بالامکان العام“ تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ آگ سے حرارت کا سلب ضروری نہیں، اور جب ہم یہ کہیں کہ ”لا شئی من الحار بارد بالامکان العام“ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ حار کیلئے برودت کا ایجاب ضروری نہیں ہے، اور اس کا نام ممکنہ اس لئے رکھا گیا کہ یہ امکان کے معنی پر مشتمل ہے، اور عامہ اس لئے کہ یہ ممکنہ خاصہ سے اعم ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے بساط میں سے ممکنہ عامہ کی تعریف کی ہے۔

ممکنہ عامہ: وہ قضیہ موجبہ بیضہ ہے جس میں حکم کی جانب مخالف کے ضروری نہ ہونے کا حکم لگایا گیا ہو، اور جانب مخالف کے ضروری نہ ہونے کا نام ہی امکان عام ہے، یعنی جب جانب مخالف ضروری نہیں تو ممکن ہے، اب رہا یہ سوال کہ کون سی جانب موافق اور کون جانب مخالف کہلاتی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قضیہ میں اگر موضوع کے لئے کسی چیز کا ثبوت کا حکم لگایا گیا ہو تو ایجاب جانب موافق کہلائے گا، اور سلب جانب مخالف کہلائے گا، اور اگر قضیہ میں موضوع کے لئے کسی چیز کے سلب کا حکم لگایا گیا ہو تو یہ سلب جانب موافق کہلائے گا، اور ایجاب جانب مخالف۔ خلاصہ یہ ہے کہ قضیہ میں جو حکم ہوگا وہ جانب موافق کہلائے گا اور اس کا عکس جانب مخالف۔

شارح نے اس کو اس انداز سے بیان کیا ہے کہ اگر قضیہ میں ایجاب کا حکم ہو تو امکان کا مفہوم سلب کی ضرورت کا سلب ہوگا، یعنی موجبہ میں اس بات کا حکم ہوگا کہ سلب، جو ایجاب کی جانب مخالف ہے، وہ ضروری نہیں، اور اگر قضیہ میں سلب کا حکم ہو تو امکان کا مفہوم ایجاب کی ضرورت کا سلب ہوگا یعنی سالبہ میں اس بات کا حکم ہوگا کہ ایجاب جو سلب کی جانب مخالف ہے، وہ ضروری نہیں، ممکنہ عامہ کی تعریف دوسرے الفاظ میں آپ یوں کر سکتے ہیں کہ ممکنہ عامہ وہ قضیہ موجبہ بیضہ ہے جس میں محمول کا ثبوت موضوع کے لئے محال نہ ہو بلکہ ممکن ہو، مثال کے طور پر آپ نے کہا ”کل نار حارۃ بالامکان العام“ (بالامکان العام ہر آگ

گرم ہے) دیکھئے اس قضیہ میں آگ کے لئے گرم ہونے کا حکم لگایا گیا ہے بالا مکان العام، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آگ کے لئے گرم ہونا محال نہیں بلکہ ممکن ہے، اور گرم نہ ہونا جو کہ گرم ہونے کی جانب مخالف ہے آگ کے لئے ضروری نہیں، یعنی آگ کے لئے گرم نہ ہونا ضروری نہیں، اور سالبہ کے اندر آپ کہتے ہیں ”لاشی من الحار ببارد بالامکان العام“ (حار میں سے کوئی ٹھنڈا نہیں ہے) دیکھئے اس قضیہ میں آپ نے امکان عام کے طور پر شئی حار سے ٹھنڈا ہونے کی نفی کی ہے تو گویا کہ آپ نے حار کے لئے عدم برودت کو ثابت کیا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ٹھنڈی ہونے کی نفی شئی حار سے محال نہیں، بلکہ ممکن ہے، اور عدم برودت کی جانب مخالف یعنی بارد ہونا حار کے لئے ضروری نہیں ہے، گویا ممکنہ عامہ کا مطلب یہ ہوگا کہ موضوع کا محمول کے ساتھ بالفعل متصف ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ اس میں متصف ہونے کی صلاحیت اور استعداد ہے۔

وجہ تسمیہ: اس قضیہ کو ممکنہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ جہت امکان پر مشتمل ہوتا ہے اور عامہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ ممکنہ خاصہ سے اعم ہے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

وہی اعم من المطلقۃ العامۃ لانه متى صدق الإيجاب بالفعل فلا أقل من أن لا يكون السلب ضرورياً وسلب ضرورة السلب هو إمكان الإيجاب فمتى صدق الإيجاب بالفعل صدق الإيجاب بالامکان ولا يتعكس لجواز أن يكون الإيجاب ممكناً ولا يكون واقعاً أصلاً وكذلك متى صدق السلب بالفعل لم يكن الإيجاب ضرورياً وسلب ضرورة الإيجاب هو إمكان السلب بالفعل فمتى صدق السلب بالفعل صدق السلب بالامکان دون العكس لجواز أن يكون السلب ممكناً غير واقع وأعم من القضايا الباقية لأن المطلقۃ العامۃ أعم منها مطلقاً والأعم من الأعم أعم.

ترجمہ: اور یہ مطلقہ عامہ سے اعم ہے کیونکہ جب ایجاب بالفعل صادق ہوگا تو کم سے کم یہ کہ سلب ضروری نہیں ہوگا، اور سلب کی ضرورت کا سلب ہی امکان ایجاب ہے، پس جب ایجاب بالفعل صادق ہوگا تو ایجاب بالامکان (بھی) صادق ہوگا، اور اس کا عکس نہیں، اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ ایجاب ممکن ہو، لیکن بالکل واقع نہ ہو، اور اسی طرح جب سلب بالفعل صادق ہوگا تو ایجاب ضروری نہ ہوگا، اور ایجاب کی ضرورت کا سلب ہی امکان سلب ہے، پس جب سلب بالفعل صادق ہوگا تو سلب بالامکان (بھی) صادق ہوگا، نہ کہ اس کا عکس، اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ سلب ممکن ہو، (اور) واقع نہ ہو، اور باقی قضایا سے اعم ہے، اس لئے کہ مطلقہ عامہ ان (قضایا) سے اعم مطلق ہے، اور اعم سے اعم، اعم ہوتا ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے ممکنہ عامہ اور مطلقہ عامہ، ضروریہ مطلقہ، دائرہ مطلقہ، مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ کے درمیان نسبت بیان کی ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ ممکنہ عامہ اور مطلقہ عامہ کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، مطلقہ عامہ موجبہ اخص مطلق ہے اور ممکنہ عامہ اعم مطلق ہے، کیونکہ اس سے پہلے آپ کو یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ مطلقہ عامہ میں محمول کا ثبوت موضوع کے لئے بالفعل ہوتا ہے، تو جب محمول کا ثبوت موضوع کے لئے بالفعل ہوگا تو اس کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ محمول کا سلب موضوع سے ضروری نہ ہو اور سلب کا ضروری نہ ہونا ہی ممکنہ عامہ موجبہ ہے، لہذا جب مطلقہ عامہ صادق ہوگا تو وہاں مطلقہ عامہ موجبہ بھی صادق ہوگا، لیکن اس کا عکس ضروری نہیں کہ جہاں ممکنہ عامہ موجبہ صادق ہو تو وہاں مطلقہ عامہ موجبہ بھی صادق ہو، اس لئے کہ ایسا ہو سکتا ہے

کہ محمول کا ثبوت موضوع کے لئے ممکن تو ہو لیکن وہ بالکل واقع نہ ہو، اسی طرح ممکنہ عامہ سالبہ اور مطلقہ عامہ سالبہ کے درمیان بھی عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، مطلقہ عامہ سالبہ اخص ہے، اور ممکنہ سالبہ اعم ہے، کیونکہ جب مطلقہ عامہ سالبہ میں محمول کی نفی موضوع سے بالفعل ہے، تو ایجاب ضروری نہ ہوا، اور ایجاب کا ضروری نہ ہونا ہی ممکنہ عامہ سالبہ ہے، لہذا جب مطلقہ عامہ صادق ہوگا تو ممکنہ عامہ سالبہ بھی صادق ہوگا، لیکن اس کا عکس ضروری نہیں کہ جب ممکنہ عامہ سالبہ صادق ہو تو مطلقہ عامہ سالبہ بھی صادق ہو، اس لئے کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ امکان تو ہو، لیکن وہ واقع نہ ہو، لہذا مطلقہ عامہ صادق نہیں ہو سکتا۔

ممکنہ عامہ اور باقی چار قضایا سے اعم ہے اور یہ سب اخص ہیں، کیونکہ مطلقہ عامہ ان سب سے اعم ہے، اور ممکنہ عامہ مطلقہ عامہ سے اعم ہے، اور یہ قاعدہ ہے کہ اعم کا اعم اعم ہوتا ہے، تو جب ممکنہ عامہ مطلقہ عامہ سے اعم ہے، اور مطلقہ عامہ ان چاروں قضایا سے اعم ہوتا ہے، تو ممکنہ عامہ باقی قضایا سے بھی اعم ہوا۔ لہذا ممکنہ عامہ اور باقی چار قضایا کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے۔

قضایا موجہہ بسطہ کا نقشہ مع امثلہ

نمبر شمار	قضایا موجہہ	موجہہ و سالبہ	امثلہ
۱	ضروریہ مطلقہ	موجہہ	کل انسان حیوان بالضرورۃ
		سالبہ	لاشی من الانسان بحجر بالضرورۃ
۲	دائمہ مطلقہ	موجہہ	کل انسان حیوان بالدوام
		سالبہ	لاشی من الانسان بحجر بالدوام
۳	مشروطہ عامہ	موجہہ	کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کاتب
		سالبہ	لاشی من الکاتب بساکن الاصابع بالضرورۃ مادام کاتب
۴	عرفیہ عامہ	موجہہ	دائما کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتب
		سالبہ	لاشی من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتب
۵	مطلقہ عامہ	موجہہ	کل انسان متنفس بالاطلاق العام
		سالبہ	لاشی من الانسان بمتنفس بالاطلاق العام
۶	ممکنہ عامہ	موجہہ	کل نار حارۃ بالامکان العام
		سالبہ	لاشی من الحار ببارد بالامکان العام

هَٰنَ الْمَرْكَبَاتُ فَسَبْعُ الْأُولَى الْمَشْرُوطَةُ الْخَاصَّةُ وَهِيَ الْمَشْرُوطَةُ الْعَامَّةُ مَعَ قَيْدِ الْأَدْوَامِ

بِحَسَبِ الذَّاتِ وَهِيَ إِنْ كَانَتْ مُوجِبَةً كَقَوْلِنَا بِالضَّرُورَةِ كُلُّ كَاتِبٍ مُتَحَرِّكٍ الْأَصَابِعُ مَاذَا كَاتِبًا لَا دَائِمًا فَتَرَكِّيْهَا مِنْ مُوجِبَةٍ مَشْرُوطَةٍ عَامَّةٍ وَ سَالِبَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ وَإِنْ كَانَتْ سَالِبَةً كَقَوْلِنَا بِالضَّرُورَةِ لَا شَيْءَ مِنَ الْكَاتِبِ بِسَاكِنِ الْأَصَابِعِ مَاذَا كَاتِبًا لَا دَائِمًا فَتَرَكِّيْهَا مِنْ سَالِبَةٍ مَشْرُوطَةٍ عَامَّةٍ وَ مُوجِبَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ أَقُولُ مِنَ الْمُرَكَّبَاتِ الْمَشْرُوطَةِ الْخَاصَّةِ وَهِيَ الْمَشْرُوطَةُ الْعَامَّةُ مَعَ قَيْدِ اللَّادَوَامِ بِحَسَبِ الذَّاتِ وَإِنَّمَا قَيْدُ اللَّادَوَامِ بِحَسَبِ الذَّاتِ لِأَنَّ الْمَشْرُوطَةَ الْعَامَّةَ هِيَ الضَّرُورَةُ بِحَسَبِ الْوَصْفِ وَالضَّرُورَةُ بِحَسَبِ الْوَصْفِ دَوَامٌ بِحَسَبِهِ وَ الدَّوَامُ بِحَسَبِ الْوَصْفِ يَمْتَنِعُ أَنْ يُقَيَّدَ بِاللَّادَوَامِ بِحَسَبِ الْوَصْفِ فَإِنْ قُيِّدَ تَقْيِيدًا صَحِيحًا فَلَا بُدَّ مِنْ أَنْ يُقَيَّدَ بِاللَّادَوَامِ بِحَسَبِ الذَّاتِ حَتَّى يَكُونَ النِّسْبَةُ فِيهَا ضَرُورِيَّةً أَوْ دَائِمَةً فِي جَمِيعِ أَوْقَاتٍ وَصِفِ الْمَوْضُوعِ لَا دَائِمَةً فِي بَعْضِ أَوْقَاتِ ذَاتِ الْمَوْضُوعِ وَهِيَ أَعْنَى الْمَشْرُوطَةِ الْخَاصَّةِ إِنْ كَانَتْ مُوجِبَةً كَقَوْلِنَا بِالضَّرُورَةِ كُلُّ كَاتِبٍ مُتَحَرِّكٍ الْأَصَابِعُ مَاذَا كَاتِبًا لَا دَائِمًا فَتَرَكِّيْهَا مِنْ مُوجِبَةٍ مَشْرُوطَةٍ عَامَّةٍ وَ سَالِبَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ أَمَّا الْمَشْرُوطَةُ الْعَامَّةُ الْمُوجِبَةُ فَهِيَ الْجُزْءُ الْأَوَّلُ مِنَ الْقَضِيَّةِ وَ أَمَّا السَّالِبَةُ الْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ فَالْجُزْءُ الثَّانِي مِنَ الْقَضِيَّةِ أَيْ قَوْلُنَا لَا شَيْءَ مِنَ الْكَاتِبِ بِمُتَحَرِّكٍ الْأَصَابِعِ بِالْفِعْلِ فَهُوَ مَفْهُومُ اللَّادَوَامِ لِأَنَّ إِيْجَابَ الْمَحْمُولِ لِلْمَوْضُوعِ إِذَا لَمْ يَكُنْ دَائِمًا كَانَ مَعْنَاهُ أَنَّ الْإِيْجَابَ لَيْسَ مُتَحَقِّقًا فِي جَمِيعِ الْأَوْقَاتِ وَإِذَا لَمْ يَتَحَقَّقِ الْإِيْجَابُ فِي جَمِيعِ الْأَوْقَاتِ يَتَحَقَّقُ السَّلْبُ فِي الْجُمْلَةِ وَهِيَ مَعْنَى السَّالِبَةِ الْمُطْلَقَةِ الْعَامَّةِ وَإِنْ كَانَتْ سَالِبَةً كَقَوْلِنَا بِالضَّرُورَةِ لَا شَيْءَ مِنَ الْكَاتِبِ بِسَاكِنِ الْأَصَابِعِ مَاذَا كَاتِبًا لَا دَائِمًا فَتَرَكِّيْهَا مِنْ مَشْرُوطَةٍ عَامَّةٍ سَالِبَةٍ وَهِيَ الْجُزْءُ الْأَوَّلُ وَ مُوجِبَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ أَيْ قَوْلُنَا كُلُّ كَاتِبٍ سَاكِنِ الْأَصَابِعِ بِالْفِعْلِ وَهُوَ مَفْهُومُ اللَّادَوَامِ لِأَنَّ السَّلْبَ إِذَا لَمْ يَكُنْ دَائِمًا لَمْ يَكُنْ مُتَحَقِّقًا فِي جَمِيعِ الْأَوْقَاتِ وَإِذَا لَمْ يَتَحَقَّقْ فِي جَمِيعِ الْأَوْقَاتِ يَتَحَقَّقُ الْإِيْجَابُ فِي الْجُمْلَةِ وَهُوَ الْإِيْجَابُ الْمُطْلَقُ الْعَامُّ.

ترجمہ: ماتن نے کہا، اور مرکبات سات ہیں، پہلا مشروطہ خاصہ ہے، اور وہ مشروطہ عامہ ہی ہے لا دوام بحسب الذات کی قید کے ساتھ، اگر وہ موجب ہو، جیسے ہمارا قول ”کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتباً لا دائماً“ پس اس کی ترکیب ایک موجب مشروطہ عامہ اور ایک سالبہ مطلقہ عامہ سے ہوتی ہے، اور اگر سالبہ ہو، جیسے ہمارا قول ”بالضرورة لا شئ من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتباً لا دائماً“ پس اس کی ترکیب سالبہ مشروطہ عامہ اور موجب مطلقہ عامہ سے ہوئی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ مرکبات میں سے مشروطہ خاصہ ہے، وروہ لا دوام بحسب الذات کی قید کے ساتھ مشروطہ عام ہے، اور لا دوام کو بحسب الذات کے ساتھ اس لئے مقید کیا ہے کہ مشروطہ عامہ ضرورۃ بحسب الوصف کا نام ہے، اور ضرورت بحسب الوصف دوام بحسب الوصف ہے، اور دوام بحسب الوصف کو لا دوام بحسب الوصف کے ساتھ مقید کرنا ممتنع ہے، پس اگر صحیح طور پر مقید کرنا ہو تو لا دوام کو ”بحسب الذات“ کے ساتھ مقید کرنا ضروری ہوگا، یہاں تک کہ اس میں نسبت وصف موضوع کے تمام اوقات میں ضروری یا دائمی ہوگی نہ کہ ذات موضوع کے بعض اوقات میں دائمی، اور وہ یعنی مشروطہ خاصہ اگر موجب ہو جیسے ہمارا قول ”بالضرورة کل کاتب

متحرک الاصابع مادام کاتباً لا دائماً“ تو اس کی ترکیب موجبہ مشروطہ عامہ اور سالبہ مطلقہ عامہ سے ہوتی ہے، بہر حال مشروطہ عامہ موجبہ تو وہ قضیہ کا جزء اول ہے، اور بہر حال سالبہ مطلقہ عامہ تو وہ قضیہ کا جزء ثانی ہے، جیسے ہمارا قول ”لاشی من الکاتب بمتحرک الاصابع بالفعل“ پس یہ لا دوام کا مفہوم ہے، اس لئے کہ موضوع کے لئے محمول کا ایجاب جب دائمی نہ ہو، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ایجاب کے تمام اوقات میں متحقق نہیں ہے، اور جب ایجاب تمام اوقات میں متحقق نہ ہو تو سلب فی الجملہ متحقق ہوگا، اور یہی سالبہ مطلقہ عامہ کے معنی ہیں، اور اگر سالبہ ہو جیسے ہمارا قول ”بالضرورة لاشی من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتباً لا دائماً“ سے ہوگی، اور یہی لا دوام کا مفہوم ہے، اس لئے کہ سلب جب دائمی نہ ہو تو تمام اوقات میں متحقق نہ ہوگا، اور جب سلب تمام اوقات میں متحقق نہ ہو، تو ایجاب فی الجملہ متحقق ہوگا، اور یہی ایجاب مطلق عام ہے۔

تشریح: جب مصنف بسائط کے بیان = فارغ ہو چکے تو اب مرکبات کو بیان فرما رہے ہیں، چنانچہ کہتے ہیں کہ مرکبات سات ہیں: ۱- مشروطہ خاصہ- ۲- عرفیہ خاصہ- ۳- وجودیہ لا ضروریہ- ۴- وجودیہ لا دائمہ- ۵- وقتیہ- ۶- منتشرہ- ۷- ممکنہ خاصہ۔ عبارت بالا میں چونکہ صرف مشروطہ خاصہ کا ذکر ہے اور بقیہ: ذکر اگلی عبارت میں ہے اس لئے یہاں صرف مشروطہ خاصہ کی تعریف اور مثالیں ذکر کی جارہی ہیں۔

مشروطہ خاصہ: وہ قضیہ موجبہ مرکبہ ہے جو مشروطہ عامہ میں لا دوام ذاتی کی قید کے ساتھ مقید کر دیا گیا ہو، مطلب یہ ہے کہ مشروطہ خاصہ کوئی الگ قضیہ نہیں ہے، بلکہ وہی مشروطہ عامہ ہے، جس کا بیان بسائط میں گزر چکا، اسی مشروطہ عامہ میں لا دوام ذاتی کی قید لگا دو تو وہ مشروطہ خاصہ بن جائے گا، اور لا دوام ذاتی کا مطلب یہ ہے کہ جو نسبت قضیہ میں ذکر کی گئی ہے وہ موضوع کی ذات کے لئے دائمی نہیں ہے جب تک موضوع کی ذات موجود رہے، بلکہ یہ حکم وصف کی شرط کی وجہ سے ہے، اور جب نسبت مذکورہ دائمی نہ ہوئی تو اس نسبت کی نقیض کسی نہ کسی وقت میں واقع ہوگی، اور نقیض کا کسی نہ کسی وقت میں واقع ہونا ہی مطلقہ عامہ ہے، لہذا معلوم ہوا کہ لا دوام ذاتی سے مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہوگا، اور مشروطہ خاصہ میں لا دوام ذاتی کی قید جزء ہو کر معتبر ہوتی ہے، چنانچہ مشروطہ خاصہ کے دو جز ہوتے ہیں: ۱- مشروطہ عامہ- ۲- مطلقہ عامہ۔

وانما قید اللادوام الخ اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ ماتن نے لا دوام کو بحسب الذات کی قید کے ساتھ مقید کیا ہے لا دوام وصفی کے ساتھ مقید نہیں کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ مشروطہ خاصہ میں پہلا جزء مشروطہ عامہ ہے، جس میں ضرورت و معنیہ ہوتی ہے، اور ضرورت و صفیہ دوام و صفی سے خاص ہے، اور قاعدہ ہے کہ جس جگہ خاص پایا جائے گا تو خاص کے ضمن میں عام بھی پایا جائے گا، لہذا اس قاعدہ کے اعتبار کرتے ہوئے یہ ماننا پڑے گا کہ ضرورت و صفیہ اور دوام و صفی دونوں لازم و ملزوم ہیں، اور مشروطہ خاصہ میں دوام و صفی موجود ہے، اب اگر مشروطہ عامہ کو لا دوام و صفی کے ساتھ مقید کیا جائے، اور دوسرا جزء لا دوام و صفی مراد لیا جائے تو لازم آئے گا کہ ایک قضیہ دوام و صفی اور لا دوام و صفی دو متضاد قیدوں کے ساتھ مقید ہو، اور اس صورت میں اجتماع ضدین لازم آئے گا، کیونکہ لا دوام و صفی دوام و صفی کی ضد اور نقیض ہے اور اجتماع ضدین چونکہ باطل ہے اور جو چیز باطل کو مستلزم ہوتی ہے وہ خود باطل ہوتی ہے، لہذا مشروطہ عامہ کو لا دوام و صفی کے ساتھ مقید کرنا باطل اور ناجائز ہے، اور جب لا دوام و صفی کا مراد لینا باطل ہے تو لا دوام ذاتی متعین ہو گیا، ہاں لا ضروریہ بحسب الذات کی قید مراد لینے میں اگرچہ کوئی منافات نہیں ہے،

لیکن مناطقة نے اس کا اعتبار نہیں کیا ہے، تو لا محالہ مشروطہ عامہ کو لا دوام ذاتی کی قید کے ساتھ مقید کیا جائے گا، تو مشروطہ خاصہ وہ قضیہ موجبہ مرکبہ ہوا جس میں حکم موضوع کے وصف عنوانی کے تمام اوقات میں ضروری اور دائمی ہو، اور ذات موضوع کے بعض اوقات میں دائمی نہ ہو، بلکہ منثلی ہو۔

پھر مشروطہ خاصہ کی دو قسمیں ہیں: ۱- موجبہ ۲- سالبہ۔ اگر مشروطہ خاصہ موجبہ ہو تو یہ مشروطہ عامہ موجبہ اور مطلقہ عامہ سالبہ سے مرکب ہوگا، مشروطہ عامہ اس قضیہ کا پہلا جزء ہوگا اور مطلقہ عامہ قضیہ کا دوسرا جزء ہوگا، جیسے ”بالضرورۃ کل کتاب متحرک الاصابع کتاباً لادائماً“ دیکھئے اس میں پہلا جزء مشروطہ عامہ ہے، جو لا دوام بحسب الذات کی قید کے ساتھ مقید ہے، لہذا ”لادائماً“ سے مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہوگا، یعنی ”لاشی من الکتاب بساکن الاصابع بالفعل“ اب رہائیہ سوال کہ لا دوام ذاتی کی قید سے مطلقہ عامہ کی طرف کیوں اشارہ ہوتا ہے، آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ تو شارح نے لان ایجاب المحمول الخ سے اس کی وجہ بیان کی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ محمول کا ایجاب جب موضوع کے لئے دائمی نہ ہو، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ محمول کا ثبوت موضوع کے تمام اوقات میں متحقق نہیں، اور جب ایجاب موضوع کے تمام اوقات میں متحقق نہیں تو سلب فی الجملہ یعنی کسی نہ کسی وقت سلب متحقق ہوگا، خواہ یہ سلب بعض اوقات میں ہو یا کل اوقات میں ہو، یہی مطلقہ عامہ سالبہ کا مفہوم ہے اس لئے یہ کہا ہے کہ مشروطہ خاصہ موجبہ میں ”لادائماً“ سے مطلقہ عامہ سالبہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ اور اگر مشروطہ خاصہ سالبہ ہو تو یہ قضیہ سالبہ مشروطہ عامہ اور موجبہ مطلقہ عامہ موجبہ سے مرکب ہوگا، سالبہ مشروطہ عامہ اس کا پہلا جزء ہوگا، اور موجبہ مطلقہ عامہ دوسرا جزء ہوگا، جیسے ”بالضرورۃ لا شی من الکتاب بساکن الاصابع مادام کتاباً لادائماً“ پس ”لادائماً“ سے مطلقہ عامہ موجبہ نکلے گا یعنی کل کتاب ساکن الاصابع بالفعل، مشروطہ عامہ سالبہ میں یہ حکم لگایا گیا ہے کہ سکون اصابع کی نفی کتاب کی ذات سے اس وقت تک ضروری ہے جب تک کہ وہ وصف عنوانی یعنی کتابت کے ساتھ متصف ہے، ہمیشہ نفی ضروری نہیں ہے، اور جب ”لادائماً“ کی قید اس میں لگادی گئی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ مشروطہ عامہ میں جو سکون اصابع کی نفی کا حکم لگایا گیا ہے، وہ دائمی نہیں ہے، جب وہ نفی دائمی نہیں ہے، تو اس سے معلوم ہوا کہ ذات موضوع کے تمام اوقات میں نفی متحقق نہیں، اور جب موضوع کے تمام اوقات میں نفی متحقق نہ ہو تو ایجاب فی الجملہ یعنی کسی نہ کسی وقت ایجاب متحقق ہوگا، یہی مطلقہ عامہ موجبہ کا مفہوم ہے، اسی لئے کہا ہے کہ مشروطہ خاصہ سالبہ میں ”لادائماً“ سے مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

فَإِنْ قُلْتَ حَقِيقَةُ الْقَضِيَّةِ الْمُرَكَّبَةِ مُلْتَزِمَةٌ مِنَ الْإِيجَابِ وَالسَّلْبِ فَكَيْفَ تَكُونُ مُوجِبَةً أَوْ سَالِبَةً
فَنَقُولُ الْإِيجَابُ فِي إِنْجَابِ الْقَضِيَّةِ الْمُرَكَّبَةِ وَ سَلْبُهَا بِإِيجَابِ الْجُزْءِ الْأَوَّلِ وَ سَلْبُهَا إِصْطِلَاحًا فَإِنْ
كَانَ الْجُزْءُ الْأَوَّلُ مُوجِبًا كَانَتِ الْقَضِيَّةُ مُوجِبَةً وَإِنْ كَانَ سَالِبًا فَسَالِبَةً وَالْجُزْءُ الثَّانِي مُوَافِقٌ لَهُ فِي
الْكَمِّ وَ مُخَالِفٌ لَهُ فِي الْكَيْفِ.

ترجمہ: اور اگر آپ کہیں کہ قضیہ مرکبہ کی حقیقت ایجاب اور سلب سے مرکب ہوتی ہے تو وہ موجبہ اور سالبہ کیسے ہوگا؟ ہم کہیں گے کہ قضیہ مرکبہ کے موجبہ یا سالبہ ہونے میں پہلے جز کے ایجاب اور سلب کا اعتبار ہے، لہذا اگر پہلا جزء موجبہ ہو تو قضیہ موجبہ ہوگا، اور اگر پہلا جزء سالبہ ہو تو قضیہ سالبہ ہوگا، اور دوسرا جزء پہلے جزء کے موافق ہوگا کیت میں اور کیفیت میں اس کے مخالف ہوگا۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے ایک اعتراض ذکر کیا ہے، پھر فنقول سے اس کا جواب دیا ہے، یہ اعتراض اس لئے وارد ہوا کہ پہلے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ قضیہ موجبہ اس کو کہتے ہیں جس میں ایجاب ہو یعنی موضوع کے لئے محمول کا ثبوت ہو اور سالبہ اس کو کہتے ہیں جس میں سلب ہو، یعنی موضوع سے محمول کی نفی کی گئی ہو، اور یہاں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قضیہ موجبہ مرکبہ ایجاب اور سلب دونوں پر مشتمل ہوتا ہے، تو اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ اگر اشرف کا لحاظ کر کے ایجاب کا اعتبار کیا جائے تو تمام مرکبات قضایا موجبہ ہوں گے اور اگر بعض میں سلب کا اعتبار کیا جائے تو غیر اشرف اور مرجوح کو اشرف اور راجح پر ترجیح دینا لازم آئے گا، اور یہ دونوں باطل ہیں تو پھر مرکبہ کا موجبہ یا سالبہ نام رکھنے میں کس جزء کا اعتبار ہوگا؟

تو شارح نے فنقول الخ سے اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ قضیہ مرکبہ کے سالبہ یا جزئیہ نام رکھنے میں پہلے جزء کا اعتبار ہوگا، اگر پہلا جزء موجبہ ہو تو قضیہ مرکبہ کا موجبہ نام رکھا جائے گا، اور اگر پہلا جزء سالبہ ہو تو قضیہ مرکبہ کا نام سالبہ رکھا جائے گا، اسی اصول کے پیش نظر مرکبہ کی گزشتہ چند مثالوں میں ایجاب یا سلب کا حکم لگایا گیا ہے۔ شارح فرماتے ہیں کہ مشروطہ خاصہ کا دوسرا جزء کمیت کے لحاظ سے پہلے جزء کے موافق ہوگا یعنی اگر پہلا جزء کلی ہے تو دوسرا جزء بھی کلی ہوگا، اور اگر پہلا جزء جزئی ہے تو دوسرا جزء بھی جزئی ہوگا، اور کیفیت کے لحاظ سے دوسرا جزء پہلے جزء کے مخالف ہوگا یعنی اگر پہلا جزء موجبہ ہو تو دوسرا سالبہ ہوگا، اور پہلا سالبہ ہو تو دوسرا موجبہ ہوگا۔

وَالنِّسْبَةُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْقَضَايَا الْبَسِيطَةِ أَمَّا بَيْنَهَا وَبَيْنَ الدَّائِمَتَيْنِ فَمُبَايَنَةٌ كَلِّيَّةٌ كَانَتْهَا مُقَيَّدَةً بِاللَّادَوَامِ بِحَسَبِ الذَّاتِ وَهُوَ مُبَايَنٌ لِلدَّوَامِ بِحَسَبِ الذَّاتِ وَذَلِكَ فَظَاهِرٌ وَلِلضَّرُورَةِ بِحَسَبِ الذَّاتِ لِأَنَّ الضَّرُورَةَ بِحَسَبِ الذَّاتِ أَحْصَى مِنَ الدَّوَامِ بِحَسَبِ الذَّاتِ وَنَقِضُ الْأَعْمِ مُبَايَنٌ لِعَيْنِ الْأَخْصِ مُبَايَنَةٌ كَلِّيَّةٌ وَهِيَ أَحْصَى مِنَ الْمَشْرُوطَةِ الْعَامَّةِ مُطْلَقًا لِأَنَّهَا الْمَشْرُوطَةُ الْعَامَّةُ الْمُقَيَّدَةُ بِاللَّادَوَامِ وَالْمُقَيَّدُ أَحْصَى مِنَ الْمُطْلَقِ وَكَذَا مِنَ الْقَضَايَا الثَّلَاثِ الْبَاقِيَةِ لِأَنَّهَا أَعْمٌ مِنَ الْمَشْرُوطَةِ الْعَامَّةِ.

ترجمہ: اور اس کے اور قضایا بسیطہ کے درمیان نسبت، بہر حال اس کے اور دائمین کے درمیان مباہنت کلیہ ہے، اس لئے کہ وہ لا دوام ذاتی کے ساتھ مقید ہوتا ہے، اور یہ دوام ذاتی کے مابین ہے، اور یہ ظاہر ہے اور ضرورت بحسب الذات کے مابین ہے، اس لئے کہ ضرورت بحسب الذات دوام بحسب الذات سے اخص ہے، اور اعم کی نقیض اخص کی عین کے مابین ہے مباہنت کلی، اور یہ مشروطہ عامہ سے اخص مطلق ہے اس لئے کہ یہ وہ مشروطہ عامہ ہے جو لا دوام کے ساتھ مقید ہوتا ہے اور مقید مطلق سے اخص ہوتا ہے اسی طرح باقی تین قضایا سے (بھی) اخص ہے، اس لئے کہ وہ تینوں مشروطہ عامہ سے اعم ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے مشروطہ خاصہ اور قضایا بسیطہ کے درمیان نسبت بیان کی ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ مشروطہ خاصہ اور دائمہ مطلقہ کے درمیان تباین کی نسبت ہے، اس لئے کہ دائمہ میں دوام ذاتی ہوتا ہے، اور مشروطہ خاصہ میں لا دوام ذاتی ہوتا ہے، اور دوام ذاتی اور لا دوام ذاتی کے درمیان تباین بالکل ظاہر ہے، مشروطہ خاصہ اور ضروریہ مطلقہ کے درمیان بھی تباین کی نسبت ہے، وہ اس طرح کی ضرورت ذاتیہ دوام وصفی سے اخص ہے، یعنی دائمہ مطلقہ ضروریہ مطلقہ سے اعم ہے، اور ضروریہ مطلقہ اخص ہے، اور قاعدہ ہے کہ اعم کی نقیض اخص کی عین کے مابین ہوتی ہے، جیسے حیوان اور انسان میں حیوان عام ہے اس کی نقیض لا حیوان ہے، اور یہ لا حیوان انسان کے مابین ہے، اور ابھی آپ کو یہ بات معلوم ہو چکی کہ مشروطہ خاصہ دائمہ مطلقہ کے مابین ہے، اور دائمہ مطلقہ ضروریہ

مطلقہ سے اعم ہے، تو جو چیز اعم کے مابین ہوگی وہ اخص کے بھی مابین ہوگی لہذا مشروطہ خاصہ جس طرح دائرہ مطلقہ جو کہ اعم ہے، کے مابین ہے، اسی طرح ضروریہ مطلقہ جو کہ اخص ہے، کے بھی مابین ہوگا، تو جہاں مشروطہ خاصہ صادق ہوگا وہاں دائرہ مطلقہ صادق نہیں ہوں گے۔ اور جہاں دائرہ مطلقہ صادق ہوں گے وہاں مشروطہ خاصہ صادق نہیں ہوگا، واضح رہے کہ شارح نے دائرہ مطلقہ سے دائرہ مطلقہ اور ضروریہ مطلقہ مراد لیا ہے، ضروریہ کو دائرہ سے اس لئے تعبیر کیا ہے کہ ضرورتہ ذاتی دوام ذاتی کو مستلزم ہوتی ہے۔

تنبیہ: مباینة کلیة کے بعد کتاب میں کانہا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے صحیح لائہا ہے۔

شارح کہتے ہیں کہ مشروطہ خاصہ اور مشروطہ عامہ کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، مشروطہ خاصہ اخص مطلق ہے اور مشروطہ عامہ اعم مطلق ہے، کیونکہ مشروطہ خاصہ مشروطہ عامہ ہی ہوتا ہے مگر یہ کہ وہ لا دوام ذاتی کی قید کے ساتھ مقید ہوتا ہے، اور مشروطہ عامہ مطلق ہے اس میں اس قسم کی کوئی قید نہیں ہے، اور مقید چونکہ مطلق سے اخص ہوتا ہے، اس لئے مشروطہ خاصہ اخص مطلق ہے، لہذا جہاں مشروطہ خاصہ صادق ہوگا وہاں مشروطہ عامہ بھی صادق ہوگا، اور جہاں مشروطہ عامہ صادق ہوگا وہاں مشروطہ خاصہ کا صادق ہونا ضروری نہیں۔

اسی طرح مشروطہ خاصہ اور باقی تین قضایا یعنی عرفیہ عامہ، مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ کے درمیان بھی عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، مشروطہ خاصہ اخص مطلق ہے اور تینوں اعم مطلقہ ہیں، اور اس طرح سمجھئے کہ یہ تینوں مشروطہ عامہ سے اعم ہیں، اور مشروطہ عامہ اخص ہے، اور مشروطہ عامہ مشروطہ خاصہ سے اعم ہے، لہذا یہ تینوں مشروطہ خاصہ سے بھی اعم ہوں گے، کیونکہ اعم کا اعم اعم ہوتا ہے، پس تینوں قضایا اور مشروطہ خاصہ کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے۔

فَقَالَ الثَّانِيَةُ الْعُرْفِيَّةُ الْخَاصَّةُ وَهِيَ الْعُرْفِيَّةُ الْعَامَّةُ مَعَ قَيْدِ اللَّادَوَامِ بِحَسَبِ الذَّاتِ وَهِيَ إِنْ كَانَتْ مُوجِبَةً فَتَرَكِّيُّهَا مِنْ مُوجِبَةٍ عُرْفِيَّةٍ عَامَّةٍ وَ سَالِبَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ وَإِنْ كَانَتْ سَالِبَةً فَتَرَكِّيُّهَا مِنْ سَالِبَةٍ عُرْفِيَّةٍ عَامَّةٍ وَ مُوجِبَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ وَمِثَالُهَا إِنْجَابًا وَ سَلْبًا مَا مَرَّ أَقُولُ الْعُرْفِيَّةُ الْخَاصَّةُ هِيَ الْعُرْفِيَّةُ الْعَامَّةُ مَعَ قَيْدِ اللَّادَوَامِ بِحَسَبِ الذَّاتِ وَهِيَ إِنْ كَانَتْ مُوجِبَةً كَمَا مَرَّ مِنْ قَوْلِنَا كُلِّ كَاتِبٍ مُتَحَرِّكٍ الْأَصَابِعُ مَا دَامَ كَاتِبًا لَا دَائِمًا فَتَرَكِّيُّهَا مِنْ مُوجِبَةٍ عُرْفِيَّةٍ عَامَّةٍ وَهِيَ الْجُزْءُ الْأَوَّلُ وَ سَالِبَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ هِيَ مَفْهُومُ اللَّادَوَامِ وَإِنْ كَانَتْ سَالِبَةً كَمَا تَقَدَّمَ مِنْ قَوْلِنَا لِأَشْيَاءٍ مِنَ الْكُتَابِ بِسَاكِنِ الْأَصَابِعِ مَا دَامَ كَاتِبًا لَا دَائِمًا فَتَرَكِّيُّهَا مِنْ سَالِبَةٍ عُرْفِيَّةٍ عَامَّةٍ وَهِيَ الْجُزْءُ الْأَوَّلُ وَ مُوجِبَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ وَهِيَ مَفْهُومُ اللَّادَوَامِ وَهِيَ أَعْمُ مِنَ الْمَشْرُوطَةِ الْخَاصَّةِ لِأَنَّهُ مَتَى صَدَقَتِ الضَّرُورَةُ بِحَسَبِ الْوَصْفِ لَا دَائِمًا صَدَقَ الدَّوَامُ بِحَسَبِ الْوَصْفِ لَا دَائِمًا مِنْ غَيْرِ عَكْسٍ وَ مُبَايَنَةٌ لِلدَّائِمَتَيْنِ عَلَى مَا سَلَفَ وَ أَعْمُ مِنَ الْمَشْرُوطَةِ الْعَامَّةِ مِنْ وَجْهِ لَتَصَادُقَ فِيهِمَا فِي مَادَّةِ الْمَشْرُوطَةِ الْخَاصَّةِ وَ صَدَقَ الْمَشْرُوطَةُ الْعَامَّةُ بِدُونِهَا فِي مَادَّةِ الضَّرُورَةِ الدَّائِمَةِ وَ صَدَقَ فِيهَا بِدُونِ الْمَشْرُوطَةِ الْعَامَّةِ إِذَا كَانَ الدَّوَامُ بِحَسَبِ الْوَصْفِ مِنْ غَيْرِ ضَرُورَةٍ وَ أَحْصَى مِنَ الْعُرْفِيَّةِ الْعَامَّةِ لِأَنَّ الْمُقَيَّدَ أَخْصَى مِنَ الْمُطْلَقِ وَ كَذَا مِنَ الْبَاقِيَتَيْنِ لِأَنَّهُمَا أَعْمُ مِنَ الْعُرْفِيَّةِ الْعَامَّةِ وَ اعْلَمْ أَنَّ وَصْفَ الْمَوْضُوعِ فِي الْمَشْرُوطَةِ وَالْعُرْفِيَّةِ الْخَاصَّتَيْنِ يَجِبُ أَنْ يَكُونَ وَصْفًا مُفَارِقًا لِلذَّاتِ الْمَوْضُوعِ فَإِنَّهُ لَوْ كَانَ دَائِمًا لَهُ وَ وَصَفَ

الْمَحْمُولِ ذَاتِهِ بِدَوَامٍ وَصِفِ الْمَوْضُوعِ كَانَ وَصِفِ الْمَحْمُولِ دَائِمًا لِذَاتِ الْمَوْضُوعِ وَقَدْ كَانَ لَا دَائِمًا بِحَسَبِ الذَّاتِ هَذَا خُلْفٌ.

ترجمہ: ماتن نے کہا دوسرا عرفیہ خاصہ ہے، اور وہ عرفیہ عامہ ہی ہے لا دوام ذاتی کی قید کے ساتھ، اور اگر وہ موجبہ ہو تو اس کی ترکیب عرفیہ عامہ موجبہ اور مطلقہ عامہ سالبہ سے ہوگی، اور اگر سالبہ ہو تو اس کی ترکیب سالبہ عرفیہ عامہ اور موجبہ مطلقہ عامہ سے ہوگی، اور اس کی مثال ایجاباً اور سلباً وہی ہے جو گزر چکی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ عرفیہ خاصہ وہ عرفیہ عامہ ہی ہے لا دوام بحسب الذات کی قید کے ساتھ، وہ اگر موجبہ ہو جیسا کہ ہمارا قول ”کل کتاب متحرک الاصابع مادام کاتباً لا دائماً“ گزر چکا، پس اس کی ترکیب موجبہ عرفیہ عامہ سے ہے، اور وہی پہلا جزء ہے، اور سالبہ مطلقہ عامہ سے ہے، یہی لا دوام کا مفہوم ہے، اور اگر سالبہ ہو جیسا کہ ہمارا قول ”لا شئ من الکتاب بساکن الاصابع مادام کاتباً لا دائماً“ گزر چکا تو اس کی ترکیب سالبہ عرفیہ عامہ سے ہے اور وہی پہلا جزء ہے اور موجبہ مطلقہ عامہ سے ہے اور یہی لا دوام کا مفہوم ہے، اور وہ مشروطہ خاصہ سے اعم ہے، اس لئے کہ جب ضرورت و صفیہ لا دائماً صادق ہوگی تو دوام و صفی لا دائماً بھی صادق ہوگا، اسکے عکس کے بغیر۔ اور دائمتین کے مابین ہے جیسا کہ گزر گیا، اور مشروطہ عامہ سے اعم من وجہ ہے کیونکہ یہ دونوں مشروطہ خاصہ کے مادہ میں صادق آتے ہیں، اور مشروطہ عامہ ضرورت ذاتیہ کے مادہ میں اس کے بغیر صادق ہے، اور وہ (عرفیہ خاص) مشروطہ عامہ کے بغیر صادق ہے، جب کہ دوام بحسب الوصف ضرورت کے بغیر ہو۔ اور عرفیہ عامہ سے انحصار ہے اس لئے کہ مقید مطلق سے انحصار ہوتا ہے اور اسی طرح باقی دو (یعنی مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ) سے انحصار ہے، اس لئے ہیہ دونوں عرفیہ عامہ سے اعم ہے، اور جان لیجئے کہ وصف موضوع کا مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ میں ذات موضوع کے وصف مفارق ہونا ضروری ہے، اس لئے کہ وہ اگر اس کیلئے دائمی ہو، اور حال یہ ہے کہ وصف محمول وصف موضوع کے دوام کی وجہ سے دائمی ہوتا ہے، تو وصف محمول ذات موضوع کیلئے دائمی ہوگا حالانکہ وہ بحسب الذات دائمی نہیں تھا۔ یہ خلاف مفروض ہے۔

تشریح: اس عبارت میں ماتن و شارح نے قضایا موجبہ مرکبہ میں سے دوسرے قضیہ یعنی عرفیہ کو بیان کیا ہے۔

عرفیہ خاصہ: وہ قضیہ موجبہ مرکبہ ہے جو بعینہ عرفیہ عامہ ہوتا ہے لا دوام ذاتی کی قید کے ساتھ، پھر اس کی دو قسمیں ہیں: ۱- موجبہ ۲- سالبہ۔ اگر عرفیہ خاصہ موجبہ ہو تو اس کی ترکیب موجبہ عرفیہ عامہ اور سالبہ مطلقہ عامہ سے ہوگی، موجبہ عرفیہ قضیہ کا پہلا جزء ہوتا ہے، اور سالبہ مطلقہ عامہ دوسرا جزء ہوتا ہے، جس کی طرف لا دوام ذاتی سے اشارہ ہوتا ہے، اب اس کو مثال سے سمجھئے جیسے ”کل کتاب متحرک الاصابع مادام کاتباً لا دائماً“ دیکھئے یہاں پہلا قضیہ عرفیہ عامہ موجبہ ہے جو لا دوام بحسب الذات کی قید کے ساتھ مقید ہے، لہذا لا دائماً سے مطلقہ عامہ سالبہ کی طرف اشارہ ہوگا یعنی لا شئ من الکتاب بمتحرک الاصابع بالفعل یعنی تحرک اصابع کی نفی ذات کاتب کے لئے تینوں زمانوں میں سے کسی زمانے میں ہے، جب کہ وہ وصف عنوانی کے ساتھ متصف نہ ہو، تو یہاں دو قضیہ ہو گئے ایک عرفیہ عام اور دوسرا مطلقہ عامہ، پس معلوم ہوا کہ عرفیہ خاصہ وہ قضیہ موجبہ ہے جو ایک عرفیہ عامہ اور ایک مطلقہ عامہ سے مرکب ہو، اور چونکہ یہاں پہلا جزء موجبہ ہے اس لئے قضیہ کا نام موجبہ رکھا گیا، اور اگر عرفیہ خاصہ سالبہ ہو، تو وہ عرفیہ عامہ سالبہ اور مطلقہ عامہ موجبہ سے مرکب ہوگا، پہلا جزء سالبہ ہوگا، اور دوسرا جزء مطلقہ عامہ موجبہ ہوگا جس کی طرف

لا دوام ذاتی سے اشارہ ہوتا ہے، جیسے ”لا شئ من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتباً لا دائماً“ دیکھئے یہاں پہلا قضیہ عرفیہ عامہ سالبہ ہے جو لا دوام ذاتی کے ساتھ مقید ہے، مطلب یہ ہے کہ انگلیوں کے ٹھہرے رہنے کی نفی ذات کاتب سے اس وقت تک دائمی ہے جب تک وہ وصف عنوانی یعنی کتابت کے ساتھ متصف رہے، ہمیشہ نفی نہیں ہے بلکہ کاتب کی ذات تینوں زمانوں میں سے کسی زمانے میں سکون اصابع کے ساتھ متصف ہو سکتی ہے، لہذا ”لا دائماً“ سے مطلقہ عامہ موجبہ کی طرف اشارہ ہوگا یعنی ”کل کاتب ساکن الاصابع بالفعل“ یعنی سکون اصابع کاتب کی ذات کے لئے تینوں زمانوں میں سے کسی زمانہ میں ثابت ہے جب کہ وہ وصف عنوانی یعنی کتابت کے ساتھ متصف نہ ہو، اب رہا یہ سوال کہ عرفیہ خاصہ موجبہ میں ”لا دائماً“ سے مطلقہ عامہ سالبہ کی طرف اور عرفیہ خاصہ سالبہ میں ”لا دائماً“ سے مطلقہ عامہ موجبہ کی طرف اشارہ کیوں ہوتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی وجہ اور تفصیل مشروطہ خاصہ کی بحث میں بیان کی جا چکی ہے، لہذا وہیں ملاحظہ فرمائیں۔

وجہ تسمیہ: عرفیہ خاصہ کو عرفیہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ عرفیہ عامہ پر مشتمل ہوتا ہے، اور خاص اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اس میں لا دوام بحسب الذات کی جب قید لگا دی گئی تو یہ عرفیہ عامہ سے خاص ہو گیا۔

نسبتیں: عرفیہ خاصہ اور مشروطہ خاصہ کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، کیونکہ ایسی دو کلی کہ ان میں سے ایک دوسری کے ہر فرد پر صادق آئے اور دوسری پہلی کے بعض افراد پر صادق آئے تو ان دونوں کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہوتی ہے۔ اور یہاں بھی ایسا ہی ہے چنانچہ عرفیہ خاصہ تو مشروطہ خاصہ کے ہر فرد پر صادق آتا ہے، لیکن مشروطہ خاصہ عرفیہ خاصہ کے ہر فرد پر صادق نہیں آتا، دلیل یہ ہے کہ مشروطہ خاصہ میں ضرورت و صفیہ ”لا دائماً“ ہوتی ہے، اور عرفیہ خاصہ میں دوام و صفیہ ”لا دائماً“ ہوتا ہے، اور ضرورت و صفیہ ”لا دائماً“ دوام و صفیہ ”لا دائماً“ کو استلزم ہوتی ہے، لیکن دوام و صفیہ ”لا دائماً“ ضرورت و صفیہ ”لا دائماً“ کو استلزم نہیں، لہذا جہاں مشروطہ خاصہ صادق ہوگا۔ وہاں عرفیہ خاصہ بھی صادق ہوگا لیکن جہاں عرفیہ خاصہ صادق ہو وہاں مشروطہ خاصہ کا صادق ہونا ضروری نہیں۔

اور عرفیہ خاصہ اور ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ کے درمیان تباین کی نسبت ہے جسکی تفصیل مشروطہ خاصہ کے بیان میں گزر چکی۔ عرفیہ خاصہ اور مشروطہ عامہ کے درمیان عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہوتی ہے، اور عموم خصوص من وجہ میں تین مادے ہوتے ہیں، ایک اجتماع کا اور دو افتراق کے، چنانچہ یہ دونوں مشروطہ خاصہ کے مادہ میں جمع ہو جاتے ہیں، جیسے ”کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورة مادام کاتباً لا دائماً“ اور اگر مادہ صرف ضرورت ذاتیہ کا ہو تو وہاں مشروطہ عامہ تو صادق ہوگا، لیکن عرفیہ خاصہ صادق نہ ہوگا، جیسے ”کل انسان حیوان بالضرورة“ اور اگر مادہ صرف دوام و صفیہ کا ہو ضرورت سے خالی ہو تو وہاں صرف عرفیہ خاصہ صادق ہوگا، مشروطہ عامہ صادق نہ ہوگا۔ جیسے ”کل کاتب متحرک الاصابع بالعدم مادام کاتباً لا دائماً“ عرفیہ خاصہ اور عرفیہ عامہ کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، عرفیہ خاصہ اخص ہے اور عرفیہ عامہ اعم ہے، کیونکہ عرفیہ خاصہ میں لا دوام ذاتی کی قید ہوتی ہے، اور عرفیہ عامہ میں اس قسم کی قید نہیں ہوتی، اور مقید مطلق سے اخص ہوتا ہے لہذا عرفیہ خاصہ عرفیہ عامہ سے اخص مطلق ہے اور ایسی دو کلی کہ ان میں سے ایک اخص مطلق اور دوسری اعم مطلق ہو ان کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہوتی ہے، لہذا ان کے درمیان بھی عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہوگی۔ اسی طرح عرفیہ خاصہ اور مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ کے درمیان بھی عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے۔ کیونکہ یہ دونوں ان سے اعم مطلق ہیں، وہ اس طرح کہ عرفیہ عامہ عرفیہ

خاصہ سے اعم مطلق ہے، اور مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ عرفیہ عامہ سے بھی اعم مطلق ہیں، اور قاعدہ ہے کہ اعم کا اعم، اعم ہوتا ہے، لہذا یہ دونوں عرفیہ خاصہ سے بھی عام ہوں گے، اور عرفیہ خاصہ اور ان دونوں کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہوگی۔

فائدہ: شارح نے واعلم ان وصف الموضوع الخ سے یہ بیان کیا ہے کہ مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ میں ذات موضوع کے لئے وصف موضوع کا وصف مفارق ہونا ضروری ہے، یعنی وصف موضوع ایسا ہو جو ذات موضوع کے لئے لازم نہ ہو، بلکہ ذات موضوع سے جدا بھی ہو جاتا ہو، اگر ایسا نہ ہو تو وصف محمول ذات موضوع کے لئے دائمی ہو جائے گا، کیونکہ ذات موضوع کے لئے وصف محمول کا دوام اس وقت تک ہوتا ہے جب تک ذات موضوع کے لئے وصف موضوع کا وجود ہو، پس اگر وصف موضوع ذات موضوع کے لئے دائمی ہوگا تو وصف محمول بھی اس کے لئے دائمی ہوگا اور جب وصف محمول ذات موضوع کے لئے دائمی ہو تو لا دوام کی قید لگانے سے اجتماع نقیضین لازم آئے گا جو باطل اور خلاف مفروض ہے۔

فَالثَّالِثَةُ الوجودية بالضرورة وَهِيَ الْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ مَعَ قَيْدِ الْإِضْرُورَةِ بِحَسَبِ الذَّاتِ وَهِيَ إِنْ كَانَتْ مُوجِبَةً كَقَوْلِنَا كُلُّ إِنْسَانٍ ضَاحِكٌ بِالْفِعْلِ لَا بِالضَّرُورَةِ فَتَرَكِّيُّهَا مِنْ مُوجِبَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ وَسَالِبَةٍ مُمَكِّنَةٍ عَامَّةٍ وَإِنْ كَانَتْ سَالِبَةً كَقَوْلِنَا لِأَشْيَاءٍ مِنَ الْإِنْسَانِ بِضَاحِكٍ بِالْفِعْلِ لَا بِالضَّرُورَةِ فَتَرَكِّيُّهَا مِنْ سَالِبَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ وَ مُوجِبَةٍ مُمَكِّنَةٍ عَامَّةٍ أَقُولُ الوجودية بالضرورة هِيَ الْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ مَعَ قَيْدِ الْإِضْرُورَةِ بِحَسَبِ الذَّاتِ وَإِنَّمَا قَيْدُ الْإِضْرُورَةِ بِحَسَبِ الذَّاتِ وَإِنْ أَمَكَّنَ تَقْيِيدُ الْمُطْلَقَةِ الْعَامَّةِ بِالْإِضْرُورَةِ بِحَسَبِ الْوَصْفِ لِأَنَّهُمْ لَمْ يَتَّعَبُوا هَذَا التَّرَكُّيبَ وَلَمْ يَتَعَرَّفُوا أَحْكَامَهُ فَهِيَ إِنْ كَانَتْ مُوجِبَةً كَقَوْلِنَا كُلُّ إِنْسَانٍ ضَاحِكٌ بِالْفِعْلِ لَا بِالضَّرُورَةِ فَتَرَكِّيُّهَا مِنْ مُوجِبَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ وَسَالِبَةٍ مُمَكِّنَةٍ عَامَّةٍ أَمَّا الْمُوجِبَةُ الْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ فَهِيَ الْجُزْءُ الْأَوَّلُ وَأَمَّا السَّالِبَةُ الْمُمَكِّنَةُ الْعَامَّةُ أَيْ قَوْلِنَا لِأَشْيَاءٍ مِنَ الْإِنْسَانِ بِضَاحِكٍ بِالْإِمْكَانِ الْعَامِ فَهِيَ مَعْنَى الْإِضْرُورَةِ لِأَنَّ الْإِجَابَ إِذَا لَمْ يَكُنْ ضَرُورِيًّا كَانَ هُنَاكَ سَلْبُ ضَرُورَةٍ الْإِجَابِ وَسَلْبُ ضَرُورَةٍ الْإِجَابِ مُمَكِّنٌ عَامٌ سَالِبٌ وَإِنْ كَانَتْ سَالِبَةً كَقَوْلِنَا لِأَشْيَاءٍ مِنَ الْإِنْسَانِ بِضَاحِكٍ بِالْفِعْلِ لَا بِالضَّرُورَةِ فَتَرَكِّيُّهَا مِنْ سَالِبَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ وَهِيَ الْجُزْءُ الْأَوَّلُ وَ مُوجِبَةٍ مُمَكِّنَةٍ عَامَّةٍ وَهِيَ مَعْنَى الْإِضْرُورَةِ فَإِنَّ السَّلْبَ إِذَا لَمْ يَكُنْ ضَرُورِيًّا كَانَ هُنَاكَ سَلْبُ ضَرُورَةٍ السَّلْبِ وَهُوَ الْمُمَكِّنُ الْعَامُ الْمُوجِبُ.

ترجمہ: ماقن نے کہا: تیسرا (قضیہ) وجودیہ لازوریہ ہے، اور وہ مطلقہ عامہ ہے لازورت بحسب الذات کی قید کے ساتھ، اور وہ اگر موجبہ ہو جیسے ہمارا قول "کل انسان ضاحک بالفعل لا بالضرورة" تو اس کی ترکیب موجبہ مطلقہ عامہ اور سالبہ ممکنہ عامہ سے ہوگی، اور اگر سالبہ ہو جیسے ہمارا قول "لاشیء من الانسان بضاحک بالفعل لا بالضرورة" تو اس کی ترکیب سالبہ مطلقہ عامہ اور موجبہ عامہ سے ہوگی۔ میں کہتا ہوں کہ وجودیہ لازوریہ وہ مطلقہ عامہ ہی ہے لازورت بحسب الذات کی قید کے ساتھ، اور لازورت کو بحسب الذات کے ساتھ مقید کیا ہے، اگرچہ مطلقہ عامہ کو لازورت بحسب الوصف کے ساتھ مقید کرنا ممکن ہے، اس لئے مناطقہ ہے نہ اس کی ترکیب کا اعتبار کیا ہے، اور نہ اس کے احکام بیان کیے ہیں، پس اگر وہ موجبہ ہو جیسے ہمارا قول "کل انسان ضاحک بالفعل لا بالضرورة"

تو اس کی ترکیب موجب مطلقہ عامہ اور سالبہ ممکنہ عامہ سے ہوگی، بہر حال موجبہ مطلقہ عامہ تو وہ پہلا جزء ہے، اور بہر حال سالبہ ممکنہ عامہ یعنی ہمارا قول ”لاشی من الانسان بضاحک بالامکان العام“ جو لا ضرورۃ کے معنی ہیں اس لئے کہ ایجاب جب ضروری نہ ہو تو وہاں ایجاب کی ضرورت کا سلب ہوگا، اور ایجاب کی ضرورت کا سلب ہی ممکنہ عامہ سالبہ ہے۔ اور اگر سالبہ ہو جیسے ہمارا قول ”لاشی من الانسان بضاحک بالفعل لا بالضرورۃ“ تو اس کی ترکیب سالبہ مطلقہ عامہ سے ہوگی، اور یہ پہلا جزء ہے اور موجبہ ممکنہ عامہ سے ہوگی، اور یہ لا ضرورت کے معنی ہیں، کیونکہ جب سلب ضروری نہ ہو تو وہاں سلب کی ضرورت کا سلب ہوگا اور یہی ممکنہ عامہ موجبہ ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح قضیہ موجبہ مرکبہ میں سے تیسرے قضیہ یعنی وجودیہ لا ضروریہ کو بیان کیا ہے۔

وجودیہ لا ضروریہ: یہ وہی مطلقہ عامہ ہے جس کو لا ضرورت ذاتی کے ساتھ مقید کیا گیا ہو، لا ضرورت ذاتی کا مطلب یہ ہے کہ جو نسبت قضیہ میں ذکر کی گئی ہے، وہ موضوع کی ذات کے لئے ضروری نہیں جب تک موضوع کی ذات موجود ہے اور ضروری نہ ہونے کا نام ہی امکان ہے، لہذا معلوم ہوا کہ لا ضروریہ سے ممکنہ عامہ کی طرف اشارہ ہوگا، تو اب وجودیہ لا ضروریہ کی تعریف یہ ہوگی کہ وجودیہ لا ضروریہ وہ قضیہ موجبہ ہے جو مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ سے مرکب ہے۔

شارح فرماتے ہیں کہ لا ضرورۃ کو بحسب الذات کے ساتھ مقید کیا ہے، اگرچہ اس کو ”بحسب الوصف“ کے ساتھ مقید کرنا ممکن ہے اور درست ہے لیکن چونکہ مناطہ نے لا ضرورۃ بحسب الوصف کا اعتبار نہیں کیا، اور نہ ہی اس کے احکام بیان کیے ہیں، اس بناء پر لا ضرورۃ کو ذاتیہ کے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔

وہودیہ لا ضروریہ کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ موجبہ ۲۔ سالبہ۔

جب وجودیہ لا ضروریہ موجبہ ہوگا تو اس وقت وہ موجبہ مطلقہ عامہ اور سالبہ ممکنہ عامہ سے مرکب ہوگا موجبہ قضیہ کا پہلا جزء ہوگا اور سالبہ ممکنہ عامہ دوسرا جزء ہوگا، جیسے ”کل انسان ضاحک بالفعل لا بالضرورۃ“ اس مثال میں پہلا قضیہ مطلقہ عامہ موجبہ ہے، لہذا لا ضرورۃ سے سالبہ ممکنہ عامہ کی طرف اشارہ ہوگا، یعنی ”لاشی من الانسان بکاتب بالامکان العام“ وہ اس طرح کہ جب کہا، ”لا بالضرورۃ“ تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ پہلے قضیہ میں جو ایجاب ہے وہ ضروری نہیں، تو ایجاب کا ضروری نہ ہونا سلب ضرورۃ الا ایجاب ہے، اور سلب ضرورۃ الا ایجاب ہی ممکنہ عامہ سالبہ ہے، اور جب وجودیہ لا ضروریہ سالبہ ہو، تو اس وقت وہ سالبہ مطلقہ عامہ اور موجبہ ممکنہ عامہ سے مرکب ہوگا، جیسے ”لاشی من الانسان بکاتب بالفعل لا بالضرورۃ“ دیکھئے اس مثال میں پہلا قضیہ سالبہ مطلقہ عامہ ہے، لہذا لا ضرورۃ سے موجبہ ممکنہ عامہ نکالا جائے گا، یعنی ”کل انسان کاتب بالامکان العام“ کیونکہ جب قضیہ سالبہ کے بعد لا بالضرورۃ کہا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ سابقہ قضیہ میں جو سلب ہے وہ ضروری نہیں، تو سلب کا ضروری نہ ہونا یعنی سلب ضرورۃ السلب بعینہ ممکنہ عامہ موجبہ ہے، اسی لئے یہ کہا گیا ہے کہ وجودیہ لا ضروریہ جب سالبہ ہو تو لا بالضرورۃ سے ممکنہ عامہ موجبہ نکالا جائے گا۔

وہی اعم مطلقاً من الخاصیتین لانه متى صدقت الضرورة أو الدوام بحسب الوصف لا دائماً صدق فعلیة النسبة لا بالضرورة من غیر عکس و مباینة للضرورة لتقییدها بالضرورة بحسب

الذاتِ وَأَعْمُ مِنَ الدَّائِمَةِ مِنْ وَجْهِ لَتَصَادُقْهُمَا فِي مَادَّةِ الدَّوَامِ الْخَالِي عَنْ الضَّرُورَةِ وَصِدْقِ الدَّائِمَةِ بِدُونِهَا فِي مَادَّةِ الضَّرُورَةِ وَبِالْعَكْسِ فِي مَادَّةِ الدَّوَامِ وَكَذَا مِنَ الْمَشْرُوطَةِ الْعَامَّةِ وَالْعُرْفِيَّةِ الْعَامَّةِ لَتَصَادُقْهَا فِي مَادَّةِ الْمَشْرُوطَةِ الْخَاصَّةِ وَصِدْقُهَا بِدُونِهَا فِي مَادَّةِ الضَّرُورَةِ وَصِدْقُهَا بِدُونِهَا فِي مَادَّةِ الدَّوَامِ بِحَسَبِ الْوَصْفِ وَأَخْصُ مِنَ الْمُطْلَقَةِ الْعَامَّةِ لِخُصُوصِ الْمُقَيَّدِ وَمِنَ الْمُمَكِّنَةِ الْعَامَّةِ لِأَنَّهَا أَعْمُ مِنَ الْمُطْلَقَةِ الْعَامَّةِ.

ترجمہ: اور وہ دونوں خاصوں سے اعم مطلق ہے، اس لئے کہ جب ضرورت یا دوام بحسب الوصف لادائما صادق ہوتا نسبت کی فعلیت لایا بالضرورت بھی صادق ہوگی، اس کے برعکس کے بغیر، اور ضروریہ کے مابین ہے، کیونکہ وہ لاضرورت بحسب الذات کے ساتھ مقید ہے اور دائمہ سے اعم من وجہ ہے کیونکہ یہ دونوں اس دوام کے مادہ میں صادق ہوتے ہیں، جو ضرورت سے خالی ہو، اور دائمہ اس کے بغیر ضرورت کے مادہ میں صادق ہے، اور اس کے برعکس لادوام کے مادہ میں اس طرح مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ سے (اعم من وجہ ہے) کیونکہ یہ دونوں مشروطہ خاصہ کے مادہ میں صادق ہیں، اور یہ دونوں اس کے بغیر ضرورت کے مادہ میں صادق ہیں، یہ ان کے دونوں کے بغیر لادوام بحسب الوصف کے مادہ میں صادق ہیں اور مطلقہ عامہ سے اخص ہے مقید کے خاص ہونے کی وجہ سے اور ممکنہ عامہ سے (بھی اخص ہے) اس لئے کہ وہ مطلقہ عامہ سے اعم ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے وجودیہ لاضروریہ اور دیگر قضایا بسطہ مرکبہ کے درمیان نسبت بیان کی ہے۔ وجودیہ لاضروریہ اور مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، وجودیہ لاضروریہ اعم ہے، اور مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ اخص ہیں، دلیل یہ ہے کہ مشروطہ خاصہ میں ضرورت و صفیہ لادائما ہوتی ہے، اور وجودیہ لاضروریہ میں فعلیت النسبت لایا بالضرورت ہوتی ہے، تو جہاں ضرورت و صفیہ لادائما صادق ہوگی وہاں فعلیت النسبت لایا بالضرورت بھی صادق ہوگی، لیکن یہ ضروری نہیں کہ جہاں فعلیت النسبت لایا بالضرورت صادق ہو وہاں ضرورت و صفیہ لادائما بھی صادق ہو۔ عرفیہ خاصہ میں دوام وصفی لادائما ہوتی ہے، تو جہاں دوام وصفی مع لادوام ذاتی صادق ہوگا وہاں فعلیت النسبت لایا بالضرورت بھی صادق ہوگی لیکن اس کے برعکس نہیں۔

وجودیہ لاضروریہ اور ضروریہ مطلقہ کے درمیان تباہین کی نسبت ہے اس لئے کہ اول میں لاضرورت کی قید ہوتی ہے، اور ثانی میں ضرورت کی ہوتی ہے، اور ضرورت اور لاضرورت میں تباہین ظاہر ہے۔ وجودیہ لاضروریہ اور دائمہ مطلقہ کے درمیان عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے، اور عموم و خصوص من وجہ میں تین مادے ہوتے ہیں، ایک اجتماع کا اور دو افتراق کے، چنانچہ یہ دونوں مادہ دوام میں جو ضرورت سے خالی ہو، صادق ہوتے ہیں، اور مادہ ضرورت میں صرف دائمہ مطلقہ صادق ہوتا ہے، وجودیہ لاضروریہ صادق نہیں ہوتا، اور مادہ لادوام میں وجودیہ لاضروریہ صادق ہوتا ہے لیکن دائمہ مطلقہ صادق نہیں ہوتا۔

اسی طرح وجودیہ لاضروریہ اور مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ کے درمیان عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے، چنانچہ مشروطہ خاصہ کے مادہ میں تینوں صادق ہوتے ہیں، اور ضرورت ذاتیہ کے مادہ میں صرف مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ صادق ہوتے ہیں۔ اور لادوام وصفی کے مادہ میں صرف وجودیہ لاضروریہ صادق ہوتا ہے۔

وجودیہ لاضروریہ اور مطلقہ عامہ کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، وجودیہ لاضروریہ اخص ہے اور مطلقہ عامہ اعم ہے، کیونکہ وجودیہ لاضروریہ میں لاضرورۃ ذاتی کی قید ہوتی ہے۔ اور مطلقہ میں نہیں ہوتی، اور مقید مطلق سے اخص ہوتا ہے، وجودیہ لاضروریہ اور ممکنہ عامہ کے درمیان بھی عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، کیونکہ ممکنہ عامہ تمام قضایا سے اعم ہے، تو وجودیہ لاضروریہ سے بھی اعم ہوگا۔

فَالرَّابِعَةُ الوجودیَّةُ اللَّادَائِمَةُ وَهِيَ الْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ مَعَ قَيْدِ اللَّادَوَامِ بِحَسَبِ الذَّاتِ وَهِيَ سَوَاءٌ كَانَتْ مُوجِبَةً أَوْ سَالِبَةً فَتَرَكَّيْبُهَا مِنْ مُطْلَقَتَيْنِ عَامَّتَيْنِ إِحْدَاهُمَا مُوجِبَةٌ وَالْأُخْرَى سَالِبَةٌ وَمِثَالُهَا إِيْجَابًا وَسَلْبًا مَا مَرَّ أَقُولُ الوجودیَّةُ اللَّادَائِمَةُ هِيَ الْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ مَعَ قَيْدِ اللَّادَوَامِ بِحَسَبِ الذَّاتِ وَهِيَ سَوَاءٌ كَانَتْ مُوجِبَةً أَوْ سَالِبَةً يَكُونُ تَرَكَّيْبُهَا مِنْ مُطْلَقَتَيْنِ عَامَّتَيْنِ إِحْدَاهُمَا مُوجِبَةٌ وَالْأُخْرَى سَالِبَةٌ لِأَنَّ الْجُزْءَ الْأَوَّلَ مُطْلَقَةٌ عَامَّةٌ وَالْجُزْءُ الثَّانِي هُوَ اللَّادَوَامُ وَقَدْ عَرَفْتُ أَنَّ مَفْهُومَهُ مُطْلَقَةٌ عَامَّةٌ وَمِثَالُهَا إِيْجَابًا وَسَلْبًا مَا مَرَّ مِنْ قَوْلِنَا كُلُّ إِنْسَانٍ صَاحِبٌ بِالْفِعْلِ لَدَائِمًا وَلَا شَيْءَ مِنَ الْإِنْسَانِ بِصَاحِبٍ بِالْفِعْلِ لَدَائِمًا وَهِيَ أَخْصُ مِنَ الوجودیَّةِ اللَّاضْرُورِيَّةِ لِأَنَّهُ مَتَى صَدَقَتْ مُطْلَقَتَانِ صَدَقَتْ مُطْلَقَةٌ وَ مُمَكِّنَةٌ بِخِلَافِ الْعَكْسِ وَأَعْمُ مِنَ الْخَاصَّتَيْنِ لِأَنَّهُ مَتَى تَحَقَّقَ الضَّرُورَةُ أَوْ الدَّوَامُ بِحَسَبِ الْوُصْفِ لَدَائِمًا تَحَقَّقَ فِعْلِيَّةُ النِّسْبَةِ لَدَائِمًا مِنْ غَيْرِ عَكْسٍ وَ مُبَايَنَةٌ لِلدَّائِمَتَيْنِ عَلَى مَا مَرَّ غَيْرُ مَرَّةٍ وَأَعْمُ مِنَ الْعَامَّتَيْنِ مِنْ وَجْهِ لِنَصَادِقِهَا فِي مَادَّةِ الْمَشْرُوطَةِ الْخَاصَّةِ وَ صِدْقِهِمَا بِلَوْنِهِمَا فِي مَادَّةِ الضَّرُورَةِ وَ بِالْعَكْسِ حَيْثُ لَدَوَامُ بِحَسَبِ الْوُصْفِ وَأَخْصُ مِنَ الْمُطْلَقَةِ وَ الْمُمَكِّنَةِ الْعَامَّتَيْنِ وَ ذَلِكَ ظَاهِرٌ.

تقریباً: ماتن نے کہا، چوتھا وجودیہ لادائمہ ہے، اور وہ مطلقہ عامہ ہے لادوام بحسب الذات کی قید کے ساتھ، اور یہ خواہ موجب ہو یا سالبہ اس کی ترکیب دو مطلقہ عامہ سے ہوگی، ان میں سے ایک موجب اور دوسرا سالبہ ہوگا، اور اس کی مثال ایجاباً و سلباً وہی ہے جو گزر چکی، میں کہتا ہوں کہ وجودیہ لادائمہ وہ مطلقہ عامہ ہی ہے لادوام بحسب الذات کی قید کے ساتھ اور وہ خواہ موجب ہو یا سالبہ اس کی ترکیب دو مطلقہ عامہ سے ہوگی، ان میں سے ایک موجب ہوگا اور دوسرا سالبہ اس لئے کہ پہلا جزء مطلقہ عامہ ہے اور دوسرا جزء لادوام ہے اور تحقیق کہ آپ یہ جان چکے ہیں کہ اس کا مفہوم مطلقہ عامہ ہے اور اس کی مثال ایجاباً و سلباً وہی ہے جو ہمارے قول ”کل انسان صاحب بالفعل لادائمًا، ولا شئی من الانسان بصاحب بالفعل لادائمًا“ میں سے گزر چکی، اور یہ وجودیہ لاضروریہ سے اخص ہے اس لئے کہ جب دونوں مطلقہ صادق ہوں گے تو مطلقہ اور ممکنہ بھی صادق ہوگا بخلاف عکس، اور یہ دونوں خاصہ (یعنی مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ) سے اعم ہے اس لئے کہ جب ضرورۃ یا دوام بحسب الوصف لادائمًا متحقق ہوں گے فعلیت النسبت لادائمًا بھی متحقق ہوگی عکس کے بغیر، اور دونوں دائمہ کے مابین ہے، اس بناء پر جو کوئی بارگزر چکا، اور دونوں عامہ سے اعم من وجہ ہے کیونکہ یہ تینوں مشروطہ خاصہ کے مادہ میں صادق ہوتے ہیں، اور یہ دونوں صادق ہوتے ہیں اس کے بغیر ضرورۃ کے مادہ میں اور اس کا برعکس جہاں لادوام بحسب الوصف ہو، اور یہ مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ سے اخص ہے اور یہ ظاہر ہے۔

تشریح: اس عبارت میں موجب و سالبہ کے چوتھا قضیہ وجودیہ لادائمہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

وجودیہ لادائمہ: یہ وہی مطلقہ عامہ ہے جس کو لادوام ذاتی کی قید کے ساتھ مقید کر دیا گیا ہو، پس وجودیہ لادائمہ دو مطلقہ عامہ سے مرکب ہوتا ہے، ایک تو وہ مطلقہ عامہ جس کو لادوام ذاتی کی قید کے ساتھ مقید کیا گیا ہو، اور چونکہ لادوام سے مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے، لہذا دوسرا قضیہ بھی مطلقہ عامہ ہوگا، لیکن اگر پہلا قضیہ مطلقہ عامہ موجبہ ہے تو لادوام سے مطلقہ عامہ سالبہ کی طرف اشارہ ہوگا، اور پورے قضیہ کا نام موجبہ ہوگا، اور پہلا جزء مطلقہ عامہ سالبہ ہے تو لادوام سے مطلقہ عامہ موجبہ کی طرف اشارہ ہوگا، اور پورے قضیہ کا نام سالبہ رکھا جائے گا۔ اب دونوں کی مثال دیکھئے، جیسے ”کل انسان صاحبک بالفعل لادائمہ“ دیکھئے یہاں پہلا جزء مطلقہ عامہ موجبہ ہے لہذا ”لادائمہ“ سے مطلقہ عامہ سالبہ نکالا جائے گا، یعنی ”لاشی من الانسان بضاحک بالفعل“ پس یہاں دو مطلقہ عامہ ہو گئے، مگر چونکہ پہلا مطلقہ عامہ موجبہ ہے اس لئے پورے قضیہ کا نام موجبہ رکھا گیا، اب سالبہ کی مثال ملاحظہ فرمائیے، جیسے ”لاشی من الانسان بضاحک بالفعل لادائمہ“ اس مثال میں چونکہ پہلا جزء مطلقہ عامہ سالبہ ہے لہذا ”لادائمہ“ سے مطلقہ عامہ موجبہ کی طرف اشارہ ہوگا، یعنی ”کل انسان صاحبک بالفعل“۔

وجہ تسمیہ: اس قضیہ کو وجودیہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ وجود یعنی فعلیت نسبت پر مشتمل ہوتا ہے، اور لادائمہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ لادوام ذاتی کے ساتھ مقید ہوتا ہے۔

نسبتیں

وجودیہ لادائمہ اور وجودیہ لازوریہ کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت ہوتی ہے، وجودیہ لادائمہ اخص ہے، اور وجودیہ لازوریہ اعم ہے، اس لئے کہ جہاں دو مطلقہ عامہ یعنی وجودیہ لادائمہ پائے جائیں گے تو وہاں ایک مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ یعنی وجودیہ لازوریہ بھی پایا جائے گا، لیکن اس کا عکس ضروری نہیں کہ جہاں وجودیہ لازوریہ بھی صادق ہو تو وہاں وجودیہ لادائمہ بھی صادق ہو۔ وجودیہ لادائمہ اور مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کے درمیان بھی عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، وجودیہ لادائمہ اعم ہے اور مشروطہ خاصہ عرفیہ اخص ہیں، اور دو کلیوں میں سے ایک جانب سے صدق کلی ہو اور دوسری جانب سے صدق کلی نہ ہو تو وہاں عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہوتی ہے، اور یہاں بھی چونکہ وجودیہ لادائمہ مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کے ہر فرد پر صادق آتا ہے، لیکن وہ دونوں اس کے ہر فرد پر صادق نہیں آتے بلکہ بعض پر صادق ہوتے ہیں اور بعض پر نہیں۔

آپ کو یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ مشروطہ خاصہ میں ضرورۃً وصفیہ لادائمہ ہوتی ہے اور عرفیہ خاصہ میں دوام وصفی لادائمہ ہوتا ہے، اور وجودیہ لادائمہ میں فعلیت النسبت لادائمہ ہوتی ہے، تو اب سنئے کہ جہاں ضرورۃً وصفیہ یا دوام وصفی لادائمہ کا صدق ہوگا، وہاں فعلیت النسبت لادائمہ کا بھی صدق ہوگا، لیکن جہاں فعلیت النسبت لادائمہ صادق ہو تو وہاں ضرورۃً وصفیہ لادائمہ یا دوام وصفی لادائمہ کا صادق ہونا ضروری نہیں۔

اور وجودیہ لادائمہ اور ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ کے درمیان بتائیں کی نسبت ہے، اس لئے کہ ضروریہ اور دائمہ میں دوام کی قید ہوتی ہے، اور وجودیہ لادائمہ میں لادوام کی قید ہوتی ہے، دوام اور لادوام میں بتائیں بالکل واضح اور ظاہر ہے، وجودیہ لادائمہ اور مشروطہ عامہ اور عرفیہ کے درمیان عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے، کیونکہ مشروطہ خاصہ کے مادہ میں تینوں صادق ہوتے ہیں اور ضروریہ مطلقہ کے مادہ میں صرف مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ صادق ہوتے ہیں، اور لادوام وصفی کے مادہ میں صرف وجودیہ لادائمہ صادق ہوتا ہے۔

وجودیہ لادائمہ اور مطلقہ عامہ و ممکنہ عامہ کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، یہ دونوں اعم ہیں اور وجودیہ لادائمہ اخص ہے، اس لئے کہ مطلقہ سے ممکنہ عامہ اعم ہے، اور مطلقہ عامہ وجودیہ لادائمہ سے اعم ہے اور قاعدہ ہے کہ اعم کا اعم، اعم ہوتا ہے، لہذا مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ دونوں وجودیہ اور لادائمہ سے اعم ہیں، اور وجودیہ لادائمہ ان دونوں سے اخص ہے، اور جن کلیوں میں سے ایک اعم اور دوسری اخص ہو ان کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہوتی ہے، لہذا ان کے درمیان بھی عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہوگی۔

فَقَالَ الْخَامِسَةُ الْوَقْتِيَّةُ وَهِيَ الَّتِي يُحْكَمُ فِيهَا بِضَرُورَةٍ ثُبُوتِ الْمُحْمُولِ لِلْمَوْضُوعِ وَسَلْبِهِ عِنْدَ فِي وَقْتٍ مُعَيَّنٍ مِنْ أَوْقَاتٍ وَجُودِ الْمَوْضُوعِ مَعَ قَيْدِ الْأَدْوَامِ بِحَسَبِ الذَّاتِ وَهِيَ إِنْ كَانَتْ مُوجِبَةً كَقَوْلِنَا بِالضَّرُورَةِ كُلِّ قَمَرٍ مُنْخَسِفٍ وَقَدْ حَيْلُولَةُ الْأَرْضِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الشَّمْسِ لَا دَائِمًا فَتَرَكِّيَّهَا مِنْ مُوجِبَةٍ وَقْتِيَّةٍ مُطْلَقَةٍ وَسَالِيَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَةٍ وَإِنْ كَانَتْ سَالِيَةٍ كَقَوْلِنَا بِالضَّرُورَةِ لَأَشْيَاءٍ مِنَ الْقَمَرِ بِمُنْخَسِفٍ وَقَدْ التَّرْبِيعِ لَا دَائِمًا فَتَرَكِّيَّهَا مِنْ سَالِيَةٍ وَقْتِيَّةٍ مُطْلَقَةٍ وَمُوجِبَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَةٍ أَقُولُ الْوَقْتِيَّةُ هِيَ الَّتِي يُحْكَمُ فِيهَا بِضَرُورَةٍ ثُبُوتِ الْمُحْمُولِ لِلْمَوْضُوعِ أَوْ بِضَرُورَةٍ سَلْبِهِ عَنْهُ فِي وَقْتٍ مُعَيَّنٍ مِنْ أَوْقَاتٍ وَجُودِ الْمَوْضُوعِ مُقَيَّدًا بِالْأَدْوَامِ بِحَسَبِ الذَّاتِ فَإِنْ كَانَتْ مُوجِبَةً كَقَوْلِنَا بِالضَّرُورَةِ كُلِّ قَمَرٍ مُنْخَسِفٍ وَقَدْ حَيْلُولَةُ الْأَرْضِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الشَّمْسِ لَا دَائِمًا فَتَرَكِّيَّهَا مِنْ مُوجِبَةٍ وَقْتِيَّةٍ مُطْلَقَةٍ وَهِيَ الْجُزْءُ الْأَوَّلُ أَيْ قَوْلُنَا كُلِّ قَمَرٍ مُنْخَسِفٍ وَقَدْ الْحَيْلُولَةُ وَسَالِيَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَةٍ وَهِيَ مَفْهُومُ الْأَدْوَامِ أَغْنَى قَوْلُنَا لَأَشْيَاءٍ مِنَ الْقَمَرِ بِمُنْخَسِفٍ بِالْإِطْلَاقِ الْعَامِ وَإِنْ كَانَتْ سَالِيَةٍ كَقَوْلِنَا بِالضَّرُورَةِ لَأَشْيَاءٍ مِنَ الْقَمَرِ بِمُنْخَسِفٍ وَالْإِطْلَاقِ الْعَامِ وَإِنْ كَانَتْ سَالِيَةٍ كَقَوْلِنَا بِالضَّرُورَةِ لَأَشْيَاءٍ مِنَ الْقَمَرِ بِمُنْخَسِفٍ وَقَدْ التَّرْبِيعِ لَا دَائِمًا فَتَرَكِّيَّهَا مِنْ سَالِيَةٍ وَقْتِيَّةٍ مُطْلَقَةٍ وَهِيَ الْجُزْءُ الْأَوَّلُ أَيْ قَوْلُنَا لَأَشْيَاءٍ مِنَ الْقَمَرِ بِمُنْخَسِفٍ وَقَدْ التَّرْبِيعِ وَمِنْ مُوجِبَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَةٍ وَهِيَ كُلُّ قَمَرٍ مُنْخَسِفٍ بِالْإِطْلَاقِ الْعَامِ.

ترجمہ - ماتن نے کہا، پانچواں وقتیہ ہے اور وہ وہ (قضیہ ہے) جس میں موضوع کے لئے محمول کے ثبوت کے ضروری ہونے کا یا موضوع سے محمول کے سلب کے ضروری ہونے کا حکم لگایا جائے وجود موضوع کے اوقات میں سے متعین وقت ہیں، لادوام ذاتی کی قید کے ساتھ، اور وہ اگر موجب ہو جیسے ہمارا قول "بالضرورة كل قمر منخسف وقت حيلولة الارض بينه وبين الشمس لا دائما" تو اس کی ترکیب موجب مطلقہ وقتیہ اور سالبہ مطلقہ عامہ سے ہوگی، اور اگر سالبہ ہو جیسے ہمارا قول "بالضرورة لاشي من القمر بمنخسف وقت التربيع لا دائما" تو اس کی ترکیب سالبہ وقتیہ مطلقہ اور موجب مطلقہ عامہ سے ہوگی۔ میں کہتا ہوں کہ وقتیہ وہ (قضیہ) ہے جس میں موضوع کے لئے محمول کے ثبوت کے ضروری ہونے کا یا موضوع سے محمول کے سلب کے ضروری ہونے کا حکم لگایا جائے وجود موضوع کے اوقات میں سے متعین وقت میں، دراصل ایک لادوام ذاتی کی قید کے ساتھ مقید ہو، پس اگر یہ موجب ہو جیسے ہمارا قول "بالضرورة كل قمر منخسف وقت حيلولة الارض بينه وبين الشمس لا دائما" تو اس کی ترکیب موجب وقتیہ مطلقہ سے ہوگی، اور یہ پہلا جزء ہے یعنی ہمارا قول "كل قمر منخسف وقت الحيلولة" اور سالبہ مطلقہ عامہ (سے ہوگی) اور یہ لادوام کا مفہوم ہے یعنی ہمارا قول "لا شئ من القمر بمنخسف بالاطلاق العام"، اور اگر سالبہ ہو جیسے ہمارا قول

”لاشی من القمر بمنخسف وقت التربع لادائماً“ تو اس کی ترکیب سالبہ وقتیہ مطلقہ سے ہوگی اور یہ پہلا جزء ہے یعنی ہمارا قول ”لاشی من القمر بمنخسف وقت التربع“ اور موجبہ مطلقہ عامہ سے ہوگی اور وہ ”کل قمر منخسف بالاطلاق العام“ ہے۔

تشریح: اس عبارت میں موجبہ مرکبہ میں سے پانچواں قضیہ وقتیہ کو ذکر کیا گیا ہے۔

وقتیہ: وہ قضیہ موجبہ مرکبہ ہے، جس میں موضوع کے لئے محمول کے ثبوت کے ضروری ہونے کا یا موضوع سے محمول کے سلب کے ضروری ہونے کا حکم لگایا گیا ہو، اور لا دوام ذاتی کی قید کے ساتھ مقید ہو، وقتیہ کی دو قسمیں ہیں: ۱- موجبہ ۲- سالبہ۔

اگر وقتیہ موجبہ ہو تو وہ وقتیہ مطلقہ موجبہ اور سالبہ مطلقہ عامہ سے مرکب ہوگا، اور اگر وقتیہ سالبہ ہو تو وہ وقتیہ مطلقہ سالبہ اور مطلقہ عامہ موجبہ سے مرکب ہوگا، جیسے ”کل قمر منخسف وقت حیلولة الارض بينه وبين الشمس لادائماً“ دیکھئے یہ قضیہ موجبہ ہے کیونکہ اس میں پہلا جزء موجبہ ہے اور وہ وقتیہ مطلقہ ہے لہذا لادائماً سے مطلقہ عامہ سالبہ کی طرف اشارہ ہوگا یعنی ”لاشی من القمر بمنخسف وقت التربع بالفعل“ پس وقتیہ موجبہ وہ قضیہ کہلائے گا، جو وقتیہ مطلقہ موجبہ اور سالبہ مطلقہ عامہ سے مرکب ہو، اب سالبہ کی مثال لیجئے، جیسے ”لاشی من القمر بمنخسف وقت التربع لادائماً“ دیکھئے یہ وقتیہ سالبہ ہے، کیونکہ اس میں پہلا جزء سالبہ ہے لہذا لادائماً سے مطلقہ عامہ موجبہ کی طرف اشارہ ہوگا، یعنی ”کل قمر منخسف بالاطلاق العام“ پس وقتیہ سالبہ وہ قضیہ کہلائے گا جو وقتیہ مطلقہ سالبہ اور مطلقہ عامہ موجبہ سے مرکب ہو۔

وجہ تسمیہ: اس قضیہ کو وقتیہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ وقتیہ مطلقہ پر مشتمل ہوتا ہے، مگر اس کو صرف وقتیہ کہا گیا مطلقہ نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقتیہ میں لا دوام ذاتی کی قید ہوتی ہے۔

وہی اخص من الوجو دیتین مطلقاً لانه اذا صدق الضرورة بحسب الوقت لادائماً صدق الإطلاق لادائماً ولا بالضرورة ولا تنعكس وأعم من الخاصتين من وجه لانه اذا صدق الضرورة بحسب الوصف فإن كان الوصف ضرورياً لذات الموضوع في شيء من الأوقات صدقت القضايا الثلاث كقولنا بالضرورة كل منخسف مطلق مادام منخسفاً لادائماً أو بالتوقيت لادائماً فإن الانحساف لما كان ضرورياً لذات الموضوع في بعض الأوقات والإطلاق ضرورياً للانحساف كان الإطلاق ضرورياً للذات في ذلك الوقت وإن لم يكن الوصف ضرورياً لذات الموضوع في وقت صدقت الخاصتان ولم تصدق الوقيية كقولنا بالضرورة كل كاتب متحرك الأصابع مادام كاتباً لادائماً فإن الكتابة لما لم تكن ضرورية للذات في شيء من الأوقات لم يكن تحرك الأصابع الضرورياً بحسبها ضرورياً للذات في وقت ما فلا تصدق الوقيية وإذا لم تصدق الضرورة بحسب الوصف ولا الدوام وصدق الوصف لم تصدق الخاصتان وصدق الوقيية كما في المثال المذكور هذا إذا فسرنا المشروطة بالضرورة بشرط الوصف وأما إذا فسرناها بالضرورة مادام الوصف يكون المشروطة الخاصة اخص من الوقيية مطلقاً لانه متى تحققت الضرورة في جميع أوقات الوصف وجميع أوقات الوصف بعض أوقات الذات تحقق الضرورة

فِي بَعْضِ أَوْقَاتِ الذَّاتِ مِنْ غَيْرِ عَكْسٍ وَالْوَقْتِيَّةُ مُبَايِنَةٌ لِلدَّائِمَتَيْنِ وَأَعَمُّ مِنَ الْعَامَّتَيْنِ مِنْ وَجْهِ
لِصِدْقِهَا فِي مَادَّةِ الْمَشْرُوطَةِ الْخَاصَّةِ وَصِدْقِهَا بِذَوْنِهَا فِي مَادَّةِ الضَّرُورَةِ وَبِالْعَكْسِ حَيْثُ لَا دَوَامَ
بِحَسَبِ الْوَصْفِ وَأَخْصُ مِنَ الْمُطْلَقَةِ الْعَامَّةِ وَالْمُمْكِنَةِ الْعَامَّةِ.

ترجمہ: اور یہ دونوں وجودیہ سے اخص مطلق ہے، اس لئے کہ جب ضرورت بحسب الوقت لا دائماً صادق ہوگی تو اطلاق
لا دائماً اور لا بالضرورة بھی صادق ہوگا، اور اس کا عکس نہ ہوگا، اور دونوں خاصہ سے اعم من وجہ ہے، اس لئے کہ جب ضرورت
بحسب الوصف صادق ہوگی، تو وصف اگر ذات موضوع کے لئے اوقات میں سے کسی وقت میں ضروری ہو، تو تینوں قضایا
صادق ہوں گے، جیسے ہمارا قول "بالضرورة" کل منخسف مظلم مادام منخسفاً لا دائماً یا بالترقیب
لا دائماً" کیونکہ انخساف جب ذات موضوع کے لئے بعض اوقات میں ضروری ہے اور تاریکی انخساف کی وجہ سے
ضروری ہے، تو تاریکی اس وقت میں ذات موضوع کے لئے ضروری ہوگی، اور اگر وصف ذات موضوع کے لئے کسی وقت
ضروری نہ ہو تو دونوں خاصہ صادق ہوں گے اور وقتیہ صادق نہ ہوگا، جیسے ہمارا قول "بالضرورة" کل کتاب متحرک
الاصابع مادام کتاباً لا دائماً" اس لئے کہ کتابت جب اوقات میں سے کسی وقت ذات موضوع کے لئے ضروری
نہیں ہے، تو ذات کے لئے متحرک اصابع بھی کسی وقت ضروری نہ ہوگا، پس وقتیہ صادق نہ ہوگا، اور جب ضرورت نہ بحسب
الوصف صادق ہو اور نہ دوام بحسب الوصف صادق ہو اور وقتیہ بحسب الوصف صادق ہو تو خاصیتین صادق نہ ہوں گے اور
وقتیہ صادق ہوگا، جیسے مثال مذکور میں ہے۔ یہ اس وقت ہے جب ہم مشروطہ کی تفسیر ضرورت بشرط الوصف سے کریں، اور
بہر حال جب ہم اس کی تفسیر ضرورت مادام الوصف سے کریں تو مشروطہ خاصہ وقتیہ سے اخص مطلق ہوگا، اس لئے کہ جب
ضرورت وصف کے تمام اوقات میں متحقق ہوگی، اور حال یہ ہے کہ وصف کے تمام اوقات ذات کے بعض اوقات ہیں، تو
ضرورت ذات کے بعض اوقات میں متحقق ہوگی، اس کے عکس کے بغیر۔ اور وقتیہ دونوں دائمہ کے مابین ہے، اور دونوں عامہ
سے اعم من وجہ ہے کیونکہ یہ مشروطہ خاصہ کے مادہ میں صادق ہوتا ہے، اور وہ دونوں اس کے بغیر ضرورت کے مادہ میں
صادق ہوتے ہیں، اور اس کے برعکس ہے جہاں لا دوام بحسب الوصف ہو، اور مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ سے اخص ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے وقتیہ اور سابقہ موجدہ مرکبہ اور بسائط کے درمیان نسبت بیان کی ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ وقتیہ
وقتیہ اور وجودیہ لا ضروریہ اور وجودیہ لا دائمہ کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، وقتیہ ان دونوں سے اخص مطلق ہے، اور یہ
دونوں وقتیہ سے اعم مطلقہ ہیں، کیونکہ جب کوئی حکم ضرورت بحسب الوقت لا دائماً کی صورت میں صادق ہوگا (جو کہ وقتیہ کا
مفہوم ہے) تو حکم بالاطلاق العام لا دائماً (جو وجودیہ لا دائمہ کا مفہوم ہے) اور حکم بالاطلاق لا بالضرورة (جو
وجودیہ لا ضروریہ کا مفہوم ہے) بھی صادق ہوگا۔ لیکن اس کا عکس ضروری نہیں کہ جہاں حکم بالاطلاق العام لا دائماً اور حکم
بالاطلاق العام لا بالضرورة صادق ہو تو وہاں وقتیہ بھی صادق ہو۔

اور وقتیہ اور مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کے درمیان عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے، وقتیہ اخص من وجہ ہے اور یہ
دونوں اعم من وجہ ہیں۔ چنانچہ جس مادہ میں حکم بحسب الوصف ضروری ہو، اور وصف موضوع بھی ذات موضوع کے لئے کسی وقت میں

ضروری ہو تو وہاں تینوں قضیے صادق ہوں گے۔ چنانچہ اس کو مثال سے سمجھئے جیسے بالضرورۃ کحل منخسف مظلم مادام منخسفاً“ دیکھئے یہ وہ مادہ ہے جس میں حکم بحسب الوصف ضروری ہے، اور ذات موضوع کے لئے وصف موضوع بھی کسی نہ کسی وقت ضروری ہے لہذا یہاں تینوں قضیے صادق ہوں گے، چنانچہ جب آپ اس میں لا دائماً لگا کر اس طرح کہو گے ”بالضرورۃ کحل قمر منخسف مادام منخسفاً لا دائماً“ تو مشروط خاصہ ہو جائے گا، اور جب اسی طرح عرفیہ خاصہ بھی صادق ہوگا، یعنی ”بالدوام کحل قمر منخسف مادام منخسفاً لا دائماً“ اور جب اس مادہ میں وقت کا لفظ بڑھا کر اس طرح کہو گے ”کحل منخسف مظلم بالضرورۃ وقت الانخساف“ تو یہ وقتیہ بن جائے گا، شارح کہتے ہیں کہ اس مادہ میں وقتیہ تو اس لئے صادق ہے کہ ذات موضوع یعنی چاند کے لئے وصف موضوع یعنی گہن، زمین کے حائل ہونے کے وقت ضروری ہے، اور گہن کی وجہ سے تاریکی ضروری ہے، لہذا ذات مخفف یعنی چاند کے لئے گہن کے وقت تاریکی ضرور ہوگی، اور جب وقتیہ صادق ہو تو خاصیتیں بھی صادق ہو گئے، یا مادہ اجتماعیہ ہے جس میں تینوں قضیے صادق ہیں، اور اگر ایسا مادہ ہو کہ جس میں حکم مادام الوصف ہو، لیکن وصف موضوع ذات موضوع کے لئے کسی وقت ضروری نہ ہو تو وہاں دونوں خاصہ تو صادق ہوں گے لیکن وقتیہ صادق نہ ہوگا، جیسے ”کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتباً لا دائماً“ اس میں کتابت چونکہ ذات کاتب کے لئے کسی دقت بھی ضروری نہیں اس لئے انگلیوں کا ہلنا بھی کسی وقت ضروری نہ ہوگا، تو یہاں مشروط خاصہ اور عرفیہ خاصہ تو صادق ہیں، لیکن وقتیہ صادق نہیں، یہ ایک مادہ افتراقیہ ہوا، اور اگر ایسا مادہ ہو جس میں حکم نہ تو بحسب الوصف ضروری ہو اور نہ دائمی ہو، بلکہ وہ کسی خاص وقت میں ضروری ہو تو وہاں وقتیہ تو صادق ہوگا، لیکن مشروط خاصہ اور عرفیہ خاصہ صادق نہ ہوں گے، جیسے ”کل قمر منخسف بالضرورۃ وقت حیلولة الارض بینہ وبين الشمس لا دائماً“ دیکھئے یہ ایسا مادہ ہے کہ نہ تو حکم بحسب الوصف ضروری ہے اور نہ دائمی ہے بلکہ ایک خاص وقت یعنی چاند اور سورج کے درمیان زمین حائل ہو جانے کے وقت چاند پر گہن لگنے کا حکم ضروری ہے۔

هذا اذا فسرنا الخ اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ وقتیہ اور خاصیتیں کے درمیان جو عموم و خصوص من وجہ کی نسبت مذکور ہوئی یہ اس وقت ہے جب مشروط خاصہ کی تفسیریوں کی جائے کہ مشروط خاصہ وہ قضیہ ہے جس میں حکم بحسب الوصف ضروری ہو، لیکن اگر اس کی تفسیریوں کی جائے کہ مشروط خاصہ وہ قضیہ ہے جس میں حکم ضروری مادام الوصف ہو، تو اس تفسیر کے مطابق مشروط خاصہ اور وقتیہ میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہوگی، دلیل یہ ہے کہ جب ضرورۃ وصف کے تمام اوقات میں پائی جائے گی، اس حال میں کہ وصف کے تمام اوقات ذات کے بعض اوقات ہوتے ہیں تو جہاں مشروط خاصہ صادق ہوگا، وہاں وقتیہ بھی صادق ہوگا لیکن اس کا عکس نہیں، یعنی ضروری نہیں کہ جب ضرورت وجود ذات کے اوقات میں سے ایک وقت معین میں پائی جائے تو وصف کے تمام اوقات میں بھی پائی جائے، لہذا جہاں وقتیہ صادق ہوگا وہاں مشروط خاصہ کا صادق ہونا ضروری نہیں، پس وقتیہ عام ہوگا اور مشروط خاصہ خاص ہوگا، اور جن دو کلیوں میں سے ایک اعم اور دوسری عام ہو، تو ان کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہوتی ہے، لہذا وقتیہ اور مشروط خاصہ کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہوگی۔

وقتیہ اور دائمین یعنی ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ کے درمیان بتائیں کی نسبت ہے، دلیل یہ ہے کہ دائمین میں ذات موضوع کے تمام اوقات میں حکم ضروری یا دائمی ہوتا ہے، اور وقتیہ میں موضوع کے بعض معین وقت میں حکم ضروری ہوتا ہے، لہذا ایک مادہ میں دونوں جمع

نہیں ہوں گے، اور ایک مادہ میں دونوں کا جمع ہونا ہی بتا رہا ہے لہذا ان دونوں کے درمیان بتا رہا ہے، وقتیہ اور عامتین یعنی مشروط عامہ اور عرفیہ عامہ کے درمیان عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے، وقتیہ ان دونوں سے اخص من وجہ ہے اور وہ دونوں سے اعم من وجہ ہے۔ میں بار بار یہ بیان کر چکا ہوں کہ عموم و خصوص من وجہ میں تین مادے ہوتے ہیں، ایک اجتماع کا دو افتراق کے، چنانچہ مشروط خاصہ کے مادہ میں تینوں صادق ہوتے ہیں، اور ضرورۃ ذاتیہ کے مادہ میں مشروط عامہ اور عرفیہ عامہ صادق ہوتے ہیں نہ کہ وقتیہ، اور لا دوام بحسب الوصف کے مادہ میں صرف وقتیہ صادق ہوتا ہے، عامتین صادق نہیں ہوتے۔

وقتیہ اور مطلقہ عامہ میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، کیونکہ مطلقہ عامہ ممکنہ عامہ کے علاوہ باقی تمام قضایا سے اعم ہے، اسی طرح وقتیہ اور ممکنہ عامہ کے درمیان بھی عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، کیونکہ ممکنہ عامہ تمام قضایا سے اعم ہے تو وقتیہ سے بھی اعم ہوگا۔

فَقَالَ السَّادِسَةُ الْمُنتَشِرَةُ وَهِيَ الَّتِي حُكِمَ فِيهَا بِضَرُورَةِ ثُبُوتِ الْمَحْمُولِ لِلْمَوْضُوعِ أَوْ لِسَلْبِهِ عَنْهُ فِي وَقْتٍ غَيْرِ مُعَيَّنٍ مِنْ أَوْقَاتٍ وَجُودِ الْمَوْضُوعِ مُقَيَّدًا بِاللَّادَوَامِ بِحَسَبِ الذَّاتِ وَهِيَ إِنْ كَانَتْ مُوجِبَةً كَقَوْلِنَا بِالضَّرُورَةِ كُلُّ إِنْسَانٍ مُتَنَفِّسٌ فِي وَقْتٍ مَا لَا دَائِمًا فَتَرَكِيْبُهَا مِنْ مُوجِبَةٍ مُنتَشِرَةٍ مُطْلَقَةٍ وَ سَالِبَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ وَإِنْ كَانَتْ سَالِبَةً كَقَوْلِنَا بِالضَّرُورَةِ لَأَشْيَاءٍ مِنَ الْإِنْسَانِ بِمُتَنَفِّسٍ فِي وَقْتٍ مَا لَا دَائِمًا فَتَرَكِيْبُهَا مِنْ سَالِبَةٍ مُنتَشِرَةٍ مُطْلَقَةٍ وَمُوجِبَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ أَفَقُولُ الْمُنتَشِرَةُ هِيَ الَّتِي حُكِمَ فِيهَا بِضَرُورَةِ ثُبُوتِ الْمَحْمُولِ لِلْمَوْضُوعِ أَوْ سَلْبِهِ عَنْهُ فِي وَقْتٍ غَيْرِ مُعَيَّنٍ مِنْ أَوْقَاتٍ وَجُودِ الْمَوْضُوعِ لَا دَائِمًا بِحَسَبِ الذَّاتِ وَلَيْسَ الْمُرَادُ بِعَدَمِ التَّعْيِينِ أَنْ يُؤْخَذَ عَدَمُ التَّعْيِينِ قِيْدًا فِيْهَا بَلْ أَنْ لَا تُقَيَّدَ بِالتَّعْيِينِ وَتُرْسَلُ مُطْلَقًا فَإِنْ كَانَتْ مُوجِبَةً كَقَوْلِنَا بِالضَّرُورَةِ كُلُّ إِنْسَانٍ مُتَنَفِّسٌ فِي وَقْتٍ مَا لَا دَائِمًا كَانَ تَرَكِيْبُهَا مِنْ مُوجِبَةٍ مُنتَشِرَةٍ مُطْلَقَةٍ وَهِيَ قَوْلُنَا بِالضَّرُورَةِ كُلُّ إِنْسَانٍ مُتَنَفِّسٌ فِي وَقْتٍ مَا أَوْ سَالِبَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ أَيْ قَوْلُنَا لَأَشْيَاءٍ مِنَ الْإِنْسَانِ بِمُتَنَفِّسٍ بِالْفِعْلِ الدَّيُّ هُوَ مَفْهُومُ اللَّادَوَامِ وَإِنْ كَانَتْ سَالِبَةً كَقَوْلِنَا بِالضَّرُورَةِ لَأَشْيَاءٍ مِنَ الْإِنْسَانِ بِمُتَنَفِّسٍ فِي وَقْتٍ مَا لَا دَائِمًا فَتَرَكِيْبُهَا مِنْ سَالِبَةٍ مُنتَشِرَةٍ مُطْلَقَةٍ وَهِيَ الْجُزْءُ الْأَوَّلُ وَمُوجِبَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ وَهِيَ مَفْهُومُ اللَّادَوَامِ وَهِيَ أَعْمُ مِنَ الْوَقْتِيَّةِ لِأَنَّهُ إِذَا صَدَقَ الضَّرُورَةُ فِي وَقْتٍ مُعَيَّنٍ لَا دَائِمًا صَدَقَ الضَّرُورَةُ فِي وَقْتٍ مَا لَا دَائِمًا بِدُونِ الْعَكْسِ وَنَسْبَتُهَا مَعَ الْقَضَايَا الْبَاقِيَّةِ عَلَى قِيَاسِ نِسْبَةِ الْوَقْتِيَّةِ مِنْ غَيْرِ فَرْقٍ .

ترجمہ: باتن نے کہا! چھٹا قضیہ منتشرہ ہے، اور یہ وہ (قضیہ) ہے جس میں موضوع کے لئے محمول کے ثبوت کے ضروری ہونے کا یا موضوع سے محمول کے سلب کے ضروری ہونے کا حکم لگایا گیا ہو، وجود موضوع کے اوقات میں سے غیر معین وقت میں اس حال میں کہ وہ لا دوام ذاتی کے ساتھ مقید ہو، اور وہ اگر موجب ہو جیسے ہمارا قول "بالضرورۃ کل انسان متنفس فی وقت ما لا دائما" تو اس کی ترکیب موجب منتشرہ مطلقہ اور سالبہ مطلقہ عامہ سے ہوگی، اور اگر سالبہ ہو جیسے ہمارا قول "بالضرورۃ لاشی من الانسان بمتنفس فی وقت ما لا دائما" تو اس کی ترکیب سالبہ منتشرہ مطلقہ اور موجب مطلقہ عامہ سے ہوگی۔ میں کہتا ہوں کہ منتشرہ وہ (قضیہ) ہے جس میں موضوع کے لئے محمول کے ثبوت کے ضروری ہونے کا یا موضوع سے محمول کے سلب کے ضروری ہونے کا حکم لگایا گیا ہو، وجود موضوع کے اوقات میں سے غیر معین وقت میں لا دائما بحسب الذات (کی قید

کے ساتھ) اور عدم تعین سے یہ مراد نہیں ہے کہ اس میں عدم تعین کو قید کے طور پر لیا جائے، بلکہ (مراد) یہ ہے کہ تعین کے ساتھ مقید نہ کیا جائے اور مطلق چھوڑ دیا جائے، پس اگر وہ موجب ہو جیسے ہمارا قول ”بالضرورة کل انسان متنفس فی وقت ما لادائما“ تو اس کی ترکیب موجب منتشرہ مطلقہ سے ہوگی اور وہ ہمارا قول ”بالضرورة کل انسان متنفس فی وقت ما“ ہے اور سالبہ مطلقہ عامہ سے ہوگی اور وہ ہمارا قول ”لاشی من الانسان بمتنفس بالفعل“ ہے جو لا دوام کا مفہوم ہے، اور اگر سالبہ ہو جیسے ہمارا قول ”بالضرورة لا شی من الانسان بمتنفس فی وقت ما لادائما“ ہے تو اس کی ترکیب سالبہ منتشرہ مطلقہ سے ہوگی، اور وہ (قضیہ کا) پہلا جزء ہے، اور موجب مطلقہ عامہ سے ہوگی اور یہ لا دوام کا مفہوم ہے، اور وہ وقتیہ سے اعم ہے اس لئے کہ جب ضرورت وقت تعین میں لادائما صادق ہوگی تو ضرورت فی وقت ما لادائما بھی صادق ہوگی، اس کے عکس کے بغیر، اور باقی قضایا کے ساتھ اس کی نسبت بغیر کسی فرق کے وقتیہ کی نسبت کے قیاس پر ہے۔

تفسیر: اس عبارت میں قضیہ موجبہ مرکبہ میں سے چھٹے قضیہ یعنی منتشرہ کو بیان کیا گیا ہے۔

منتشرہ: وہ قضیہ موجبہ مرکبہ ہے، جس میں اس بات کا حکم ہو کہ محمول کا ثبوت موضوع کے لئے ضروری ہے، موجبہ میں، یا سلب ضروری ہے سالبہ میں وجود موضوع کے اوقات میں سے ”غیر معین وقت میں“ اور لا دوام ذاتی کی قید کے ساتھ ہو۔

ولیس المراد الخ اس عبارت میں شارح نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے، سوال یہ ہے کہ منتشرہ کی تعریف میں وقت غیر معین کی قید ہے حالانکہ زمانہ کا عدم تعین کے ساتھ مقید ہو کر پایا جانا محال ہے، دلیل یہ ہے کہ جو زمانہ متحقق ہوگا وہ متعین ضرور ہوگا، نیز اگر منتشرہ میں عدم تعین کی قید ملحوظ ہو، تو اس میں اور وقتیہ میں بتابین کی نسبت ہوگی، کیونکہ وقتیہ میں زمانہ معین ہوتا ہے، حالانکہ ان دونوں میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، تو شارح نے اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ یہاں ”عدم تعین“ سے یہ مراد نہیں ہے کہ منتشرہ میں عدم تعین کی قید ملحوظ ہوتی ہے، بلکہ مراد یہ ہے کہ زمانہ تعین کے ساتھ مقید نہیں ہوتا بلکہ مطلق چھوڑ دیا جاتا ہے۔

شارح کہتے ہیں کہ اگر منتشرہ موجبہ ہو جیسے ہمارا قول ”بالضرورة کل انسان متنفس فی وقت ما لادائما“ تو یہ قضیہ ایک موجبہ منتشرہ مطلقہ سے اور وہ ہمارا قول ”بالضرورة کل انسان متنفس فی وقت ما“ ہے اور سالبہ مطلقہ عامہ سے مرکب ہوگی، اور وہ ہمارا قول ”لاشی من الانسان بمتنفس بالفعل“ ہے شارح کہتے ہیں کہ اور یہ یعنی بالفعل لا دوام کا مفہوم ہے، اس سے قبل آپ کو یہ بتایا جا چکا ہے کہ لا دوام کا مفہوم مطلقہ عامہ اس وجہ سے ہے کہ جب قضیہ میں لا دوام کی قید لگادی جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو نسبت قضیہ میں ذکر کی گئی ہے، وہ دائمی نہیں ہے، اور جب نسبت مذکورہ دائمی نہیں ہے تو اس نسبت کی نفی کسی نہ کسی وقت میں واقع ہوگی، اور نفی کا کسی نہ کسی وقت میں واقع ہونا ہی مطلقہ عامہ ہے لہذا معلوم ہوا کہ لا دوام ذاتی کا مفہوم مطلقہ عامہ ہے، اور اگر منتشرہ سالبہ ہو تو وہ سالبہ منتشرہ مطلقہ اور موجبہ مطلقہ عامہ سے مرکب ہوگا، جس کی طرف لا دوام سے اشارہ ہوتا ہے جیسے ”بالضرورة لا شی من الانسان بمتنفس فی وقت ما لادائما“ دیکھئے یہ منتشرہ ہے اس میں لا دوام کی قید ہے، اور پہلا جزء سالبہ ہے لہذا لا دوام سے مطلقہ عامہ موجبہ نکالا جائے گا، یعنی ”کل انسان متنفس بالاطلاق العام“ (ہر انسان سانس لینے والا ہے بالاطلاق العام)۔

وجہ تسمیہ: اس قضیہ کا نام منتشرہ اس وجہ سے رکھا گیا ہے، کہ یہ منتشرہ مطلقہ پر مشتمل ہوتا ہے، اور چونکہ یہ لا دوام ذاتی کے ساتھ مقید ہوتا ہے، اس لئے اس کو مطلقہ نہیں کہا جاتا۔

نسبتیں

منتشرہ اور وقتیہ میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، منتشرہ اعم ہے، اور وقتیہ اخص ہے، اس لئے کہ وقتیہ میں وقت معین میں ثبوت یا سلب کا حکم ضروری لا دینا ہوتا ہے اور منتشرہ میں ثبوت یا سلب کا حکم کسی بھی وقت میں لا دینا ضروری ہوتا ہے، تو جہاں وقت معین میں حکم ضروری ہوگا وہاں کسی بھی وقت میں بھی حکم ضروری ہوگا، لہذا جب وقتیہ صادق ہوگا تو منتشرہ بھی صادق ہوگا، لیکن اس کا عکس ضروری نہیں کہ جہاں حکم کسی بھی وقت میں ضروری ہو تو وہاں معین وقت میں بھی ضروری ہو، یعنی جہاں منتشرہ صادق ہو وہاں وقتیہ کا صادق ہونا ضروری نہیں، اور منتشرہ کو باقی قضایا کے ساتھ وہی نسبت ہے جو وقتیہ کو ہے، ان میں کوئی فرق نہیں، چنانچہ منتشرہ اور وجودیہ لا دائمہ اور وجودیہ لا ضروریہ کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ اور منتشرہ کے درمیان عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے، اسی طرح منتشرہ اور عامتین یعنی مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ کے درمیان عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے، اور منتشرہ اور دائمتین یعنی ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ کے درمیان بتاین کی نسبت ہے، منتشرہ اور مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، منتشرہ خاص ہے اور مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ اعم ہیں۔

وَأَعْلَمُ أَنَّ الْوَقْتِيَّةَ الْمُطْلَقَةَ وَالْمُنْتَشِرَةَ اللَّتَيْنِ هُمَا جُزْءُ الْوَقْتِيَّةِ وَالْمُنْتَشِرَةِ قَضِيَّتَانِ بَسِيطَتَانِ غَيْرُ مَعْدُودَتَيْنِ فِي الْبَسَائِطِ حُكْمٌ فِي أَحَدِهِمَا بِالضَّرُورَةِ فِي وَقْتٍ مُعَيَّنٍ وَفِي الْأُخْرَى بِالضَّرُورَةِ فِي وَقْتٍ مَا فَالْأُولَى سَمِيَتْ وَقْتِيَّةً لِإِعْتِبَارِ تَعَيُّنِ الْوَقْتِ فِيهَا وَمُطْلَقَةً بِعَدَمِ تَقْيِيدِهَا بِالْأَدْوَامِ وَالْأُخْرَى مُنْتَشِرَةٌ لِأَنَّهُ لَمَّا يَتَعَيَّنْ وَقْتُ الْحُكْمِ فِيهَا اخْتَمَلَ الْحُكْمُ فِيهَا لِكُلِّ وَقْتٍ فَيَكُونُ مُنْتَشِرَةً فِي الْأَوْقَاتِ وَمُطْلَقَةً لِأَنَّهَا غَيْرُ مُقَيَّدَةٍ بِالْأَدْوَامِ وَالْأَضْرُورَةِ وَلِهَذَا إِذَا قَيَّدْنَا بِأَحَدِهِمَا حَذَفَ الْإِطْلَاقُ مِنْ إِسْمَيْهِمَا فَكَانَتَا وَقْتِيَّةً وَمُنْتَشِرَةً لَامُطْلَقَتَيْنِ وَرُبَّمَا تَسْمَعُ فِيمَا بَعْدَ مُطْلَقَةٍ وَقْتِيَّةٍ وَمُطْلَقَةٍ مُنْتَشِرَةٍ وَهُمَا غَيْرُ الْوَقْتِيَّةِ الْمُطْلَقَةِ وَالْمُنْتَشِرَةِ الْمُطْلَقَةِ فَإِنَّ الْمُطْلَقَةَ الْوَقْتِيَّةَ هِيَ الَّتِي حُكْمُهَا بِالنِّسْبَةِ بِالْفِعْلِ فِي وَقْتٍ مُعَيَّنٍ وَالْمُنْتَشِرَةُ الْمُطْلَقَةُ هِيَ الَّتِي حُكْمُهَا بِالنِّسْبَةِ بِالْفِعْلِ فِي وَقْتٍ غَيْرِ مُعَيَّنٍ فَيُفَرِّقُ بَيْنَهُمَا بِالْعُمُومِ وَالْخُصُوصِ وَهُوَ وَاضِحٌ لِاسْتِثْنَاءِ فِيهِ.

ترجمہ: اور آپ جان لیجئے کہ وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ، جو وقتیہ اور منتشرہ کے جزء ہیں، یہ دونوں قضیے بسیطہ ہیں، ان کو بسائط میں شمار نہیں کیا گیا، ان میں سے ایک میں ضرورت کا حکم وقت معین میں ہوتا ہے، اور دوسرے میں ضرورت کا حکم کسی بھی وقت میں ہوتا ہے، پہلے کا نام وقتیہ رکھا گیا، کیونکہ اس میں وقت کی تعیین کا اعتبار ہے اور مطلقہ اس لئے کہ یہ لا دوام اور لا ضرورۃ کے ساتھ مقید نہیں ہوتا، اور دوسرے کا نام منتشرہ رکھا گیا، اس لئے کہ جب اس میں حکم کا وقت متعین نہ ہو تو اس میں حکم کا احتمال ہر وقت میں ہوگا، پس حکم اوقات میں منتشر ہوگا، اور مطلقہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ لا دوام اور لا ضرورۃ کے ساتھ مقید نہیں ہوتا، اور اسی وجہ سے جب ہم (قضیہ کو) ان میں سے کسی ایک کے ساتھ مقید کریں تو ان کے ناموں سے اطلاق کو حذف کر دیا جاتا ہے، تو یہ وقتیہ اور منتشرہ رہ جاتے ہیں نہ کہ مطلقتین، اور بسا اوقات آپ آئندہ مطلقہ وقتیہ اور منتشرہ مطلقہ سنیں گے، اور یہ دونوں وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ کے علاوہ ہیں کیونکہ

مطلقہ وقتیہ وہ (قضیہ) ہے جس میں نسبت بالفعل کا حکم غیر معین وقت میں ہو، پس ان دونوں کے درمیان عموم و خصوص سے فرق کیا جاتا ہے، اور یہ واضح ہے اس میں کوئی خفا نہیں ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے وقتیہ مطلقہ، منتشرہ مطلقہ، مطلقہ وقتیہ اور مطلقہ منتشرہ کی تعریفات بیان کی ہیں، چنانچہ شارح نے فرمایا ہے کہ وقتیہ مطلقہ جو وقتیہ مرکبہ کا جزء ہوتا ہے، اور منتشرہ مطلقہ جو منتشرہ مرکبہ کا جزء ہوتا ہے، یہ دونوں اصل میں بساط ہیں، لیکن چونکہ ان کا استعمال دیگر بساط کی طرح نہیں ہوتا ہے اس لئے بساط کی بحث میں ماتن نے ان کو بیان نہیں کیا۔ ان کی تعریفات ذکر کی جارہی ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

وقتہ مطلقہ: وہ قضیہ موجدہ بیضہ ہے جس میں یہ حکم لگایا گیا ہو کہ محمول کا ثبوت موضوع کے لئے یا محمول کی نفی موضوع سے کس معین وقت ضروری ہے، وقتیہ مطلقہ موجبہ کی مثال، ”کل قمر منخسف بالضرورة وقت حیلولة الارض بینہ و بین الشمس“ ہے دیکھئے اس قضیہ میں یہ حکم لگایا گیا ہے کہ گہن کا ثبوت چاند کے لئے ایک خاص اور معین وقت میں ضروری ہے، یعنی اس وقت جبکہ سورج اور چاند کے درمیان زمین حائل ہو جائے، اس لئے کہ سورج کی روشنی سے چاند کی روشنی مستفاد ہوتی ہے، تو جس وقت چاند اور سورج کے درمیان زمین حائل ہو جائے گی، تو یقیناً سورج کی روشنی سے چاند کو روشنی نہیں مل سکتی، لہذا تاریکی چھا جائے گی، اس کا نام انخساف اور گہن لگنا ہے، یہ تو موجبہ کی مثال تھی، سالبہ کی مثال یہ ہے ”لا شئ من القمر بمنخسف بالضرورة وقت التربع“ ہے دیکھئے اس مثال میں یہ حکم لگایا گیا ہے کہ گہن کی نفی چاند سے ضروری ہے، لیکن ایک خاص اور معین وقت میں اور وہ تربیع کا وقت ہے، تربیع کے معنی ہیں سورج کا چوتھے برج پر ہونا، تو اب قضیہ کا مفہوم یہ ہوگا کہ چاند جب چوتھے برج میں ہوتا ہے تو اس وقت اس کو گہن نہیں لگتا، اس لئے کہ جب چاند چوتھے برج میں چلا جاتا ہے تو سورج کے مقابل میں رہتا ہے، اور اس سے روشنی حاصل کرتا ہے، لہذا اس وقت گہن کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا، لیکن جب دونوں کے درمیان زمین حائل ہو جاتی ہے تو زمین کا سایہ چاند پر پڑتا ہے اور سورج کی روشنی سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا، اس لئے اس وقت چاند کا تاریک ہونا یقینی ہے۔

وجہ تسمیہ: اس قضیہ کو وقتیہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں ضروری ہونے کا حکم تعین وقت کی قید کے ساتھ مقید ہوتا ہے، اور مطلقہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس میں لا دوام کی قید نہیں ہوتی۔

نسبتیں: وقتیہ مطلقہ اور ضروریہ مطلقہ اور عرفیہ عامہ کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، کیونکہ وقتیہ مطلقہ ان دونوں سے اعم ہے، اور وہ دونوں اخص ہیں، لہذا ان تینوں کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، وقتیہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ اور شرطہ عامہ کے درمیان عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے، کیونکہ وقتیہ مطلقہ ان دونوں سے من وجہ اخص ہے اور من وجہ اعم ہے۔

منتشرہ مطلقہ: وہ قضیہ موجدہ مرکبہ ہے جس میں موضوع کے لئے محمول کے ثبوت کے ضروری ہونے یا موضوع سے محمول کی نفی کے ضروری ہونے کا حکم غیر معین وقت میں لگایا گیا ہو، جیسے ”کل حیوان متنفس بالضرورة فی وقت ما“ دیکھئے اس قضیہ میں سانس لینے کا حکم حیوان پر لگایا گیا ہے، اور سانس لینا ضرور بھی ہے، لیکن حیوان کا سانس لینا کسی معین وقت کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ بلا تعین ہر وقت سانس لیتا ہے اور کبھی نہیں لیتا، یہ مثال تو موجبہ کی تھی، اب سالبہ کی مثال ملاحظہ ہو، جیسے ”لا شئ من الحجر بمنفس بالضرورة فی وقت ما“ دیکھئے اس قضیہ میں پتھر سے سانس لینے کی نفی کی گئی ہے، اور نفی ضروری بھی ہے، لیکن یہ نفی کسی تعین وقت کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ غیر معین وقت کے لئے ہے، یعنی کسی بھی وقت پتھر سانس نہیں لیتا۔

وجہ تسمیہ: اس قضیہ کو منتشرہ اس لئے کہتے ہیں کہ انتشار کے معنی ہیں ”پھیلنا“ اور یہاں اس قضیہ میں چونکہ حکم کا کوئی وقت معین نہیں ہوتا، بلکہ ہر وقت حکم کا احتمال رہتا ہے، تو گویا یہ حکم تمام اوقات میں منتشر اور پھیلا ہوا ہوتا ہے، اس لئے اس قضیہ کو منتشرہ کہتے ہیں، اور دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس قضیہ کے سامع کا فہم وقت کا اعتبار کرنے میں منتشر ہو جاتا ہے، اس لئے اس کو منتشرہ کہتے ہیں، اور مطلقہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں لا ضرورۃ یا لا دوام کی قید نہیں ہوتی، شارح فرماتے ہیں کہ وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ میں سے جس کو ”لا دائما“ کی قید کے ساتھ مقید کر دیا جاتا ہے، تو وہ مرکبہ ہو جاتا ہے، اور ”اطلاق“ کی قید پھر اس سے ختم ہو جاتی ہے۔

تنبیہ: ص ۱۰۵ اسطر ۱۹ میں ایک لفظ مطلقین ہے یہ صحیح نہیں ہے، اصل عبارت اس طرح ہے، ”لا بالمطلقین“
نسبتیں: منتشرہ مطلقہ، وقتیہ مطلقہ سے اعم مطلق ہے اور وقتیہ مطلقہ اس سے اخص مطلق ہے، لہذا ان دونوں کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، اسی طرح ضروریہ مطلقہ اور عرفیہ عامہ سے بھی اعم مطلق ہے، لہذا منتشرہ مطلقہ اور ضروریہ مطلقہ اور عرفیہ عامہ کے درمیان بھی عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، اور دائمہ مطلقہ اور مشروطہ عامہ سے من وجہ اعم اور من وجہ اخص ہے، لہذا منتشرہ مطلقہ اور ان دونوں کے درمیان عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔

شارح فرماتے ہیں کہ دو قضیے آپ اور بھی سنیں گے: ۱- مطلقہ وقتیہ ۲- مطلقہ منتشرہ، جن کا ذکر بعد میں آئے گا، اور یہ دونوں وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ کے مرادف نہیں ہیں، بلکہ ان کے درمیان فرق ہے جیسا کہ ان کی تعریفات سے پتہ چل جائے گا۔
مطلقہ وقتیہ: وہ قضیہ ہے موجدہ بسطہ ہے جس میں موضوع کے لئے محمول کے ثبوت کا یا موضوع ہے محمول کی نفی کا بالفعل وقت معین میں حکم لگایا جائے جیسے ”کل قمر منخسف وقت الحیلولة بالفعل“۔

مطلقہ منتشرہ: وہ قضیہ موجدہ بسطہ ہے جس میں موضوع کے لئے محمول کے ثبوت کا یا موضوع ہے محمول کی نفی کا بالفعل غیر معین وقت میں حکم لگایا جائے، جیسے ”کل انسان متنفس فی وقت ما“۔

نسبت: وقتیہ مطلقہ و منتشرہ مطلقہ اور مطلقہ وقتیہ و مطلقہ منتشرہ کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، پہلے دونوں اخص ہیں اس لئے کہ ان میں بالضرورۃ کی قید ہوتی ہے، اور آخری دو اعم ہیں، کیونکہ ان میں بالضرورۃ کی قید نہیں ہوگی، اور مقید مطلق سے اخص ہوتا ہے، لہذا پہلے دونوں اخص ہیں اور آخری دونوں اعم ہیں۔

بسانط میں چار قضیوں کا اضافہ

ماتن و شارح نے بسانط کی بحث میں صرف چھ قضایا بسطہ کا ذکر کیا تھا، لیکن اب شارح نے مزید چار قضایا بسطہ کا اضافہ کیا ہے، اور ان کی تعریفات بھی ذکر کی ہیں، وہ چار یہ ہیں: ۱- وقتیہ مطلقہ ۲- منتشرہ مطلقہ ۳- مطلقہ وقتیہ ۴- مطلقہ منتشرہ، اور اگر نظر عمیق ڈالی جائے تو یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ ان کا ذکر کرنا ضروری ہے اس لئے موجدہ مرکبہ میں جو وقتیہ ہے اس کی ترکیب میں وقتیہ مطلقہ ایک جزء ہوتا ہے، اور موجدہ مرکبہ میں جو منتشرہ ہے اس کی ترکیب میں منتشرہ مطلقہ اس کا ایک جزء واقع ہوتا ہے، جزء واقع ہوتا ہے، اس وجہ سے ان کی تعریفات کرنی بھی ضروری تھیں، چنانچہ شارح نے اس بات کے پیش نظر ان کی تعریضیں بھی ذکر کر دی ہیں، ان چار قضایا کو بسطہ میں شامل کرنے کی وجہ سے اب قضایا بسطہ کی تعداد دس ہو گئی۔

فَالسَّابِعَةُ الْمُؤَمَّكَةُ الْخَاصَّةُ وَهِيَ الَّتِي يُحْكَمُ فِيهَا بِإِزْتِنَاعِ الضَّرُورَةِ الْمُطْلَقَةِ عَنْ جَانِبِي

الْوُجُودِ وَالْعَدَمِ جَمِيعًا وَهِيَ سَوَاءٌ كَانَتْ مُوجِبَةً كَقَوْلِنَا بِالْإِمْكَانِ الْخَاصِّ كُلُّ إِنْسَانٍ كَاتِبٌ أَوْ سَالِبٌ كَقَوْلِنَا بِالْإِمْكَانِ الْخَاصِّ لَأَشْيٍ مِنَ الْإِنْسَانِ بِكَاتِبٍ فَتَرْكِيبُهَا مِنْ مُمَكِّنَتَيْنِ عَامَّتَيْنِ إِحْدَاهُمَا مُوجِبَةٌ وَالْأُخْرَى سَالِبَةٌ وَالضَّابِطَةُ فِيهَا أَنَّ اللَّادَوَامَ إِشَارَةً إِلَى مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ وَاللَّاضْرُورَةَ إِشَارَةً إِلَى مُمَكِّنَةٍ عَامَّةٍ مُخَالَفَتِي الْكَيْفِيَّةِ مُوَافَقَتِي الْكَمِّيَّةِ لِلْقَضِيَّةِ الْمُقَدَّرَةِ بِهِمَا أَقُولُ الْمُمَكِّنَةُ الْخَاصَّةُ هِيَ الَّتِي حُكِمَ فِيهَا بِسَلْبِ الضَّرُورَةِ الْمُطْلَقَةِ عَنْ جَانِبِي الْإِيجَابِ وَالسَّلْبِ فَإِذَا قُلْنَا كُلُّ إِنْسَانٍ كَاتِبٌ بِالْإِمْكَانِ الْخَاصِّ وَلَأَشْيٍ مِنَ الْإِنْسَانِ بِكَاتِبٍ بِالْإِمْكَانِ الْخَاصِّ كَانَ مَعْنَاهُ أَنَّ إِيجَابَ الْكِتَابَةِ لِلْإِنْسَانِ وَسَلْبَهَا عَنْهُ لَيْسَا بِضَرُورَتَيْنِ لَكِنْ سَلْبٌ ضَرُورَةٌ الْإِيجَابِ إِمْكَانٌ عَامٌّ سَالِبٌ وَسَلْبٌ ضَرُورَةٌ السَّلْبِ إِمْكَانٌ عَامٌّ مُوجِبٌ فَالْمُمَكِّنَةُ الْخَاصَّةُ سَوَاءٌ كَانَتْ مُوجِبَةً أَوْ سَالِبَةً يَكُونُ تَرْكِيبُهَا مِنْ مُمَكِّنَتَيْنِ عَامَّتَيْنِ إِحْدَاهُمَا مُوجِبَةٌ وَالْأُخْرَى سَالِبَةٌ فَلَا فَرْقَ بَيْنَ مُوجِبَتِهَا وَسَالِبَتِهَا فِي الْمَعْنَى لِأَنَّ مَعْنَى الْمُمَكِّنَةِ الْخَاصَّةِ رَفْعُ الضَّرُورَةِ عَنِ الطَّرْفَيْنِ سَوَاءٌ كَانَتْ مُوجِبَةً أَوْ سَالِبَةً بَلْ فِي اللَّفْظِ حَتَّى إِذَا غَبِرَتْ بِعِبَارَةِ إِيجَابِيَّةٍ كَانَتْ مُوجِبَةً وَإِنْ غَبِرَتْ بِعِبَارَةِ سَلْبِيَّةٍ كَانَتْ سَالِبَةً.

ترجمہ: ماتن نے کہا: ساتواں قضیہ ممکنہ خاصہ ہے اور یہ وہ (قضیہ) ہے جس میں وجود اور عدم دونوں جانب سے ایک ساتھ ضرورت ارتقا کا حکم لگایا گیا ہو، اور خواہ وہ موجب ہو، جیسے ہمارا قول ”بالامکان الخاص کل انسان کاتب“ یا سالبہ جیسے ہمارا قول ”بالامکان الخاص لاشی من الانسان بکاتب“ پس اس کی ترکیب دو ممکنہ عامہ سے ہوگی، ان میں سے ایک موجب ہوگا اور دوسرا سالبہ، اور اس سلسلے میں ضابطہ یہ ہے کہ ”لادوام“ (سے) مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہے، اور لاضرورہ (سے) ممکنہ عامہ کی طرف اشارہ ہے، جو اس قضیہ کی کیفیت میں مخالف اور کیت میں موافق ہوں گے، جو لادوام اور لاضرورہ کے ساتھ مقید ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ممکنہ خاصہ یہ وہ (قضیہ) ہے جس میں ایجاب اور سلب دونوں جانب سے ضرورت مطلقہ کے سلب کا حکم لگایا گیا ہے، پس جب ہم کہیں ”کل انسان کاتب بالامکان الخاص، اور لاشی من الانسان بکاتب بالامکان الخاص“ تو اس کے یہ معنی ہیں کہ انسان کے لئے کتابت کا ایجاب اور سلب دونوں ضروری نہیں، لیکن ضرورت ایجاب کا سلب ممکنہ عامہ سالبہ ہے، اور ضرورت سلب کا سلب ممکنہ عامہ موجب ہے، پس ممکنہ خاصہ خواہ ہو یا سالبہ اس کی ترکیب دو ممکنہ عامہ سے ہوگی، ان میں سے ایک موجب اور دوسرا سالبہ، پس اس کے موجب اور سالبہ کے درمیان معنی میں کوئی فرق نہیں، کیونکہ ممکنہ خاصہ کے معنی طرفین سے ضرورت کا رفع ہے خواہ موجب ہو یا سالبہ، بلکہ لفظوں میں فرق ہے حتیٰ کہ جب عبارت ایجابیہ سے تعبیر کیا جائے تو وہ موجب ہوگا، اور اگر عبارت سلبیہ سے تعبیر کیا جائے تو وہ سالبہ ہوگا۔

تشریح: اس عبارت میں قضیہ موجبہ مرکبہ میں سے ساتواں قضیہ ممکنہ خاصہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

ممکنہ خاصہ: وہ قضیہ موجبہ مرکبہ ہے جس میں جانب وجود اور جانب عدم دونوں کے ضروری نہ ہونے کا حکم لگایا گیا ہو، یعنی نہ جانب وجود ہی ضروری ہو اور نہ جانب عدم ہی ضروری ہو، بلکہ دونوں جانب ممکن ہوں، اور اس جانب وجود اور جانب عدم کے ضروری ہونے کی نفی امکان خاص کہلاتی ہے، اور یہ ممکنہ خاصہ دو ممکنہ عامہ سے مرکب ہوتا ہے، اس لئے کہ جب اس میں جانب

مخالف سے سلب ضرورت کا حکم ہوگا تو جانب موافق ممکنہ عامہ ہوگی، اور جانب موافق سے سلب ضرورت کی صورت میں جانب مخالف ممکنہ عامہ ہوگی، یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے، وہ یہ کہ جب ممکنہ خاصہ میں دونوں جانب سے ضرورت کے سلب کا حکم ہوتا ہے، تو ممکنہ خاصہ صرف سالبہ ہی ہوگا نہ کہ موجبہ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ممکنہ خاصہ کی تعریف سے آپ دھوکہ نہ کھائیں کہ وہ صرف سالبہ ہی ہوگا موجبہ نہیں ہوگا، بلکہ ممکنہ خاصہ موجبہ اور سالبہ دونوں واقع ہوتا ہے کیونکہ ایجاب کی ضرورت کا سلب یعنی سلب ضرورتہ الا ایجاب ممکنہ عامہ سالبہ ہے، اور سلب کا ضروری نہ ہونا یعنی سلب ضرورتہ السلب ممکنہ عامہ موجبہ ہے، الحاصل ممکنہ خاصہ دو ممکنہ عامہ سے مرکب ہوتا ہے، ان میں سے ایک موجبہ ہوگا اور دوسرا سالبہ، کیونکہ ممکنہ خاصہ میں جب جانب مخالف سے سلب ضرورت کا حکم ہوگا تو جانب موافق کا امکان ثابت ہوگا، اور جب جانب موافق سے سلب ضرورت کا حکم ہو تو جانب مخالف کا امکان ثابت ہوگا، گویا اس میں قضیہ میں جانب موافق کے امکان اور جانب مخالف کے امکان کا حکم ہوتا ہے۔

معترض کہتا ہے کہ ممکنہ خاصہ موجبہ اور سالبہ جب دونوں ترکیب میں برابر ہوتا ہے، کیونکہ ان میں سے ہر ایک ایک موجبہ ممکنہ عامہ اور ایک موجبہ سالبہ ممکنہ عامہ سے مرکب ہوتا ہے، تو پھر ہم ممکنہ خاصہ موجبہ اور ممکنہ خاصہ سالبہ میں کیسے فرق کریں گے؟ تو شارح نے فلا فرق سے اس کا جواب دیا ہے کہ ممکنہ خاصہ موجبہ اور سالبہ کے درمیان معنی کے اعتبار سے تو کوئی فرق نہیں ہے دونوں کے معنی ایک ہیں، کیونکہ ممکنہ خاصہ خواہ موجبہ ہو یا سالبہ اس میں دونوں جانب سے سلب ضرورت کا حکم ہوتا ہے اور اس میں موجبہ اور سالبہ برابر ہیں، البتہ ممکنہ خاصہ موجبہ اور سالبہ میں لفظوں میں فرق ہے وہ یہ ہے کہ اگر قضیہ کو ایجابی عبارت سے تعبیر کیا جائے تو ممکنہ خاصہ موجبہ ہوگا، اور اگر قضیہ کو سلبی عبارت سے تعبیر کیا جائے تو سالبہ ہوگا، اب دونوں کی مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

ممکنہ خاصہ موجبہ کی مثال یہ ہے، ”بالامکان الخاص کل انسان کاتب“ (بالا مکان الخاص ہر انسان کا تبا ہے) بالا مکان الخاص کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے لئے نہ تو کتابت ضروری ہے اور نہ عدم کتابت ضروری ہے، بلکہ دونوں ممکن ہیں، دیکھئے اس مثال مذکور میں یہ قضیہ ممکنہ خاصہ موجبہ ہے، اور یہ اگرچہ ایک ہی قضیہ ہے دوسرے قضیہ کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کوئی مستقل لفظ نہیں ہے، لیکن مشترک لفظ موجود ہے، اور وہ امکان خاص ہے، لہذا امکان خاص سے دوسرے ممکنہ عامہ کی طرف اشارہ ہوگا، مثال مذکور ممکنہ خاصہ موجبہ کی ہے، کیونکہ یہ عبارت ایجابی ہے، اور ”لاشی من الانسان بکاتب بالا مکان الخاص“ یہ ممکنہ خاصہ سالبہ ہے، اس لئے کہ یہ عبارت سلبی ہے۔

الحاصل معلوم ہوا کہ ممکنہ خاصہ موجبہ اور سالبہ میں فرق صرف عبارت اور لفظوں میں ہے، معنی کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔
وجہ تسمیہ: اس قضیہ کو ممکنہ خاصہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ امکان خاص پر مشتمل ہوتا ہے۔

وہی اعم من سائر المرکبات لان فی کل منہا ایجاباً و سلباً ولا اقل فیہما من ان تکونا
ممکنتین بالامکان العام ولا یلزم من امکان الا ایجاب و السلب ان یکون احدهما بالفعل او
بالضرورة او بالذوام و مبانیة للضرورة المطلقۃ و اعم من الدائمۃ و العائین و المطلقۃ العامۃ من
وجه لتصادقہا فی مادۃ الوجودیۃ الا ضروریۃ و صدق الممکنۃ الخاصۃ بدونها حیث لا خروج
للممکن من القوۃ الی الفعل و بالعکس فی مادۃ الضروریۃ و اخص من الممکنۃ العامۃ فقد ظہر

مِمَّا ذَكَرْنَا أَنَّ الْمُمَكِّنَةَ الْعَامَّةَ أَعْمُ الْقَضَايَا الْبَسِيطَةِ وَالْمُمَكِّنَةِ الْخَاصَّةِ أَعْمُ الْمُرَكَّبَاتِ وَالضَّرُورِيَّةِ
أَخْصُ الْبَسَائِطِ وَالْمَشْرُوطَةِ الْخَاصَّةِ أَخْصُ الْمُرَكَّبَاتِ عَلَى وَجْهِهِ.

ترجمہ: اور وہ تمام مرکبات سے اعم ہے، کیونکہ ان میں سے ہر ایک میں ایجاب اور سلب ہوتا ہے تو ان دونوں میں کم از کم ممکن بالامکان العام ضرور ہوں گے، لیکن ایجاب و سلب کے امکان سے ان میں سے کسی ایک کا بالفعل یا بالضرورة یا بالعدم ہونا لازم نہیں، اور ضروریہ مطلقہ کے مابین ہے، اور دائمہ اور عاتین اور مطلقہ عامہ سے اعم من وجہ ہے، کیونکہ یہ سب کے سب وجودیہ لا ضروریہ کے مادہ میں صادق ہوتے ہیں، اور ممکنہ خاصہ ان کے بغیر صادق ہوتا ہے، جہاں ممکن کا خروج قوت سے فعلیت کی طرف نہ ہو، اور اس کے برعکس ضرورت کے مادہ میں اور ممکنہ عامہ سے اخص ہے، پس ہماری مذکورہ باتوں سے یہ ظاہر ہو گیا کہ ممکنہ عامہ تمام قضایا بسیطہ سے اعم ہے، اور ممکنہ خاصہ مرکبات سے اعم ہے، اور ضروریہ بسائط سے اخص ہے، اور مشروطہ خاصہ ایک طریق پر تمام مرکبات سے اخص ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے ممکنہ خاصہ اور دیگر قضایا موجہ مرکبہ اور بسائط کے درمیان نسبت بیان کی ہے، چنانچہ کہا ہے کہ ممکنہ خاصہ اعم مطلق ہے، کیونکہ تمام مرکبات میں ایجابی اور سلبی دو نسبتیں ہوتی ہیں، کسی میں ضروری، کسی میں دائمی، کسی میں بالفعل، تو اس کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ یہ دونوں نسبتیں امکان عام کے ساتھ ضرور ممکن ہوں گی، لہذا جب کوئی قضیہ مرکبہ صادق ہوگا، تو ممکنہ خاصہ ضرور صادق ہوگا، اور جب کوئی نسبت ایجابی اور سلبی ممکن ہو، تو ان میں سے کسی ایک کا بالفعل، یا بالضرورة یا بالعدم ہونا ضروری نہیں لہذا جب ممکنہ خاصہ صادق ہو، تو باقی مرکبات میں سے کسی قضیہ کا صادق ہونا ضروری نہیں، ممکنہ خاصہ اور باقی قضایا میں چونکہ ایک طرف سے صدق کلی ہے اور دوسری طرف سے صدق کلی کی نفی ہے، لہذا ممکنہ خاصہ اور باقی قضایا مرکبہ کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے۔ ممکنہ خاصہ اور ضروریہ مطلقہ کے درمیان تباین کی نسبت ہے، اس لئے کہ ضروریہ میں ”ضرورت“ کا حکم ہوتا ہے، اور ممکنہ خاصہ میں ”سلب ضرورت“ کا حکم ہوتا ہے، اور ضرورت اور سلب ضرورت میں تباین بالکل واضح ہے، لہذا جہاں ضرورت صادق ہو تو وہاں سلب ضرورت صادق نہیں ہو سکتا، اور جہاں سلب ضرورت صادق ہو تو وہاں ضرورت صادق نہیں ہو سکتی، ممکنہ خاصہ اور دائمہ مطلقہ، مشروطہ عامہ، عرفیہ عامہ اور مطلقہ عامہ کے درمیان عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے، اور عموم و خصوص من وجہ میں تین مادے ہوتے ہیں ایک اجتماع کا دو افتراق کے۔

چنانچہ وجودیہ لا ضروریہ کا مادہ جس میں اطلاق عام مادہ دوام میں ضرورہ سے خالی ہو تو وہاں یہ پانچوں قضیے جمع ہو جاتے ہیں، جیسے ”کل فلک متحرک بالفعل یا مادام فلک لا بالضرورة“ دیکھئے اس مادہ میں پانچوں قضایا جمع ہیں، دائمہ مطلقہ تو اس لئے کہ جب کہا کہ دوام ضرورت سے خالی ہو تو اس میں دائمہ پایا گیا اور دائمہ میں دوام ذاتی ہوتا ہے، اور عرفیہ عامہ میں دوام وصفی ہوتا ہے، اور جہاں دوام ذاتی پایا جاتا ہے، وہاں دوام وصفی بھی پایا جاتا ہے، لہذا اس مادہ میں عرفیہ عامہ بھی صادق ہوگا، اور مشروطہ عامہ بھی پایا گیا اس لئے کہ مشروطہ عامہ میں ضرورت وصفیہ ہوتی ہے نہ کہ ضرورت ذاتیہ، جس کی نفی کی گئی ہے اور مطلقہ عامہ بھی پایا گیا، کیونکہ جہاں ضرورت وصفیہ اور دوام پائے جائیں وہاں نسبت بالفعل بھی پائی جاتی ہے، اور اس مادہ میں چونکہ ضرورت وصفیہ اور دوام دونوں پائے گئے لہذا نسبت بالفعل بھی پائی گئی، اور ممکنہ خاصہ بھی صادق ہے، کیونکہ اس

میں لا ضرورۃ کا حکم ہوتا ہے، اور جس مادہ کو پیش کیا گیا ہے، اس میں بھی لا ضرورۃ کا حکم ہے، لہذا یہ مادہ اجتماعیہ ہوا۔

اور جس مادہ میں ممکن قوت سے فعل کی طرف نہ آیا ہو تو اس میں صرف ممکنہ خاصہ صادق ہوگا، جیسے ”کل عنقواء طائر“ سالامکان الخاص “ دیکھئے اس میں صرف ممکنہ خاصہ صادق ہیں، باقی قضایا صادق نہیں، کیونکہ عنقواء کا پایا جانا تو ممکن بالقوۃ ہے، لیکن بالفعل نہیں پایا جاتا، لہذا یہ ایک مادہ افتراقیہ ہے، اور اگر مادہ ضرورۃ ذاتیہ کا ہو اور صرف موضوع ذات موضوع کا عین ہو تو اس مادہ میں ممکنہ خاصہ کے علاوہ باقی چار قضایا صادق ہوں گے، جیسے ”کل انسان حیوان بالضرورۃ“ دیکھئے اس میں دائرہ مطلقہ، مشروطہ عامہ، عرفیہ عامہ، اور مطلقہ عامہ تو صادق ہیں، لیکن ممکنہ خاصہ صادق نہیں، کیونکہ اس مادہ میں ضرورۃ کا حکم ہے، اور ممکنہ خاصہ میں لا ضرورۃ کا حکم ہوتا ہے، پس یہ دوسرا مادہ افتراقیہ ہے۔

ممکنہ خاصہ اور ممکنہ عامہ کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، ممکنہ خاصہ اخص ہے، اور ممکنہ عامہ اعم ہے، کیونکہ ممکنہ خاصہ میں لا ضرورۃ کی قید ہوتی ہے، اور ممکنہ عامہ میں یہ قید نہیں ہے، بلکہ وہ مطلق ہے، اور آپ کو اس سے پہلے معلوم ہو چکا ہے، کہ مطلق مقید سے اعم ہوتا ہے، اس لئے ممکنہ عامہ بھی ممکنہ خاصہ سے اعم ہے، اور جن دو کلیوں میں سے ایک اعم اور دوسری اخص ہو ان کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہوتی ہے، لہذا ان کے درمیان بھی عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے۔

وَّظَهَرَ أَيْضًا أَنَّ اللَّادَوَامَ إِشَارَةً إِلَى مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ وَاللَّاضْرُورَةَ إِلَى مُمَكِّنَةٍ عَامَّةٍ مُخَالَفَتَيْنِ فِي الْكَيْفِ لِلْقَضِيَّةِ الْمُقَيَّدَةِ بِهِمَا حَتَّىٰ إِنْ كَانَتْ مُوجِبَةً كَانَتَا سَالِبَتَيْنِ وَإِنْ كَانَتْ سَالِبَةً كَانَتَا مُوجِبَتَيْنِ وَ مُوَافِقَتَيْنِ لَهَا فِي الْكَمِّ فَإِنْ كَانَتْ كَلِمَةً كَانَتَا كَلِمَتَيْنِ وَإِنْ كَانَتْ جُزْئِيَّةً كَانَتَا جُزْئِيَّتَيْنِ هَذَا هُوَ الضَّابِطَةُ فِي مَعْرِفَةِ تَرْكِيبِ الْقَضَايَا الْمُرَكَّبَةِ وَإِنَّمَا قَالَ اللَّادَوَامَ إِشَارَةً إِلَى مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ وَلَمْ يَقُلِ اللَّادَوَامَ مَعْنَاهُ الْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ لِأَنَّ الْمَعْنَى إِذَا أُطْلِقَ يُرَادُ بِهِ الْمَفْهُومُ الْمُطَابِقُ وَلَيْسَ مَفْهُومُ اللَّادَوَامَ الْمُطَابِقُ الْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ فَإِنَّ لَادَوَامَ الْإِيجَابِ مَثَلًا مَفْهُومُهُ الصَّرِيحُ رَفَعَ دَوَامَ الْإِيجَابِ وَإِطْلَاقُ السَّلْبِ لَيْسَ هُوَ نَفْسُ رَفَعِ دَوَامِ الْإِيجَابِ بَلْ لَازِمُهُ فَهُوَ مَعْنَاهُ الْإِيزَامِيُّ وَأَمَّا اللَّاضْرُورَةُ فَسَعْنَاهُ الصَّرِيحُ الْإِمْكَانُ الْعَامُّ لِأَنَّ لَاضْرُورَةَ الْإِيجَابِ مَثَلًا هُوَ سَلْبُ ضَرُورَةِ الْإِيجَابِ وَهُوَ عَيْنُ إِمْكَانِ السَّلْبِ فَلَمَّا كَانَ إِحْدَى الْقَضِيَّتَيْنِ عَيْنَ مَعْنَى إِحْدَى الْعِبَارَتَيْنِ وَالْأُخْرَى لَيْسَتْ بِمَعْنَى الْأُخْرَى بَلْ مِنْ لَوَازِمِهَا اسْتَعْمَلَ عِبَارَةَ الْإِشَارَةِ لِتَكُونَ مُشْتَرَكَةً بَيْنَهُمَا.

ترجمہ: اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ لادوام (سے) مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہے، اور لا ضرورۃ (سے) ممکنہ عامہ کی طرف اشارہ ہے، درانحالیکہ یہ دونوں قضیہ کیفیت میں اس قضیہ کے مخالف ہوں گے جو ان کے ساتھ مقید ہے، یہاں تک کہ اگر (قضیہ) موجب ہو تو یہ دونوں (یعنی مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ) سالبہ ہوں گے، اور اگر (قضیہ) سالبہ ہو تو یہ دونوں (یعنی مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ) موجب ہوں گے، اور کیت میں اس کے موافق ہوں گے، پس اگر (قضیہ) کلیہ ہو تو یہ دونوں کلیہ ہوں گے، اور اگر (قضیہ) جزئیہ ہو تو یہ دونوں جزئیہ ہوں گے، قضایا مرکبہ کی ترکیب پہچاننے کا یہی ضابطہ ہے، اور ماتن نے یہ کہا کہ لادوام (سے) مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہے، اور یہ نہیں کہا کہ لادوام کے معنی مطلقہ عامہ

ہیں، اس لئے کہ (لفظ) معنی جب مطلق بولا جائے تو اس سے مفہوم مطابقی مراد لیا جاتا ہے، اور لا دوام کا مفہوم مطابقی مطلقہ عامہ نہیں ہے، اس لئے کہ مثلاً لا دوام ایجاب کا مفہوم صریح دوام ایجاب کا رفع ہے، اور سلب کا اطلاق بعینہ دوام ایجاب کا رفع نہیں ہے۔ بلکہ اس کا لازم ہے، تو یہ اس کے التزامی معنی ہیں، اور بہر حال لا ضرورۃ تو اس کے معنی صریح امکان عام ہے، اس لئے کہ مثلاً لا ضرورۃ ایجاب، ضرورۃ ایجاب کا سلب ہے اور یہ بعینہ امکان سلب ہے، پس جب دونوں قضیوں میں سے ایک دو عبارتوں میں سے ایک کے معنی کا عین ہے، اور دوسرا دوسرے کے معنی میں نہیں ہے، بلکہ اس کے لوازم میں سے ہے، تو لفظ اشارہ کا استعمال فرمایا تاکہ یہ دونوں کے درمیان مشترک رہے۔

تشریح: فقد ظہر مما ذکرنا الخ سے شارح فرماتے ہیں قضایا موجدہ کی تفصیل سے یہ چند باتیں معلوم ہوئیں: ۱- قضایا بیضہ میں سب سے اعم ممکنہ عامہ ہے ۲- قضایا مرکبہ میں ممکنہ خاصہ سب سے اعم ہے ۳- ضروریہ مطلقہ تمام بسائط سے اخص ہے ۴- مشروطہ خاصہ ایک اعتبار سے اخص مطلق ہے، اور یہ اس وقت ہوگا جب کہ مشروطہ خاصہ کے ضمن میں جو ایک مشروطہ عامہ ہوتا ہے اس کے معنی اول پر محمول نہ کیا جائے، بلکہ اس کو اس کے معنی ثانی پر محمول کیا جائے، جس میں مادام الوصف کا اعتبار ہوتا ہے، یعنی وصف موضوع کے تمام اوقات میں نسبت کی ضرورت کا حکم ہوتا ہے، خواہ وصف موضوع کو حکم کے تحقق میں دخل ہو یا نہ ہو، اس معنی ثانی کے اعتبار سے مشروطہ خاصہ تمام مرکبات سے اخص مطلق ہوگا، اور اگر مشروطہ خاصہ کے ضمن میں جو مشروطہ عامہ ہے وہ اپنے معنی اول یعنی ضرورت بشرط الوصف پر محمول ہو، تو پھر مشروطہ خاصہ تمام مرکبات سے اخص مطلق نہیں ہوگا، بلکہ اس کے اور وقتیہ و منتشرہ کے درمیان عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہو جاتی ہے، جیسا کہ وقتیہ اور منتشرہ کی بحث میں آپ کو معلوم ہو چکا، تو چونکہ مشروطہ خاصہ ایک اعتبار سے اخص مطلق ہے، اور دوسرے اعتبار سے نہیں ہے، اس طرف اشارہ کرنے کے لئے شارح نے ”علی وجہ“ کا اضافہ فرمایا ہے، کہ ایک اعتبار سے یہ تمام مرکبات سے اخص مطلق ہے، جبکہ اس کے ضمن میں جو ایک مشروطہ عامہ ہے، اس کو اس کے معنی ثانی پر محمول کیا جائے۔

و ظہر ایضاً الخ سے شارح فرماتے ہیں کہ مرکبات کی تفصیل سے یہ ضابطہ بھی معلوم ہو گیا کہ لا دوام سے مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے، اور لا ضرورۃ سے ممکنہ عامہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے، یہ مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ اصل قضیہ جو لا دوام یا لا ضرورۃ کے ساتھ مقید ہے، کے ساتھ کیفیت کے اعتبار سے مخالف ہوتے ہیں یعنی ایجاب و سلب میں اصل قضیہ کے مخالف ہوتے ہیں، اصل قضیہ اگر موجبہ ہو تو سالبہ اور اصل قضیہ اگر سالبہ ہو تو یہ موجبہ ہوتے ہیں، اور کیت یعنی کلیت اور جزیت میں موافق ہوتے ہیں اگر اصل قضیہ کلی ہو تو یہ بھی کلی ہوں گے، اور اگر اصل قضیہ جزئی ہو تو یہ بھی جزئی ہوں گے، شارح کہتے ہیں کہ قضایا مرکبہ کی ترکیب کے پہچانے کا یہی ضابطہ ہے۔

لا دوام کے معنی التزامی مطلقہ عامہ ہیں

وانما قال اللادوام الخ شارح نے اس عبارت میں یہ ثابت کیا ہے کہ لا دوام کے معنی التزامی مطلقہ عامہ ہیں، کہ ماتن نے ”اللا دوام اشارۃ الی مطلقۃ عامۃ“ کہا ”اللا دوام معناه المطلقۃ العامۃ“ نہیں کہا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب لفظ معنی بولا جاتا ہے تو اس سے مفہوم مطابقی مراد ہوتا ہے، تو اگر ماتن اس طرح کہتے ہیں ”اللا دوام معناه المطلقۃ العامۃ“ تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ لا دوام کے معنی مطابقی مطلقہ عامہ ہیں، حالانکہ لا دوام کا مفہوم مطابقی مطلقہ عامہ نہیں ہے، بلکہ مطلقہ عامہ لا دوام کے مفہوم صریح کو لازم ہے، کیونکہ جب پہلا قضیہ موجبہ ہے تو اب لا دوام کا مفہوم صریح یہ ہوگا کہ سابقہ قضیہ میں جو ایجاب ہے، اس

کارفع ہے یعنی دوام ایجاب کا رفع، لیکن مطلقہ عامہ جس کی طرف لا دوام سے اشارہ ہوتا ہے وہ دوام ایجاب کے رفع کی عین نہیں، ان دونوں میں تساوٰی کی نسبت نہیں ہے، بلکہ مطلقہ عامہ دوام ایجاب کے رفع کے لوازم میں سے ہے گویا مطلقہ عامہ سالبہ لا دوام کے مفہوم صریح یعنی ”رفع دوام الایجاب“ کے معنی التزامی ہے۔

شارح کہتے ہیں کہ لا ضرورۃ کے معنی صریح ممکنہ عامہ ہے، اس لئے کہ اگر پہلا قضیہ موجبہ ہو تو پھر لا ضرورۃ کا مفہوم صریح یہ ہوگا کہ سابقہ قضیہ میں جو ایجاب ہے وہ ضروری نہیں اور ایجاب کا ضروری نہ ہونا یعنی سلب ضرورۃ الایجاب یہ بعینہ ممکنہ عامہ سالبہ ہے، اور اگر پہلا قضیہ سالبہ ہو تو لا ضرورۃ کا مفہوم صریح یہ ہوگا کہ سابقہ قضیہ میں جو سلب ہے وہ ضروری نہیں، اور سلب کا ضروری نہ ہونا یعنی سلب ضرورۃ السلب ہی ممکنہ عامہ موجبہ ہے، لہذا جب دو قضیوں میں سے ایک یعنی ممکنہ عامہ دو عبارتوں میں سے ایک یعنی لا ضرورۃ کا مفہوم صریح ہے اور معنی مطابقی ہے اور دوسرا قضیہ یعنی مطلقہ عامہ سالبہ دوسری عبارت یعنی لا دوام کا مفہوم صریح اور مطابقی نہیں ہے بلکہ وہ دوام ایجاب کے رفع کے لوازم میں سے ہے، تو اس لئے ماتن نے ایک ایسا لفظ استعمال کیا جو ان دونوں مفہوموں کے درمیان مشترک ہے، اور وہ دونوں کو شامل ہے، اور وہ لفظ ”اشارہ“ ہے جو مفہوم صریح اور التزامی وغیرہ سب کو شامل ہوتا ہے۔

موجہات مرکبہ کا نقشہ مع امثلہ

نمبر شمار	قضایا موجبہ مرکبہ	موجبہ و سالبہ	امثلہ
۱	مشروطہ خاصہ	موجبہ	بالضرورۃ کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتب لا دائماً
		سالبہ	بالضرورۃ لاشی من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتب لا دائماً
۲	عرفیہ خاصہ	موجبہ	بالدوام کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتب لا دائماً
		سالبہ	بالدوام لاشی من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتب لا دائماً
۳	وجودیہ لا ضروریہ	موجبہ	کل انسان ضاحک بالفعل لا بالضرورۃ
		سالبہ	لاشی من الانسان بضاحک بالفعل لا بالضرورۃ
۴	وجودیہ لا دائمہ	موجبہ	کل انسان ضاحک بالفعل لا دائماً
		سالبہ	لاشی من الانسان بضاحک بالفعل لا دائماً
۵	وقتیہ	موجبہ	بالضرورۃ کل قمر منخسف وقت حیلولة الارض بینہ و بین الشمس لا دائماً
		سالبہ	بالضرورۃ لاشی من القمر بمنخسف وقت التربع لا دائماً

۶	منتشرہ	موجبہ	بالضرورة کل انسان متنفس فی وقت ما لادائما
		سالہ	بالضرورة کل انسان بمتنفس فی وقت ما لادائما
۷	مکملہ خاص	موجبہ	کل انسان کاتب بالامکان الخاص
		سالہ	لاشی من الانسان بکاتب بالامکان الخاص

فَالْفَصْلُ الثَّانِي فِي أَقْسَامِ الشَّرْطِيَّةِ الْجُزْءِ الْأَوَّلِ مِنْهُ يُسَمَّى مُقَدِّمًا وَالثَّانِي تَالِيًا وَهِيَ إِمَّا مُتَّصِلَةٌ أَوْ مُنْفَصِلَةٌ أَمَّا الْمُتَّصِلَةُ فِيمَا لَزُومِيَّةٌ وَهِيَ الَّتِي يَكُونُ فِيهَا صِدْقُ التَّالِيِ عَلَى تَقْدِيرِ صِدْقِ الْمُقَدِّمِ لِعِلَاقَةٍ بَيْنَهُمَا تُوجِبُ ذَلِكَ كَالْعِلِّيَّةِ وَالتَّضَايُفِ وَأَمَّا اتِّفَاقِيَّةٌ وَهِيَ الَّتِي يَكُونُ فِيهَا ذَلِكَ بِمُجَرَّدِ اتِّفَاقِ الْجُزْئَيْنِ عَلَى الصِّدْقِ كَقَوْلِنَا إِنْ كَانَ الْإِنْسَانُ نَاطِقًا فَالْحِمَارُ نَاهِقٌ وَأَمَّا الْمُنْفَصِلَةُ فِيمَا حَقِيقَةٌ وَهِيَ الَّتِي يُحْكَمُ فِيهَا بِالتَّنَافِي بَيْنَ جُزْئَيْهَا فِي الصِّدْقِ وَالْكَذِبِ مَعَ كَقَوْلِنَا إِمَّا أَنْ يَكُونَ هَذَا الْعَدَدُ زَوْجًا أَوْ فَرْدًا وَأَمَّا مَانِعَةٌ الْجَمْعِ وَهِيَ الَّتِي يُحْكَمُ فِيهَا بِالتَّنَافِي بَيْنَ الْجُزْئَيْنِ فِي الصِّدْقِ فَقَطْ كَقَوْلِنَا إِمَّا أَنْ يَكُونَ هَذَا الشَّيْءُ حَجَرًا أَوْ شَجَرًا أَوْ مَانِعَةً الْخُلُوعِ وَهِيَ الَّتِي يُحْكَمُ فِيهَا بِالتَّنَافِي بَيْنَ الْجُزْئَيْنِ فِي الْكَذِبِ فَقَطْ كَقَوْلِنَا إِمَّا أَنْ يَكُونَ زَيْدٌ فِي الْبَحْرِ أَوْ لَا يَغْرُقُ أَقُولُ لَمَّا وَقَعَ الْفَرَاغُ مِنَ الْحَمَلِيَّاتِ وَأَقْسَامُهَا شَرَعَ فِي أَقْسَامِ الشَّرْطِيَّاتِ وَقَدْ سَمِعْتَ أَنَّ الشَّرْطِيَّةَ مَا يَتَرَكَّبُ مِنْ قَضِيَّتَيْنِ وَهِيَ إِمَّا مُتَّصِلَةٌ إِنْ أُوجِبَتْ أَوْ سَلَبَتْ حُصُولَ أَحَدُهُمَا عِنْدَ الْآخَرَى أَوْ مُنْفَصِلَةٌ إِنْ أُوجِبَتْ أَوْ سَلَبَتْ إِنْفِصَالُ أَحَدُهُمَا عَنِ الْآخَرَى وَالْقَضِيَّةُ الْأُولَى مِنْ جُزْئِي الشَّرْطِيَّةِ سَوَاءٌ كَانَتْ مُتَّصِلَةً أَوْ مُنْفَصِلَةً تُسَمَّى مُقَدِّمًا لِنَقْدُمُهَا فِي الذِّكْرِ وَالْقَضِيَّةُ الثَّانِيَّةُ تُسَمَّى تَالِيًا لِئَلَوْهَا إِيَابَهَا.

ترجمہ: ماتن نے کہا: دوسری فصل شرطیہ کے اقسام (کے بیان) میں ہے، اس کے پہلے جزء کا نام مقدم اور دوسرے کا نام تالی رکھا جاتا ہے، اور وہ یا تو متصل ہوگا یا منفصلہ، بہر حال متصلہ پس یا تو لزومیہ ہے اور وہ (قضیہ شرطیہ) ہے جس میں تالی کا صدق مقدم کے صدق کی تقدیر پر ان دونوں کے درمیان ایک ایسے علاقہ کی وجہ سے ہو جو اس کو واجب کرے، جیسے (علاقہ) علیت اور تضایف، اور یا تو اتفاقیہ ہے، اور وہ وہ (قضیہ شرطیہ) ہے جس میں وہ صدق پر دونوں جزء کے محض اتفاق کی وجہ سے ہو، جیسے ہمارا قول ”اِنْ كَانَ الْإِنْسَانُ نَاطِقًا فَالْحِمَارُ نَاهِقٌ“ (اگر انسان ناطق ہے تو گدھا ناهق ہوگا) اور بہر حال منفصلہ تو وہ یا تو حقیقیہ ہے اور وہ (قضیہ شرطیہ) ہے جس میں صدق اور کذب دونوں اعتبار سے اس کے دو جزوں کے درمیان منافات کا حکم لگایا جاتا ہے، جیسے ہمارا قول ”اِمَّا اِنْ يَكُونُ هَذَا الْعَدَدُ زَوْجًا أَوْ فَرْدًا“ اور یا مانعہ الجمع ہے اور وہ وہ (قضیہ شرطیہ منفصلہ) ہے جس میں اس کے دونوں جزء کے درمیان صرف صدق کے اعتبار سے منافات کا حکم لگایا جاتا ہے، جیسے ”اِمَّا اِنْ يَكُونُ هَذَا الشَّيْءُ حَجَرًا أَوْ شَجَرًا“ (یہ شیء یا تو پتھر ہوگی یا درخت) یا مانعہ الخلو ہے، اور وہ وہ (قضیہ شرطیہ منفصلہ) ہے جس کے دونوں جزوں کے درمیان صرف

کذب کے اعتبار سے منافات کا حکم لگایا جاتا ہے، جیسے ہمارا قول ”إما ان یکون زید فی البحر او لا یغرق“ (زید یا تو دریا میں ہوگا یا نہ ڈوبے گا)۔

میں کہتا ہوں کہ جب حملیات اور اس کے اقسام (کے بیان) سے فراغت واقع ہوگئی۔ تو شرطیات کے اقسام شروع کر رہے ہیں، اور آپ یہ سن چکے ہیں کہ شرطیہ وہ (قضیہ) ہے جو دو قضیوں سے مرکب ہوتا ہے، اور وہ یا تو متصلہ ہے اگر آپ ان میں سے ایک قضیہ (کے اتصال) کے حصول کو دوسرے قضیہ کے وقت ثابت کریں یا سلب کریں، یا منفصلہ ہے اگر آپ ان میں سے ایک کے انفصال کو دوسرے سے ثابت کریں، یا سلب کریں، اور شرطیہ کے دونوں جڑوں میں سے پہلا قضیہ خواہ متصل ہو یا منفصلہ مقدم کہلاتا ہے، اس لئے کہ وہ ذکر میں اس پر مقدم ہے، اور دوسرا قضیہ تالی کہلاتا ہے، کیونکہ وہ اس کے پیچھے اور بعد میں آتا ہے۔

تشریح: شارح فرماتے ہیں کہ جب ماتن نے حملیات اور اس کے اقسام اور ہر ایک کی تعریفات اور ان کے اقسام کے درمیان نسبتوں کے بیان سے فارغ ہو چکے تو اب شرطیات کی اقسام اور ان کی تعریفات کو بیان کر رہے ہیں، اور شرطیہ کی تعریف آپ پہلے ہی سن چکے ہیں، یعنی شرطیہ وہ قضیہ ہے جو دو قضیوں سے مرکب ہوتا ہے، جیسے ”ان کانت الشمس طالعة فالنہار موجود“ (اگر سورج نکلا ہوا ہے تو دن موجود ہوگا) دیکھئے اس مثال میں دو قضیے ہیں: ۱- الشمس طالعة ۲- النہار موجود، لہذا یہ قضیہ شرطیہ ہے، اور قضیہ شرطیہ کی دو قسمیں ہیں: ۱- متصلہ ۲- منفصلہ۔

شرطیہ متصلہ: وہ قضیہ ہے جس میں دو قضیوں میں سے ایک کے اتصال کے حصول کا ایجاب یا سلب ہو دوسرے قضیہ کے وقت، اگر اتصال کے ایجاب کا حکم ہو تو وہ موجبہ ہے، جیسے ان کانت الشمس طالعة فالنہار موجود، دیکھئے یہاں دو قضیے ہیں: ۱- الشمس طالعة ۲- النہار موجود اور ان میں سے ایک یعنی وجود نہار کے حصول کو ثابت کیا گیا ہے، طلوع شمس کے اتصال کے وقت، لہذا یہ قضیہ شرطیہ متصلہ موجبہ ہے، اور اگر اتصال کے سلب کا حکم ہو تو وہ سالبہ ہے، جیسے لیس البتہ اذا کانت الشمس طالعة کان اللیل موجودا، دیکھئے یہاں بھی دو قضیے ہیں اور ان میں سے ایک یعنی وجود لیل کے حصول کا سلب ہے، طلوع شمس کی صورت پر، لہذا یہ قضیہ شرطیہ متصلہ ہے۔

شرطیہ منفصلہ: وہ قضیہ ہے جس میں دو قضیوں میں سے ایک کے دوسرے سے انفصال کا ایجاب یا سلب ہو، اگر انفصال کا ایجاب ہو تو وہ منفصلہ موجبہ ہے، جیسے هذا الشیء اما ان یکون شجرا او حجرا، دیکھئے اس مثال میں دو قضیے ہیں اور ان میں سے ایک یعنی حجر کے انفصال کا ایجاب ہے، دوسرے یعنی شجر سے، لہذا یہ قضیہ منفصلہ موجبہ ہے، اور اگر انفصال کا سلب ہو تو وہ منفصلہ سالبہ ہے، جیسے لیس اما ان تكون الشمس طالعة او النہار موجود، دیکھئے اس مثال میں دو قضیوں میں سے ایک یعنی وجود نہار کے انفصال کا سلب ہے دوسرے یعنی طلوع شمس سے، مطلب یہ ہے کہ طلوع شمس اور وجود نہار کے درمیان انفصال نہیں ہے، بلکہ جب بھی سورج نکلے گا تو دن موجود ہوگا۔

شرطیہ متصلہ اور منفصلہ کی تعریف آسان لفظوں میں اس طرح یاد رکھیے۔

شرطیہ متصلہ: جس میں حکم لگایا گیا ہو ایک نسبت کے ثبوت کا دوسری نسبت کے ثبوت کی تقدیر پر یا ایک نسبت کے ثبوت کا حکم

لگایا گیا ہو دوسری نسبت کی نفی کی تقدیر پر۔ مطلب یہ ہے کہ دو قضیوں میں سے ایک کے ثبوت کو اگر مان لیا جائے تو دوسرے قضیہ کے ثبوت کو بھی ماننا پڑے گا، یا اگر ایک قضیہ کے ثبوت کو مان لیا تو دوسرے قضیہ کی نفی ماننی پڑے گی، اگر حکم ثبوت کا ہو تو اس کو متصلہ موجبہ کہا جائے گا، اور اگر نفی کا حکم ہو تو اس کو متصلہ سالبہ کہا جائے گا۔ پہلے کی مثال ”ان کانت الشمس طالعة فالنہار موجود“ دیکھئے اس مثال میں دن کے وجود کا حکم طلوع شمس کی تقدیر پر ہے، لہذا یہ قضیہ متصلہ موجبہ ہے، ثانی کی مثال ”لیس البتہ ان کانت الشمس طالعة فاللیل موجود“ ہے، دیکھئے اس مثال میں وجود لیل کی نفی کا حکم ہے طلوع شمس کی تقدیر پر لہذا یہ قضیہ شرطیہ متصلہ سالبہ ہے۔

شارح فرماتے ہیں کہ قضیہ شرطیہ جن دو قضیوں سے مرکب ہوتا ہے، ان میں سے پہلے کو خواہ متصل ہو یا منفصلہ مقدم اور دوسرے کو تالی کہتے ہیں پہلے جزء کا نام مقدم اس وجہ سے رکھا گیا کہ مقدم باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے، اور اس کے معنی ہیں آگے کیا ہوا، چونکہ پہلا قضیہ دوسرے قضیہ سے پہلے ہوتا ہے، اس لئے اس کو مقدم کہا جاتا ہے، اور دوسرے کو تالی اس لئے کہتے ہیں کہ ”تالی“ تلو سے مشتق ہے، جس کے معنی ہیں بعد میں آنے والا، پیچھے متصل آنے والا، چونکہ دوسرا قضیہ پہلے قضیہ کے بعد متصل آتا ہے، اس لئے دوسرے قضیہ کو تالی کہا جاتا ہے۔

منفصلہ: وہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں دو چیزوں کے درمیان تضاد و منافات کا حکم لگایا گیا ہو، جیسے اما ان یکون هذا الشیء شجرًا حجرًا، ذیکھئے اس مثال میں شجر اور حجر کے درمیان تضاد کا حکم ہے لہذا یہ منفصلہ ہے۔

ثُمَّ أَنَّ الْمُتَّصِلَةَ أَمَّا لُزُومِيَّةٌ وَأَمَّا إِيْتِاقِيَّةٌ أَمَّا لُزُومِيَّةٌ فَهِيَ الَّتِي يُحْكَمُ بِصِدْقِ التَّالِي فِيهَا عَلَى تَقْدِيرِ صِدْقِ الْمُقَدِّمِ لِعِلَاقَةِ بَيْنَهُمَا تَوْجِبُ ذَلِكَ وَالْمُرَادُ بِالْعِلَاقَةِ شَيْءٌ بِسَبَبِهِ تَسْتَضَحِبُ الْأُولَى الثَّانِيَةَ كَالْعِلِّيَّةِ وَالتَّضَايُفِ أَمَّا الْعِلِّيَّةُ فَبِأَنَّ يَكُونُ الْمُقَدِّمَةُ عِلَّةً لِلتَّالِي كَقَوْلِنَا إِنْ كَانَتِ الشَّمْسُ طَائِعَةً فَالْنَّهَارُ مَوْجُودًا أَوْ مَعْلُولًا لَهُ كَقَوْلِنَا إِنْ كَانَ النَّهَارُ مَوْجُودًا فَالشَّمْسُ طَائِعَةً أَوْ يَكُونَا مَعْلُولَيْنِ عِلَّةً وَاحِدَةً كَقَوْلِنَا إِنْ كَانَ النَّهَارُ مَوْجُودًا فَالْعَالَمُ مُضِيءٌ فَإِنْ وَجُودَ النَّهَارُ وَإِضَاءَةُ الْعَالَمِ مَعْلُولَانِ لَطُلُوعِ الشَّمْسِ وَأَمَّا التَّضَايُفُ فَبِأَنَّ يَكُونُ مُتَضَايِفَيْنِ كَقَوْلِنَا إِنْ كَانَ زَيْدٌ أَبَا عَمْرٍو كَانَ عَمْرٍو ابْنَهُ وَهَذَا التَّعْرِيفُ لَا يَتَنَاوَلُ اللَّزُومِيَّةَ الْكَاذِبَةَ لَعَدَمِ اعْتِبَارِ صِدْقِ التَّالِي عَلَى تَقْدِيرِ صِدْقِ الْمُقَدِّمِ لِعِلَاقَةِ بَيْنَهُمَا فَالْأُولَى أَنْ يُقَالَ اللَّزُومِيَّةُ مَا حُكِمَ فِيهَا بِصِدْقِ قَضِيَّةٍ عَلَى تَقْدِيرِ قَضِيَّةٍ أُخْرَى لِعِلَاقَةِ بَيْنَهُمَا مُوجِبَةً لِذَلِكَ فَهِيَ مُتَنَاوَلُ لِللَّزُومِيَّةِ الْكَاذِبَةِ لِأَنَّ الْحُكْمَ لِلْعِلَاقَةِ إِنْ طَابَقَ الْوَاقِعُ كَانَ الْحُكْمُ مُتَحَقِّقًا وَالْعِلَاقَةُ أَيْضًا مُتَحَقِّقَةً وَإِنْ لَمْ يَطَابِقِ الْوَاقِعُ فَمَا لَعَدَمِ الْحُكْمِ فِي الْوَاقِعِ أَوْ لِثُبُوتِهِ مِنْ غَيْرِ عِلَاقَةٍ.

ترجمہ: پھر متصل یا تو لزومیہ ہے یا اتفاقیہ، بہر حال لزومیہ وہ (قضیہ) ہے جس میں تالی کے صدق کا حکم مقدم کے صدق کی تقدیر پر لگایا جائے ان کے درمیان ایک ایسے علاقہ کی وجہ سے جو اس کو واجب کرے، اور علاقہ سے وہ شے مراد ہے جس کے سبب سے پہلا دوسرے کا مصاحب ہو، جیسے علیت اور تضایف، بہر حال علیت تو بایں طور کہ مقدم تالی کے لئے علت ہو، جیسے ہمارا قول ”ان کانت الشمس طالعة فالنہار موجود“ (یا اس کے لئے معلول ہو جیسے ہمارا قول ”ان کانت الشمس طالعة فالنہار موجود“ یا دونوں کسی ایک ہی علت کے معلول ہوں جیسے ہمارا قول ان کان النہار

موجود فالعالم مضی، پس بے شک دن کا وجود اور عالم کا روشن ہونا دونوں طلوع شمس کے معلول ہیں، اور بہر حال تضایف تو بایں طور کہ وہ دونوں متضایف ہوں، جیسے ہمارا قول ان کان زید ابا عمرو کان عمرو ابنہ (اگر زید عمرو کا باپ ہے تو عمرو اس کا بیٹا ہے) اور یہ تعریف لزومیہ کا ذبہ کو شامل نہیں، کیونکہ اس میں تالی کے صدق کا اعتبار مقدم کے صدق کی تقدیر پر کسی علاقہ کی وجہ سے نہیں ہوتا، لہذا یہ کہنا بہتر ہے کہ لزومیہ وہ (قضیہ شرطیہ) ہے جس میں ایک قضیہ کے صدق کا حکم دوسرے قضیہ کے صدق کی تقدیر پر ہواں دونوں کے درمیان ایسے علاقہ کی وجہ سے جو اس کا موجب ہو۔ پس یہ تعریف لزومیہ کا ذبہ کو شامل ہے، کیونکہ علاقہ کی وجہ سے حکم اگر واقع کے مطابق ہو تو حکم بھی متحقق ہوگا، اور اگر واقع کے مطابق نہ ہو تو یہ یا تو واقع میں حکم کے نہ ہونے کی بناء پر ہوگا یا علاقہ کے بغیر حکم کے ثبوت کی بناء پر ہوگا۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے شرطیہ متصل کی قسمیں بیان کی ہیں، چنانچہ فرمایا ہے کہ شرطیہ کی دو قسمیں ہیں: ۱- لزومیہ۔ ۲- اتفاقیہ، لیکن آپ پر یہ بات مخفی نہ رہے کہ ماتن و شارح نے جتنی قسمیں بیان کیں اتنی ہی ہیں بلکہ شرطیہ متصل کی ایک اور قسم ہے، اور وہ ہے مطلقہ چنانچہ اولاً آپ کے سامنے ماتن و شارح کی ذکر کردہ دونوں قسموں کی تعریف و توضیح کی جائے گی، بعدہ قسم ثالث کو ذکر کیا جائے گا۔

لزومیہ: وہ قضیہ شرطیہ متصل ہے جس میں تالی کے صدق کا مقدم کے صدق کی بناء پر ان دونوں کے درمیان کسی ایسے علاقہ کی وجہ سے حکم لگایا گیا ہو جو علاقہ اس حکم کو واجب کرے، جیسے ”ان کانت الشمس طالعة فالنہار موجود“ دیکھئے اس مثال میں طلوع شمس اور وجود نہار کے درمیان اتصال حکم ہے اور یہ حکم اس علاقہ کی بناء پر ہے کہ طلوع شمس وجود نہار کے لئے علت ہے کہ سورج کے طلوع ہونے بغیر دن کا وجود نہیں ہو سکتا۔

وجہ تسمیہ: اس قضیہ کو متصل لزومیہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ مقدم اور تالی کے درمیان جب کسی علاقہ اور تعلق کی وجہ سے حکم ہو تو ان دونوں کے درمیان اتصال لازم ہوتا ہے، اور اس قضیہ میں بھی اتصال لازم ہوتا ہے اس لئے اس کا نام متصل لزومیہ رکھا گیا۔

علاقہ: مناطہ کی اصطلاح میں مقدم اور تالی کے درمیان کسی ایسے تعلق اور رشتہ کا نام علاقہ ہے جو تالی کی مصاحبت (یعنی ساتھ ہونے) کو چاہتا ہو، اب وہ علاقہ جو مصاحبت کو چاہتا ہو اس کی اولاً دو قسمیں ہیں: ۱- علاقہ علیت۔ ۲- علاقہ تضایف۔

علاقہ علیت: اس علاقہ کو کہتے ہیں کہ ایک شئی دوسری شئی کے وجود کا باعث اور سبب ہو۔

معلول: اسے کہتے ہیں جو کسی علت سے موجود ہو۔

علاقہ علیت کی قسمیں: شارح نے علاقہ علیت کی تین قسمیں بیان کی ہیں:

۱- مقدم تالی کے لئے علت ہو، جیسے ”ان کانت الشمس طالعة فالنہار موجود“ دیکھئے اس مثال میں پہلا قضیہ مقدم ہے جس میں طلوع شمس کو بیان کیا گیا ہے اور دوسرا قضیہ یعنی فالنہار موجود تالی ہے، جس میں دن کے موجود ہونے کو بیان کیا گیا ہے، اور سورج کا نکلنا دن کے موجود ہونے کی علت ہے۔

۲- تالی مقدم کے لئے علت ہو اور مقدم معلول ہو، جیسے ”ان کان النہار موجودا فالشمس طالعة“ (جب بھی دن موجود ہوگا تو سورج نکلا ہوا ہوگا) اس میں تالی یعنی طلوع شمس مقدم یعنی وجود نہار کی علت ہے۔

۳- مقدم اور تالی دونوں کسی تیسری چیز کے معلول ہوں، یعنی مقدم اور تالی کے لئے کوئی تیسری چیز علت ہو، جیسے ”کلما کان

النہار موجودا كان العالم مضیئاً“ (جب بھی دن موجود ہوگا تو عالم روشن ہوگا) دیکھئے اس مثال میں دن کا موجود ہونا اور عالم کا روشن ہونا دونوں طلوع شمس کے معلول ہیں، اور طلوع شمس دونوں کے لئے علت ہے۔

علاقۂ تضایف: علاقہ کی دوسری قسم علاقۂ تضایف ہے، علاقۂ تضایف ایسی دو چیزوں کے تعلق کا نام ہے، جن میں سے ہر ایک کا سمجھنا دوسرے کے سمجھنے پر موقوف ہو، جیسے، ابویہ، بنویہ، یعنی باپ ہونا اور بیٹا ہونا کہ باپ کا سمجھنا بیٹے کے سمجھنے پر موقوف ہے، یعنی باپ اسی وقت ہوگا جب کہ اس کا کوئی بیٹا ہو، لہذا جب آپ یہ کہیں کہ ”ان کاں زید ابا لعمرو کان عمرو ابنہ“ تو یہ ایسا شرطیہ متصلہ ہے کہ اس کے مقدم اور تالی کے درمیان علاقۂ تضایف ہے، کیونکہ زید کا عمرو کے لئے باپ ہونا اور عمرو کا زید کے لئے بیٹا ہونا، ان میں سے ہر ایک کا سمجھنا دوسرے کے سمجھنے پر موقوف ہے، لہذا یہاں مقدم اور تالی کے درمیان علاقۂ تضایف ہوا۔

وجہ قسمیہ: اس علاقہ کا نام علاقۂ تضایف اس وجہ سے رکھا گیا کہ تضایف باب تفاعل کا مصدر ہے اس کے معنی ہیں دوشی میں سے ایک کی نسبت دوسرے کی طرف کرنا، اور اس علاقہ میں بھی مقدم اور تالی میں سے ہر ایک کا سمجھنا دوسرے کی طرف نسبت کرتے ہوئے ہوتا ہے۔

لزومیہ کی تعریف پر اعتراض

ولهذا التعریف الخ اس عبارت سے شارح یہ فرماتے ہیں کہ ناتن نے لزومیہ کی جو تعریف کی ہے کہ جس میں تالی کا صدق مقدم کے صدق کی تقدیر پر کسی ایسے علاقہ کی وجہ سے ہو جو اس کو واجب کرے، یہ تعریف لزومیہ کا ذبہ پر صادق نہیں آتی، کیونکہ اس تعریف سے متبادر یہی ہے کہ تالی کا صدق مقدم کے صدق کی تقدیر پر نفس الامر میں ہو، اور ظاہر ہے کہ لزومیہ کا ذبہ میں تالی کے صدق کا اعتبار نہیں ہوتا، اور اس میں یہ حکم نفس الامر میں نہیں ہوتا، اس لئے بہتر یہ ہے کہ لزومیہ کی تعریف میں تھوڑی سی تبدیلی کی جائے، تاکہ وہ لزومیہ کا ذبہ کو بھی شامل ہو جائے، چنانچہ اس کی تعریف یوں کی جائے کہ ”لزومیہ وہ قضیہ شرطیہ متصلہ ہے جس میں ایک قضیہ کے صدق کا حکم دوسرے قضیہ کے صدق کی تقدیر پر لگایا جائے ایک ایسے علاقہ کی وجہ سے جو اسے واجب کرے“ اب یہ تعریف لزومیہ کا ذبہ کو بھی شامل ہے، کیونکہ علاقہ کی وجہ سے جو حکم ہوتا ہے اس کی دو صورتیں ہیں: ۱- یا تو واقع کے مطابق ہوگا۔ ۲- یا واقع کے مطابق نہ ہوگا، اگر واقع کے مطابق ہو تو وہ لزومیہ نہ اذقہ ہے جیسے ”ان کانت الشمس طالعة فالنہار موجود“ اور اگر واقع کے مطابق نہ ہو تو یہ دو حال سے خالی نہیں یا تو قضیہ میں واقع میں کوئی اتصال کا حکم ہی نہ ہو، جیسے ”لیس البتہ کلما کانت الشمس طالعة فکان اللیل موجوداً“ دیکھئے اس قضیہ میں طلوع شمس اور وجود لیل میں واقع اور نفس الامر میں کوئی اتصال نہیں ہے، یا اتصال کا حکم ثابت تو ہو لیکن کسی علاقہ کے بغیر ہو، جیسے ”لیس البتہ کلما کان الانسان ناطقاً فالحمار ناطق“ دیکھئے اس قضیہ میں اگرچہ انسان کے ناطق اور حمار کے ناطق ہونے کے درمیان اتصال ہے لیکن بغیر کسی علاقہ کے ہے، اس لئے کہ انسان کا ناطق ہونا حمار کے ناطق ہونے کے لئے علت نہیں ہے۔

وَأَمَّا الْإِتِّفَاقِيَّةُ فَهِيَ الَّتِي يَكُونُ ذَلِكَ أَيْ صَدَقَ التَّالِي عَلَى تَقْدِيرِ صَدَقِ الْمُقَدِّمِ فِيهَا لَا لِعَلَاقَةٍ مُرْجَبَةٍ لِذَلِكَ بَلْ بِمَجَرَّدِ تَوَافُقِ صَدَقِ الْجُزْئَيْنِ كَقَوْلِنَا إِنْ كَانَ الْإِنْسَانُ نَاطِقًا فَالْحِمَارُ نَاطِقٌ فَاتَّةُ لَا عِلَاقَةَ بَيْنَ نَاطِقِيَّةِ الْحِمَارِ وَ نَاطِقِيَّةِ الْإِنْسَانِ حَتَّى يُجَوِّزَ الْعَقْلُ تَحَقُّقَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِدُونِ الْآخَرِ وَلَيْسَ فِيهَا إِلَّا تَوَفُّقُ الطَّرْفَيْنِ عَلَى الصِّدْقِ وَلَوْ قَالَ هِيَ الَّتِي يُحْكَمُ فِيهَا بِصَدَقِ التَّالِي عَلَى

تَقْدِيرِ صَدَقِ الْمُقَدَّمِ لَا لِعِلَاقَةِ بَلْ بِمُجَرَّدِ صِدْقِهِمَا لَكَانَ أُولَى لِسَأُولِ الْإِتِفَاقِيَّةِ الْكَاذِبَةِ فَإِنَّ الْحُكْمَ فِيهَا بِصَدَقِ التَّالِيِ لَا لِعِلَاقَةِ رُبَّمَا يُطَابِقُ الْوَاقِعَ بَأَن يَصْدُقِ التَّالِيِ وَلَا تَوْجُدُ الْعِلَاقَةُ وَرُبَّمَا لَمْ يُطَابِقِ الْوَاقِعَ بَأَن لَا يَصْدُقِ التَّالِيِ عَلَى تَقْدِيرِ صَدَقِ الْمُقَدَّمِ أَوْ يَصْدُقُ وَتَوْجُدُ الْعِلَاقَةُ وَقَدْ يَكْتَفِي فِي الْإِتِفَاقِيَّةِ بِصَدَقِ التَّالِيِ حَتَّى يُقَالَ إِنَّهَا الَّتِي حُكِمَ فِيهَا بِصَدَقِ التَّالِيِ عَلَى تَقْدِيرِ الْمُقَدَّمِ لَا لِعِلَاقَةِ بَلْ بِمُجَرَّدِ صَدَقِ التَّالِيِ وَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ الْمُقَدَّمُ فِيهَا صَادِقًا أَوْ كَاذِبًا وَيُسَمَّى بِهَذَا الْمَعْنَى إِتِفَاقِيَّةً عَامَّةً وَبِالْمَعْنَى الْأُولَى إِتِفَاقِيَّةً خَاصَّةً لِلْعُمُومِ وَالْخُصُوصِ بَيْنَهُمَا فَإِنَّهُ مَتَى صَدَقِ الْمُقَدَّمُ وَالتَّالِيِ فَقَدْ صَدَقِ التَّالِيِ وَلَا يَنْعَكَسُ.

ترجمہ: اور بہر حال اتفاقیہ تو وہ وہ (قضیہ شرطیہ متصل) ہے جس میں وہ ہو یعنی تالی کا صدق مقدم کے صدق کی تقدیر پر ہو اس بات کو واجب کرنے والے علاقہ کے بغیر، بلکہ محض جزئین کے صدق کے توافق کی وجہ سے ہو، جیسے ہمارا قول "ان کان الانسان ناطقاً فالحمار ناهق" پس بے شک گدھے کی ناطقیہ اور انسان کی ناطقیہ کے درمیان کوئی علاقہ نہیں یہاں تک کہ عقل ان میں سے ہر ایک کے تحقق کو دوسرے کے بغیر جائز قرار دے، اور اس میں نہیں ہے، مگر طرفین کا صدق پر موافق ہو جانا، اور اگر ماتن یہ کہتے کہ "وہ (یعنی اتفاقیہ) وہ قضیہ ہے جس میں تالی کا صدق مقدم کے صدق کی تقدیر پر کسی علاقہ کی وجہ سے نہیں بلکہ محض ان دونوں کے صدق کی بناء پر ہے" تو بہتر ہوتا، اس لئے کہ یہ اتفاقیہ کاذبہ کو شامل ہو جاتا، کیونکہ اس میں تالی کے صدق کا حکم بغیر کسی علاقہ کے ہے، اور کبھی وہ واقع کے مطابق ہوتا ہے بایں طور کہ تالی صادق ہو اور علاقہ نہ پایا جائے، اور کبھی واقع کے مطابق نہیں ہوتا بایں طور کہ تالی مقدم کے صدق کی تقدیر پر صادق نہ ہو، یا صادق ہو اور علاقہ پایا جائے اور کبھی اتفاقیہ میں تالی کے صدق پر اکتفا کر لیا جاتا ہے، یہاں تک کہ کہا جاتا ہے کہ اتفاقیہ وہ (قضیہ) ہے جس میں تالی کے صدق کا حکم مقدم کی تقدیر پر ہو کسی علاقہ کے بغیر، بلکہ محض تالی کے صدق کی وجہ سے ہو، اور جائز ہے کہ مقدم اس میں صادق ہو، یا کاذب ہو، اور اس معنی کے اعتبار سے اس کو اتفاقیہ عامہ کہتے ہیں اور پہلے معنی کے اعتبار سے اتفاقیہ خاصہ کہتے ہیں، ان دونوں کے درمیان عموم و خصوص مطلق ہے، اس لئے کہ جب مقدم اور تالی دونوں صادق ہوں گے تو تالی بھی یقیناً صادق ہوگا، اور اس کا عکس نہیں۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے شرطیہ متصل کی دوسری قسم اتفاقیہ کو بیان کیا ہے۔

اتفاقیہ: وہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں تالی کا صدق مقدم کے صدق کی تقدیر پر ہو، اور ان کے درمیان کوئی ایسا علاقہ نہ ہو جو اس کو واجب کرے، بلکہ دونوں جزئین محض اتفاقاً جمع ہو گئے ہوں، جیسے "ان کان الانسان ناطقاً فالحمار ناهق" (اگر انسان ناطق ہے تو گدھا ناہق ہے) دیکھئے اس مثال میں انسان کے ناطق ہونے اور گدھے کے ناہق ہونے کے درمیان کوئی ایسا علاقہ نہیں ہے، جو کہ انسان کے ناطق ہونے کی وجہ سے گدھے کے ناہق ہونے کی مصاحبت کو چاہتا ہو، نہ تو علاقہ علیت ہے کہ انسان کا ناطق ہونا گدھے کے ناہق ہونے کی علت ہے اور نہ علاقہ لزوم ہے بلکہ یہ تو محض اتفاقی بات ہے کہ جب انسان بول رہا ہو تو اس وقت گدھا بھی پیچو پیچو کرنے لگے۔

وجہ تسمیہ: اس قضیہ کا نام اتقاقیہ اس وجہ سے رکھا گیا کہ یہاں مقدم اور تالی کے درمیان اتصال محض اتقاقی ہوتا ہے، علاقہ لزوم یا علاقہ علیت کی وجہ سے نہیں ہوتا۔

ولبہ قال التی بحکم الخ اس عبارت میں شارح نے یہ فرمایا ہے کہ ماتن نے جو اتقاقیہ کی تعریف کی ہے وہ بظاہر اتقاقیہ کا ذبہ پر صادق نہیں آتی، اس لئے بہتر یہ ہے کہ تعریف میں لفظ ”بحکم“ کو بڑھا کر تعریف یوں کی جائے کہ اتقاقیہ وہ قضیہ شرطیہ متصلہ ہے جس میں تالی کے صدق کا حکم مقدم کے صدق کی تقدیر پر ہو، کسی علاقہ کی وجہ سے نہیں، بلکہ دونوں جزء محض اتقاقاً جمع ہو گئے ہوں، تاکہ یہ تعریف اتقاقیہ کا ذبہ پر صادق آجائے اس لئے کہ اتقاقیہ میں جو بغیر کسی علاقہ کے صدق تالی کا حکم ہوتا ہے، اس کی تین صورتیں ہیں۔

۱۔ کبھی حکم واقع کے مطابق ہوتا ہے بایں طور کہ اس میں تالی صادق ہوتی ہے، اور کوئی علاقہ نہیں پایا جاتا، یہ اتقاقیہ صادقہ کی صورت ہے، جیسے ”ان کان الانسان ناطقاً فکان الحمار ناطقاً“ دیکھئے اس مثال میں انسان پر ناطق ہونے کا حکم ہے اور گدھے پر ناطق ہونے کا حکم ہے اور یہ واقع کے مطابق بھی ہے، اور مقدم اور تالی کے درمیان کوئی علاقہ نہیں ہے، لہذا یہ اتقاقیہ صادقہ کی صورت ہے۔

۲۔ اور کبھی حکم واقع کے مطابق نہیں ہوتا بایں طور کہ مقدم کے صدق کی تقدیر پر تالی صادق نہیں ہوتی، یہ اتقاقیہ کا ذبہ کی صورت ہے، جیسے ”لیس البتہ ان کانت الشمس طالعة فکان اللیل موجوداً“ دیکھئے اس مثال میں حکم واقع کے مطابق نہیں ہے، یعنی مقدم تو صادق ہے لیکن تالی صادق نہیں ہے لہذا یہ اتقاقیہ کا ذبہ کی مثال ہے۔

۳۔ حکم واقع کے مطابق نہیں ہوتا، لیکن تالی صادق ہوتی ہے، اور علاقہ بھی پایا جاتا ہے، یہ بھی اتقاقیہ کا ذبہ کی صورت ہے۔ شارح فرماتے ہیں کہ اتقاقیہ کی گزشتہ دونوں تعریفوں میں مقدم اور تالی دونوں کے صدق کا اعتبار کیا گیا ہے، اس کو ”اتساقیہ خاصہ“ کہتے ہیں، ان میں دونوں کا صادق ہونا ضروری ہوتا ہے، اور کبھی اتقاقیہ کی تعریف میں صرف تالی کے صدق کا اعتبار کیا جاتا ہے، اور اس کی تعریف یوں کی جاتی ہے کہ اتقاقیہ وہ قضیہ ہے جس میں تالی کا صدق مقدم کی تقدیر پر ہو، مقدم خواہ صادق ہو یا کاذب، لیکن تالی بہر صورت صادق ہو، بغیر کسی علاقہ کے، اسی کو اتقاقیہ عامہ کہتے ہیں کیونکہ اس کی ترکیب اس صورت میں بھی ہو سکتی ہے، جب کہ مقدم اور تالی دونوں صادق ہوں، اور اس صورت میں بھی جب کہ مقدم محال و کاذب ہو، اور تالی صادق ہو، گویا اتقاقیہ خاصہ اور اتقاقیہ عامہ کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، اتقاقیہ خاصہ اخص ہے، اور اتقاقیہ عامہ اعم ہے، دلیل یہ ہے کہ جب مقدم اور تالی دونوں صادق ہوں تو تالی بھی صادق ہوگی، لہذا جہاں اتقاقیہ خاصہ صادق ہوگا وہاں اتقاقیہ عامہ بھی صادق ہوگا، لیکن جہاں اتقاقیہ عامہ صادق ہوگا وہاں اتقاقیہ خاصہ صادق ہونا ضروری نہیں، اتقاقیہ عامہ کی مثال یہ ہے ”ان کان زید فرساً فالحمار ناطق“ دیکھئے اس مثال میں مقدم کاذب ہے اور تالی صادق ہے۔

سوال: لزومیہ اور اتقاقیہ میں کیا فرق ہے؟

جواب: ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ لزومیہ میں علاقہ ملحوظ ہوتا ہے، اور اتقاقیہ میں علاقہ ملحوظ نہیں ہوتا، جب قضیہ متصلہ کی دونوں قسموں کی تعریف اور مثال ذکر کی جا چکی تو اب حسب وعدہ متصلہ کی تیسری قسم کی تعریف اور مثال بیان کر رہا ہوں، ملاحظہ فرمائیں۔

مطلقہ: وہ قضیہ متصلہ ہے جس میں مقدم اور تالی کے درمیان علاقہ لزوم اور اتقاق سے قطع نظر کرتے ہوئے حکم لگایا گیا ہو، یعنی

جس میں لزوم اور اتفاق کی قید نہ ہو اس کی مثالیں وہی ہیں جو لزوم اور اتفاقیہ کی تھیں، البتہ اس میں لزوم اور اتفاق کی قید ملحوظ نہ ہوگی۔

وَأَمَّا الْمُنْفَصِلَةُ فَقَدْ عَرَفْتُ أَنَّهَا عَلَى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ حَقِيقِيَّةٌ وَهِيَ الَّتِي يُحْكَمُ فِيهَا بِالتَّنَافِي بَيْنَ جُزْئَيْهَا صِدْقًا وَكُذْبًا كَقَوْلِنَا إِمَّا أَنْ يَكُونَ هَذَا الْعَدَدُ زَوْجًا أَوْ فَرْدًا وَ مَانِعَةُ الْجَمْعِ وَهِيَ الَّتِي يُحْكَمُ فِيهَا بِالتَّنَافِي بَيْنَ جُزْئَيْهَا صِدْقًا فَقَطْ كَقَوْلِنَا إِمَّا أَنْ يَكُونَ هَذَا الشَّيْءُ شَجَرًا أَوْ حَجَرًا وَ مَانِعَةُ الْخُلُوِّ وَهِيَ الَّتِي يُحْكَمُ فِيهَا بِالتَّنَافِي بَيْنَ جُزْئَيْهَا كُذْبًا فَقَطْ كَقَوْلِنَا إِمَّا أَنْ يَكُونَ زَيْدٌ فِي الْبَحْرِ وَإِمَّا أَنْ لَا يَغْرُقَ وَإِنَّمَا سُمِّيَتْ الْأُولَى حَقِيقِيَّةً لِأَنَّ التَّنَافِي بَيْنَ جُزْئَيْهَا أَشَدُّ مِنَ التَّنَافِي بَيْنَ جُزْئِي الْآخِرَيْنِ لِأَنَّهُ فِي الصِّدْقِ وَالْكَذْبِ مَعًا فَهِيَ أَحَقُّ بِاسْمِ الْمُنْفَصِلَةِ بَلْ هِيَ حَقِيقَةُ الْإِنْفِصَالِ وَالثَّانِيَةُ مَانِعَةُ الْجَمْعِ لِاشْتِمَالِهَا عَلَى مَنَعَ الْجَمْعِ بَيْنَ جُزْئَيْهَا وَالثَّالِثَةُ مَانِعَةُ الْخُلُوِّ لِأَنَّ الْوَاقِعَ لَيْسَ يَخْلُو عَنْ أَحَدِ جُزْئَيْهَا وَرَبَّمَا يُقَالُ مَانِعَةُ الْجَمْعِ وَمَانِعَةُ الْخُلُوِّ عَلَى الَّتِي يُحْكَمُ فِيهَا بِالتَّنَافِي فِي الصِّدْقِ أَوْ فِي الْكَذْبِ مُطْلَقًا وَبِهَذَا الْمَعْنَى تَكُونَانِ أَعْمُ مِنَ الْمَعْنَيَيْنِ الْأُولَيَيْنِ وَالْحَقِيقِيَّةِ أَيْضًا.

ترجمہ: اور بہر حال منفصلہ تو آپ کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ وہ تین قسم پر ہے، حقیقیہ، اور وہ وہ (قضیہ) ہے جس میں اس کے دونوں جزؤں کے درمیان صدق اور کذب کے اعتبار سے منافات کا حکم لگایا جائے جیسے ہمارا قول ”امسا ان یکون هذا العدد زوجا او فردا“ (یا تو یہ عدد زوج ہو گا یا فرد) یا مانعہ الجمع ہے، اور وہ وہ (قضیہ) ہے کہ اس کے دونوں جزؤں کے درمیان صرف صدق کے اعتبار سے منافات کا حکم لگایا جائے جیسے ہمارا قول ”امسا ان یکون هذا الشیء شجرا او حجرا“ (یا تو یہ شیء درخت ہوگی یا پتھر) یا مانعہ الخلو ہے، اور وہ وہ (قضیہ) ہے جس میں اس کے دونوں جزؤں کے درمیان صرف کذب کے اعتبار سے منافات کا حکم لگایا جائے جیسے ہمارا قول ”امسا ان یکون زید فی البحر واما ان لا یغرق“ (یا تو زید دریا میں ہو یا نہ ڈوبے) اور بلاشبہ پہلے کا نام حقیقیہ رکھا، اس لئے کہ اس کے جزئین کے درمیان منافات اخیرین (یعنی مانعہ الجمع اور مانعہ الخلو) کے جزئین کے درمیان منافات سے زیادہ شدید ہے، اس لئے کہ وہ صدق اور کذب دونوں میں ہوتی ہے، پس وہ منفصلہ نام کا زیادہ حقدار ہے، بلکہ وہی انفصال کی حقیقت ہے، اور دوسرے کا نام مانعہ الجمع رکھا اس لئے کہ وہ دونوں جزؤں کے درمیان جمع کے منع پر مشتمل ہوتا ہے، اور تیسرے کا نام مانعہ الخلو، اس لئے کہ واقع اس کے جزئین میں سے کسی ایک سے خالی نہیں ہوتا، اور کبھی مانعہ الجمع اور مانعہ الخلو اس پر بولا جاتا ہے جس میں صدق یا کذب میں منافات کا حکم لگایا جائے مطلقا، اس معنی کے اعتبار سے یہ دونوں پہلے دونوں معنی سے اعم ہیں اور حقیقت سے بھی اعم ہیں۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے شرطیہ منفصلہ کی قسمیں بیان کی ہیں، چنانچہ فرمایا ہے کہ آپ کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ منفصلہ کی تین قسمیں ہیں: ۱- حقیقیہ ۲- مانعہ الجمع ۳- مانعہ الخلو، واضح رہے کہ شارح نے قد عرفت کہہ کر اشارہ کیا ہے کہ میں ص ۶۹ میں منفصلہ کی تینوں قسموں کی تشریح کر چکا ہوں، لیکن مزید وضاحت کے لئے یہاں بھی ان اقسام ثلاثہ کی تعریف اور مثالیں بیان کی ہیں۔

منفصلہ حقیقیہ: وہ قضیہ شرطیہ ہے جس کے دونوں جزؤں کے درمیان صدق اور کذب دونوں اعتبار سے منافات اور تضاد

کا حکم لگایا گیا ہوں اگر منافات اور تضاد کا حکم لگایا گیا ہو تو وہ قضیہ منفصلہ موجب ہوگا، اور اگر عدم منافات کا حکم ہو تو وہ قضیہ منفصلہ سالبہ ہوگا، صدق اور کذب کے اعتبار سے منافات کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو دونوں جزء ایک ساتھ پائے جائیں اور نہ ہی دونوں نہ پائے جائیں۔ بلکہ ان دونوں میں سے ایک کا پایا جانا ضروری ہے، چنانچہ آپ اس کو مثال سے سمجھئے، مثلاً ”إما ان یکون هذا العدد زوجا او فردا“ دیکھئے یہ قضیہ منفصلہ حقیقیہ ہے اس میں صدق اور کذب دونوں اعتبار سے منافات کا حکم لگایا گیا ہے، یعنی ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی معین عدد زوج (جفت) اور فرد (طاق) دونوں ہوں، یا دونوں نہ ہوں، کیونکہ اگر دونوں جمع ہو جائیں تو اجتماع ضدین لازم آئے گا جو کہ محال ہے، اور اگر دونوں نہ پائے جائیں تو ارتفاع ضدین لازم آئے گا جو کہ باطل ہے، اور جو چیز باطل کو مستلزم ہو وہ خود باطل ہوتی ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ نہ دونوں جزء کا اجتماع ہو سکتا ہے اور نہ ہی ارتفاع، بلکہ ان دونوں میں سے کسی ایک کا ہونا ضروری ہے، یعنی وہ عدد اگر جفت ہے تو طاق نہ ہوگا، اور اگر طاق ہے تو جفت نہ ہوگا، یہ منفصلہ حقیقیہ موجب کی مثال ہے، اور اگر صدق اور کذب دونوں اعتبار سے عدم منافات کا حکم ہو تو وہ قضیہ منفصلہ سالبہ کہلائے گا، صدق میں عدم منافات کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کا اجتماع ہو سکتا ہے، اور کذب میں عدم منافات کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کا ارتفاع بھی ہو سکتا ہے، یعنی ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں جزء نہ پائے جائیں، جیسے لیس البتہ إما ان یکون هذا العدد زوجا او منقسما بمتساویین، یہ منفصلہ حقیقیہ سالبہ کی مثال ہے، اس میں هذا العدد زوجا ایک قضیہ ہے منقسما بمتساویین دوسرا قضیہ ہے، ان دونوں کے ایک ساتھ صادق آنے میں منافات نہیں ہے کیونکہ جو عدد زوج ہوتا ہے وہ دو برابر قسموں میں منقسم بھی ہو سکتا ہے، تو دیکھئے یہاں دونوں قضیے ایک ساتھ جمع ہو رہے ہیں، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ عدد معین فرد ہو، تو اس صورت میں نہ وہ زوج ہوگا اور نہ ہی دو برابر قسموں میں منقسم ہوگا، تو دیکھئے یہاں دونوں قضیے مرتفع ہو رہے ہیں، لہذا معلوم ہوا کہ قضیہ منفصلہ سالبہ میں دونوں قضیوں کے ایک ساتھ صادق آنے میں بھی منافات نہیں اور کاذب ہونے میں بھی منافات نہیں ہے۔

منفصلہ مانعة الجمع: وہ قضیہ منفصلہ ہے جس کے جزئین کے درمیان صرف صدق کے اعتبار سے تضاد کا حکم ہو، جیسے ”إما ان یکون هذا الشئ شجرا او حجرا (یہ شئی یا تو درخت ہوگی یا پتھر) دیکھئے اس مثال میں یہ حکم ہے کہ درخت اور پتھر میں منافات صرف صدق کے اعتبار سے ہے، یعنی ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایک ہی چیز درخت اور پتھر دونوں ہو، ہاں یہ ممکن ہے کہ وہ شئی نہ درخت ہو نہ پتھر، بلکہ کتاب، کاپی وغیرہ ہو۔

منفصلہ مانعة الخلو: وہ قضیہ منفصلہ ہے جس کے جزئین کے درمیان صرف کذب کے اعتبار سے منافات کا حکم ہو، یعنی دونوں مرتفع تو ہو سکتے ہیں، لیکن جمع نہیں ہو سکتے، جیسے ”إما ان یکون زید فی البحر و إما ان لا یغرق“ دیکھئے اس مثال میں یکون زید فی البحر ایک جزء ہے اور لا یغرق دوسرا جزء ہے اور ان دونوں کے درمیان صرف کذب کے اعتبار سے منافات ہے یعنی ایسا نہیں ہو سکتا کہ زید دریا میں نہ ہو اور ڈوب جائے لیکن صدق کے اعتبار سے منافات نہیں ہے، کیونکہ ایسا ہو سکتا ہے کہ زید دریا میں ہو اور وہ نہ ڈوبے مثلاً وہ کشتی پر ہو یا وہ تیرنا جانتا ہو۔

وجہ تسمیہ: حقیقیہ کو حقیقیہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے جزئین میں مانعة الجمع اور مانعة الخلو کے مقابلے میں زیادہ منافات پائی جاتی ہے، کیونکہ مانعة الجمع میں صرف صدق کے لحاظ سے منافات ہوتی ہے، اور مانعة الخلو میں صرف کذب کے لحاظ سے منافات ہوتی

ہے، اور حقیقیہ میں صدق اور کذب دونوں اعتبار سے منافات ہوتی ہے، تو گویا اصل انفصال کا مفہوم اور اس کی حقیقت اسی قضیہ میں ہے، اس لئے اس کو حقیقیہ کہتے ہیں، اور مانعہ الجمع کا نام مانعہ الجمع اس لئے رکھا کہ اس کے معنی ہیں جمع ہونے سے روکنے والا قضیہ، چونکہ اس کے دونوں جزء ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے اس لئے اس کا نام مانعہ الجمع رکھا، اور مانعہ الخلو کا نام مانعہ الخلو اس وجہ سے رکھا کہ اس کے معنی ہیں خالی ہونے سے روکنے والا چونکہ اس کے دونوں جزء خالی اور مرتفع نہیں ہو سکتے، اس لئے اس کا نام مانعہ الخلو رکھا۔

مانعہ الجمع اور مانعہ الخلو کا دوسرا معنی

مانعہ الجمع کا دوسرا معنی: یہ وہ قضیہ ہے جس میں صادق ہونے کے اعتبار سے منافات ہو خواہ کذب میں منافات ہو یا نہ ہو، اس تعریف میں لفظ ”فقط“ کی قید ختم کر دی گئی ہے، اب اس کا مطلب یہ ہو جاتا ہے کہ مانعہ الجمع کے جز میں جمع نہیں ہو سکتے، دونوں مرتفع ہوں یا نہ ہوں اس میں عموم ہے۔

مانعہ الخلو کا دوسرا معنی: یہ وہ قضیہ ہے جس میں کذب کے اعتبار سے منافات کا حکم ہو، خواہ صدق میں منافات ہو یا نہ ہو۔

نسبتیں

مانعہ الجمع کے دونوں معنوں کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، پہلا معنی اخص ہے اور دوسرا معنی اعم ہے، کیونکہ پہلے معنی میں صرف صدق کے اعتبار سے منافات کا حکم ہے، کذب میں کوئی منافات نہیں ہوتی، بلکہ دونوں مرتفع ہو سکتے ہیں، جب کہ دوسرے معنی میں صدق کے اعتبار سے منافات کا حکم ہوتا ہے، خواہ کذب میں منافات ہو یا نہ ہو، لہذا جہاں معنی اول صادق ہوگا وہاں معنی ثانی بھی ضرور صادق ہوگا لیکن اس کا عکس ضروری نہیں ہے۔

مانعہ الجمع بالمعنی الثانی اور حقیقیہ کے درمیان بھی عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، حقیقیہ اخص ہے اور یہ اعم ہے، کیونکہ حقیقیہ میں صدق اور کذب دونوں کے اعتبار سے منافات ہوتی ہے، اور مانعہ الجمع کے دوسرے معنی میں کذب سے قطع نظر ہے، خواہ اس میں منافات ہو یا نہ ہو، اس اعتبار سے یہ اعم ہے، اور مانعہ الجمع بالمعنی الاول اور حقیقیہ میں بتاين ہے، اور مانعہ الخلو کے دونوں معنی کے درمیان بھی عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، پہلا معنی اخص ہے، اور دوسرا معنی اعم ہے، کیونکہ پہلے معنی میں صرف کذب میں منافات کا حکم ہوتا ہے، صدق میں نہیں اور دوسرے معنی میں مطلقاً کذب میں منافات کا حکم ہوتا ہے، خواہ صدق میں منافات ہو یا نہ ہو، اس اعتبار سے معنی ثانی میں عموم ہو گیا لہذا جہاں پہلا معنی صادق ہوگا وہاں دوسرا معنی بھی ضرور صادق ہوگا، لیکن اس کا برعکس نہیں ہے۔

اسی طرح مانعہ الخلو بالمعنی الثانی اور حقیقیہ کے درمیان بھی عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، حقیقیہ اخص ہے اور مانعہ الخلو بالمعنی الثانی اعم ہے، اس لئے کہ حقیقیہ میں صدق اور کذب دونوں اعتبار سے منافات ہوتی ہے، اور مانعہ الخلو بالمعنی الثانی میں کذب میں تو منافات ہوتی ہے، لیکن صدق میں دونوں احتمال ہیں، ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ منافات ہو اور ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ منافات نہ ہو، تو اس اعتبار سے اس میں عموم پایا گیا، لہذا جہاں حقیقیہ صادق ہوگا وہاں مانعہ الخلو بالمعنی الثانی بھی ضرور صادق ہوگا، لیکن جہاں مانعہ الخلو بالمعنی الثانی صادق ہو وہاں حقیقیہ کا صادق ہونا ضروری نہیں ہے۔

وَلْيَعْصِ الْأَفْاضِلُ هَهْنَا بَحْثَ شَرِيفٍ وَهُوَ أَنَّ الْمُرَادَ بِالْمُنَافَاةِ فِي الْجَمْعِ أَنْ لَا يَصْلُقَا عَلَى ذَاتٍ

وَاحِدَةً لَا أَنَّهُمَا لَا يَجْتَمِعَانِ فِي الوجودِ فَإِنَّهُ لَوْ كَانَ الْمُرَادُ عَدَمُ الْاجْتِمَاعِ فِي الوجودِ لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْوَاحِدِ وَالْكَثِيرِ مَنَعُ الْجَمْعِ لِأَنَّ الْوَاحِدَ جُزْءُ الْكَثِيرِ وَجُزْءُ الشَّيْءِ يُجَامِعُهُ فِي الوجودِ لَكِنَّ الشَّيْخَ نَصَرَ عَلَى مَنَعِ الْجَمْعِ بَيْنَهُمَا ثُمَّ قَالَ وَعِنْدِي فِي هَذَا نَظَرٌ إِذَا يُلْزَمُ مِنْ ذَلِكَ جَوَازُ مَنَعِ الْجَمْعِ بَيْنَ الْإِزْمِ وَالْمُلْزُومِ فَإِنَّ جُزْءَ الشَّيْءِ مِنْ لَوَازِمِهِ وَقَدْ أَجْمَعُوا عَلَى أَنَّهُ لَا مَنَعُ جَمْعِ بَيْنَ الْإِزْمِ وَالْمُلْزُومِ وَلَا مَنَعُ خُلُوقِ وَرَجَاءِ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى أَنْ يَفْتَحَ عَلَيْهِ الْجَوَابَ عَنْ هَذَا الْإِعْتِرَاضِ وَهُوَ لَيْسَ إِلَّا نَظَرًا فِيمَا أَرَادَهُ مِنْ عِبَارَةِ الْقَوْمِ فَحَاشَاهُمْ أَنْ يَغْنُوا بِالْمُنَافَاةِ فِي الْجَمْعِ عَدَمُ الْاجْتِمَاعِ فِي الصِّدْقِ فَإِنَّ مَانِعَةَ الْجَمْعِ مِنْ أَقْسَامِ الْمُنْفَصِلَةِ وَالْإِنْفِصَالِ لَمْ يَغْتَبِرُوهُ إِلَّا بَيْنَ الْقَضِيَّتَيْنِ فَلَا يَكُونُ مَنَعُ الْجَمْعِ إِلَّا بَيْنَ الْقَضِيَّتَيْنِ فَلَوْ كَانَ الْمُرَادُ عَدَمُ الْاجْتِمَاعِ فِي الصِّدْقِ لَكَانَ بَيْنَ كُلِّ قَضِيَّتَيْنِ مَنَعُ الْجَمْعِ لِاسْتِحَالَةِ أَنْ تَصْدُقَ قَضِيَّةٌ عَلَى مَا تَصْدُقُ عَلَيْهِ قَضِيَّةٌ أُخْرَى وَلَا يَكُونُ بَيْنَ الْقَضِيَّتَيْنِ مَنَعُ الْخُلُوقِ أَصْلًا ضَرُورَةً كَذِبُهُمَا عَلَى شَيْءٍ مِنَ الْأَشْيَاءِ وَأَقْلَهُ مُفْرَدٍ مِنَ الْمُفْرَدَاتِ بَلْ لَيْسَ مُرَادُهُمْ بِالْمُنَافَاةِ فِي الصِّدْقِ إِلَّا عَدَمُ الْاجْتِمَاعِ فِي الوجودِ وَأَمَّا الشَّيْخُ أَثَبَتَ بَيْنَ الْوَاحِدِ وَالْكَثِيرِ مَنَعُ الْجَمْعِ فَهُوَ لَيْسَ بَيْنَ مَفْهُومَي الْوَاحِدِ وَالْكَثِيرِ بَلْ بَيْنَ هَذَا وَاحِدٍ وَهَذَا كَثِيرٍ فَإِنَّ الْقَضِيَّةَ الْقَائِلَةَ أَمَّا أَنْ يَكُونَ هَذَا وَاحِدًا وَأَمَّا أَنْ يَكُونَ هَذَا كَثِيرًا مَانِعَةُ الْجَمْعِ لَامْتِنَاعِ اجْتِمَاعِ جُزْئِيَّيْهَا عَلَى الصِّدْقِ فَقَدْ بَانَ أَنَّ الْأَشْكَالَ إِنَّمَا نَشَأَ مِنْ سُوءِ الْفَهْمِ وَقِلَّةِ التَّدَبُّرِ.

ترجمہ: اور بعض افاضل کی یہاں ایک شریف بحث ہے اور وہ یہ ہے کہ منافات فی الجمع سے مراد یہ ہے کہ دونوں ایک ذات پر صادق نہ ہوں، نہ یہ کہ دونوں وجود میں جمع نہ ہوں، اس لئے کہ اگر وجود میں جمع نہ ہونا مراد ہوتا، تو واحد اور کثیر کے درمیان مانعہ الجمع نہ ہوگا، اس لئے کہ واحد کثیر کا جزء ہوتا ہے، اور شئی کا جزء وجود میں شئی کے ساتھ جمع ہوتا ہے، لیکن شیخ نے تو ان دونوں کے درمیان مانعہ الجمع کے ہونے پر صراحت کی ہے، پھر فاضل (مذکور) نے کہا کہ میرے نزدیک اس میں نظیر ہے، اس لئے کہ اس سے لازم اور ملزوم کے درمیان مانعہ الجمع کا جائز ہونا لازم آتا ہے کیونکہ شئی کا جزء اس کے لوازم میں سے ہے، حالانکہ مناطہ نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ لازم اور ملزوم کے درمیان نہ مانعہ الجمع ہے اور نہ مانعہ الخلو، اور فاضل (مذکور) نے امید ظاہر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر اس اعتراض کے جواب کا دروازہ کھولے گا، اور یہ نظیر اس میں غلط ہے جو انہوں نے قوم کی عبارت سے مراد لی ہے، حاشا للہ، انہوں منافات فی الجمع سے صدق میں جمع نہ ہونے کا ارادہ نہیں کیا ہے، کیونکہ مانعہ الجمع منفصلہ کی اقسام میں سے ہے اور انفصال کا انہوں نے دو قضیوں ہی کے درمیان اعتبار کیا ہے، لہذا مانعہ الجمع بھی دو قضیوں کے درمیان ہوگا، تو اگر صدق میں جمع نہ ہونا مراد ہو تو ہر دو قضیوں کے درمیان مانعہ الجمع ہوگا، اس لئے کہ ایک قضیہ کا اس پر صادق ہونا محال ہے جس پر دوسرا قضیہ صادق ہوتا ہے، اور دو قضیوں کے درمیان مانعہ الخلو بھی بالکل نہ ہوگا، اس لئے کہ وہ دونوں اشیاء میں سے کسی شئی پر ضرور کاذب ہوتے ہیں، اور کم از کم مفردات میں سے کسی مفرد پر بلکہ ان کی صدق میں منافات سے صرف ”وجود میں جمع ہونا“ مراد ہے اور رہی یہ بات کہ شیخ نے واحد اور کثیر کے درمیان مانعہ الجمع کو ثابت کیا ہے، تو وہ واحد اور کثیر کے مفہوم میں نہیں

ہے بلکہ ”ہذا واحد اور واحدًا هذا کثیر“ کے درمیان ہے اس لئے کہ قضیہ مذکورہ ”إما أن یکون هذا وإما أن یکون هذا کثیرًا“ مانعہ الجمع ہے، کیونکہ اس کے دونوں جزاء کا صدق پر جمع ہونا محال ہے، پس تحقیق یہ بات واضح ہوگئی کہ اشکال کی بنیاد سو فہم اور کم سمجھی ہے۔

تشریح: شارح کے قول ”وهو ان المراد بالمنافات فی الجمع“ میں منافات سے وہ منافات مراد ہے جو مانعہ الجمع بالمعنی الاثم میں معتبر ہے، اور بعض افاضل کی بحث، ”ربما یقال مانعة الجمع“ سے متعلق ہے، چنانچہ ہینا سے اسی طرف اشارہ ہے، پہر یہ بحث چونکہ ایک غلط فہمی پر مبنی ہے، اس لئے شارح نے استہزاء کے طور پر اسے ”تشریف“ کہا ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خود فاضل مذکور نے ”ہینا بحث شریف“ کہا ہو اور شارح بطور حکایت کہہ رہے ہوں، اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ منفصلہ مانعہ الجمع میں منافات سے مراد یہ ہے کہ دونوں ذات واحد پر صادق نہ ہوں، یہ مراد نہیں کہ دونوں نفس الامر میں موجود اور جمع نہ ہوں، بلکہ نفس الامر میں دونوں وجود کے اعتبار سے جمع ہو سکتے ہیں، اس لئے کہ اگر وجود میں جمع نہ ہونا مراد ہو تو پھر واحد اور کثیر میں مانعہ الجمع نہ ہوگا، دلیل یہ ہے کہ واحد کثیر کا جزء ہے اور شیء کا جزء شیء کے ساتھ وجود میں جمع ہوتا ہے، حالانکہ شیخ نے واحد اور کثیر کے درمیان مانعہ الجمع ہونے کی تصریح کی ہے، لہذا معلوم ہوا کہ اس سے منافات فی الصدق مراد ہے نہ کہ وجود میں جمع نہ ہونا۔

پھر فاضل مذکور کہتے ہیں کہ فی هذا نظر کہ مجھے اس میں نظر ہے، اس کا اشارہ الیہ ”عدم اجتماع فی الصدق“ ہے جیسا کہ شارح کا قول وهو ليس الا نظراً فیما اراده من عبارة القوم اس کا تقاضا کرتا ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ نظر اس چیز پر ہو جس کی شیخ نے صراحت کی ہے، جیسا کہ شارح کا قول ”فان جزء الشيء من لوازمه“ اس پر دلالت کر رہا ہے، بہر حال فاضل مذکور کہتے ہیں کہ میرے نزدیک مانعہ الجمع میں منافات سے ”عدم اجتماع فی الصدق“ مراد لینے کی صورت میں نظر ہے، کیونکہ اس سے یہ لازم آرہا ہے کہ لازم اور ملزوم کے درمیان مانعہ الجمع جائز ہو، اس لئے کہ جب شیخ نے واحد اور کثیر کے درمیان مانعہ الجمع کی تصریح کی ہے، اور واحد کثیر کا جزء ہوتا ہے، اور شیء کا جزء اس شیء کے لوازم میں سے ہوتا ہے، تو گویا اس سے یہ لازم آیا کہ جس طرح واحد اور کثیر کے درمیان مانعہ الجمع ہے، اسی طرح لازم اور ملزوم کے درمیان بھی مانعہ الجمع ہے، حالانکہ سب مناطقہ کا اس پر اتفاق ہے کہ لازم و ملزوم کے درمیان نہ تو مانعہ الجمع ہے اور نہ مانعہ الخلو ہے، اس لئے کہ لازم کا وجود ملزوم کے وجود کو مستلزم ہوتا ہے، اور لازم کا انتفاء ملزوم کے انتفاء کو مستلزم ہوتا ہے، پھر فاضل مذکور نے اللہ تعالیٰ سے امید ظاہر کی ہے کہ وہ میرے دل میں اس اعتراض کا جواب الہام کریں گے۔

لیکن شارح فرماتے ہیں کہ فاضل مذکور کو غلط فہمی کی بناء پر یہ اشکال ہوا ہے، فاضل مذکور نے قوم کی عبارت سے جو مانعہ الجمع میں منافات سے ”عدم اجتماع فی الصدق“ سمجھا اور مراد لیا ہے یہ غلط ہے، دلیل یہ ہے کہ مانعہ الجمع منفصلہ کی ایک قسم ہے، اور انفصال دو قضیوں کے درمیان ہی معتبر ہوتا ہے، لہذا منفصلہ مانعہ الجمع دو قضیوں کے درمیان ہوگا، اب اگر مانعہ الجمع میں منافات فی الجمع سے ”عدم اجتماع فی الصدق“ مراد ہو یعنی یہ مراد لیا جائے کہ دو قضیے ایک ساتھ صادق نہیں ہو سکتے، تو اس سے دو خرابیاں لازم آتی ہیں:

۱- اس سے یہ لازم آئے گا کہ ہر دو قضیوں کے درمیان مانعہ الجمع ہو، اس لئے جس پر ایک قضیہ صادق ہو، اس پر دوسرے قضیہ کا صادق ہونا محال ہے۔

۲۔ اس سے یہ لازم آئے گا کہ کسی بھی دو قضیوں کے درمیان مانعہ الخلو نہ پایا جائے، کیونکہ فاضل مذکور نے ”صدق میں جمع نہ ہونا“ مراد لیا ہے، کذب میں دونوں کا جمع نہ ہونا مراد نہیں لیا، تو مانعہ الخلو میں یہ ضرور ہو سکتا ہے کہ دونوں قضیے اشیاء میں سے کسی شے پر کاذب یعنی مرتفع ہو جائیں، جیسے ”إما ان کون زید فی البحر و اما ان لا یغرق“ یہ دونوں قضیے ظفر فی المسجد پر کاذب ہیں، یا ان کا مفہوم کم سے کم مفردات میں سے کسی مفرد پر کاذب یعنی صادق نہ ہو، جیسے مذکورہ قضیہ مفہوم حاضر پر کاذب ہے۔ الغرض چونکہ مانعہ الجمع میں منافات سے ’منافات فی الصدق‘ مراد لینے سے یہ دو خرابیاں لازم آتی ہیں، اس لئے اس سے ’عدم اجتماع فی الوجود‘ مراد ہے، قوم کی عبارت کا مطلب یہی ہے، منافات فی الصدق مراد نہیں ہے جیسا کہ فاضل مذکور نے سمجھا۔

اور شیخ نے جو یہ کہا ہے کہ واحد اور کثیر کے درمیان مانعہ الجمع ہے، اس سے شیخ کی مراد واحد اور کثیر کا مفہوم نہیں ہے، بلکہ ”إما ان یکون هذا واحدا و إما ان یکون هذا کثیرا“ مراد ہے، چنانچہ ان دونوں قضیوں میں مانعہ الجمع ہے، یہ ایک ساتھ صادق نہیں ہو سکتے، بہر حال اس بحث سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ فاضل مذکور کا اشکال غلط فہمی اور قلت تدبر سے پیدا ہوا ہے۔

فَالْوَاحِدَةُ مِنْ هَذِهِ الثَّلَاثَةِ إِمَّا عِنَادِيَّةٌ وَهِيَ الَّتِي يَكُونُ التَّنَافِي فِيهَا لِذَاتِي الْجُزْئَيْنِ كَمَا فِي الْأُمُثْلَةِ الْمَذْكُورَةِ وَإِمَّا اتِّفَاقِيَّةٌ وَهِيَ الَّتِي يَكُونُ فِيهَا بِمُجَرَّدِ الْإِتِّفَاقِ كَقَوْلِنَا لِلْأَسْوَدِ الْأَكْثَرِ إِمَّا أَنْ يَكُونَ هَذَا أَسْوَدٌ أَوْ كَاتِبًا حَقِيقَةً أَوْ لَا أَسْوَدٌ أَوْ كَاتِبًا مَانِعَةً الْجَمْعِ أَوْ أَسْوَدٌ أَوْ كَاتِبًا مَانِعَةً الْخُلُوعِ أَقُولُ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنَ الْمُتَفَصِّلَاتِ الثَّلَاثِ إِمَّا عِنَادِيَّةٌ أَوْ اتِّفَاقِيَّةٌ كَمَا أَنَّ الْمُتَصَّلَةَ إِمَّا لِرُؤُوسَةٍ أَوْ اتِّفَاقِيَّةٌ فَبِنِسْبَةِ الْعِنَادِ وَالْإِتِّفَاقِ إِلَى الْمُتَفَصِّلَاتِ كَنِسْبَةِ الزُّرُومِ وَالْإِتِّفَاقِ إِلَى الْمُتَصِّلَاتِ إِمَّا الْعِنَادِيَّةُ فَهِيَ الَّتِي يَكُونُ الْحُكْمُ فِيهَا بِالتَّنَافِي لِذَاتِي الْجُزْئَيْنِ أَيْ حُكْمٌ فِيهَا بِأَنْ مَفْهُومٌ أَحَدُهُمَا مُنَافٍ لِلْآخَرِ مَعَ قَطْعِ النَّظَرِ عَنِ الْوَاقِعِ كَمَا بَيَّنَّ فِي الزُّوجِ وَالْفَرْدِ وَالشَّجَرِ وَالْحَجَرِ وَكَوْنُ زَيْدٍ فِي الْبَحْرِ وَأَنْ لَا يَغْرُقَ وَأَمَّا الْإِتِّفَاقِيَّةُ فَهِيَ الَّتِي يُحْكَمُ فِيهَا بِالتَّنَافِي لِذَاتِي الْجُزْئَيْنِ بَلْ لِمُجَرَّدِ الْإِتِّفَاقِ أَيْ لِمُجَرَّدِ أَنْ يَتَّفَقَ فِي الْوَاقِعِ أَنْ يَكُونَ بَيْنَهُمَا مُنَافَاةٌ وَإِنْ لَمْ يَتَقَطَّضْ مَفْهُومٌ أَحَدُهُمَا أَيْ يَكُونَ مُنَافِيًا لِلْآخَرِ كَقَوْلِنَا لِلْأَسْوَدِ الْأَكْثَرِ إِمَّا أَنْ يَكُونَ هَذَا أَسْوَدٌ أَوْ كَاتِبًا كَانَتْ حَقِيقَةً فَإِنَّهُ لَا مُنَافَاةَ بَيْنَ مَفْهُومَي الْأَسْوَدِ وَالْكَاتِبِ وَلَكِنْ اتَّفَقَ تَحَقُّقُ السَّوَادِ وَانْتِفَاءُ الْكِتَابَةِ فَلَا يَصْدُقَانِ لَانْتِفَاءِ الْكِتَابَةِ وَلَا يَكْذِبَانِ لَوْجُودِ السَّوَادِ وَلَوْ قُلْنَا إِمَّا أَنْ يَكُونَ هَذَا لَا أَسْوَدٌ أَوْ كَاتِبًا كَانَتْ مَانِعَةً الْجَمْعِ لِأَنَّهُمَا لَا يَصْدُقَانِ وَلَكِنْ يَكْذِبَانِ لَانْتِفَاءِ الْأَسْوَادِ وَالْكِتَابَةِ مَعًا فِي الْوَاقِعِ وَلَوْ قُلْنَا إِمَّا أَنْ يَكُونَ هَذَا أَسْوَدٌ أَوْ لَا كَاتِبًا كَانَتْ مَانِعَةً الْخُلُوعِ لِأَنَّهُمَا يَكْذِبَانِ وَلَكِنْ يَصْدُقَانِ لِتَحَقُّقِ السَّوَادِ وَالْأَكْثَرِ بِحَسَبِ الْوَقْعِ.

ترجمہ: اور ان تین میں سے ہر ایک یا تو عنادیہ ہے اور یہ وہ (قضیہ) ہے جس میں منافات ذات جزئین کی وجہ سے ہو، جیسا کہ مذکورہ مثالوں میں ہے، اور یا اتفاقیہ ہے اور یہ وہ (قضیہ) ہے جس میں منافات محض اتفاق کی وجہ سے ہو، جیسے ہمارا قول ”اسود لا کاتب“ کے بارے میں ”إما ان یکون هذا اسود او کاتباً، حقیقیہ میں، یا ”لا اسودا و کاتباً“ مانعہ الجمع میں، یا ”اسود او لا کاتباً“ مانعہ الخلو میں۔

میں کہتا ہوں کہ تینوں منفصلات میں سے ہر ایک یا تو عنادیہ ہے یا اتفاقیہ، جیسا کہ متصلہ یا تو لزومیہ ہے یا اتفاقیہ پس عناد اور اتفاق کی نسبت منفصلات کی طرف ایسی ہی ہے جیسے لزوم و اتفاق کی نسبت متصلات کی طرف ہے، بہر حال عنادیہ تو وہ (قضیہ) ہے جس میں منافات کا حکم ذاتِ جزئین کی وجہ سے ہو، یعنی اس میں اس بات کا حکم لگایا جائے کہ ان میں سے ایک کا مفہوم دوسرے کے منافی ہے، واقع سے قطع نظر کرتے ہوئے، جیسا کہ زوج اور فرد، ذرخت اور پتھر، زید کے دریا میں ہونے اور نہ ڈوبنے میں ہے، اور بہر حال اتفاقیہ تو وہ (قضیہ) ہے جس میں منافات کا حکم ذاتِ جزئین کی وجہ سے نہ ہو، بلکہ محض اتفاق کی وجہ سے ہو، یعنی محض اس وجہ سے کہ ان کے درمیان منافات کا ہونا اتفاقی ہے، اگرچہ ان میں سے ایک کا مفہوم دوسرے کے منافی ہونے کا تقاضا نہیں کرتا ہے، جیسے ہمارا قول اسود لا کاتب کے بارے میں ”إما ان یکون هذا اسود او کاتباً“ حقیقیہ ہے، اس لئے کہ اسود اور کاتب کے مفہوم میں کوئی منافات نہیں ہے، بلکہ سیاسی اور کتابت کی نفی کا تحقق اتفاقی ہے، تو یہ دونوں انشاء کتابت کی وجہ سے صادق نہیں ہو سکتے اور وجودِ سواد کی وجہ سے کاذب بھی نہیں ہو سکتے، اور اگر ہم ”إما ان یکون هذا الاسود او کاتباً“ کہیں تو یہ مانعہ الجمع ہے، اس لئے کہ یہ دونوں صادق نہیں ہو سکتے، البتہ واقع میں لا اسود اور کتابت دونوں انشاء کی وجہ سے کاذب ہو سکتے ہیں، اور اگر ہم ”إما ان یکون هذا اسود او لا کاتباً“ کہیں تو یہ مانعہ الخلو ہے، اس لئے کہ یہ دونوں کاذب نہیں ہو سکتے، البتہ واقع کے اعتبار سے سواد اور لا کتابت کے تحقق کی وجہ سے دونوں صادق ہو سکتے ہیں۔

تفسیر بیچ: اس عبارت میں ماتن و شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ قضیہ منفصلہ تینوں قسموں میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں: ۱- عنادیہ۔ ۲- اتفاقیہ، لیکن دراصل اس کی دو ہی قسمیں نہیں ہیں، بلکہ متضد کی جس طرح ایک تیسری قسم مطلقہ بھی ہے اسی طرح منفصلہ کی بھی ایک تیسری قسم ہے، جس کا نام مطلقہ ہے، لہذا ہر ایک کی تعریف اور مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

عنادیہ: وہ قضیہ شرطیہ منفصلہ ہے جس کے دونوں جزؤں یعنی مقدم اور تالی کے درمیان ذاتی منافات ہو، ذاتی منافات کا مطلب یہ ہے کہ مقدم اور تالی دونوں کبھی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ اسی کو شارح نے اس انداز سے بیان کیا ہے، کہ اس میں اس بات کا حکم ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک کا مفہوم دوسرے کے منافی ہے، نفس الامر اور واقع سے قطع نظر کرتے ہوئے، جیسے زوج اور فرد میں ذاتی منافات ہے، اس طرح شجر اور حجر کے درمیان، زید کے دریا میں ہونے اور نہ ڈوبنے کے درمیان، اس کی مکمل اور منضبط بحث گذشتہ قسبان کے ذیل میں گزر چکی ہے، لہذا وہیں ملاحظہ فرمائیں، اسی طرح حقیقیہ عنادیہ، عنادیہ مانعہ الجمع، عنادیہ مانعہ الخلو کی بھی مثالیں گزر چکی ہیں، لہذا نہیں وہیں دیکھ لیں۔

اتفاقیہ: وہ قضیہ منفصلہ شرطیہ ہے جس کے دونوں جزؤں کے درمیان ذاتی منافات نہ ہو، بلکہ محض اتفاق کی وجہ سے ہو، یعنی واقع میں ان کے درمیان منافات محض اتفاقی ہوتی ہے، ذاتی نہیں ہوتی، چنانچہ ان میں سے ایک کا مفہوم دوسرے کے مفہوم کے منافی ہونے کا تقاضا نہیں کرتا، جیسے جب ہم اسود اور لا کاتب کو فرض کر کے یوں کہیں کہ ”إما ان یکون هذا اسود او لا کاتباً“ تو یہ حقیقیہ اتفاقیہ ہے، کیونکہ اسود اور لا کاتب کے مفہوم میں ذاتی طور پر کوئی منافات نہیں ہے، دونوں کا اجتماع ہو سکتا ہے، لیکن چونکہ ہم نے ان میں منافات فرض کی ہے، تو اس لئے ان میں اب اتفاقی منافات ہے، چنانچہ اب یہ دونوں صادق نہیں ہو سکتے، کیونکہ سواد

اگرچہ متحقق ہے، لیکن کتابت سلب ہے، اور نہ دونوں مرتفع ہو سکتے ہیں، اس لئے کہ کتابت اگرچہ مسلوب ہے لیکن سواد تو متحقق ہے، تو لامحالہ ان میں سے کوئی ایک صادق ہوگا، یہی حقیقیہ کی حقیقت ہے، اور اگر ہم یوں کہیں ”اما ان یکون هذا لا اسود او کاتبا“ تو یہ مانعہ الجمع اتفاقیہ ہے، کیونکہ یہ دونوں جمع تو نہیں ہو سکتے، البتہ دونوں مرتفع ہو سکتے ہیں۔ جبکہ نفس الامر اور واقع میں کتابت اور لا اسود ایک ساتھ کسی سے منتهی ہوں، اگر ہم یوں کہیں ”اما ان یکون هذا اسود او لا کاتبا“ تو یہ مانعہ الخلو اتفاقیہ ہے، کیونکہ یہ دونوں کاذب اور مرتفع تو نہیں ہو سکتے، البتہ دونوں صادق اور جمع ہو سکتے ہیں، کیونکہ سواد اور عدم کتابت واقع میں متحقق ہیں۔

مطلقہ: وہ قضیہ منفصلہ شرطیہ ہے جس کے دونوں جزؤں کے درمیان عناد اور اتفاق سے قطع نظر کرتے ہوئے حکم لگایا گیا ہو، اس کی مثال بھی وہی ہے جو اوپر زرخجی، البتہ اتنا فرق ہے کہ اس میں آپ عناد اور اتفاق کا لحاظ نہ کریں۔

حاصل بحث یہ ہے کہ منفصلہ کی تینوں قسموں میں سے ہر ایک کی تین قسمیں ہیں، اب اگر تین کوتین میں ضرب دیں گے تو کل نو ہو جائیں گے، تو معلوم ہوا کہ منفصلہ کی کل نو قسمیں ہیں:

- ۱- منفصلہ حقیقیہ عنادیہ - ۲- منفصلہ حقیقیہ اتفاقیہ - ۳- منفصلہ حقیقیہ مطلقہ - ۴- مانعہ الجمع عنادیہ - ۵- مانعہ الجمع اتفاقیہ - ۶- مانعہ الجمع مطلقہ - ۷- مانعہ الخلو عنادیہ - ۸- مانعہ الخلو اتفاقیہ - ۹- مانعہ الخلو مطلقہ، اور اگر آپ متصلہ کی تینوں قسموں یعنی لزومیہ، اتفاقیہ اور مطلقہ کو ان اقسام کے ساتھ ملائیں گے تو شرطیہ کی کل بارہ قسمیں ہو جائیں گی۔

فَالْوَجِبَةُ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْ هَذِهِ الْقَضَايَا الثَّمَانِيَةِ الَّتِي يُرْفَعُ فِيهَا مَاحِكَمٌ بِهِ فِي مَوْجِبَاتِهَا فَسَالِبَةُ الزُّوْمِ تُسَمَّى سَالِبَةً لُزُومِيَّةً وَ سَالِبَةً الْعِنَادِ تُسَمَّى سَالِبَةً عِنَادِيَّةً وَ سَالِبَةُ الْإِتْفَاقِ تُسَمَّى سَالِبَةً إِتْفَاقِيَّةً أَقُولُ قَدْ عَرَفْتَ ثَمَانِي ثَمَانِي قَضَايَا مُتَّصِلَاتٍ لُزُومِيَّةً وَ إِتْفَاقِيَّةً وَ مُفَصَّلَاتٍ سِتُّ ثَلَاثٍ مِنْهَا عِنَادِيَّاتٌ وَ ثَلَاثٌ مِنْهَا إِتْفَاقِيَّاتٌ وَ هِيَ كُلُّهَا مَوْجِبَاتٌ لِأَنَّ تَعَارُفَهَا الْمَذْكُورَةَ لَا تَنْطَبِقُ إِلَّا عَلَى الْمَوْجِبَاتِ فَلَا بُدَّ مِنْ تَعْرِيفِ سَوَالِبِهَا فَسَالِبَةُ كُلِّ مِنْهَا هِيَ الَّتِي يُرْفَعُ فِيهَا مَاحِكَمٌ بِهِ فِي مَوْجِبَاتِهَا فَلَمَّا كَانَتِ الْمَوْجِبَةُ الْمُزُومِيَّةُ مَاحِكَمٌ فِيهَا بِلُزُومٍ التَّالِي لِلْمُقَدَّمِ كَانَتِ السَّالِبَةُ الْمُزُومِيَّةُ سَالِبَةُ الْمُزُومِ أَيْ مَاحِكَمٌ فِيهَا بِسَلْبِ الْمُزُومِ لَا مَاحِكَمٌ فِيهَا بِلُزُومِ السَّلْبِ فَإِنَّ الَّتِي حُكِمَ فِيهَا بِلُزُومِ السَّلْبِ مُوجِبَةٌ لُزُومِيَّةٌ لَسَّالِبَةٍ مَثَلًا إِذَا قُلْنَا لَيْسَ الْبَتَّةُ إِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالْإِلَّامُ مَوْجُودٌ كَانَتْ سَالِبَةً لِأَنَّ الْحُكْمَ فِيهَا بِسَلْبِ لُزُومٍ وَ جُودِ اللَّيْلِ لِطُلُوعِ الشَّمْسِ وَإِذَا قُلْنَا إِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَلَيْسَ اللَّيْلُ مَوْجُودًا كَانَتْ مُوجِبَةً لِأَنَّ الْحُكْمَ فِيهَا بِلُزُومِ سَلْبِ وَ جُودِ اللَّيْلِ لِطُلُوعِ الشَّمْسِ وَلَمَّا كَانَتِ الْمَوْجِبَةُ الْمُتَّصِلَةُ الْإِتْفَاقِيَّةُ مَاحِكَمٌ فِيهَا بِمُوَافَقَةِ التَّالِي لِلْمُقَدَّمِ فِي الصِّدْقِ كَانَتِ السَّالِبَةُ الْإِتْفَاقِيَّةُ سَالِبَةً الْإِتْفَاقِ أَيْ مَاحِكَمٌ فِيهَا بِسَلْبِ مُوَافَقَةِ التَّالِي لِلْمُقَدَّمِ لَا مَاحِكَمٌ فِيهَا بِمُوَافَقَةِ السَّلْبِ فَإِنَّهَا إِتْفَاقِيَّةٌ مُوجِبَةٌ فَإِذَا قُلْنَا لَيْسَ الْبَتَّةُ إِذَا كَانَ الْإِنْسَانُ نَاطِقًا فَالْجَمَارُ نَاهِقٌ كَانَتْ سَالِبَةً إِتْفَاقِيَّةً لِأَنَّ الْحُكْمَ فِيهَا بِسَلْبِ مُوَافَقَةِ نَاهِقِيَّةِ الْجَمَارِ لِإِتْفَاقِيَّةِ الْإِنْسَانِ وَإِذَا قُلْنَا إِذَا كَانَ الْإِنْسَانُ نَاطِقًا فَلَيْسَ الْجَمَارُ نَاهِقًا كَانَتْ مُوجِبَةً لِأَنَّ الْحُكْمَ فِيهَا بِمُوَافَقَةِ سَلْبِ نَاهِقِيَّةِ الْجَمَارِ لِإِتْفَاقِيَّةِ الْإِنْسَانِ وَعَلَى هَذَا تَكُونُ السَّالِبَةُ الْعِنَادِيَّةُ سَالِبَةً الْعِنَادِ وَ هِيَ مَاحِكَمٌ فِيهَا

بِرْفَعِ الْعِنَادِ أَمَّا رَفْعُ الْعِنَادِ الَّذِي هُوَ فِي الصِّدْقِ وَ الْكُذْبِ وَ هِيَ السَّالِبَةُ الْعِنَادِيَّةُ الْحَقِيقِيَّةُ وَأَمَّا رَفْعُ الْعِنَادِ الَّذِي هُوَ فِي الصِّدْقِ وَ هِيَ مَانِعَةُ الْجَمْعِ وَأَمَّا رَفْعُ الْعِنَادِ الَّذِي هُوَ فِي الْكُذْبِ وَ هِيَ مَانِعَةُ الْخُلُوعِ لَا مَا حُكِمَ فِيهَا بِعِنَادِ السَّلْبِ وَ السَّالِبَةُ الْإِتْفَاقِيَّةُ مَا يُحْكَمُ فِيهَا بِسَلْبِ إِتْفَاقِ الْمُنَافَاةِ فِيهَا عَلَى أَخِذِ الْإِنْجَاءِ لَا مَا حُكِمَ فِيهَا بِإِتْفَاقِ السَّلْبِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا، اور ان آٹھ قضایا میں سے ہر ایک کا سالبہ وہ ہے جس میں اس کا رفع ہو جس کا حکم ان کے موجبات میں کیا گیا ہے، پس لزوم کے سالبہ کا نام سالبہ لزومیہ رکھا جاتا ہے، اور عناد کے سالبہ کا نام سالبہ عنادیہ رکھا جاتا ہے، اور اتفاق کے سالبہ کا نام سالبہ اتفاقیہ رکھا جاتا ہے، میں کہتا ہوں کہ تحقیق کہ آپ آٹھ قضایا کو پہچان چکے ہیں، دو متصل یعنی لزومیہ اور اتفاقیہ، اور چھ منفصلہ جن میں سے تین عنادیہ ہیں، اور تین اتفاقیہ ہیں، اور یہ سب موجبہ ہیں، کیونکہ ان کی مذکورہ تعریفیں موجبات ہی پر منطبق ہوتی ہیں، تو ان کے سوالب کی تعریف بھی ضروری ہے، پس ان میں سے ہر ایک کا سالبہ وہ ہے جس میں اس کا رفع ہو جس کا حکم اس موجبہ میں لگایا گیا ہے، پس جب کہ موجبہ لزومیہ وہ قضیہ ہے جس میں مقدم کے لئے تالی کے لزوم کا حکم لگایا گیا ہو، تو سالبہ لزومیہ لزوم کا سالبہ ہوگا، یعنی اس میں لزوم کے سلب کا حکم لگایا گیا ہو، نہ کہ وہ جس میں سلب کے لزوم کا حکم لگایا گیا ہو، کیونکہ جس میں لزوم سلب کا حکم لگایا گیا ہو وہ موجبہ لزومیہ ہے نہ کہ سالبہ، مثال کے طور پر جب ہم کہیں کہ ”لیس البتہ إذا كانت الشمس طالعة فالليل موجود“ تو یہ سالبہ ہوگا، کیونکہ اس میں طلوع شمس کے لئے وجود لیل کے لزوم کے سلب کا حکم ہے، اور جب ہم کہیں ”إذا كانت الشمس طالعة فليس الليل موجودا“ تو یہ موجبہ ہوگا، اس لئے کہ اس میں طلوع شمس کے لئے وجود لیل کے سلب کے لزوم کا حکم ہے، اور جب موجبہ اتفاقیہ وہ (قضیہ) ہے جس میں مقدم کے لئے صدق میں تالی کی موافقت کا حکم لگایا گیا ہو تو سالبہ اتفاقیہ اتفاق کا سالبہ ہوگا، یعنی جس میں مقدم کے لئے تالی کی موافقت کے سلب کا حکم ہو نہ کہ وہ جس میں سلب کی موافقت کا حکم ہو، کیونکہ وہ تو اتفاقیہ موجبہ ہے، پس جب ہم کہیں ”لیس البتہ إذا كان الانسان ناطقا فالحمار ناهق“ تو یہ سالبہ اتفاقیہ ہوگا، اس لئے کہ اس میں انسان کی ناطقیہ کے لئے گدھے کی ناطقیہ کی موافقت کے سلب کا حکم ہے، اور جب ہم کہیں ”إذا كان الانسان ناطقا فليس الحمار ناهقا“ تو یہ موجبہ ہوگا اس لئے کہ اس میں انسان کی ناطقیہ کے لئے گدھے کی ناطقیہ کے سلب کی موافقت کا حکم ہے، اور اسی قیاس پر سالبہ عنادیہ عناد کا سالبہ ہوگا اور یہ وہ ہے جس میں رفع عناد کا حکم ہو، خواہ اس عناد کا رفع ہو، جو صدق اور کذب میں ہے، یہی سالبہ عنادیہ حقیقیہ ہے، یا اس عناد کا رفع ہو جو صدق میں ہے، یہی سالبہ عنادیہ مانتہ الجمع ہے، یا اس عناد کا رفع ہو جو کذب میں ہو، یہی سالبہ عنادیہ مانتہ الخلو ہے، نہ کہ وہ جس میں سلب کے عناد کا حکم ہو، اور سالبہ اتفاقیہ وہ (قضیہ) ہے جس میں کسی ایک طریق پر منافات کے اتفاق کے سلب کا حکم ہو، نہ کہ وہ جس میں سلب کے اتفاق کا حکم ہو۔

تشریح: اس قال میں ماتن نے آٹھ قضایا کے سوالب کا ذکر کیا ہے، اور وہ آٹھ قضایا یہ ہیں:

- ۱- متصل لزومیہ ۲- متصل اتفاقیہ ۳- منفصلہ حقیقیہ عنادیہ ۴- منفصلہ حقیقیہ اتفاقیہ ۵- منفصلہ مانتہ الجمع عنادیہ

۶۔ منفصلہ مانعۃ الجمع اتقایہ۔ ۷۔ منفصلہ مانعۃ الخلو عنادیہ۔ ۸۔ منفصلہ مانعۃ الخلو اتقایہ، سابق میں جو تعریفات ذکر کی گئی ہیں وہ صرف ان کے موجبات ہی پر صادق آتی ہیں، سوالب پر نہیں، اب یہاں ان کے سوالب کی تعریفات ذکر کر رہے ہیں، شارح فرماتے ہیں کہ ان مذکورہ قضایا کا سلب یہ ہے کہ ان کے موجبات میں جو حکم ہوتا ہے اسے سلب کر دیا جائے، چنانچہ متصلہ لزومیہ میں مقدم کے لئے تالی کے لزوم کا حکم ہوتا ہے، تو لزومیہ سالبہ میں اس لزوم کے سلب کا حکم ہوگا یعنی اس کے لزوم کا حکم نہیں ہوتا، دلیل یہ ہے کہ جب اس میں سلب کے لزوم کا حکم ہو تو وہ لزومیہ موجبہ ہوتا ہے، جیسے ”لیس البتۃ اذا كانت الشمس طالعة فاللیل موجود“ دیکھئے یہ قضیہ لزومیہ سالبہ ہے، اس لئے کہ اس میں تالی کے لزوم کا سلب یعنی سلب لزوم ہے، کہ جب تک طلوع شمس ہوگا اس وقت تک وجود لیل لازم نہیں، تو چونکہ اس میں لزوم کی نفی کا حکم ہے، اس لئے یہ لزومیہ سالبہ ہے، اور ”اذا كانت الشمس طالعة فلیس اللیل موجودا“ یہ لزومیہ موجبہ ہے، کیونکہ اس میں سلب کا لزوم ہے، کہ جب تک طلوع شمس رہے گا اس وقت تک وجود لیل کا سلب ضروری ہے، تو چونکہ اس میں سلب کے لزوم کا حکم ہوتا ہے، اس لئے یہ لزومیہ موجبہ ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ”سلب لزوم“ لزومیہ سالبہ ہے، اور ”لزوم سلب“ لزومیہ موجبہ ہے، اور متصلہ اتقایہ موجبہ میں چونکہ مقدم کے لئے تالی کی موافقت کا حکم ہوتا ہے صرف صدق میں یعنی اتفاقاً دونوں جمع ہو جاتے ہیں ورنہ حقیقت میں ان کے درمیان کوئی اتصال نہیں، تو سالبہ اتقایہ میں اتقایہ کا سلب ہوگا، یعنی اس میں مقدم کے لئے تالی کی موافقت کے سلب کا حکم ہوگا صدق میں، اس میں سلب کی موافقت کا حکم نہیں ہوتا، کیونکہ جب اس میں سلب کی موافقت کا حکم ہو تو وہ اتقایہ موجبہ ہوتا ہے، جیسے لا ”لیس البتۃ اذا كان الانسان ناطقاً فالحمار ناهق“ یہ اتقایہ سالبہ ہے، کیونکہ اس میں ”موافقت کے سلب کا حکم ہے، کہ انسان کے ناطق ہونے کے لئے گدھے کے ناطق ہونے کی موافقت کے سلب کا حکم ہے، اس لئے سالبہ اتقایہ ہے، اور ”اذا كان الانسان ناطقاً فلیس الحمار ناهقاً“ یہ موجبہ اتقایہ ہے، کیونکہ اس میں ”سلب کی موافقت“ کا حکم ہے کہ اس میں انسان کے ناطق ہونے کے لئے گدھے کا ناطق نہ ہونا ایک اتفاقی امر ہے، تو معلوم ہوا کہ سالبہ اتقایہ میں موافقت کا سلب ہوتا ہے، اور موجبہ اتقایہ میں سلب کی موافقت ہوتی ہے۔

سالبہ عنادیہ وہ قضیہ ہے جس میں عناد کے رفع کا حکم لگایا گیا ہو، اگر عناد کا سلب صدق اور کذب دونوں میں ہو تو یہ سالبہ عنادیہ حقیقیہ ہوگا، جیسے ”لیس البتۃ هذا العدد إما زوج و إما فرد“ اور اگر عناد کا سلب صدق میں ہو تو یہ سالبہ عنادیہ مانعۃ الجمع ہوگا، جیسے ”لیس البتۃ هذا الشئ إما شجرًا او حجرًا“ اور اگر عنادیہ کا سلب صرف کذب میں ہو تو سالبہ عنادیہ مانعۃ الخلو ہوگا، جیسے ”لیس البتۃ إما ان يكون زيد في البحر وان لا يغرق“ ان تینوں قسموں میں عناد کا رفع اور اس کا سلب ہے، رفع اور سلب کا عناد نہیں ہے، کیونکہ یہ تو عنادیہ موجبہ ہے، نہ کہ سالبہ۔

اور سالبہ اتقایہ وہ قضیہ ہے جس میں اتفاقی منافات کے سلب کا حکم لگایا گیا ہو، یعنی اس میں اتفاق کا سلب ہوتا ہے، سلب کا اتفاق نہیں ہوتا، کیونکہ یہ تو موجبہ اتقایہ ہے، پھر اگر یہ اتفاقی منافات کے سلب کا حکم صدق اور کذب دونوں میں ہو تو یہ سالبہ حقیقیہ اتقایہ ہے، اور اگر یہ حکم صرف صدق میں ہو تو یہ سالبہ مانعۃ الجمع اتقایہ ہے، اور اگر یہ حکم صرف کذب میں ہو تو یہ سالبہ مانعۃ الخلو اتقایہ ہے، چنانچہ شارح نے ان تین اقسام کی طرف ”علی احد الانحاء“ اشارہ کیا ہے۔

قَالَ وَالْمُتَّصِلَةُ الْمُوجِبَةُ تَصْدُقُ عَنْ صَادِقَيْنِ وَعَنْ كَاذِبَيْنِ وَعَنْ مَجْهُولِي الصِّدْقِ وَالْكَذِبِ
وَعَنْ مُقَدِّمٍ كَاذِبٍ وَتَالٍ صَادِقٍ دُونَ عَكْسِهِ لَا مَيْتَنَاعَ اسْتِلْزَامِ الصَّادِقِ الْكَاذِبِ وَتَكْذِبُ عَنْ

جُزْئَيْنِ كَاذِبَيْنِ وَعَنْ مُقَدِّمٍ كَاذِبٍ وَتَالٍ صَادِقٍ وَبِالْعَكْسِ وَعَنْ صَادِقَيْنِ هَذَا إِذَا كَانَتْ لُزُومِيَّةٌ
وَأَمَّا إِذَا كَانَتْ اتِّفَاقِيَّةً فَيَكْذِبُهَا عَنْ صَادِقَيْنِ مُحَالٌ أَقُولُ صِدْقُ الشَّرْطِيَّةِ وَكَذِبُهَا إِنَّمَا هُوَ بِمُطَابَقَةِ
الْحُكْمِ بِاتِّصَالٍ وَالْإِنْفِصَالِ لِنَفْسِ الْأَمْرِ وَعَدَمِهَا لَا يَصْدُقُ جُزْئِيَّتُهَا وَكَذِبُهَا فَإِنْ طَابَقَ الْحُكْمُ فِيهَا
لِنَفْسِ الْأَمْرِ فَهِيَ صَادِقَةٌ وَإِلَّا فَهِيَ كَاذِبَةٌ كَيْفَ كَانَ جُزْءٌ أَمَّا تَمَّ إِذَا نَسَبْنَا جُزْئِيَّتُهَا إِلَى نَفْسِ الْأَمْرِ
خَصَلَتْ أَرْبَعَةُ أَقْسَامٍ لِأَنَّهُمَا أَمَّا أَنْ يَكُونَا صَادِقَيْنِ أَوْ كَاذِبَيْنِ أَوْ يَكُونَ الْمُقَدِّمُ صَادِقًا وَالتَّالِيُ كَاذِبًا
أَوْ بِالْعَكْسِ فَلْنَبَيِّنَ أَنَّ كُلًّا مِنَ الشَّرْطِيَّاتِ أَيْ مِنْ هَذِهِ الْأَقْسَامِ تَتَرَكَّبُ فَالْمُتَّصِلَةُ الْمُوْجِبَةُ الصَّادِقَةُ
تَتَرَكَّبُ عَنْ صَادِقَيْنِ كَقَوْلِنَا إِنْ كَانَ زَيْدٌ إِنْسَانًا فَهُوَ حَيَوَانٌ وَعَنْ كَاذِبَيْنِ كَقَوْلِنَا إِنْ كَانَ زَيْدٌ حَجَرًا
فَهُوَ جَمَادٌ وَعَنْ مَجْهُوْلَى الصِّدْقِ وَالْكَذِبِ كَقَوْلِنَا إِنْ كَانَ زَيْدٌ يَكْتُوبُ فَهُوَ يَتَحَرَّكُ يَدُهُ وَعَنْ
مُقَدِّمٍ كَاذِبٍ وَتَالٍ صَادِقٍ كَقَوْلِنَا إِنْ كَانَ زَيْدٌ حِمَارًا كَانَ حَيَوَانًا دُونَ عَكْسِهِ أَيْ لَا تَتَرَكَّبُ مِنْ
مُقَدِّمٍ صَادِقٍ وَتَالٍ كَاذِبٍ لِامْتِنَاعِ أَنْ يُسْتَلْزَمَ الصَّادِقُ الْكَاذِبُ وَالْأَلَرْمُ كَذِبُ الصَّادِقِ وَصِدْقُ
الْكَاذِبِ أَمَّا كَذِبُ الصَّادِقِ فَلِأَنَّ الْأَلَرْمَ كَاذِبٌ وَكَذِبُ الْأَلَرْمِ يُسْتَلْزَمُ كَذِبُ الْمَلْزُومِ وَأَمَّا صِدْقُ
الْكَاذِبِ فَلِأَنَّ الْمَلْزُومَ فِيهَا صَادِقٌ وَصِدْقُ الْمَلْزُومِ مُسْتَلْزَمٌ لِصِدْقِ الْأَلَرْمِ.

ترجمہ: باتن نے کہا، اور متصلہ موجبہ صادقین اور کاذبین سے، مجہول الصدق والکذب سے اور مقدم کاذب اور تالی صادق سے صادق ہوگا، نہ اس کا عکس، کیونکہ صادق کا کاذب کو مستلزم ہونا محال ہے، اور جزئین کاذبین اور مقدم کاذب اور تالی صادق سے کاذب ہوگا، اور اس کے برعکس، اور صادقین سے (کاذب ہوگا) یہ اس وقت ہے جب وہ لزومیہ ہو، اور اگر اتفاقیہ ہو تو اس کا صادقین سے کاذب ہونا محال ہے۔

میں کہتا ہوں کہ شرطیہ کا صادق اور کاذب ہونا وہ اتصال و انفصال کے حکم کا نفس الامر کے مطابق ہونے اور نہ ہونے سے ہوتا ہے، نہ کہ اس کے جزئین کے صادق اور کاذب ہونے سے، پس اگر حکم نفس الامر کے مطابق ہو تو شرطیہ صادق ہوگا ورنہ تو وہ کاذب ہوگا۔ اس کے جزئین کیسے بھی ہوں، پھر جب ہم اس کے جزئین کی نسبت نفس الامر کی طرف کریں تو چار قسمیں حاصل ہوتی ہیں، اس لئے کہ وہ دونوں جزء صادق ہوں گے یا کاذب، یا مقدم صادق ہوگا اور تالی کاذب یا اس کے برعکس، تو ہمیں یہ بیان کرنا ہے کہ شرطیات میں سے ہر ایک ان اقسام میں سے کس کس سے مرکب ہوتا ہے، پس متصلہ موجبہ صادقہ دو صادقین سے مرکب ہوتا ہے، جیسے ہمارا قول ”ان کان زید انسانا فهو حیوان“ اور کاذبین سے جیسے ہمارا قول ”ان کان زید حجرا فهو جماد“ اور مجہول الصدق والکذب سے، جیسے ہمارا قول ”ان کا زید یکتب فهو یتحرک یدہ“ اور مقدم کاذب اور تالی صادق سے جیسے ہمارا قول ”ان کان زید حمارا کان حیوانا“ نہ اس کا عکس، یعنی مقدم صادق اور تالی کاذب سے مرکب نہیں ہوتا اس لئے کہ صادق کا کاذب کو مستلزم ہونا محال ہے، ورنہ صادق کا کاذب اور کاذب کا صادق ہونا لازم آئے گا، بہر حال صادق کا کاذب ہونا تو اس لئے کہ لازم کاذب ہے، اور لازم کاذب کا کاذب ہونا ملزوم کے کاذب ہونے کو مستلزم ہوتا ہے، اور بہر حال کاذب کا صادق ہونا تو اس لئے کہ اس میں ملزوم صادق ہے اور ملزوم کا صادق ہونا لازم کے صادق ہونے کو مستلزم ہوتا ہے۔

تشریح: اس قال میں ماتن نے شرطیہ کے صادق اور کاذب ہونے کا معیار بیان کیا ہے، اور ساتھ ساتھ ماتن نے ان بعض متقدمین مناطقہ کی تردید کی ہے جن کا نظریہ یہ تھا کہ شرطیہ کے طرفین اگر صادق ہوں تو وہ قضیہ صادق ہوتا ہے، اور اگر اس کے طرفین کاذب ہوں تو قضیہ کاذب ہوتا ہے، حکم واقع کے مطابق ہو یا نہ ہو، چنانچہ ماتن و شارح نے فرمایا ہے کہ شرطیہ کے صادق اور کاذب ہونے کا معیار یہ ہے کہ اگر اس میں اتصال یا انفصال کا حکم نفس الامر کے مطابق ہو تو وہ قضیہ صادق ہے، اور اگر وہ نفس الامر کے مطابق نہ ہو تو وہ قضیہ کاذب ہے، خواہ اسکے جزئین کاذب ہوں یا صادق اس سے کوئی بحث نہیں، یہ صدق و کذب کا معیار نہیں ہے، اصل تو حکم ہے، اگر اتصال یا انفصال کا حکم واقع کے مطابق ہو تو وہ شرطیہ صادق ہے ورنہ کاذب، اس کے طرفین جیسے بھی ہوں، شارح فرماتے ہیں کہ جب ہم شرطیہ کے جزئین کو نفس الامر کی طرف منسوب کریں گے تو ہمیں چار قسمیں حاصل ہوتی ہیں۔ دلیل یہ ہے کہ مقدم و تالی دونوں صادق ہوں گے یا دونوں کاذب ہوں گے، یا مقدم صادق اور تالی کاذب ہوگی، یا اسکے برعکس کہ مقدم کاذب اور تالی صادق ہوگی۔

فالمتصلة الموجبة الصادقة الخ اس عبارت میں شارح نے قضیہ متصلہ لزومیہ موجبہ صادقہ کے مرکب ہونے کی چار صورتیں بیان کی ہیں۔

- ۱- یہ صادقین سے مرکب ہو، یعنی مقدم اور تالی دونوں صادق ہوں، جیسے "ان کان زید انسان فهو حیوان" اس قضیہ کے دونوں جزء صادق ہیں، کیونکہ زید جب انسان ہوگا تو وہ یقیناً حیوان بھی ہوگا۔
- ۲- یہ کاذبین سے مرکب ہو، یعنی مقدم اور تالی دونوں ہی کاذب ہوں، جیسے ان کان زید حَجراً فهو جماد، یہ بھی صادق ہے، کیونکہ جب ہم نے نفس الامر میں زید کو پتھر مان لیا تو وہ جماد بھی ہوگا۔
- ۳- ایسے مقدم اور تالی سے مرکب ہو، جو صدق اور کذب کے اعتبار سے مجہول ہوں، جیسے ان کا زید یکتب فهو يتحرك، زید نے نفس الامر میں کتب اور متحرک الید ہے، یا نہیں؟ اس کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے، تاہم لکھائی اور ہاتھ کی حرکت میں لزوم تو یقینی ہے۔
- ۴- مقدم کاذب اور تالی صادق سے مرکب ہو، جیسے ان کان زید حماراً کان حیواناً، دیکھئے اس میں زید کا حمار ہونا کاذب ہے، اور حیوان ہونا صادق ہے، اور حیوانیت و حماریت میں لزوم ہے، شارح کہتے ہیں کہ اس چوتھی قسم کا الٹا ہونا محال ہے، یعنی مقدم صادق اور تالی کاذب ہو، کیونکہ اس صورت میں صادق یعنی مقدم کاذب یعنی تالی کو مستلزم ہونا لازم آرہا ہے، جو کہ ممتنع اور محال ہے اس لئے کہ اگر یہ مان لیا جائے تو صادق کا کاذب ہونا اور کاذب کا صادق ہونا لازم آتا ہے، چنانچہ صادق کا کاذب ہونا اس طرح لازم آتا ہے کہ تالی مقدم کو لازم ہے، اور مقدم لزوم ہے، اور اس صورت میں مقدم صادق اور تالی کاذب ہے، جو کہ لازم ہے، اور یہ قاعدہ ہے کہ لازم کا کذب لزوم کے کذب کو مستلزم ہوتا ہے، لہذا یہاں بھی تالی کا کذب مقدم کے کذب کو مستلزم ہوگا اور کاذب کا صادق ہونا اس طرح لازم آتا ہے کہ یہاں مقدم صادق ہے، جو کہ لزوم ہے، اور تالی کاذب ہے، جو کہ لازم ہے، اور یہ قاعدہ ہے کہ لزوم کا صدق لازم کے صدق کو مستلزم ہوتا ہے، لہذا اس صورت میں تالی کا بھی صادق ہونا لازم آگیا، جب کہ نفس الامر میں وہ کاذب ہے، خلاصہ کلام یہ ہے کہ متصلہ لزومیہ موجبہ کی صرف چار قسمیں ہیں، یہ پانچویں صورت باطل اور ممنوع ہے، کیونکہ اس صورت میں صادق کا کاذب اور کاذب کا صادق ہونا لازم آتا ہے، جو کہ باطل ہے، اور جو باطل کو مستلزم ہو وہ بھی باطل ہوتا ہے، لہذا پانچویں صورت بھی باطل ہے۔

لَا يُقَالُ إِذَا صَحَّ تَرْكِيبُ الْمُتَّصِلَةِ مِنْ مُقَدِّمٍ كَاذِبٍ وَتَالٍ صَادِقٍ وَعِنْدَهُمْ أَنَّ كُلَّ مُتَّصِلَةٍ مُوجِبَةٍ تَنْعَكِسُ مُوجِبَةٌ جُزْئِيَّةٌ فَقَدْ صَحَّ تَرْكِيبُهَا مِنْ مُقَدِّمٍ صَادِقٍ وَقَالَ كَاذِبٍ لِأَنَّا نَقُولُ ذَلِكَ فِي الْكَلِمَةِ لَا فِي الْجُزْئِيَّةِ فَإِنْ قُلْتَ لَمَّا اُعْتَبِرَ فِي جُزْئِيٍّ الْمُتَّصِلَةُ الْجَهْلُ بِالصِّدْقِ وَالْكَذِبِ فَرَأَى الْأَقْسَامُ عَلَى الْأَرْبَعَةِ فَنَقُولُ بِلَاكِ الْأَقْسَامِ عِنْدَ نَسْبَتِهَا إِلَى نَفْسِ الْأَمْرِ وَهِيَ دَاخِلَةٌ فِيهَا.

ترجمہ: یہ نہ کہا جائے کہ جب متصلہ کی ترکیب مقدم کاذب اور تالی صادق سے صحیح ہے اور ان کے نزدیک (یہ قاعدہ ہے کہ) ہر متصلہ موجبہ کا عکس موجبہ جزئیہ آتا ہے، لہذا اس کی ترکیب مقدم صادق اور تالی کاذب سے بھی صحیح ہوگی؟ کیونکہ ہم کہیں گے کہ صحیح نہ ہونے کا دعویٰ قضیہ کلیہ سے متعلق ہے، نہ کہ جزئیہ سے، اگر آپ یہ کہیں کہ جب متصلہ کے دونوں جزؤں میں مجہول الصدق والکذب ہونے کا اعتبار کر لیا گیا تو اقسام چار سے زائد ہو گئیں؟ تو ہم کہیں گے کہ یہ اقسام اس کی نسبت نفس الامر کی طرف کرنے کے لحاظ سے ہے اور یہ (یعنی مذکورہ صورت) انہیں میں داخل ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے دو اعتراض نقل کر کے اس کے جوابات دیئے ہیں، پہلے اعتراض کا تعلق مقدم صادق اور تالی کاذب سے عدم ترکیب کی دلیل سے ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ چوتھی قسم میں مقدم کاذب اور تالی صادق ہوتی ہے، آپ نے کہا کہ وہ موجبہ متصلہ کے صادق ہونے کی صورت ہے، اور اس کے عکس والی صورت جس میں مقدم صادق اور تالی کاذب ہوتی ہے، آپ نے کہا کہ یہ ممکن اور محال ہے، حالانکہ مناطقہ کے نزدیک قضیہ کو عکس لازم ہوتا ہے، لہذا یہاں بھی عکس جاری ہوگا، اور یہ بھی ہے کہ متصلہ موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ جزئیہ آتا ہے، اور یہاں چوتھی قسم، وہ موجبہ کلیہ ہے، جس میں متصلہ کی ترکیب مقدم کاذب اور تالی صادق سے ہوتی ہے، تو اس کا عکس ہوگا کہ بعض مقدم صادق اور تالی کاذب ہو، تو جب چوتھی قسم متصلہ لزومیہ موجبہ کے صادق ہونے کی درست ہے تو جواب کا عکس ہے یعنی جس میں مقدم صادق اور تالی کاذب ہوتی ہے، اس کو بھی درست ہونا چاہئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جو ہم نے کہا کہ متصلہ موجبہ لزومیہ کی ترکیب مقدم صادق اور تالی کاذب سے نہیں ہو سکتی، یہ مطلقاً نہیں ہے، بلکہ اس کا تعلق کلیہ سے ہے، یعنی متصلہ کلیہ کی ترکیب مقدم صادق اور تالی کاذب سے نہیں ہو سکتی، جزئیہ میں یہ بات نہیں ہے کیونکہ متصلہ لزومیہ موجبہ جزئیہ میں ایسا ہو سکتا ہے کہ مقدم صادق اور تالی کاذب سے مرکب ہو، اور اعتراض میں جو ثابت کیا گیا ہے وہ جزئیہ میں ہے، لہذا دونوں میں کوئی منافات نہیں ہے، جیسے کَلِمَا كَانَ زَيْدٌ حِمَارًا كَانَ حَيَوَانًا، یہ متصلہ موجبہ کلیہ ہے، اس کا عکس موجبہ جزئیہ قد یكون اذا كان زيدا حیوانا كَانَ حِمَارًا، صادق ہے، لیکن متصلہ کلیہ صادق نہیں ہے کیونکہ زید اصلاً تو حمار نہیں ہے۔

فان قلت الخ اس عبارت میں ایک دوسرا اعتراض ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ معترض کہتا ہے کہ آپ نے متصلہ لزومیہ موجبہ کے صادق کی صرف چار قسمیں بیان کی ہیں، حالانکہ یہاں تو اس سے زائد قسمیں بھی نکل سکتی ہیں، کیونکہ اس میں جو تیسری قسم ہے کہ جس میں متصلہ کے دونوں جزؤں میں صدق و کذب کے لحاظ سے جہالت ہوتی ہے، اس میں کئی احتمالی صورتیں اور بھی نکل سکتی ہیں، مثال کے طور پر ایسا ہو کہ مقدم میں صدق کے اعتبار سے جہالت ہو لیکن کذب کے اعتبار سے نہ ہو، اسی طرح تالی میں، یا مقدم میں کذب کے لحاظ سے جہالت ہو، صدق میں جہالت نہ ہو، اسی طرح تالی میں جب مزید اقسام بھی نکل سکتی ہیں، تو صرف چار کا کیوں ذکر کیا گیا؟ شارح نے فنقول الخ سے اس کا جواب دیا ہے کہ یہ احتمالی صورتیں کوئی علیحدہ قسم نہیں ہیں، بلکہ انہیں چار میں داخل ہیں، اس لئے کہ وہ

چار قسمیں نفس الامر کے لحاظ سے ہیں، جیسا کہ شارح کے قول ”ثم اذا نسبنا جزئها الى نفس الامر“ سے یہی مفہوم ہوتا ہے۔

وَالْمُوجِبَةُ الْكَاذِبَةُ تَرْكِبُ عَنِ الْأَقْسَامِ الْأَرْبَعَةِ لِأَنَّ الْحُكْمَ بِاللُّزُومِ بَيْنَ الْمُقَدِّمِ وَالتَّالِيِ إِذَا لَمْ يَكُنْ مُطَابِقًا لِلْوَاقِعِ جَازَ أَنْ يَكُونَ كَاذِبِينَ كَقَوْلِنَا إِنْ كَانَ الْخَلَاءُ مُوجُودًا كَانَ الْعَالَمُ قَدِيمًا وَأَنْ يَكُونَ الْمُقَدِّمُ كَاذِبًا وَالتَّالِيِ صَادِقًا كَقَوْلِنَا إِنْ كَانَ الْخَلَاءُ مُوجُودًا فَالْإِنْسَانُ نَاطِقٌ وَبِالْعَكْسِ كَقَوْلِنَا إِنْ كَانَ الْإِنْسَانُ نَاطِقًا فَالْخَلَاءُ مُوجُودٌ وَأَنْ يَكُونَ صَادِقِينَ كَقَوْلِنَا إِنْ كَانَ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَزَيْدٌ إِنْسَانٌ هَذَا إِذَا كَانَتِ الْمُتَّصِلَةُ لُزُومِيَّةً.

ترجمہ: اور موجبہ کاذبہ چار قسموں سے مرکب ہوتا ہے، کیونکہ جب مقدم اور تالی کے درمیان لزوم کا حکم واقع کے مطابق نہ ہو تو یہ جائز ہے کہ وہ دونوں کاذب ہوں، جیسے ان کا ان الخلاء موجودا کا ان العالم قدیمہ اور یہ کہ مقدم کاذب اور تالی صادق ہو، جیسے ان کا ان الخلاء موجودا فالانسان ناطق، اور یہ کہ اس کا عکس ہو، جیسے ان کا ان الانسان ناطقا فالخلاء موجود، اور یہ کہ دونوں صادق ہوں جیسے ان کا ان الشمس طالعة فزید انسان یہ اس وقت ہے جب متصلہ لزومیہ ہو۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے متصلہ موجبہ لزومیہ کے کاذب ہونے کی صورتیں بیان کی ہیں۔ چنانچہ شارح نے فرمایا ہے کہ متصلہ لزومیہ موجبہ کاذبہ، چار قسموں سے مرکب ہوتا ہے، اس لئے کہ جب مقدم و تالی کے درمیان لزوم کا حکم واقع اور نفس الامر کے مطابق نہ ہو تو وہ کاذب ہوگا، اس کی چار صورتیں ہیں۔

۱- مقدم اور تالی دونوں ہی کاذب ہوں، جیسے ان کا ان الخلاء موجودا کا ان العالم قدیمہ، اس میں مقدم بھی کاذب ہے کیونکہ دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جس میں خلاء ہو، اور نہیں تو کم از کم اس میں ہوا ضرور ہوتی ہے، اور تالی بھی کاذب ہے اس لئے کہ عالم حادث ہے، قدیم نہیں۔

۲- مقدم کاذب اور تالی صادق ہو، جیسے ان کا ان الخلاء موجودا فالانسان ناطق۔

۳- مقدم صادق اور تالی کاذب ہو، جیسے ان کا ان الانسان ناطقا فالخلاء موجود۔

۴- مقدم اور تالی دونوں صادق ہوں جیسے ان کا ان الشمس طالعة فزید انسان، یہ بھی لزومیہ کاذبہ ہے، کیونکہ اگر اسے صادق قرار دیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ زید کی انسانیت طوع شمس پر موقوف ہے، جبکہ حقیقت یہ نہیں ہے۔ شارح فرماتے ہیں کہ یہ ساری تفصیل متصلہ لزومیہ موجبہ کے بارے میں ہے۔

وَأَمَّا إِذَا كَانَتْ اتِّفَاقِيَّةً فَكَذِبُهَا عَنْ صَادِقِينَ مُحَالٌ لِأَنَّهُ إِذَا صَدَقَ الطَّرْفَانِ وَافَقَ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ بِالضَّرُورَةِ فِي الصِّدْقِ كَقَوْلِنَا إِنْ كَانَ الْإِنْسَانُ نَاطِقًا فَالْخَلَاءُ مُوجُودٌ فَهِيَ تَصْدُقُ عَنْ صَادِقِينَ وَتَكْذِبُ عَنِ الْأَقْسَامِ الثَّلَاثَةِ الْبَاقِيَةِ لِأَنَّ طَرَفَيْهَا إِنْ كَانَا كَاذِبَيْنِ أَوْ كَانَ التَّالِيِ كَاذِبًا وَالتَّالِيِ صَادِقًا فَكَذِبُهَا ظَاهِرٌ لِأَنَّ الْكَاذِبَ لَا يُوَافِقُ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ الْمُقَدِّمُ كَاذِبًا وَالتَّالِيِ صَادِقًا فَكَذَلِكَ لَا يُعْتَبَرُ صَدَقَ الطَّرَفَيْنِ وَأَمَّا إِذَا اُكْتَفَيْنَا بِمَجْرَدِ صَدَقِ التَّالِيِ يَكُونُ صِدْقُهَا عَنْ صَادِقِينَ وَعَنْ مُقَدِّمٍ كَاذِبٍ

وَتَالِ صَادِقٍ وَكَذْبُهَا عَنِ الْقَسَمَيْنِ الْبَاقِيَيْنِ وَهَهُنَا بَحْثٌ شَرِيفٌ وَهُوَ أَنَّ الْإِتْفَاقِيَّةَ لَا يَكْفِي فِيهَا صِدْقُ الطَّرْفَيْنِ أَوْ صِدْقُ صِدْقِ التَّالِيِ بَلْ لَا بُدَّ مَعَ ذَلِكَ مِنْ عَدَمِ الْعِلَاقَةِ فَيَجُوزُ كَذِبُهَا عَنْ صَادِقَيْنِ إِذَا كَانَ بَيْنَهُمَا عِلَاقَةٌ تَقْضِي الْمُلَازِمَةَ بَيْنَهُمَا.

ترجمہ: اور بہر حال جبکہ اتفاقیہ ہو، تو اس کا صادقین سے کاذب ہونا محال ہے، اس لئے کہ جب طرفین صادق ہیں، تو یقیناً ایک دوسرے کے ساتھ صدق میں موافق ہوں گے، جیسے ان کا انسان ناطقاً فالحمار ناہق، تو اتفاقیہ صادقین سے صادق اور باقی تینوں اقسام سے کاذب ہوتا ہے، اس لئے کہ اس کے طرفین دونوں اگر کاذب ہوں یا تالی کاذب اور مقدم صادق ہو، تو اس کا کاذب ہونا تو ظاہر ہے، اس لئے کہ کاذب کسی چیز کے موافق نہیں ہوتا، اور اگر مقدم کاذب اور تالی صادق ہو، تب بھی اسی طرح ہے، اس لئے کہ اتفاقیہ میں طرفین کے صدق کا اعتبار ہے، اور اگر ہم اتفاقیہ کی تعریف میں صرف صدق تالی پر اکتفاء کریں تو اس کا صادقین اور مقدم کاذب و تالی صادق سے صادق ہونا لازم آئے گا، اور اس کا کاذب ہونا باقی دو قسموں سے ہوگا۔ اور یہاں ایک عمدہ بحث ہے، اور وہ یہ ہے کہ اتفاقیہ میں طرفین کا صدق یا صدق تالی کافی نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ علاقہ کا نہ پایا جانا بھی ضروری ہے، تو اس کا صادقین سے کاذب ہونا ممکن ہے، جبکہ طرفین کے درمیان کوئی ایسا علاقہ ہو، جو ان دونوں کے درمیان ملازمت کو چاہتا ہو۔

تفسیر و بیج: اس عبارت میں شارح نے متصلاً اتفاقیہ کے صدق و کذب کی قسمیں بیان کی ہیں، متصلاً اتفاقیہ میں چونکہ مقدم و تالی کے درمیان لزوم کا علاقہ نہیں ہوتا، بلکہ محض نفس الامر میں ان کے تحقق کی وجہ سے اتصال کا حکم ہوتا ہے، اسی اعتبار سے اس کی ترکیب کی بھی چار صورتیں ہیں، جن میں سے تین میں یہ کاذب اور ایک میں صادق ہے۔

۱- متصلاً اتفاقیہ موجبہ کے مقدم و تالی دونوں ہی صادق ہوں، اس صورت میں یہ صادق ہوگا، کاذب نہیں ہوگا، دلیل یہ ہے کہ جب طرفین صادق ہوں تو ان میں سے ہر ایک بھی ضروری طور پر صدق میں دوسرے کے موافق ہوگا، جیسے ان کا انسان ناطقاً فالحمار ناہق اس کے طرفین دونوں صادق ہیں، صرف اس صورت میں متصلاً اتفاقیہ صادق ہوگا، باقی تین صورتوں میں متصلاً اتفاقیہ کاذب ہوگا۔

۲- جب مقدم اور تالی دونوں کاذب ہوں۔

۳- مقدم صادق ہو اور تالی کاذب ہو، کیونکہ تالی کاذب نہ کسی کاذب کے ساتھ متحقق ہو سکتی ہے اور نہ کسی مقدم کے صادق کے ساتھ۔

۴- مقدم کاذب ہو اور تالی صادق ہو، یہ بھی اتفاقیہ کاذبہ کی صورت ہے، اس لئے کہ تالی صادق مقدم صادق کے ساتھ متحقق ہوگی نہ کہ مقدم کاذب کے ساتھ، دلیل یہ ہے کہ متصلاً اتفاقیہ میں دونوں طرف کے صدق کا اعتبار ہوتا ہے، یہ آخری تینوں صورتیں متصلاً اتفاقیہ کاذبہ کی ہیں۔

مذکورہ بالا صورتیں اتفاقیہ خاصہ کی ہیں، جس میں مقدم اور تالی دونوں میں نفس الامر کے اعتبار سے صدق کا اعتبار کیا گیا ہے، لیکن اگر اتفاقیہ عامہ ہو جس میں صرف تالی کے صدق کا اعتبار ہوتا ہے مقدم کی تقدیر پر، خواہ مقدم کاذب ہو یا صادق، تو اس تعریف کے اعتبار سے متصلاً اتفاقیہ دو صورتوں میں صادق اور دو صورتوں میں کاذب ہوگا، صدق کی دو صورتیں یہ ہیں۔ ۱- مقدم و تالی دونوں صادق ہوں۔ ۲- مقدم کاذب اور تالی صادق ہو۔ اور کذب کی دو صورتیں یہ ہیں۔ ۱- مقدم و تالی دونوں کاذب ہوں۔ ۲- مقدم صادق اور تالی کاذب ہو۔

وہلہنا بحث شریف الخ اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ یہاں ایک عمدہ بحث ہے وہ یہ ہے کہ خواہ اتفاقہ خاصہ ہو جس میں کہ اس کے طرفین کے صدق کا اعتبار ہوتا ہے، یا اتفاقہ عامہ ہو جس میں کہ صرف تالی کا صادق ہونا ضروری ہوتا ہے، اتفاقہ کے صادق ہونے کے لئے اتنا ہی کافی نہیں، بلکہ ایک قید بھی ضروری ہے وہ یہ کہ ان کے درمیان کوئی علاقہ نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ اگر اتفاقہ کے دونوں طرف یعنی مقدم اور تالی صادق ہوں اور ساتھ ساتھ ان کے درمیان ایک ایسا علاقہ ہو جو ان کے درمیان ملازمت کا تقاضا کرتا ہو، تو پھر اتفاقہ کا ذبہ ہوگا صادق نہ ہوگا اگرچہ اس صورت میں اس کے طرفین صادق ہی ہوں، تو معلوم ہوا کہ اتفاقہ کے صادق ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے طرفین کے درمیان کوئی علاقہ لازم نہ ہو۔

فَالْمُنْفَصِلَةُ الْمُوجِبَةُ الْحَقِيقِيَّةُ تَصْدُقُ عَنْ صَادِقٍ وَكَاذِبٍ وَتَكْذِبُ عَنْ صَادِقَيْنِ وَكَاذِبَيْنِ وَمَانِعَةُ الْجَمْعِ تَصْدُقُ عَنْ كَاذِبَيْنِ وَعَنْ صَادِقٍ وَكَاذِبٍ وَتَكْذِبُ عَنْ صَادِقَيْنِ وَمَانِعَةُ الْخُلُوعِ تَصْدُقُ عَنْ صَادِقَيْنِ وَعَنْ صَادِقٍ وَكَاذِبٍ تَكْذِبُ عَنْ كَاذِبَيْنِ وَالسَّالِبَةُ تَصْدُقُ عَمَّا تَكْذِبُ عَنْهُ الْمُوجِبَةُ وَتَكْذِبُ عَمَّا تَصْدُقُ عَنْهُ الْمُوجِبَةُ أَقُولُ الْأَقْسَامُ فِي الْمُنْفَصِلَاتِ ثَلَاثَةٌ كَمَا سَتَعْرِفُ أَنَّ الْمُقَدِّمَ فِيهَا لَا يَمْتَّازُ عَنِ التَّالِي بِحَسَبِ الطَّبَعِ فَطَرَفَاهَا إِمَّا أَنْ يَكُونَا صَادِقَيْنِ أَوْ كَاذِبَيْنِ أَوْ يَكُونَ أَحَدُهُمَا صَادِقًا وَالْآخَرُ كَاذِبًا فَالْمُوجِبَةُ الْحَقِيقِيَّةُ تَصْدُقُ عَنْ صَادِقٍ وَكَاذِبٍ لِأَنَّهَا الَّتِي حُكِمَ فِيهَا بَعْدَ اجْتِمَاعِ جُزْئِيَّيْهَا وَعَدَمِ ارْتِفَاعِهِمَا فَلَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ أَحَدُهُمَا صَادِقًا وَالْآخَرُ كَاذِبًا كَقَوْلِنَا إِمَّا أَنْ يَكُونَ هَذَا الْعَدَدُ زَوْجًا أَوْ لَا زَوْجًا وَتَكْذِبُ عَنْ صَادِقَيْنِ لِاجْتِمَاعِهِمَا حِينَئِذٍ فِي الصِّدْقِ كَقَوْلِنَا إِمَّا أَنْ يَكُونَ الْأَرْبَعَةُ زَوْجًا أَوْ مُنْقَسِمَةً بِمُتَسَاوِيَيْنِ وَتَكْذِبُ عَنْ كَاذِبَيْنِ أَيْضًا لِارْتِفَاعِهِمَا كَقَوْلِنَا إِمَّا أَنْ يَكُونَ الثَّلَاثَةُ زَوْجًا أَوْ مُنْقَسِمَةً بِمُتَسَاوِيَيْنِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا: اور منفصلہ موجبہ حقیقیہ صادق اور کاذب سے صادق ہوتا ہے، اور صادقین اور کاذبین سے کاذب ہوتا ہے، اور مانعہ الجمع کاذبین اور صادق و کاذب سے صادق ہوتا ہے، اور صادقین سے کاذب ہوتا ہے اور مانعہ الخلو صادقین اور صادق و کاذب سے صادق ہوتا ہے، کاذبین سے کاذب ہوتا ہے، اور سالبہ اس سے صادق ہوتا ہے جس سے موجبہ کاذب ہوتا ہے، اور اس سے کاذب ہوتا ہے، جس سے موجبہ صادق ہوتا ہے، میں کہتا ہوں کہ منفصلات میں اقسام تین ہیں، جیسا کہ عنقریب آپ کو معلوم ہوگا کہ اس میں مقدم تالی سے بحسب الطبع ممتاز نہیں ہوتا، پس اس کے طرفین یا تو صادق ہوں گے یا کاذب، یا ان میں سے ایک صادق ہوگا اور دوسرا کاذب، پس موجبہ حقیقیہ ایک صادق اور کاذب سے صادق ہوگا اس لئے کہ حقیقیہ وہ (قضیہ) ہے جس میں اس کے جزئین کے عدم اجتماع اور ان کے عدم ارتفاع کا حکم لگایا گیا ہو، پس ان میں سے ایک کا صادق ہونا اور دوسرے کا کاذب ہونا ضروری ہے، جیسے ہمارا قول إِمَّا أَنْ يَكُونَ هَذَا الْعَدَدُ زَوْجًا أَوْ لَا زَوْجًا، اور صادقین سے کاذب ہوگا، اس وقت ان دونوں کے صدق میں جمع ہونے کی وجہ سے جیسے ہمارا قول إِمَّا أَنْ يَكُونَ الْأَرْبَعَةُ زَوْجًا أَوْ مُنْقَسِمَةً بِمُتَسَاوِيَيْنِ، اور کاذبین سے بھی کاذب ہوگا، ان دونوں کے مرتفع ہونے کی وجہ سے، جیسے ہمارا قول إِمَّا أَنْ يَكُونَ الثَّلَاثَةُ زَوْجًا أَوْ مُنْقَسِمَةً بِمُتَسَاوِيَيْنِ۔

تشریح: اس قال میں ماتن نے منفصلہ کے اقسام ثلاثہ میں سے ہر ایک کے صدق و کذب کی صورتیں بیان کی ہیں، شارح فرماتے ہیں کہ منفصلہ کی تین قسمیں ہیں: ۱- حقیقیہ ۲- مانعۃ الجمع ۳- مانعۃ الخلو، اور یہ بھی معلوم ہے کہ مقدم اور تالی سے طبع یعنی مفہوم کے لحاظ سے ممتاز نہیں ہوتا چنانچہ اس کے طرفین دونوں صادق ہوں گے، یا دونوں کاذب ہوں گے، یا ایک صادق ہوگا اور دوسرا کاذب ہوگا۔

منفصلہ موجبہ حقیقیہ ایک صورت میں صادق اور دو صورتوں میں کاذب ہوگا۔ اگر یہ ایک صادق اور ایک کاذب سے مرکب ہو تو اس وقت منفصلہ حقیقیہ موجبہ صادق ہوگا، کیونکہ حقیقیہ میں دونوں جزء بیک وقت نہ تو جمع ہو سکتے ہیں اور نہ اٹھ سکتے ہیں بلکہ ایک ہی صادق ہوتا ہے دوسرے کا کاذب ہونا ضروری ہے، لہذا منفصلہ حقیقیہ موجبہ جب ایک صادق اور ایک کاذب سے مرکب ہو تو یقیناً یہ صادق ہوگا، جیسے إِمَّا أَنْ يَكُونَ هَذَا الْعَدَدُ زَوْجًا أَوْ لَا زَوْجًا، (یہ عدد یا تو زوج ہے یا لا زوج یعنی فرد ہے) اس میں ایک ہی صادق ہے یا تو وہ عدد زوج (جفت) ہوگا یا فرد (طاق) ہوگا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایک معین عدد زوج اور فرد دونوں ہی نہ ہوں، یا دونوں ہوں، لیکن اگر حقیقیہ کے طرفین صادق ہوں یعنی مقدم اور تالی دونوں جمع ہو جائیں تو اس وقت منفصلہ حقیقیہ موجبہ کاذب ہوگا، جیسے إِمَّا أَنْ يَكُونَ الْارْبَعَةُ زَوْجًا أَوْ مَنْقَسِمَةً بِمَتَسَاوِيَيْنِ، (یہ عدد یا تو چار ہے یا دو میں برابر برابر تقسیم ہونے والا ہے) یہ کاذب ہے، اس لئے کہ یہ دونوں ایک ساتھ مجتمع ہوتے ہیں، جو عدد چار ہو وہ برابر تقسیم بھی ضرور ہوتا ہے حالانکہ حقیقیہ میں دونوں جزء صادق نہیں ہو سکتے، اس طرح اگر حقیقیہ کے طرفین دونوں ہی مرتفع ہو جائیں تو اس وقت بھی یہ کاذب ہوگا جیسے إِمَّا أَنْ يَكُونَ الثَّلَاثَةُ زَوْجًا أَوْ مَنْقَسِمَةً بِمَتَسَاوِيَيْنِ (یہ عدد تین یا تو جفت ہے یا برابر متقسم ہونے والا ہے) یہ دونوں قضیے چونکہ مرتفع ہو رہے ہیں، وہ نہ تو جفت ہے اور نہ برابر تقسیم ہوتا ہے اس لئے اس صورت میں بھی حقیقیہ موجبہ کاذب ہوگا۔

وَمَانِعَةُ الْجَمْعِ تَصْدُقُ عَنْ كَاذِبَيْنِ وَصَادِقٍ وَكَاذِبٍ لِأَنَّهَا الَّتِي حُكِمَ فِيهَا بَعْدَ اجْتِمَاعِ طَرَفَيْهَا فِي الصِّدْقِ فَجَازَ أَنْ يَكُونَ طَرَفَاهَا مُرْتَفِعَيْنِ فَيَكُونُ تَرْكِيبُهَا عَنْ كَاذِبَيْنِ كَقَوْلِنَا إِمَّا أَنْ يَكُونَ زَيْدٌ شَجَرًا أَوْ حَجَرًا وَجَازَ أَنْ يَكُونَ أَحَدُ طَرَفَيْهَا وَاقِعًا وَالْآخَرُ غَيْرُ وَاقِعٍ فَيَكُونُ تَرْكِيبُهَا عَنْ صَادِقٍ وَكَاذِبٍ كَقَوْلِنَا إِمَّا أَنْ يَكُونَ زَيْدٌ إِنْسَانًا أَوْ حَجَرًا أَوْ تَكْذِبُ عَنْ صَادِقَيْنِ لاجْتِمَاعِ جُزْئَيْهَا حِينَئِذٍ كَقَوْلِنَا إِمَّا أَنْ يَكُونَ زَيْدٌ إِنْسَانًا أَوْ نَاطِقًا وَمَانِعَةُ الْخُلُوعِ تَصْدُقُ عَنْ صَادِقَيْنِ وَعَنْ صَادِقٍ وَكَاذِبٍ لِأَنَّهَا الَّتِي حُكِمَ فِيهَا بَعْدَ ارْتِفَاعِ جُزْئَيْهَا فَجَازَ اجْتِمَاعُهُمَا فِي الوجودِ فَيَكُونُ تَرْكِيبُهَا عَنْ صَادِقَيْنِ كَقَوْلِنَا إِمَّا أَنْ يَكُونَ زَيْدٌ لَا حَجَرًا أَوْ لَا شَجَرًا وَجَازَ أَنْ يَكُونَ أَحَدُهُمَا وَاقِعًا دُونَ الْآخَرِ فَيَكُونُ تَرْكِيبُهَا عَنْ صَادِقٍ وَكَاذِبٍ كَقَوْلِنَا إِمَّا أَنْ يَكُونَ زَيْدٌ حَجَرًا أَوْ لَا إِنْسَانًا وَتَكْذِبُ عَنْ كَاذِبَيْنِ لَارْتِفَاعِ جُزْئَيْهَا حِينَئِذٍ كَقَوْلِنَا إِمَّا أَنْ يَكُونَ زَيْدٌ لَا إِنْسَانًا أَوْ لَا نَاطِقًا لِهَذَا حُكْمُ الْمُوجِبَاتِ الْمُتَّصِلَةِ وَالْمُنْفَصِلَةِ.

ترجمہ: اور مانعۃ الجمع کاذبین اور صادق و کاذب سے صادق ہوتا ہے اس لئے کہ مانعۃ الجمع وہ (قضیہ) ہے جس میں اس کے طرفین کے جمع نہ ہونے کا حکم لگایا گیا ہو صدق میں، پس جائز ہے کہ اس کے طرفین مرتفع ہوں، پس اس کی ترکیب کاذبین سے ہوگی، جیسے ہمارا قول إِمَّا أَنْ يَكُونَ زَيْدٌ شَجَرًا أَوْ حَجَرًا اور جائز ہے کہ اس کے طرفین میں سے ایک واقع ہو، اور دوسرا واقع نہ ہو، پس اس کی ترکیب صادق و کاذب سے ہوگی، جیسے ہمارا قول إِمَّا أَنْ يَكُونَ زَيْدٌ

انساناً او حجرًا اور صادقین سے کاذب ہوتا ہے، اس وقت اس کے جزئین کے جمع ہونے کی وجہ سے، جیسے ہمارا قول
 إما ان یکون زید انساناً او ناطقاً اور مانعہ الخلو صادقین اور صادق و کاذب سے صادق ہوتا ہے، اس لئے کہ مانعہ
 الخلو وہ (قضیہ) ہے جس میں اس کے جزئین کے مرتفع نہ ہونے کا حکم لگایا گیا ہو، پس وجود میں ان دونوں کا جمع ہونا
 جائز ہے پس اس کی ترکیب صادقین سے ہوگی، جیسے ہمارا قول ”إما ان یکون زید لا حجرًا او لا شجرًا اور جائز
 ہے کہ ان میں سے ایک واقع ہونے کے دوسرے اس کی ترکیب صادق اور کاذب سے ہوگی، جیسے ہمارا قول إما ان
 یکون زید لا حجرًا او لا انساناً، اور کاذبین سے کاذب ہوتا ہے، اس وقت اس کے جزئین کے مرتفع ہونے کی
 وجہ سے جیسے ہمارا قول إما ان یکون زید لا انساناً او لا ناطقاً، یہ موجبات متصلہ اور منفصلہ کا حکم ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے منفصلہ مانعہ الجمع موجبہ اور منفصلہ مانعہ الخلو موجبہ کے صدق و کذب کی صورتیں بیان کی
 ہیں، چنانچہ فرمایا ہے کہ منفصلہ مانعہ الجمع موجبہ دو صورتوں میں صادق اور ایک صورت میں کاذب ہوتا ہے۔

۱- اس کے طرفین کاذب ہوں یعنی دونوں شے واحد سے مرتفع ہو جائیں ۲- ایک صادق اور ایک کاذب ہو، ان دونوں
 صورتوں میں یہ صادق ہوتا ہے، دلیل یہ ہے کہ مانعہ الجمع اس قضیہ منفصلہ کو کہتے ہیں جس میں مقدم اور تالی جمع نہ ہونے کا حکم لگایا گیا
 ہو، یعنی اس میں مقدم اور تالی دونوں کا اجتماع نہیں ہو سکتا، ہاں دونوں کا ارتفاع ہو سکتا ہے، اسی طرح ان میں سے ایک کا صادق ہونا
 اور دوسرے کا مرتفع ہونا ضروری ہوتا ہے، لہذا جب دونوں جزء کاذب ہوں گے تو دونوں کا ارتفاع ہو جائے گا، یا ایک صادق اور ایک
 کاذب تو ایک کا ارتفاع ہوگا تو ان دونوں صورتوں میں منفصلہ مانعہ الجمع صادق ہوگا، دونوں کے کاذب ہونے کی مثال إما ان
 یکون زید شجرًا او حجرًا (زید یا تو درخت ہے یا پتھر ہے) دیکھئے اس مثال میں دونوں جزء کاذب ہیں، کیونکہ زید نہ تو
 درخت ہے اور نہ پتھر، لہذا مانعہ الجمع صادق ہے، اور ثانی کی مثال إما ان یکون زید انساناً او حجرًا (زید یا تو انسان ہے یا
 پتھر) دیکھئے اس میں ایک جزء یعنی ”زید انسان ہے“ صادق ہے اور دوسرا جزء یعنی ”زید پتھر ہے“ کاذب ہے، لہذا یہ بھی صادق
 ہے۔ اور اگر مانعہ الجمع موجبہ ایسے دو جزؤں سے مرکب ہو جو دونوں ہی صادق اور جمع ہوں تو اس وقت یہ کاذب ہوگا، اس لئے کہ
 مانعہ الجمع موجبہ میں دونوں جزؤں کا اجتماع ممکن ہے اور جب دونوں جزء صادق ہوں تو اس وقت دونوں کا اجتماع ہو جائے گا، جیسے
 إما ان یکون زید انساناً او ناطقاً دیکھئے اس مثال میں دونوں جزء صادق ہیں، اس لئے یہ قضیہ مانعہ الجمع موجبہ کاذب ہے،
 کیونکہ مانعہ الجمع موجبہ میں دونوں جزء کا صدق اور اجتماع ممنوع ہوا کرتا ہے۔

مانعہ الخلو موجبہ کے صدق و کذب کی صورتیں

مانعہ الخلو موجبہ دو صورتوں میں صادق اور ایک صورت میں کاذب ہوتا ہے۔

۱- اس کے طرفین یعنی مقدم اور تالی دونوں صادق ہوں یعنی دونوں جمع ہو جائیں۔

۲- ایک صادق اور ایک کاذب ہو، ان دونوں صورتوں میں مانعہ الخلو موجبہ صادق ہوتا ہے۔ کیونکہ مانعہ الخلو میں اس بات
 کا حکم ہوتا ہے کہ دونوں جزء مرتفع نہ ہوں تو ایسا ہو سکتا ہے کہ دونوں صادق ہوں یعنی جمع ہو جائیں، جیسے إما ان یکون زید
 لا حجرًا او لا شجرًا، (زید یا لا شجر ہے یا لا حجر) دیکھئے اس مثال میں دونوں جزء مرتفع نہیں ہیں بلکہ جمع ہیں، کیونکہ زید

لا شجر بھی ہے اور لا حجر بھی، اور ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ایک صادق اور ایک کاذب ہو جیسے اِسا ان یكون زید لا حجرًا او لا انسانًا، (زید یا لا حجر ہے یا لا انسان) دیکھئے اس مثال میں ایک یعنی لا حجر صادق ہے کیونکہ زید پتھر نہیں ہے بلکہ انسان ہے، اور ایک یعنی لا انسان کاذب ہے، اس لئے کہ زید انسان ہے، لہذا یہ مانعہ اخلو موجبہ بھی صادق ہے۔

اور اگر مانعہ اخلو موجبہ کے طرفین دونوں ہی کاذب ہوں یعنی دونوں ہی نہ ہوں تو اس صورت میں یہ کاذب ہوگا، اس لئے کہ مانعہ اخلو موجبہ میں دونوں اجزاء کا نہ ہونا درست نہیں، چنانچہ اس کو مثال سے سمجھئے، جیسے اِسا ان یكون زید لا انسانًا او لا ناطقًا، (زید یا لا انسان ہے یا لا ناطق ہے) دیکھئے اس مثال میں دونوں مرتفع ہیں، اس لئے کہ زید لا انسان بھی نہیں ہے، اور لا ناطق بھی نہیں ہے، بلکہ وہ انسان اور ناطق دونوں ہے، لہذا یہ مانعہ اخلو موجبہ کاذب ہے، شارح کہتے ہیں کہ اب تک تو موجبات کا بیان تھا خواہ وہ متصل ہوں یا منفصل، (اب آگے سوال کو بیان کیا جائے گا)

وَأَمَّا سَوَالِبُهَا فَهِيَ تَصَدِّقُ عَنِ الْأَقْسَامِ الَّتِي تَكْذِبُ عَنْهَا الْمُوجِبَاتُ ضَرُورَةً أَنْ كَذَبَ الْإِيجَابُ يَفْتَضِي صَدَقَ السَّلْبِ وَ تَكْذِبُ عَنِ الْأَقْسَامِ الَّتِي تَصَدِّقُ عَنْهَا الْمُوجِبَاتُ لِأَنَّ صَدَقَ الْإِيجَابِ يَفْتَضِي كَذَبَ السَّلْبِ لَامَحَالَةً.

ترجمہ: اور ہر حال ان کے سوالب تو وہ ان اقسام سے صادق ہوتے ہیں جن سے موجبات کاذب ہوتے ہیں، اس بات کے بدیہی ہونے کی وجہ سے کہ ایجاب کا کذب سلب کے صدق کا تقاضا کرتا ہے، اور ان اقسام سے کاذب ہوتے ہیں جن سے موجبات صادق ہوتے ہیں، اس لئے کہ ایجاب کا صدق لامحالہ سلب کے کذب کا تقاضا کرتا ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے متصلات و منفصلات سالبہ کے صدق و کذب کی صورتیں بیان کی ہیں، سوالب خواہ متصل ہوں یا منفصلہ ان تمام صورتوں میں صادق ہوتے ہیں جن صورتوں میں موجبات کاذب ہوتے ہیں، اور جن صورتوں میں موجبات صادق ہوتے ہیں، ان میں سوالب کاذب ہوتے ہیں، دلیل یہ ہے کہ موجبہ کا کذب سالبہ کے صادق ہونے کا تقاضا کرتا ہے، اور موجبہ کا صدق سالبہ کے کاذب ہونے کا تقاضا کرتا ہے، مثلاً حقیقہ موجبہ ایک صورت میں صادق اور دو صورتوں میں کاذب ہوتا ہے، لہذا سالبہ حقیقہ ایک صورت میں کاذب اور دو صورتوں میں صادق ہوگا، اور مانعہ الجمع موجبہ دو صورتوں میں صادق اور ایک صورت میں کاذب ہوتا ہے، لہذا ”سالبہ مانعہ الجمع“ دو صورتوں میں کاذب اور ایک صورت میں صادق ہوگا، اور مانعہ اخلو موجبہ دو صورتوں میں صادق اور ایک صورت میں کاذب ہوتا ہے، لہذا سالبہ مانعہ اخلو دو صورتوں میں کاذب اور ایک صورت میں صادق ہوگا۔

فَالْكَلِّيَّةُ الشَّرْطِيَّةُ أَنْ يَكُونَ التَّالِي لَازِمًا أَوْ مُعَانِدًا لِلْمُقَدِّمِ عَلَى جَمِيعِ الْأَوْضَاعِ الَّتِي يُمَكِّنُ حُصُولُهَا مَعَهَا وَهِيَ الْأَوْضَاعُ الَّتِي تَحْصُلُ لَهُ بِسَبَبِ اقْتِرَانِ الْأُمُورِ الَّتِي يُمَكِّنُ اجْتِمَاعُهَا مَعَهُ وَالْجُزْئِيَّةُ أَنْ يَكُونَ كَذَلِكَ عَلَى بَعْضِ هَذِهِ الْأَوْضَاعِ وَالْمَخْصُوصَةُ أَنْ يَكُونَ كَذَلِكَ عَلَى وَضْعٍ مُعَيَّنٍ وَ سُورُ الْمُوجِبَةِ الْكُلِّيَّةِ فِي الْمَتَّصِلَةِ كُلَّمَا وَ مَهْمَا وَ مَتَى وَ فِي الْمُنْفَصِلَةِ دَائِمًا وَ سُورُ السَّالِبَةِ الْكُلِّيَّةِ فِيهِمَا لَيْسَ الْبَتَّةَ وَ سُورُ الْمُوجِبَةِ الْجُزْئِيَّةِ فِيهِمَا قَدْ يَكُونُ وَ سُورُ السَّالِبَةِ الْجُزْئِيَّةِ فِيهِمَا قَدْ لَا يَكُونُ وَ بِإِذْخَالِ حَرْفِ السَّلْبِ عَلَى سُورِ الْإِيجَابِ الْكُلِّيِّ وَ الْمُتَمَلِّمَةِ بِإِطْلَاقِ لَفْظِ لَوْ وَ

إِنْ وَ إِذَا فِي الْمُتَّصِلَةِ وَإِمَّا وَ أَوْ فِي الْمُنْفَصِلَةِ أَقُولُ كَمَا أَنَّ الْقَضِيَّةَ الْحَمَلِيَّةَ تَنْقَسِمُ إِلَى مَحْضُورَةٍ وَ مُهْمَلَةٍ وَ مَحْضُورَةٌ كَذَلِكَ الشَّرْطِيَّةُ مُنْقَسِمَةٌ إِلَيْهَا وَ كَمَا أَنَّ كُلِّيَّةَ الْحَمَلِيَّةِ لَيْسَتْ بِحَسَبِ كُلِّيَّةِ الْمَوْضُوعِ وَ الْمَحْمُولِ بَلْ بِاعْتِبَارِ كُلِّيَّةِ الْحُكْمِ كَذَلِكَ كُلِّيَّةُ الشَّرْطِيَّةِ لَيْسَتْ لِأَجْلِ أَنَّ مُقَدِّمَهَا وَ تَالِيَهَا كُلِّتَانِ فَإِنْ قَوْلُنَا كُلَّمَا كَانَ زَيْدٌ يَكْتُبُ فَهُوَ يَتَحَرَّكُ يَدُهُ كُلِّيَّةٌ مَعَ أَنَّ مُقَدِّمَهَا وَ تَالِيَهَا شَخْصِيَّتَانِ بَلْ بِحَسَبِ كُلِّيَّةِ الْحُكْمِ بِاتِّصَالِ وَ الْإِنْفِصَالِ فَالشَّرْطِيَّةُ إِنَّمَا تَكُونُ كُلِّيَّةً إِذَا كَانَ التَّالِيُّ لَا زِمًا لِلْمُقَدِّمِ أَيْ فِي الْمُتَّصِلَةِ اللَّزُومِيَّةِ أَوْ مُعَايِدًا لَهُ فِي الْمُنْفَصِلَةِ الْعِنَادِيَّةِ فِي جَمِيعِ الْأَزْمَانِ وَ عَلَى جَمِيعِ الْأَوْضَاعِ الْمُمَكِّنَةِ لِاجْتِمَاعِ مَعَ الْمُقَدِّمِ وَ هِيَ الْأَوْضَاعُ الَّتِي تَحْصُلُ لِلْمُقَدِّمِ بِسَبَبِ إِفْتِرَائِهِ بِالْأُمُورِ الْمُمَكِّنَةِ لِاجْتِمَاعِ مَعَهُ فَإِذَا قُلْنَا كُلَّمَا كَانَ زَيْدٌ إِنْسَانًا كَانَ حَيَوَانًا أَرَدْنَا بِهِ أَنَّ لَزُومَ الْحَيَوَانِيَّةِ لِلْإِنْسَانِيَّةِ ثَابِتٌ فِي جَمِيعِ الْأَزْمَانِ وَ لَسْنَا نَقْتَصِرُ عَلَى ذَلِكَ الْقَدْرِ بَلْ نُرِيدُ مَعَ ذَلِكَ أَنَّ اللَّزُومَ مُتَحَقِّقٌ عَلَى جَمِيعِ الْأَحْوَالِ الَّتِي أُمَكَّنَ اجْتِمَاعُهَا مَعَ وَضْعِ إِنْسَانِيَّةِ زَيْدٍ مِثْلَ كَوْنِهِ قَائِمًا أَوْ قَاعِدًا أَوْ كَوْنِ الشَّمْسِ طَالِعَةً أَوْ كَوْنِ الْحِمَارِ نَاهِقًا إِلَى غَيْرِ ذَلِكَ مِمَّا لَا يَتَنَاهَى.

ترجمہ: ماتن نے کہا: اور شرطیہ کا کلیہ ہونا یہ ہے کہ تالی مقدم کے لئے لازم یا اس کے منافی ہو ان تمام احوال میں جن کے ساتھ اس کا حصول ممکن ہو، اور وہ وہ احوال ہیں جو مقدم کو حاصل ہوں اس کے ان امور کے ساتھ اقتران کی وجہ سے جن کا اجتماع مقدم کے ساتھ ممکن ہو، اور جزئیہ ہونا یہ ہے کہ حکم اسی طرح بعض احوال پر ہو، اور مخصوصہ یہ ہے کہ حکم اسی طرح معین حالت پر ہو، اور موجب کلیہ کا سور متصلہ میں (لفظ) کلما، مہما اور متی، ہے، اور منفصلہ میں دایما ہے، اور سالبہ کلیہ کا سور ان دونوں میں "لیس البتہ" ہے، اور موجب جزئیہ کا سور ان دونوں میں "قدیکون" ہے اور سالبہ جزئیہ کا سور ان دونوں میں "قد لا یکون" ہے اور ایجاب کلی کے سور پر حرف سلب داخل کرنے سے ہے، اور مہملہ کا سور لفظ لو، ان، اور اذا، کو مطلق رکھنا ہے متصلہ میں اور اما اور او کو منفصلہ میں۔

میں کہتا ہوں کہ جس طرح قضیہ حملیہ منقسم ہوتا ہے محصورہ مہملہ اور مخصوصہ کی طرف اسی طرح شرطیہ ان کی طرف منقسم ہوتا ہے، اور جس طرح حملیہ کا کلیہ ہونا موضوع اور محمول کے کلی ہونے کے اعتبار سے نہیں ہوتا ہے، بلکہ حکم کے کلی ہونے کے اعتبار سے ہوتا ہے، اسی طرح شرطیہ کا کلیہ ہونا اس وجہ سے نہیں ہے کہ اس کے مقدم اور تالی کلی ہیں، اس لئے کہ ہمارا قول کلما کان زید یکتب فہو یحرک یدہ، کلیہ ہے، باوجودیکہ اس کے مقدم اور تالی شخصی ہیں، بلکہ اتصال و انفصال کے حکم کے کلی ہونے کے اعتبار سے ہے، پس شرطیہ کلیہ اس وقت ہوگا جب تالی مقدم کے لئے لازم ہو، یعنی متصلہ لزومیہ میں، یا مقدم کے معاند و منافی ہو منفصلہ عنادیہ میں تمام زمانوں میں اور تمام ان احوال میں جو مقدم کے ساتھ ممکن الاجتماع ہیں، اور وہ وہ احوال ہیں جو مقدم کو اس کے ان امور کے اقتران کے سبب سے حاصل ہوں، جو امور اس کے ساتھ ممکن الاجتماع ہوں، پس جب ہم کہیں کلما کان زید انسانا کان حیوانا، تو ہم اس سے یہ مراد لیتے ہیں کہ انسانیت کے لئے حیوانیت کا لزوم تمام زمانوں میں ثابت ہے، اور ہم صرف اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی ارادہ کرتے

ہیں کہ لزوم ان تمام احوال کے اعتبار سے محقق ہے جن کا اجتماع زیر کی انسانیت کی وضع کے ساتھ ممکن ہے، جیسے اس کا قیام ہونا یہ قیام ہونا یہ صورت کا طبع ہونا یا گند جسے کا نا بنی ہونا اس کے علاوہ جو غیر متناہی ہیں۔

تشریح: اس مثال میں باتیں نے شرطیہ کے کلیہ اور جزئیہ ہونے کا معیار بیان کیا ہے، شارح فرماتے ہیں کہ جس طرح قضیہ کلیہ مخصوصہ، مخصوصہ اور مہملہ کی طرف منقسم ہوتا ہے، اسی طرح شرطیہ بھی ان اقسام کی طرف منقسم ہوتا ہے، اور جس طرح قضیہ کلیہ ہونا موضوع اور محمول کے کئی ہونے کے اعتبار سے نہیں ہوتا، بلکہ حکم کے کئی ہونے کے اعتبار سے ہوتا ہے، اسی طرح شرطیہ کے کلیہ اور جزئیہ ہونے کا دارومدار حکم کے کئی اور جزئی ہونے پر ہے، شرطیہ کے کلیہ ہونے کا دارومدار شرطیہ کے مقدم اور تالی کے کلیہ ہونے پر نہیں ہے، بلکہ یہاں بھی حکم کے کئی ہونے پر دارومدار ہے، چنانچہ اگر اتصال یا انفصال کا حکم کلی ہو تو شرطیہ کلی ہوگا اور اگر حکم اتصال یا انفصال جزئی ہو تو شرطیہ جزئی ہوگا، جیسے کلنا کان زید یکتب فیہو یحرک یدہ (جب تک زید لکھتا رہے گا تو وہ اپنے ہاتھ کو حرکت دیتا رہے گا) دیکھئے یہ قضیہ شرطیہ کلی ہے حالانکہ اس کے مقدم اور تالی تخصیص ہیں، لیکن چونکہ اس میں اتصال کا حکم ایک کئی حکم ہے کہ جب بھی زید وصف کتابت کے ساتھ متصف ہوگا تو وہ متحرک الید بھی ہوگا، لہذا یہ قضیہ شرطیہ کلی ہے۔

شارح کہتے ہیں کہ متصل لزوم کی صورت میں شرطیہ اس وقت کلی ہوگا جب اس میں تالی مقدم کو تمام زمانوں اور تمام ان احوال میں جن کا جمع ہونا مقدم کے ساتھ ممکن ہو لازم ہو، اور منفصلہ عناد یہ کی صورت میں شرطیہ اس وقت کلی ہوگا جب اس میں تالی مقدم کے معاند اور منافی ہو، تمام زمانوں میں اور تمام ان احوال میں جن کا جمع ہونا مقدم کے ساتھ ممکن ہو۔

اوضاع: اس سے مراد وہ امور ہیں جن کا مقدم کے ساتھ اجتماع ممکن ہو، ان کی طرف مقدم کی نسبت کرنے سے جو احوال مقدم کو حاصل ہوں، مثلاً جب یوں کہا جائے کہ زید انسان ہے تو حیوان بھی ہوگا، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ زید کی انسانیت کے لئے حیوانیت کا لزوم تمام اوقات و ازمان میں ثابت ہے، اسی طرح یہ لزوم ان تمام احوال میں بھی محقق ہے جن کا جمع ہونا مقدم کے ساتھ ممکن ہے، مثلاً زید کا کھڑا ہونا، بیٹھنا، خلوع شمس، چلنا، پھرنا، ان تمام احوال و عوارض کی صورت میں انسانیت کے لئے حیوانیت کا ثبوت لازمی طور پر ثابت ہے، ان تمام احوال کو زید کی انسانیت کے ”اوضاع“ کہا جائے گا۔

وَإِنَّمَا اُغْتَبِرَ فِي الْأَوْضَاعِ أَنْ تَكُونَ مُمَكِّنَةً لِاجْتِمَاعِ لِأَنَّهُ لَوْ اُغْتَبِرَ جَمِيعُ الْأَوْضَاعِ مُطْلَقًا سَوَاءَ كَانَتْ مُمَكِّنَةً لِاجْتِمَاعِ أَوْ لَا تَكُونَ لَمْ تَصْدُقْ شَرْطِيَّةُ كُلِّيَّةِ أَمَّا فِي الْإِتِّصَالِ فَلِأَنَّ مِنَ الْأَوْضَاعِ مَا لَا يَلْزَمُ مَعَهُ التَّالِي لِلْمُقَدِّمِ كَعَدَمِ التَّالِي أَوْ عَدَمِ لُزُومِ التَّالِي فَإِنَّ الْمُقَدِّمَ إِذَا فُرِضَ عَلَى شَيْءٍ مِنْ هَذَيْنِ الْوَضْعَيْنِ اسْتَلْزَمَ عَدَمَ التَّالِي أَوْ عَدَمَ لُزُومِ التَّالِي فَلَا يَكُونُ التَّالِي لَازِمًا لَهُ عَلَى هَذَا الْوَضْعِ وَالْأَلْكَانِ الْمُقَدِّمِ عَلَى هَذَا الْوَضْعِ مُسْتَلْزَمًا لِلتَّقْيِضِ وَإِنَّهُ مُحْ فَعَلَى بَعْضِ الْأَوْضَاعِ لَا يَكُونُ التَّالِي لَازِمًا لِلْمُقَدِّمِ فَلَا يَصْدُقُ التَّالِي لَازِمًا لِلْمُقَدِّمِ عَلَى جَمِيعِ الْأَوْضَاعِ وَهُوَ مَقْهُومُ الْكُلِّيَّةِ عَلَى ذَلِكَ التَّقْدِيرِ وَ أَمَّا فِي الْإِنْفِصَالِ فَلِأَنَّ مِنَ الْأَوْضَاعِ مَا لَا يَعْبَأُ التَّالِي لِلْمُقَدِّمِ مَعَهُ كَصَدَقِ الطَّرَفَيْنِ فَإِنَّ التَّالِي عَلَى هَذَا الْوَضْعِ لَازِمًا لِلْمُقَدِّمِ فَيَكُونُ تَقْيِضُ التَّالِي مُعَانِدًا لِلْمُقَدِّمِ فَلَوْ كَانَ الْمُقَدِّمُ مُعَانِدًا لِلتَّالِي عَلَى هَذَا الْوَضْعِ لَزِمَ مُعَانِدَةُ الشَّيْءِ لِلتَّقْيِضِ وَإِنَّهُ مُحْ فَعَلَى بَعْضِ الْأَوْضَاعِ لَا يَعْبَأُ التَّالِي لِلْمُقَدِّمِ فَلَا يَصْدُقُ أَنَّ التَّالِي مُعَانِدًا لِلْمُقَدِّمِ عَلَى سَائِرِ الْأَوْضَاعِ الْمُعْتَبَرَةِ.

تسہیل لفظی تصدیقات: اور بلاشبہ ماتن نے اوضاع میں ممکنہ الاجتماع ہونے کا اعتبار کیا ہے، اس لئے کہ اگر تمام اوضاع کا مطلقاً اعتبار کیا جائے خواہ ان کا اجتماع ممکن ہو یا نہ ہو تو کوئی شرطیہ کلیہ صادق نہ ہوگا، بہر حال اتصال کی صورت میں تو اس لئے کہ بعض اوضاع ایسی بھی ہوتی ہیں جن کے ساتھ تالی مقدم کے لئے لازم نہیں ہوگی، جیسے عدم تالی یا عدم لزوم تالی اس لئے کہ مقدم کو جب ان دونوں وضعوں میں کسی ایک وضع پر فرض کیا جائے تو وہ عدم تالی یا عدم لزوم تالی کو مستلزم ہوگا، پس تالی مقدم کے لئے اس وضع پر لازم نہیں ہو سکتی، ورنہ مقدم اس وضع پر نقیضین کو مستلزم ہوگا، اور یہ محال ہے اس لئے بعض اوضاع پر تالی مقدم کے لئے لازم نہ ہوگی، لہذا یہ صادق نہ ہوگا کہ تالی مقدم کے لئے تمام اوضاع پر لازم ہے، اور یہی کلیہ کا مفہوم ہے اس تقدیر پر اور بہر حال انفصال میں تو اس لئے کہ بعض اوضاع ایسی بھی ہوں گی جن کے ساتھ تالی مقدم کے معاند منافی نہ ہوگی، جیسے طرفین کا صدق اس لئے کہ تالی اس وضع پر مقدم کے لئے لازم ہے تو تالی کی نقیض مقدم کے منافی ہوگی، پس اگر اس وضع پر مقدم تالی کے منافی ہو تو تالی کا نقیضین کے منافی ہونا لازم آئے گا، اور یہ محال ہے، پس بعض اوضاع پر تالی مقدم منافی نہیں ہوگی، تو یہ صادق نہ ہوگا کہ تالی مقدم کے تمام اوضاع مستلزم پر منافی ہے۔

تفسیر: اس عبارت میں شارح نے ”اوضاع“ کے ساتھ امکان کی قید کا فائدہ بیان کیا ہے، چنانچہ شارح فرماتے ہیں کہ ماتن نے اوضاع کے ساتھ امکان کی قید لگا کر یہ بتلایا کہ اوضاع میں وہ اوضاع معتبر ہیں جن کا اجتماع مقدم کے ساتھ ممکن ہو، کیونکہ اگر اوضاع کے ساتھ یہ قید ملحوظ نہ ہو بلکہ علی الاطلاق تمام اوضاع مراد ہوں، خواہ وہ ممکن الاجتماع ہوں یا نہ ہوں، تو پھر کوئی شرطیہ کلیہ صادق نہ ہوگا، نہ متصلہ اور نہ منفصلہ، متصلہ تو اس لئے صادق نہ ہوگا کہ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ تالی مقدم کے تمام اوضاع پر لازم ہے، لیکن یہ نہیں ہو سکتا اس لئے کہ بعض اوضاع مفروضہ ایسی بھی ہو سکتی ہیں جن میں تالی مقدم کو لازم نہ ہو، تو جب بعض اوضاع میں تالی مقدم کو لازم نہ ہوگی، تو متصلہ لزوم کلیہ صادق نہ ہوگا، جیسے مقدم کی اوضاع مفروضہ میں سے ”عدم تالی“ اور ”عدم لزوم تالی“ یہ دو وضعیں ہیں۔ جب ان دونوں وضعوں میں سے کسی ایک پر مقدم کو فرض کیا جائے تو مقدم ان میں عدم تالی یا عدم لزوم تالی کو مستلزم ہوگا اور اس خاص تقدیر پر تالی مقدم کو لازم نہ ہوگی، کیونکہ اگر اس خاص وضع یعنی عدم تالی یا عدم لزوم تالی کی صورت میں مقدم کے لئے تالی کو بھی ثابت کیا جائے تو اس سے یہ خرابی لازم آئے گی کہ مقدم اس خاص وضع پر نقیضین کو مستلزم ہوگا، پہلی وضع یعنی عدم تالی کی صورت میں اس طرح کہ مقدم عدم تالی کو مستلزم ہے، اب اگر وہ لزوم تالی کو بھی مستلزم ہو، تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ مقدم اس خاص تقدیر پر نقیضین یعنی عدم تالی اور لزوم تالی دونوں کو مستلزم ہو، یہ محال ہے، اور وضع ثانی یعنی عدم لزوم تالی کی صورت میں اس طرح کہ اگر لزوم تالی کو بھی مستلزم ہو جائے تو اس وقت یہ لازم آئے گا کہ مقدم اس خاص وضع پر نقیضین یعنی عدم لزوم تالی اور لزوم تالی کا ملزوم ہے، اور یہ محال ہے اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ تالی بعض اوضاع پر مقدم کو لازم نہیں ہوتی، لہذا یہ ثابت نہ ہو سکا کہ متصلہ لزوم میں تالی مقدم کے تمام اوضاع پر لازم ہے، تو ماتن نے اوضاع کے ساتھ امکان کی قید لگا کر اس قسم کی فرضی اوضاع کو خارج کر دیا۔

اسی طرح اگر اوضاع کو مطلق رکھا جائے تو پھر کوئی منفصلہ بھی صادق نہ ہوگا، اس لئے کہ منفصلہ کی صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تالی مقدم کے معاند ہو تمام اوضاع پر، لیکن یہ نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ بعض فرضی اوضاع ایسی ممکن ہیں کہ جن میں تالی مقدم کے معاند ہو، تو جب بعض اوضاع پر تالی مقدم کے معاند نہیں ہوگی تو منفصلہ کلیہ بھی صادق نہیں ہوگا، جیسے اگر طرفین کے

صدق کی وضع فرض کر لی جائے تو اس تقدیر پر تالی مقدم کے لئے لازم ہوگی معاند نہیں ہوگی، اور تالی کی نفیض مقدم کے معاند ہوگی، تو اب اگر اس خاص وضع پر مقدم بھی تالی کے معاند ہو جائے، تو اس سے لازم آئے گا کہ شیء یعنی مقدم نقیضین یعنی لزوم تالی (جو کہ فرضی صورت ہے) اور نفیض تالی کے معاند و منافی ہو اور یہ محال ہے، تو معلوم ہوا کہ بعض اوضاع ایسی ہو سکتی ہیں کہ جن میں تالی مقدم کے معاند نہیں ہوتی، لہذا یہ ثابت نہ ہو سکا کہ ”منفصلہ میں تالی مقدم کے معاند ہوتی ہے، تمام اوضاع پر“ چنانچہ ماتن نے اوضاع کے ساتھ امکان کی قید لگادی تاکہ اس قسم کی فرضی صورتیں شرطیہ کلیہ میں شامل ہی نہ ہو سکیں، نہ متصلہ میں اور نہ منفصلہ میں، اس سے امکان کی قید کا فائدہ بھی ثابت ہو گیا۔

وَ إِنَّمَا خُصَّ هَذَا التَّفْسِيرُ بِالْمُتَّصِلَةِ اللَّزُومِيَّةِ وَ الْمُنْفَصِلَةِ الْعِنَادِيَّةِ لِأَنَّ الْأَوْضَاعَ الْمُعْتَبَرَةَ فِي الْإِتِفَاقِيَّةِ لَيْسَتْ هِيَ الْأَوْضَاعَ الْمُمَكِّنَةُ الْاجْتِمَاعَ مُطْلَقًا بَلِ الْأَوْضَاعَ الْكَائِنَةُ بِحَسَبِ نَفْسِ الْأَمْرِ لِأَنَّهُ لَوْ لَا ذَلِكَ لَمْ تَصُدِّقِ الْإِتِفَاقِيَّةُ الْكَلِّيَّةُ إِذْ لَيْسَ بَيْنَ طَرَفَيْهَا عِلَاقَةٌ تُوجِبُ صِدْقَ التَّالِي عَلَى تَقْدِيرِ صِدْقِ الْمُقَدِّمِ فَيُمْكِنُ اجْتِمَاعُ عَدَمِ التَّالِي مَعَ الْمُقَدِّمِ وَ إِلَّا لَكَانَ بَيْنَهُمَا مُلَازِمَةٌ وَ التَّالِي لَيْسَ مُتَحَقِّقًا عَلَى تَقْدِيرِ صِدْقِ الْمُقَدِّمِ عَلَى هَذَا الْوَضْعِ فَعَلَى بَعْضِ الْأَوْضَاعِ الْمُمَكِّنَةِ الْاجْتِمَاعَ مَعَ وَضْعِ الْمُقَدِّمِ لَا يَكُونُ التَّالِي صَادِقًا عَلَى تَقْدِيرِ صِدْقِ الْمُقَدِّمِ فَلَا يَكُونُ التَّالِي صَادِقًا عَلَى تَقْدِيرِ صِدْقِ الْمُقَدِّمِ عَلَى جَمِيعِ الْأَوْضَاعِ الْمُمَكِّنَةِ الْاجْتِمَاعَ مَعَ الْمُقَدِّمِ فَلَا يَصْدُقُ الْكَلِّيَّةُ الْإِتِفَاقِيَّةُ.

ترجمہ: اور اس تفسیر کو صرف متصل لزومیہ اور منفصلہ عنادیہ کے ساتھ خاص کیا، اس لئے کہ جو اوضاع اتفاقیہ میں معتبر ہیں وہ مطلق اوضاع ممکنۃ الاجتماع نہیں ہیں، بلکہ وہ اوضاع ہیں جو نفس الامر کے اعتبار سے ہوں، اس لئے کہ اگر ایسا نہ ہو تو اتفاقیہ کلیہ صادق نہ ہوگا، کیونکہ اس کی طرفین کے درمیان کوئی ایسا علاقہ نہیں ہوتا جو مقدم کے صدق کی تقدیر پر تالی کے صدق کو واجب کرے، لہذا مقدم کے ساتھ عدم تالی کا اجتماع ممکن ہوگا، ورنہ تو طرفین کے درمیان ملازمت ہو جائے گی، حالانکہ اس وضع پر تالی مقدم کے صدق کی تقدیر پر متحقق نہیں ہے، پس بعض ان اوضاع پر جن کا مقدم کی وضع کے ساتھ اجتماع ممکن ہے، تالی مقدم کے صدق کی تقدیر پر صادق نہ ہوگی، گویا تالی مقدم کے صدق کی تقدیر پر ان تمام اوضاع پر صادق نہ ہوگی، جن کا اجتماع مقدم کے ساتھ ممکن ہے، اس لئے کلیہ اتفاقیہ صادق نہ ہوگا۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے یہ بتلایا ہے کہ یہ ساری گفتگو متصل لزومیہ اور منفصلہ عنادیہ کے بارے میں تھی، لیکن شرطیہ اتفاقیہ کے کلی ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اوضاع جن کا اجتماع مقدم کے ساتھ ممکن ہے، وہ نفس الامر کے اعتبار سے ہوں، صرف ان اوضاع کا ممکنۃ الاجتماع ہونا کافی نہیں ہے، کیونکہ اگر ایسا نہ ہو، بلکہ اس میں تمام اوضاع ممکنۃ الاجتماع علی الاطلاق معتبر ہوں خواہ وہ نفس الامر کے مطابق ہوں یا نہ ہوں، تو پھر اتفاقیہ کلیہ صادق نہ ہوگا، اس لئے کہ اتفاقیہ میں تالی کا صدق مقدم کے صدق کی تقدیر پر ہوتا ہے، بغیر کسی ایسے علاقہ کے جو اس صدق کو واجب کرے، تو جب اتفاقیہ کی طرفین میں کوئی ایسا علاقہ نہیں ہوتا جو مقدم کے صدق کی تقدیر پر تالی کے صدق کو واجب کرے، تو پھر اس میں امکان ضرور ہے کہ مقدم کے ساتھ عدم تالی کا اجتماع ہو جائے، کیونکہ اگر یہ اجتماع ممکن نہ ہو تو پھر مقدم اور تالی کے درمیان علاقہ ملازمت ہوگی، اور مقدم کے صدق کی تقدیر پر اس خاص وضع پر تالی صادق نہ ہوگی، حالانکہ اتفاقیہ میں تالی کا

صدق مقدم کے صدق کی تقدیر پر ہوتا ہے، تو بعض ان اوضاع پر جن کا اجتماع مقدم کے ساتھ ممکن ہیں، ان میں تالی مقدم کے صدق کی تقدیر پر صادق نہیں ہے، گویا تالی مقدم کے صدق کی تقدیر پر ان تمام اوضاع پر جن کا اجتماع مقدم کے ساتھ ممکن ہیں صادق نہ ہوئی، لہذا اتفاق کلیہ بھی اسی خاص وضع پر صادق نہ ہوگا، لیکن شارح نے بتلادیا کہ ان اوضاع کے ممکنہ الاجتماع ہونے کے ساتھ ساتھ ان کا نفس الامر کے لحاظ سے بھی ہونا اتفاق کے کلی ہونے کے لئے ضروری ہے، تاکہ اس قسم کی فرضی صورتیں نکل جائیں۔

وَ إِذَا عَرَفْتَ مَفْهُومَ الْكُلِّيَّةِ فَكَذَلِكَ جُزْئِيَّةُ الْمُتَّصِلَةِ وَ الْمُنفَصِلَةِ لَيْسَتْ بِجُزْئِيَّةِ الْمُقَدِّمِ وَ النَّالِي بَلْ بِجُزْئِيَّةِ الْأَزْمَانِ وَ الْأَحْوَالِ حَتَّى يَكُونَ الْحُكْمُ بِالِاتِّصَالِ وَ الْإِنْفِصَالِ فِي بَعْضِ الْأَزْمَانِ وَ عَلَى بَعْضِ الْأَوْضَاعِ الْمَذْكُورَةِ كَقَوْلِنَا قَدْ يَكُونُ إِذَا كَانَ الشَّيْءُ حَيَوَانًا كَانَ إِنْسَانًا فَإِنَّ الْحُكْمَ بِلُزُومِ الْإِنْسَانِيَّةِ لِلْحَيَوَانِ إِنَّمَا هُوَ عَلَى وَضْعِ كَوْنِهِ نَاطِقًا وَ كَقَوْلِنَا قَدْ يَكُونُ إِنَّمَا أَنْ يَكُونَ هَذَا الشَّيْءُ نَامِيًا أَوْ جَمَادًا فَإِنَّ الْعِنَادَ بَيْنَهُمَا إِنَّمَا يَكُونُ عَلَى وَضْعِ كَوْنِهِ مِنَ الْعُنْصَرِيَّاتِ.

ترجمہ: اور جب آپ کلیہ کا مفہوم جان چکے، تو اسی طرح متصل اور منفصلہ کا جزئیہ ہونا مقدم اور تالی کے جزئیہ ہونے کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ ازمان اور احوال کے جزئی ہونے کی وجہ سے ہے، یہاں تک کہ اتصال اور انفصال کا حکم بعض ازمان اور بعض اوضاع مذکورہ پر ہوگا، جیسے ہمارا قول قد یکون اذا كان الشئ حیوانا كان انسانا، اس لئے کہ انسانیت کے لزوم کا حکم حیوان کے لئے حیوان ناطق ہونے کی وضع پر ہے، اور جیسے ہمارا قول قد یکون اما ان یکون هذا الشئ نامیا او جمادا، اس لئے کہ ان دونوں کے درمیان عناد (کا حکم) شئی کے عنصریات میں سے ہونے کی تقدیر پر ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے متصل اور منفصلہ کے جزئیہ ہونے کا ضابطہ بیان کیا ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ متصل اور منفصلہ کا جزئیہ ہونے کا دارومدار مقدم اور تالی کے جزئی ہونے پر نہیں ہے، بلکہ ازمان و احوال کے جزئی ہونے پر ہے، چنانچہ اگر اتصال کا حکم بعض ازمان اور بعض احوال میں ہو تو وہ متصل جزئیہ ہوگا، جیسے قد یکون اذا كان الشئ حیوانا كان انسانا، یہ متصل جزئیہ ہے، اس لئے کہ اس میں حیوان کے لیے انسان ہونے کا ثبوت تمام احوال و ازمان میں نہیں ہے، بلکہ بعض ان ازمان اور احوال میں ہے جبکہ وہ اطلاق ہو، اسی طرح اگر انفصال کا حکم بعض ان ازمان اور احوال میں ہو تو وہ منفصلہ عناد یہ جزئیہ ہوگا، جیسے قد یکون اما ان یکون هذا الشئ نامیا او جمادا، دیکھئے مثال مذکور میں نامی اور جماد کے درمیان عناد شئی کے تمام ازمان و احوال پر نہیں تھے بلکہ اس وقت ہے جب وہ شئی عنصریات میں سے ہو، کیونکہ جماد کا اطلاق عنصریات پر ہوتا ہے، نہ کہ فلکیات پر۔

وَ أَمَّا خُصُوصِيَّةُ الشَّرْطِيَّةِ فَبَتَّعِينَ بَعْضُ الْأَزْمَانِ وَ الْأَحْوَالِ كَقَوْلِنَا إِنْ جِئْتَنِي الْيَوْمَ أَكْرَمْتُكَ وَ أَمَّا إِهْمَالُهَا فَبِإِهْمَالِ الْأَزْمَانِ وَ الْأَحْوَالِ وَ بِالْجُمْلَةِ الْأَوْضَاعِ وَ الْأَزْمَنَةِ فِي الشَّرْطِيَّةِ بِمَنْزِلَةِ الْأَفْرَادِ فِي الْحُمْلِيَّةِ فَكَمَا أَنَّ الْحُكْمَ فِيهَا إِنْ كَانَ عَلَى فَرْدٍ مُعَيَّنٍ فَهِيَ مَخْصُوصَةٌ وَ إِنْ لَمْ يَكُنْ فَإِنَّ بَيْنَ كَمِّيَّةِ الْحُكْمِ بِأَنَّهُ عَلَى كُلِّ الْأَفْرَادِ أَوْ عَلَى بَعْضِهَا فَهِيَ الْمَخْصُورَةُ وَ إِلَّا فَهِيَ الْمُهْمَلَةُ كَذَلِكَ الشَّرْطِيَّةُ إِنْ كَانَ الْحُكْمُ بِالِاتِّصَالِ أَوْ الْإِنْفِصَالِ فِيهَا عَلَى وَضْعِ مُعَيَّنٍ فَهِيَ مَخْصُوصَةٌ وَ إِلَّا فَإِنَّ بَيْنَ كَمِّيَّةِ الْحُكْمِ بِأَنَّهُ عَلَى جَمِيعِ الْأَوْضَاعِ أَوْ بَعْضِهَا فَهِيَ مَخْصُورَةٌ وَ إِلَّا فَمُهْمَلَةٌ.

ترجمہ: اور بہر حال شرطیہ کا مخصوص ہونا تو بعض اوقات کی تعیین سے ہوتا ہے، جیسے ہمارا قول ان جستانی الیوم اکرم تک اور بہر حال اس کا مہملہ ہونا تو اوقات و احوال کو مطلق رکھنے سے ہوتا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ شرطیہ میں اوضاع و اوقات کی حلیہ میں افراد کے درجہ میں ہیں، تو جس طرح حلیہ میں حکم اگر فرد معین پر ہو تو وہ مخصوص ہوتا ہے اور اگر (حکم فرد معین پر) نہ ہو تو اگر حکم کی مقدار بیان کر دی جائے کہ کل افراد پر ہے یا بعض افراد پر تو وہ محصور ہوتا ہے ورنہ تو وہ مہملہ ہوتا ہے، اسی طرح شرطیہ میں اگر اتصال یا انفصال کا حکم وضع معین پر ہو تو وہ مخصوص ہوگا، اور اگر وضع معین پر نہ ہو، پس اگر اس میں حکم کی مقدار بیان کر دی جائے کہ وہ تمام اوضاع پر ہے یا بعض پر تو وہ محصور ہوگا ورنہ مہملہ۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے احوال و اوقات کے اعتبار سے شرطیہ کی قسموں کا تذکرہ کیا ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ اس اعتبار سے شرطیہ کی تین قسمیں ہیں: ۱۔ مخصوصہ ۲۔ محصورہ ۳۔ مہملہ۔ ان میں سے ہر ایک کی تعریف سنئے۔

شرطیہ مخصوصہ: وہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں اتصال یا انفصال کا حکم شیء خاص زمانے میں کسی خاص ہیئت پر کسی خاص شخص کے حال پر ہو جیسے ان جستانی الیوم فاکرم تک (اگر تو آج میرے پاس آئے گا تو میں تیرا اکرام کروں گا) دیکھئے اس مثال میں اکرام متکلم کا اتصال مخاطب کے ساتھ خاص زمانے میں، اور حال شخص پر ہو رہا ہے، اور وہ آج کا دن ہے، جس کا مقدم کے ساتھ جمع ہونا ممکن ہے، یہ مثال تو حکم اتصالی کی ہے، اب حکم انفصالی کی مثال سنئے، مثلاً اما ان تطلع الیوم الشمس واما ان لاتکون مضیئۃ (یا تو سورج نکلے گا یا روشن نہ ہوگا) دیکھئے مثال مذکور میں حکم انفصالی یعنی سورج کا نکلنا اور روشن نہ ہونا، ایک معین زمانہ یعنی الیوم پر ہے، اور اس کا مقدم کے ساتھ جمع ہونا ممکن ہے، لہذا یہ قضیہ شرطیہ شخصیہ ہے۔

شرطیہ محصورہ: وہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں حکم مقدم کے تمام احوال و اوقات پر یا بعض احوال و اوقات پر ہو، اگر تمام اوضاع و اوقات پر ہو تو اس کا نام محصورہ کلیہ ہے۔ جیسے کلمات کانت الشمس طالعة کان النہار موجوداً، دیکھئے اس مثال میں دن موجود ہونے کا حکم کسی خاص وضع و زمانہ پر نہیں ہے، بلکہ مقدم کے تمام احوال و اوقات پر ہے، جس پر لفظ ”کلمات“ دلالت کر رہا ہے، یعنی جس زمانے میں اور جس احوال و اوضاع میں سورج نکلے گا، تو دن ضرور موجود ہوگا، اور اگر حکم مقدم کے بعض احوال و اوقات پر ہو تو اس کا نام محصورہ جزئیہ ہے، جیسے قد یکون اذا کان الشیء حیواناً کان انساناً، (کبھی ایسا ہوتا ہے کوئی چیز حیوان ہو تو انسان ہو) دیکھئے اس مثال میں شیء پر انسان ہونے کا حکم مقدم کے تمام احوال و اوقات پر نہیں ہے، اس لئے کہ تمام احوال و اوقات میں شیء انسان نہیں ہوتی بلکہ بعض تقادیر پر ہے، جس پر موجبہ جزئیہ کا سور لفظ ”قد“ دلالت کر رہا ہے، یعنی وہ بعض حالتیں اور بعض زمانے جو مقدم کے ساتھ جمع ہو سکتے ہیں، جب کبھی ان میں شیء حیوان ہوگی تو انسان ہوگی۔

شرطیہ مہملہ: وہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں حکم مقدم پر مطلق اوضاع و اوقات کے لحاظ سے ہو اوقات و احوال کو ذکر نہ کیا جائے، نہ تمام کو اور نہ ہی بعض کو تو اس کا نام شرطیہ مہملہ ہے، جیسے ”ان کسان زید انساناً کان حیواناً“ جبکہ شیء انسان ہوگی تو حیوان بھی ہوگی، دیکھئے اس مثال میں احوال اور اوقات کا بالکل ہی ذکر نہیں کیا گیا ہے کہ حیوان ہونے کا حکم تمام احوال و اوقات میں ہے یا بعض احوال و اوقات میں، لہذا یہ قضیہ شرطیہ مہملہ ہے۔

شارح کہتے ہیں کہ خلاصہ کلام یہ ہے کہ شرطیہ میں اوضاع و اوقات بالکل ویسے ہی ہیں، جس طرح حلیہ میں افراد، تو جس

طرح حملیہ میں اگر فرد معین پر حکم ہو تو وہ حملیہ مخصوصہ ہوتا ہے، اور اگر فرد معین پر حکم نہ ہو بلکہ حکم کلی پر ہو تو پھر اس کی دو صورتیں ہیں یا تو اس میں افراد کی مقدار بیان کی گئی ہوگی کہ حکم کل افراد پر ہے یا بعض پر، یا بیان نہیں ہوگی، اگر مقدار بیان ہو تو وہ حملیہ محصورہ ہے ورنہ مہملہ، اسی طرح شرطیہ میں اگر اتصال یا انفصال کا حکم معین وضع پر ہو تو وہ شرطیہ مخصوصہ ہے، اور اگر معین وضع پر نہ ہو تو یہ دو حال سے خالی نہیں یا تو حکم کی مقدار بیان ہوگی کہ وہ تمام اوضاع پر ہے، یا بعض پر، یا حکم کی مقدار بیان نہ ہوگی، اگر ہو تو وہ محصورہ ہے ورنہ شرطیہ مہملہ۔

و سُوْرُ الْمُوجِبَةِ الْكَلْبِيَّةِ فِي الْمُتَّصِلَةِ كُلَّمَا وَ مَهْمَا وَ مَتَى كَقَوْلِنَا كُلَّمَا أَوْ مَهْمَا أَوْ مَتَى كَانَتْ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُودٌ وَ فِي الْمُنْفَصِلَةِ دَائِمًا كَقَوْلِنَا دَائِمًا إِمَّا أَنْ يَكُونَ الشَّمْسُ طَالِعَةً أَوْ لَا يَكُونَ النَّهَارُ مَوْجُودًا وَ سُوْرُ السَّالِبَةِ الْكَلْبِيَّةِ فِيهِمَا لَيْسَ الْبَتَّةَ أَمَّا فِي الْمُنْتَصِلَةِ فَكَقَوْلِنَا لَيْسَ الْبَتَّةَ إِذَا كَانَ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالَلَّيْلُ مَوْجُودٌ وَ أَمَّا فِي الْمُنْفَصِلَةِ فَكَقَوْلِنَا لَيْسَ الْبَتَّةَ إِمَّا أَنْ يَكُونَ الشَّمْسُ طَالِعَةً وَ إِمَّا أَنْ يَكُونَ النَّهَارُ مَوْجُودًا وَ سُوْرُ الْمُوجِبَةِ الْجُزْئِيَّةِ فِيهِمَا قَدْ يَكُونُ كَقَوْلِنَا قَدْ يَكُونُ إِذَا كَانَ الشَّمْسُ طَالِعَةً كَانَ النَّهَارُ مَوْجُودًا وَ قَدْ يَكُونُ إِمَّا أَنْ يَكُونَ الشَّمْسُ طَالِعَةً أَوْ يَكُونَ اللَّيْلُ مَوْجُودًا وَ سُوْرُ السَّالِبَةِ الْجُزْئِيَّةِ فِيهِمَا قَدْ لَا يَكُونُ كَقَوْلِنَا قَدْ لَا يَكُونُ إِذَا كَانَ الشَّمْسُ طَالِعَةً كَانَ اللَّيْلُ مَوْجُودًا وَ قَدْ لَا يَكُونُ إِمَّا أَنْ يَكُونَ الشَّمْسُ طَالِعَةً وَ إِمَّا أَنْ يَكُونَ النَّهَارُ مَوْجُودًا وَ بِإِذْخَالِ حَرْفِ السَّلْبِ عَلَى سُوْرِ الْإِيجَابِ الْكَلْبِيِّ كَلَيْسَ كُلَّمَا وَ لَيْسَ مَهْمَا وَ لَيْسَ مَتَى فِي الْمُنْتَصِلَةِ وَ لَيْسَ دَائِمًا فِي الْمُنْفَصِلَةِ لِأَنَّا إِذَا قُلْنَا كُلَّمَا كَانَ كَذَا كَانَ مَفْهُومُهُ الْإِيجَابُ الْكَلْبِيُّ فَإِذَا قُلْنَا لَيْسَ كُلَّمَا يَكُونُ مَعْنَاهُ رَفْعُ الْإِيجَابِ الْكَلْبِيِّ لَا مُحَالَةَ وَ إِذَا ارْتَفَعَ الْإِيجَابُ الْكَلْبِيُّ تَحَقَّقَ السَّلْبُ الْجُزْئِيُّ عَلَى مَا جَقَّقْتَهُ فِيمَا سَبَقَ وَ هَكَذَا فِي الْبَوَاقِي وَ إِطْلَاقُ لَفْظَةِ لَوْ وَ إِنْ إِذَا فِي الْإِتِّصَالِ وَ إِمَّا وَ أَوْ فِي الْإِنْفِصَالِ لِلْإِهْمَالِ كَقَوْلِنَا إِنْ كَانَتْ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُودٌ وَ إِمَّا أَنْ يَكُونَ الشَّمْسُ طَالِعَةً وَ إِمَّا أَنْ لَا يَكُونَ النَّهَارُ مَوْجُودًا.

ترجمہ: اور موجبہ کلیہ کا سور متصل میں ”کَلَمًا، مہمًا، اور مَتَى“ ہے، جیسے ہمارا قول ”کَلَمًا او مہمًا او مَتَى کانت الشمس طالعة فالنهار موجود“ (جب بھی سورج نکلے گا تو دن موجود ہوگا) اور منفصلہ میں دائمًا ہے، جیسے ہمارا قول دائمًا اما ان يكون الشمس طالعة او لا يكون النهار موجود“ (ہمیشہ یا تو سورج نکلے گا یا دن موجود نہ ہوگا) اور سالبہ کلیہ کا سور ان دونوں میں لیس البتہ ہے، بہر حال متصل میں تو جیسے ہمارا قول ”لیس البتہ اذا كان الشمس طالعة فالليل موجود“ (یقیناً ایسا نہیں کہ جب سورج نکلا ہو تو رات موجود ہو) اور بہر حال منفصلہ میں تو جیسے ہمارا قول لیس البتہ اما ان يكون الشمس طالعة و اما ان يكون النهار موجودا (یقیناً ایسا نہیں کہ یا تو سورج نکلا ہو، یا دن موجود ہوگا) اور موجبہ جزئیہ کا سور ان دونوں میں قد يكون ہے جیسے ہمارا قول قد يكون اذا كانت الشمس طالعة كان النهار موجودا، (کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جب سورج نکلا ہو تو دن موجود ہوتا ہے) یا قد يكون اما ان يكون الشمس طالعة او يكون الليل موجودا، (کبھی ایسا ہوتا ہے کہ یا سورج نکلا ہے یا رات موجود ہے) اور سالبہ جزئیہ کا سور ان دونوں میں قد لا يكون ہے، جیسے ہمارا قول قد لا يكون اذا كانت الشمس

طالعة کان اللیل موجودا، (کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ جب سورج نکلا ہو ہے تو رات موجود ہو) اور قد لایکون إمان ان یکون الشمس طالعة و إمان ان یکون النهار موجودا (کبھی ایسا نہیں ہوتا یا تو سورج نکلا ہو ہے یا دن موجود ہے) اور ایجاب کلی کے سور پر حرف سلب کے داخل کرنے کے ساتھ جیسے لیس کلمہ، لیس مہما اور لیس متی متضد میں، اور لیس دنما منفصلہ میں، اس لئے کہ جب ہم یہ کہیں کہ کلمہ کان کذا تو اس کا مفہوم ایجاب کلی ہے، پس جب ہم کہیں لیس کلمہ، تو اس کے معنی لا محالہ رفع ایجاب کلی کے ہوں گے، اور جب ایجاب کلی مرتفع ہو گیا، تو سلب جزئی متحقق ہو گیا، جیسا کہ میں نے اس کو پہلے ثابت کر دیا ہے، اسی طرح باقی میں، اور لفظ "لو، ان، اور إذا" کا مطلق ہونا متضاد میں اور اما اور او (کا مطلق ہونا) منفصلہ میں، مہملہ کے لئے ہے، جیسے ہمارا قول ان کانت الشمس

طالعة فالنهار موجود، و إمان ان یکون الشمس طالعة و إمان ان لایکون النهار موجودا۔

تشریح: اس سے پہلے یہ ذکر کیا جا رہا تھا کہ جس طرح افراد کے اعتبار سے حملیہ کی چند قسمیں ہیں، یعنی مخصوصہ، محصورہ اور مہملہ وغیرہ اس طرح شرطیہ کی بھی اوضاع ازمان کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں: ۱- شرطیہ مخصوصہ ۲- شرطیہ محصورہ ۳- شرطیہ مہملہ، لیکن چونکہ محصورہ اور مہملہ ہونا قضیہ میں سور کے ذکر کرنے اور نہ کرنے پر موقوف ہے، نیز جس طرح حملیہ کے لئے اسوار ہوتے ہیں، جن کے ذریعہ افراد کی مقدار اور کایت اور بعضیت کے اعتبار سے بیان کی جاتی ہے اسی طرح تقدیر کی مقدار کایت اور بعضیت کے اعتبار سے بیان کرنے کے لئے قضیہ شرطیہ میں سور کا استعمال کیا جاتا ہے، چنانچہ یہاں سے شارح شرطیات کے اسوار کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ موجب کلیہ کا سور متضد میں تین لفظ ہیں ۱- کلمہ ۲- مہما ۳- متی، اور منفصلہ موجب کا سور "دائمہ" ہے، اور سالبہ خواہ متصلہ ہو یا منفصلہ دونوں کا سور "لیس البتہ" ہے، اور موجب جزئیہ خواہ متصلہ ہو یا منفصلہ دونوں کا سور "قد یکون" ہے اور سالبہ جزئیہ کا سور متصلہ و منفصلہ دونوں میں "قد لایکون" ہے۔ اسی طرح جب متضاد موجب کلیہ اور منفصلہ موجب کلیہ کے سور پر حرف سلب داخل کر دیا جائے اور یوں کہا جائے لیس کلمہ، لیس متی، لیس مہما، لیس دائمہ، تو وہ بھی سالبہ جزئیہ کا سور بن جاتا ہے، جیسے لیس مہما کانت الشمس طالعة فالنهار موجود، یہ تو متصلہ کی مثال ہے۔ اب منفصلہ کی مثال لیجئے، جیسے لیس دائمہ إمان ان یکون هذا العدد زوجا او فردا، دلیل یہ ہے کہ جب کلمہ کان کذا کہا جائے تو اس کا مفہوم ایجاب کلی ہے، اور جب اس پر لفظ لیس داخل کر دیا جائے تو اس کے معنی ہو جائیں گے ایجاب کلی کا رفع، اور جب ایجاب کلی مرتفع ہو جائے تو لا محالہ سلب جزئی بھی ضرور متحقق ہو جائے گا، لہذا موجب کلیہ کے سور پر حرف سلب داخل کر دیا جائے تو وہ بھی سالبہ جزئیہ کا سور بن جائے گا۔

شارح فرماتے ہیں کہ جب لو، ان اور إذا کو کلیہ اور جزئیہ کے سور کے بغیر لایا جائے تو وہ قضیہ متضاد بن جائے گا۔ جیسے لو، ان، إذا کانت الشمس طالعة فالنهار موجود، اور قضیہ میں إمان اور او کو استعمال کیا جائے تو وہ قضیہ منفصلہ مہملہ بن جائے گا، جیسے إمان ان یکون الشمس طالعة و إمان ان لایکون النهار موجودا۔

فَالْوَطْءُ قَدْ تَرَكَّبُ مِنْ حَمَلِيَّتَيْنِ وَ مِنْ مُتَصِلَتَيْنِ وَ مِنْ مُنْفَصِلَتَيْنِ وَ مِنْ حَمَلِيَّةٍ وَ مُتَصِلَةٍ وَ مُنْفَصِلَةٍ وَ مُنْفَصِلَةٍ وَ مِنْ مُتَصِلَةٍ وَ مُنْفَصِلَةٍ وَ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْ هَذِهِ الثَّلَاثَةِ الْأَخِيرَةِ فِي الْمُنْفَصِلَةِ تَنْقَسِمُ إِلَى قِسْمَيْنِ لِامْتِنَازِ مُقَدِّمِهَا عَنْ تَالِيهَا بِالطَّبَعِ بِخِلَافِ الْمُنْفَصِلَةِ فَإِنَّ مُقَدِّمَهَا أَيْضًا تَنْمِيزُ عَنْ تَالِيهَا بِالْوَضْعِ فَقَطْ فَأَقْسَامُ الْمُتَصِلَاتِ تِسْعَةٌ وَ الْمُنْفَصِلَاتِ سِتَّةٌ وَ أَمَّا الْأَمْثَلَةُ فَعَلَيْكَ

بِالِاسْتِخْرَاجِ عَنْ نَفْسِكَ. أَقُولُ لَمَّا كَانَتِ الشَّرْطِيَّةُ مُرَكَّبَةً مِنْ قَضِيَّتَيْنِ وَ الْقَضِيَّةُ إِمَّا حَمَلِيَّةٌ أَوْ مُتَّصِلَةٌ أَوْ مُنْفَصِلَةٌ كَانَ تَرْكِيبُهَا إِمَّا مِنْ حَمَلِيَّتَيْنِ أَوْ مُتَّصِلَتَيْنِ أَوْ مُنْفَصِلَتَيْنِ أَوْ مِنْ حَمَلِيَّةٍ وَ مُتَّصِلَةٍ أَوْ حَمَلِيَّةٍ وَ مُنْفَصِلَةٍ أَوْ مُنْفَصِلَةٍ وَ مُتَّصِلَةٍ لَا تَزِيدُ عَلَى هَذِهِ الْأَقْسَامِ لَكِنْ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَ الْأَقْسَامِ الثَّلَاثَةِ الْأَخِيرَةِ تَنْقَسِمُ فِي الْمُتَّصِلَةِ إِلَى قِسْمَيْنِ لِأَنَّ مُقَدِّمَ الْمُتَّصِلَةِ مُتَّمِيزٌ عَنْ تَالِيَّهَا بِحَسَبِ الطَّبَعِ أَيْ بِحَسَبِ الْمَفْهُومَاتِ فَإِنَّ مَفْهُومَ الْمُقَدِّمِ فِيهَا الْمَلْزُومُ وَ مَفْهُومَ التَّالِيِ الْإِلَازِمُ وَ يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ الشَّيْءُ مَلْزُومًا لِلْآخِرِ وَ لَا يَكُونُ لِزِمًا لَهُ فَالْمُقَدِّمُ فِي الْمُتَّصِلَةِ مُتَّعِينَ بِأَنْ يَكُونَ مُقَدِّمًا وَ التَّالِيِ مُتَّعِينَ بِأَنْ يَكُونَ تَالِيًا بِخِلَافِ الْمُنْفَصِلَةِ فَإِنَّ مَفْهُومَ التَّالِيِ فِيهَا الْمُعَانِدُ وَ مَفْهُومَ الْمُقَدِّمِ الْمُعَانِدُ وَ الْمُعَانِدُ لَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ مُعَانِدًا أَيْضًا لِأَنَّ عِنَادَ أَحَدِ الشَّيْئَيْنِ لِلْآخِرِ فِي قُوَّةِ عِنَادِ الْآخَرِ إِيَّاهُ فَحَالُ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْ جُزْئِيَّيْهَا عِنْدَ الْآخَرِ حَالٌ وَاحِدَةٌ وَ إِنَّمَا عَرِضَ لِأَحَدِهِمَا أَنْ يَكُونَ مُقَدِّمًا وَ لِلْآخَرِ أَنْ يَكُونَ تَالِيًا بِمَجَرَّدِ الْوَضْعِ لَا الطَّبَعِ فَفَرَّقُ مَا بَيْنَ الْمُتَّصِلَةِ الْمُرَكَّبَةِ مِنَ الْحَمَلِيَّةِ وَ الْمُتَّصِلَةِ الْمُقَدِّمِ فِيهَا الْحَمَلِيَّةِ وَ بَيْنَهُمَا وَ الْمُقَدِّمِ فِيهَا الْمُتَّصِلَةِ بِخِلَافِ الْمُنْفَصِلَةِ الْمُرَكَّبَةِ مِنْهُمَا فَلَا فَرْقَ بَيْنَهُمَا إِذَا كَانَ الْمُقَدِّمُ فِيهَا الْحَمَلِيَّةُ أَوْ الْمُتَّصِلَةُ وَ لِذَلِكَ فِي الْمُرَكَّبَةِ مِنَ الْحَمَلِيَّةِ وَ الْمُنْفَصِلَةِ وَ مِنَ الْمُتَّصِلَةِ وَ الْمُنْفَصِلَةِ فَلَا جَرَمَ أَنْقَسَمَتِ الْأَقْسَامُ الثَّلَاثَةُ فِي الْمُتَّصِلَةِ إِلَى الْقِسْمَيْنِ دُونَ الْمُنْفَصِلَةِ فَالْأَقْسَامُ الْمُتَّصِلَاتِ تِسْعَةٌ وَ الْأَقْسَامُ الْمُنْفَصِلَاتِ سِتَّةٌ.

ترجمہ: ماتن نے کہا: اور شرطیہ بھی مرکب ہوتا ہے، دو جملیوں سے اور دو متصلوں سے اور دو منفصلوں سے، اور ایک حملیہ اور متصلہ سے، ایک حملیہ اور منفصلہ سے، اور متصلہ و منفصلہ سے اور متصلہ میں آخری تینوں قسموں میں سے ہر ایک دو قسموں کی طرف منقسم ہوتی ہے، کیونکہ اس کا مقدم تالی سے بالطبع ممتاز ہوتا ہے، برخلاف منفصلہ کے کہ اس کا مقدم تالی سے صرف بالوضع ہی ممتاز ہوتا ہے، پس متصلات کی نو قسمیں ہیں، اور منفصلات کی چھ قسمیں اور مثالوں کا نکالنا تجھ پر ضروری ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جب شرطیہ دو قضیوں سے مرکب ہوتا ہے، اور قضیہ یا حملیہ ہے یا متصلہ یا منفصلہ، تو اس کی ترکیب یا تو دو حملیہ سے ہوگی، یا دو متصلہ سے یا دو منفصلہ سے یا حملیہ اور متصلہ سے یا حملیہ اور منفصلہ سے یا متصلہ اور منفصلہ سے، ان اقسام پر کوئی قسم زائد نہیں ہو سکتی، لیکن متصلہ میں آخری تینوں اقسام میں سے ہر ایک دو قسموں کی طرف منقسم ہوتی ہے، اس لئے کہ متصلہ کا مقدم اس کی تالی سے طبع یعنی مفہوم کے لحاظ سے ممتاز ہوتا ہے، اس لئے کہ مقدم کا مفہوم اس میں ملزوم ہے، اور تالی کا مفہوم لازم ہے اور اس کا احتمال ہے کہ ایک شئی دوسرے کے لئے ملزوم ہو اور اس کے لئے لازم نہ ہو، پس متصلہ میں مقدم، مقدم ہونے کی وجہ سے متعین ہے، اور تالی، تالی ہونے کی وجہ سے متعین ہے، بخلاف منفصلہ کے کیونکہ اس میں تالی کا مفہوم معاند (بالکسر) ہے اور مقدم کا مفہوم معاند (بالفتح) ہے، اور معاند (بالفتح) کے لئے معاند (بالکسر) کا ہونا بھی ضروری ہے، اس لئے کہ دو شئی میں سے ایک کا دوسرے کے لئے معاند ہونا اس کے ساتھ دوسرے کے معاند ہونے کی قوت میں ہوتا ہے، تو اس کے دونوں جزء میں سے ہر ایک کا حال دوسرے کے اعتبار سے حال واحد ہے، اور ان میں سے ایک کا مقدم ہونا اور دوسرے کا تالی ہونا محض وضع کے اعتبار سے عارض

ہے، نہ کہ طبع کے اعتبار سے، پس فرق ہے اس متصل کے درمیان جو مرکب ہو حملیہ اور متصل سے اور اس میں مقدم حملیہ ہو، اور اس متصل کے درمیان جس میں مقدم متصل ہو بخلاف اس منفصلہ کے جو حملیہ اور متصل سے مرکب ہو، پس کوئی فرق نہیں ہے ان دونوں کے درمیان جب کہ اس میں مقدم حملیہ یا متصل ہو، اور اسی طرح سے وہ قضیہ میں جو مرکب ہو حملیہ اور منفصلہ سے اور متصل و منفصلہ سے، پس لامحالہ متصل میں اقسام ثلاثہ دو قسموں کی طرف منقسم ہو گئیں نہ کہ منفصلہ میں، لہذا متصلات کی نو قسمیں ہوں گی، اور منفصلات کی اقسام چھ ہوں گی۔

تشریح: اس عبارت میں ماتن نے قضیہ شرطیہ کی ترکیب کے اعتبار سے اقسام بیان کیے ہیں، چنانچہ شارح فرماتے ہیں کہ قضیہ شرطیہ دو قضیوں سے مرکب ہوتا ہے، اور قضیہ یا تو حملیہ ہوگا، یا متصل یا منفصلہ، لہذا شرطیہ کی ترکیب یا تو دو حملیہ سے یا دو متصل سے یا دو منفصلہ سے یا ایک حملیہ اور ایک متصل سے یا ایک متصل اور ایک منفصلہ سے ہوگی، بس یہی اس کی ترکیب کی صورتیں ہیں، اور اگر اس کے علاوہ ہوں بھی تو وہ انہیں میں داخل ہیں، لیکن شرطیہ متصلہ میں تین صورتیں اور نکلتی ہیں، جو آخری تین اقسام میں سے ہر ایک کو دو قسموں کی طرف منقسم کرنے سے حاصل ہوتی ہیں۔ ۱۔ مقدم متصل اور تالی حملیہ ہو۔ ۲۔ مقدم منفصلہ اور تالی حملیہ ہو۔ ۳۔ مقدم متصلہ اور تالی حملیہ ہو۔ یہ تین قسمیں آخری تین یعنی حملیہ و متصلہ، حملیہ و منفصلہ، متصلہ و منفصلہ، قسموں کے عکس لغوی سے حاصل ہوتی ہیں، یہ صرف متصلہ میں ہوں گی، منفصلہ میں نہیں ہو سکتیں، متصلہ میں اس لئے ہو سکتی ہیں، کہ متصلہ میں مقدم اور تالی دونوں مفہوم کے اعتبار سے ایک دوسرے سے ممتاز ہوتے ہیں، مقدم کا مفہوم ملزوم ہوتا ہے، اور تالی کا مفہوم لازم ہوتا ہے، اور یہ ممکن ہے کہ ایک شئی دوسری شئی کی ملزوم ہو، اور اس کا لازم نہ ہو، تو متصلہ میں مقدم، مقدم ہونے کی وجہ سے اور تالی تالی ہونے کی وجہ سے متعین ہوتی ہے، اس لئے آخری تین قسموں کے عکس لغوی سے جو تین حاصل ہوتی ہیں، ان کا اعتبار صرف متصلہ میں ہوگا، منفصلہ میں ان کا اعتبار نہیں ہوگا، کیونکہ منفصلہ کے مقدم اور تالی کے درمیان مفہوم کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہوتا، صرف ذکر میں اتنا امتیاز ہوتا ہے کہ جس کو پہلے ذکر کیا جائے اس کو مقدم اور جس کو بعد میں ذکر کیا جائے اس کو تالی کہتے ہیں، لیکن معنی اور مفہوم کے اعتبار سے ان میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ کیونکہ منفصلہ میں معاندت کا حکم ہوتا ہے، اور معاندت باب مغالطت سے ہے جس کی خاصیت مشارکت ہے، لہذا منفصلہ کے مقدم اور تالی میں سے ہر ایک معابد (اسم فاعل) بھی ہے، اور ہر ایک معابد (اسم مفعول) بھی ہے، کیونکہ جو معاند (اسم فاعل) ہو وہ معاند (اسم مفعول) بھی ضرور ہوتا ہے، اور اس کے برعکس بھی، اس لئے آخری تین قسموں کے عکس لغوی سے جو مزید تین قسمیں حاصل ہوتی ہیں وہ منفصلہ میں جاری نہیں ہو سکتیں۔

الغرض متصلہ کے مقدم اور تالی میں معنی اور مفہوم کے اعتبار سے چونکہ فرق ہے اس لئے وہ آخری تین قسموں میں سے ہر ایک مقدم کو تالی کی جگہ اور تالی کو مقدم کی جگہ رکھنے سے متصلہ کی مزید تین قسمیں اور نکل آتی ہیں، اس لئے اس کی نو قسمیں ہیں، اور منفصلا کے مقدم اور تالی میں چونکہ معنی اور مفہوم کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہوتا، بس پہلے جو مذکور ہو، اس کو مقدم اور بعد میں جو مذکور ہوا کو تالی بنا دیا جاتا ہے اس لئے مزید تین قسموں کا اعتبار منفصلہ میں نہیں کیا جاسکتا، لہذا منفصلہ کی چھ ہی قسمیں ہوں گی، ان میں سے ہر ایک کو شارح نے مثال سے سمجھایا ہے، چنانچہ اگلی عبارت کے ترجمہ میں ان امثلہ کو ملاحظہ فرمائیں۔

أَمَّا امْتِلَ الْمُتَّصِلَاتِ فَأَلَاوَلُ مِنَ الْحَمْلِيَّتَيْنِ كَقَوْلِكَ إِنْ كَانَ الشَّيْءُ إِنْسَانًا فَهُوَ حَيَوَانٌ وَالثَّانِي مِنْ مُتَّصِلَتَيْنِ كَقَوْلِنَا كُلَّمَا إِنْ كَانَ الشَّيْءُ إِنْسَانًا فَهُوَ حَيَوَانٌ فَكُلَّمَا لَمْ يَكُنِ الشَّيْءُ حَيَوَانًا لَمْ يَكُنْ

انساناً و الثالث من مُفَصَّلَتَيْنِ كَقَوْلِنَا كُلَّمَا كَانَ دَائِمًا إِمَّا أَنْ يَكُونَ هَذَا الْعَدَدُ زَوْجًا أَوْ فَرْدًا فَدَائِمًا إِمَّا أَنْ يَكُونَ مُنْقَسِمًا بِمُتَسَاوِيَيْنِ أَوْ غَيْرِ مُنْقَسِمٍ وَ الرَّابِعُ مِنْ حَمَلِيَّةٍ وَ مُتَّصِلَةٍ وَ الْمُقَدَّمُ فِيهَا الْحَمَلِيَّةُ كَقَوْلِنَا إِنْ كَانَ طُلُوعُ الشَّمْسِ عِلَّةً لَوْجُودِ النَّهَارِ فَكُلَّمَا كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُودٌ وَ الْخَامِسُ عَكْسُهُ كَقَوْلِنَا إِنْ كَانَ كُلَّمَا كَانَ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُودٌ فَطُلُوعُ الشَّمْسِ مَلْزُومٌ لَوْجُودِ النَّهَارِ وَ السَّادِسُ مِنْ حَمَلِيَّةٍ وَ مُنْفَصِلَةٍ وَ الْمُقَدَّمُ فِيهَا الْحَمَلِيَّةُ كَقَوْلِنَا إِنْ كَانَ هَذَا عَدَدًا فَهُوَ دَائِمًا إِمَّا زَوْجٌ أَوْ فَرْدٌ وَ السَّابِعُ بِالْعَكْسِ كَقَوْلِنَا كُلَّمَا كَانَ هَذَا إِمَّا زَوْجًا أَوْ فَرْدًا كَانَ هَذَا عَدَدًا وَ الثَّامِنُ مِنْ مُتَّصِلَةٍ وَ مُنْفَصِلَةٍ كَقَوْلِنَا إِنْ كَانَ كُلَّمَا كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُودٌ فَدَائِمًا إِمَّا أَنْ يَكُونَ الشَّمْسُ طَالِعَةً وَ إِمَّا أَنْ لَا يَكُونَ النَّهَارُ مَوْجُودًا وَ التَّاسِعُ عَكْسُ ذَلِكَ كَقَوْلِنَا كُلَّمَا كَانَ دَائِمًا إِمَّا أَنْ يَكُونَ الشَّمْسُ طَالِعَةً وَ إِمَّا أَنْ لَا يَكُونَ النَّهَارُ مَوْجُودًا فَكُلَّمَا كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُودٌ وَ أَمَّا امْتِلَافُ الْمُفَصَّلَاتِ فَالْأَوَّلُ مِنْ حَمَلِيَّتَيْنِ كَقَوْلِنَا إِمَّا أَنْ يَكُونَ الْعَدَدُ زَوْجًا أَوْ فَرْدًا وَ الثَّانِي مِنْ مُتَّصِلَتَيْنِ كَقَوْلِنَا دَائِمًا إِمَّا أَنْ يَكُونَ إِنْ كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُودٌ وَ إِمَّا أَنْ يَكُونَ إِنْ كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً لَمْ يَكُنِ النَّهَارُ مَوْجُودًا وَ الثَّلَاثُ مِنْ مُنْفَصِلَتَيْنِ كَقَوْلِنَا دَائِمًا إِمَّا أَنْ يَكُونَ هَذَا الْعَدَدُ زَوْجًا أَوْ فَرْدًا وَ إِمَّا أَنْ يَكُونَ هَذَا الْعَدَدُ لَا زَوْجًا أَوْ لَا فَرْدًا وَ الرَّابِعُ مِنْ حَمَلِيَّةٍ وَ مُتَّصِلَةٍ كَقَوْلِنَا دَائِمًا إِمَّا أَنْ لَا يَكُونَ طُلُوعُ الشَّمْسِ عِلَّةً لَوْجُودِ النَّهَارِ وَ إِمَّا أَنْ يَكُونَ كُلَّمَا كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً كَانَ النَّهَارُ مَوْجُودًا وَ الْخَامِسُ مِنْ حَمَلِيَّةٍ وَ مُنْفَصِلَةٍ كَقَوْلِنَا دَائِمًا إِمَّا أَنْ يَكُونَ هَذَا الشَّيْءُ لَيْسَ عَدَدًا وَ إِمَّا أَنْ يَكُونَ إِمَّا زَوْجًا أَوْ فَرْدًا وَ السَّادِسُ مِنْ مُتَّصِلَةٍ وَ مُنْفَصِلَةٍ كَقَوْلِنَا دَائِمًا إِمَّا أَنْ يَكُونَ كُلَّمَا كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُودٌ وَ إِمَّا أَنْ يَكُونَ الشَّمْسُ طَالِعَةً وَ إِمَّا أَنْ لَا يَكُونَ النَّهَارُ مَوْجُودًا.

ترجمہ: بہر حال متصلات کی مثالیں، تو پہلی: دو حملیہ سے (مربک ہونے کی ہے) جیسے آپ کا قول کلما کان الشیء انساناً فهو حیوان، (جب بھی شیء انسان ہوگی تو حیوان بھی ہوگی) اور دوسری مثال: دو متصلہ سے (مربک ہونے کی ہے) جیسے ہمارا قول کلما ان کان الشیء انساناً فهو حیوان، (اگر شیء انسان ہوگی تو حیوان ہوگی) کلما لم یکن الشیء حیواناً لم یکن انساناً (جب شیء حیوان نہ ہوگی تو وہ انسان بھی نہ ہوگی) اور تیسری مثال: دو متصلہ سے (مربک ہونے کی ہے) جیسے ہمارا قول کلما کان دائماً إِمَّا أَنْ یكون هذا العدد زوجاً او فرداً، فدائماً إِمَّا ان یكون منقسماً بمتساویین او غیر منقسم (ہمیشہ یا تو یہ عدد زوج ہوگا یا فرد، پس ہمیشہ یا تو یہ عدد برابر تقسیم ہوگا یا تقسیم نہیں ہوگا) اور چوتھی مثال: ایک حملیہ اور ایک متصلہ سے (مربک ہونے کی ہے) اور مقدم اس میں حملیہ ہو، جیسے ہمارا قول، ان کان طلوع الشمس علة لوجود النهار فكلما كانت الشمس طالعة فالنهار موجود (اگر سورج کا نکلنا دن کے موجود ہونے کی علت ہو تو جب بھی سورج نکلے گا تو دن موجود ہوگا) اور پانچویں قسم اس کا برعکس ہے، جیسے ہمارا قول ان کان کلما کان الشمس طالعة فالنهار موجود فطلوع

الشمس ملزوم لوجود النهار، (اگر سورج نکلے گا تو دن موجود ہوگا، پس سورج کا نکلنا وجود نہار کا ملزوم ہے) اور چھٹی مثال: ایک حملیہ اور ایک منفصلہ سے (مرکب ہونے کی ہے) اور مقدم اس میں حملیہ ہو جیسے ہمارا قول ان کان هذا عدد فہو دائما إما زوج او فرد (اگر یہ عدد ہو تو وہ ہمیشہ یا تو زوج ہوگا یا فرد) اور ساتویں مثال: اس کے برعکس کی ہے، جیسے ہمارا قول کلما کان هذا إما زوجا او فردا، کان هذا عددا، (جب یہ یا تو زوج ہے یا فرد ہے تو یہ عدد ہوگا) اور آٹھویں مثال: ایک متصلہ اور ایک منفصلہ سے (مرکب ہونے کی ہے) جیسے ہمارا قول ان کان کلما كانت الشمس طالعة فالنهار موجود دائما إما ان يكون الشمس طالعة و إما ان لا يكون النهار موجودا، (جب بھی سورج نکلا ہوا ہوگا تو دن موجود ہوگا، ہمیشہ یا تو سورج نکلا ہوا ہوگا یا دن موجود نہ ہوگا) اور نویں مثال: اس کے عکس کی ہے جیسے ہمارا قول کلما کان دائما إما ان يكون الشمس طالعة و إما ان لا يكون النهار موجودا فکلما كانت الشمس طالعة فالنهار موجود۔

اور بہر حال مفصلات کی مثالیں تو پہلی: دو حملیہ سے (مرکب ہونے کی ہے) جیسے ہمارا قول إما ان يكون العدد زوجا او فردا، اور دوسری مثال: دو متصلہ سے (مرکب ہونے کی ہے) جیسے ہمارا قول دائما إما ان يكون ان كانت الشمس طالعة فالنهار موجود و إما ان يكون ان كانت الشمس طالعة لم يكن النهار موجودا، اور تیسری مثال: دو منفصلہ سے (مرکب ہونے کی ہے) جیسے ہمارا قول دائما إما ان يكون هذا العدد زوجا او فردا و إما ان يكون هذا العدد زوجا او لا فردا، اور چوتھی مثال: حملیہ اور متصلہ سے (مرکب ہونے کی ہے) جیسے ہمارا قول دائما إما ان لا يكون طلوع الشمس علة لوجود النهار و إما ان يكون کلما كانت الشمس طالعة کان النهار موجودا، اور پانچویں مثال: ایک حملیہ اور ایک منفصلہ سے (مرکب ہونے کی ہے) جیسے ہمارا قول دائما إما ان يكون هذا الشئ ليس عددا و إما ان يكون إما زوجا او فردا، اور چھٹی مثال: ایک متصلہ اور ایک منفصلہ سے (مرکب ہونے کی ہے) جیسے ہمارا قول دائما إما ان يكون کلما كانت الشمس طالعة فالنهار موجود و إما ان يكون الشمس طالعة و إما ان لا يكون النهار موجودا۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے متصلات اور مفصلات کے اقسام کی مثالیں بیان کی ہیں، جو واضح ہیں لہذا طوالت کے پیش نظر تشریح نہیں کی جا رہی ہے۔

فَالْفَصْلُ الثَّالِثُ فِي أَحْكَامِ الْقَضَايَا وَفِيهِ أَرْبَعَةُ مَبَاحِثَ الْبَحْثِ الْأَوَّلُ فِي التَّنَاقُضِ وَحَدُّهُ بِأَنَّهُ اخْتِلَافٌ قَضِيَّتَيْنِ بِالْإِجَابِ وَالسَّلْبِ بِحَيْثُ يَقْتَضِي لِذَاتِهِ أَنْ يَكُونَ إِحْدَاهُمَا صَادِقَةً وَالْأُخْرَى كَاذِبَةً. أَقُولُ لَمَّا فَرَّغَ مِنْ تَعْرِيفِ الْقَضِيَّةِ وَأَقْسَامِهَا شَرَعَ فِي لَوْاحِقِهَا وَأَحْكَامِهَا وَابْتَدَأَ مِنْهَا بِالتَّنَاقُضِ لِتَوَقُّفِ مَعْرِفَةِ غَيْرِهِ مِنَ الْأَحْكَامِ عَلَيْهِ وَهُوَ اخْتِلَافٌ قَضِيَّتَيْنِ بِالْإِجَابِ وَالسَّلْبِ بِحَيْثُ يَقْتَضِي لِذَاتِهِ صِدْقَ إِحْدَاهُمَا كِذْبَ الْأُخْرَى كَقَوْلِنَا زَيْدٌ إِنْسَانٌ وَزَيْدٌ لَيْسَ بِإِنْسَانٍ فَإِنَّهُمَا مُخْتَلِفَانِ بِالْإِجَابِ وَالسَّلْبِ اخْتِلَافًا يَقْتَضِي لِذَاتِهِ أَنْ يَكُونَ الْأَوَّلِيُّ صَادِقَةً وَالْأُخْرَى كَاذِبَةً فَالْإِخْتِلَافُ جِنْسٌ بَعِيدٌ لِأَنَّهُ قَدْ يَكُونُ بَيْنَ قَضِيَّتَيْنِ وَ قَدْ يَكُونُ بَيْنَ مُفْرَدَيْنِ كَالسَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَ

قَدْ يَكُونُ بَيْنَ قَضِيَّةٍ وَ مُفْرَدٍ كَقَوْلِنَا زَيْدٌ قَائِمٌ وَ عَمْرُو بِلَا إِسْنَادٍ شَيْءٌ إِلَى عَمْرُو وَ قَوْلُهُ قَضِيَّتَيْنِ يُخْرِجُ غَيْرَ الْقَضِيَّتَيْنِ وَ اخْتِلَافَ قَضِيَّتَيْنِ أَمَّا بِالْإِيجَابِ وَ السَّلْبِ وَ أَمَّا بِغَيْرِهِمَا كَاخْتِلَافِهِمَا بَأَن يَكُونَ أَحَدُهُمَا حَمَلِيَّةً وَ الْآخَرَى شَرْطِيَّةً أَوْ مُتَّصِلَةً وَ مُنْفَصِلَةً أَوْ مَعْدُولَةً وَ مُحَصَّلَةً فَقَوْلُهُ بِالْإِيجَابِ وَ السَّلْبِ أَخْرَجَ الْإِخْتِلَافَ بِغَيْرِ الْإِيجَابِ وَ السَّلْبِ وَ الْإِخْتِلَافَ بِالْإِيجَابِ وَ السَّلْبِ قَدْ يَكُونُ بَحِيثٌ يَقْتَضِي أَنْ يَكُونَ أَحَدُهُمَا صَادِقَةً وَ الْآخَرَى كَاذِبَةً وَ قَدْ يَكُونُ بَحِيثٌ لَا يَقْتَضِي ذَلِكَ كَقَوْلِنَا زَيْدٌ سَاكِنٌ وَ زَيْدٌ لَيْسَ بِمُتَحَرِّكٍ فَإِنَّهُمَا قَضِيَّتَانِ مُخْتَلِفَتَانِ إِيْجَابًا وَ سَلْبًا لَكِنْ إِيْخْتِلَافُهُمَا لَا يَقْتَضِي صِدْقَ أَحَدُهُمَا وَ كِذْبَ الْآخَرَى بَلْ هُمَا صَادِقَتَانِ فَقَيَّدَ بِقَوْلِهِ بَحِيثٌ يَقْتَضِي لِيُخْرِجَ الْإِخْتِلَافَ الْغَيْرَ الْمُقْتَضَى.

ترجمہ: ماتن نے کہا: تیسری فصل قضایا کے احکام (کے بیان) میں ہے، اور اس میں چار بحثیں ہیں، پہلی بحث تناقض (کے بیان) میں ہے، اور اس کی تعریف مناطہ نے یہ کی ہے کہ دو قضیوں کا ایجاب اور سلب میں اس طرح مختلف ہونا کہ وہ اپنی ذات کی وجہ سے اس بات کا تقاضا کرے کہ ان میں سے ایک صادق ہے اور دوسرا کاذب۔ میں کہتا ہوں، جب ماتن قضیہ کی تعریف اور اس کی اقسام سے فارغ ہو چکے تو اس کے لواحق اور احکام کو شروع کر رہے ہیں، اور ان میں سے تناقض سے ابتدا کی ہے، اس کے علاوہ احکام کی معرفت اس پر موقوف ہونے کی وجہ سے۔ اور وہ دو قضیوں کا ایجاب اور سلب میں اس طرح مختلف ہونا ہے کہ وہ ان میں سے ایک لذاتہ صادق ہونے اور دوسرے کے کاذب ہونے کا تقاضا کرے، جیسے ہمارا قول ”زید انسان“ ہے اور زید انسان نہیں ہے“ پس بے شک یہ دونوں ایجاب اور سلب میں مختلف ہیں، اور ایسا اختلاف کہ وہ لذاتہ اس بات کا تقاضا کرے کہ پہلا صادق اور دوسرا کاذب ہو، پس (لفظ) اختلاف جنس بعید ہے، اس لئے کہ یہ کبھی دو قضیوں میں ہوتا ہے اور کبھی دو مفردوں میں ہوتا ہے، جیسے آسمان اور زمین، اور کبھی ایک قضیہ اور ایک مفرد میں ہوتا ہے، جیسے ہمارا قول زید قائم و عمرو عمرو کی طرف کسی چیز کی نسبت کے بغیر، تو ماتن کا قول ”قضیتین“ غیر قضیتین کو نکال دیتا ہے، اور دو قضیوں کا اختلاف یا تو ایجاب و سلب میں ہوگا یا اسکے علاوہ میں جیسے ان دونوں کا مختلف ہونا بایں طور کہ ان میں سے ایک حملیہ ہو اور دوسرا شرطیہ یا متصلہ اور منفصلہ یا معدولہ اور محصلہ، لہذا ماتن کے قول ”بالایجاب والسلب“ نے ایجاب اور سلب کے علاوہ میں اختلاف کو نکال دیا، اور ایجاب و سلب کا اختلاف کبھی اس طرح ہوتا ہے کہ وہ ان میں سے ایک کے صادق اور دوسرا کاذب ہو، اور کبھی اس طرح ہوتا ہے کہ وہ اس کا تقاضا نہیں کرتا، جیسے ہمارا قول زید ساکن و زید لیس بمتحرک پس یہ دونوں دو قضیے ہیں مختلف ہیں، ایجاب اور سلب میں لیکن ان دونوں کا اختلاف ان میں سے ایک کے صادق ہونے اور دوسرے کے کاذب ہونے کا تقاضا نہیں کرتا ہے، بلکہ وہ دونوں صادق ہیں، پس ماتن نے اپنے قول ”بحیث یقتضی“ کی قید لگائی تاکہ اختلاف غیر مقتضی نکل جائے۔

تشریح: ماتن نے فرمایا کہ تیسری فصل قضایا کے احکام سے متعلق ہے، اور اس فصل میں چار بحثیں ہیں، پہلی بحث تناقض کے بیان میں ہے، دوسری بحث عکس مستوی کے بیان میں، تیسری عکس نقیض میں اور چوتھی تلازم شرطیات کے بیان میں، اس کو اس طرح سمجھئے کہ جب کوئی قضیہ صادق ہوتا ہے تو اس پر چار آثار مرتب ہوتے ہیں ان کو احکام کہا جاتا ہے، چار احکام یہ ہیں: ۱۔ نقیض کا کاذب

ہونا۔ ۲۔ عکس مستوی کا صادق ہونا۔ ۳۔ عکس نقیض کا صادق ہونا۔ ۴۔ اور بعض قضایا کے لئے بعض کا لازم ہونا۔ لہذا فصل ثالث میں ان چار احکام سے متعلق بحثیں ہوں گی۔

شارح فرماتے ہیں کہ ماتن جب قضیہ اور اس کی اقسام کے بیان سے فارغ ہو گئے تو اب اس کے لواحق اور احکام کو شروع کر رہے ہیں، اور ”لواحق“ سے مراد وہ قضایا ہیں جن کو نقیض، عکس نقیض، اور لازم شرط کہا جاتا ہے، اور احکام سے مراد ان کے معانی مصدر یہ ہیں، یعنی دو قضیوں کے درمیان تناقض، تعاکس، اور تلازم کا ہونا، لیکن ان میں سے ماتن نے سب سے پہلے تناقض کو بیان کیا ہے، اس لئے کہ عکس مستوی، عکس نقیض اور تلازم کے دلائل کو پہچاننا قضایا کی نقیض کے علم پر موقوف ہے، تو اس اعتبار سے تناقض موقوف علیہ ہوا اور اس کے علاوہ موقوف ہوئے اور موقوف علیہ موقوف پر مقدم ہوتا ہے اس لئے ماتن نے تناقض کو دیگر مباحث پر مقدم کیا ہے، اب تناقض کی لغوی اور اصطلاحی تعریف ملاحظہ فرمائیں۔

تناقض کے لغوی معنی: تناقض، باب تفاعل کا مصدر ہے، نقض سے ماخوذ ہے نقض کے لغوی معنی ہیں، کھولنا، پھراس کو اس معنی سے منتقل کر کے مطلقاً ابطال کے معنی میں استعمال کیا جانے لگا، اور چونکہ تناقض، باب تفاعل کا مصدر ہے، اور اس کی خاصیت اشتراک ہے، لہذا جن دو قضیوں میں تناقض ہوگا ان میں سے ہر ایک ابطال میں شریک ہوگا، ہر ایک دوسرے کے ابطال کو چاہے گا۔

تناقض کی اصطلاحی تعریف: اصطلاح منطق میں تناقض نام ہے، دو قضیوں کا ایجاب اور سلب میں اس طرح مختلف ہونا کہ یہ اختلاف بالذات اس بات کا تقاضا کرے کہ اگر ان میں سے ایک سچا ہو تو دوسرا جھوٹا ہو، یا پہلا جھوٹا ہو تو دوسرا سچا ہو، مطلب یہ ہے کہ ایک قضیہ موجبہ اور ایک قضیہ سالبہ ہو، اور یہ ایجاب و سلب کا اختلاف بذات خود اس بات کا تقاضا کرے کہ اگر ان میں سے ایک سچا ہوگا تو دوسرا یقیناً جھوٹا ہوگا، جیسے زید انسان اور زید لیس بانسان دیکھئے یہاں دو قضیے ہیں، ایک موجبہ اور دوسرا سالبہ اور یہ اختلاف بذات خود اور بلا واسطہ اس بات کا تقاضا کر رہا ہے کہ اگر ایک سچا ہے تو دوسرے کا جھوٹا ہونا ضروری ہے، اور اگر پہلا جھوٹا ہے تو دوسرے کا سچا ہونا ضروری ہے، ایسا نہیں ہو سکتا کہ دونوں ہی سچ ہوں یا دونوں ہی جھوٹ ہوں، کیونکہ اگر دونوں سچ ہو جائیں تو اس صورت میں اجتماع نقیضین لازم آئے گا جو کہ محال ہے، اور اگر دونوں ہی جھوٹ ہو جائیں تو ارتقاع نقیضین لازم آئے گا، اور یہ بھی محال ہے، لہذا معلوم ہوا کہ لامحالہ ان دونوں میں سے ایک صادق اور ایک کاذب ہے۔

فوائد فیود: جب آپ کو تناقض کی تعریف معلوم ہو گئی تو اب اس کی تعریف کے اندر جتنی قیدیں ہیں، ان کے فائدے بھی سن لیجئے، نیز یہ بات بھی ذہن نشین رکھیں کہ ہر تعریف اسی وقت جامع و مانع یا حد تام ہوتی ہے، جبکہ وہ جنس اور فصل سے مرکب ہو، تناقض کی تعریف بھی جنس اور فصل سے مرکب ہے، لہذا تناقض کی تعریف حد تام کہلائے گی، کیونکہ حد تام اس تعریف کو کہتے ہیں جو جنس اور فصل سے مرکب ہو، اب رہا یہ سوال کہ کونسا لفظ جنس کے درجہ میں ہے اور کونسا فصل کے درجہ میں ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ تناقض کی تعریف میں لفظ ”اختلاف“ جنس ہے، شارح نے کہا ہے کہ وہ جنس بعید ہے، جنس بعید کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس کے کئی جواب واقع ہو سکتے ہیں، اور یہاں بھی چونکہ اختلاف کی تین صورتیں ہیں، اس لئے شارح نے اس کو جنس بعید کہا ہے، یہ اختلاف تین طرح کا ہو سکتا ہے۔

۱۔ یہ اختلاف کبھی دو قضیوں کے درمیان ہوتا ہے، جیسے زید انسان ہے، زید انسان نہیں ہے۔

۲۔ اور کبھی دو مغرروں کے درمیان ہوتا ہے جسے آسمان و زمین، ظفر اور ...

۳- اور کبھی ایک قضیہ اور ایک مفرد کے درمیان ہوتا ہے، جیسے زید قائم و عمر۔

الغرض لفظ اختلاف جنس ہے جو اختلاف کی تینوں قسموں کو شامل ہے، اور ”قضیتین“ دوسری قید ہے، اور یہ فصل کے درجہ میں ہے، اس سے تناقض فی المفردین اور تناقض فی المفرد والقضیہ، تناقض کی تعریف سے خارج ہو کر تناقض صرف دو قضیوں کے درمیان خاص ہو گیا، اس لئے کہ تناقض فی المفردین اور تناقض فی المفرد والقضیہ سے قیاس کی بحث میں کوئی واسطہ نہیں پڑتا، اس لئے مناطقہ ان دونوں سے بالکل ہی بحث نہیں کرتے۔ اور تناقض کی تعریف میں ”بالایجاب والسلب“ تیسری قید ہے جو فصل ثانی کے درجہ میں ہے، اس سے وہ اختلاف تناقض سے خارج ہو گیا جو دو قضیوں کے درمیان شرطیہ اور حملیہ ہونے کے اعتبار سے ہو، یعنی ایک حملیہ اور ایک شرطیہ ہو، اسی طرح وہ اختلاف بھی خارج ہو گیا جو اتصال اور انفصال کے اعتبار سے ہو، یعنی ایک متصلہ اور ایک منفصلہ ہو، اسی طرح ان دو قضیوں کا اختلاف بھی خارج ہو گیا جن میں ایک معدولہ اور دوسرا غیر معدولہ ہو، کیونکہ ان صورتوں کا اختلاف معتبر نہیں ہوتا، اختلاف صرف ایجاب اور سلب کے اعتبار سے معتبر ہوتا ہے۔

اور تناقض کی تعریف میں ”بحیث یقتضی“ چوتھی قید ہے اس یہ فصل ثالث کے درجہ میں ہے جو اختلاف کی اس صورت کو تناقض کی تعریف سے نکال دیا جو ایک کے صادق اور دوسرے کے کاذب ہونے کا تقاضا نہیں کرتا، مثلاً جب کہا جائے، زید ساکن اور زید لیس بمتحرک، یہ دونوں قضیے اگرچہ آپس میں ایجاب و سلب کے اعتبار سے مختلف ہیں، لیکن یہ اختلاف ایسا نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے ایک کے صادق ہونے کا اور دوسرے کے کاذب ہونے کا تقاضا کرے بلکہ یہ دونوں صادق ہیں، کیونکہ جو ساکن ہوگا وہ متحرک بھی نہیں ہوگا۔ اور کبھی دونوں کاذب بھی ہوتے ہیں، تو جب ایجاب اور سلب کے لحاظ سے اختلاف کی کئی صورتیں ہیں تو باتن نے ”بحیث یقتضی“ کی قید لگا کر یہ بتا دیا کہ تناقض کی تعریف میں وہ اختلاف معتبر ہے، ان میں سے ایک کے صادق اور دوسرے کے کاذب ہونے کا تقاضا کرے، اور اس اختلاف کو خارج کر دیا جو ایسا تقاضا نہیں کرتا۔

وَالْإِخْتِلَافُ الْمُقْتَضَى إِمَّا أَنْ يَكُونَ مُقْتَضِيًا لِذَاتِهِ وَصُورَتِهِ وَإِمَّا أَنْ لَا يَكُونَ كَذَلِكَ بَلْ بِوَاسِطَةٍ أَوْ بِخُصُوصِ الْمَادَّةِ أَمَّا الْوَاسِطَةُ فَكَمَا فِي إِيْجَابِ قَضِيَّةٍ وَسَلْبٍ لِزَمِّهَا الْمُسَاوِي كَقَوْلِنَا زَيْدٌ إِنْسَانٌ وَزَيْدٌ لَيْسَ بِنَاطِقٍ فَإِنَّ الْإِخْتِلَافَ بَيْنَهُمَا إِنَّمَا يَقْتَضِي صِدْقَ أَحَدُهُمَا وَكَذِبَ الْآخَرِ أَمَّا لِأَنَّ قَوْلَنَا زَيْدٌ لَيْسَ بِنَاطِقٍ فِي قُوَّةِ قَوْلِنَا زَيْدٌ لَيْسَ بِإِنْسَانٍ وَآمَّا لِأَنَّ قَوْلَنَا زَيْدٌ إِنْسَانٌ فِي قُوَّةِ قَوْلِنَا زَيْدٌ نَاطِقٌ وَآمَّا خُصُوصَ الْمَادَّةِ فَكَمَا فِي قَوْلِنَا كُلُّ إِنْسَانٍ حَيَوَانٌ وَلَا شَيْءَ مِنَ الْإِنْسَانِ بِحَيَوَانٍ وَقَوْلِنَا بَعْضُ الْإِنْسَانِ حَيَوَانٌ وَبَعْضُ الْإِنْسَانِ لَيْسَ بِحَيَوَانٍ فَإِنَّ إِخْتِلَافَهُمَا بِالْإِيْجَابِ وَالسَّلْبِ يَقْتَضِي صِدْقَ أَحَدُهُمَا وَكَذِبَ الْآخَرِ لَا بِصُورَتِهِ وَهِيَ كَوْنُهُمَا كَلِمَتَيْنِ أَوْ جُزْئِيَّتَيْنِ بَلْ بِخُصُوصِ الْمَادَّةِ وَالْإِخْتِلَافُ فِي كِلَيْهِمَا جُزْئِيَّتَيْنِ مُخْتَلِفَتَيْنِ بِالْإِيْجَابِ وَالسَّلْبِ وَلَيْسَ كَذَلِكَ فَإِنَّ قَوْلَنَا كُلُّ حَيَوَانٍ إِنْسَانٌ وَلَا شَيْءَ مِنَ الْحَيَوَانِ بِإِنْسَانٍ كَلِمَتَانِ مُخْتَلِفَتَانِ إِيْجَابًا وَسَلْبًا وَإِخْتِلَافُهُمَا لَا يَقْتَضِي صِدْقَ أَحَدُهُمَا وَكَذِبَ الْآخَرِ بَلْ هُمَا كَاذِبَتَانِ وَكَذَلِكَ قَوْلُنَا بَعْضُ الْحَيَوَانِ إِنْسَانٌ وَبَعْضُ الْحَيَوَانِ لَيْسَ بِإِنْسَانٍ جُزْئِيَّتَانِ مُخْتَلِفَتَانِ بِالْإِيْجَابِ أَوِ السَّلْبِ وَلَيْسَ إِخْتِلَافُهُمَا صَادِقَةً وَالْآخَرِ كَاذِبَةً بَلْ هُمَا صَادِقَتَانِ بِخِلَافِ قَوْلِنَا بَعْضُ الْحَيَوَانِ إِنْسَانٌ وَلَا شَيْءَ مِنَ الْحَيَوَانِ بِإِنْسَانٍ فَإِنَّ

اِخْتِلَافُهُمَا يَفْتَضِي لِدَاتِهِ وَ صُورَتَهُ أَنْ يَكُونَ أَحَدُهُمَا صَادِقَةً وَ الْآخَرَى كَاذِبَةً حَتَّى أَنْ الْاِخْتِلَافِ بِالْاِيجَابِ وَ السَّلْبِ بَيْنَ كُلِّ قَضِيَّةٍ كَلِّيَّةٍ وَ جُزْئِيَّةٍ يَفْتَضِي ذَلِكَ.

ترجمہ: اور اختلاف متضنی یا تو اپنی ذات اور صورت کی وجہ سے تقاضا کرتا ہے، اور یا اس طرح نہ ہو، بلکہ واسطہ یا مادہ کی خصوصیت کی وجہ سے ہو، بہر حال واسطہ تو جیسے کہ قضیہ کے ایجاب اور اس کے لازم مساوی کے سلب میں ہوتا ہے، جیسے ہمارا قول زید انسان ہے، اور زید ناطق نہیں ہے، اس لئے کہ ان دونوں کے درمیان اختلاف جو ان میں سے ایک کے صدق اور دوسرے کے کذب کا تقاضا کرتا ہے، وہ یا تو اس لئے ہے کہ ہمارا قول زید لیس بناطق، ہمارے قول زید لیس بانسان کی قوت میں ہے، یا اس لئے کہ ہمارا قول زید انسان ہمارے قول زید ناطق کی قوت میں ہے، اور بہر حال مادہ کا خصوص تو جیسے ہمارا قول کل انسان حیوان اور لاشی من الانسان بحیوان اور ہمارا قول بعض الانسان حیوان اور بعض الحيوان لیس بانسان میں ہے کیونکہ ان دونوں کا ایجاب و سلب کے لحاظ سے اختلاف ان میں سے ایک کے صدق اور دوسرے کے کذب کو چاہتا ہے، وہ اسکی صورت یعنی ان دونوں کے کلی یا جزئی ہونے کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ مادہ کی خصوصیت کی وجہ سے ہے، ورنہ یہ ہر ایسی دو کلیوں اور جو جزیوں میں ضروری ہوگا جو ایجاب اور سلب میں مختلف ہوں، حالانکہ ایسا نہیں ہے، اس لئے کہ ہمارا قول کل حیوان انسان اور لاشی من الحيوان بانسان دو کلی ہیں، ایجاب اور سلب کے اعتبار سے مختلف ہیں، اور ان دونوں کا اختلاف ان میں سے ایک کے صدق اور دوسرے کے کذب کا تقاضا نہیں کرتا ہے بلکہ یہ دونوں کاذب ہیں، اور اسی طرح ہمارا قول "بعض الحيوان انسان اور بعض الحيوان لیس بانسان دونوں جزئی ہیں، اور ایجاب و سلب کے اعتبار سے دونوں مختلف ہیں، حالانکہ ان میں سے ایک صادق اور دوسرا کاذب نہیں ہے، بلکہ دونوں صادق ہیں، بخلاف ہمارے قول بعض الحيوان انسان و لاشی من الحيوان بانسان کے، اس لئے کہ ان دونوں کا اختلاف اپنی ذات اور صورت کی وجہ سے ان میں سے ایک صادق اور دوسرے کے کاذب ہونے کا تقاضا کرتا ہے، یہاں تک کہ ایجاب اور سلب کا اختلاف ہر قضیہ کلیہ اور جزئیہ کے درمیان اس بات کا تقاضا کرتا ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے تناقض کی تعریف میں ذکر کردہ قیود میں سے پانچویں قید کا فائدہ بیان کیا ہے، چنانچہ ماتن نے لذاتہ کا اضافہ کر کے تناقض کی تعریف سے اختلاف بالواسطہ اور اختلاف بخصوص المادہ کو نکال دیا ہے، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ وہ اختلاف جو ایک قضیہ کے صدق اور دوسرے کے کذب کا تقاضا کرتا ہے اس کی تین صورتیں ہیں۔

۱- یہ اختلاف اپنی ذات اور صورت کی وجہ سے ایک کے صدق اور دوسرے کے کذب کا تقاضا کرے، جیسے زید فسانم اور زید لیس بقانم دیکھئے ان دونوں قضیوں میں ذاتی اختلاف ہے ان کا موضوع بھی ایک ہے اور محمول بھی ایک اور ایجاب و سلب کے اعتبار سے اختلاف بھی موجود ہے لہذا ان میں تناقض ہے اور تناقض کے پائے جانے کے لئے یہ "ذاتی اختلاف" ہی معتبر ہوتا ہے۔

۲- یہ اختلاف شئی کے لازم مساوی کے واسطہ سے ایک کے صدق اور دوسرے کے کذب کا تقاضا کرے، اس کی صورت یہ ہے کہ ایک قضیہ میں ایجاب ہو اور دوسرے میں اس کے لازم مساوی کا سلب ہو جیسے زید انسان اور زید لیس بناطق، دیکھئے اس

مثال میں دو قضیے ایسے ہیں کہ ان میں سے پہلے قضیہ میں ایجاب ہے اور دوسرے میں شئی یعنی انسان کے لازم مساوی یعنی ناطق کا سلب ہے اور ان دونوں قضیوں کے درمیان ایسا اختلاف بھی موجود ہے جو ایک کے صدق اور دوسرے کے کذب کا تقاضا کرتا ہے لیکن یہ لذاتہ اختلاف نہیں ہے، بلکہ لازم کے مساوی کے واسطے سے ہے، کیونکہ انسان اور ناطق دونوں مساوی ہیں، اس لئے ناطق کی نفی سے انسان کی نفی ہوگی، اور انسان کی نفی سے ناطق کی نفی ہوگی، شارح فرماتے ہیں کہ زید انسان اور زید لیس بناطق یہ دونوں قضیے ہیں ان میں سے دوسرا قضیہ زید لیس بانسان کی قوت میں ہے، یا یوں کہہ لیجئے کہ ان میں سے پہلا قضیہ یعنی زید انسان زید ناطق کی قوت میں ہے، تو گویا معنی کے لحاظ سے یہ دو قضیے اس طرح ہو گئے، زید انسان اور زید لیس بانسان، یا زید ناطق اور زید لیس بناطق الغرض یہاں چونکہ یہ اختلاف امر مساوی یعنی ناطق کے واسطے سے اس بات کا تقاضا کرتا رہا ہے کہ ان میں سے ایک قضیہ صادق ہو اور دوسرا کاذب ہو، اس لئے اس کو بالواسطہ کہا، لیکن تناقض کے تحقق کے لئے یہ اختلاف معتبر نہیں ہے، بلکہ بالذات اختلاف معتبر ہے، اسی وجہ سے یہ تناقض بھی تناقض کی تعریف سے خارج ہو گیا۔

۳۔ یہ اختلاف ”خصوص مادہ“ کی وجہ سے ایک کے صدق اور دوسرے کے کذب کا تقاضا کرے، ”خصوص مادہ“ کا مطلب دونوں قضیوں میں محمول موضوع سے اعم ہو، چنانچہ اس کو مثال سے سمجھئے، جیسے کل انسان حیوان (موجبہ) اور لاشی من الانسان بحیوان (سالہ) اور بعض الانسان حیوان (موجبہ) اور بعض الانسان لیس بحیوان (سالہ) دیکھئے ان تمام قضایا میں ایجاب اور سلب کا اختلاف موجود ہے یہ اختلاف ان میں سے ایک کے صادق اور دوسرے کے کاذب ہونے کا تقاضا بھی کر رہا ہے، لیکن یہ تقاضا دونوں کی ذات اور صورت یعنی کلی اور جزئی ہونے کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ خصوصیت مادہ کی وجہ سے ہے، یعنی اس وجہ سے کہ ان تمام قضایا میں موضوع اعم ہے، دلیل یہ ہے کہ اگر یہ کہا جائے ان قضایا کا اختلاف ان کے کلی اور جزئی ہونے کی وجہ سے ایک کے صادق اور دوسرے کے کاذب ہونے کا تقاضا کر رہا ہے تو پھر اس سے یہ لازم آئے گا کہ ہر دو کلی اور ہر دو جزئی جو ایجاب اور سلب کے اعتبار سے مختلف ہوں، تو ان کے درمیان تناقض ہو، یعنی ان کا یہ اختلاف ایک کے صدق اور دوسرے کے کذب کا تقاضا کرے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، اس لئے کہ کبھی دونوں قضیہ کلیہ کاذب ہوتے ہیں جیسے کل حیوان انسان و لاشی من الحيوان بانسان، دیکھئے یہ دو قضیہ کلیہ ہیں اور ایجاب اور سلب کا اختلاف بھی ان میں موجود ہے، لیکن یہ اختلاف ان میں سے ایک کے صدق اور دوسرے کے کذب کا تقاضا نہیں کر رہا ہے، بلکہ یہ دونوں کلیہ کاذب ہیں، اس لئے پہلے قضیہ میں کہا گیا ہے کہ سارے حیوان انسان ہیں، جو کہ کاذب ہے ورنہ تو بیل گدھا، خچر وغیرہ کا انسان ہونا لازم آئے گا، اور دوسرے قضیہ میں کہا گیا ہے کہ کوئی بھی حیوان انسان نہیں ہے، یہ بھی کاذب ہے، اس لئے کہ زید، عمر، بکر وغیرہ انسان ہیں اور انسان کے لئے حیوان کا ہونا ضروری ہے، لہذا لاشی من الحيوان بانسان کاذب ہے، اسی طرح کبھی دو قضیہ جزئیہ صادق ہوتے ہیں، جیسے بعض الحيوان انسان، اور بعض الحيوان لیس بانسان دیکھئے یہ دونوں قضیہ جزئیہ ہیں اور دونوں ایجاب و سلب میں مختلف ہیں، لیکن اس کے باوجود ان میں سے ایک صادق اور ایک کاذب نہیں ہے، بلکہ دونوں ہی صادق ہیں، تو معلوم ہوا کہ دو قضیوں کا ایجاب اور سلب میں مختلف ہونا محض دونوں کے کلیہ یا جزئی ہونے کی وجہ سے ایک کے صدق اور دوسرے کے کذب کا تقاضا نہیں کر رہا ہے، بلکہ خصوصیت مادہ کی وجہ سے یہ اختلاف اس بات کا تقاضا کر رہا ہے کہ ایک صادق اور دوسرا کاذب ہو، لیکن خصوصیت مادہ کا یہ اختلاف

بھی تناقض کے تحقق کے لئے معتبر نہیں ہے، اس لئے ماتن نے تناقض کی تعریف میں "لذاتہ" کی قید لگا کر اختلاف بالواسطہ اور اختلاف بخصوص المادہ دونوں کو تناقض سے خارج کر دیا۔

البتہ دو قضیوں میں کیت یعنی کلیت اور جزئیت کے اعتبار سے اختلاف ہو، تو پھر ان میں تناقض ہوگا، جیسے بعض الحيوان انسان اور لاشئ من الحيوان بانسان دیکھئے یہ دو قضیہ ہیں ان میں ایک جزئیہ اور دوسرا کلیہ ہے، اور ایجاب اور سلب میں بھی مختلف ہیں اور یہ اختلاف اپنی ذات کی وجہ سے ایک کے صدق اور دوسرے کے کذب کا تقاضا کر رہا ہے، لہذا ان میں تناقض ہے، شارح فرماتے ہیں کہ ہر وہ اختلاف جو ایجاب اور سلب کے اعتبار سے ایک کلیہ اور جزئیہ کے درمیان ہو وہ اس بات کا تقاضا کر رہا ہے، کہ ان میں سے ایک صادق اور دوسرا کاذب ہو، اسی کا نام تناقض ہے۔

فَنَالِ وَلَا يَتَحَقَّقُ التَّنَاقُضُ فِي الْمَخْصُوصَتَيْنِ إِلَّا عِنْدَ اتِّحَادِ الْمَوْضُوعِ وَ يَنْدَرِجُ فِيهِ وَحْدَةُ الشَّرْطِ وَ الْجُزْءِ وَ الْكُلِّ وَ عِنْدَ اتِّحَادِ الْمُحْمُولِ وَ يَنْدَرِجُ فِيهِ وَحْدَةُ الزَّمَانِ وَ الْمَكَانِ وَ الْإِضَافَةِ وَ الْقُوَّةِ وَ الْفِعْلِ وَ فِي الْمَخْصُورَتَيْنِ لَا بُدَّ مَعَ ذَلِكَ مِنَ الْإِخْتِلَافِ بِالْكَمِّيَّةِ لِصَدَقِ الْجُزْئِيَّتَيْنِ وَ كَذَبِ الْكُلِّيَّتَيْنِ فِي كُلِّ مَادَّةٍ يَكُونُ فِيهَا الْمَوْضُوعُ أَعْمَ مِنَ الْمُحْمُولِ وَ لَا بُدَّ فِي الْمَوْجَهَتَيْنِ مَعَ ذَلِكَ مِنَ إِخْتِلَافِ الْجِهَةِ لِصَدَقِ الْمُمَمَكِنَتَيْنِ وَ كَذَبِ الصُّرُورِيَّتَيْنِ فِي مَادَّةِ الْإِمْكَانِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا: اور دو مخصوصہ میں تناقض محقق نہیں ہوتا، مگر اتحاد موضوع کے وقت، اور اس میں وحدت شرط، جزء اور کل داخل ہے، اور محمول کے اتحاد کے وقت اور اس میں وحدت زمان و مکان، اضافت، قوت اور فعل داخل ہے، اور دو محصورہ میں اس اختلاف کے ساتھ ساتھ کیت کے اعتبار سے بھی اختلاف ضروری ہے، دو جزئیہ کے صادق ہونے کی وجہ سے اور دو کلیہ کے کاذب ہونے کی وجہ سے ہر اس مادہ میں جہاں موضوع محمول سے اعم ہو، اور دو موجبہ میں اس کے ساتھ ساتھ جہت کا مختلف ہونا بھی ضروری ہے، امکان کے مادہ میں دو ممکنہ کے صادق ہونے اور دو ضروریہ کے کاذب ہونے کی وجہ سے۔

تشریح: ماتن نے متاخرین مناطقہ کے نظریہ کے مطابق کہا ہے کہ دو قضیہ مخصوصہ میں تناقض کے لئے صرف دو وحدتیں مستقل شرط ہیں یعنی موضوع اور محمول کا ایک ہونا اور باقی ان ہی دو میں داخل ہے، وحدت شرط، جزء اور کل وحدت موضوع میں داخل ہے، اور وحدت زمان و مکان، اضافت اور قوت و فعل وحدت محمول میں داخل ہے، اور دو قضیہ محصورہ میں تناقض کے تحقق کے لئے ان شرطوں کے علاوہ ایک اور شرط کا ہونا ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ کلیت اور جزئیت کے اعتبار سے دونوں قضیہ مختلف ہوں، اگر ایک قضیہ کلیہ ہو تو دوسرے کا جزئیہ ہونا ہے، دلیل یہ ہے کہ اگر دونوں جزئیہ ہو جائیں تو تناقض نہیں ہوگا، اس لئے کہ دو جزئیہ کبھی صادق ہوتے ہیں، جیسے بعض الحيوان انسان اور بعض الحيوان ليس بانسان، اور دو کلیہ کبھی کاذب ہوتے ہیں، جیسے کل حيوان انسان ولا شئ من الحيوان بانسان، یہ دو جزئیہ کا صادق ہونا اور دو کلیوں کا کاذب ہونا ہر اس مادہ میں ہوگا جہاں موضوع محمول سے اعم ہو، اور دو قضیہ موجبہ میں ان شرائط کے علاوہ ایک شرط اور ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ دونوں قضیوں کی جہت مختلف ہو، اس لئے کہ اگر جہت مختلف نہ ہوگی، تو امکان کے مادہ میں دو ممکنہ صادق ہو جائیں گے، اور دو ضروریہ کاذب ہو جائیں گے، جس کی وجہ سے تناقض کا تحقق نہ ہوگا، اس کی مزید تشریح اقول کی تشریح کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

أَقُولُ الْقَضِيَّتَانِ الْمُخْتَلِفَتَانِ بِالْإِجَابِ وَالسَّلْبِ إِمَّا مَخْصُوصَتَانِ أَوْ مَحْصُورَتَانِ لِأَنَّ الْمُهِمَّةَ لِكُوْنِهِمَا فِي قُوَّةِ الْجُزْئِيَّةِ مِنَ الْمَخْصُورَاتِ فِي الْحَقِيقَةِ فَإِنْ كَانَا مَخْصُوصَتَيْنِ فَالتَّنَاقُضُ لَا يَتَحَقَّقُ بَيْنَهُمَا إِلَّا بَعْدَ تَحَقُّقِ ثَمَانِي وَحْدَاتٍ فَالْأُولَى وَحْدَةُ الْمَوْضُوعِ إِذَا لَوْ اِخْتَلَفَ الْمَوْضُوعُ فِيهِمَا لَمْ تَتَنَاقُضَا لِجَوَازِ صِدْقِهِمَا وَكَذِبِهِمَا مَعَ كَقَوْلِنَا زَيْدٌ قَائِمٌ وَعَمْرُو لَيْسَ بِقَائِمٍ الثَّانِيَّةُ وَحْدَةُ الْمَحْمُولِ فَإِنَّهُ لَا تَنَاقُضَ عِنْدَ اِخْتِلَافِ الْمَحْمُولِ كَقَوْلِنَا زَيْدٌ قَائِمٌ وَزَيْدٌ لَيْسَ بِصَاحِبِ الثَّالِثَةِ وَحْدَةُ الشَّرْطِ لِعَدَمِ التَّنَاقُضِ عِنْدَ اِخْتِلَافِ الشَّرْطِ كَقَوْلِنَا الْجِسْمُ مُفَرَّقٌ لِلْبَصْرِ أَيْ بِشَرْطِ كُوْنِهِ أَبْيَضَ وَالْجِسْمُ لَيْسَ بِمُفَرَّقٍ لِلْبَصْرِ أَيْ بِشَرْطِ كُوْنِهِ أَسْوَدَ الرَّابِعَةُ وَحْدَةُ الْكُلِّ وَالْجُزْءِ فَإِنَّهُ إِذَا اِخْتَلَفَ الْكُلُّ وَالْجُزْءُ لَمْ تَتَنَاقُضَا كَقَوْلِنَا الزُّنْجِيُّ أَسْوَدٌ أَيْ بَعْضُهُ وَالزُّنْجِيُّ لَيْسَ بِأَسْوَدٍ أَيْ كُلُّهُ الْخَامِسَةُ وَحْدَةُ الزَّمَانِ إِذَا اِخْتَلَفَ الزَّمَانُ كَقَوْلِنَا زَيْدٌ نَائِمٌ أَيْ لَيْلًا وَزَيْدٌ لَيْسَ بِنَائِمٍ أَيْ نَهَارًا السَّادِسَةُ وَحْدَةُ الْمَكَانِ لِعَدَمِ التَّنَاقُضِ عِنْدَ اِخْتِلَافِ الْمَكَانِ كَقَوْلِنَا زَيْدٌ جَالِسٌ أَيْ فِي الدَّارِ وَزَيْدٌ لَيْسَ بِجَالِسٍ أَيْ فِي السُّوقِ السَّابِعَةُ وَحْدَةُ الْإِضَافَةِ فَإِنَّهُ إِذَا اِخْتَلَفَ الْإِضَافَةُ لَمْ يَتَحَقَّقِ التَّنَاقُضُ كَقَوْلِنَا زَيْدٌ أَبٌ أَيْ لِعَمْرُو وَزَيْدٌ لَيْسَ بِأَبٍ أَيْ لِبَكْرٍ الثَّامِنَةُ وَحْدَةُ الْقُوَّةِ وَالْفِعْلِ فَإِنَّ النِّسْبَةَ إِذَا كَانَتْ فِي إِحْدَى الْقَضِيَّتَيْنِ بِالْفِعْلِ وَفِي الْآخَرَى بِالْقُوَّةِ لَمْ تَتَنَاقُضَا كَقَوْلِنَا الْخَمْرُ فِي الدَّنِّ مُسْكِرٌ أَيْ بِالْقُوَّةِ وَالْخَمْرُ فِي الدَّنِّ لَيْسَ بِمُسْكِرٍ أَيْ بِالْفِعْلِ فَهَذِهِ ثَمَانِيَّةُ شُرُوطٍ ذَكَرَهَا الْقَدَمَاءُ لِتَحَقُّقِ التَّنَاقُضِ.

ترجمہ: میں کہتا ہوں دو قضیے جو ایجاب اور سلب میں مختلف ہوں، یا تو دونوں مخصوصہ ہوں گے یا محصورہ، کیونکہ مہملہ جزئیہ کی قوت میں ہونے کی وجہ سے درحقیقت محصورات میں سے ہے، پس اگر دونوں مخصوصہ ہوں تو ان دونوں کے درمیان آٹھ وحدتوں کے متحقق ہونے کے بعد ہی تناقض متحقق ہوگا، پہلی وحدت، وحدت موضوع ہے اس لئے کہ اگر موضوع ان ہی دونوں میں مختلف ہو تو دونوں متناقض نہیں ہوں گے، کیونکہ ان دونوں کا صدق اور کذب ایک ساتھ جائز ہے، جیسے ہمارا قول زید قائم اور عمرو لیس بقائم، دوسری وحدت، وحدت محمول ہے، اس لئے کہ محمول کے مختلف ہونے کے وقت تناقض نہیں ہوتا، جیسے ہمارا قول زید قائم اور زید لیس بضاحک تیسری وحدت، وحدت شرط ہے، کیونکہ شرط کے مختلف ہونے کے وقت تناقض نہیں ہوتا، جیسے ہمارا قول الجسم مفرق للبصر، یعنی اس کے سفید ہونے کی شرط کے ساتھ اور الجسم لیس بمفرق للبصر، یعنی اس کے کالا ہونے کی شرط کے ساتھ، چوتھی وحدت، وحدت کل اور جزء ہے، اس لئے کہ جب کل اور جزء مختلف ہوں تو وہ متناقض نہ ہوں گے، جیسے ہمارا قول، حبشی کالا ہے، یعنی اس کا بعض اور حبشی کالا نہیں ہے، یعنی اس کا کل، پانچویں وحدت، وحدت زمان ہے اس لئے کہ تناقض نہیں ہوتا جب زمانہ مختلف ہو، جیسے ہمارا قول زید نائم ای لیلًا، اور زید لیس بنائم ای نہارًا، چھٹی وحدت، وحدت مکان ہے، اس لئے کہ مکان کے مختلف ہونے کی صورت میں تناقض نہیں ہوتا، جیسے ہمارا قول زید بیٹھا ہے، یعنی گھر میں اور زید بیٹھا نہیں ہے یعنی بازار میں، ساتویں وحدت، وحدت اضافت ہے، اس لئے کہ جب اضافت مختلف ہو تو تناقض متحقق نہ ہوگا، جیسے ہمارا قول، زید باپ ہے، عمر کا اور زید باپ نہیں ہے یعنی بکر کا۔ آٹھویں وحدت، وحدت قوت و فعل ہے، اس لئے کہ دو قضیوں میں سے ایک میں جب نسبت بالفعل ہو

اور دوسرے میں بالقوہ تو دونوں تناقض نہ ہوں گے، جیسے ہمارا قول، شراب مکا میں نشہ آور ہے، یعنی بالقوہ، اور شراب مکا میں نشہ آور نہیں ہے، یعنی بالفعل، پس یہ آٹھ شرطیں ہیں جن کو متقدمین نے تناقض کے تحقق کے لئے ذکر کیا ہے۔

تشریح: یہاں سے دو قضیہ کے درمیان تناقض کے تحقق کے لئے شرطیں بیان کی جا رہی ہیں، اس سے پہلے آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ قضیہ کی چار قسمیں ہیں: ۱- ٹھصہ مخصوصہ ۲- طبعیہ ۳- محصورہ ۴- مہملہ۔ لیکن ماتن نے صرف قضیہ مخصوصہ اور محصورہ کے شرائط تناقض بیان کئے ہیں، قضیہ مہملہ اور طبعیہ کے تناقض کو بیان نہیں کیا ہے، شارح اس کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ مہملہ چونکہ قضیہ جزئیہ کے درجہ میں ہے، اس لئے وہ محصورات میں داخل ہے، اور رہی بات طبعیہ کے نظر انداز کرنے کی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ دو قضیوں کے درمیان تناقض ممکن ہو، ان کا متعارف ہونا ضروری ہے، اور طبعیہ چونکہ متعارف نہیں ہے، اس لئے یہ اس سے خارج ہے، نیز نہ اس سے قیاسات مرکب ہوتے ہیں اور نہ فن منطق میں اس سے بحث ہوتی ہے، البتہ بعض مناطقہ نے اس کو مخصوصہ میں داخل کیا ہے، اس لئے اس کو الگ سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں، اب رہ گئے دو، (۱) مخصوصہ (۲) محصورہ، تو ان میں سے دو قضیہ مخصوصہ کے درمیان تناقض کے تحقق کے لئے آٹھ شرطوں کا ہونا ضروری ہے، جن کو بعض نے اس شعر میں ضبط کیا ہے۔

در تناقض ہشت وحدت شرط داں
وحدت موضوع و محمول و مکان
وحدت شرط و اضافت جزء و کل
قوت و فعل است در آخر زماں
یعنی تناقض میں آٹھ شرطوں کا ہونا ضروری ہے:

۱- دونوں قضیہ میں موضوع ایک ہو۔ ۲- دونوں قضیہ میں محمول ایک ہو۔ ۳- دونوں قضیوں کی جگہ ایک ہو۔ ۴- دونوں قضیوں کی شرط ایک ہو۔ ۵- دونوں قضیوں کی اضافت یعنی نسبت ایک ہو۔ ۶- دونوں قضیوں میں جزء و کل کا اختلاف نہ ہو۔ ۷- دونوں قضیے قوت و فعل کے اعتبار سے ایک ہوں۔ ۸- دونوں قضیوں کا زمانہ ایک ہو۔

ان شرائط میں سے اگر کوئی ایک شرط مفقود ہوگئی تو تناقض کا تحقق نہ ہوگا، اس لئے کہ اذافات الشرط فات المشروط، مشہور ضابطہ ہے، یعنی جب شرط نہ پائی جائے تو مشروط بھی نہیں پایا جائے گا۔ چنانچہ اب تناقض کے نہ پائے جانے کی مثالیں ملاحظہ ہوں۔

۱- پہلی شرط یہ تھی کہ دونوں قضیوں کا موضوع ایک ہو، پس اگر دونوں کا موضوع ایک نہ ہو تو تناقض نہ ہوگا، بلکہ وہ دونوں صادق بھی ہو سکتے ہیں، اور دونوں کا زب بھی ہو سکتے ہیں، جیسے زید قائم اور عمرو لیس بقائم دیکھئے اس مثال میں دونوں قضیوں کا موضوع ایک نہیں ہے، بلکہ پہلے کا موضوع زید ہے اور دوسرے کا موضوع عمرو ہے، لہذا ان میں تناقض نہیں ہے۔

۲- دوسری شرط یہ ہے کہ دونوں کا محمول ایک ہو، لہذا زید قائم اور زید لیس بضاحک، میں تناقض نہیں ہوگا، کیونکہ مثال مذکور میں دونوں قضیوں کا محمول ایک نہیں ہے، پہلے قضیہ کا محمول قائم ہے، اور دوسرے قضیہ کا محمول ضاحک ہے۔

۳- تیسری شرط یہ ہے کہ دونوں قضیوں میں شرط ایک ہو، پس اگر دونوں قضیے کے شرائط مختلف ہوں تو تناقض نہیں ہوگا، شرط کے مختلف ہونے کی دو صورتیں ہیں، اول یہ ہے کہ ایک قضیہ کسی شرط کے ساتھ مشروط ہے اور دوسرا مطلق ہے، کسی شرط کے ساتھ مشروط نہیں ہے، اور اختلاف شرط کی ثانی صورت یہ ہے کہ ایک قضیہ میں جو شرط ہے دوسرے قضیہ میں اس کے خلاف دوسری شرط ہے، ان دونوں صورتوں میں تناقض نہیں ہوگا، نیز یہ بات ذہن نشین رہے کہ شرط سے مراد "قید" ہے، اس میں حال، تمیز، آلہ اور مفعول نہ

سب داخل ہیں، تو جو قید پہلے قضیہ میں ہو، وہی قید دوسرے قضیہ میں بھی ہو، شرط میں اختلاف ہونے کی صورت میں تناقض نہیں ہوگا، جیسے جسم بنیائی کو خیرہ کر دیتا ہے، بشرطیکہ وہ جسم سفید ہو، اور جسم بنیائی کو خیرہ نہیں کرتا بشرطیکہ وہ کالا ہو، مثال مذکور میں تناقض نہیں ہے کیونکہ دونوں شرط ایک نہیں ہے، ایک میں ”سفید“ کی شرط ہے، اور ایک میں ”سیاہ“ کی شرط ہے۔

۴۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ دونوں قضیوں میں حکم جزو کل کے اعتبار سے ایک ہو، یعنی دونوں قضیوں میں حکم یا تو جزو ہو یا کل پر، پس اگر دونوں مختلف ہوں تو ان میں تناقض نہیں ہوگا، جیسے حبشی کالا ہے، یعنی اس کا بعض، اور حبشی کالا نہیں ہے، یعنی اس کا کل، ان میں تناقض نہیں ہے، اس لئے کہ ایک میں جزو اور دوسرے میں کل پر حکم ہے، حالانکہ تناقض کے لئے ان میں اتحاد ضروری ہے۔

۵۔ پانچویں شرط یہ ہے کہ دونوں میں زمانہ کے اعتبار سے اتحاد ہو، اس لئے کہ اگر زمانہ کے اعتبار سے اتحاد نہ ہو، بلکہ اختلاف ہو تو پھر تناقض نہیں ہوگا، یا تو دونوں صادق ہوں گے، یا دونوں کاذب ہوں گے، جیسے زید رات کو سوتا ہے، اور زید دن کو نہیں سوتا۔ ان دونوں میں تناقض نہیں ہے، کیونکہ یہاں دونوں کا زمانہ اور وقت ایک نہیں ہے، پہلے کا زمانہ رات ہے اور دوسرے کا زمانہ دن ہے۔

۶۔ چھٹی شرط یہ ہے کہ دونوں میں مکان اور جگہ متحد ہو، اگر مکان میں اختلاف ہو تو پھر تناقض نہ ہوگا، جیسے زید گھر میں بیٹھا ہے، اور زید بازار میں نہیں بیٹھا، اس مثال میں دونوں قضیوں میں جگہ ایک نہیں ہے، پہلے قضیے میں جگہ گھر ہے، اور دوسرے میں بازار ہے۔

۷۔ ساتویں شرط یہ ہے کہ دونوں قضیوں میں موضوع اور محمول کے درمیان اضافت یعنی نسبت کی حیثیت ایک ہو، پس اگر دونوں نسبت مختلف ہوں تو ان میں تناقض نہ ہوگا، جیسے زید عمر و کا باپ ہے اور زید بکر کا باپ نہیں ہے، چونکہ دونوں قضیوں میں اضافت ایک نہیں ہے، اس لئے ان میں تناقض نہیں ہے۔

۸۔ آٹھویں شرط یہ ہے کہ دونوں قضیوں میں حکم قوت و فعل کے اعتبار سے ایک ہو، اگر ایک میں بالقوہ حکم ہے تو دوسرے میں بھی بالقوہ حکم ہو، تب تناقض ثابت ہوگا، اگر ایک میں بالفعل حکم ہے تو دوسرے میں بھی بالفعل حکم ہو، تب تناقض ثابت ہوگا، اگر ایک میں بالفعل حکم ہو اور دوسرے میں بالقوہ حکم ہو، تو پھر تناقض نہیں ہوگا، جیسے شراب مٹکا میں بالقوہ نشہ آور ہے، اور شراب مٹکا میں بالفعل نشہ آور نہیں ہے، ان میں تناقض نہیں ہے، اس لئے کہ قوت و فعل کے اعتبار سے دونوں قضیوں میں اتحاد نہیں ہے، حالانکہ تناقض کے لئے یہ ضروری ہے۔ بالقوہ کا مطلب یہ ہے کہ اس میں صلاحیت اور استعداد موجود ہو، اگر چہ فی الحال وہ واقع نہیں ہے، اور بالفعل کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس وقت ہی موجود ہے۔

شارح کہتے ہیں کہ یہ آٹھ شرطیں ہیں، جن کو متقدمین مناطقہ نے دو قضیہ مخصوصہ میں تناقض کے تحقق کیلئے شرط قرار دیا ہے۔

وَرَدَّهَا الْمُتَأَخِّرُونَ إِلَى وَحْدَتَيْنِ وَحْدَةِ الْمَوْضُوعِ وَ وَحْدَةِ الْمَحْمُولِ فَإِنَّ وَحْدَةَ الْمَوْضُوعِ يَنْدَرِجُ فِيهَا وَحْدَةُ الشَّرْطِ وَ وَحْدَةُ الْكُلِّ وَ الْجُزْءِ أَمَّا إِنْ دَرَجَ وَ وَحْدَةُ الشَّرْطِ فَلِأَنَّ الْمَوْضُوعَ فِي قَوْلِنَا الْجِسْمُ مُفْرَقٌ لِلْبَصْرِ هُوَ الْجِسْمُ لَا مُطْلَقًا بَلْ بِشَرْطِ كَوْنِهِ أَيْضَ وَ الْمَوْضُوعُ فِي قَوْلِنَا الْجِسْمُ لَيْسَ بِمُفْرَقٍ لِلْبَصْرِ هُوَ الْجِسْمُ بِشَرْطِ كَوْنِهِ أَسْوَدَ فَ اخْتِلَافُ الشَّرْطِ يَسْتَتَبِعُ اخْتِلَافَ الْمَوْضُوعِ فَلَوْ اتَّحَدَ الْمَوْضُوعُ اتَّحَدَ الشَّرْطُ أَمَّا إِنْ دَرَجَ وَ وَحْدَةُ الْكُلِّ وَ الْجُزْءِ فَلِأَنَّ الْمَوْضُوعَ فِي قَوْلِنَا الزَّنْجِيُّ أَسْوَدَ بَعْضُ الزَّنْجِيِّ وَ فِي قَوْلِنَا الزَّنْجِيُّ لَيْسَ بِأَسْوَدَ كُلُّ الزَّنْجِيِّ وَ هُمَا مَخْتَلِفَانِ

وَ وَحْدَةُ الْمُحْمُولِ يَنْدَرِجُ فِيهَا الْوَحْدَاتُ الْبَاقِيَةُ أَمَّا إِنْ دَرَجَ وَ وَحْدَةُ الزَّمَانِ فَلِأَنَّ الْمُحْمُولَ فِي قَوْلِنَا زَيْدٌ نَائِمٌ لَيْلًا وَ فِي قَوْلِنَا زَيْدٌ لَيْسَ بِنَائِمٍ النَّائِمُ نَهَارًا فَاخْتِلَافُ الزَّمَانِ يَسْتَدْعِي اخْتِلَافَ الْمُحْمُولِ وَ أَمَّا إِنْ دَرَجَ وَ وَحْدَةُ الْمَكَانِ وَالْإِضَافَةُ وَ الْقُوَّةُ وَ الْفِعْلُ فَعَلَى ذَلِكَ الْقِيَاسُ .

ترجمہ: اور متاخرین نے صرف ان کو دو وحدتوں یعنی وحدت موضوع اور وحدت محمول کی طرف لوٹا دیا، اس لئے کہ وحدت موضوع میں وحدت شرط، وحدت کل و جزء داخل ہیں، بہر حال وحدت شرط کا داخل ہونا تو اس لئے ہے کہ ہمارے قول الجسم مفرق للبصر، میں موضوع مطلق جسم نہیں ہے، بلکہ اس کے سفید ہونے کی شرط کے ساتھ، اور ہمارے قول الجسم ليس بمفرق للبصر، میں بھی موضوع جسم ہے اس کے سیاہ ہونے کی شرط کے ساتھ، پس شرط کا اختلاف موضوع کے تابع ہے، پس اگر موضوع متحد ہو تو شرط بھی متحد ہوگی، بہر حال وحدت کل اور جزء کا داخل ہونا تو اس لئے ہے کہ ہمارے قول الزنجبی اسود میں موضوع زنجی بعض ہے، اور ہمارے قول الزنجبی ليس باسود میں موضوع زنجی کا کل ہے، اور یہ دونوں مختلف ہیں، اور وحدت محمول میں باقی وحدت داخل نہیں، بہر حال وحدت زمان کا داخل ہونا تو اس لئے ہے کہ ہمارے قول زید نائم میں محمول النائم لیلًا ہے، اور ہمارے قول زید ليس بنائم میں محمول النائم نہارًا ہے، پس زمانہ کا اختلاف محمول کے اختلاف کا تقاضا کرتا ہے، اور بہر حال وحدت مکان، اضافت اور قوت و فعل کا داخل ہونا تو اسی قیاس پر ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ متاخرین مناطق نے ان آٹھ وحدتوں کو صرف دو وحدتوں میں داخل کر دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ تقاض کے لئے وحدت موضوع اور وحدت محمول ضروری ہے، ان دونوں میں باقی تمام وحدت داخل ہیں، چنانچہ وحدت موضوع میں وحدت شرط وحدت کل اور جزء داخل ہے۔ وحدت موضوع میں وحدت شرط اس طرح داخل ہے کہ جب شرط مختلف ہو تو موضوع بھی مختلف ہو جاتا ہے، اور اگر موضوع متحد ہو تو شرط بھی ایک رہتی ہے، جیسے جسم بینائی کو خیرہ کر دیتا ہے، بشرطیکہ وہ سفید ہو، اور جسم بینائی کو خیرہ نہیں کرتا، بشرطیکہ وہ سیاہ ہو، اب یہاں چونکہ شرط میں اختلاف ہے اس لئے موضوع بھی مختلف ہو گیا، تو معلوم ہوا کہ اگر موضوع متحد ہو تو شرط بھی متحد ہوگی، اس لئے وحدت موضوع میں وحدت شرط داخل ہے، اور وحدت موضوع میں وحدت کل اور جزء اس طرح داخل ہے کہ مثلاً الزنجبی اسود، میں موضوع بعض زنجی ہے، اور الزنجبی ليس باسود میں موضوع کل زنجی ہے، ان دونوں قضیوں میں کل اور جزء میں اختلاف پایا گیا، اور یہ اختلاف موضوع کے اختلاف کا تقاضا کرتا ہے، لیکن اگر موضوع میں اتحاد ہو تو کل اور جزء میں بھی اتحاد ہوگا، لہذا وحدت کل اور جزء وحدت موضوع میں داخل ہے۔

اور باقی وحدت، یعنی وحدت زمان، مکان، اضافت اور وحدت قوت و فعل ”وحدت محمول“ میں داخل ہیں، وحدت زمان وحدت محمول میں اس طرح داخل ہے کہ مثلاً زید نائم میں محمول النائم لیلًا ہے، اور زید ليس بنائم میں محمول النائم نہارًا ہے، اس میں اختلاف زمان سے محمول میں اختلاف آ گیا ہے، لیکن اگر محمول میں اتحاد ہو تو زمان میں بھی اتحاد ہوگا، لہذا وحدت زمان، وحدت محمول میں داخل ہے، اور وحدت مکان اس طرح داخل ہے کہ مثلاً زید جالس فی الدار میں محمول جالس فی الدار ہے، اور زید ليس بجالس فی السوق میں محمول جالس فی السوق ہے، اس میں مکان کے مختلف ہونے سے محمول مختلف ہو گیا،

نہیں اگر محمول میں اتحاد ہو تو مکان میں بھی اتحاد ہوگا، اس لئے یہ کہا کہ وحدت مکان وحدت محمول میں داخل ہے، اور وحدت اضافت وحدت محمول میں اس طرح داخل ہے مثلاً زید عمرو کا باپ ہے، اس میں ”عمرو کا باپ“ محمول ہے، اور زید بکر کا باپ نہیں ہے، اس میں ”بکر کا باپ“ محمول ہے، دیکھئے اس میں اضافت کے اختلاف کی وجہ سے محمول میں اختلاف ہو گیا ہے، لیکن اگر محمول میں اتحاد ہو تو اضافت میں بھی ضرور اتحاد ہوگا اس لئے متاخرین نے یہ کہا کہ وحدت اضافت وحدت محمول میں داخل ہے، اور وحدت قوت وفعل وحدت محمول میں اس طرح داخل ہے کہ مثلاً سب انسان کاتب ہیں، اس میں محمول کا حکم بالقوہ ہے، اور سب انسان کاتب نہیں ہیں، اس میں محمول کا حکم بالفعل ہے، دیکھئے مثال مذکور میں قوت وفعل کے اختلاف سے محمول میں اختلاف واقع ہو گیا، لیکن اگر محمول میں اتحاد ہو تو قوت وفعل میں بھی ضرور اتحاد ہوگا، اس لئے یہ کہا کہ وحدت محمول میں وحدت قوت وفعل داخل ہے۔

وَرَدَّهَا الْفَارَابِيُّ إِلَى وَاحِدَةٍ وَاحِدَةٍ وَهِيَ وَاحِدَةُ النِّسْبَةِ الْحُكْمِيَّةِ حَتَّى يَكُونَ السَّلْبُ وَارِدًا عَلَى النِّسْبَةِ الَّتِي وَرَدَ عَلَيْهَا الْإِيجَابُ وَ عِنْدَ ذَلِكَ يَتَحَقَّقُ التَّنَاقُضُ جَزْمًا وَ إِنَّمَا كَانَتْ مَرْدُودَةً إِلَى تِلْكَ الْوَاحِدَةِ لِأَنَّهُ إِذَا اخْتَلَفَ شَيْءٌ مِنَ الْأُمُورِ الثَّمَانِيَةِ اخْتَلَفَتِ النِّسْبَةُ ضَرُورَةً أَنَّ نِسْبَةَ الْمَحْمُولِ إِلَى أَحَدِ الْأَمْرَيْنِ مُغَايِرَةٌ لِنِسْبَتِهِ إِلَى الْآخَرِ وَ نِسْبَةُ أَحَدِ الْأَمْرَيْنِ إِلَى الْآخَرِ بِشَرْطِ مُغَايِرَةِ لِنِسْبَةِ الْآخَرِ إِلَى شَيْءٍ مُغَايِرَةٍ لِنِسْبَةِ الْآخَرِ إِلَيْهِ وَ نِسْبَةُ أَحَدِ الْأَمْرَيْنِ إِلَى الْآخَرِ بِشَرْطِ مُغَايِرَةِ لِنِسْبَةِ الْآخَرِ إِلَى شَيْءٍ مُغَايِرَةٍ لِنِسْبَةِ الْآخَرِ إِلَيْهِ بِشَرْطِ آخَرَ وَ عَلَى هَذَا فَمَتَى اتَّحَدَتِ النِّسْبَةُ اتَّحَدَ الْكُلُّ.

ترجمہ: اور فارابی نے ان تمام کو ایک وحدت کی طرف لوٹا دیا۔ اور وہ نسبت حکمیہ کی وحدت ہے، یہاں تک کہ اس نسبت پر سلب وارد ہوگا جس پر ایجاب وارد ہوا ہے، اور اس وقت یقیناً تناقض متحقق ہوگا، اور یہ ایک وحدت کی طرف اس لئے لوٹائی گئی ہے کہ جب آٹھ امور میں سے کوئی ایک شئی مختلف ہوگی تو نسبت بھی مختلف ہوگی، اس بات کے یقینی ہونے کی وجہ سے کہ محمول کی نسبت امرین میں سے کسی ایک کی طرف اس کی دوسرے امر کی طرف نسبت کے مغایر ہے، اور دو امروں میں سے ایک کی نسبت کسی شئی کی طرف اس کی طرف دوسرے کی نسبت کے مغایر ہے، اور احد الامرین کی نسبت کسی کی طرف کسی شرط کے ساتھ اس کی طرف دوسری شرط کے ساتھ اس کی نسبت کے مغایر ہے، اس لئے جب نسبت متحد ہوگی تو تمام امور متحد ہوں گے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ شیخ فارابی نے ان تمام وحدتوں کو صرف ایک وحدت میں داخل مانا ہے، اور وہ نسبت حکمیہ کی وحدت ہے، کہ قضیہ میں جو نسبت ایجابیہ ہے اس پر سلب داخل کر دیا جائے تو تناقض متحقق ہو جاتا ہے، اس لئے کہ جب امور ثمانیہ میں سے کسی امر میں اختلاف ہوگا تو اس کی وجہ سے نسبت حکمیہ میں ضرور اختلاف ہوگا، اور وحدت نسبت نہیں پائی جائے گی جیسے زید قائم اور عمرو لیس بقائم، دیکھئے ان دونوں میں وحدت موضوع میں اختلاف ہے، تو جو نسبت پہلے قضیہ میں ہے، وہ نسبت دوسرے قضیہ میں نہیں رہی بلکہ اس میں بھی اختلاف ہو گیا، کیونکہ ایک شئی کی نسبت امرین متغایرین میں سے ایک کی طرف اور ہوتی ہے، اور دوسرے امر کو متغایر کی طرف، اور جیسے مثال مذکور میں قیام کی نسبت جو زید کی طرف ہے یہ اس نسبت کے مغایر ہے جو نسبت عمرو کی طرف ہے، اور امرین میں سے ایک کی نسبت ایک شئی کی طرف اس نسبت کے مغایر ہوتی ہے، جو اسی شئی کی طرف دوسرے امر کی نسبت ہو، جیسے زید جالس اور زید لیس بقائم دیکھئے ان دونوں قضیوں میں سے ایک میں جلوس کی

نسبت ہے اور دوسرے میں قیام کی نسبت ہے، تو معلوم ہوا کہ محمول کے مختلف ہونے سے نسبت بھی مختلف ہو جاتی ہے، اور دو امروں میں سے ایک کی نسبت دوسرے کی طرف ایک شرط کے ساتھ اس نسبت کے مغایر ہوتی ہے، جو دوسری شرط کے ساتھ اس امر کی طرف ہو، تو جب شرط اور جزء وکل کے مختلف ہونے سے موضوع میں اختلاف ہوگا تو نسبت بھی مختلف ہو جائے گی، اور جب زمان و مکان، اضافت اور قوت و فعل کے اختلاف کی وجہ سے محمول میں اختلاف ہوگا تو تب بھی نسبت مختلف ہو جائے گی، اور وحدت نسبت نہیں پائی جائے گی، تو معلوم ہوا کہ اگر نسبت میں اتحاد ہو تو تمام شرطیں بھی پائی جاتی ہیں، لیکن اگر کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو وحدت نسبت میں بھی اختلاف واقع ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے معلم ثانی شیخ ابونصر فارابی نے وحدت ثنائیہ کو صرف ایک وحدت یعنی وحدت نسبت میں داخل مانا ہے، یہ ساری تفصیلات دو قضیہ مخصوصہ کے تناقض کے بارے میں ہیں۔

وَإِنْ كَانَتِ الْقَضِيَّتَانِ مَحْصُورَتَيْنِ فَلَا بُدَّ مَعَ ذَلِكَ أَى مَعَ اتِّحَادِهِمَا فِي الْأُمُورِ الثَّمَانِيَةِ مِنْ اخْتِلَافِهِمَا فِي الْكَيْفِ أَى فِي الْكُلِّيَّةِ وَالْجُزْئِيَّةِ فَإِنَّهُمَا لَوْ كَانَتَا كُلَّتَيْنِ أَوْ جُزْئِيَّتَيْنِ لَمْ تَتَنَاقَضَا لِجَوَازِ كَذِبِ الْكُلِّيَّتَيْنِ وَصِدْقِ الْجُزْئِيَّتَيْنِ فِي كُلِّ مَادَّةٍ يَكُونُ الْمَوْضُوعُ فِيهَا أَعَمُّ مِنَ الْمَحْمُولِ كَقَوْلِنَا كُلُّ حَيَوَانٍ إِنْسَانٌ وَلَا شَيْءٌ مِنَ الْحَيَوَانِ بِإِنْسَانٍ فَإِنَّهُمَا كَاذِبَتَانِ وَكَقَوْلِنَا بَعْضُ الْحَيَوَانِ إِنْسَانٌ وَبَعْضُ الْحَيَوَانِ لَيْسَ بِإِنْسَانٍ فَإِنَّهُمَا صَادِقَتَانِ.

ترجمہ: اور اگر دو قضیہ محصورہ ہوں تو اس کے ساتھ ساتھ یعنی امور ثنائیہ میں ان دونوں کے متحد ہونے کے ساتھ ساتھ ان دونوں کا کم یعنی کلیت اور جزئیت میں مختلف ہونا ضروری ہے، اس لئے کہ اگر وہ دونوں کلیہ ہوں یا دونوں جزئیہ ہوں تو دونوں متناقض نہ ہوں گے، کیونکہ دو کلیوں کا کاذب ہونا اور دو جزئیوں کا صادق ہونا ممکن ہے، ہر اس مادہ میں جس میں موضوع محمول سے اعم ہو، جیسے ہمارا قول کل حیوان انسان اور لاشی من الحيوان بانسان پس بے شک یہ دونوں کاذب ہیں، اور جیسے ہمارا قول بعض الحيوان انسان اور بعض الحيوان ليس بانسان پس بیشک یہ دونوں صادق ہیں۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ دو قضیہ محصورہ میں تناقض کے تحقق کے لئے مذکورہ آٹھ شرطوں کے ساتھ ساتھ ایک نویں شرط بھی ضروری ہے، اور وہ یہ ہے کہ دونوں قضیہ کلیت یعنی کلیت اور جزئیت میں مختلف ہوں، یعنی اگر پہلا قضیہ کلیہ ہے تو دوسرا جزئیہ ہو، اور اگر پہلا قضیہ جزئیہ ہے تو دوسرا کلیہ ہو۔ دو محصورہ میں اس شرط کی زیادتی اس لئے کی گئی ہے کہ ہر وہ مادہ جس میں موضوع اعم ہو اور محمول اس سے اخص ہو، اور دونوں قضیہ کلیہ ہوں تو دونوں کاذب ہو جاتے ہیں، لہذا تناقض تحقق نہ ہو سکے گا، مثلاً کل حیوان انسان اور لاشی من الحيوان بانسان دیکھئے یہ دونوں قضیہ محصورہ ہیں اور دونوں میں موضوع حیوان ہے جو محمول یعنی انسان سے اعم ہے، اور کلیت یعنی کلیت اور جزئیت میں اختلاف کی شرط نہیں پائی جا رہی ہے، کیونکہ دونوں کلیہ ہیں، لہذا یہ دونوں قضیہ کاذب ہوں گے، اس لئے کہ ہر جب ان کا انسان ہونا غلط ہے، ورنہ تو گدھا، بیل، بھینس وغیرہ کو بھی انسان کہنا پڑے گا۔ اور یہ بھی غلط ہے کہ کوئی حیوان انسان نہ ہو، لہذا معلوم ہوا کہ دونوں قضیوں کا کلیت اور جزئیت کے اعتبار سے مختلف ہونا ضروری ہے۔ اگر یہ دونوں قضیہ جزئیہ ہوں تو یہ تناقض ہوگا، اور اگر یہ کلیہ ہوں تو یہ تناقض ہوگا، لہذا یہ دونوں کاذب ہوں گے جہاں

موضوع اعم اور محمول اخص ہو، جیسے بعض حیوان انسان اور بعض حیوان لیس بانسان دیکھئے یہ دونوں قضیے بھی محصورہ ہیں اور کلیت اور جزئیت میں دونوں مختلف نہیں ہیں، اور موضوع دونوں میں اعم ہے، اور یہ دونوں قضیے سچے ہیں اس لئے کہ یہ بھی صحیح ہے کہ بعض حیوان انسان ہیں، اور یہ بھی صحیح ہے کہ بعض حیوان انسان نہیں ہیں، جیسے بیل، بکری، بھینس وغیرہ، تو چونکہ کلیت کے اختلاف کے بغیر بعض مادوں میں تناقض متحقق نہیں ہو سکتا، اس لئے دو قضیہ محصورہ میں تناقض کے تحقق کے لئے دونوں کا کلیت اور جزئیت میں مختلف ہونا بھی ضروری ہے۔

فَإِنْ قُلْتِ الْجُزْئِيَّتَانِ إِنَّمَا تَتَصَادَقَانِ لِاخْتِلَافِ الْمَوْضُوعِ لَا لِاتِّحَادِ الْكَمِّيَّةِ فَإِنَّ الْبَعْضَ الْمَحْكُومَ عَلَيْهِ بِالْإِنْسَانِيَّةِ غَيْرُ الْبَعْضِ الْمَحْكُومِ عَلَيْهِ بِسَبَبِ الْإِنْسَانِيَّةِ فَقُولُ النَّظَرِ فِي جَمِيعِ الْأَحْكَامِ إِنَّمَا هُوَ إِلَى مَفْهُومِ الْقَضِيَّةِ وَلَمَّا لَوْ حِظَّ مَفْهُومُ الْجُزْئِيَّتَيْنِ وَهُوَ الْإِيجَابُ لِبَعْضِ الْأَفْرَادِ وَالسَّلْبُ عَنِ الْبَعْضِ لَمْ تَتَنَاقَظَا وَأَمَّا تَعْيِينُ الْمَوْضُوعِ فَأَمْرٌ خَارِجٌ عَنِ الْمَفْهُومِ فَإِنْ قُلْتِ أَلَيْسَ اِغْتَبَرُوا وَخُذَةُ الْمَوْضُوعِ فَمَا الْحَاجَةُ إِلَى اِغْتِبَارِ شَرْطٍ آخَرَ فِي الْمَحْصُورَاتِ قُلْتِ الْمُرَادُ بِالْمَوْضُوعِ الْمَوْضُوعُ فِي الذِّكْرِ لَا ذَاتُ الْمَوْضُوعِ وَالْأَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْكَلِمَةِ وَالْجُزْئِيَّةِ تَنَاقُضٌ فَإِنْ ذَاتُ الْمَوْضُوعِ فِي الْكَلِمَةِ جَمِيعُ الْأَفْرَادِ وَفِي الْجُزْئِيَّةِ بَعْضُهَا وَهُمَا مُخْتَلِفَانِ هَذَا كُلُّهُ إِذَا لَمْ يَكُنِ الْقَضِيَّتَانِ مُوجَّهَتَيْنِ وَأَمَّا إِذَا كَانَتَا مُوجَّهَتَيْنِ فَلَا بُدَّ مَعَ تِلْكَ الشَّرَاطِيطِ مِنْ شَرْطٍ آخَرَ فِي الْكُلِّ أَيْ فِي الْمَخْصُوصَاتِ وَالْمَحْصُورَاتِ وَهُوَ الْإِخْتِلَافُ فِي الْجِهَةِ لِأَنَّهُمَا لَوْ اتَّحَدَتَا فِي الْجِهَةِ لَمْ تَتَنَاقَظَا لِكُذِّبِ الضَّرُورَتَيْنِ فِي مَادَّةِ الْإِمْكَانِ كَقَوْلِنَا كُلُّ إِنْسَانٍ كَاتِبٌ بِالضَّرُورَةِ وَلَا شَيْءٌ مِنَ الْإِنْسَانِ بِكَاتِبٍ أَيْ بِالضَّرُورَةِ فَإِنَّهُمَا يَكْذِبَانِ لِأَنَّ اِيجَابَ الْكُتَابَةِ لِشَيْءٍ مِنَ أَفْرَادِ الْإِنْسَانِ لَيْسَ بِضَّرُورِيٍّ وَلَا سَلْبَهَا عَنْهُ وَصِدْقُ الْمُمَكِّنَتَيْنِ فِيهَا كَقَوْلِنَا كُلُّ إِنْسَانٍ كَاتِبٌ بِالْإِمْكَانِ وَلَيْسَ كُلُّ إِنْسَانٍ كَاتِبًا بِالْإِمْكَانِ فَقَدْ بَانَ أَنَّ اِخْتِلَافَ الْجِهَةِ لَا بُدَّ مِنْهُ فِي الْمَوْجَّهَاتِ.

ترجمہ: اور اگر تو اعتراض کرے کہ دونوں جزئیہ اختلاف موضوع کی وجہ سے صادق ہیں نہ کہ کلیت کے اتحاد کی وجہ سے، اس لئے کہ بعض وہ افراد جن پر انسانیت کا حکم لگایا گیا ہے، ان بعض افراد کے غیر ہیں جن پر انسانیت کے سلب کا حکم لگایا گیا ہے؟ تو ہم جواب دیں گے کہ تمام احکام میں قضیہ کے مفہوم ہی کی طرف نظر ہوتی ہے، اور جب جزئیہ کے مفہوم کا لحاظ کیا جائے، جو بعض افراد کے لئے ایجاب اور بعض سے سلب ہے، تو یہ دونوں تناقض نہیں رہتے۔ اور بہر حال موضوع کی تعیین تو وہ مفہوم سے ایک امر خارج ہے۔ پس اگر کوئی اعتراض کرے کہ کیا مناطقہ نے وحدت موضوع کا اعتبار نہیں کیا؟ تو پھر محصورات میں شرط آخر کے اعتبار کی کیا ضرورت؟ تو میں جواب دوں گا کہ موضوع سے مراد ذکر کے اعتبار سے موضوع ہے نہ کہ ذات موضوع، ورنہ تو کلیہ اور جزئیہ کے درمیان بھی تناقض نہ رہے گا، کیونکہ کلیہ میں ذات موضوع تمام افراد ہیں اور جزئیہ میں بعض افراد اور یہ دونوں مختلف ہیں، یہ تمام کے تمام اس وقت ہیں جب کہ دونوں قضیے موجہ نہ ہوں، اور بہر حال جب دونوں موجہ ہوں تو ان شرائط کے ساتھ ساتھ تمام میں یعنی مخصوصات اور محصورات سب میں ایک دوسری شرط کا بھی ہونا ضروری ہے، اور وہ جہت میں اختلاف ہے، اس لئے کہ اگر دونوں

قفیہ جہت میں متحد ہوں تو وہ تناقض نہ ہوں گے، مادہ امکان میں دو ضروریہ کے کاذب ہونے کی وجہ سے، جیسے ہمارا قول کل انسان کاتب بالضرورۃ اور لاشی من الانسان بکاتب ای بالضرورۃ پس بیشک یہ دونوں کاذب ہیں، اس لئے کہ انسان کے افراد میں سے کسی کے لئے نہ کتابت کا ایجاب ضروری ہے اور نہ اس کا سلب اس سے، اور اس میں دو ممکنہ کے صادق ہونے کی وجہ سے، جیسے ہمارا قول کل انسان کاتب بالامکان و لیس کل انسان کاتباً بالامکان، پس یہ بات ظاہر ہوگئی کہ موجہات میں جہت کا اختلاف بھی ضروری ہے۔

تشریح: اس سے پہلے یہ کہا گیا تھا کہ بعض مادوں میں چونکہ دو جزئیہ صادق ہوتے ہیں اس لئے تناقض کے تحقق کے لئے دونوں قضیوں کا کیت یعنی کلیت اور جزئیت کے اعتبار سے مختلف ہونا ضروری ہے، اس پر معترض کہتا ہے کہ دو جزئیات جو صادق ہو رہی ہیں، یہ کیت کے اتحاد کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ موضوع کے اختلاف کی وجہ سے ہے، دلیل یہ ہے کہ جزئیتیں یعنی بعض الحيوان الانسان اور بعض الحيوان لیس بانسان میں حیوان کے جن افراد پر انسانیت کے ثبوت کا حکم ہے انہیں پر انسانیت کی نفی کا حکم نہیں ہے، بلکہ وہ دوسرے افراد پر ہے جو سابقہ افراد کا غیر ہیں، تو معلوم ہوا کہ جزئیتیں کا صدق کیت کے اتحاد کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ موضوع کے اختلاف کی وجہ سے ہے، لہذا دو قضیوں میں تناقض کے تحقق ہونے کے لئے کیت کے اعتبار سے اختلاف کو شرط قرار دینا صحیح نہیں؟ شارح نے فنقول الخ سے اس اعتراض کا جواب دیا ہے، حاصل جواب یہ ہے کہ تمام احکام میں قضیہ کے مفہوم کا اعتبار ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب دو جزئیہ کے مفہوم کا لحاظ کیا جائے جو بعض افراد کے لئے ایجاب اور بعض سے سلب ہے تو پھر دونوں تناقض نہیں رہتے، اس لئے ان میں تناقض کے تحقق کے لئے ایک شرط کا اضافہ ضروری ہے، اور وہ "اختلاف کمیت" ہے، احکام میں قضیہ کے خارجی امر کا اعتبار نہیں ہوتا، اور جو آپ نے اعتراض میں موجبہ جزئیہ اور سالبہ جزئیہ کے افراد میں تعین اور تفریق کی ہے کہ موجبہ جزئیہ میں جن افراد کے لئے حکم ثابت ہو رہا ہے یہ اور ہیں اور سالبہ جزئیہ میں جن افراد سے حکم کی نفی ہو رہی ہے، یہ اور افراد ہیں، یہ ایک خارجی امر ہے، اس کا اعتبار یہاں تناقض کے لئے نہیں ہو سکتا، ورنہ تو لازم آئے گا کہ جزئیات کا تناقض خارجی امر کے اعتبار کرنے کی وجہ سے ہو رہا ہے، جو صحیح نہیں ہے، لہذا اختلاف کیت کا اعتبار کیا جائے گا، کیونکہ کیت قضایا کے مفہومات میں داخل ہے، اس کے بغیر تناقض کا تحقق نہیں ہو سکتا، اس لئے دو قضیہ محصورہ میں تناقض کے تحقق کے لئے اختلاف کیت کا اعتبار ضروری ہے۔

فان قلت الیس اعتبار واحد الموضوع الخ اس عبارت میں شارح نے ایک دوسرا اعتراض ذکر کیا ہے کہ وہ یہ ہے کہ معترض کہتا ہے کہ تناقض میں وحدت موضوع کو شرط قرار دیا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ دو قضیہ کے موضوع کلیت اور جزئیت میں مختلف نہ ہوں، بلکہ متحد ہوں، تو پھر محصورات میں اختلاف کیت کو کیوں شرط قرار دیا گیا ہے؟

شارح نے قلت الخ سے اس کا جواب دیا ہے، حاصل جواب یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں ہیں، ایک سے موضوع فی الذکر اور ایک سے ذات موضوع اور ان دونوں کے درمیان فرق نہ کرنے کی وجہ سے آپ نے یہ اعتراض کر دیا، حالانکہ ان کے درمیان فرق ہے، اور تناقض کے لئے جس موضوع کی وحدت شرط قرار دیا ہے اس سے مراد موضوع فی الذکر اور عنوان موضوع ہے، نہ کہ ذات موضوع، دلیل یہ ہے کہ اگر اس سے ذات موضوع مراد لی جائے تو پھر کلیہ اور جزئیہ کے درمیان کوئی تناقض نہیں رہے گا، اس لئے کہ ان دونوں میں ذات موضوع مختلف ہوتی ہے، قضیہ کلیہ میں ذات موضوع تمام افراد ہوتے ہیں اور جزئیہ میں بعض افراد ہوتے ہیں،

گویا اس صورت میں وحدت موضوع کی شرط جو کہ تناقض کے تحقق کے لئے ضروری ہے، نہیں پائی گئی، لہذا پھر کلیہ اور جزئیہ کے درمیان کوئی تناقض نہ ہونا چاہئے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، اس لئے وحدت موضوع سے مراد موضوع فی الذکر اور عنوان موضوع ہے، نہ کہ ذات موضوع، جب بات ایسی ہے تو پھر محصورات میں تناقض کے لئے اختلاف کمیت کی شرط بھی ضروری ہے۔

دوقضیہ موجدہ میں تناقض کے لئے اختلاف جہت کی شرط بھی ضروری ہے

شارح فرماتے ہیں کہ تناقض کے تحقق کے لئے اب تک جن شرائط کا ذکر کیا گیا یہ اس وقت ہے جب دونوں قضیے موجدہ نہ ہوں، بلکہ مخصوصہ اور محصورہ ہوں، لیکن اگر دونوں قضیے موجدہات میں سے ہوں، تو ان میں تناقض کے تحقق کے لئے مذکورہ نو شرطوں کے علاوہ ایک اور شرط ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ دونوں قضیے جہت میں ایک دوسرے سے مختلف ہوں، اگر موجدہ میں جہت کے اندر اختلاف نہ ہو تو تناقض نہ ہوگا، دلیل یہ ہے کہ امکان کے مادہ میں دوسرے کا ذب ہو جاتے ہیں، حالانکہ تناقض میں ایک قضیہ صادق اور دوسرا کاذب ہوتا ہے، جیسے کل انسان کاتب بالضرورة، اور لاشی من الانسان بکاتب بالضرورة، دیکھئے یہ دونوں قضیے موجدہ ہیں اور یہ دونوں امکان کے مادے ہیں، لیکن دونوں کی جہت میں چونکہ اختلاف نہیں ہے بلکہ دونوں قضیے میں جہت ایک ہے، یعنی بالضرورة اس لئے یہ دونوں کاذب ہو گئے، اس لئے کہ پہلے قضیہ میں کہا گیا ہے کہ ہر انسان کا کاتب ہونا ضروری ہے حالانکہ یہ غلط ہے، اور دوسرے قضیہ میں کہا گیا ہے کہ کسی بھی انسان کا کاتب نہ ہونا ضروری ہے، حالانکہ یہ بھی غلط ہے، کیونکہ نہ ہی ہر انسان کا کاتب ہونا ضروری ہے اور نہ کسی انسان کا کاتب نہ ہونا ضروری ہے، بلکہ دونوں ممکن ہیں۔ اسی طرح امکان کے مادہ میں دو ممکنہ صادق ہو جاتے ہیں، جیسے کل انسان کاتب بالامکان العام، و لاشی من الانسان بکاتب بالامکان العام، دیکھئے یہ دونوں قضیے مادہ امکان میں ہیں اور دونوں کی جہت مختلف نہیں ہے بلکہ دونوں میں جہت امکان عام کی ہے، اس لئے یہ دونوں صادق ہو گئے اس لئے کہ پہلے قضیے میں کہا گیا ہے کہ ہر انسان کا کاتب ہونا ممکن ہے، اور دوسرے قضیہ میں کہا گیا ہے کہ ہر انسان کا کاتب نہ ہونا ممکن ہے، اور یہ دونوں باتیں سچ ہیں اور صحیح ہیں۔ تو چونکہ ان میں اختلاف جہت کی شرط نہیں پائی گئی اس لئے تناقض نہیں ہے، اگر ان دونوں صورتوں میں جہتیں مختلف ہوتیں، تو ایک قضیہ صادق اور ایک کاذب ہوتا، یعنی ان میں تناقض ہوتا، پس معلوم ہوا کہ دوقضیہ موجدہ میں مذکورہ نو شرطوں کے ساتھ ساتھ دوسری شرط یعنی اختلاف جہت کا ہونا ضروری ہے۔

فَقَالَ فَنَقِیْضُ الضَّرُورِیَّةِ الْمُطْلَقَةِ الْمُمَكِّنَةِ الْعَامَّةِ لِأَنَّ سَلْبَ الضَّرُورَةِ مَعَ الضَّرُورَةِ مِمَّا یَتَنَاقِضَانِ جَزْمًا وَ نَقِیْضُ الدَّائِمَةِ الْمُطْلَقَةِ الْمُطْلَقَةِ الْعَامَّةِ لِأَنَّ السَّلْبَ فِی كُلِّ الْأَوْقَاتِ یُنَافِیْهِ الْإِیْجَابُ فِی الْبَعْضِ وَ بِالْعَكْسِ وَ نَقِیْضُ الْمَشْرُوطَةِ الْعَامَّةِ الْحَیْثُیَّةِ الْمُمَكِّنَةِ أَعْنِیَ الَّتِی حُكِمَ فِیْهَا بِرَفْعِ الضَّرُورَةِ بِحَسَبِ الْوَصْفِ عَنِ الْجَانِبِ الْمُخَالَفِ كَقَوْلِنَا كُلُّ مَنْ بِهِ ذَاتُ الْجَنْبِ یُمْكِنُ أَنْ یَعْلَ فِی بَعْضِ أَوْقَاتٍ كَوْنُهُ مَجْنُوبًا وَ نَقِیْضُ الْعُرْفِیَّةِ الْعَامَّةِ الْحَیْثُیَّةِ الْمُطْلَقَةِ أَعْنِیَ الَّتِی حُكِمَ فِیْهَا بِثُبُوتِ الْمَحْمُولِ لِلْمَوْضُوعِ أَوْ سَلْبِهِ عَنْهُ فِی بَعْضِ أَحْیَانٍ وَ صِفِ الْمَوْضُوعِ وَ مِثَالُهَا مَا مَرَّ أَقُولُ إَعْلَمُ أَوَّلًا أَنَّ نَقِیْضُ كُلِّ شَیْءٍ رَفْعُهُ وَ هَذَا الْقَدْرُ كَافٍ فِی اخْتِلَافِ الْقِیَاضِ لِقِیَاضِ قِیَاضٍ حَتَّى أَنْ كُلُّ قِیَاضٍ یَكُونُ نَقِیْضًا رَفْعُ تِلْكَ الْقِیَاضِ فَمَآذَا قُلْنَا كُلُّ إِنْسَانٍ حَیٌّ أَنْ سَالَمَهُ قُوَّةٌ فَتَنَقِیْضُهَا أَنَّهُ لَبَسَ كَذَلِكَ

وَحَكَبَ فِي سَائِرِ الْقَضَايَا لَكِنْ إِذَا رُفِعَ الْقَضِيَّةُ فَرُبَّمَا يَكُونُ نَفْسُ رَفْعِهَا قَضِيَّةً لَهَا مَفْهُومٌ مُحْصَلٌ مُعَيَّنٌ عِنْدَ الْعَقْلِ مِنَ الْقَضَايَا الْمُعْتَبَرَةِ وَرُبَّمَا لَمْ يَكُنْ رَفْعُهَا قَضِيَّةً لَهَا مَفْهُومٌ مُحْصَلٌ عِنْدَ الْعَقْلِ مِنَ الْقَضَايَا بَلْ يَكُونُ لِرَفْعِهَا لَازِمٌ مُسَاوٍ لَهُ مَفْهُومٌ مُحْصَلٌ عِنْدَ الْعَقْلِ فَأَخَذَ ذَلِكَ اللَّازِمَ الْمُسَاوِيَ فَأُطْلِقَ اسْمُ النَّقِیْضِ عَلَيْهِ تَجَوُّزًا فَحَصَلَ لِنَقَائِضِ الْقَضَايَا مَفْهُومَاتٌ مُحْصَلَةٌ عِنْدَ الْعَقْلِ وَإِنَّمَا حَصَلَتْ بِلَا تِلْكَ الْمَفْهُومَاتِ وَلَمْ يَكُنْ بِالْقَدْرِ الْإِجْمَالِيِّ فِي أَخِذِ النَّقِیْضِ لَيْسَهَلُ اسْتِعْمَالُهَا فِي الْأَحْكَامِ فَالْمُرَادُ بِالنَّقِیْضِ فِي هَذَا الْفَصْلِ أَخِذُ الْأَمْرَيْنِ أَمَّا نَفْسُ النَّقِیْضِ أَوْ لَازِمُهُ الْمُسَاوِي.

ترجمہ: ماتن نے کہا: پس ضروریہ مطلقہ کی نقیض ممکنہ عام ہے، اس لئے کہ سلب ضرورت، ضرورت کے ساتھ ان چیزوں میں سے ہے جو یقیناً دونوں متناقض ہیں، اور دائرہ مطلقہ کی نقیض مطلقہ عامہ ہے، اس لئے کہ تمام اوقات میں سلب کے بعض اوقات میں ایجاب منافی ہے، اور اس کے برعکس، اور مشروطہ عامہ کی نقیض حیدیہ ممکنہ ہے، یعنی وہ قضیہ جس میں جانب مخالف سے ضرورت و صفیہ کے رفع کا حکم لگایا گیا ہو، جیسے ہر وہ شخص جس کو نمونیہ ہو، نمونیہ ہونے کی حالت میں بعض اوقات میں کھانا ممکن ہے، اور عرفیہ عامہ کی نقیض حیدیہ مطلقہ ہے، یعنی وہ قضیہ جس میں موضوع کے لئے محمول کے ثبوت کا یا موضوع سے محمول کی نفی کا حکم لگایا گیا ہو و صفیہ موضوع کے بعض اوقات میں، اور اس کی مثال وہی ہے جو گزری۔ میں کہتا ہوں: اولاً آپ جان لیجئے کہ ہر شئی کی نقیض اس کا رفع ہے، اور ہر ہر قضیہ کی نقیض اخذ کرنے میں اتنی بات کافی ہے، یہاں تک کہ ہر قضیہ کی نقیض اس قضیہ کا رفع ہے، پس جب ہم کہیں کل انسان حیوان بالضرورۃ تو اس کی نقیض انہ لیس کذلک، ہوگی، اسی طرح باقی قضایا میں ہوگا، لیکن جب قضیہ کا رفع کیا جائے تو بسا اوقات اس کا نفس رفع ہی ایسا قضیہ ہوتا ہے، جس کے لئے عقل کے نزدیک قضایا معتبرہ سے منہوم محصل معین ہوتا ہے، اور بسا اوقات اس کا رفع ایسا قضیہ نہیں ہوتا جس کے لئے عقل کے نزدیک قضایا سے منہوم محصل ہوتا ہے۔ بلکہ اس کے رفع کے لئے ایسا لازم مساوی ہوتا ہے جس کے لئے عقل کے نزدیک منہوم محصل ہوتا ہے۔ پس اس لازم مساوی کو لیکر اس پر مجازاً نقیض کا اطلاق کر دیا گیا، چنانچہ عقل کے نزدیک قضایا کی نقیضوں کے لئے منہومات محصلہ حاصل کر لیے جاتے ہیں، اور بلاشبہ منہومات حاصل کیے گئے ہیں اور نقیض کے لینے میں قدر اجمالی پر اکتفا نہیں کیا گیا ہے، تاکہ احکام میں اس کا استعمال آسان ہو جائے، پس اس فصل میں نقیض سے احدا الامرین مراد ہے یا تو نفس نقیض یا اس کا لازم مساوی۔

تشریح: یہاں سے ماتن نے موجهات بسیطہ کے نقائص کو بیان کیا ہے، لیکن شارح قضایا بسیطہ موجهہ کی نقیض بیان کرنے سے پہلے نقیض کی تعریف اور اس کے متعلق کچھ باتیں ذکر کر رہے ہیں۔

نقیض: ہر چیز کی نقیض یہ ہے کہ اس کا رفع کر دیا جائے اور اس کو اٹھا دیا جائے، یہ نقیض کا بہت اجمالی خاکہ ہے، شارح فرماتے ہیں کہ کسی بھی قضیہ کی نقیض نکالنے کے لئے یہ اجمالی خاکہ ہی کافی ہے کہ ہر قضیہ کی نقیض اس کا رفع ہے، چنانچہ جب ہم کہیں کہ ہر انسان ضروری طور پر حیوان ہے، تو اس کی نقیض یہ ہوگی کہ ایسا نہیں ہے۔ جب یہ بات ہے تو پھر اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ جب نقیض کے نکالنے میں اجمالی مقدمہ کافی ہے تو پھر موجهات کے نقائص کی تفصیل کیوں بیان کی جاتی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نقائص کو تفصیل سے اس وجہ سے بیان کیا ہے کہ جب قضیہ کا رفع کیا جائے تو اس نقیض کی دو صورتیں ہیں۔

- ۱- کبھی تو اس قضیہ کے نفسِ رفع ہی سے ایسا قضیہ حاصل ہو جاتا ہے جو عقل کے پاس ایک معین مفہوم ہوتا ہے، جو منطقہ کے نزدیک معتبر ہوتا ہے۔ اور حقیقت اس کو پہلے قضیہ کی نفیض کہا جاتا ہے۔
- ۲- کبھی نفسِ رفع سے ایسا قضیہ حاصل نہیں ہوتا، بلکہ وہ قضیہ نفسِ رفع کے لئے لازم مساوی ہوتا ہے، جس کا عقل کے پاس ایک مفہوم حاصل ہوتا ہے، تو اس لازم مساوی پر بھی مجازاً نفیض کا اطلاق کر دیا جاتا ہے۔ اور اخذِ نفیض میں اجمال پر اکتفاء نہیں کیا گیا، تا کہ ان نقائص کو قضایا کے احکام یعنی عکس مستوی، عکس نفیض اور قیاسات کی دلیل خلف میں اس کا استعمال کرنا آسان ہو، اور کوئی پریشانی نہ ہو۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس فصل میں نفیض سے مراد دو اموروں میں سے کوئی ایک ہے،
- ۱- نفسِ نفیض ۲- نفیض کا لازم مساوی۔ نفسِ نفیض جیسے ضروریہ مطلقہ کی نفیض ممکنہ عامہ ہے، اور نفیض کا لازم مساوی جیسے دائمہ مطلقہ کی نفیض ممکنہ عامہ ہے۔

وَإِذَا عَرَفْتَ هَذَا فَنَقُولُ نَقِيضُ الضَّرُورَةِ الْمُطْلَقَةِ الْمُمَكِّنَةُ الْعَامَّةُ لِأَنَّ الْإِمْكَانَ الْعَامَّ هُوَ سَلْبُ الضَّرُورَةِ عَنِ الْجَانِبِ الْمُخَالَفِ لِلْحُكْمِ وَلَا خِفَاءَ فِي أَنَّ اثْبَاتِ الضَّرُورَةِ فِي الْجَانِبِ الْمُخَالَفِ وَ سَلْبُهَا فِي ذَلِكَ الْجَانِبِ مِمَّا يَتَنَاقِضَانِ فَضَّرُورَةُ الْإِيجَابِ نَقِيضُهَا سَلْبُ ضَّرُورَةِ الْإِيجَابِ وَ سَلْبُ ضَّرُورَةِ الْإِيجَابِ هُوَ بَعِيْنُهُ إِمْكَانٌ عَامٌّ سَالِبٌ وَ ضَّرُورَةُ السَّلْبِ نَقِيضُهَا سَلْبُ ضَّرُورَةِ السَّلْبِ وَ هُوَ بَعِيْنُهُ إِمْكَانٌ عَامٌّ مُوجِبٌ وَ كَذَلِكَ إِمْكَانُ الْإِيجَابِ نَقِيضُهُ سَلْبُ إِمْكَانِ الْإِيجَابِ أَيْ سَلْبُ سَلْبِ الضَّرُورَةِ السَّلْبِ الَّذِي هُوَ بَعِيْنُهُ ضَّرُورَةُ السَّلْبِ وَ إِمْكَانُ السَّلْبِ نَقِيضُهُ سَلْبُ إِمْكَانِ السَّلْبِ أَيْ سَلْبُ سَلْبِ ضَّرُورَةِ الْإِيجَابِ الَّذِي هُوَ بَعِيْنُهُ ضَّرُورَةُ الْإِيجَابِ.

ترجمہ: اور جب آپ یہ جان چکے تو ہم کہتے ہیں کہ ضروریہ مطلقہ کی نفیض ممکنہ عامہ ہے، اس لئے کہ امکان عام وہ حکم کی جانب مخالف سے ضرورت کا سلب ہے، اور اس میں کوئی خفاء نہیں ہے کہ جانب مخالف میں ضرورت کا اثبات اور اسی جانب میں ضرورت کا سلب دونوں متناقض ہیں، پس ضرورتِ الایجاب کی نفیض سلب ضرورتِ الایجاب ہے، اور سلب ضرورتِ الایجاب بعینہ ممکنہ عامہ سالبہ ہے، اور ضرورتِ السلب کی نفیض سلب ضرورتِ السلب ہے اور یہ بعینہ ممکنہ عامہ موجبہ ہے، اور اسی طرح ”امکانِ الایجاب“ کی نفیض، امکانِ ایجاب کا سلب ہے، یعنی سلب سلب ضرورتِ السلب ہے، جو بعینہ ضرورتِ السلب ہے، اور سلب کے امکان کی نفیض سلب کے امکان کا سلب ہے یعنی سلب سلب ضرورتِ الایجاب جو بعینہ ضرورتِ الایجاب ہے۔

تشریح: شارح کہتے ہیں کہ جب نفیض کے سلسلے میں آپ کو تفصیلی بات معلوم ہوگئی تو اب ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ ضروریہ مطلقہ کی نفیض ممکنہ عامہ ہے، اس لئے کہ ضروریہ مطلقہ میں جانب مخالف کے اندر ضرورت کو ثابت کیا جاتا ہے، اور ممکنہ عامہ میں جانب مخالف سے ضرورت کی نفی کی جاتی ہے، اور یہ بات ظاہر و باہر ہے کہ جب ایک قضیہ میں ایک جانب کے اندر ضرورت کو ثابت کیا جائے اور دوسرے قضیہ میں اسی جانب سے ضرورت کی نفی کی جائے تو لامحالہ ایک صادق اور دوسرا کاذب ہوگا اور اسی کا نام تناقض ہے، شارح نے ایجاب اور سلب دونوں اعتبار سے نقائص بیان کیے ہیں۔ چنانچہ کہا ہے کہ ضروریہ مطلقہ موجبہ کی نفیض ممکنہ عامہ سالبہ ہے، اور

ضروریہ مطلقہ سالبہ کی نفیض ممکنہ عامہ موجبہ ہے، لیکن شارح نے اس کو اصطلاحی الفاظ میں بیان کیا ہے، ان اصطلاحات کی تشریح سنئے!

۱- ضرورۃ الایجاب، اس سے ضروریہ مطلقہ موجبہ مراد ہے۔

۲- سلب ضرورۃ الایجاب، اس سے ممکنہ عامہ سالبہ مراد ہے۔

۳- سلب الضرورۃ، اس سے ضروریہ مطلقہ سالبہ مراد ہے۔

۴- سلب ضرورۃ السلب، اس سے ممکنہ عامہ موجبہ مراد ہے۔

یعنی ضروریہ مطلقہ موجبہ ثبوت کے ضروری ہونے پر دلالت کرتا ہے، اور ضرورۃ الایجاب کا یہی مفہوم ہے، اور سالبہ ممکنہ عامہ اسی ثبوت کے سلب ضرورت پر دلالت کرتا ہے، اور سلب ضرورۃ الایجاب کا مفہوم بھی یہی ہے، اسی لئے شارح نے کہا کہ ضرورۃ الایجاب کی نفیض سلب ضرورۃ الایجاب ہے، اور ضروریہ مطلقہ سالبہ سلب کے ضروری ہونے پر دلالت کرتا ہے، اور ضرورۃ السلب کا بعینہ یہی مفہوم ہے، اور موجبہ ممکنہ عامہ سلب کے ضروری نہ ہونے پر دلالت کرتا ہے، اور سلب ضرورۃ السلب کا بعینہ یہی مفہوم ہے، اور ضرورۃ السلب اور سلب ضرورۃ السلب کے درمیان تناقض ہے اسی لئے شارح نے کہا، کہ ضرورۃ السلب کی نفیض سلب ضرورۃ السلب ہے، یہ تفصیل شارح نے ضروریہ مطلقہ کے اعتبار سے بیان کی ہے، اب اسی کی مزید وضاحت کے لئے ممکنہ عامہ کے اعتبار سے بیان کر رہے ہیں، اور اس میں بھی ایجاب اور سلب دونوں اعتبار سے نقائص بیان کی ہیں چنانچہ فرمایا ہے کہ ممکنہ عامہ موجبہ کی نفیض ضروریہ مطلقہ سالبہ ہے، اور ممکنہ عامہ سالبہ کی نفیض ضروریہ مطلقہ موجبہ ہے۔ شارح نے اس کو بھی اصطلاحی الفاظ کے پیرائے میں بیان کیا ہے، جن کی تفصیل یہ ہے۔

۱- سلب ضرورۃ السلب، اس سے ممکنہ عامہ موجبہ مراد ہے۔

۲- سلب سلب ضرورۃ السلب، اس سے ضروریہ مطلقہ سالبہ مراد ہے۔

۳- سلب ضرورۃ الایجاب، اس سے ممکنہ عامہ سالبہ مراد ہے۔

۴- سلب سلب ضرورۃ الایجاب، اس سے ضروریہ مطلقہ موجبہ مراد ہے۔

یعنی ممکنہ عامہ موجبہ میں جانب مخالف سے ضرورت کے سلب کا حکم ہوتا ہے، اور یہی سلب ضرورۃ السلب کا مفہوم ہے، اور ضروریہ مطلقہ سالبہ میں سلب کے ضروری ہونے کا حکم ہوتا ہے، اور یہی سلب سلب ضرورۃ السلب کا مفہوم ہے، اسی لئے شارح نے کہا کہ امکان ایجاب یعنی سلب ضرورۃ السلب کی نفیض سلب امکان ایجاب یعنی سلب سلب ضرورۃ السلب ہے۔ اور امکان السلب یعنی ممکنہ عامہ سالبہ میں ثبوت کے ضروری نہ ہونے کا حکم ہوتا ہے، اور یہی سلب ضرورۃ الایجاب کا مفہوم ہے، اور ضروریہ مطلقہ موجبہ میں ثبوت کے ضروری ہونے کا حکم ہوتا ہے اور یہی سلب امکان السلب یعنی سلب سلب ضرورۃ الایجاب کا مفہوم ہے، اسی لئے شارح نے کہا کہ سلب امکان السلب کی نفیض ضرورۃ الایجاب ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ امکان ایجاب یعنی ممکنہ عامہ موجبہ کی نفیض سلب امکان یعنی سلب سلب ضرورۃ السلب ہے اور اسی کا نام ضروریہ مطلقہ سالبہ ہے، اور امکان السلب یعنی ممکنہ عامہ سالبہ کی نفیض سلب امکان السلب یعنی سلب سلب ضرورۃ الایجاب ہے، یہی ضروریہ مطلقہ موجبہ ہے۔

وَنَقِیْضُ الدَّائِمَةِ الْمُطْلَقَةِ الْعَامَّةِ لِأَنَّ السَّلْبَ فِی كُلِّ الْأَوَاقَاتِ یُنَافِیْهِ الْإِیْجَابُ فِی

الْبَعْضُ وَبِالْعَكْسِ أَى الْإِيجَابُ فِى كُلِّ الْأَوْقَاتِ يُنَافِيهِ السَّلْبُ فِى الْبَعْضِ وَ إِنَّمَا قَالَ يُنَافِيهِ بِخِلَافٍ مَا قَالَ فِى الضَّرُورِيَّةِ لِأَنَّ إِطْلَاقَ الْإِيجَابِ لَا يُنَاقِضُ دَوَامَ السَّلْبِ بَلْ يُلَازِمُ نَقِيضُهُ فَإِنَّ دَوَامَ السَّلْبِ نَقِيضُهُ رَفْعُ دَوَامِ السَّلْبِ وَ يُلْزِمُهُ إِطْلَاقُ الْإِيجَابِ لِأَنَّهُ إِذَا لَمْ يَكُنِ الْمَحْمُولُ دَائِمَ السَّلْبِ لَكَانَ إِذَا دَائِمَ الْإِيجَابِ أَوْ ثَابِتًا فِى بَعْضِ الْأَوْقَاتِ دُونَ بَعْضٍ وَ أَيًّا مَا كَانَ يَتَحَقَّقُ إِطْلَاقُ الْإِيجَابِ وَ كَذَلِكَ دَوَامُ الْإِيجَابِ يُنَاقِضُهُ رَفْعُ دَوَامِ الْإِيجَابِ وَ إِذَا رُفِعَ دَوَامُ الْإِيجَابِ فِيمَا أَنَّ يَدُومُ السَّلْبُ أَوْ يَتَحَقَّقُ السَّلْبُ فِى بَعْضِ الْأَوْقَاتِ دُونَ بَعْضٍ وَ عَلَى كِلَا التَّقْدِيرَيْنِ فَإِطْلَاقُ السَّلْبِ لَازِمٌ جَزْمًا وَ هَكَذَا الْبَيَانُ فِى أَنَّ نَقِيضَ الْمُطْلَقَةِ الْعَامَّةِ الدَّائِمَةِ الْمُطْلَقَةُ فَإِنَّهُ إِذَا لَمْ يَكُنِ الْإِيجَابُ فِى الْجُمْلَةِ يُلْزَمُ السَّلْبُ دَائِمًا وَ إِذَا لَمْ يَكُنِ السَّلْبُ فِى الْجُمْلَةِ يُلْزَمُ الْإِيجَابُ دَائِمًا.

ترجمہ: اور دائمہ مطلقہ کی نفیض مطلقہ عامہ ہے اس لئے کہ تمام اوقات میں سلب کے منافی ایجاب فی البعض ہے اور اس کے برعکس یعنی تمام اوقات میں ایجاب کے منافی سلب فی البعض ہے، اور ماتن نے ”ینافیہ“ کہا بخلاف اس کے جو ضروریہ میں کہا ہے اس لئے کہ ایجاب کا اطلاق دوام السلب کے مناقض نہیں ہے، بلکہ اس کی نفیض کو لازم ہے، اس لئے کہ دوام السلب کی نفیض، رفع دوام السلب ہے، اور اس کو اطلاق ایجاب لازم ہے، اس لئے کہ جب محمول دائم السلب نہ ہو تو یا دائم الایجاب ہوگا یا بعض اوقات میں ثابت ہوگا، اور بعض میں نہ ہوگا، اور جوئی بھی صورت ہو، اطلاق ایجاب متحقق ہوگا اور اسی طرح دوام الایجاب کے مناقض رفع دوام الایجاب ہے، اور جب دوام الایجاب مرتفع ہو گیا تو یا تو سلب دائمی ہوگا یا سلب بعض اوقات میں متحقق ہوگا، اور بعض میں نہ ہوگا۔ اور بہر دو صورت اطلاق سلب یقیناً لازم ہے، اور اسی طرح اس میں بیان ہے کہ مطلقہ عامہ کی نفیض دائمہ مطلقہ ہے اس لئے کہ جب ایجاب فی الجملہ نہ ہو تو سلب دائمی لازم ہوگا اور جب سلب فی الجملہ نہ ہو تو ایجاب دائمی لازم ہوگا۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے دائمہ مطلقہ کی نفیض بیان کی ہے، چنانچہ فرمایا کہ دائمہ مطلقہ کی نفیض مطلقہ عامہ ہے، اس لئے کہ مطلقہ میں دوام کو ثابت کیا جاتا ہے اور مطلقہ عامہ میں دوام کی نفی کی جاتی ہے، اور ظاہر ہے کہ دوام اور سلب دوام ایک دوسرے کی نفیض ہیں، لہذا دائمہ مطلقہ کی نفیض مطلقہ عامہ ہوگی، شارح نے اسی کو اس انداز سے بیان کیا ہے، کہ دائمہ مطلقہ سالبہ میں تمام اوقات میں موضوع سے محمول کی نفی ہوتی ہے اور مطلقہ عامہ موجبہ میں بعض اوقات میں موضوع کے لئے محمول کا ثبوت ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ تمام اوقات میں سلب اور بعض اوقات میں ثبوت میں منافات ہے، اسی طرح اس کے برعکس ہے، یعنی تمام اوقات میں ایجاب جو دائمہ مطلقہ موجبہ میں ہوتا ہے، اور بعض اوقات میں سلب جو مطلقہ عامہ سالبہ میں ہوتا ہے، ان میں منافات ہے، لہذا دائمہ مطلقہ موجبہ کی نفیض مطلقہ عامہ سالبہ اور دائمہ مطلقہ سالبہ کی نفیض مطلقہ عامہ موجبہ ہے۔

و انما قال ینافیہ الخ اس عبارت میں منافی اور مناقض کے درمیان فرق بیان کر رہے ہیں چنانچہ فرمایا ہے کہ ماتن نے ضروریہ مطلقہ کی نفیض کے موقع پر ”یتناقضان“ کہا ہے اور یہاں دائمہ مطلقہ کی نفیض کے بیان میں ”ینافیہ“ کہا ہے، دراصل اس سے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ ضروریہ مطلقہ کی نفیض ممکنہ عامہ صریح ہے اور قضایا معتبرہ میں سے ہے، اس لئے وہاں ”یتناقضان“ کہا ہے، لیکن دائمہ مطلقہ کی نفیض مطلقہ عامہ صریح نہیں ہے، بلکہ یہ اس کو لازم ہے، مجازاً اس کو نفیض کہا جاتا ہے، اس اجمال کی تفصیل

یہ ہے کہ دائرہ مطلقہ سالبہ میں دوام السلب ہوتا ہے، یعنی موضوع سے محمول دائمی طور پر مسلوب ہوتا ہے، اور دوام السلب کی نفیض ”رفع دوام السلب“ ہے مطلقہ عامہ موجبہ اس کی نفیض نہیں ہے بلکہ اس کی نفیض کو لازم ہے، اس لئے کہ رفع دوام السلب کا مطلب یہ ہے کہ محمول موضوع سے دائرہ السلب نہیں تو پھر وہ یا تو دائرہ الایجاب ہوگا یا بعض اوقات میں ثابت ہوگا اور بعض اوقات میں ثابت نہ ہوگا، جو کسی بھی صورت ہو مطلقہ عامہ موجبہ بہر حال تحقق ہو جائے گا، وہ اس طرح کہ جب محمول دائمی طور پر ثابت ہوگا تو اس میں مطلقہ عامہ موجبہ بھی پایا جائے گا اس لئے کہ دوام اطلاق سے اعلیٰ ہے، اور اعلیٰ میں ادنیٰ پایا جاتا ہے، اور اگر بعض اوقات میں موضوع کے لئے محمول ثابت ہو اور بعض اوقات میں ثابت نہ ہو، تو اس میں مطلقہ عامہ موجبہ کا پایا جانا بالکل ظاہر ہے، اس طرح دائرہ مطلقہ میں ”دوام الایجاب“ ہوتا ہے، تو اس کی نفیض ”رفع دوام الایجاب“ ہوگی، مطلقہ عامہ سالبہ اس کی نفیض نہیں ہے، بلکہ اس کی نفیض یعنی رفع دوام الایجاب کو لازم ہے، اور دوام الایجاب کے رفع کی دو صورتیں ہیں (۱) محمول ہمیشہ مسلوب ہو، (۲) بعض اوقات میں محمول مسلوب ہو، اور بعض اوقات میں محمول مسلوب نہ ہو، ان دونوں میں جو کسی بھی صورت ہو مطلقہ عامہ سالبہ ضرور تحقق ہو جائے گا، اس لئے کہ مطلقہ عامہ میں جہت اطلاق کی ہوتی ہے، اور دائرہ مطلقہ میں دوام کی جہت ہوتی ہے، اور دوام اطلاق سے اعلیٰ ہے، اور اعلیٰ میں ادنیٰ پایا جاتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ رفع دوام الایجاب جو دوام الایجاب کی نفیض ہے اور رفع دوام السلب جو دوام سلب کی نفیض ہے، ان کے مفہوم کو ادا کرنے کے لئے نفس الامر میں کوئی قضیہ نہیں ہے، لیکن چونکہ ان نقائص کو مطلقہ عامہ لازم ہے، اس لئے مطلقہ عامہ کو مجازاً دائرہ مطلقہ کی نفیض کہہ دیا جاتا ہے، نفیض کا یہ بیان دائرہ مطلقہ کی جہت سے تھا۔

اب ھکذا البیان الخ سے شارح مطلقہ عامہ کی جہت سے نفیض کو بیان کر رہے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ مطلقہ عامہ موجبہ کی نفیض دائرہ مطلقہ سالبہ ہے، اس لئے کہ مطلقہ عامہ موجبہ میں الایجاب فی الجملہ ہوتا ہے، تو الایجاب فی الجملہ کی نفیض رفع اطلاق الایجاب ہوگی، اور رفع اطلاق الایجاب کا مفہوم وہ فی الجملہ ثابت نہیں ہے، اور جب وہ فی الجملہ ثابت نہیں ہے تو پھر دوام السلب اس کو لازم ہوگا، یہی دائرہ مطلقہ سالبہ ہے، اور مطلقہ عامہ سالبہ کی نفیض دائرہ مطلقہ موجبہ ہے اس لئے کہ جب سلب فی الجملہ نہ ہو، تو دوام الایجاب اس کو لازم ہوگا، اور دائمی طور پر الایجاب کا ہونا ہی دائرہ مطلقہ موجبہ ہے، لہذا مطلقہ عامہ سالبہ کی نفیض دائرہ مطلقہ موجبہ ہے، اور مطلقہ عامہ موجبہ کی نفیض دائرہ مطلقہ سالبہ ہے۔

وَنَقِیْضُ الْمَشْرُوطَةِ الْعَامَّةِ الْحَبِیْئَةِ الْمُمَمِّكَةِ وَهِيَ الَّتِي يُحْكَمُ فِيهَا بِسَلْبِ الضَّرُورَةِ بِحَسَبِ
الْوَصْفِ مِنَ الْجَانِبِ الْمُخَالَفِ كَقَوْلِنَا كُلُّ مَنْ بِهِ ذَاتُ الْجَنْبِ يُمَكِّنُ أَنْ يَسْغَلَ فِي بَعْضِ أَوْقَاتٍ
كَوْنِهِ مَجْنُوبًا وَ ذَلِكَ لِأَنَّ نَسْبَتَهَا إِلَى الْمَشْرُوطَةِ الْعَامَّةِ كَنَسْبَةِ الْمُمَمِّكَةِ الْعَامَّةِ إِلَى الضَّرُورَةِ
الْمُطْلَقَةِ فَكَمَا أَنَّ الضَّرُورَةَ بِحَسَبِ الذَّاتِ تَنَاقُضُ سَلْبَ الضَّرُورَةِ بِحَسَبِ الذَّاتِ كَذَلِكَ
الضَّرُورَةُ بِحَسَبِ الْوَصْفِ تَنَاقُضُ سَلْبَ الضَّرُورَةِ بِحَسَبِ الْوَصْفِ .

ترجمہ: اور مشروطہ عامہ کی نفیض حیثیہ ممکنہ ہے اور وہ وہ (قضیہ) ہے جس میں جانب مخالف سے ضرورت وصفیہ کے سلب کا حکم لگایا گیا ہو، جیسے ہمارا قول ہر وہ شخص جس کو نمونیہ ہو نمونیہ ہونے کی حالت میں بعض اوقات کھانا ممکن ہے، اور یہ اس لئے کہ اس کی نسبت مشروطہ عامہ کی طرف ایسی ہے کہ جیسے ممکنہ عامہ کی نسبت ضرورت یہ مطلقہ کی طرف، تو جس

طرح ضرورۃ ذاتیہ سلب ضرورۃ وصفیہ سلب ضرورۃ وصفیہ کے مناقض ہوگی۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے مشروطہ عامہ کی نفیض بیان کی ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ مشروطہ عامہ کی نفیض حیدہ ممکنہ ہے، حیدہ ممکنہ اگرچہ موجبہ سلب ہے، لیکن مشہور و معتبر نہیں ہے، اس کا اعتبار مشروطہ عامہ کی نفیض میں ضرورت کی بناء پر کیا گیا ہے، اور چونکہ موجبات کی بحث میں اس کا تذکرہ نہیں کیا گیا ہے، اس لئے شارح نے یہاں اس کی تعریف بھی بیان کی ہے، کہ حیدہ ممکنہ وہ قضیہ سلب ہے جس میں جانب مخالف سے ضرورۃ وصفیہ کے سلب کا حکم لگایا گیا ہو، جیسے ہر وہ شخص جس کو نمونیہ ہو، نمونیہ کی حالت میں کسی وقت اس کا کھانا ممکن ہے، دیکھئے اس قضیہ میں حکم کی جانب مخالف یعنی نہ کھانا ضروری نہیں ہے، ممکن ہے کہ کھانی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ کھانی نہ ہو۔

شارح فرماتے ہیں کہ مشروطہ عامہ کی نفیض حیدہ ممکنہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح ضروریہ مطلقہ کی نفیض ممکنہ عامہ ہے، تو جس طرح ضرورۃ ذاتیہ یعنی ضروریہ مطلقہ ضرورۃ ذاتیہ کے سلب یعنی ممکنہ عامہ کے مناقض ہے اسی طرح ضرورۃ وصفیہ یعنی مشروطہ عامہ ضرورۃ وصفیہ کے سلب یعنی ممکنہ عامہ کے مناقض ہے اور جس طرح ممکنہ عامہ ضروریہ مطلقہ کی نفیض صریح ہے اسی طرح حیدہ ممکنہ مشروطہ عامہ کی نفیض صریح ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ مشروطہ عامہ موجبہ کی نفیض حیدہ ممکنہ سالبہ آتی ہے، اس لئے کہ مشروطہ عامہ موجبہ میں بحسب الوصف ایجاب کے ضروری ہونے کا حکم ہوتا ہے، تو اس کی نفیض کو رفع ضرورۃ الایجاب بحسب الوصف ہوگی، جس کا مطلب یہ ہے کہ ایجاب بحسب الوصف ضروری نہیں ہے، جب ایجاب ضروری نہیں، تو یا سلب ضروری ہوگا یا بعض افراد میں سلب اور بعض افراد میں ایجاب ہوگا، جوئی بھی صورت ہو، ہر حال میں حیدہ ممکنہ سالبہ ضرور صادق ہوگا، اور اگر مشروطہ عامہ سالبہ ہو تو اس کی نفیض حیدہ موجبہ ہوگی۔ کیونکہ مشروطہ عامہ سالبہ میں بحسب الوصف سلب کے ضروری نہ ہونے کا حکم ہوتا ہے، تو حیدہ موجبہ ممکنہ موجبہ میں بحسب الوصف ایجاب کے ضروری ہونے کا حکم ہوتا ہے، تو جب سلب بحسب الوصف ضروری نہ ہو، تو ایجاب بحسب الوصف ضروری ہوگا، یا بعض میں ایجاب اور بعض میں سلب ہوگا، جوئی بھی صورت ہو، بہر حال حیدہ موجبہ ممکنہ موجبہ ضرور صادق ہوگا۔

نفیض کی یہ تقریر مشروطہ کی جہت سے تھی، اور حیدہ ممکنہ کی جہت سے نفیض کی تقریر یہ ہے کہ حیدہ ممکنہ موجبہ کی نفیض مشروطہ عامہ سالبہ ہے، کیونکہ حیدہ ممکنہ موجبہ میں امکان ایجاب بحسب الوصف یعنی بحسب الوصف سلب ضرورۃ السلب کا حکم ہوتا ہے، اور یہ قاعدہ ہے کہ جب دونی جمع ہو جائیں تو دونی ملکر مثبت ہو جاتی ہیں، لہذا ”ضرورۃ بحسب الوصف“ باقی رہ گیا جس کا مطلب یہ ہے کہ جس میں بحسب الوصف سلب ضروری ہے اور یہ یعنی مشروطہ عامہ سالبہ ہے، اور اگر حیدہ ممکنہ سالبہ ہو تو اس کی نفیض مشروطہ عامہ موجبہ ہوگی، اس لئے کہ حیدہ ممکنہ سالبہ میں امکان السلب بحسب الوصف یعنی سلب ضرورۃ الایجاب بحسب الوصف کا حکم ہوتا ہے، تو اس کی نفیض ہوگی امکان السلب بحسب الوصف یعنی سلب سلب ضرورۃ الایجاب بحسب الوصف، قاعدہ مذکورہ کے پیش نظر یہاں بھی دونوں سلب ملکر اثبات کا فائدہ دیگا، تو ضرورۃ الایجاب بحسب الوصف باقی رہ گیا اور یہ یعنی مشروطہ عامہ موجبہ ہے۔

وَنَقِیْضُ الْعُرْفِیَّةِ الْعَامَّةِ الْحِیْنِیَّةِ الْمُطْلَقَةِ وَهِيَ الَّتِیْ یُحْکَمُ فِیْهَا بِالثَّبُوتِ أَوِ السَّلْبِ بِالْفِعْلِ فِیْ بَعْضِ أَوْقَاتٍ وَصِفِ الْمَوْضُوعِ وَمِثَالُهَا مَا مَرَّ مِنْ قَوْلِنَا کُلُّ مَنْ بِهِ ذَاتُ الْجَنْبِ یَسْعَلُ بِالْفِعْلِ فِیْ بَعْضِ

أَوْقَاتٍ كَوْنُهُ مَخْنُونًا وَنَسَبَتْهَا إِلَى الْعُرْفِيَّةِ الْعَامَّةِ كَنَسَبَةِ الْمُطْلَقَةِ إِلَى الدَّائِمَةِ فَكَمَا أَنَّ الدَّوَامَ بِحَسَبِ
الذَّاتِ يُنَافِي الإِطْلَاقَ بِحَسَبِهَا كَذَلِكَ الدَّوَامُ بِحَسَبِ الوَصْفِ يُنَافِي الإِطْلَاقَ بِحَسَبِهِ.

ترجمہ: اور عرفیہ عامہ کی نفیض حیدیہ مطلقہ ہے، اور وہ وہ (تضییہ) ہے جس میں موضوع کے وصف کے بعض اوقات میں بالفعل ثبوت یا سلب کا حکم لگایا گیا ہو، اور اس کی مثال وہ ہے جو ہمارے قول، ہر وہ شخص جس کو نمونیہ ہو تو نمونیہ ہونے کے بعض اوقات میں اس کا بالفعل کھانا ممکن ہے، اور اس کی نسبت عرفیہ عامہ کی طرف ایسی ہی ہے جیسے اس کی مطلقہ عامہ کی نسبت دائرہ مطلقہ کی طرف تو جس طرح دوام بحسب الذات اطلاق بحسب الذات کے منافی ہے تو اسی طرح دوام بحسب الوصف اطلاق بحسب الوصف کے منافی ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے عرفیہ عامہ کی نفیض بیان کی ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ عرفیہ عامہ کی نفیض حیدیہ مطلقہ ہے، اور حیدیہ مطلقہ بھی اگرچہ موجهات میں سے ہے، لیکن یہ قضایا معتبرہ میں سے نہیں ہے، اس کا اعتبار یہاں صرف عرفیہ عامہ کی نفیض میں ضرورت کی بناء پر کیا گیا ہے، اور چونکہ ماقبل میں اس کی تعریف نہیں بیان کی گئی ہے اس لئے شارح نے یہاں اس کی تعریف بھی ذکر کی ہے، کہ حیدیہ مطلقہ وہ تضییہ موجدہ بسیطہ ہے جس میں وصف موضوع کے بعض اوقات میں موضوع کے لئے ثبوت محمول یا موضوع سے سلب محمول کا بالفعل حکم لگایا گیا ہو، جیسے جو شخص نمونیہ میں مبتلا ہو تو اس کے لئے نمونیہ کے بعض اوقات میں بالفعل کھانا بھی ممکن ہے، اور نہ کھانا بھی ممکن ہے۔ شارح فرماتے ہیں کہ حیدیہ مطلقہ کی نسبت عرفیہ عامہ کی طرف ایسی ہی ہے جیسا کہ مطلقہ عامہ کی نسبت دائرہ مطلقہ کی طرف ہے تو جس طرح دوام بحسب الذات یعنی دائرہ مطلقہ اطلاق بحسب الذات یعنی مطلقہ عامہ کے منافی ہے اسی طرح دوام بحسب الوصف یعنی عرفیہ عامہ اطلاق بحسب الوصف یعنی حیدیہ مطلقہ کے منافی ہے، اور جس طرح مطلقہ عامہ دائرہ مطلقہ کی نفیض صریح نہیں ہے، اسی طرح حیدیہ مطلقہ عرفیہ عامہ کی نفیض صریح نہیں ہے، بلکہ اس کی نفیض رفع کو لازم ہے اور اس کے مساوی ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ عرفیہ عامہ موجدہ کی نفیض حیدیہ مطلقہ سالبہ آتی ہے، کیونکہ عرفیہ عامہ موجدہ میں دوام الایجاب بحسب الوصف کا حکم ہوتا ہے، تو دوام الایجاب بحسب الوصف کی نفیض رفع دوام الایجاب بحسب الوصف ہوگی، یعنی بحسب الوصف موضوع کے لئے محمول کا ثبوت دائمی نہیں ہے، اور جب محمول کا ثبوت موضوع کے لئے دائمی نہیں ہے تو پھر اس کی دو صورتیں ہیں یا تو موضوع سے محمول بحسب الوصف دائمی طور پر مسلوب ہوگا، یا بعض اوقات میں ثابت اور بعض اوقات میں مسلوب ہوگا جس صورت کو بھی اختیار کیا جائے حیدیہ مطلقہ سالبہ ہر حال میں صادق ہوگا، اور اگر عرفیہ عامہ سالبہ ہو تو اس کی نفیض حیدیہ مطلقہ موجدہ آتی ہے، کیونکہ عرفیہ عامہ سالبہ میں دوام السلب بحسب الوصف کا حکم ہوتا ہے، یعنی دائمی طور پر محمول موضوع سے بحسب الوصف مسلوب ہوتا ہے، تو دوام السلب بحسب الوصف کی نفیض، رفع دوام السلب بحسب الوصف ہوگی، یعنی محمول دائم السلب نہیں ہے تو اب اس کی دو صورتیں ہیں یا تو محمول دائم الایجاب ہوگا یا بعض اوقات میں ثابت ہوگا اور بعض اوقات میں ثابت نہ ہوگا، جو کسی بھی صورت ہو، حیدیہ مطلقہ موجدہ ہر حال صادق ہوگا۔

اور حیدیہ مطلقہ کی جہت سے نفیض کی تقریر یہ ہوگی کہ حیدیہ مطلقہ موجدہ کی نفیض عرفیہ عامہ سالبہ ہے، کیونکہ حیدیہ مطلقہ موجدہ میں

اطلاق الایجاب بحسب الوصف کا حکم ہوتا ہے، تو اس کی نفی رفع اطلاق الایجاب بحسب الوصف ہوگی، یعنی اس میں فی الجملہ ایجاب نہیں، جب فی الجملہ ایجاب نہیں تو دوام السلب بحسب الوصف ہوگا، اور یہ بعینہ عرفیہ عامہ سالبہ ہے، اور حقیقہ مطلقہ سالبہ کی نفی عرفیہ عامہ موجبہ ہے، اس لئے کہ حقیقہ مطلقہ سالبہ میں اطلاق السلب بحسب الوصف کا حکم ہوتا ہے، تو اس کی نفی رفع اطلاق السلب بحسب الوصف ہوگی، یعنی محمول بحسب الوصف فی الجملہ سلب نہیں، اور جب محمول بحسب الوصف فی الجملہ سلب نہیں، تو وہ بحسب الوصف دائم الایجاب ہوگا، اور یہ بعینہ عرفیہ عامہ موجبہ ہے۔

فائدہ: ماتن وشارح نے بسائط میں سے وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ کی تفہیمیں بیان نہیں کیں، دو وجہ سے، ایک وجہ تو یہ ہے کہ آئندہ مباحث میں ان کی نفیوں سے کوئی غرض وابستہ نہیں ہے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب دوسرے تمام قضایا بسطہ کی تفہیمیں بیان کی جا چکیں تو اس سے التزامی طور پر ان کی نقائص بھی سمجھی جاسکتی ہیں۔

نقشہ نقائص موجہات بسطہ

نمبر شمار	اصل قضیہ	مثال	نفی قضیہ
۱	موجبہ کلیہ ضروریہ مطلقہ	کل انسان حیوان بالضرورۃ	سالبہ جزئیہ ممکنہ عامہ
۲	سالبہ کلیہ ضروریہ مطلقہ	لاشی من الانسان بحجر بالضرورۃ	موجبہ جزئیہ ممکنہ عامہ
۳	موجبہ کلیہ دائمہ مطلقہ	کل انسان حیوان بالدوام	سالبہ جزئیہ مطلقہ عامہ
۴	سالبہ کلیہ دائمہ مطلقہ	لاشی من الانسان بحجر بالدوام	موجبہ جزئیہ مطلقہ عامہ
۵	موجبہ کلیہ مشروطہ عامہ	کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کاتباً	سالبہ جزئیہ حقیقہ مطلقہ
۶	سالبہ کلیہ مشروطہ عامہ	لاشی من الانسان بساکن الاصابع بالضرورۃ مادام کاتباً	موجبہ جزئیہ حقیقہ ممکنہ
۷	موجبہ کلیہ عرفیہ عامہ	کل کاتب متحرک الاصابع بالدوام مادام کاتباً	سالبہ جزئیہ حقیقہ مطلقہ
۸	سالبہ کلیہ عرفیہ عامہ	لاشی من الکاتب بساکن الاصابع بالدوام مادام کاتباً	موجبہ جزئیہ حقیقہ مطلقہ

قَالَ وَأَمَّا الْمُرَكَّبَاتُ فَإِنْ كَانَتْ كُلِّيَّةً فَتَقْيِضُهَا أَحَدُ نَقِيضِي جُزْئِيهَا وَذَلِكَ جَلِيٌّ بَعْدَ الْإِحَاطَةِ بِحَقَائِقِ الْمُرَكَّبَاتِ وَنَقَائِضِ الْبَسَائِطِ فَإِنَّكَ إِذَا تَحَقَّقْتَ أَنَّ الْوُجُودِيَّةَ اللَّادَائِمَةَ تَرَكِّيُّهَا مِنْ مُطْلَقَتَيْنِ عَامَّتَيْنِ إِحْدَاهُمَا مُوجِبَةٌ وَالْأُخْرَى سَالِبَةٌ وَأَنَّ نَقِيضَ الْمُطْلَقَةِ هُوَ الدَّائِمَةُ تَحَقَّقْتَ أَنَّ نَقِيضَهَا أَمَّا الدَّائِمَةُ الْمُخَالَفَةُ أَوْ الدَّائِمَةُ الْمُوَافِقَةُ: أَقُولُ الْقَضِيَّةُ الْمُرَكَّبَةُ عِبَارَةٌ عَنْ مَجْمُوعِ قَضِيَّتَيْنِ مُخْتَلِفَتَيْنِ بِالْإِيجَابِ وَالسَّلْبِ فَتَقْيِضُهَا رَفْعُ ذَلِكَ الْمَجْمُوعِ لَكِنْ رَفْعُ الْمَجْمُوعِ إِنَّمَا يَكُونُ بِرَفْعِ أَحَدِ جُزْئِيهِ لَا عَلَى التَّعْيِينِ فَإِنْ جُزْئِيهِ إِذَا تَحَقَّقًا تَحَقَّقَ الْمَجْمُوعُ وَرَفْعُ أَحَدِ الْجُزْئَيْنِ هُوَ أَحَدُ نَقِيضِي الْجُزْئَيْنِ لَا عَلَى التَّعْيِينِ فَيَكُونُ لِأَزْمًا مُسَاوِيًا لِنَقِيضِ الْمُرَكَّبَةِ وَهُوَ الْمَفْهُومُ الْمُرَدَّدُ بَيْنَ نَقِيضِي الْجُزْئَيْنِ لِأَنَّ أَحَدَ النَقِيضَيْنِ مَفْهُومٌ مُرَدَّدٌ بَيْنَهُمَا فَلَيْقَ أَمَّا هَذَا النَقِيضُ وَ أَمَّا ذَلِكَ النَقِيضُ وَ بِالْحَقِيقَةِ هُوَ مُنْفَصِلَةٌ مَانِعَةُ الْخُلُوعِ مُرَكَّبَةٌ مِنْ نَقِيضِي الْجُزْئَيْنِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا: اور بہر حال مرکبات پس اگر وہ کلیہ ہوں تو ان کی نقیض ان کے دونوں جزوں کی نقیضوں میں سے ایک ہوگی، اور یہ مرکبات کی حقائق اور بسائط کی نقائص کا احاطہ کر لینے کے بعد بالکل واضح ہے، اس لئے کہ جب تو یہ معلوم کر چکا کہ وجودیہ لادائمہ کی ترکیب دو مطلقہ عامہ سے ہوتی ہے، ان میں سے ایک موجبہ ہوتا ہے اور دوسرا سالبہ اور یہ مطلقہ کی نقیض دائمہ ہے تو یہ بات بھی آپ جان گئے کہ اس کی نقیض یا دائمہ مخالفہ ہے یا دائمہ موافقہ۔ میں کہتا ہوں: قضیہ مرکب ایسے دو قضیوں کے مجموعہ کا نام ہے جو ایجاب اور سلب کے اعتبار سے مختلف ہوں، تو اس کی نقیض اس مجموعہ کا رفع ہوگی، لیکن اگر مجموعہ کا رفع اس کے دو جزوں میں سے ایک کے لای علی التعین رفع سے ہوگا، اس لئے کہ جب اس کے دونوں جز متحقق ہوں گے تو مجموعہ متحقق ہوگا، اور جزین میں سے ایک کا رفع وہ جزین کی دو نقیضوں میں سے ایک ہے، لہذا وہ مرکب کی نقیض کے لئے لازم مساوی ہوگا، یہی جزین کی نقیضوں کے درمیان مفہوم مرزدہ ہے، اس لئے کہ وہ نقیضوں میں سے ایک ان دونوں کے درمیان مفہوم مرزدہ ہے، چنانچہ اِما هذا النقيض و اِما ذلك النقيض کہا جائے گا، وہ حقیقت میں منفصلہ مانعہ الخلو ہے جو جزین کی نقیض سے مرکب ہے۔

تشریح: اس سے پہلے بسائط کی نقیض بیان کی جا رہی تھی، اب یہاں سے موجہات مرکبات کی نقائص بیان کی جا رہی ہیں، چونکہ مرکبات میں کلیہ اور جزئیہ کے نقائص کا طریقہ الگ الگ ہے اس لئے ماتن نے پہلے کلیات کی نقائص بیان کی ہیں، چونکہ قضیہ مرکب ایسے دو قضیوں سے مرکب ہوتا ہے، جو ایجاب اور سلب کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں، اگر قضیہ مرکب موجبہ ہو تو پہلا قضیہ جو صراحتہ مذکور ہوتا ہے، موجبہ ہوگا، اور دوسرا قضیہ جو اشارۃ مذکور ہوتا ہے، سالبہ ہوگا، اور آپ کو یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ہر شئی کی نقیض اس کا رفع ہے لہذا قضیہ مرکب کی نقیض ان دونوں قضیوں کے مجموعہ کے رفع سے ہوگی، اور اس رفع کی دو صورتیں ہیں: ۱- دونوں جزوں کا رفع ہو۔ ۲- بغیر کسی تعین کے کسی بھی جزء کا رفع ہو، چونکہ منطق کے قواعد عام اور کلی ہوا کرتے ہیں، اس لئے مرکبات کی نقیض میں پہلی شق کو لیا گیا ہے، وہ یہ کہ دونوں بیضیوں کی نقیض کو حاصل کیا جاتا ہے، اور ان دونوں کی نقیضوں سے منفصلہ مانعہ الخلو مرکب کیا جاتا ہے، اور اس میں کوئی پوشیدگی اور خفاء نہیں کہ قضیہ مرکب کی نقیض اس کے دونوں جزوں کی نقیضوں میں سے کوئی ایک ہوتی

ہے، لیکن ان دونوں نقیضوں کو حرف تردید ”اما“ یا ”او“ کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے، اور ان سے قفیہ منسلک مانتے اخلو مرکب کر کے یوں کہا جاتا ہے، اما هذا و اما ذلک، چنانچہ شارح کی عبارت ”و هو المفهوم المردد بینہما“ کا بھی یہی مطلب ہے، اور مرکب کا صریح نقیض تو ”انہ لیس کذلک“ ہے اور جزئین دونوں میں سے کوئی ایک اعلیٰ تعیین یعنی منفصلہ مانتے اخلو اصل نقض کا لازم مساوی ہے، اسی وجہ سے مجاز اس کو نقیض کہا جاتا ہے۔

فیکون طریق اخذ نقیض المركبة أن تحلل إلى بسیطها و يؤخذ لكل منهما نقیض و ترکیب منفصلہ مانعة اخلو من النقیضین فهي مساویة لنقیضها لأنه متى صدق الأصل کذبت المنفصلہ لأنه متى صدق الأصل صدق جزءه و متى صدق الجزء ان کذب نقیضاهما فتکذب المنفصلہ المانعة اخلو لکذب جزئیهما و متى کذب الأصل صدقت المنفصلہ لأنه متى کذب الأصل فلا بد ان یکذب احد جزئیه و متى کذب احد جزئیه صدق نقیضه فتصدق المنفصلہ لصدق احد جزئیهما و ذلک اى طریق اخذ نقیض المركبة جلی بعد الاحاطة بحقائق المركبات و نقایض البسائط فانک اذا تحققت أن الوجودیة الدائمة مرکبة من مطلقتين عامتین اولهما موافقة للأصل فی کیف و آخرهما مخالفة له فی کیف و تحققت أن نقیض المطلق العامة الموافقة الدائمة المخالفة و نقیض المطلق العامة المخالفة الدائمة الموافقة علمت أن نقیض الوجودیة الدائمة اما الدائمة المخالفة أو الدائمة الموافقة فاذا قلنا کل انسان ضاحک بالفعل لا دائما یكون نقیضه أنه لیس كذلك بل اما لیس بعض الانسان ضاحکا دائما او بعض الانسان ضاحک دائما فقولنا لیس كذلك و هو رفع المجموع و نقیضه الصریح و قولنا بل اما کذا و اما کذا المنفصلہ المساویة للنقیض و علی هذا القیاس فی سایر المركبات.

ترجمہ: پس مرکب کی نقیض بنانے کا طریقہ یہ ہوگا کہ اس کے دونوں بسیط کو الگ الگ کر دیا جائے، اور ان میں سے ہر ایک کی نقیض لیکر دونوں نقیضوں سے منفصلہ مانعة اخلو بنایا جائے، تو یہ اس مرکب کی نقیض کے مساوی ہوگا، اس لئے کہ جب اصل صادق ہوگا تو منفصلہ کا ذب ہوگا، کیونکہ جب اصل صادق ہوگا تو اس کے جزئین بھی صادق ہوں گے، اور جب جزئین صادق ہوں گے تو ان کی نقیضیں کا ذب ہوں گی، تو اس کے جزئین کے کا ذب ہونے کی وجہ سے منفصلہ مانعة اخلو کا ذب ہوگا، اور جب اصل کا ذب ہوگا تو منفصلہ صادق ہوگا، اس لئے کہ جب اصل کا ذب ہے تو اس کے دو جزؤں میں سے ایک کا ذب ہونا ضروری ہے، اور جب اس کے دو جزؤں میں سے ایک کا ذب ہے تو اس کی نقیض صادق ہوگی، پس اس کے دو جزؤں میں سے ایک کے صادق ہونے کی وجہ سے منفصلہ صادق ہوگا۔ اور یہ یعنی مرکب کی نقیض بنانے کا طریقہ مرکبات کی حقائق اور بسائط کی نقایض کا احاطہ کر لینے کے بعد بالکل واضح ہے، اس لئے کہ جب آپ یہ معلوم کر چکے ہیں کہ وجودیہ لادائمہ دو مطلقہ عامہ سے مرکب ہوتا ہے، ان میں سے پہلا کیف میں اصل کے موافق ہوتا ہے اور ان میں سے دوسرا کیف میں اس کے مخالف ہوتا ہے، اور آپ یہ بھی معلوم کر چکے ہیں کہ مطلقہ عامہ موافقہ کی نقیض دائرہ مخالفہ ہے، اور مطلقہ عامہ مخالفہ کی نقیض دائرہ موافقہ ہے، تو آپ (اس سے) جان چکے ہوں گے کہ

وجود یہ لادائمرہ کی نفیض یا دائمرہ مخالفہ ہوگی یا دائمرہ موافقہ، تو جب ہم کہیں کل انسان ضاحک بالفعل لادائما تو اس کی نفیض انہ لیس کذلک، بل إما لیس بعض الانسان ضاحکا دائما اور بعض الانسان ضاحک دائما ہوگی پس ہمارا قول لیس کذلک، جو مجموعہ کا رفع ہے یہ اس کی صریح نفیض ہے اور ہمارا قول بل إما کذا او إما کذا، منفصلہ ہے جو نفیض کے مساوی ہے اور اسی قیاس پر ہے باقی مرکبات میں۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے مرکبہ کی نفیض بنانے کا قاعدہ اور ضابطہ بیان کیا ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ موجبات مرکبہ کی نفیض بنانے کا قاعدہ یہ ہے کہ مرکبہ کے دونوں جزء یعنی دونوں بسیط قضیے علیحدہ علیحدہ کر کے ہر ایک کی نفیض اس طریقہ کے مطابق نکالی جائے، جو بساط کی نقائص نکالنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے، پھر ان دونوں نفیضوں کے درمیان حرف تردید یعنی حرف انفصال إما او داخل کر کے منفصلہ مانعہ الخلو بنالیا جائے تو مرکبہ کی نفیض بن جائے گی۔ چنانچہ ”مفہوم مردد بینہما“ کا یہی مطلب ہے، مثال کے طور پر آپ کو قضیہ مشروطہ خاصہ یعنی کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورة مادام کاتب لادائما کی نفیض نکالنی ہے تو آپ اس کے دونوں اجزاء کو پہلے الگ الگ کر لیجئے اور یہ اس طرح کیجئے کل کاتب متحرک الاصابع بالفعل، اب ان دونوں کی نفیض نکالئے، مثال مذکور میں چونکہ پہلا قضیہ مشروطہ عامہ موجبہ کلیہ ہے لہذا اس کی نفیض حیدہ ممکنہ سالبہ جزئیہ ہوگی، یعنی بعض الکاتب لیس بمتحرک الاصابع بالامکان حین ہو کاتب اور دوسرا قضیہ چونکہ مطلقہ عامہ سالبہ ہے، اس لئے اس کی نفیض دائمرہ مطلقہ موجبہ جزئیہ ہوگی یعنی بعض الکاتب متحرک الاصابع بالدوام، اب ان دونوں نفیضوں میں حرف تردید یعنی حرف انفصال (إما یا او) داخل کر کے منفصلہ مانعہ الخلو بنا کر یوں کہا جائے إما بعض الکاتب لیس بمتحرک الاصابع بالامکان حین ہو کاتب و إما بعض الکاتب متحرک الاصابع بالدوام یہ منفصلہ مانعہ الخلو قضیہ موجبہ مشروطہ خاصہ موجبہ کلیہ کی نفیض ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ مرکبہ کلیہ کی نفیض اس منفصلہ کے دو جزؤں میں سے کوئی ایک جزء ضرور ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں ہی جزء ہوں، کیونکہ منفصلہ مانعہ الخلو میں دونوں جزء کا جمع ہونا ممتنع نہیں ہے، بلکہ دونوں کا مرتفع ہونا ممتنع ہے، اور شارح نے جو یہ کہا ہے کہ منفصلہ مانعہ الخلو قضیہ مرکبہ کی اصل نفیض ”انہ لیس کذلک“ کو لازم ہے اور اس کے مساوی ہے، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اصل قضیہ صادق ہوگا تو اس کے جزئین بھی صادق ہوں گے، اور جب اس کے جزئین صادق ہوں گے تو اصل قضیہ مرکبہ کی نفیض کاذب ہوگی، اور اصل مرکبہ کے جزئین کی نفیضیں سے جو منفصلہ مانعہ الخلو بنایا گیا ہے وہ کاذب ہوگا، اور جب اصل مرکبہ کاذب ہوگا تو مرکبہ کے دونوں جزؤں میں سے ایک جزء ضرور کاذب ہوگا، اور جب اس کا ایک جزء کاذب ہوگا تو مرکبہ کی نفیض صادق ہوگی اور جزئین کی نفیضیں سے جو منفصلہ مانعہ الخلو بنایا گیا ہے وہ بھی صادق ہوگا، تو جہاں مرکبہ کی نفیض صادق ہو وہاں منفصلہ بھی صادق، اور جہاں مرکبہ کی نفیض کاذب تو منفصلہ بھی کاذب اور جہاں منفصلہ صادق وہاں مرکبہ کی نفیض بھی صادق، اور جہاں منفصلہ کاذب وہاں مرکبہ کی نفیض بھی کاذب ہوتی ہے، اس اعتبار سے گویا مرکبہ کی اصل نفیض اور منفصلہ مانعہ الخلو میں مساوات ہے، اسی لئے شارح نے فہی مساویۃ لنفیضہا کہا فافہم و تدبر و تفکر۔

ماتن و شارح فرماتے ہیں کہ مرکبات کی حقائق یعنی مرکبات کے اجزاء اور بساط کی نقائص کا احاطہ کر لینے کے بعد کسی بھی مرکبہ کی نفیض نکالنا بہت واضح ہے، مثال کے طور پر یہ معلوم ہے کہ وجود یہ لادائمرہ دو مطلقہ عامہ سے مرکبہ ہوتا ہے، جن میں پہلا کیف

یعنی ایجاب و سلب کے اعتبار سے اصل مرکبہ کے موافق ہوتا ہے، اور دوسرا قضیہ کیف یعنی ایجاب و سلب میں اصل مرکبہ کے مخالف ہوتا ہے، اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ مطلقہ عامہ جو کیف میں اصل مرکبہ کے موافق ہوتا ہے، اس کی نفیض دائرہ مخالفہ ہوتی ہے، یعنی وہ دائرہ مطلقہ جو کیف میں اصل قضیہ کے مخالف ہوتا ہے، اور وہ مطلقہ عامہ جو کیف میں اصل کے مخالف ہوتا ہے اس کی نفیض دائرہ موافقہ آتی ہے، یعنی وہ دائرہ مطلقہ جو اصل قضیہ کے موافق ہوتا ہے۔ لہذا دائرہ مخالفہ اور دائرہ موافقہ سے جو مفہوم مردد حاصل ہوگا، وہ اس وجودیہ دائرہ کی نفیض ہوگا یعنی إما الدائمہ المخالفة او الدائمة الموافقة، مثال کے طور پر کل انسان ضاحک بالفعل لا دائما یہ وجودیہ دائرہ کی نفیض ہے، اس کی نفیض صریح ہے، انہ لیس كذلك، اور بل إما لیس بعض الانیان ضاحک بالدوام اور بعض الانسان ضاحک بالدوام، یہ منفصلہ مانعہ الخلو ہے، جو انہ لیس كذلك کو لازم ہے، اور اس کے مساوی ہے، شارح کہتے ہیں کہ اسی طریقہ کے مطابق باقی مرکبات کی نفیض نکال لیجئے۔

چنانچہ عرفیہ خاصہ یعنی کل کاتب متحرک الاصابع بالدوام مادام کاتباً لا دائماً، کی نفیض حیثیہ مطلقہ مخالفہ اور دائمیہ مطلقہ موافقہ ہوگی، یعنی إما بعض الکاتب لیس بمتحرک الاصابع بالفعل حین ہو کاتب وإما بعض الکاتب متحرک الاصابع بالدوام، اور مشروطہ خاصہ موجبہ کی نفیض حیثیہ ممکنہ سالبہ اور دائمیہ مطلقہ موجبہ ہوگی، اور مشروطہ خاصہ سالبہ کی نفیض حیثیہ ممکنہ موجبہ اور دائمیہ مطلقہ سالبہ ہوگی، اور وجودیہ لا دائمیہ موجبہ کی نفیض دائمیہ مطلقہ سالبہ اور دائمیہ موجبہ ہوگی، اور اس کے برعکس یعنی وجودیہ لا دائمیہ سالبہ کی نفیض دائمیہ مطلقہ موجبہ اور دائمیہ مطلقہ سالبہ ہوگی، اور وقتیہ موجبہ کی نفیض وقتیہ ممکنہ سالبہ اور دائمیہ مطلقہ موجبہ ہوگی، اور وقتیہ موجبہ کی نفیض وقتیہ ممکنہ سالبہ اور دائمیہ مطلقہ موجبہ ہوگی، اور منتشرہ سالبہ کی نفیض منتشرہ موجبہ اور دائمیہ مطلقہ موجبہ ہوگی، اور منتشرہ موجبہ کی نفیض منتشرہ سالبہ اور دائمیہ مطلقہ موجبہ ہوگی، اور ضروریہ مطلقہ موجبہ کی نفیض ضروریہ مطلقہ سالبہ اور ضروریہ مطلقہ سالبہ اور ضروریہ مطلقہ موجبہ ہوگی، اور ضروریہ مطلقہ سالبہ اور ضروریہ مطلقہ موجبہ کی نفیض ضروریہ مطلقہ سالبہ اور ضروریہ مطلقہ موجبہ ہوگی، اور ممکنہ خاصہ موجبہ کی نفیض ضروریہ مطلقہ سالبہ اور ضروریہ مطلقہ موجبہ کی نفیض ضروریہ مطلقہ سالبہ اور ضروریہ مطلقہ موجبہ ہوگی، مزید وضاحت کے پیش نظر مرکبات کلیہ کی نقائص کا نقشہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

مرکبات کلیہ کی نقائص کا نقشہ

نمبر شمار	قضایا مرکبہ	مثالیں	نقائص	مثالیں
۱	موجبہ کلیہ مشروطہ خاصہ	کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورة مادام کاتباً لا دائماً	منفصلہ مانعہ الخلو	إما بعض الکاتب لیس بمتحرک الاصابع بالامکان حین ہو کاتب وإما بعض الکاتب متحرک الاصابع بالدوام
۲	سالبہ کلیہ مشروطہ خاصہ	لاشی من الکاتب بسکان الاصابع بالضرورة مادام کاتباً لا دائماً	منفصلہ مانعہ الخلو	إما بعض الکاتب ساکن الاصابع بالامکان حین ہو کاتب وإما بعض الکاتب لیس بساکن الاصابع بالدوام

٣	موجبة كلية عرفية خاصة	كل كاتب متحرك الاصابع بالدوام مادام كاتباً لادائماً	منفصله مانعة الخلو	إما بعض الكاتب ليس بمتحرك الاصابع بالفعل حين هو كاتب و إما بعض الكاتب متحرك الاصابع بالدوام
٤	سالبة كلية عرفية خاصة	لاشي من الكاتب ساكن الاصابع بالدوام مادام كاتباً لادائماً	منفصله مانعة الخلو	إما بعض الكاتب ساكن الاصابع بالفعل حين هو كاتب و إما بعض الكاتب ليس ساكن الاصابع بالدوام
٥	موجبة كلية وقية	كل قمر منخسف بالضرورة وقت الحيلولة لادائماً	منفصله مانعة الخلو	إما بعض القمر ليس بمنخسف بالامكان وقت الحيلولة و إما بعض القمر منخسف بالدوام
٦	سالبة كلية وقية	لاشي من القمر بمنخسف بالضرورة وقت التربيع لادائماً	منفصله مانعة الخلو	إما بعض القمر منخسف بالامكان وقت التربيع و إما بعض القمر ليس بمنخسف بالدوام
٧	موجبة كلية منتشرة	كل إنسان متنفس بالضرورة وقتاً ما لادائماً	منفصله مانعة الخلو	إما بعض الانسان ليس بمتنفس بالامكان وقتاً ما و إما بعض الانسان متنفس بالدوام
٨	سالبة كلية منتشرة	لاشي من الانسان بمتنفس بالضرورة وقتاً ما لادائماً	منفصله مانعة الخلو	إما بعض الانسان متنفس بالامكان وقتاً ما و إما بعض الانسان ليس بمتنفس بالدوام
٩	موجبة كلية وجودية لا ضرورية	كل انسان ضاحك بالفعل لا بالضرورة	منفصله مانعة الخلو	إما بعض الانسان ليس بضاحك بالدوام و إما بعض الانسان ليس بضاحك بالضرورة
١٠	سالبة كلية وجودية لا ضرورية	لاشي من الانسان بضاحك بالفعل لا بالضرورة	منفصله مانعة الخلو	إما بعض الانسان ضاحك بالدوام و إما بعض الانسان ليس بضاحك بالضرورة
١١	موجبة كلية وجودية لادائمه	كل انسان ضاحك بالفعل لادائماً	منفصله مانعة الخلو	إما بعض الانسان ليس بضاحك بالدوام و إما بعض الانسان ضاحك بالدوام
١٢	سالبة كلية وجودية لادائمه	لاشي من الانسان بضاحك بالفعل لا بالضرورة	منفصله مانعة الخلو	إما بعض الانسان ضاحك بالدوام و إما بعض الانسان ليس بضاحك بالدوام

۱۳	موجہ کلیہ ممکنہ خاصہ	کل انسان کاتب بالامکان الخاص	منفصلہ مانعہ الخلو	اما بعض الانسان ليس بكاتب بالضرورة واما بعض الانسان كاتب بالضرورة
۱۴	سالہ کلیہ ممکنہ خاصہ	لاشی من الانسان بكاتب بالامکان الخاص	منفصلہ مانعہ الخلو	اما بعض الانسان كاتب بالضرورة واما بعض الانسان ليس بكاتب بالضرورة

فَقَالَ وَ إِنْ كَانَتْ جُزْئِيَّةٌ فَلَا يَكْفِي فِي نَقِيضِهَا مَا ذَكَرْنَا لِأَنَّهُ يَكْذِبُ بَعْضُ الْجِسْمِ حَيَوَانٌ لَا دَائِمًا مَعَ كِذْبِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْ نَقِيضِي جُزْئِيَّهَا بَلِ الْحَقُّ فِي نَقِيضِهَا أَنْ يُرَدَّ بَيْنَ نَقِيضِي الْجُزْئَيْنِ لِكُلِّ وَاحِدٍ وَاحِدٍ أَيْ كُلُّ وَاحِدٍ لَا يَخْلُو عَنْ نَقِيضِيهِمَا فَيُقَالُ كُلُّ وَاحِدٍ وَاحِدٍ مِنْ أَفْرَادِ الْجِسْمِ إِمَّا حَيَوَانٌ دَائِمًا أَوْ لَيْسَ بِحَيَوَانٍ دَائِمًا أَقُولُ مَا مَرَّ كَانَ حُكْمُ الْمُرَكَّبَاتِ الْكُلِّيَّةِ وَأَمَّا الْمُرَكَّبَاتُ الْجُزْئِيَّةُ فَلَا يَكْفِي فِي نَقِيضِهَا مَا ذَكَرْنَاهُ مِنَ الْمَفْهُومِ الْمُرَدِّ بَيْنَ نَقِيضِي الْجُزْئَيْنِ لِجَوَازِ كِذْبِ الْمُرَكَّبَةِ الْجُزْئِيَّةِ مَعَ كِذْبِ الْمَفْهُومِ الْمُرَدِّ فَإِنَّ مِنَ الْجَائِزِ أَنْ يَكُونَ الْمَحْمُولُ ثَابِتًا دَائِمًا لِبَعْضِ أَفْرَادِ الْمَوْضُوعِ وَ مَسْلُوبًا دَائِمًا عَنِ الْآفْرَادِ الْبَاقِيَةِ فَتَكْذِبُ الْجُزْئِيَّةُ اللَّادَائِمَةُ لِأَنَّ مَفْهُومَهَا أَنَّ بَعْضَ أَفْرَادِ الْمَوْضُوعِ يَكُونُ بِحَيْثُ يَثْبُتُ لَهُ الْمَحْمُولُ تَارَةً وَ يَسْلُبُ عَنْهُ أُخْرَى وَلَا فَرْدَ مِنْ أَفْرَادِ الْمَوْضُوعِ فِي تِلْكَ الْمَادَّةِ كَذَلِكَ وَ يَكْذِبُ أَيْضَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْ نَقِيضِي جُزْئِيَّهَا أَيْ كُلِّتَيْنِ أَمَّا الْكُلِّيَّةُ الْمُوجِبَةُ فَلَدَوَامِ سَلْبِ الْمَحْمُولِ عَنِ بَعْضِ الْآفْرَادِ وَ أَمَّا الْكُلِّيَّةُ السَّالِبَةُ فَلَدَوَامِ ائْتِجَابِ الْمَحْمُولِ لِبَعْضِ الْآفْرَادِ كَقَوْلِنَا بَعْضُ الْجِسْمِ حَيَوَانٌ لَا دَائِمًا فَإِنَّ الْحَيَوَانَ ثَابِتٌ لِبَعْضِ أَفْرَادِ الْجِسْمِ دَائِمًا وَ مَسْلُوبٌ عَنْ أَفْرَادِهِ الْبَاقِيَةِ دَائِمًا فَيَتْلُكُ الْجُزْئِيَّةُ كَاذِبَةً مَعَ كِذْبِ قَوْلِنَا كُلُّ جِسْمٍ حَيَوَانٌ دَائِمًا وَ لَا شَيْءَ مِنَ الْجِسْمِ بِحَيَوَانٍ دَائِمًا.

ترجمہ: ماتن نے کہا: اور اگر جزیئہ ہو تو اس کی نقیض میں وہ (طریقہ) کافی نہیں ہے جو ہم نے ذکر کیا، اس لئے کہ بعض الجسم حیوان لا دائماً اس کے جزیئین کے نقیضین میں سے ہر ایک کے کاذب ہونے کے ساتھ کاذب ہو جاتا ہے، بلکہ اس کی صحیح نقیض یہ ہے کہ ہر ہر فرد کے لئے جزیئین کی نقیضین کے درمیان تردید کی جائے یعنی ہر ہر فرد واحد ان کی نقیض سے خالی نہیں پس یوں کہا جائے گا کل واحد واحد من افراد الجسم إما حیوان دائماً او لیس بحیوان دائماً (جسم کے افراد میں سے ہر ہر فرد یا تو ہمیشہ حیوان ہے یا ہمیشہ حیوان نہیں ہے)

میں کہتا ہوں جو (طریقہ گزرا) وہ مرکبات کلیہ کا حکم تھا، اور بہر حال مرکبات جزیئہ تو اس کی نقیض کے درمیان وہ جو ہم نے ذکر کیا یعنی جزیئین کی نقیضین کے درمیان مفہوم مردود کافی نہیں ہے، کیونکہ مفہوم مردود کے کاذب ہونے کے ساتھ مرکبہ جزیئہ کا کاذب ہونا ممکن ہے، اس لئے کہ یہ بات ممکن ہے کہ موضوع کے بعض افراد کے لئے محمول ثابت ہو اور باقی افراد سے ہمیشہ مسلوب ہو، پس جزیئہ لا دائمہ کاذب ہوگا، کیونکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ موضوع کے بعض افراد اس حیثیت سے ہیں کہ ان کے لئے محمول کبھی ثابت ہوتا ہے اور کبھی ان سے مسلوب ہوتا ہے، اور اس مادہ میں موضوع کے افراد میں سے

کوئی فرد ایسا نہیں ہے، اور اس کے جزئین کی نقیصین میں سے ہر ایک یعنی دونوں کلیہ بھی کاذب ہو جاتے ہیں، بہر حال موجبہ کلیہ تو بعض افراد سے محمول کے سلب کے دائمی ہونے کی وجہ سے اور بہر حال سالبہ کلیہ تو بعض افراد کے لیے محمول کے ایجاب کے دائمی ہونے کی وجہ سے جیسے ہمارا قول بعض الجسم حیوان لا دائماً، اس لئے کہ حیوان جسم کے بعض افراد کے لئے دائمی طور پر ثابت ہے، اور اس کے باقی افراد سے دائمی طور پر منسلوب ہے، پس یہ جزئیہ کاذب ہے، ہمارے قول کل جسم حیوان دائماً ولاشی من الجسم بحیوان دائماً کے کاذب ہونے کے ساتھ۔

تشریح: اس سے پہلے ماٹن نے مرکبات کلیہ کی نقائص نکالنے کا طریقہ بیان کیا تھا اب یہاں سے مرکبات جزئیہ کی نقائص نکالنے کا طریقہ بیان کر رہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ مرکبات کلیہ کی نقائص کے نکالنے کا جو طریقہ ماسبق میں گزرا ہے وہ طریقہ مرکبات جزئیہ کی نقائص نکالنے کے لئے کافی نہیں ہے، ماسبق میں یہ طریقہ گزرا ہے کہ مرکبات کلیہ کی نقیض اس کے جزئین کی نقیصین کے درمیان مفہوم مردد سے مانعہ المخلو مرکب کر کے حاصل کی جاتی ہے، یہ طریقہ مرکبات جزئیہ کی نقیض میں جاری نہیں ہو سکتا، دلیل یہ ہے کہ اگر مرکبات جزئیہ کی نقیض اسی طریقہ سے نکالی جائے جس طریقہ سے مرکبات کلیہ کی نقیض نکالی جاتی ہے، تو اس وقت مرکبات جزئیہ کے درمیان کوئی نقائص نہیں ہوگا، اس لئے کہ یہ بات ممکن ہے کہ اصل مرکبہ جزئیہ کاذب ہو اور تردید کے ذریعہ جو اس کی نقیض حاصل کی جائے وہ بھی کاذب ہو تو اصل اور نقیض دونوں کاذب ہو جائیں گے، حالانکہ نقائص کے لئے ایک کا صادق ہونا اور دوسرے کا کاذب ہونا ضروری ہے، اب اس کو مثال سے سمجھئے، مثلاً وجودیہ لا دائمہ جزئیہ دو مطلقہ عامہ سے مرکب ہوتا ہے، اور مطلقہ عامہ کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ محمول کا حکم موضوع کے لئے کبھی ثابت ہوتا ہے اور کبھی ثابت نہیں ہوتا۔ تو وجودیہ لا دائمہ جزئیہ وجودیہ مطلقہ عامہ سے مرکب ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ موضوع کے بعض افراد سے محمول کبھی ثابت ہوتا ہے اور کبھی منسلوب ہوتا ہے، لیکن اگر ایسا مادہ ہو جہاں موضوع کے بعض افراد کے لئے محمول دائمی طور پر ثابت ہو اور باقی بعض افراد سے دائمی طور پر منسلوب ہو تو وہاں جزئیہ لا دائمہ کا مفہوم صادق نہیں ہوگا، اور جزئیہ لا دائمہ کاذب ہوگا اور جب اصل کاذب ہے تو اس کے جزئین کی نقیصین بھی کاذب ہوں گی، جیسے بعض الجسم حیوان بالفعل لا دائماً یہ وجودیہ لا دائمہ جزئیہ موجبہ ہے، اس کے دونوں جزء مطلقہ عامہ ہیں یعنی بعض الجسم حیوان بالفعل و بعض الجسم لیس بحیوان بالفعل اور یہ دونوں کاذب ہیں، اس لئے کہ ایک جسم جو حیوان ہو تو وہ دائمی طور پر حیوان ہی ہوتا ہے اور جو جسم حیوان نہ ہو وہ دائمی طور پر حیوان نہیں ہوتا، اس میں بالفعل کی بات نہیں ہوتی، کہ کبھی وہ حیوان ہو اور کبھی حیوان نہ ہو اس لئے یہ مرکبہ وجودیہ لا دائمہ جزئیہ کاذب ہے، اب اگر اس کی نقیض اس طریقہ سے نکالی جائے جس طریقہ سے مرکبات کلیہ کی نقیض نکالی جاتی ہے یعنی مفہوم مردد کے ذریعہ تو اصل تو پہلے سا کاذب ہے ہی، اس کی نقیض کے دونوں جزء بھی کاذب ہوں گے، وہ اس طرح سے کہ اصل قضیہ جزئیہ لا دائمہ کا پہلا جزء مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ ہے، اس کی نقیض دائمہ مطلقہ سالبہ ہوگی، یعنی لاشی من الجسم بحیوان بالدوام، یہ نقیض کاذب ہے، اس لئے کہ اس قضیہ کا مطلب یہ ہے کہ جسم کے تمام افراد سے حیوانیت منسلوب ہے، حالانکہ جسم کے تمام افراد سے حیوانیت منسلوب نہیں ہے، بلکہ بعض سے منسلوب ہے جیسے کتاب، کاپی، قلم وغیرہ اور بعض افراد کے لئے دائمی طور پر ثابت ہے جیسے انسان، بقر، جاموس وغیرہ۔ اور مرکبہ جزئیہ وجودیہ لا دائمہ کا دوسرا جزء مطلقہ عامہ سالبہ ہے یعنی بعض الجسم لیس بحیوان بالفعل، اس کی نقیض دائمہ مطلقہ موجبہ کلیہ ہوگی، یعنی

کل جسم حیوان بالدوام، اس کا مطلب یہ ہوگا کہ دائمی طور پر ہر جسم حیوان ہے، اور یہ کاذب ہے، اس لئے کہ بعض اجسام سے حیوانیت دائمی طور پر مسلوب ہے، جیسے پتھر، درخت وغیرہ۔ چنانچہ جب دونوں جزؤں کی نقیض کاذب ہو تو دونوں جزؤں کے نقیض کے درمیان تردید یعنی إما لاشی من الجسم بحیوان بالدوام وإما کل جسم حیوان بالدوام بھی یقینی طور پر کاذب ہوگی، اور جب اصل اور نقیض دونوں کاذب ہو گئے تو تناقض نہیں ہوا، کیونکہ تناقض کے لئے ایک کا صادق اور دوسرے کا کاذب ہونا ضروری ہے، اگر اصل قضیہ صادق ہے تو نقیض کا کاذب ہونا ضروری ہے اور اگر نقیض صادق ہے تو اصل قضیہ کا کاذب ہونا ضروری ہے، اور یہاں تو اصل اور نقیض دونوں کاذب ہیں تو معلوم ہوا کہ مرکبات کلیہ کی نقیض نکالنے کا جو طریقہ ہے وہ طریقہ مرکبات جزئیہ کی نقیض نکالنے میں جاری نہیں کیا جاسکتا بلکہ مرکبات جزئیہ کی نقیض نکالنے کے طریقہ اس سے مختلف اور جدا ہے، جس کو شارح نے بل الحق فی نقیضها الخ سے بیان کیا ہے۔

تنبیہ: شارح کا قول ”فان من الجائز الخ“ یہ وجہ ان قضایا میں جاری ہو سکتی ہے جو لادوام سے مرکب ہوں، لیکن وہ قضایا جو لاضرورۃ پر مشتمل ہوں تو ان میں وجہ یہ ہوگی کہ ممکن ہے کہ محمول کا ثبوت بعض افراد کے لئے ضروری ہو اور بعض افراد سے اس کا سلب ضروری ہو، تو ایسی صورت میں جزئیہ لاضروریہ، کلیتین ضرورتیں، دائمہ اور ضروریہ سب کاذب ہوں گے، یہاں اگر شارح ”من الجائز ان یکون المحمول ثابتاً دائماً الخ“ کے بجائے یوں کہتے، ”لجواز ان یکون المحمول ثابتاً لبعض افراد الموضوع بالضرورة ومسلوباً عن بعض افراد الموضوع بالضرورة“ تو یہ انداز بیان تمام قضایا کو شامل ہو جاتا۔

بَلِ الْحَقُّ فِي نَقِيضِهَا أَنْ يُرَدَّ بَيْنَ نَقِيضِي الْجُزْئَيْنِ لِكُلِّ وَاحِدٍ وَاحِدٍ لَأَنَّا إِذَا قُلْنَا بَعْضُ جَ بَ لَا دَائِمًا كَانَ مَعْنَاهُ أَنَّ بَعْضَ جَ بِحَيْثُ يَثْبُتُ لَهُ بَ فِي وَقْتٍ وَلَا يَثْبُتُ لَهُ بَ فِي وَقْتٍ آخَرَ فَنَقِيضُهُ أَنَّهُ لَيْسَ كَذَلِكَ وَإِذَا لَمْ يَكُنْ بَعْضُ أَفْرَادِ جَ بِحَيْثُ يَكُونُ بَ فِي وَقْتٍ وَلَا يَكُونُ بَ فِي وَقْتٍ آخَرَ يَكُونُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْ أَفْرَادِ جَ إِمَّا بَ دَائِمًا أَوْ لَيْسَ بَ دَائِمًا وَهُوَ التَّرْدِيدُ بَيْنَ نَقِيضِي الْجُزْئَيْنِ لِكُلِّ وَاحِدٍ وَاحِدٍ أَيْ كُلُّ وَاحِدٍ لَا يَخْلُو عَنْ نَقِيضِيهِمَا فَيَقَالُ فِي تِلْكَ الْمَادَّةِ كُلِّ جَسَمٍ إِمَّا حَيَوَانٌ دَائِمًا أَوْ لَيْسَ بِحَيَوَانٍ دَائِمًا وَيَشْتَمِلُ عَلَى ثَلَاثِ مَفْهُومَاتٍ لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ وَاحِدٍ مِنْ أَفْرَادِ الْمَوْضُوعِ لَا يَخْلُو إِمَّا أَنْ يَثْبُتَ لَهُ الْمَحْمُولُ دَائِمًا أَوْ لَا يَثْبُتَ لَهُ دَائِمًا وَإِذَا لَمْ يَثْبُتْ لَهُ فَلَا يَخْلُو إِمَّا أَنْ يَكُونَ مَسْلُوبًا عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ دَائِمًا أَوْ مَسْلُوبًا عَنْ الْبَعْضِ دَائِمًا وَثَابِتًا لِلْبَعْضِ دَائِمًا فَالْجُزْءُ الثَّانِي مُشْتَمِلٌ عَلَى مَفْهُومَيْنِ فَلَوْ رُكِبَتْ مُنْفَصِلَةً مَانِعَةُ الْخُلُوعِ مِنْ هَذِهِ الْمَفْهُومَاتِ الثَّلَاثِ لَكَانَتْ مُسَاوِيَةً أَيْضًا لِنَقِيضِهَا كَقَوْلِنَا إِمَّا كُلُّ جَ بَ دَائِمًا أَوْ لَا شَيْءَ مِنْ جَ بَ دَائِمًا أَوْ بَعْضُ جَ بَ دَائِمًا أَوْ بَعْضُ جَ لَيْسَ بَ دَائِمًا فَهُوَ طَرِيقُ ثَانٍ فِي اخْتِذِ النَّقِيضِ.

ترجمہ: بلکہ اس کی نقیض میں حق یہ ہے کہ ہر ہر فرد کے لئے جزئین کی نقیضین کے درمیان تردید کی جائے، اس لئے کہ جب ہم یہ کہیں ”بعض ج ب لادائمًا“ تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ بعض ”ج“ ایسے ہیں کہ اس کے لئے ”ب“ ایک وقت میں ثابت ہے اور دوسرے وقت میں ”ب“ اس کے لئے ثابت نہیں، تو اس کی نقیض انہ لیس کذلک ہوگی، تو

جب "ج" کے بعض افراد ایسے نہیں کہ ایک وقت میں "ب" ہوں اور دوسرے وقت میں "ب" نہ ہوں تو "ج" کے افراد میں سے ہر ہر فرد یا "ب" دائمًا ہوگا، یا "لیس ب" دائمًا ہوگا، اور یہی ہر ہر فرد کے لئے جزئین کی تقیض کے درمیان تردید ہے، یعنی ہر ہر فرد ان کی نقیض سے خالی نہیں، چنانچہ اس مادہ میں کہا جائے گا کل جسم إما حیوان دائمًا اور لیس بحیوان دائمًا اور یہ تین مفہومات پر مشتمل ہے، کیونکہ موضوع کے افراد میں سے ہر ہر فرد اس سے خالی نہیں کہ اس کے لئے محمول یا دائمی طور پر ثابت ہوگا یا دائمی طور پر اس کے لئے ثابت نہیں ہوگا، اور جب اس کے لئے ثابت نہ ہو تو پھر خالی نہیں یا تو ہر ہر واحد سے دائمی طور پر مسلوب ہوگا یا بعض سے دائمی طور پر مسلوب ہوگا اور بعض کے لئے دائمی طور پر ثابت ہوگا، پس دوسرا جزء دو مفہوموں پر مشتمل ہے، پس اگر ان تینوں مفہومات سے مفصلہ مانعہ اخلو مرکب کیا جائے تو وہ بھی اس کی نقیض کے مساوی ہوگا جیسے ہمارا قول إما کل ج ب دائمًا، یا لاشئ من ج ب دائمًا یا بعض ج ب دائمًا یا بعض ج لیس ب دائمًا پس یہ نقیض نکالنے کے سلسلے میں دوسرا طریقہ ہے۔

تشریح: اس سے پہلے بالتفصیل یہ بات بتائی گئی کہ مرکبہ جزئیہ کی نقیض نکالنے کے لئے مرکبہ کلیہ کی نقیض نکالنے کا طریقہ جاری نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کا طریقہ الگ ہے اب یہاں سے شارح مرکبہ جزئیہ کی نقیض نکالنے کا صحیح طریقہ بیان کر رہے ہیں، اور اس کے دو طریقے بیان کر رہے ہیں، پہلا طریقہ یہ ہے کہ پہلے موجبہ مرکبہ جزئیہ پر کلیہ کا سور بڑھا کر اس کو کلیہ بنالیا جائے۔ اور جزئیہ کی نقیض کلیہ آتی ہے، پھر مرکبہ کا جو جزء موجبہ ہے اس کے محمول کی نقیض بنائی جائے اور جو جزء سالبہ ہے اس کے محمول کی جہز بھٹکی بنائی جائے، پھر محمولوں کی دونوں نقیضوں کے درمیان حروف انفصال داخل کر کے قضیہ حملیہ مردۃ المحمول بنالیا جائے، تو مرکب کے لئے نقیض صریح حاصل ہو جائے گی، کیونکہ جب مثلاً بعض ج ب لا دائمًا کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ "ج" کے بعض اشیاء کے لئے کبھی "ب" ثابت ہوتی ہے اور کبھی ثابت نہیں ہوتی، تو اس کی نقیض "انہ لیس کذلک" ہوگی، تو جب "ج" کے بعض افراد ایک وقت میں "ب" ہوتے ہیں، اور دوسرے وقت میں "ب" نہیں ہوتے، تو "ج" کے افراد میں سے ہر ہر فرد یا دائمًا "ب" ہوگا، یا دائمًا "لیس ب" ہوگا۔ چنانچہ عبارت اس طرح ہو جائے گی۔ کل واحد واحد من افراد ج إما ب دائمًا او لیس ب دائمًا اب ان دونوں میں سے کوئی ایک "ج" کے افراد کے لئے ثابت ہوگا، یہی وہ بات ہے جس کو شارح نے اس طرح بیان کیا کہ مرکبہ جزئیہ کی نقیض نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ مرکبہ جزئیہ پر کلیہ کا سور یعنی کل افرادی بڑھا دیا جائے، اور اس کے دونوں جزؤں کی نقیضوں کے محمولوں پر حرف تردید یعنی إما اور او داخل کر دیا جائے تو مرکبہ جزئیہ کی نقیض بن جائے گی، مثلاً بعض الجسم حیوان بالفعل لا دائمًا مرکبہ جزئیہ وجودیہ لا دائمہ ہے، اس کا پہلا جزء موجبہ یعنی بعض الجسم حیوان بالفعل ہے، اور دوسرا جزء سالبہ یعنی بعض الجسم لیس بحیوان بالفعل ہے، لہذا اس کی نقیض یہ ہوگی، کل جسم إما حیوان دائمًا او لیس بحیوان دائمًا اور چونکہ اصل قضیہ کے دونوں جزؤں کی جہت بالفعل ہے، اس لئے اس کی نقیض میں دائمًا کی جہت ہر ایک محمول کے ساتھ موجود ہے۔

ویشتمل الخ اس عبارت میں شارح مرکبہ جزئیہ کی نقیض کے درمیان مانعہ اخلو اور کل واحد واحد کے لئے تردید کے درمیان فرق بیان کرتے ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ مرکبہ جزئیہ کی نقیض نکالنے کا جو طریقہ بیان کیا گیا ہے، اگر اس طریقہ کے مطابق نقیض نکالی جائے تو وہ نقیض تین مفہومات پر مشتمل ہوگی، مثلاً نقیض یہ ہے، کل جسم إما حیوان دائمًا او لیس بحیوان دائمًا، دیکھئے

یہ نقیض تین مفہوم پر مشتمل ہے: ۱۔ موضوع یعنی جسم کے ہر ہر فرد کے لئے محمول یعنی حیوانیت دائمی طور پر ثابت ہے۔ ۲۔ اور دوسرا جزء یعنی او لیس بحیوان دائماً، دو مفہوم پر مشتمل ہے۔ ۱۔ موضوع کے تمام افراد سے محمول دائمی طور پر مسلوب ہے۔ ۲۔ موضوع کے بعض افراد کے لئے محمول دائمی طور پر ثابت ہے، یا دائمی طور پر محمول بعض افراد سے مسلوب ہوگا، تو یہ تین مفہوم ہو گئے۔

اور اگر مرکبہ کلیہ کی نقیض نکالنے کے طریقہ کے مطابق مرکبہ جزئیہ کی نقیض نکال کر نقیضین کے درمیان حرف تردید داخل کر کے یوں کہا جاتا، إما لاشی من الجسم بحیوان دائماً او کل جسم بحیوان دائماً، تو یہ یعنی جزئین کی نقیضوں کے درمیان منفصلہ مانعہ الخلو صرف دو مفہوم پر مشتمل ہوتا۔ ۱۔ موضوع کے تمام افراد سے محمول دائماً مسلوب ہے، ۲۔ موضوع کے تمام افراد کے لئے محمول دائماً ثابت ہے۔

فلو رکت منفصلہ مانعہ الخلو الخ اس عبارت سے شارح مرکبہ جزئیہ کی نقیض نکالنے کا ایک دوسرا طریقہ بیان کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ مرکبہ جزئیہ کی نقیض جو تین مفہومات پر مشتمل ہے اگر ان تین مفہومات سے منفصلہ مانعہ الخلو بنایا جائے اور یوں کہا جائے إما کل جسم بحیوان دائماً او لاشی من الجسم بحیوان دائماً اور بعض الجسم بحیوان دائماً و بعض الجسم لیس بحیوان دائماً تو یہ مرکبہ جزئیہ کی نقیض کے مساوی ہوگا، اور نقیض صریح کو لازم ہوگا، واضح رہے کہ دونوں طریقوں میں فرق ہے پہلا طریقہ نقیض صریح کا ہے اور دوسرا طریقہ نقیض صریح کا نہیں، بلکہ نقیض صریح کا لازم اور اس کے مساوی ہونے کا ہے۔

فَإِنْ قُلْتُ كَمَا أَرَأَيْتَ سَرَكْبَةَ الْكَلِّيَّةِ عِبَارَةً عَنْ مَجْمُوعٍ قَصِيَّتَيْنِ فَكَذَلِكَ الْمَرْكَبَةُ الْجُزْئِيَّةُ وَرَفَعَ الْمَجْمُوعُ إِنَّمَا هُوَ بِرَفْعِ أَحَدِ الْجُزْئِيَّيْنِ أَيْ أَحَدِ نَقِيضِي الْجُزْئِيَّيْنِ الَّذِي هُوَ الْمَفْهُومُ الْمُرَادُّ فَكَمَا يَكْفِي فِي نَقِيضِ الْكَلِّيَّةِ فَلْيَكْفِ نَقِيضُ الْجُزْئِيَّةِ وَالْأَمَّا الْفَرْقُ قُلْتُ مَفْهُومُ الْكَلِّيَّةِ الْمَرْكَبَةُ هُوَ بَعِيْنُهُ مَفْهُومُ الْكَلِّيَّتَيْنِ الْمُخْتَلِفَتَيْنِ بِالْإِيجَابِ وَالسَّلْبِ فَإِذَا أُخِذَا نَقِيضَاهُمَا يَكُونُ أَحَدُ نَقِيضِيْهِمَا مُسَاوِيًا لِنَقِيضِيْهِمَا وَأَمَّا مَفْهُومُ الْجُزْئِيَّةِ الْمَرْكَبَةُ فَهُوَ لَيْسَ مَفْهُومُ الْجُزْئِيَّتَيْنِ الْمُخْتَلِفَتَيْنِ إِيْجَابًا وَ سَلْبًا لِأَنَّ مَوْضُوعَ الْإِيجَابِ فِي الْمَرْكَبَةِ الْكَلِّيَّةِ بَعِيْنُهُ مَوْضُوعُ السَّلْبِ وَ مَوْضُوعُ الْجُزْئِيَّةِ الْمُوجِبَةِ لَا يَجِبُ أَنْ يَكُونَ مَوْضُوعُ الْجُزْئِيَّةِ السَّلْبِيَّةِ لِجَوَازِ تَغَايُرِهِمَا بَلْ مَفْهُومُ الْجُزْئِيَّتَيْنِ أَعْمُ مِنْ مَفْهُومِ الْمَرْكَبَةِ الْجُزْئِيَّةِ لِأَنَّهُ مَتَى صَدَقَتِ الْجُزْئِيَّتَانِ الْمُخْتَلِفَتَانِ بِالْإِيجَابِ وَالسَّلْبِ مَعَ اتِّحَادِ الْمَوْضُوعِ صَدَقَتِ الْجُزْئِيَّتَانِ الْمُخْتَلِفَتَانِ بِالْإِيجَابِ وَالسَّلْبِ مُطْلَقًا بِدُونِ الْعَكْسِ فَيَكُونُ أَحَدُ نَقِيضِيْهِمَا أَخْصَ مِنْ نَقِيضِ مَفْهُومِ الْجُزْئِيَّةِ لِأَنَّ نَقِيضَ الْأَعْمِ أَخْصُ مِنْ نَقِيضِ الْأَخْصِ فَلَا يَكُونُ مُسَاوِيًا لِنَقِيضِهِ وَ لِهَذَا جَازَ اجْتِمَاعُ الْمَرْكَبَةِ الْجُزْئِيَّةِ مَعَ إِحْدَى الْكَلِّيَّتَيْنِ عَلَى الْكَذِبِ فَإِنَّ إِحْدَى الْكَلِّيَّتَيْنِ لَمَّا كَانَتْ أَخْصَ مِنْ نَقِيضِ الْمَرْكَبَةِ الْجُزْئِيَّةِ وَالْأَخْصُ يَجُوزُ أَنْ يَكْذِبَ بِدُونِ الْأَعْمِ فَرُبَّمَا يَصْدُقُ نَقِيضُ الْمَرْكَبَةِ الْجُزْئِيَّةِ وَلَا يَصْدُقُ إِحْدَى الْكَلِّيَّتَيْنِ وَ حَاجَتُهُمَا عَلَى الْكَذِبِ كَمَا فِي الْمِثَالِ الْمَضْرُوبِ فَإِنْ قَوْلُنَا بَعْضُ الْجِسْمِ حَيَوَانٌ لَا دَائِمًا كَاذِبٌ فَيَصْدُقُ نَقِيضُهُ مَعَ كَذِبِ إِحْدَى الْكَلِّيَّتَيْنِ الْأَخْصِ مِنْ نَقِيضِهِ.

ترجمہ: پس اگر تو اعتراض کرے کہ جس طرح مرکبہ کلیہ دو قضیوں کے مجموعہ کا نام ہے اسی طرح مرکبہ جزئیہ (بھی)

تو ہے، اور مجموعہ کا رفع جزئین میں سے ایک کے رفع سے ہو جاتا ہے، یعنی جزئین کی نقیضین میں سے ایک کے رفع سے جو مفہوم مردد ہے، تو جیسے کلیہ کی نقیض میں کافی ہے اسی طرح جزئیہ کی نقیض میں کافی ہونا چاہئے، ورنہ تو پھر کیا فرق ہے؟ میں جواب دوں گا کہ مرکبہ کلیہ کا مفہوم بعینہ ان دونوں کلیوں کا مفہوم ہوتا ہے، جو ایجاب اور سلب میں مختلف ہوں اس لئے جب ان کی نقیضین لی جائیں گی تو ان کی نقیضین میں سے ایک اس کی نقیض کے مساوی ہوگا، اور بہر حال مرکبہ جزئیہ کا مفہوم تو وہ ان دو جزئیہ کا مفہوم نہیں ہے جو ایجاب اور سلب میں مختلف ہوں، اس لئے کہ موجبہ کا موضوع مرکبہ کلیہ میں بعینہ سالبہ کا موضوع ہوتا ہے، اور موجبہ جزئیہ کے لیے ضروری نہیں ہے، کہ وہ سالبہ کا موضوع ہو، کیونکہ ان دونوں کا متغایر ہونا ممکن ہے، بلکہ دو جزئیہ کا مفہوم مرکبہ جزئیہ کے مفہوم سے اعم ہے، اس لئے کہ جب وہ دو جزئیہ صادق ہوں، جو موضوع کے متحد ہونے کے ساتھ ایجاب اور سلب میں مختلف ہوں، تو وہ دو جزئیہ بھی صادق ہوں گی، جو مطلقاً ایجاب و سلب میں مختلف ہوں، عکس کے بغیر۔ پس ان کی نقیضین میں سے ایک جزئیہ کے مفہوم کی نقیض سے اخص ہوگی، اس لئے کہ اعم کی نقیض اخص کی نقیض سے اخص ہوتی ہے، تو اس کی نقیض کے مساوی نہ ہوگی، اور اسی وجہ سے دو کلیوں میں سے ایک کے ساتھ مرکبہ جزئیہ کا کذب پر جمع ہونا جائز ہے، اس لئے کہ دو کلیوں میں سے ایک جب مرکبہ جزئیہ کی نقیض سے اخص ہے، اور اخص کا اعم کے بغیر کاذب ہونا جائز ہے، تو بسا اوقات مرکبہ جزئیہ کی نقیض صادق ہوگی اور دو کلیوں میں سے ایک صادق نہ ہوگا اور اس وقت دونوں کذب پر جمع ہو جائیں گے جیسا کہ مثال مضروب میں ہے، کیونکہ ہمارا قول بعض الجسم حیوان لا دائماً کاذب ہے، تو اس کی نقیض صادق ہوگی، دو کلیوں میں سے ایک کے کذب کے ساتھ جو اس کی نقیض سے اخص ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے ایک اعتراض ذکر کر کے پھر اس کا جواب دیا ہے۔ معترض کہتا ہے کہ آپ نے مرکبات کلیہ اور مرکبات جزئیہ کی نقیض نکالنے میں جو فرق بیان کیا ہے یہ صحیح نہیں؟ کیونکہ مرکبہ کلیہ جس طرح دو قضیوں کے مجموعہ سے مرکب ہوتا ہے، اسی طرح مرکبہ جزئیہ بھی دو قضیوں کے مجموعہ سے مرکب ہوتا ہے، اور یہ بات آپ کو معلوم ہی ہے کہ جزئین میں سے ایک کے رفع سے مجموعہ کا رفع ہو جاتا ہے، یعنی دو جزوؤں میں سے ایک کے رفع سے مجموعہ کی نقیض حاصل ہو جاتی ہے، اور یہی مفہوم مردد بطور مانع الخلو ہے، جب ترکیب کے اعتبار سے دونوں مساوی ہیں کہ دونوں ہی دو قضیوں سے مرکب ہوتے ہیں، تو جس طرح مرکبہ کلیہ کی نقیض اس کے دونوں جزوؤں کی نقیض کے درمیان تردید سے حاصل ہو جاتی ہے اسی طرح مرکبہ جزئیہ کی نقیض بھی اس کے دونوں جزوؤں کی نقیض کے درمیان تردید سے حاصل ہونی چاہئے۔ اور آپ نے کہا ہے کہ مرکبہ جزئیہ کی نقیض نکالنے میں یہ طریقہ کافی نہیں ہے تو ایسا کیوں؟ آخر ان دونوں میں کیا فرق؟

شارح نے قلت الخ سے اس اعتراض کا جواب دیا ہے، حاصل جواب یہ ہے کہ مرکبہ کلیہ کا مفہوم اور اس کے جزئین یعنی کلیتین (موجبہ کلیہ و سالبہ کلیہ) کا مفہوم تحلیل کے بعد بھی بالکل متحد ہے، دلیل یہ ہے کہ جس طرح مرکبہ کلیہ میں موضوع کے تمام افراد پر حکم ہوتا ہے اسی طرح اس کے دونوں جزوؤں میں بھی موضوع کے تمام افراد پر حکم ہوتا ہے، گویا مرکبہ کلیہ میں اور تحلیل کے بعد اس کے دونوں جزوؤں میں تساوی کی نسبت ہے، اور دونوں آپس میں متساویان ہیں، اس لئے کہ مرکبہ کلیہ کی نقیض اور اس کے دونوں جزوؤں میں

سے ایک کی نقیض میں بھی تساوی کی نسبت ہوگی، کیونکہ ایسی دو کلیہ جو آپس میں مساوی ہوں ان کی نقیض میں بھی تساوی کی نسبت ہوتی ہے، تو مرکبہ کلیہ کی نقیض اس کے دونوں جزئی یعنی دونوں کلیوں کی نقیض کو بطریق تردید لینے سے حاصل ہو جائے گی، اور مرکبہ جزئیہ میں یہ طریقہ کافی نہیں ہوگا، اس لئے کہ مرکبہ جزئیہ کے مفہوم میں اور تحلیل کے بعد اس کے دونوں جزوؤں کے مفہوم میں اتحاد نہیں ہے، دلیل یہ ہے کہ مرکبہ جزئیہ میں جن بعض افراد پر ثبوت کا حکم ہوتا ہے، بعینہ ان ہی بعض افراد پر سلب کا حکم ہوتا ہے، گویا مرکبہ جزئیہ کے مفہوم میں اتحاد ہوتا ہے، اور اس کا ہونا اس میں ضروری ہے، لیکن تحلیل کے بعد اس کے جزئین میں سے جو دو قیضے یعنی موجبہ جزئیہ اور سالبہ جزئیہ حاصل ہوتے ہیں ان کا مفہوم مرکبہ جزئیہ کے مفہوم سے اعم ہوتا ہے، ان کے موضوع میں عموم ہوتا ہے۔ چنانچہ ان کے موجبہ میں موضوع سے جو افراد مراد ہوتے ہیں بعینہ انہی افراد کا سالبہ میں ہونا ضروری نہیں ہے، خواہ وہی افراد ہوں یا ان کے علاوہ ہوں، دونوں کو عام ہے، کیونکہ ایسا ہو سکتا ہے، کہ ایک جزئیہ کے بعض افراد دوسرے جزئیہ کے بعض افراد کے مغایر ہوں، جیسے ”بعض ج ب بالفعل لا دائماً“ یہ مرکبہ جزئیہ ہے، اور بغیر تحلیل کے ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ”ج“ کے بعض افراد کے لئے ”ب“ بالفعل ثابت ہے، اور ”ج“ کے انہیں بعض افراد سے ”ب“ بالفعل مسلوب ہے، لیکن جب اس مرکبہ جزئیہ کی تحلیل کر دی جائے اور یوں کہا جائے ”بعض ج ب بالفعل و بعض ج لیس ب بالفعل“ تو اس کا مطلب یہ ہو جاتا ہے کہ ”ج“ کے بعض افراد کے لئے بالفعل ”ب“ ثابت ہے اور بعض افراد سے مطلقاً ”ج“ بالفعل مسلوب ہے، خواہ یہ سلب انہی بعض افراد سے ہوں جن کے لئے ”ب“ کے ثبوت کا حکم لگایا گیا ہے، یا ان کے علاوہ ہو، ان میں عموم اور اطلاق ہے، معلوم ہوا کہ مرکبہ جزئیہ اخص ہے اس میں موضوع متحد ہوتا ہے اور تحلیل کے بعد اس کے جزئین کا مفہوم اعم ہوتا ہے، گویا ان میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، مرکبہ جزئیہ کا مفہوم اخص ہے اور اس کے دونوں جزوؤں کا مفہوم ہے، جہاں مرکبہ جزئیہ صادق ہوگا وہاں جزئین بھی صادق ہوں گے، لیکن جہاں جزئین صادق ہوں گے وہاں مرکبہ جزئیہ کا صادق ہونا ضروری نہیں ہے، کیونکہ اعم کے صادق ہونے سے اخص کا صادق ہونا ضروری نہیں ہے، جب مرکبہ جزئیہ اور جزئین کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، تو ان کی نقیض کے درمیان بھی عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہوگی، البتہ اصل میں جو کلی اعم ہے وہ نقیض میں اخص ہوگی، تو جزئین کی نقیض میں ایک نقیض مرکبہ جزئیہ کے مفہوم کی نقیض سے اخص ہوگی تو جزئین میں سے ایک کی نقیض مرکبہ جزئیہ کے مفہوم کی نقیض کے مساوی نہ ہوئی، اس لئے مرکبہ جزئیہ کی نقیض نکالنے کے لئے مرکبہ کلیہ کی نقیض نکالنے کی طرح جزئین کی نقیضوں کے درمیان حرف تردید داخل کرنا کافی نہیں ہے، شارح کہتے ہیں کہ چونکہ دو نقیضوں میں سے ایک مرکبہ جزئیہ کا مفہوم کی نقیض مساوی نہیں ہے، بلکہ ان کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے اس لئے مرکبہ جزئیہ کا دو کلیوں یعنی دو نقیضوں میں سے ایک کے ساتھ کذب پر جمع ہونا جائز ہے، دلیل یہ ہے کہ دو کلیوں میں سے ایک یعنی جزئین کی نقیضوں میں سے ایک مرکبہ جزئیہ کی نقیض سے اخص ہے، اور اخص کا اعم کے بغیر کاذب ہونا جائز ہے، تو جب مرکبہ جزئیہ کی نقیض صادق ہوگی اور جزئین کی نقیضوں میں سے ایک صادق نہ ہو بلکہ کاذب ہو تو اس وقت مرکبہ جزئیہ کی نقیض اور جزئین کی نقیضوں میں سے ایک، دونوں کاذب ہوں گے جیسا کہ ذکر کردہ مثال ”بعض الجسم حیوان بالفعل لا دائماً“ مرکبہ جزئیہ وجودیہ لا دائمہ ہے کاذب ہے، اور دو کلیوں یعنی دو نقیضوں میں سے ایک جو مرکبہ جزئیہ کی نقیض سے اخص ہے وہ بھی کاذب ہے، یعنی ”إما لاشی من الجسم بحیوان دائماً و إما کل جسم حیوان دائماً“ دیکھئے مرکبہ جزئیہ اور جزئین کی نقیضیں میں سے جو

مرکبہ جزئیہ کی نقیض سے اخص ہے دونوں کاذب ہیں، لیکن مرکبہ جزئیہ کی نقیض یعنی ”کل جسم إما لیس بحیوان دائماً او حیوان دائماً“ صادق ہے، خلاصہ کلام یہ ہے کہ جزئیت کی نقیضوں کو بطریق تردید لینا مرکبہ جزئیہ کی نقیض حاصل ہونے کے لئے کافی نہیں ہے، اس لئے کہ اگر دونوں نقیضوں کے درمیان تردید کی جائے تو دونوں جزوؤں کی نقیض دو کلیے ہوں گے اور ان کے مفہوم مرذد اور اصل قضیہ مرکبہ جزئیہ دونوں کذب میں جمع ہو جاتے ہیں، جیسے ”بعض الحیوان انسان بالفعل لا دائماً“ دیکھئے یہ اصل قضیہ ہے اور یہ کاذب ہے، اور اس کے دونوں جزوؤں کی نقیضوں کے درمیان تردید کر کے یوں کہا جائے، ”إما لاشی من الحیوان بانسان دائماً او کل حیوان انسان دائماً“ تو یہ بھی کاذب ہیں، حالانکہ تناقض کا تقاضا یہ ہے کہ اگر اصل قضیہ صادق ہے تو نقیض کاذب ہو اور اصل قضیہ کاذب ہے تو نقیض صادق ہو اور یہاں دونوں کاذب ہیں تو معلوم ہوا کہ مرکبہ کلیہ کی نقیض نکالنے کا طریقہ مرکبہ جزئیہ کی نقیض نکالنے کے لئے کافی نہیں ہے، جب یہ طریقہ کافی نہیں ہے تو ان دونوں میں فرق کا ہونا واضح اور ظاہر ہے۔ مزید افادہ کے لئے مرکبات جزئیہ کی نقیضوں کا ایک نقشہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

مرکبات جزئیہ کی نقیضوں کا نقشہ

نمبر شمار	قضایا مرکبہ جزئیہ	مثالیں	نقیض	مثالیں
۱	موجبہ جزئیہ مشروطہ خاصہ	بعض الکاتب متحرک الاصابع بالضرورة مادام کاتباً لا دائماً	قضیہ حملیہ کلیہ مرذدہ محمول	کل کاتب إما لیس بمتحرک الاصابع بالامکان حین ہو کاتب او متحرک الاصابع دائماً
۲	سالہ جزئیہ مشروطہ خاصہ	بعض الکاتب لیس بساکن الاصابع بالضرورة مادام کاتباً لا دائماً	//	کل کاتب إما ساکن الاصابع بالامکان حین ہو کاتب او لیس بساکن الاصابع دائماً
۳	موجبہ جزئیہ عرفیہ خاصہ	بعض الکاتب متحرک الاصابع دائماً مادام کاتباً لا دائماً	//	کل کاتب إما لیس بمتحرک الاصابع بالفعل حین ہو کاتب او متحرک الاصابع دائماً
۴	سالہ جزئیہ عرفیہ خاصہ	بعض الکاتب لیس بساکن الاصابع دائماً مادام کاتباً لا دائماً	//	کل کاتب إما ساکن الاصابع بالفعل حین ہو کاتب او لیس بساکن الاصابع دائماً
۵	موجبہ جزئیہ وقتیہ	بعض القمر منخسف بالضرورة وقت الحیلولة لا دائماً	//	کل قمر إما لیس بمنخسف بالامکان وقت التربع اور لیس بمنخسف دائماً

۶	سالہ جزئیہ وقتیہ	بعض القمر ليس بمنخسف بالضرورة وقت التربع لا دائماً	//	کل قمر إما منخسف بالامکان وقت التربع او ليس بمنخسف دائماً
۷	موجبه جزئیہ منتشرہ	بعض الانسان متنفس بالضرورة وقتما لا دائماً	//	کل انسان إما ليس بمتنفس بالامکان وقتاً ما او متنفس دائماً
۸	سالہ جزئیہ منتشرہ	بعض الانسان ليس بمتنفس بالضرورة وقتاً ما لا دائماً	//	کل انسان إما متنفس بالامکان وقتاً ما او ليس بمتنفس دائماً
۹	موجبه جزئیہ وجودیہ لا ضروریہ	بعض الانسان ضاحک بالفعل لا بالضرورة	//	کل انسان إما ليس بضاحک دائماً او ضاحک بالضرورة
۱۰	سالہ جزئیہ وجودیہ لا ضروریہ	بعض الانسان ليس بضاحک بالفعل لا بالضرورة	//	کل انسان إما ضاحک دائماً او ليس بضاحک بالضرورة
۱۱	موجبه جزئیہ وجودیہ لا دائمہ	بعض الانسان ضاحک بالفعل لا دائماً	//	کل انسان إما ليس بضاحک دائماً او ضاحک دائماً
۱۲	سالہ جزئیہ وجودیہ لا دائمہ	بعض الانسان ليس بضاحک بالفعل لا دائماً	//	کل انسان إما ضاحک دائماً او ليس بضاحک دائماً
۱۳	موجبه جزئیہ	بعض الانسان كاتب بالامکان الخاص	//	کل انسان إما ليس بکاتب بالضرورة او کاتب بالضرورة
۱۴	سالہ جزئیہ ممکنہ خاصہ	بعض الانسان ليس بکاتب بالامکان الخاص	//	کل انسان إما کاتب بالضرورة او ليس بکاتب بالضرورة

فَقَالَ وَ أَمَّا الشَّرْطِيَّةُ فَتَقْبِيضُ الْكُلِّيَّةِ مِنْهَا الْجُزْئِيَّةُ الْمُوَافِقَةُ لَهَا فِي الْجِنْسِ وَالنَّوْعِ وَالْمُخَالَفَةُ فِي
الْكَيفِ وَالْكَثْمِ وَ بِالْعَكْسِ أَقُولُ أَمَّا الشَّرْطِيَّاتُ فَتَقْبِيضُ الْكُلِّيَّةِ مِنْهَا الْجُزْئِيَّةُ الْمُوَافِقَةُ لَهَا فِي
الْكَيفِ الْمُوَافِقَةُ لَهَا فِي الْجِنْسِ أَيْ فِي الْإِتِّصَالِ وَالْإِنْفِصَالِ وَالنَّوْعِ أَيْ فِي اللَّزُومِ وَالْعِنَادِ وَ
الْإِتِّفَاقِ وَ بِالْعَكْسِ فَتَقْبِيضُ الْمُوجِبَةِ الْكُلِّيَّةِ اللَّزُومِيَّةِ السَّالِبَةُ الْجُزْئِيَّةُ اللَّزُومِيَّةُ وَالْعِنَادِيَّةُ الْكُلِّيَّةُ
الْعِنَادِيَّةُ الْجُزْئِيَّةُ وَالْإِتِّفَاقِيَّةُ الْكُلِّيَّةُ الْإِتِّفَاقِيَّةُ الْجُزْئِيَّةُ وَ هَكَذَا فِي بَوَاقِي الشَّرْطِيَّاتِ فَإِذَا قُلْنَا كُلَّمَا
كَانَ أَبَ فَجَ دَلُّوْمِيَّةٌ كَانَ نَقِيضُهُ لَيْسَ كُلَّمَا كَانَ أَبَ فَجَ دَلُّوْمِيَّةٌ وَإِذَا قُلْنَا دَائِمًا أَيْ أَن يَكُونَ أ
بَ أَوْ جَ دَ حَقِيقِيَّةٌ فَتَقْبِيضُهُ لَيْسَ دَائِمًا أَيْ أَن يَكُونَ أَبَ أَوْ جَ دَ حَقِيقِيَّةٌ وَعَلَى هَذَا الْقِيَاسِ .

ترجمہ: ماتن نے کہا: اور بہر حال شرطیات تو اس کی کلیہ کی نقیض جزئیہ ہوگی، جو جنس اور نوع میں اس کے موافق ہوگی،

اور کیف و کم میں مخالف ہوگی، اور اس کے برعکس۔ میں کہتا ہوں بہر حال شرطیات تو ان میں سے کلیہ کی نفیض ایسا جز یہ ہوگی جو کیف میں اس کلیہ کے مخالف اور جنس یعنی اتصال و انفصال میں اور نوع یعنی لزوم و عناد اور اتفاق میں اس کے موافق ہوگا، اور اس کے برعکس۔ چنانچہ موجبہ کلیہ لزوم کی نفیض سالبہ جز یہ ہوگی، اور عناد یہ کلیہ کی نفیض عناد یہ جز یہ اور اتفاق یہ کلیہ کی نفیض اتفاق یہ جز یہ ہوگی، اور اسی طرح باقی شرطیات میں، تو جب ہم لزوم یہ کہیں تو ”کلما کان اب فج د“ تو اس کی نفیض ”لیس کلما کان اب فج د“ لزوم یہ ہوگی، اور جب ہم حقیقیہ بولیں ”دائمًا إما ان یکون اب فج د“ تو اس کی نفیض حقیقیہ (یعنی) ”لیس دائمًا إما ان یکون اب او ج د“ ہوگی، اور اسی پر باقی کو قیاس کرلو۔

تشریح: جب مصنف دو حلیہ کے درمیان تاقض کے بیان سے فارغ ہو گئے تو اب اس قال میں قضیہ شرطیہ کی نفیض کا طریقہ اور اس کی شرطیں بیان کر رہے ہیں شارح کہتے ہیں کہ قضیہ شرطیہ کلیہ کی نفیض ایسا شرطیہ جز یہ ہوگی جو کیف میں اس کلیہ کے موافق اور نوع میں اس کلیہ کے مخالف ہوگا۔

شارح کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ قضیہ شرطیہ کلیہ کی نفیض شرطیہ جز یہ آتی ہے، اور شرطیہ جز یہ کی نفیض شرطیہ کلیہ آتی ہے مگر اس کے لئے چار شرطیں ہیں:

۱۔ جنس میں دونوں قضیے موافق ہوں یعنی اگر اصل قضیہ متصل ہو تو اس کی نفیض بھی متصل ہوگی، اور اگر اصل قضیہ منفصلہ ہو تو اس کی نفیض بھی منفصلہ ہوگی۔

۲۔ دونوں قضیے نوع میں موافق ہوں یعنی اگر اصل قضیہ لزوم یہ یا عناد یہ یا اتفاق یہ ہو تو اس کی نفیض بھی لزوم یہ یا عناد یہ یا اتفاق یہ ہوگی۔

۳۔ کیف یعنی ایجاب و سلب میں دونوں مخالف ہوں، اگر اصل قضیہ شرطیہ موجبہ ہے تو اس کی نفیض سالبہ ہوگی، اور اگر اصل قضیہ شرطیہ سالبہ ہے تو اس کی نفیض موجبہ ہوگی۔

۴۔ کم یعنی کلیت اور جزیت میں دونوں مخالف ہوں، اگر اصل قضیہ کلیہ ہے تو اس کی نفیض جز یہ ہوگی، اور اگر اصل قضیہ جز یہ ہو تو اس کی نفیض کلیہ ہوگی۔

لہذا متصل لزوم یہ موجبہ کلیہ کی نفیض متصل لزوم یہ سالبہ جز یہ ہوگی، جیسے ”کلما کان اب فج د“ متصل لزوم یہ موجبہ کلیہ ہے، اس کی نفیض ”لیس کلما کان اب فج د“ ہوگی، جو متصل لزوم یہ سالبہ جز یہ ہے، اس مثال کو آپ معروف و مشہور مثال میں سمجھیں، کلما کانت الشمس طالعة فالنہار موجودا“ دیکھئے یہ قضیہ شرطیہ متصل لزوم یہ موجبہ ہے لہذا اس کی نفیض آئے گی، ”لیس کلما کان الشمس طالعة فالنہار موجودا“ اور یہ شرطیہ متصل لزوم یہ سالبہ جز یہ ہے۔ اور اگر اصل قضیہ عناد یہ موجبہ کلیہ ہو تو اس کی نفیض عناد یہ سالبہ جز یہ ہوگی، جیسے ”دائمًا إما ان یکون اب او ج د“ اس کی نفیض ”لیس دائمًا إما ان یکون اب او ج د“ ہوگی۔ اس کی واضح مثال یہ ہے کہ ”دائمًا إما ان یکون هذا العدد زوجًا او فردًا“ دیکھو یہ منفصلہ عناد یہ موجبہ کلیہ ہے لہذا اس کی نفیض منفصلہ عناد یہ سالبہ جز یہ ہوگی، یعنی ”لیس دائمًا إما ان یکون هذا العدد زوجًا او فردًا“۔

اور اگر اصل قضیہ منفصلہ حقیقیہ موجبہ کلیہ ہو تو اس کی نفیض منفصلہ حقیقیہ سالبہ جز یہ ہوگی، اور اگر اصل قضیہ اتفاق یہ موجبہ کلیہ ہو تو اس کی نفیض اتفاق یہ سالبہ جز یہ ہوگی۔ شارح کہتے ہیں کہ باقی شرطیات کو اسی پر قیاس کر لیجئے۔ مزید افادہ کے لئے ذیل میں شرطیات کی نفیضوں کا نقشہ درج کیا جاتا ہے۔

شرطیات کی نقیضوں کا نقشہ

نمبر شمار	اصل قضیہ	مثالیں	نقیض	مثالیں
۱	موجبہ کلیہ متصلہ لزومیہ	کَلَمَا کانت الشمس طالعة کان النهار موجودًا	سالہ جزئیہ متصلہ لزومیہ	قد لایکون اذا کانت الشمس طالعة کان النهار موجودًا
۲	سالہ کلیہ متصلہ لزومیہ	لیس البتہ إذا کانت الشمس طالعة فاللیل موجود	موجبہ جزئیہ متصلہ لزومیہ	قد یکون إذا کانت الشمس طالعة فاللیل موجود
۳	موجبہ کلیہ متصلہ اتفاقیہ	کَلَمَا إذا کان الانسان ناطقًا فالحمار ناهق	موجبہ جزئیہ متصلہ اتفاقیہ	قد لایکون إذا کان الانسان ناطقًا فالحمار ناهق
۴	سالہ کلیہ متصلہ لزومیہ	لیس البتہ کَلَمَا کان الانسان ناطقًا فکان الفرس ناهقًا	سالہ جزئیہ متصلہ اتفاقیہ	قد یکون إذا کان الانسان ناطقًا کان الفرس ناهقًا
۵	موجبہ کلیہ منفصلہ حقیقیہ عنادیہ	دائمًا إما ان یکون العدد زوجًا او فردًا	سالہ جزئیہ منفصلہ حقیقیہ عنادیہ	قد لایکون إما ان یکون العدد زوجًا اور فردًا
۶	سالہ کلیہ منفصلہ حقیقیہ عنادیہ	لیس البتہ إما ان یکون هذا العدد زوجًا او منقسمًا بمتساویین	موجبہ جزئیہ منفصلہ حقیقیہ عنادیہ	قد یکون إما ان یکون هذا العدد زوجًا او منقسمًا بمتساویین
۷	موجبہ کلیہ منفصلہ مانعہ الجمع عنادیہ	دائمًا ان یکون هذا الشئ شجرًا او حجرًا	سالہ جزئیہ منفصلہ مانعہ الجمع عنادیہ	قد لایکون إما ان یکون هذا الشئ شجرًا او حجرًا
۸	سالہ کلیہ منفصلہ مانعہ الجمع عنادیہ	لیس البتہ إما ان یکون هذا الغنم حیوانًا او اسود	موجبہ جزئیہ منفصلہ مانعہ الجمع عنادیہ	قد یکون إما ان یکون هذا الغنم حیوانًا او اسود
۹	موجبہ کلیہ منفصلہ مانعہ الخلو عنادیہ	دائمًا إما ان یکون زید فی البحر او لایغرق	سالہ جزئیہ منفصلہ مانعہ الخلو	قد لایکون إما ان یکون زید فی البحر او لایغرق
۱۰	سالہ کلیہ منفصلہ مانعہ الخلو عنادیہ	لیس البتہ إما ان یکون هذا الشئ انسانًا او فرسًا	موجبہ جزئیہ منفصلہ مانعہ الخلو	قد یکون إما ان یکون هذا الشئ انسانًا او فرسًا
۱۱	موجبہ کلیہ منفصلہ حقیقیہ اتفاقیہ	دائمًا إما ان یکون زید عالمًا او اسود	سالہ جزئیہ منفصلہ حقیقیہ اتفاقیہ	قد لایکون إما ان یکون زید عالمًا او اسود

۱۲	سالہ کلیہ منفصلہ حقیقیہ اتفاقیہ	لیس البتہ إما ان يكون زيد عالمًا او مُهندسًا	موجبہ جزئیہ منفصلہ حقیقیہ اتفاقیہ	قد يكون إما ان يكون زيد عالمًا او مهندسًا
۱۳	موجبہ کلیہ منفصلہ مانعہ الجمع اتفاقیہ	دائمًا إما ان يكون زيد قاريًا او مفتيًا	سالہ جزئیہ منفصلہ حقیقیہ اتفاقیہ	قد لا يكون إما أن يكون زيد قاريًا او مفتيًا
۱۴	سالہ جزئیہ منفصلہ مانعہ الجمع اتفاقیہ	لیس البتہ إما ان يكون خالد كاتبًا او اسود	موجبہ جزئیہ منفصلہ مانعہ الجمع اتفاقیہ	قد يكون إما ان يكون خالد كاتبًا او اسود
۱۵	موجبہ کلیہ منفصلہ مانعہ الخلو اتفاقیہ	دائمًا إما ان يكون هذا الشيء انسانًا او كاتبًا	سالہ جزئیہ منفصلہ مانعہ الخلو اتفاقیہ	قد لا يكون إما ان يكون هذا الشيء انسانًا او كاتبًا
۱۶	سالہ کلیہ منفصلہ مانعہ الخلو اتفاقیہ	لیس البتہ إما ان يكون هذا الشيء ثوبًا او ابيض	موجبہ جزئیہ منفصلہ مانعہ الخلو اتفاقیہ	قد يكون إما ان يكون هذا الشيء ثوبًا او ابيض

فَقَالَ الْبَحْثُ الثَّانِي فِي الْعَكْسِ الْمُسْتَوِيِّ وَهُوَ عِبَارَةٌ عَنْ جَعْلِ الْجُزْءِ الْأَوَّلِ مِنَ الْقَضِيَّةِ ثَانِيًا وَ
الثَّانِي أَوَّلًا مَعَ بَقَاءِ الصِّدْقِ وَ الْكَيْفِ بِحَالِهَا أَقُولُ مِنْ أَحْكَامِ الْقَضَايَا الْعَكْسِ الْمُسْتَوِيِّ وَهُوَ
عِبَارَةٌ عَنْ جَعْلِ الْجُزْءِ الْأَوَّلِ مِنَ الْقَضِيَّةِ ثَانِيًا وَ الْجُزْءِ الثَّانِي أَوَّلًا مَعَ بَقَاءِ الصِّدْقِ وَ الْكَيْفِ
بِحَالِهَا كَمَا إِذَا أَرَدْنَا عَكْسَ قَوْلِنَا كُلُّ إِنْسَانٍ حَيَوَانٌ بَدَلْنَا جُزْئِيَّةً قُلْنَا بَعْضُ الْحَيَوَانِ إِنْسَانٌ أَوْ
عَكْسَ قَوْلِنَا لَا شَيْءَ مِنَ الْإِنْسَانِ بِحَجَرٍ قُلْنَا لَا شَيْءَ مِنَ الْحَجَرِ بِإِنْسَانٍ فَالْمُرَادُ بِالْجُزْءِ الْأَوَّلِ وَ
الثَّانِي الْجُزْءَ الْإِنْفِ فِي الذِّكْرِ لَا فِي الْحَقِيقَةِ فَإِنَّ الْجُزْءَ الْأَوَّلَ وَ الثَّانِي مِنَ الْقَضِيَّةِ فِي الْحَقِيقَةِ هُوَ
ذَاتُ الْمَوْضُوعِ وَ وَصْفُ الْمَحْمُولِ وَ بِالْعَكْسِ لَا يَصِيرُ ذَاتُ الْمَوْضُوعِ مَحْمُولًا وَ وَصْفُ
الْمَحْمُولِ مَوْضُوعًا بَلْ مَوْضُوعُ الْعَكْسِ هُوَ ذَاتُ الْمَحْمُولِ فِي الْأَصْلِ وَ مَحْمُولُهُ هُوَ وَصْفُ
الْمَوْضُوعِ فَالتَّبْدِيلُ لَيْسَ إِلَّا فِي الْجُزْئَيْنِ فِي الذِّكْرِ أَيْ فِي الْوَصْفِ الْعُنَوَانِي وَ وَصْفِ الْمَحْمُولِ
لَا فِي الْجُزْئَيْنِ الْحَقِيقِيَيْنِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا دوسری بحث عکس مستوی (کے بیان) میں ہے، اور وہ قضیہ کے پہلے جزء کو دوسرا اور دوسرے کو پہلا بنانے کا نام ہے، صدق و کیف کے اپنے حال پر باقی رہنے کے ساتھ۔ میں کہتا ہوں کہ قضایا کے احکام میں سے عکس مستوی ہے، اور وہ قضیہ کے جزء اول کو دوسرا اور دوسرے جزء اول کر دینے کا نام ہے صدق و کیف کے اپنے حال پر باقی رہنے کے ساتھ، مثال کے طور پر جب ہم اپنے قول ”کُل انسان حیوان“ کا عکس کرنا چاہیں تو اس کے جز میں کو بدل دیں گے، (اور یوں) کہیں گے، ”بعض الحيوان انسان“ یا ہمارے قول ”لا شئ من الانسان بحجر“ کے عکس میں ”لا شئ من الحجر بانسان“ (کہیں گے) تو جزء اول اور جزء ثانی سے مراد جو ذکر میں جز میں ہیں نہ کہ حقیقت میں، کیوں کہ حقیقت میں قضیہ کا جزء اول اور جزء ثانی ذات موضوع اور وصف محمول ہیں، اور عکس کی وجہ سے ذات

موضوع محمول اور وصف محمول موضوع نہیں ہو جاتے، بلکہ عکس کا موضوع اصل میں ذات محمول ہے، اور اس کو وصف محمول ہے، پس تبدیلی صرف جزئین میں ذکر یعنی وصف عنوانی اور وصف محمول میں ہے نہ کہ حقیقی جزئین میں۔

تشریح: جب ماتن تناقض کی بحث سے فارغ ہو چکے تو اب عکس کی بحث کو شروع کر رہے ہیں۔ عکس کے لغوی معنی ہیں الٹ پھیر کر نا یعنی کسی چیز کے اول کو آخر اور آخر کو اول کی طرف پھیر دینے کا نام عکس ہے، خواہ یہ قضیہ میں ہو یا غیر قضیہ میں۔

عکس کی قسمیں: یہ بات ذہن نشین رہے کہ عکس کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ عکس مستوی ۲۔ عکس نقیض۔ اور عکس نقیض سے عکس مستوی چونکہ زیادہ آسان اور سہل ہے، آسان و سہل اس وجہ سے ہے کہ عکس مستوی صرف طرفین کی تبدیلی ہوتی ہے، اور عکس نقیض میں طرفین کی دو نقیضوں میں تبدیلی ہوتی ہے، اس آسانی کا خیال رکھتے ہوئے صاحب کتاب نے عکس مستوی کو عکس نقیض پر مقدم کیا ہے، مستوی کے معنی ہیں برابر، کہا جاتا ہے، استوی الشیطان، دونوں چیزیں برابر ہوئیں، اس عکس کو عکس مستوی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ سچا ہونے میں اصل قضیہ کے برابر اور مطابق ہوتا ہے، نیز عکس نقیض سے احتراز کے لئے اس کا نام عکس مستوی رکھا، عکس مستوی کو عکس مستقیم بھی کہا جاتا ہے، مستقیم کے لغوی معنی ہیں سیدھا سادھا، چونکہ عکس مستوی سیدھا سادھا ہوتا ہے، اس مناسبت سے اس کو عکس مستقیم کہتے ہیں۔

عکس مستوی کی تعریف: اصطلاح منطق میں قضیہ کے پہلے جزء کو دوسرے جزء کی جگہ اور دوسرے جزء کو پہلے جزء کی جگہ رکھ دینا عکس مستوی کہلاتا ہے۔

لیکن عکس مستوی کے لئے دو شرطیں ہیں: ۱۔ بقاء صدق ۲۔ بقاء کیف، جیسے ”کل انسان حیوان“ یہ موجبہ کلیہ ہے اس کا عکس مستوی موجبہ جزئیہ ہوگا، یعنی ”بعض الحيوان انسان“ اور ”لاشی من الانسان بحجر“ کا عکس مستوی ”لاشی من الحجر بانسان“ آئے گا، صدق و کیف کی بقاء کی تشریح شارح آگے کریں گے۔

عکس اجزاء ذکر یہ میں ہوتا ہے

فالمراد بالجزء الاول الخ اس عبارت میں شارح نے ایک سوالیہ مقدمہ کا جواب دیا ہے، سوال یہ ہوتا ہے کہ عکس مستوی کی تعریف میں آپ نے جو یہ کہا ہے کہ قضیہ کے جزء اول کو ثانی اور ثانی کو اول کر دیا جائے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قضیہ کے جزء اول کو جزء ثانی سے تبدیل کرتے ہیں، اور جزء ثانی کو جزء اول سے بدل دیتے ہیں، اور ظاہر ہے کہ قضیہ کا ایک جزء ذات موضوع ہوتا ہے اور دوسرا جزء وصف محمول ہوتا ہے، اور ذات کو وصف سے اور وصف کو ذات سے تبدیل نہیں کر سکتے، لہذا عکس کی یہ تعریف صحیح نہیں؟ تو شارح نے اس عبارت سے اس کا جواب دیا ہے، کہ تعریف میں جزئین سے اس قضیہ کے حقیقی اجزاء مراد نہیں ہیں بلکہ اجزاء ذکر یہ مراد ہیں اور یہ بھی دو ہیں: ۱۔ وصف موضوع اور ذات محمول، چنانچہ عکس میں ذات محمول قضیہ کا موضوع ہوتی ہے، اور وصف موضوع قضیہ کا محمول ہو جاتا ہے، اور تبدیل سے مراد یہ ہے کہ ذکر میں موضوع کو محمول اور محمول کو موضوع بنا دیا جائے، یہ مراد نہیں کہ ذات موضوع کو وصف محمول بنا دیا جائے، اور وصف محمول کو ذات موضوع بنا دیا جائے، لہذا عکس کی تعریف صحیح ہے، اس پر کسی قسم کا سوال وارد نہیں کیا جاسکتا۔

لَا يُقَالُ فَعَلَىٰ هَذَا يَلْزَمُ أَنْ يَكُونَ لِلْمُنْفَصِلَةِ عَكْسٌ لِأَنَّ جُزْئِيَّهَا مُتَمَيِّزَانِ فِي الذِّكْرِ وَالْوَضْعِ وَإِنْ لَمْ يَتَمَيَّزَا بِحَسَبِ الطَّبْعِ فَإِذَا تَبَدَّلَ أَحَدُهُمَا بِالْآخَرِ يَكُونُ عَكْسًا لَهَا لَصَدَقَ التَّعْرِيفُ عَلَيْهِ لِكُنْهَمْ

صَرَّحُوا بِأَنَّهَا لَا عَكْسَ لَهَا لِأَنَّا نَقُولُ لَا نَمُ أَنْ الْمُنْفَصِلَةَ لَا عَكْسَ لَهَا فَإِنَّ الْمَفْهُومَ مِنْ قَوْلِنَا إِمَّا أَنْ يَكُونَ الْعَدَدُ زَوْجًا أَوْ فَرْدًا الْحُكْمُ عَلَى زَوْجِيَّةِ الْعَدَدِ بِمُعَانَدَةِ الْفَرْدِيَّةِ وَمِنْ قَوْلِنَا إِمَّا أَنْ يَكُونَ الْعَدَدُ فَرْدًا أَوْ زَوْجًا الْحُكْمُ عَلَى فَرْدِيَّةِ الْعَدَدِ بِمُعَانَدَةِ الزَّوْجِيَّةِ وَلَا شَكَّ أَنَّ الْمَفْهُومَ مِنْ مُعَانَدَةِ هَذَا لِذَاكَ غَيْرُ الْمَفْهُومِ مِنْ مُعَانَدَةِ ذَاكَ لِهُذَا فَيَكُونُ لِلْمُنْفَصِلَةِ أَيْضًا عَكْسٌ مُغَايِرٌ لَهَا فِي الْمَفْهُومِ إِلَّا أَنَّهُ لَمَّا لَمْ يَكُنْ فِيهِ فَائِدَةٌ لَمْ يَعتَبَرُوهُ فَكَانَتْهُمْ مَا عَنَّا بِقَوْلِهِمْ لَا عَكْسَ لِلْمُنْفَصِلَاتِ إِلَّا ذَاكَ.

ترجمہ: اس پر اعتراض نہ کیا جائے کہ اس پر تو یہ لازم آتا ہے کہ منفصلہ کا بھی عکس ہو کیوں کہ اس کے دونوں جزء ذکر اور وضع میں ممتاز ہوتے ہیں، اگرچہ بحسب الطبع ممتاز نہیں ہوتے، لہذا جب ایک جزء کو دوسرے جزء سے بدل دیا جائے گا تو اس کا عکس بھی ہو جائے گا، کیوں کہ اس پر تعریف صادق ہے، لیکن مناطہ نے اس کی تصریح کی ہے کہ منفصلہ کا عکس نہیں آتا؟ کیوں کہ ہم جواب دیں گے کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ منفصلہ کا عکس نہیں آتا۔ اس لئے کہ ہمارے قول 'إمّا أن يكون العدد زوجًا أو فردًا' کا مفہوم عدد کی زوجیت پر فردیت کی معاندت کا حکم ہے، اور ہمارے قول 'إمّا أن يكون العدد فردًا أو زوجًا' (کا مفہوم) عدد فردیت پر زوجیت کی معاندت کا حکم ہے، اور اس میں شک نہیں کہ پہلے قضیہ میں (جو دو قضیے ہیں ان میں سے) ایک کا دوسرے کے معاند ہونے کا مفہوم اس مفہوم کا غیر ہے، جو دوسرے قضیہ میں ایک قضیہ کا دوسرے کے معاند ہونے کا ہے، تو منفصلہ کا بھی ایسا عکس نکلا جو مفہوم میں منفصلہ کے مغایر ہے، مگر اس عکس میں چونکہ کوئی فائدہ نہیں ہے، اس لئے انہوں نے اس کا کوئی اعتبار نہیں کیا، گویا مناطہ نے اپنے قول لا عکس للمنفصلات، سے اسی کا ہی ارادہ کیا ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے ایک اعتراض بیان کر کے پھر لانا نقول سے اس کا جواب دیا ہے، معترض کہتا ہے کہ اگر جزئین سے اجزاء ذکر یہ مراد ہوں، تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ منفصلہ کا بھی عکس ہو، اس لئے کہ منفصلہ کے دونوں جزء ذکر اور وضع کے لحاظ سے ایک دوسرے سے ممتاز ہوتے ہیں، کہ ایک کو مقدم اور دوسرے کو تاہی بنا دیا جاتا ہے، گو طبع کے لحاظ سے ممتاز نہیں ہوتے۔ لیکن ذکر میں ضرور ممتاز ہوتے ہیں، جب منفصلہ کے جزئین میں ذکر اور وضع کے اعتبار سے امتیاز پایا جاتا ہے، تو منفصلہ کے جزئین میں تبدیلی کرنے سے جو قضیہ حاصل ہوگا، اس پر عکس مستوی کی تعریف صادق آئے گی، حالانکہ مناطہ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ منفصلہ کا عکس نہیں آتا، معلوم ہوا کہ عکس کی تعریف میں اجزاء سے اجزاء ذکر یہ مراد لینا صحیح نہیں؟

شارح لانا نقول سے اس کا جواب دے رہے ہیں کہ یہاں اجزاء سے اجزاء ذکر یہ ہی مراد ہے اور آپ کا یہ کہنا کہ مناطہ نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ منفصلہ کا عکس نہیں آتا، ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے، اس لئے کہ قاعدہ کے لحاظ سے اس کا بھی عکس آتا ہے، دلیل یہ ہے کہ منفصلہ میں معاندت کا حکم ہوتا ہے، جس میں پہلا جزء معاند (اسم مفعول) اور دوسرا جزء معاند (اسم فاعل) ہوتا ہے اور جب جزئین میں تبدیلی کر دی جائے تو معاند یعنی اسم مفعول معاند یعنی اسم فاعل ہو جائے گا، اور معاند یعنی اسم فاعل معاند یعنی اسم مفعول ہو جائے گا، جیسے 'إمّا أن يكون هذا العدد زوجًا أو فردًا' دیکھئے یہ قضیہ منفصلہ ہے اس میں پہلا قضیہ معاند (اسم مفعول) ہے اور دوسرا قضیہ معاند (اسم فاعل) ہے، اس میں معین عدد کے زوج ہونے پر فرد ہونے کی معاندت کا حکم ہے، اور اگر اس کا عکس

کریں تو یوں کہا جائے گا، اِسا ان یکون هذا العدد فردا او زوجا اس میں پہلا قضیہ معاند (اسم مفعول) ہے، حالانکہ عکس سے پہلے یہی قضیہ معاند (اسم فاعل) تھا، اور دوسرا قضیہ معاند (اسم فاعل) ہے، حالانکہ عکس سے پہلے معاند (اسم مفعول) تھا، اس میں عدد معین کے فرد ہونے پر زوج ہونے کی معاندت کا حکم ہے، جب اس معاندت کا حکم اول معاندت کے مغایر ہے، تو دونوں میں تغایر بالکل ظاہر ہے، تو اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ منفصلہ کا بھی عکس آتا ہے جو مفہوم میں منفصلہ کے مغایر ہوتا ہے، چونکہ اس کے عکس میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا، بلکہ دونوں مفہوموں کا حاصل ایک ہی نکلتا ہے، اس لئے اس عکس کا کوئی اعتبار نہیں ہے، لہذا مناطقہ کے قول ”لا عکس للمنفصلات“ میں مطلقاً عکس کی نفی مقصود نہیں ہے بلکہ اس قول کا مطلب یہ ہے کہ منفصلہ کا فائدہ مند عکس نہیں آتا۔

وَأَنَّمَا قَالَ جُعِلَ الْجُزْءُ الْأَوَّلُ مِنَ الْقَضِيَّةِ ثَانِيًا وَالثَّانِي أَوَّلًا لَا تَبْدِيلُ الْمَوْضُوعِ بِالْمَحْمُولِ كَمَا ذَكَرَ بَعْضُهُمْ لِيَشْتَمِلَ عَكْسُ الْحَمَلِيَّاتِ وَ الشَّرْطِيَّاتِ وَلَيْسَ الْمُرَادُ بِبَقَاءِ الصِّدْقِ أَنَّ الْعَكْسَ وَالْأَصْلَ يَكُونَانِ صَادِقَيْنِ فِي الْوَاقِعِ بَلِ الْمُرَادُ أَنَّ الْأَصْلَ يَكُونُ بِحَيْثُ لَوْ فُرِضَ صِدْقُهُ لَزِمَ صِدْقُ الْعَكْسِ وَ إِنَّمَا اعتَبَرُوا اللَّزُومَ فِي الصِّدْقِ لِأَنَّ الْعَكْسَ لَا زِمَ مِنْ لَوَائِمِ الْقَضِيَّةِ وَ يَسْتَحِيلُ صِدْقُ الْمَلْزُومِ بِذَوْنِ صِدْقِ اللَّازِمِ وَ لَمْ يَعْتَبَرُوا بَقَاءَ الْكُذْبِ إِذْ لَمْ يَلْزَمْ مِنْ كُذْبِ الْمَلْزُومِ كُذْبُ اللَّازِمِ فَإِنَّ قَوْلَنَا كُلُّ حَيَوَانَ إِنْسَانٌ كَاذِبٌ مَعَ صِدْقِ عَكْسِهِ وَ هُوَ قَوْلُنَا بَعْضُ الْإِنْسَانِ حَيَوَانٌ وَ الْمُرَادُ بِبَقَاءِ الْكَيْفِ أَنَّ الْأَصْلَ لَوْ كَانَ مُوجِبًا كَانَ الْعَكْسُ أَيْضًا مُوجِبًا وَ إِنْ كَانَ سَالِبًا فَسَالِبًا وَأَنَّمَا وَقَعَ الْإِصْطِلَاحُ عَلَيْهِ لِأَنَّهُمْ تَتَبَعُوا الْقَضَايَا فَلَمْ يَجِدُوا هَا فِي الْأَكْثَرِ بَعْدَ التَّبْدِيلِ صَادِقَةً لِأَزْمَةِ الْإِمْوَافَةِ لَهَا فِي الْكَيْفِ.

ترجمہ: اور ماتن نے ”جعل الجزء الأول من القضية ثانيا والثاني أولاً“ کہا ”تبدیل الموضوع بالمحمول“ نہیں (کہا) جیسا کہ بعض لوگوں نے ذکر کیا ہے، تا کہ حملیات اور شرطیات دونوں کے عکس کو شامل ہو جائے، اور بقاء صدق سے یہ مراد نہیں کہ عکس اور اصل دونوں واقع میں صادق ہوں گے، بلکہ مراد یہ ہے کہ اصل قضیہ اس حیثیت کا ہو کہ اگر اس کا صدق فرض کر لیا جائے تو عکس کا صدق لازم ہو، اور لزوم فی الصدق کا اعتبار اس لیے کیا ہے کہ عکس قضیہ کے لوازم میں سے ایک لازم ہے، اور ملزوم کا صدق لازم کے صدق کے بغیر محال ہے، اور مناطقہ نے ”بقاء کذب“ کا اعتبار اس لئے نہیں کیا کہ ملزوم کے کذب سے لازم کا کذب ضروری نہیں، کیوں کہ ہمارا قول کل حیوان انسان کاذب ہے اس کے عکس کے صادق ہونے کے ساتھ اور وہ ہمارا قول بعض الانسان حیوان ہے اور بقاء کیف سے مراد یہ ہے کہ اصل اگر موجب ہو تو عکس بھی موجب ہوگا، اور اگر سالبہ ہو تو سالبہ ہوگا، اور اس پر اصطلاح اس لئے قائم ہوئی ہے کہ مناطقہ نے قضایا کا تتبع کیا تو یہی پایا کہ اکثر و بیشتر قضایا میں تبدیل کے بعد وہ صادق لازم اس وقت ہوتا ہے، جب ایجاب و سلب میں اس کے موافق ہو۔

تشریح: ماتن نے جو دیگر مناطقہ کی ذکر کردہ عکس کی تعریف سے عدول کیا ہے، اور عکس کی تعریف ”جعل الجزء الأول ثانيا“ سے کی ہے، شارح اس عبارت میں عدول کی وجہ بیان کر رہے ہیں، بعض مناطقہ نے عکس کی تعریف یوں کی ہے، ”تبدیل الموضوع بالمحمول“ شارح کہتے ہیں کہ یہ تعریف حملیات کے عکس کے ساتھ خاص ہیں، شرطیات کے عکس پر یہ تعریف

جاری نہیں ہوتی، دلیل یہ ہے کہ موضوع اور محمول حملیہ ہی کے اجزاء کو کہتے ہیں، اسی وجہ سے ماتن نے اس تعریف سے عدول کیا ہے، اور اس تعریف یعنی "جعل الجزء الاول ثانیاً" کو پسند کیا ہے، تاکہ یہ تعریف حملیات اور شرطیات دونوں کے عکس کو شامل رہے۔

عکس کی تعریف میں بقاء صدق کا مطلب

ولیس المراد ببقاء الصدق الخ سے شارح نے ایک وہم کا ازالہ فرمایا ہے، وہم یہ ہوتا ہے کہ ماتن نے عکس مستوی میں جو "مع بقاء الصدق" ذکر کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عکس اور اصل قضیہ دونوں کا نفس الامر اور واقع میں صادق ہونا ضروری ہے، حالانکہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں، نیز یہ تعریف قضایا کا ذبہ کے عکس کو شامل نہیں ہے؟ شارح نے مذکورہ عبارت میں صراحت کر دی کہ یہاں صدق سے نفس الامر اور واقع میں صادق ہونا مراد نہیں ہے بلکہ مطلق صادق ہونا مراد ہے، خواہ وہ نفس الامر میں صادق ہو یا اس کے صدق کو فرض کر لیا جائے، دونوں صورتوں میں بقاء صدق کا مفہوم حاصل ہو جائے گا، اور مطلب یہ ہے کہ اگر اصل قضیہ صادق ہو، یا اس کو صادق مان لیا جائے تو عکس کے بعد جو نیا قضیہ حاصل ہوا ہے وہ بھی کسی ماذہ کی تخصیص کے بغیر ضرور صادق ہو یا اس کو بھی ضرور صادق مان لینا پڑے۔ اب اس کو مثال سے سمجھئے، دیکھئے کل انسان حجر انسان موجبہ کا ذبہ ہے، لیکن اگر اس کو صادق مان لیا جائے تو اس کے عکس یعنی بعض الحجر انسان کو ضرور صادق ماننا پڑے گا۔

عکس مستوی کی تعریف میں ماتن نے لزوم فی الصدق کا اعتبار کیا ہے، کہ اگر اصل قضیہ صادق ہو یا اس کو صادق مان لیا جائے تو عکس بھی ضرور صادق ہو یا اس کو صادق ماننا پڑے۔ ماتن نے اس کا اعتبار اس وجہ سے کیا ہے کہ عکس کے لوازم میں سے ایک لازم خاص ہے، اور چونکہ ملزوم کا صدق لازم کے صدق کے بغیر محال اور ناممکن ہے، اس لئے عکس میں "بقاء صدق" کی شرط ضروری ہے، اور منطقہ نے عکس مستوی کی تعریف میں "بقاء کذب" کا اعتبار نہیں کیا کہ اگر اصل کا ذب ہو تو عکس بھی ضرور کا ذب ہو، دلیل یہ ہے کہ ملزوم یعنی اصل قضیہ کے کا ذب ہونے سے لازم یعنی عکس مستوی کا کا ذب ہونا ضروری نہیں، ایسا ہو سکتا ہے کہ ملزوم یعنی اصل قضیہ تو صادق نہ ہو، لیکن لازم یعنی عکس مستوی صادق ہو، مثلاً کل حیوان انسان دیکھئے یہ قضیہ کا ذب ہے، لیکن اس کا عکس یعنی بعض الانسان حیوان، صادق ہے، دوسرے انسانوں سے قطع نظر کہ وہ حیوان ہیں یا نہیں، اسی وجہ سے عکس کی تعریف میں "مع بقاء الکذب" کا اعتبار نہیں کیا گیا۔

عکس کی تعریف میں بقاء کذب کا مطلب

عکس مستوی کی تعریف میں "مع بقاء کیف" کی شرط لگائی گئی ہے، کہ اگر اصل قضیہ موجبہ ہوگا تو عکس بھی موجبہ ہوگا، اور اگر اصل قضیہ سالبہ ہوگا تو عکس بھی سالبہ ہوگا۔ واضح رہے کہ یہ منطقہ کے یہاں ایک اصطلاح ہے کوئی اتفاقی اصطلاح نہیں ہے، بلکہ اس کی ایک وجہ اور دلیل موجود ہے، وہ یہ کہ جب منطقہ نے قضایا میں غور و خوض اور جستجو کی تو وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ اگر قضیہ کا عکس اصل قضیہ کے ساتھ کیف میں موافق نہ ہوگا، تو اکثر ماذوں میں اصل کے ساتھ صادق نہ ہوگا، اس لئے انہوں نے لاکٹر حکم السکل کے ضابطہ کے پیش نظر یہ حکم لگا دیا کہ ہر قضیہ کا عکس اصل قضیہ کے ساتھ کیف میں موافق ہونا ضروری ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ اکثر ماذوں کی قید کیوں لگائی گئی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بعض ماذوں میں عکس اصل قضیہ کے ساتھ اس وقت بھی صادق ہو جاتا ہے۔

جب وہ کیف میں اصل کے مخالف ہو، اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب محمول موضوع سے اعم ہو، جیسے بعض حیوان لیس بانسان یہ صادق ہے، اس کا عکس موجب کلیہ کل انسان حیوان بھی صادق ہے۔

فَالْوَاقِعُ أَنَّ السُّؤَالَ فَإِنْ كَانَتْ كَلِمَةٌ فَسَبْعٌ مِنْهَا وَهِيَ الْوَقْتِيَّتَانِ وَالْوُجُودِيَّتَانِ وَالْمُمَكِّنَتَانِ وَالْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ لَا تَنْعَكِسُ لَا مُتَنَاعِ الْعَكْسِ فِي أَخْصَاصِهَا وَهِيَ الْوَقْتِيَّةُ لِصِدْقِ قَوْلِنَا بِالضَّرُورَةِ لَا شَيْءَ مِنَ الْقَمَرِ بِمُنْخَسِفٍ وَقْتُ التَّرْبِيعِ لَا دَائِمًا وَكَذَبِ قَوْلِنَا بَعْضُ الْمُنْخَسِفِ لَيْسَ بِقَمَرٍ بِالْإِمْكَانِ الْعَامِ الَّذِي هُوَ أَعْمُ الْجِهَاتِ لِأَنَّ كُلَّ مُنْخَسِفٍ فَهُوَ قَمَرٌ بِالضَّرُورَةِ وَإِذَا لَمْ يَنْعَكِسِ الْأَخْصُ لَمْ يَنْعَكِسِ الْأَعْمُ إِذْ لَوْ أَنْعَكَسَ الْأَعْمُ لَانْعَكَسَ الْأَخْصُ لِأَنَّ لَزِمَ الْأَعْمِ لَزِمَ الْأَخْصُ ضَرُورَةً. أَقُولُ قَدْ جَرَتْ الْعَادَةُ بِتَقْدِيمِ عَكْسِ السُّؤَالِ لِأَنَّ مِنْهَا مَا يَنْعَكِسُ كَلِمَةٌ وَالكُلِّيُّ إِنْ كَانَ سَلْبًا يَكُونُ أَشْرَفَ مِنَ الْجُزْئِيِّ وَإِنْ كَانَ إِيجَابًا لِأَنَّهُ أَفِيدُ فِي الْعُلُومِ وَاضْبُطَ فَالسُّؤَالُ أَمَّا كَلِمَةٌ وَإِمَّا جُزْئِيَّةٌ فَإِنْ كَانَتْ كَلِمَةٌ فَسَبْعٌ مِنْهَا وَهِيَ الْوَقْتِيَّتَانِ وَالْوُجُودِيَّتَانِ وَالْمُمَكِّنَتَانِ وَالْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ لَا تَنْعَكِسُ لِأَنَّ أَخْصَاصَهَا وَهِيَ الْوَقْتِيَّةُ لَا تَنْعَكِسُ وَمَتَى لَمْ يَنْعَكِسِ الْأَخْصُ لَمْ يَنْعَكِسِ الْأَعْمُ أَمَّا أَنَّ الْوَقْتِيَّةَ لَا تَنْعَكِسُ فَلِصِدْقِ قَوْلِنَا لَا شَيْءَ مِنَ الْقَمَرِ بِمُنْخَسِفٍ بِالضَّرُورَةِ وَقْتُ التَّرْبِيعِ لَا دَائِمًا مَعَ كَذَبِ قَوْلِنَا بَعْضُ الْمُنْخَسِفِ لَيْسَ بِقَمَرٍ بِالْإِمْكَانِ الْعَامِ الَّذِي هُوَ أَعْمُ الْجِهَاتِ لِأَنَّ كُلَّ مُنْخَسِفٍ فَهُوَ قَمَرٌ بِالضَّرُورَةِ وَأَمَّا أَنَّهُ مَتَى لَمْ يَنْعَكِسِ الْأَخْصُ لَمْ يَنْعَكِسِ الْأَعْمُ فَلِأَنَّهُ لَوْ أَنْعَكَسَ الْأَعْمُ لَانْعَكَسَ الْأَخْصُ لِأَنَّ الْعَكْسَ لَزِمَ الْأَعْمَ وَالْأَعْمَ لَزِمَ الْأَخْصُ وَاللَّازِمُ لَزِمَ.

ترجمہ: ماتن نے کہا: اور بہر حال سوال پس اگر وہ کلیہ ہوں تو ان میں سے سات قیے اور وہ وقتیتین، وجودیتین، ممکنیتین اور مطلقہ عامہ ہیں، منعکس نہیں ہوتے، اس لئے کہ ان کے اخص میں اور وہ وقتیتہ ہے عکس محال ہے، کیوں کہ ہمارا قول ”بالضرورة لا شئ من القمر بمنخسف وقت التربع لا دائما“ صادق ہے اور ہمارا قول ”بعض المنخسف ليس بقمر بالامكان العام“ جو کہ اعم الجہات ہے، کاذب ہے، اس لئے کہ مخفف بالضرورة قمر ہے، اور جب اخص منعکس ہوگا تو اعم بھی منعکس نہ ہوگا، اس لئے کہ اگر اعم منعکس ہوگا تو اخص بھی منعکس ہوگا، اس لئے کہ اعم کا لازم اخص لازم ہے یقیناً۔ میں کہتا ہوں تحقیق کہ سوال کے عکس کو مقدم کرنے کی عادت جاری ہے، اس لئے کہ ان میں سے بعض سوال کا عکس کلیہ آتا ہے، اور کلی اگر چہ سلب ہو، جزئی سے اشرف ہے (جزئی) اگر چہ ایجاب ہو، اس لئے کہ وہ علوم میں افید اور اضبط ہے۔ تو سوال یا تو کلیہ ہوں گے یا جزئیہ، پس اگر وہ کلیہ ہوں تو ان میں سے سات یعنی وقتیتین، وجودیتین، ممکنیتین اور مطلقہ عامہ منعکس نہیں ہوتے، اس لئے کہ ان کا جو اخص ہے یعنی وقتیتہ وہ منعکس نہیں ہوتا، جب اخص منعکس نہ ہو تو اعم بھی منعکس نہ ہوگا، بہر حال یہ کہ وقتیتہ منعکس نہیں ہوتا، تو اس لئے کہ ہمارا قول ”لا شئ من القمر بمنخسف بالضرورة وقت التربع لا دائما“ صادق ہے، ہمارے قول بعض المنخسف ليس بقمر بالامكان العام جو کہ تمام جہات سے اعم ہے، کے کاذب ہونے کے ساتھ، اس لئے کہ ہر مخفف بالضرورة قمر ہے، اور بہر حال یہ کہ جب اخص منعکس نہ ہو تو اعم بھی منعکس نہ ہوگا، تو اس لئے کہ اگر اعم منعکس ہو تو

اخص منعکس ہوگا اس لئے کہ عکس اعم کا لازم ہے، اور اعم اخص کا لازم ہے، اور لازم کا لازم، لازم ہوتا ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح عکس سوالب کو مقدم کرنے کی وجہ بیان کر رہے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ اکثر مناطقہ کی یہ عادت ہے کہ عکس کے بیان کے موقع پر قضایا سوالبہ کے عکس کو موجبات کے عکس پر مقدم کرتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ سالبہ کلیہ کا عکس مستوی سالبہ کلیہ آتا ہے، اور موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ کلیہ نہیں آتا، بلکہ ہمیشہ جزئیہ آتا ہے، اور چونکہ کلیہ کلیہ ہونے کی حیثیت سے جزئیہ پر مقدم ہوتا ہے، خواہ کلیہ سالبہ ہو یا موجبہ، نیز علوم میں چونکہ کلیات ہی سے بحث ہوتی ہے، نہ کہ جزئیات سے اور کلیہ جزئیہ کے مقابلہ میں زیادہ مفید اور اضبط ہے، مفید تو اس لئے ہے کہ وہ شکل اول کا کبریٰ ہو سکتی ہے، اور اضبط اس لئے ہے کہ اس میں موضوع کے تمام افراد کے لئے حکم ثابت ہوتا ہے۔ جب ایسی بات ہے تو کلیہ جزئیہ سے اشرف ہوا، جزئیہ خواہ موجبہ ہی کیوں نہ ہو، اور اشرف غیر اشرف پر مقدم ہوتا ہے، اس لئے عکس سوالب کو عکس موجبات پر اکثر مناطقہ مقدم کرتے ہیں۔

واضح رہے کہ کل موجبات پندرہ ہیں، جیسا کہ میں شروع میں بیان کر چکا ہوں، اور وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ سے چونکہ متقدمین مناطقہ بحث نہیں کرتے اس لئے اب موجبات کی تعداد ان کے نزدیک تیرہ رہ جاتی ہے، جن میں سے چھ بساٹ ہیں اور سات مرکبات، اور موجبات میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں: ۱- موجبہ-۲- سالبہ۔

اور سوالب کلیہ میں سے سات قضایا ایسے ہیں کہ جن کا عکس بالکل نہیں آتا اور وہ سات قضایا یہ ہیں: ۱- وقتیہ مطلقہ۔ ۲- وقتیہ-۳- وجودیہ لازوریہ-۴- وجودیہ لادائمہ-۵- ممکنہ عامہ-۶- ممکنہ خاصہ-۷- مطلقہ عامہ۔ مذکورہ سات میں سے تین یعنی وقتیہ مطلقہ، ممکنہ عامہ اور مطلقہ عامہ، بساٹ میں سے ہیں، اور باقی چار مرکبات میں سے ہیں، ان سب کا عکس مستوی نہ آنے کی وجہ یہ ہے کہ ان تمام قضایا سے وقتیہ اخص ہے اور باقی تمام اعم ہیں، لیکن اس وقتیہ کا عکس مستوی صادق نہیں ہوتا، تو جب وقتیہ منعکس نہیں ہوتا جو کہ تمام قضایا سے اخص ہے، تو اعم بھی منعکس نہ ہوگا۔

اب رہا یہ سوال کہ وقتیہ کا عکس کیوں نہیں آتا آخر کیا وجہ ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا عکس مستوی اس لئے نہیں آتا کہ بعض ماذوں میں اصل وقتیہ تو صادق ہوتا ہے، لیکن اس کا عکس کاذب ہوتا ہے، حالانکہ عکس کی تعریف میں "مع بقاء الصدق" کی شرط لگائی گئی ہے، یعنی اگر اصل قضیہ صادق ہو یا اس کو صادق فرض کر لیا جائے تو عکس مستوی بھی صادق ہو، یا اس کو صادق مان لیا جائے۔

اور اصل وقتیہ بعض ماذوں میں تو صادق ہوتا ہے لیکن اس کا عکس کاذب ہوتا ہے، جیسے بالضرورۃ لاشئ من القمر بمنخسف وقت التربع لادائمًا دیکھئے یہ قضیہ وقتیہ ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ جب تک چاند چوتھے برج میں ہوگا، اسے گرہن نہیں ہوگا، یہ بالکل صادق ہے، اس کے صادق ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں، لیکن اس کا عکس مستوی ممکنہ عامہ کاذب ہے، یعنی بعض المنخسف لیس بقمر بالامکان العام کہ بعض وہ اشیاء جو انخساف کے ساتھ متصف ہیں، وہ چاند نہیں، یہ کاذب ہے، دلیل یہ ہے کہ اس کی نفیض کل منخسف فهو قمر بالضرورۃ صادق ہے کہ ہر منخسف ضروری طور پر چاند ہوتا ہے، تو جب وقتیہ جو کہ تمام قضایا سے اخص ہے، اس کا عکس مستوی صادق نہیں، تو پھر کوئی عکس بھی صادق نہ ہوگا۔

دوسری بات شارح نے یہ بیان کی ہے کہ جب اخص منعکس نہ ہو تو اعم بھی منعکس نہیں ہوگا، کیوں کہ اگر اعم منعکس ہو تو اخص بھی منعکس ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قضیہ کے لوازم میں سے ایک لازم عکس مستوی بھی ہے، لہذا جو قضایا اعم ہیں ان کو بھی عکس

لازم ہوگا، اور اعم اخص کو لازم ہوتا ہے، لہذا جو چیز اعم کو لازم ہوگی، وہ اعم کے واسطے سے اخص کو بھی لازم ہوگی، کیوں کہ لازم کا لازم، لازم ہوتا ہے، اور ابھی اوپر یہ بات بھی معلوم ہو چکی کہ اخص کے لئے عکس نہیں ہوتا، لہذا باقی جواعم ہیں، ان کے لئے بھی عکس نہ ہوگا۔

وَاعْلَمَ أَنَّ مَعْنَى انْعِكَاسِ الْقَضِيَّةِ أَنَّهُ يَلْزَمُهَا الْعَكْسُ لُزُومًا كُلِّيًّا فَلَا يَتَّبِعُ ذَلِكَ بِصِدْقِ الْعَكْسِ مَعَهَا فِي مَادَّةٍ وَاحِدَةٍ بَلْ تَحْتَاجُ إِلَى بُرْهَانٍ يَنْطَبِقُ عَلَى جَمِيعِ الْمَوَادِّ وَمَعْنَى عَدَمِ انْعِكَاسِهَا أَنَّهُ لَيْسَ يَلْزَمُهَا الْعَكْسُ لُزُومًا كُلِّيًّا فَيَتَضَحَّى ذَلِكَ بِالتَّخَلُّفِ فِي مَادَّةٍ وَاحِدَةٍ فَإِنَّهُ لَوْ لَزَمَهَا لُزُومًا كُلِّيًّا لَمْ يَتَخَلَّفْ فِي شَيْءٍ مِنَ الْمَوَادِّ فَلِهَذَا اِكْتَفَى فِي بَيَانِ عَدَمِ الانْعِكَاسِ بِمَادَّةٍ وَاحِدَةٍ ذَوْنِ الانْعِكَاسِ.

ترجمہ: اور جان لیجئے کہ قضیہ منعکس ہونے کے معنی یہ ہیں کہ عکس اس کو لزوم کلی کے طور پر لازم ہے، پس یہ قضیہ کے ساتھ ایک مادہ میں عکس کے صادق ہونے سے ظاہر نہ ہوگا، بلکہ ایسی دلیل کا محتاج ہوگا جو تمام مادوں پر منطبق ہو۔ اور قضیہ منعکس نہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ عکس اس کو لزوم کلی کے طور پر لازم نہیں ہے، یہ ایک مادہ میں تخلف کی وجہ سے واضح ہو جائے گا، اس لئے کہ وہ اگر اس کو لزوم کلی کے طور پر لازم ہوتا تو کسی مادہ میں بھی تخلف نہ ہوتا، پس اسی وجہ سے ماتن نے منعکس نہ ہونے کے بیان میں ایک مادہ پر اکتفاء کیا ہے، نہ کہ منعکس ہونے کے بیان میں۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے ایک اعتراض کا جواب دیا ہے۔ معترض کہتا ہے کہ جناب آپ نے وقتیہ کے بارے میں منعکس نہ ہونے کا حکم لگایا ہے، اور دلیل میں آپ نے صرف ایک مثال پیش کی ہے، کہ جس میں اصل قضیہ تو صادق ہے لیکن اس کا عکس مستوی کاذب ہے، اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ وقتیہ کا عکس چونکہ صادق نہیں ہے اس لئے اس کا عکس نہیں آتا، صرف ایک مادہ میں اصل قضیہ کے صادق ہونے اور اس کے عکس کے کاذب ہونے کی وجہ سے آپ نے کلی حکم لگادیا کہ اس کا عکس آتا ہی نہیں۔ حالانکہ صرف ایک مادہ میں منعکس نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے تمام مادوں میں انعکاس نہیں ہے، ایسا ہو سکتا ہے کہ اس مادہ کے علاوہ بقیہ دوسرے مادوں میں عکس صادق ہو، لہذا آپ کا کلی حکم لگانا کہ وقتیہ منعکس نہیں ہوتا، صحیح نہیں؟

شارح نے مذکورہ عبارت سے اس اعتراض کا جواب دیا ہے، حاصل جواب یہ ہے کہ اس مقام میں دو چیزیں ہیں:

- ۱۔ منعکس ہونا۔ ۲۔ منعکس نہ ہونا۔ ان دونوں کے مفہوم اور معنی میں فرق ہے، دونوں کا مفہوم اور معنی ایک نہیں ہے، جب یہ کہا جائے کہ فلاں قضیہ کا عکس آتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس قضیہ کو لزوم کلی کے ساتھ وہ عکس لازم ہے۔ صرف اس کے ایک مادہ میں عکس کے صادق ہونے سے اس کا لزوم کلی کے طور پر منعکس ہونا ثابت نہیں ہوتا، بلکہ اس قضیہ کے تمام مادوں میں اس عکس کا صادق ہونا ضروری ہے، جہاں بھی وہ قضیہ صادق ہو وہاں اس کے عکس کا صادق ہونا ضروری ہے، صرف اتنی بات کہہ دینا کافی نہیں کہ اس قضیہ کو عکس لازم ہے، بلکہ اس کو ثابت کرنے کے لئے ایک قاعدہ کلیہ اور دلیل کا پیش کرنا ضروری ہے، جو قاعدہ کلیہ اس قضیہ کے تمام مادوں پر صادق ہو، اور جب یہ کہا جائے کہ فلاں قضیہ کا عکس نہیں آتا تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس قضیہ کو لزوم کلی کے طور پر عکس لازم نہیں ہے، اس عدم انعکاس کو ثابت کرنے کے لئے بہت سے مادوں کی ضرورت نہیں پڑتی۔ صرف ایک مادہ میں عکس کے صادق نہ ہونے کی وجہ سے ثابت ہو جاتا ہے کہ اس قضیہ کا عکس نہیں آتا۔ جب ایک ایسی مثال پیش کر دینا کافی ہے کہ جہاں اصل قضیہ تو صادق ہو لیکن اس کا عکس کاذب ہو، تو ماتن نے عدم انعکاس کے موقع پر صرف ایک مادہ کے بیان پر اکتفاء کیا ہے،

اور پھر یہ حکم لگا دیا کہ وقتیہ کا عکس نہیں آتا لیکن انعکاس کے موقع پر صرف ایک مثال کا پیش کرنا کافی نہیں ہے اس لئے اگر کسی قضیہ کا عکس ثابت کرنا ہو تو اس کے لئے ایک مادہ کافی نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے دلائل و براہین کی ضرورت پڑتی ہے، جس سے وہ تمام ماذوں پر منطبق ہو سکے، اور وقتیہ میں چونکہ انعکاس کی نفی ہے نہ کہ ثبوت کی اس لئے اس میں دلائل پیش کرنے کی ضرورت نہیں، صرف ایک مادہ سے ہی وہ ثابت ہو جاتا ہے۔

قَالَ أَمَّا الضَّرُورِيَّةُ وَالدَّائِمَةُ الْمُطْلَقَتَانِ فَتَنَعَكِسَانِ دَائِمَةٌ كُلِّيَّةٌ لِأَنَّهُ إِذَا صَدَقَ بِالضَّرُورَةِ أَوْ دَائِمًا لَا شَيْءَ مِنْ جَ بَ فَيَصْدُقُ دَائِمًا لَا شَيْءَ مِنْ بَ جَ وَ إِلَّا فَبَعْضُ بَ جَ بِالْإِطْلَاقِ الْعَامِّ وَهُوَ مَعَ الْأَصْلِ يُنتُجُ بَعْضُ بَ لَيْسَ بَ بِالضَّرُورَةِ فِي الضَّرُورِيَّةِ وَدَائِمًا فِي الدَّائِمَةِ وَهُوَ مُحْ أَقُولُ مِنَ السُّوَالِبِ الْكُلِّيَّةِ الضَّرُورِيَّةِ الْمُطْلَقَةِ وَالدَّائِمَةِ الْمُطْلَقَةِ وَهُمَا تَنَعَكِسَانِ سَالِبَةٌ دَائِمَةٌ كُلِّيَّةٌ لِأَنَّهُ إِذَا صَدَقَ بِالضَّرُورَةِ أَوْ دَائِمًا لَا شَيْءَ مِنْ جَ بَ وَجَبَ أَنْ يَصْدُقَ دَائِمًا لَا شَيْءَ مِنْ بَ جَ وَ إِلَّا لَصَدَقَ نَقِيضُهُ وَهُوَ بَعْضُ بَ جَ بِالْإِطْلَاقِ الْعَامِّ وَ يَنْضَمُّ إِلَى الْأَصْلِ هَكَذَا بَعْضُ بَ جَ بِالْإِطْلَاقِ وَلَا شَيْءَ مِنْ جَ بَ بِالضَّرُورَةِ أَوْ دَائِمًا يُنتُجُ بَعْضُ بَ لَيْسَ بَ بِالضَّرُورَةِ فِي الضَّرُورِيَّةِ وَبِالدَّوَامِ فِي الدَّائِمَةِ وَهُوَ مُحْ وَهَذَا الْمُحَالُ لَيْسَ بِإِلْزَامٍ مِنْ تَرْكِيبِ الْمُقَدِّمَتَيْنِ لَصِحَّتِهِ وَلَا مِنْ الْأَصْلِ لِأَنَّهُ مَفْرُوضُ الصِّدْقِ فَتَعَيَّنَ أَنْ يَكُونَ لِإِزْمًا مِنْ نَقِيضِ الْعَكْسِ فَيَكُونُ مُحْ فَيَكُونُ الْعَكْسُ حَقًّا لَا يَقَالُ لَأَنَّهُ كَذَبَ قَوْلُنَا بَعْضُ بَ لَيْسَ بَ لِجَوَازِ أَنْ يَكُونَ الْمَوْضُوعُ مَعْدُومًا فَيَصْدُقُ سَلْبُهُ عَنْ نَفْسِهِ لِأَنَّا نَقُولُ صَدَقَ السَّالِبَةُ أَمَّا لِعَدَمِ مَوْضُوعِهَا أَوْ لَوْجُودِهِ مَعَ عَدَمِ الْمَحْمُولِ عَنْهُ لَكِنَّ الْأَوَّلَ هَهُنَا مُنْتَفٍ لَوْجُودِ بَعْضِ بَ حَيْثُ فَرَضَ صَدَقَ نَقِيضِ الْعَكْسِ فَلَوْ صَدَقَ ذَلِكَ السَّلْبُ لَمْ يَكُنْ إِلَّا لِعَدَمِ الْمَحْمُولِ وَهُوَ مُحْ.

ترجمہ: ماتن نے کہا: اور بہر حال ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ تو یہ دونوں دائمہ کلیہ ہو کر منعکس ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب بالضرورۃ یا دائمًا لا شیء من ج ب بالاطلاق العام صادق ہوگا تو دائمًا لا شیء من ج ب صادق ہوگا ورنہ تو بعض ب ج بالاطلاق العام صادق ہوگا، اور اصل کے ساتھ بعض ب لیس ب بالضرورۃ کا ضروریہ میں اور دائمًا کا دائمہ میں نتیجہ دے گا اور یہ محال ہے۔ میں کہتا ہوں کہ سوالب کلیہ میں سے ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ یہ دونوں سالبہ دائمہ کلیہ ہو کر منعکس ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب بالضرورۃ یا دائمًا لا شیء من ج ب صادق ہوگا تو دائمًا لا شیء من ج ب ج کا صادق ہونا ضروری ہے، ورنہ تو اس کی نقیض صادق ہوگی، اور وہ بعض ب ج بالاطلاق العام ہے، اور یہ اصل کے ساتھ ملکر اس طرح ہوگا بعض ب ج بالاطلاق و لا شیء من ج ب بالضرورۃ او دائمًا تو ضروریہ میں بعض ب لیس ب بالضرورۃ کا نتیجہ دے گا، اور دائمہ میں بالدوام کا اور یہ محال ہے، اور یہ محال دونوں مقدموں کی ترکیب سے لازم نہیں آیا اس لئے کہ وہ صحیح ہے اور نہ ہی اصل سے اس لئے کہ وہ مفروض الصدق ہے، پس متعین ہو گیا کہ یہ عکس نقیض سے لازم آیا، پس یہ محال ہے لہذا عکس صحیح ہے، اعتراض نہ کیا جائے کہ ہم اپنے قول بعض ب لیس ب کے کذب کو تسلیم نہیں کرتے، کیوں کہ ممکن ہے کہ موضوع معدوم ہو تو اس کا

سلب عن نفسہ صادق ہوگا۔ اس لئے کہ ہم جواب دیں گے کہ سالبہ کا صدق یا تو اس کے موضوع کے معدوم ہونے کی وجہ سے ہے، یا اس کے موجود ہونے کی وجہ سے ہے، اس سے محمول کے معدولہ ہونے کے ساتھ۔ لیکن پہلا یہاں منطقی ہے اس لئے کہ بعض ”ب“ موجود ہے، جب عکس نقیض کے صدق کو فرض کیا جائے، پس وہ سلب صادق ہوگا، تو یہ عدم محمول ہی کی وجہ سے ہوگا، اور یہ محال ہے۔

تشریح: اس سے پہلے ماتن نے یہ بیان کیا کہ قضیہ موجدہ سالبہ میں سات سوالب کا عکس نہیں آتا اب یہاں سے ان قضایا سالبہ کو بیان کر رہے ہیں جن کا عکس آتا ہے۔ اور یہ چھ ہیں: ۱۔ ضروریہ مطلقہ۔ ۲۔ دائمہ مطلقہ۔ ۳۔ مشروطہ عامہ۔ ۴۔ عرفیہ عامہ۔ ۵۔ مشروطہ خاصہ۔ ۶۔ عرفیہ خاصہ۔

ماتن و شارح فرماتے ہیں کہ ضروریہ مطلقہ سالبہ اور دائمہ مطلقہ سالبہ کا عکس دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ آتا ہے، جیسے بالضروریہ لاشی من ج ب اور دائماً لاشی من ج ب، دیکھئے یہ دونوں قضیے سالبہ کلیہ ہیں ان میں سے پہلا قضیہ ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ ہے، اور دوسرا دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ ہے، ان دونوں کا عکس دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ آئے گا، یعنی لاشی من ج ب ج، اس کو ایک واضح مثال سے سمجھئے، جیسے بالضروریہ یا دائماً لاشی من الانسان بحجر ان کا عکس ہوگا بالضروریہ یا دائماً لاشی من الحجر بانسان، دیکھئے یہاں اصل قضیہ میں انسان موضوع اور حجر محمول تھا اس کے عکس میں انسان کو محمول اور حجر کو موضوع بنادیا اور دونوں شرطیں بھی پائی جارہی ہیں، یعنی اصل قضیہ جس طرح صادق ہے، اسی طرح اس کا عکس بھی صادق ہے، اور اصل قضیہ جس طرح سالبہ ہے، اس کا عکس بھی سالبہ ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ اور دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ، دونوں کا عکس دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ ہوتا ہے، یہ ایک دعویٰ ہے جس کو ماتن و شارح نے دلیل خلف سے ثابت کیا ہے۔ خلف خلاف مفروض کا مخفف ہے، ایسی دلیل جو خلاف مفروض کو مستلزم ہو، جس میں مدعی اپنے مدعا کو عکس کی نقیض کو باطل کر کے ثابت کرتا ہے۔ اسی کو دلیل خلف کہا جاتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ عکس کی نقیض کو اصل کے ساتھ ملا کر شکل اول سے نتیجہ نکالا جاتا ہے، نقیض کو صغریٰ اور اصل قضیہ کو کبریٰ بنایا جاتا ہے، یہ نتیجہ محال پر مشتمل ہوتا ہے، کیوں کہ وہ سلب الشی عن نفسہ کو مستلزم ہوتا ہے، جو خود محال ہے۔ دلیل خلف کی وضاحت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جناب آپ نے جو دعویٰ کیا کہ ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ اور دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ کا عکس دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ آتا ہے، میں اس کو نہیں مانتا، تو اس سے کہا جائے گا کہ اگر آپ اس کو نہیں مانتے تو اس کی نقیض موجبہ جزئیہ مطلقہ عامہ آپ کو ماننی پڑے گی، اس لئے کہ اگر آپ اس کی نقیض کو بھی نہیں مانیں گے تو ارتقاع نقیض لازم آئے گا، جو کہ باطل و محال ہے، لہذا اس سے یہ بات ثابت ہوگی کہ اگر آپ عکس کو نہیں مانیں گے تو نقیض کو ماننی پڑے گی۔ پھر ہم اس نقیض کو اصل قضیہ کے ساتھ ملا کر شکل اول بنائیں گے، جس میں نقیض کو صغریٰ اور اصل قضیہ کو کبریٰ بنائیں گے اور اس طرح کہیں گے بعض ج ب باطلاع العام و لاشی من ج ب دائماً، اب حد اوسط یعنی ”ج“ کو گرا دیں گے تو نتیجہ نکلے گا بعض ب لیس ب دائماً، اور یہ خلاف مفروض ہے، جو بالکل باطل ہے، اس لئے کہ یہاں ”ب“ کی نفی خود ”ب“ سے ہو رہی ہے جو سلب الشی عن نفسہ کو مستلزم ہے، اور یہ محال ہے، یہ محال کیوں پیدا ہوا، اس کا منشاء کیا ہے؟ اس میں تین احتمال ہیں۔ ۱۔ یا تو شکل اول یعنی مقدماتین کی ترکیب کی وجہ سے محال پیدا ہوا ہے۔ ۲۔ یا اصل قضیہ کی وجہ سے۔ ۳۔ یا عکس نقیض کی وجہ سے، اس کا منشاء مقدماتین کی ترکیب تو ہو نہیں سکتا،

کیوں کہ ترتیب مقدمتین صحیح ہے اس میں کوئی غلطی نہیں ہے۔ اور اصل قضیہ بھی اس کا منشاء نہیں ہو سکتا، کیوں کہ وہ مفروض الصدق ہے، تو لا محالہ یہ محال عکس کی نفیض کی وجہ سے لازم آیا ہے، لہذا نفیض باطل ہے اور عکس صحیح ہے، گویا یہ ثابت ہو گیا کہ ضروریہ مطلقہ سالبہ اور دائمہ مطلقہ سالبہ کا عکس دائمہ مطلقہ سالبہ درست ہے۔

لا یقال لانم الخ اس عبارت سے شارح نے ایک اعتراض کا جواب دیا ہے، معترض کہتا ہے کہ جناب آپ نے جو کہا کہ بعض ب لیس ب بالاطلاق العام محال ہے، کیوں کہ اس میں سلب الشی عن نفسه لازم آ رہا ہے، جو خود محال ہے، ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے، اس لئے کہ بعض ب لیس ب یہ سالبہ ہے، اور یہ بات گزر چکی ہے کہ سالبہ کے تحقق کے لئے موضوع کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے، خواہ موضوع موجود ہو یا موجود نہ ہو، دونوں صورتوں میں سالبہ ثابت ہو جاتا ہے۔ تو ایسا ہو سکتا ہے کہ یہاں جو آپ نے مثال پیش کی ہے، اس میں جو ”ب“ کی نفی خود ”ب“ سے ہو رہی ہے، تو یہ ممکن ہے کہ یہاں موضوع معدوم ہو اور محمول موضوع کے معدوم ہونے کی وجہ سے سلب ہو رہا ہو، اس اعتبار سے بعض ب لیس ب صادق ہے، لہذا آپ نے یہ کیسے کہہ دیا کہ وہ کاذب اور باطل ہے؟ لانا نقول سے شارح نے اس اعتراض کا جواب دیا ہے۔ حاصل جواب یہ ہے کہ سالبہ کا صادق ہونا دو طرح سے ہو سکتا ہے، ایک تو اس صورت میں جب کہ اس کا موضوع معدوم ہو تو صادق ہوتا ہے، یا موضوع موجود ہوتا ہے، اور محمول کے سلب ہونے کی وجہ سے صادق ہوتا ہے، اور اس مثال میں یعنی بعض ب لیس ب دائماً میں پہلی صورت مراد نہیں کہ سالبہ کا صدق موضوع معدوم سے ہو، کیوں کہ عکس کی نفیض موجبہ جزئیہ مطلقہ عامہ یعنی بعض ج ب بالاطلاق العام کو صادق فرض کر لیا گیا ہے، اور یہ بات آپ کو معلوم ہی ہے کہ موجبہ کے صادق ہونے کے لئے خارج میں موضوع کا موجود ہونا ضروری ہے، وجود موضوع کے بغیر موجبہ کا تحقق نہیں ہو سکتا۔ لہذا اس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ یہ ”ب“ معدوم نہیں بلکہ موجود ہے، اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ شکل اول کے نتیجہ یعنی بعض ب لیس ب میں جو ”ب“ موضوع ہے، یہ وہی ”ب“ ہے جو عکس کی نفیض یعنی موجبہ جزئیہ مطلقہ عامہ میں تھی، جب یہ ”ب“ وہی ”ب“ ہے تو خارج میں معدوم نہ ہوئی، بلکہ موجود ہوئی۔ اس کے پیش نظر ہم نے کہا کہ مذکورہ مثال میں پہلی صورت مراد نہیں ہے، بلکہ دوسری صورت یعنی سالبہ میں موضوع موجود ہو اور محمول سلب ہو رہا ہو، مراد ہے، اس کی روشنی میں بعض ب لیس ب بالفعل محال ہے، کیوں کہ ایک شئی اپنے آپ سے سلب ہو رہی ہے، اور سلب الشی عن نفسه چونکہ محال ہے، کیوں کہ یہاں سالبہ کا موضوع ”ب“ موجود ہے، معدوم نہیں ہے، پھر سا ”ب“ سے ”ب“ کو سلب کیا جا رہا ہے، اور سلب الشی عن نفسه چونکہ محال ہے، اس لئے جو چیز محال کو مستلزم ہو وہ بھی باطل ہے، لہذا بعض ب لیس ب بالفعل بھی باطل ہے۔ اور یہ بطلان چونکہ نفیض کی وجہ سے پیدا ہوا ہے، اس لئے عکس کی نفیض باطل ہے، اور عکس ہی صحیح ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ ذَهَبَ إِلَىٰ اِنْعَكَاسِ السَّالِبَةِ الضَّرُورِيَّةِ كَنَفْسِهَا وَهُوَ قَائِدٌ لِّجَوَازِ اِمْكَانِ صِفَةٍ لِّنَوْعَيْنِ تَثْبُتُ لِأَحَدِهِمَا فَقَطُّ بِاَلْفَعْلِ دُونَ الْآخَرِ فَيَكُونُ النَّوعُ الْآخَرُ مَسْلُوبًا عَمَّا لَهُ تِلْكَ الصِّفَةُ بِاَلْفَعْلِ بِالضَّرُورَةِ مَعَ اِمْكَانِ ثُبُوتِ الصِّفَةِ لَهُ فَلَا يَصْدُقُ سَلْبُهَا عَنْهُ بِالضَّرُورَةِ كَمَا أَنَّ مَرْكُوبَ زَيْدٍ يَكُونُ مُمَكِّنًا لِلْفَرَسِ وَالْحِمَارِ وَثَابِتًا لِلْفَرَسِ بِاَلْفَعْلِ دُونَ الْحِمَارِ فَيَصْدُقُ لَا شَيْءٌ مِنْ مَرْكُوبٍ زَيْدٍ بِحِمَارٍ بِالضَّرُورَةِ وَلَا يَصْدُقُ لَا شَيْءٌ مِنَ الْحِمَارِ بِمَرْكُوبٍ زَيْدٍ بِالضَّرُورَةِ لِصِدْقِ نَقِيضِهِ وَهُوَ بَعْضُ الْحِمَارِ مَرْكُوبٌ زَيْدٌ بِالْاِمْكَانِ.

ترجمہ: بعض لوگ اس طرف گئے ہیں کہ سالبہ ضروریہ کا عکس سالبہ ضروریہ کی طرح ہے، اور یہ فاسد ہے، کیوں کہ صفت کا دونوع کے لئے ہونا ممکن ہے، جن میں سے ایک کے لئے صرف بالفعل ثابت ہو، نہ کہ دوسرے کے لئے تو دوسری نوع اس نوع سے ضرور مسلوب ہوگی، جس کے لئے بالفعل صفت ثابت ہے، اس کے لئے صفت کے ثبوت کے امکان کے ساتھ لہذا اس نوع سے صفت کا سلب بالضرورہ صادق نہ ہوگا، جیسے مرکوب زید، فرس اور حمار دونوں کے لئے ممکن ہے، لیکن فرس کے لئے بالفعل ثابت ہے نہ کہ حمار کے لئے، تو لاشی من مرکوب زید بحمار بالضرورہ صادق ہوگا، اور لاشی من الحمار بمرکوب زید بالضرورہ صادق نہ ہوگا، اس لئے کہ اس کی نفیض یعنی بعض الحمار مرکوب زید بالامکان صادق ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے سالبہ ضروریہ کے عکس کے سلسلہ میں بعض حضرات کے نظریہ کو فاسد قرار دیا ہے۔ بعض حضرات کا نظریہ یہ ہے کہ سالبہ ضروریہ کا عکس مستوی سالبہ ضروریہ آتا ہے، جیسے لاشی من الانسان بحجر بالضرورہ یہ ضروریہ مطلقہ سالبہ ہے اور صادق ہے اور اس کا عکس لاشی من الحجر بانسان بالضرورہ بھی صادق ہے، لہذا ضروریہ سالبہ کا عکس، سالبہ ضروریہ آتا ہے۔ شارح کہتے ہیں کہ یہ نظریہ فاسد ہے، درست نہیں ہے، دلیل یہ ہے کہ ممکن ہے ایک صفت دونوع کے لئے ثابت ہو، جن میں سے ایک کے لئے بالفعل ثابت ہو، اور دوسری نوع کے لئے بالفعل ثابت نہ ہو، بلکہ بالامکان ثابت ہو، تو جس نوع کے لئے صفت بالفعل ثابت ہے اس سے دوسری نوع ضرور مسلوب ہوگی، اور چونکہ صفت کا ثبوت اس دوسری نوع کے لئے بھی ممکن ہے اس لئے اس نوع سے صفت کا سلب بالضرورہ صادق نہ ہوگا، یعنی وہ صفت اگرچہ بالفعل دوسری نوع کے لئے ثابت نہیں ہے، لیکن صفت کا ثبوت ممکن ضرور ہے۔ اس لئے اس کا سلب دوسری نوع سے بالضرورہ صادق نہ ہوگا، مثال کے طور پر فرس اور حمار دونوں زید کی سواری بن سکتے ہیں، یہ صفت رکوب دونوں نوعوں کے لئے ثابت ہے، لیکن اگر زید کی سواری بالفعل فرس ہو، حمار نہ ہو تو یوں کہنا صحیح ہوگا لاشی من مرکوب زید بحمار بالضرورہ کہ بالفعل گدھا زید کی سواری نہیں ہے، یہ قضیہ صادق ہے، اس لئے کہ بالفعل اس کی سواری فرس ہے، جب بالفعل زید کی سواری فرس ہے تو دوسری نوع ضروری طور پر اس سے خارج ہوگئی کہ زید بالفعل گدھے پر سوار نہیں ہے۔ ہاں اس پر زید کا سوار ہونا ممکن ہے، محال نہیں ہے، یہ قضیہ آپ نے دیکھا کہ صادق ہے، لیکن اس کا عکس اگر سالبہ ضروریہ ہی نکال کر یوں کہا جائے لاشی من الحمار بمرکوب زید بالضرورہ تو یہ صادق نہ ہوگا، کیوں کہ اس کی نفیض بعض الحمار مرکوب زید بالامکان صادق ہے، جب اس کی نفیض صادق ہے تو معلوم ہوا کہ اس کا عکس کاذب ہے، کیوں کہ دونوں نہ تو جمع ہو سکتے ہیں، اور نہ مرتفع ہو سکتے ہیں، اگر دونوں جمع ہو جائیں تو اجتماع نقیضین لازم آئے گا، اور یہ محال ہے، اور اگر دونوں مرتفع ہو جائیں تو ارتفاع نقیضین لازم آئے گا، اور یہ بھی محال ہے، اور عکس مستوی کا یہ کذب اس وجہ سے لازم آ رہا ہے کہ سالبہ ضروریہ کا عکس مستوی سالبہ ضروریہ نکالا گیا ہے۔ لہذا سالبہ ضروریہ کا عکس سالبہ ضروریہ آنا باطل ہے، اور سالبہ ضروریہ کا عکس مستوی سالبہ ضروریہ چونکہ عکس کی نفی پر مشتمل تھا اس لئے ایک مادہ سے ہی تخلف کا اثبات کافی ہے کہ جس میں سالبہ ضروریہ کا عکس جب سالبہ ضروریہ نکالا گیا تو وہ کاذب ہو گیا، جس سے یہ ثابت ہو گیا کہ سالبہ ضروریہ کا عکس سالبہ ضروریہ نہیں آتا، بلکہ دائرہ مطلقہ سالبہ کلیہ آتا ہے جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

فَالْوَاقِعُ الْمَشْرُوطَةُ وَالْعُرْفِيَّةُ الْعَامَّتَانِ فَتَنْعَكِسَانِ عُرْفِيَّةٌ عَامَّةٌ كُلِّيَّةٌ لِأَنَّهُ إِذَا صَدَقَ بِالضَّرُورَةِ أَوْ دَائِمًا لَا شَيْءَ مِنْ جِ بَ مَا دَامَ جَ قَدْ اِئْتَمَّا لَا شَيْءَ مِنْ جَ مَا دَامَ بَ وَ إِلَّا فَبَعْضُ بَ جَ حِينَ هُوَ بَ

وَهُوَ مَعَ الْأَصْلِ يُنتِجُ بَعْضُ بَ لَيْسَ بَ حِينَ هُوَ بَ وَ هُوَ مُحَ وَ أَمَّا الشَّرْطِيَّةُ وَالْعُرْفِيَّةُ الْخَاصَّتَانِ فَتَنْعَكِسَانِ عُرْفِيَّةٌ عَامَّةٌ لَا دَائِمَةً فِي الْبَعْضِ أَمَّا الْعُرْفِيَّةُ الْعَامَّةُ فَلِكُونِهَا لَازِمَةٌ لِلْعَامَّتَيْنِ وَأَمَّا اللَّادَوَامُ فِي الْبَعْضِ فَلِأَنَّهُ لَوْ كَذَبَ بَعْضُ بَ جَ بِالْإِطْلَاقِ الْعَامِّ لَصَدَقَ لَا شَيْءٌ مِنْ بَ جَ دَائِمًا فَتَنْعَكِسُ إِلَى لَا شَيْءٍ مِنْ جَ بَ دَائِمًا وَقَدْ كَانَ كُلُّ جَ بَ بِالْفِعْلِ هَذَا خُلِفَ. أَقُولُ السَّالِبَةُ الْكُلِّيَّةُ الْمَشْرُوطَةُ وَالْعُرْفِيَّةُ الْعَامَّتَانِ تَنْعَكِسَانِ عُرْفِيَّةٌ عَامَّةٌ كَلِّيَّةٌ لِأَنَّهُ مَتَى صَدَقَ بِالضَّرُورَةِ أَوْ دَائِمًا لَا شَيْءٌ مِنْ جَ بَ مَا دَامَ جَ صَدَقَ دَائِمًا لَا شَيْءٌ مِنْ بَ جَ مَا دَامَ بَ وَالْأَفْعُلُ بَ جَ حِينَ هُوَ بَ لِأَنَّهُ نَقِیضُهُ وَنَضْمُهُ مَعَ الْأَصْلِ بِأَنْ نَقُولَ بَعْضُ بَ جَ حِينَ هُوَ بَ وَ بِالضَّرُورَةِ أَوْ دَائِمًا لَا شَيْءٌ مِنْ جَ بَ مَا دَامَ جَ فَيُنتِجُ بَعْضُ بَ لَيْسَ بَ حِينَ هُوَ بَ وَ أَنَّهُ مُحَ وَ هُوَ نَاشٍ مِنْ نَقِیضِ الْعَكْسِ فَالْعَكْسُ حَقٌّ وَمِنْهُمْ مَنْ زَعَمَ أَنَّ الْمَشْرُوطَةَ الْعَامَّةَ تَنْعَكِسُ كَنَفْسِهَا وَ هُوَ بَطِلٌ لِأَنَّ الْمَشْرُوطَةَ الْعَامَّةَ هِيَ الَّتِي لَوْ صُفِّ الْمَوْضُوعُ فِيهَا دَخَلَ فِي تَحْقِيقِ الضَّرُورَةِ عَلَى مَا سَبَقَ فَيَكُونُ مَفْهُومُ السَّالِبَةِ الْمَشْرُوطَةِ الْعَامَّةِ مُنَاقَاةً وَصِفِ الْمَحْمُولِ لِمَجْمُوعٍ وَصِفِ الْمَوْضُوعِ وَذَاتِهِ وَمَفْهُومُ عَكْسِهَا مُنَاقَاةً وَصِفِ الْمَوْضُوعِ لِمَجْمُوعٍ وَصِفِ الْمَحْمُولِ وَذَاتِهِ وَمَنِ الْبَيِّنُ أَنَّ الْأَوَّلَ لَا يَسْتَلْزِمُ الثَّانِي.

ترجمہ: ماتن نے کہا: بہر حال مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ تو یہ دونوں عرفیہ عامہ کلیہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب بالضرورۃ یا دائماً لاشی من ج ب مادام ج صادق ہوگا تو اس کا عکس دائماً لاشی من ب ج مادام ب (صادق ہوگا) ورنہ تو بعض ب ج حین ہو ب (صادق ہوگا) اور یہ اصل کے ساتھ بعض ب لیس ب حین ہو ب کا نتیجہ دے گا، اور یہ محال ہے، اور بہر حال مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ تو یہ دونوں عرفیہ عامہ لا دائمہ فی البعض کی طرف منعکس ہوں گے، بہر حال عرفیہ عامہ تو اس لئے کہ یہ عامتین کو لازم ہے، اور بہر حال لا دوام فی البعض تو اس لئے کہ اگر بعض ب ج بالاطلاق العام کاذب ہو تو لاشی من ب ج دائماً صادق ہوگا، جو لاشی من ج ب دائماً کی طرف منعکس ہوگا، اور حالانکہ کل ج ب بالفعل تھا، (اور) یہ خلاف مفروض ہے۔

میں کہتا ہوں کہ سالبہ کلیہ مشروطہ عامہ اور سالبہ کلیہ عرفیہ عامہ، عرفیہ عامہ کلیہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ جب بالضرورۃ یا دائماً لاشی من ج ب مادام ج صادق ہوگا تو دائماً لاشی من ب ج مادام ب بھی صادق ہوگا، ورنہ تو بعض ب ج حین ہو ب صادق ہوگا، اس لئے کہ یہ اس کی نقیض ہے، اور ہم اس کو اصل کے ساتھ ملا کر اس طرح کہیں گے بعض ب ج حین ہو ب و بالضرورۃ یا دائماً لاشی من ج ب مادام ج تو بعض ب لیس ب حین ہو ب کا نتیجہ دے گا اور یہ محال ہے۔ اور یہ عکس کی نقیض سے پیدا ہوا ہے لہذا عکس حق ہے۔ اور ان میں سے بعض نے یہ سمجھا ہے کہ مشروطہ عامہ کنفسہا منعکس ہوتا ہے، اور یہ باطل ہے، اس لئے کہ مشروطہ عامہ وہ (قضیہ) ہے جس میں وصف موضوع کے لئے ضرورت کے تحقق میں دخل ہو، جیسا کہ گزرا، تو سالبہ مشروطہ عامہ کا مفہوم وصف موضوع اور ذات موضوع کے مجموعہ کے لئے وصف محمول کی منافات ہوگی، اور اس کے عکس کا مفہوم وصف محمول اور ذات محمول کے مجموعہ کے لئے وصف موضوع کی منافات ہوگی، اور یہ بات واضح ہے کہ اول ثانی کو استلزم نہیں ہے۔

تشریح: اس قال میں باتن نے سالبہ کلیہ عرفیہ عامہ، سالبہ کلیہ مشروطہ عامہ، سالبہ کلیہ عرفیہ خاصہ، سالبہ کلیہ مشروطہ خاصہ کا عکس مستوی بیان کیا ہے۔ شارح فرماتے ہیں کہ سالبہ کلیہ عرفیہ عامہ اور سالبہ کلیہ مشروطہ عامہ کا عکس مستوی عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ آتا ہے، جیسے بالضرورة یا دائماً لاشی من ج ب مادام ج دیکھئے یہ دونوں قضیہ صادق ہیں اور ان دونوں کا عکس مستوی دائماً لاشی من ج ب ج مادام ب بھی صادق ہے، شارح نے اس کو بھی دلیل خلف سے ثابت کیا ہے، جس کی تقریر یہ ہے کہ اگر کوئی اس عکس کو نہ مانے تو اس کی نقیض بعض ج حین ہو ب کو ماننا پڑے گا ورنہ تو ارتقاع نقیضین لازم آئے گا، جو کہ محال ہے، پھر ہم اس نقیض اور اصل قضیہ سے شکل اول بنائیں گے، اور اس طرح کہیں گے بعض ج حین ہو ب و بالضرورة او دائماً لاشی من جب ب مادام ج، حد اوسط یعنی ”ج“ کو گرا دینے کے بعد نتیجہ نکلے گا، بعض ب لیس ب حین ہو ب اور یہ محال ہے، یہ امر محال نہ تو شکل اول کی وجہ سے پیدا ہوا، نہ ہی اصل قضیہ کی وجہ سے بلکہ یہ نقیض سے پیدا ہوا ہے، اس لئے ناقض باطل ہے، اور ان دونوں کا عکس عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ صادق ہے۔

ومنہم من زعم الخ اس عبارت میں شارح نے بعض حضرات مناطہ کے قول کو باطل قرار دیا ہے، بعض حضرات کہتے ہیں کہ مشروطہ عامہ کا عکس مشروطہ عامہ آتا ہے، شارح کہتے ہیں کہ یہ کہنا فاسد اور باطل ہے، اس لئے کہ مشروطہ عامہ کی دو تعریف کی گئی ہیں۔ ایک تعریف یہ ہے کہ جس میں ضرورت کو وصف موضوع کے تحقق میں دخل ہو، اس تعریف کے لحاظ سے اگر مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ کا عکس مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ نکالا جائے تو وہ صحیح نہیں ہوتا، کیوں کہ اس تعریف کے لحاظ سے مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ کا مطلب یہ ہو جاتا ہے کہ وصف محمول وصف موضوع اور ذات موضوع دونوں کے منافی ہے، جیسے لاشی من الکاتب بساکن الاصابع بالضرورة مادام کاتباً، اس میں وصف محمول یعنی ساکن الاصابع وصف موضوع یعنی کاتب اور ذات موضوع یعنی افراد کاتب، دونوں کے منافی ہے۔ اب اگر اس کا عکس بھی مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ نکالا جائے تو پھر اس کا مطلب یہ ہو جائے گا کہ وصف موضوع وصف محمول اور ذات محمول دونوں کے منافی ہے، چنانچہ یہ قضیہ یوں ہو جائے گا، لاشی من ساکن الاصابع بکاتب مادام کاتباً اس میں وصف محمول (جو کہ اصل میں وصف موضوع تھا) اور ذات موضوع (جو کہ اصل میں ذات محمول تھا) دونوں کے منافی ہے، اور ظاہر ہے کہ اول ثانی کو لازم نہیں، حالانکہ عکس لازم ہوتا ہے، تو معلوم ہوا کہ مشروطہ عامہ کا عکس مشروطہ عامہ درست نہیں ہے، لہذا بعض مناطہ کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ کا عکس مستوی مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ آتا ہے، ہاں اگر مشروطہ عامہ کی دوسری تعریف کو لیا جائے، جس میں ضرورت بشرط الوصف کا حکم ہوتا ہے تو اس تعریف کے اعتبار سے مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ کا عکس مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ ہی آتا ہے، کیوں کہ اس میں وصف محمول اور وصف موضوع میں منافات ہوتی ہے، لہذا ایک دوسرے کو مستلزم ہو جائے گا۔

وَأَمَّا الْمَشْرُوطَةُ وَالْعُرْفِيَّةُ الْخَاصَّتَانِ فَتَنْعَكِسَانِ عُرْفِيَّةٌ عَامَّةٌ مُقَيَّدَةٌ بِاللَّادَوَامِ فِي الْبَعْضِ فَإِنَّهُ إِذَا صَدَقَ بِالضَّرُورَةِ أَوْ دَائِمًا لَا شَيْءَ مِنْ جَ بَ مَا دَامَ جَ لَا دَائِمًا فَلْيَصْدُقْ دَائِمًا لَا شَيْءَ مِنْ جَ بَ مَا دَامَ جَ لَا دَائِمًا فِي الْبَعْضِ أَيْ بَعْضُ جَ بِالْفِعْلِ فَإِنَّ اللَّادَوَامَ فِي الْقَضَايَا الْكُلِّيَّةِ مُطْلَقَةٌ عَامَّةٌ كُلِّيَّةٌ عَلَى مَا عُرِفَتْ وَ إِذَا قُيِّدَ بِالْبَعْضِ يَكُونُ مُطْلَقَةً عَامَّةً جُزْئِيَّةً أَمَّا صِدْقُ الْعُرْفِيَّةِ الْعَامَّةِ وَ هِيَ لَا شَيْءَ مِنْ جَ بَ مَا دَامَ جَ فَلِأَنَّهَا لَزِمَةٌ لِلْعَامَّتَيْنِ وَ لَزِمَ الْعَامَّ لَزِمَ الْخَاصَّ وَ أَمَّا صِدْقُ اللَّادَوَامِ فِي الْبَعْضِ فَلِأَنَّهُ لَوْ لَمْ

يَصْدُقُ بَعْضُ بَ جَ بِالْفِعْلِ لَصَدَقَ لَأَشْيَاءٌ مِنْ بَ جَ دَائِمًا وَتَنَعَّكُسُ إِلَى لَأَشْيَاءٍ مِنْ جَ بَ دَائِمًا وَقَدْ كَانَ بِحُكْمٍ لَا دَوَامَ الْأَصْلِ كُلُّ جَ بَ بِالْفِعْلِ هَذَا خُلِفَ وَإِنَّمَا لَا تَنَعَّكُسَانِ إِلَى الْعَرَفِيَّةِ الْعَامَةِ الْمُقَيَّدَةِ بِاللَّدَوَامِ فِي الْكُلِّ لِأَنَّهُ يَصْدُقُ لَأَشْيَاءٌ مِنَ الْكَاتِبِ بِسَاكِنِ الْأَصَابِعِ مَا دَامَ كَاتِبًا لَا دَائِمًا وَيَكْذِبُ لَأَشْيَاءٌ مِنَ السَّاكِنِ بِكَاتِبِ مَا دَامَ سَاكِنًا لَا دَائِمًا لِيَكْذِبَ اللَّادَوَامِ وَهُوَ كُلُّ سَاكِنٍ كَاتِبٍ بِالْإِطْلَاقِ الْعَامِ لِيَصْدُقَ بَعْضُ السَّاكِنِ لَيْسَ بِكَاتِبٍ دَائِمًا لِأَنَّ مِنَ السَّاكِنِ مَا هُوَ سَاكِنٌ دَائِمًا كَالْأَرْضِ.

ترجمہ: اور بہر حال مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ تو یہ دونوں عرفیہ عامہ مقید بالدوام فی البعض کی طرف منعکس ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب بالضرورتہ یادائما لاشی من ج ب مادام ج لادائما صادق ہوگا تو دائما لاشی من ج ب مادام ب لادائما فی البعض یعنی بعض ب ج بالفعل بھی صادق ہوگا، اس لئے کہ لادوام قضایا کلیہ میں مطلقہ عامہ کلیہ ہوتا ہے، جیسا کہ آپ کو معلوم ہو چکا، اور جب بعض کے ساتھ مقید کر دیا گیا تو مطلقہ عامہ جزئیہ ہوگا، اور بہر حال عرفیہ عامہ یعنی لاشی من ج ب مادام ب کا صدق تو اس لئے ہے کہ یہ عامتین کو لازم ہے، اور عام کا لازم خاص کا لازم ہوتا ہے، اور بہر حال لادوام فی البعض کا صادق ہونا تو اس لئے ہے کہ اگر بعض ب ج بالفعل صادق نہ ہو تو لاشی من ج ب دائما صادق ہوگا، اور لاشی من ج ب دائما کی طرف منعکس ہوگا، حالانکہ اصل قضیہ کا لادوام کل ج ب بالفعل تھایہ خلاف مفروض ہے، اور یہ دونوں عرفیہ عامہ مقید بالادوام فی الكل کی طرف منعکس نہیں ہوئے، اس لئے کہ لاشی من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتبًا لادائما صادق ہے، اور لاشی من الساکن بکاتب مادام ساکنًا لادائما کاذب ہے، لادوام کے کاذب ہونے کی وجہ سے، اور وہ کل ساکن کاتب بالاطلاق العام ہے، اس لئے کہ بعض الساکن لیس بکاتب دائما صادق ہے، اس لئے کہ ساکن کے بعض (افراد) ایسے ہیں جو دائمی طور پر ساکن ہیں، جیسے زمین۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کا عکس مستوی بیان کیا ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ سالبہ کلیہ مشروطہ خاصہ اور سالبہ کلیہ عرفیہ خاصہ کا عکس مستوی عرفیہ عامہ سالبہ اور جزئیہ مطلقہ عامہ آتا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ سالبہ کلیہ مشروطہ خاصہ اور سالبہ کلیہ عرفیہ خاصہ چونکہ مرکبات میں سے ہیں اور مرکبات دو جزؤں سے بنتے ہیں، اس لئے مشروطہ خاصہ کے عکس کے بھی دو جزء ہوں گے۔ پہلا جزء عرفیہ عامہ ہے اور دوسرا جزء موجبہ جزئیہ مطلقہ عامہ ہے، جیسے بالضرورتہ لاشی من ج ب مادام ج لادائما یہ مشروطہ خاصہ سالبہ کلیہ ہے، لہذا اس کے پہلے جزء کا عکس عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ اور دوسرے جزء کا عکس مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ آئے گا، چنانچہ اس کا عکس اس طرح ہوگا لاشی من ج ب مادام ب لادائما فی البعض یعنی بعض ب ج بالفعل، عرفیہ خاصہ سالبہ کلیہ کی مثال یعنی اسی طرح ہے صرف اتنا فرق ہے کہ اس میں جہت ”دوام“ کی ہوتی ہے۔ لادوام سے قضایا کلیہ میں مطلقہ عامہ کلیہ مراد ہوتا ہے، اور جب لادوام کے ساتھ ”فی البعض“ کی قید لگا دی جائے تو اس سے مطلقہ عامہ جزئیہ مراد ہوتا ہے۔ ان دونوں کے عکس میں دو باتیں ہیں۔ یہ تو یہ ہے کہ عکس عرفیہ عامہ کیوں آتا ہے؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ عرفیہ عامہ عامتین کو لازم ہے، اور عامتین خاصتین کو لازم ہے، اور خاصتین عامتین سے اخص ہیں، اور عامتین اعم ہیں، تو چونکہ عام کا لازم وہ خاص کا لازم ہوتا ہے اس لئے جو چیز عامتین کو لازم ہوگی یعنی عکس وہ خاصتین کو بھی لازم ہوگی، اور عامتین کو عرفیہ عامہ لازم ہے، اس لئے عامتین کے واسطے سے خاصتین کا عکس بھی عرفیہ عامہ آئے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ لا دوام فی البعض سے موجبہ جزئیہ مطلقہ عامہ مراد ہوتا ہے، اور وہ بعض ب ج بالفعل ہے، اگر کوئی شخص اس عکس کو نہ مانے تو اس کی نفیض دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ کو ماننی پڑے گی، اور وہ ہے لاشی من ج ب دائماً، پھر اس نفیض کا عکس نکالا جائے، کیوں کہ عکس قضیہ کو لازم ہوتا ہے، اور دائمہ مطلقہ کا عکس دائمہ مطلقہ ہی آتا ہے، لہذا اس کا عکس لاشی من ج ب دائماً ہوگا، حالانکہ لا دوام جو اصل تھا اس میں کل ج ب بالفعل تھا، یہ خرابی عکس نہ ماننے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے، اس لئے یہ بات متعین ہوگئی کہ عکس صادق ہے، اور اس کی نفیض باطل ہے، اور یہ خلاف مفروض ہے، اس امر محال کو شکل بنا کر بھی ثابت کیا جاسکتا ہے۔

وإنما لا تتعكسان الخ اس عبارت میں شارح نے ایک اعتراض کا جواب دیا ہے۔ معترض کہتا ہے کہ عکس کے دوسرے جز کو آپ نے ”لا دوام فی البعض“ کے ساتھ مقید کیا ہے، ”فی الكل“ کے ساتھ کیوں مقید نہیں کیا، کہ خاصیتیں کا عکس عرفیہ عامہ اور لا دوام فی الكل یعنی مطلقہ عامہ موجبہ کلیہ آتا ہے، آخر فی البعض کی قید کا کیا فائدہ ہے؟

حاصل جواب یہ ہے کہ اگر ”کل“ کی قید لگائی جائے تو پھر اس کا عکس صادق نہیں ہوتا کاذب ہو جاتا ہے، حالانکہ عکس میں صدق ضروری ہے، جیسے لاشی من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتباً لا دائماً ای کل کاتب ساکن الاصابع بالفعل، یہ صادق ہے اب اگر اس کے عکس کے دوسرے جز میں ”کل“ کا اعتبار کیا جائے تو پھر وہ کاذب ہو جاتا ہے، ای لاشی من ساکن الاصابع بکاتب مادام ساکن لا دائماً ای کل ساکن کاتب بالاطلاق العام، اس دوسرے جز میں ”کل“ کا اعتبار کر کے عکس نکالا گیا ہے، ان لئے یہ کاذب ہے، دلیل یہ ہے کہ اس کی نفیض دائمہ مطلقہ سالبہ جزئیہ صادق ہے، اور وہ ہے بعض الساکن لیس بکاتب دائماً، یہ صادق ہے، کیوں کہ حقیقت ہے کہ بعض ساکن دائمی طور پر کاتب نہیں ہے، جیسے زمین ساکن ہے، لیکن وہ دائمی طور پر کاتب نہیں ہے، جب نفیض صادق ہے تو یقیناً اس کا عکس کاذب ہوگا اور عکس کا یہ کذب اس لئے لازم آرہا ہے کہ عکس کے دوسرے جز میں ”لا دوام فی الكل“ کا اعتبار کیا گیا ہے، اور جب لا دوام فی البعض کا اعتبار کیا جائے تو یہ خرابی لازم نہیں آتی، اس لئے کہ اس حقیقت کے پیش نظر عکس کے دوسرے جز کو لا دوام فی البعض کے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔ یہی اس قید کا فائدہ ہے، فافہم۔

نقشہ عکس موجہات سوالب کلیہ

نمبر شمار	اصل قضیہ	مثالیں	عکس قضیہ	مثالیں
۱	ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ	بالضرورة او دائماً لاشی من الانسان بحجر	دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ	دائماً لاشی من الحجر بانسان
۲	مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ	بالضرورة او دائماً لاشی من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتباً	عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ	دائماً لاشی من ساکن الاصابع بکاتب مادام ساکناً
۳	مشروطہ خاصہ سالبہ کلیہ یا عرفیہ خاصہ	بالضرورة او دائماً لاشی من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتباً لا دائماً	عرفیہ عامہ لا دائمہ فی البعض	دائماً لاشی من ساکن الاصابع بکاتب مادام ساکناً وبعض متحرک الاصابع کاتب بالفعل

فَقَالَ وَإِنْ كَانَتْ جُزْئِيَّةً فَالْمَشْرُوطَةُ وَالْعُرْفِيَّةُ الْخَاصَّتَانِ تَنْعَكِسَانِ عُرْفِيَّةٌ خَاصَّةٌ لِأَنَّهُ إِذَا صَدَقَ بِالضَّرُورَةِ أَوْ دَائِمًا بَعْضُ جَ لَيْسَ بِ مَادَامَ جَ لَا دَائِمًا صَدَقَ دَائِمًا لَيْسَ بَعْضُ بَ جَ مَادَامَ لَا دَائِمًا لِأَنَّا نَفَرَضُ ذَاتَ الْمَوْضُوعِ وَهُوَ جَ فَقَدْ جَ بِالْفِعْلِ وَ دَ بَ اِيضًا بِحُكْمِ اللَّادَوَامِ وَ لَيْسَ دَ جَ مَادَامَ بَ وَ إِلَّا لَكَانَ دَ جَ حِينَ هُوَ بَ فَيَكُونُ بَ حِينَ هُوَ جَ وَقَدْ كَانَ لَيْسَ بِ مَادَامَ جَ هَذَا خُلْفٌ وَإِذَا صَدَقَ جَ وَ بَ عَلَيْهِ وَ تَنَاقُيًا فِيهِ صَدَقَ بَعْضُ بَ لَيْسَ جَ مَادَامَ بَ لَا دَائِمًا وَ هُوَ الْمَطْرُوقُ أَمَّا الْبَرَاقِيقُ فَلَا تَنْعَكِسُ لِأَنَّهُ يَصْدُقُ بِالضَّرُورَةِ بَعْضُ الْحَيَوَانِ لَيْسَ بِإِنْسَانٍ وَ بِالضَّرُورَةِ لَيْسَ بَعْضُ الْقَمَرِ بِمُنْخَسِفٍ وَقَدْ تَرَبَّعَ لَا دَائِمًا مَعَ كَذِبٍ عَكْسِيَّهَا بِالْمَكَانِ الْعَامِّ الَّذِي هُوَ أَعْمُ الْجِهَاتِ لَكِنَّ الضَّرُورَةَ أَخْصَصُ الْبَسَائِطِ وَ الْوَقْفِيَّةَ أَخْصَصُ الْمُرَكَّبَاتِ الْبَاقِيَّةَ وَمَتَى لَمْ تَنْعَكِسَا لَمْ يَنْعَكِسْ شَيْءٌ مِنْهَا لِمَا عَرَفْتَ أَنَّ اِنْعِكَاسَ الْعَامِّ مُسْتَلْزِمٌ لِاِنْعِكَاسِ الْخَاصِّ.

ترجمہ: ماتن نے کہا: اور اگر جزئیہ ہو تو مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ، عرفیہ خاصہ یک طرف منعکس ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب بالضرورۃ یا دائماً بعض ج لیس ب مَادَامَ ج لَا دَائِمًا صادق ہوگا تو دائماً لیس بعض ج مَادَامَ ب لَا دَائِمًا (بھی) صادق ہوگا، کیوں کہ ہم ذات موضوع کو جو "ج" ہے "د" فرض کرتے ہیں، پس "د ج" ہے بالفعل اور "د ب" بھی ہے بحکم لادوام اور "د ج" نہیں ہے جب تک کہ وہ "ب" ہے، ورنہ تو "د ج" ہوگا "ب" ہونے کے وقت، پس وہ "ج" ہونے کے وقت "ب" ہوگا، حالانکہ وہ "لیس ب مَادَامَ ج" تھا، یہ خلاف مفروض ہے، اور جب "ج" اور "ب د" پر صادق ہوئے اور دونوں صدق میں متناہی بھی ہیں تو بعض ب لیس ج مَادَامَ ب لَا دَائِمًا پر صادق ہوگا، اور یہی مطلوب ہے، اور بہر حال باقی جزئیات تو وہ منعکس نہیں ہوتے، اس لئے کہ بالضرورۃ بعض الحيوان لیس بانسان اور بالضرورۃ لیس بعض القمر بمنخسف وقت التربع لَا دَائِمًا صادق ہے، اس کے عکس بالامکان العام کے کاذب ہونے کے ساتھ جوامم الجہات ہے، لیکن ضروریہ بسائط سے اور وقبیہ باقی مرکبات سے اخص ہے اور جب یہی دو منعکس نہیں ہوئے تو ان میں سے کوئی بھی منعکس نہیں ہوگا، کیوں کہ آپ یہ جان چکے ہیں کہ عام کا انعکاس خاص کے انعکاس کو مستلزم ہوتا ہے۔

تشریح: جب ماتن سوال کلیہ کے عکس کے بیان سے فارغ ہو گئے تو اب سوال جزئیہ کا عکس بیان کر رہے ہیں، چونکہ سوال جزئیہ میں سے صرف دو قضیہ کا عکس آتا ہے اور بقیہ گیارہ قضایا کا عکس نہیں آتا، اس لئے اولاً ماتن دو قضیہ سالبہ جزئیہ کا عکس بیان کر کے بقیہ سوال کے عکس کی نفی ثابت کریں گے، چنانچہ ماتن فرماتے ہیں کہ سوال جزئیہ میں سے صرف مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کا عکس آتا ہے، اور ان دونوں کا عکس عرفیہ خاصہ آتا ہے، جیسے بالضرورۃ یا دائماً لیس بعض ج ب مَادَامَ ج لَا دَائِمًا ای بعض ج ب بالفعل، یہ اصل دو قضیے ہیں، ان کا عکس عرفیہ خاصہ جزئیہ صادق ہے، اور وہ یہ ہے بالضرورۃ یا دائماً لیس بعض ج ب مَادَامَ ب لَا دَائِمًا ای بعض ب ج بالفعل، اس کو مذکورہ مثال سے ایک آسان اور واضح مثال سے سمجھئے جیسے بالضرورۃ یا بالدوام بعض الکاتب لیس بساکن الاصابع مَادَامَ کاتباً لَا دَائِمًا دیکھئے یہ دونوں قضیے صادق ہیں، اس کا عکس بالدوام بعض ساکن الاصابع لیس بکاتب مَادَامَ ساکن الاصابع لَا دَائِمًا ہوگا، اور یہ بھی صادق ہے۔

أَقُولُ قَدْ عَرَفْتَ أَنَّ السَّرَائِبَ الْكَلِيَّةَ سَعَّ مِنْهَا لَا تَنْعَكِسُ وَ سِنَّتٌ مِنْهَا تَنْعَكِسُ فَالسَّرَائِبُ الْجُزْئِيَّةُ لَا تَنْعَكِسُ إِلَّا الْمَشْرُوطَةُ وَالْعُرْفِيَّةُ الْخَاصَّتَانِ فَإِنَّهُمَا تَنْعَكِسَانِ عُرْفِيَّةٌ خَاصَّةٌ لِأَنَّهُ إِذَا صَدَقَ بِالضَّرُورَةِ أَوْ دَائِمًا لَيْسَ بَعْضُ جَ بَ، مَادَامَ جَ لَا دَائِمًا صَدَقَ دَائِمًا لَيْسَ بَعْضُ بَ جَ مَادَامَ بَ لَا دَائِمًا لِأَنَّا نَفَرِضُ ذَلِكَ الْبَعْضَ الَّذِي هُوَ جَ دَ وَ لَيْسَ بَ مَادَامَ جَ لَا دَائِمًا دَ فَدَجَ بِالْفِعْلِ وَ هُوَ ظَاهِرٌ وَ دَ بَ بِحُكْمِ اللَّادَوَامِ وَ دَ لَيْسَ جَ مَادَامَ بَ وَ إِلَّا لَكَانَ دَ جَ فِي بَعْضِ أَوْقَاتٍ كَوْنِهِ بَ فَيَكُونُ بَ فِي بَعْضِ أَوْقَاتٍ كَوْنِهِ جَ لِأَنَّ الْوَصْفَيْنِ إِذَا تَقَارَنَا عَلَى ذَاتٍ يَتَبَيَّنُ كُلُّ مِنْهُمَا فِي وَقْتٍ الْآخَرِ وَ قَدْ كَانَ دَ لَيْسَ بَ مَادَامَ جَ هَذَا خُلِفَ وَ إِذْ قَدْ صَدَقَ جَ وَ بَ عَلَى دَ وَ تَنَافَى فِيهِ أَيْ مَتَى كَانَ جَ لَمْ يَكُنْ بَ وَ مَتَى كَانَ بَ لَمْ يَكُنْ جَ صَدَقَ بَعْضُ بَ لَيْسَ جَ مَادَامَ بَ لَا دَائِمًا فَإِنَّهُ لَمَّا صَدَقَ عَلَى دَ بَ وَ صَدَقَ لَيْسَ جَ مَادَامَ بَ صَدَقَ بَعْضُ بَ لَيْسَ جَ مَادَامَ بَ وَ هُوَ الْجُزْءُ الْأَوَّلُ مِنَ الْعَكْسِ وَ لَمَّا صَدَقَ عَلَيْهِ أَنَّهُ جَ وَ بَ صَدَقَ عَلَيْهِ بَعْضُ بَ جَ بِالْفِعْلِ وَ هُوَ لَادَوَامُ الْعَكْسِ فَيَصْدُقُ الْعَكْسُ بِجُزْئِيَّتِهِ مَعًا.

ترجمہ: میں کہتا ہوں: تحقیق کہ آپ جان چکے ہیں کہ سوالب کلیہ میں سے سات منعکس نہیں ہوتے، اور ان میں سے چھ منعکس ہوتے ہیں، اور سوالب جزئیہ منعکس نہیں ہوتے سوائے مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کے کیوں کہ یہ دونوں عرفیہ خاصہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب بالضرورۃ یا دائماً لیس بعض ب ج مادام ج لادائماً صادق ہوگا تو دائماً لیس بعض ب ج مادام ب لادائماً صادق ہوگا، اس لئے کہ ہم اس بعض کو جو ”ج“ د اور لیس ب مادام ج لادائماً ہے، ”د“ فرض کرتے ہیں، پس ”دج“ ہے بالفعل جو ظاہر ہے اور ”د ب“ بھی ہے، بجکم لادوام اور ”د ج“ نہیں ہے جب تک کہ وہ ”ب“ ہے ورنہ تو ”د ج“ ہوگا ”ب“ ہونے کے بعض اوقات میں، تو وہ ”ب“ بھی ہوگا اپنے ”ج“ ہونے کے بعض اوقات میں، اس لئے کہ جب دو وصف ایک ذات کے ساتھ متقارن ہوں تو ان میں سے ہر ایک دوسرے کے وقت ثابت ہوتا ہے حالانکہ ”د لیس ب مادام ج“ تھا، اور یہ خلاف مفروض ہے۔ اور جب ”ج“ اور ”ب“ دونوں ”د“ پر صادق ہوئے اور صدق میں دونوں متنافی بھی ہوئے

یعنی جب ”د ج“ ہوگا تو ”ب“ نہ ہوگا اور جب ”ب“ ہوگا تو ”ج“ نہ ہوگا تو بعض ب لیس ج مادام ب لادائما صادق ہوگا، کیوں کہ جب ”د“ پر ”ب“ صادق ہے اور یہ بھی صادق ہے کہ د لیس ج مادام ب ہے تو بعض ب لیس ج مادام ب صادق ہوگا اور یہی عکس کا پہلا جزء ہے، اور جب ”د“ پر ”ج“ اور ”ب“ دونوں صادق ہیں تو اس پر بعض ب ج بالفعل صادق ہوگا اور یہی عکس کا لادوام ہے پس عکس اپنے دونوں جزؤں کے ساتھ صادق ہوگا۔

تشریح: شارح ماقبل کی یاد دہانی کر رہے ہیں کہ یہ بات آپ کو معلوم ہو چکی ہے کہ سوالب کلیہ میں سے سات قضایا کا عکس نہیں آتا: ۱- وقتیہ مطلقہ ۲- وقتیہ لا ضروریہ ۳- وجودیہ لا ضروریہ ۴- وجودیہ لادائمہ ۵- ممکنہ عامہ ۶- ممکنہ خاصہ ۷- مطلقہ عامہ۔ صرف چھ قضایا کا عکس آتا ہے۔ ۱- ضروریہ مطلقہ ۲- دائمہ مطلقہ ۳- مشروطہ عامہ ۴- عرفیہ عامہ ۵- مشروطہ عامہ ۶- مشروطہ خاصہ۔ ان میں سے ہر ایک کو مفصلاً بیان کیا جا چکا۔ اب یہاں سے مرکبات سالبہ جزئیہ کا عکس مستوی بیان کیا جا رہا ہے، لیکن سوالب جزئیہ میں سے صرف مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کا عکس آتا ہے، چنانچہ ان دونوں کا عکس مستوی عرفیہ خاصہ آتا ہے جیسے بالضرورۃ لیس بعض ج ب مادام ج لادائما دیکھئے یہ قضیہ مشروطہ سالبہ جزئیہ ہے، یہ صادق ہے اور اس کا عکس عرفیہ خاصہ یعنی بالضرورۃ لیس بعض ب ج مادام ب لادائما بھی صادق ہے، عرفیہ خاصہ کی بعینہ یہی مثال ہے صرف اتنا فرق ہے کہ اس میں جہت ”دوام“ کی ہوتی ہے، اس مثال کو ایک واضح مثال میں سمجھئے، جیسے بالضرورۃ بعض الکاتب لیس بساکن الاصابع مادام کاتباً لادائما ای بعض الکاتب ساکن الاصابع بالفعل، دیکھئے یہ قضیہ سالبہ جزئیہ مشروطہ خاصہ ہے، اور یہ صادق ہے، اس کا عکس عرفیہ خاصہ یعنی بعض ساکن الاصابع لیس بکاتب مادام ساکن الاصابع لادائما ای بعض ساکن الاصابع کاتب بالفعل صادق ہے، اس عکس کو شارح نے دلیل افتراض سے ثابت کیا ہے، اولاً عکس کے دوسرے جزء بعض ساکن الاصابع کاتب بالفعل کو ثابت کیا ہے، دلیل افتراض کا مطلب یہ ہے کہ ذات موضوع کو ایک معین چیز فرض کر لیا جائے اور پھر اس پر وصف محمول اور وصف موضوع دونوں کا حمل کیا جائے، تاکہ عکس کا مفہوم حاصل ہو جائے، مثلاً ہم یہاں اس بعض کو جو ”ج“ ہے لیکن ب مادام ج لادائما نہیں ہے، ”د“ فرض کرتے ہیں تو یہ ”د ج“ بالفعل ہے، کیوں کہ ذات موضوع پر وصف عنوانی بالفعل صادق ہوتا ہے، اور ”د“ بحکم لادوام ”ب“ ہوگا۔ چنانچہ مثال مذکور میں یوں ہوگا۔ زید کاتب بالفعل، وزید ساکن الاصابع بالفعل، نتیجہ آئے گا، بعض الکاتب ساکن الاصابع بالفعل، یہی عکس کا دوسرا جزء ہے، اور عکس کا پہلا جزء بعض د لیس ج مادام ب ہے، اور صادق ہے، دلیل یہ ہے کہ اگر اس عکس کو کوئی نہ مانے تو اس کی نفیض د ج فی بعض اوقات کو نہ ب کا صادق ماننا پڑے گا، اور ”د ب فی بعض اوقات کو نہ ج“ کا صادق ہونا بھی لازم آئے گا، اس لئے کہ ایک ذات پر جب دو وصف متقارن ہو جائیں تو ان میں سے ہر ایک دوسرے کے وقت میں فی الجملہ ثابت ہوتا ہے، لہذا ”ج“ کے بعض اوقات میں ”د ب“ بھی ہوگا، اور ”ب“ کے بعض اوقات میں وہ ”ج“ بھی ہوگا، یہ نفیض کا ذب ہے کیوں کہ یہ اصل قضیہ ”د لیس مادام ج“ کے منافی ہے جو خلاف مفروض ہے، اس لئے نفیض باطل ہے، اور عکس صادق ہے، اور جب موضوع کے بعض افراد پر مثلاً ”د“ پر ”ج اور ب“ دونوں صادق ہوئے یعنی وصف موضوع اور وصف محمول دونوں صادق ہوئے اور صدق میں دونوں متنافی بھی ہیں کہ جب د ج ہوگا تو ب نہ ہوگا اور جب وہ ب ہوگا تو ج نہ ہوگا، تو عکس کا پہلا جزء یعنی بعض ب لیس ج مادام ب لادائما صادق ہو گیا۔ شارح مزید وضاحت کے لئے

کہتے ہیں کہ جب ”د کا ب“ ہونا اور اس کا لیس ج مادام ب ہونا ثابت ہو گیا تو بعض ب لیس ج مادام ب بھی صادق ہوگا، یہی عکس کا پہلا جزء ہے اور جب ”د“ پر ”ج اور ب“ دونوں صادق ہیں تو بعض ب ج بالفعل بھی صادق ہوگا، یہی عکس کا دوسرا جزء ہے، جس کی طرف عکس کے لادوام سے اشارہ ہوتا ہے، تو عکس اپنے دونوں جزؤں کے ساتھ صادق ہو گیا۔

وَأَمَّا السُّوَالِبُ الْجُزْئِيَّةُ الْبَاقِيَّةُ فَلَا تَنْعَكِسُ لِأَنَّهَا إِمَّا السُّوَالِبُ الْأَرْبَعُ الَّتِي هِيَ الدَّائِمَتَانِ وَالْعَامَّتَانِ وَأَمَّا السُّوَالِبُ السَّبْعُ الْمَذْكُورَةُ وَ أَخَصُّ الْأَرْبَعِ الضَّرُورِيَّةُ وَ أَخَصُّ السَّبْعِ الْوَقْتِيَّةُ وَ شَيْءٌ مِنْهُمَا لَا يَنْعَكِسُ أَمَّا الضَّرُورِيَّةُ فَلِصِدْقِ قَوْلِنَا بَعْضُ الْخَيَوَانِ لَيْسَ بِإِنْسَانٍ بِالضَّرُورَةِ مَعَ كَذِبِ بَعْضِ الْإِنْسَانِ لَيْسَ بِخَيَوَانٍ بِالْإِمْكَانِ الْعَامِّ إِذْ كُلُّ إِنْسَانٍ خَيَوَانٌ بِالضَّرُورَةِ وَ أَمَّا الْوَقْتِيَّةُ فَلِصِدْقِ بَعْضِ الْقَمَرِ لَيْسَ بِمُنْخَسِفٍ وَقْتُ التَّرْبِيعِ لِأَدَائِمًا وَ كَذِبِ بَعْضِ الْمُنْخَسِفِ لَيْسَ بِقَمَرٍ بِالْإِمْكَانِ الْعَامِّ لِأَنَّ مُنْخَسِفَ قَمَرٍ بِالضَّرُورَةِ وَإِذَا لَمْ يَنْعَكِسِ الْأَخَصُّ لَمْ يَنْعَكِسِ الْأَعْمُ لِأَنَّ إِنْعَكَاسَ الْأَعْمِ مُسْتَلْزَمٌ لِإِنْعَكَاسِ الْأَخَصِّ لَا يُقَالُ قَدْ تَبَيَّنَ أَنَّ السُّوَالِبَ السَّبْعَ الْكُلِّيَّةَ لَا تَنْعَكِسُ وَ يَلْزَمُ مِنْ ذَلِكَ عَدَمُ إِنْعَكَاسِ جُزْئِيَّاتِهَا لِأَنَّ الْكُلِّيَّةَ أَخَصُّ مِنَ الْجُزْئِيَّةِ وَ عَدَمُ إِنْعَكَاسِ الْأَخَصِّ مَلْزُومٌ لِعَدَمِ إِنْعَكَاسِ الْأَعْمِ فَكَانَ فِي ذَلِكَ كِفَايَةً فَلَا حَاجَةَ إِلَى هَذَا التَّطْوِيلِ لِأَنَّا نَقُولُ هَذَا طَرِيقَ آخَرٍ لِيَبَيَّنَ عَدَمُ إِنْعَكَاسِ الْجُزْئِيَّاتِ وَ تَعْيِينُ الطَّرِيقِ لَيْسَ مِنْ دَابِ الْمُنَاطَرَةِ.

ترجمہ: اور بہر حال باقی سوالب جزویہ تو وہ منعکس نہیں ہوتے، اس لئے کہ وہ یا تو سوالب اربعہ ہوں گے جو دائمین اور عامتین ہیں، یا مذکورہ سات سوالب ہوں گے، اور سوالب اربعہ میں اخص ضروریہ ہے، اور سات سوالب میں اخص وقتیہ ہے، اور ان دونوں میں سے کوئی منعکس نہیں ہوتا، بہر حال ضروریہ تو اس لئے کہ ہمارا قول بعض الحيوان ليس بانسان بالضرورة صادق ہے، بعض الانسان ليس بحيوان بالامكان العام کے کاذب ہونے کے ساتھ، اس لئے کہ ہر انسان ضروری طور پر حیوان ہے، اور بہر حال وقتیہ تو اس لئے کہ بعض القمر ليس بمنخسف وقت التربيع لادائماً صادق ہے، بعض المنخسف ليس بقمر بالامكان العام کے کاذب ہونے کے ساتھ۔ کیوں کہ ہر منخسف ضروری طور پر قمر ہے، اور جب اخص منعکس نہ ہو تو اعم بھی منعکس نہ ہوگا، کیوں کہ اعم کا انعکاس اخص کے انعکاس کو مستلزم ہوتا ہے۔ اعتراض نہ کیا جائے کہ یہ ظاہر ہو چکا کہ سات سوالب کلیہ منعکس نہیں ہوتے، اور اس سے ان کے جزیات کا منعکس نہ ہونا لازم آتا ہے، کیوں کہ کلیہ جزیہ سے اخص ہے اور اخص کا منعکس نہ ہونا اعم کے منعکس نہ ہونے کے لئے ملزوم ہوتا ہے، تو اتنا کافی تھا اس تطویل کی ضرورت نہیں تھی؟ کیوں کہ ہم جواب دیں گے کہ یہ جزیات کے منعکس نہ ہونے کا دوسرا طریقہ ہے اور کسی ایک طریق کو متعین کرنا مناظرہ کے طریق میں سے نہیں ہے۔

تشریح: اس سے پہلے ان سوالب جزیہ کا بیان تھا جن کا عکس مستوی آتا ہے، اب یہاں سے شارح ان سوالب جزیہ کو بیان کر رہے ہیں جن کا عکس نہیں آتا۔ چنانچہ فرماتے ہیں سوالب اربعہ یعنی ضروریہ مطلقہ، دائمہ مطلقہ، مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ کا عکس نہیں آتا، کیوں کہ ان چاروں میں سب سے اخص ضروریہ مطلقہ ہے، اور اس کے علاوہ بقیہ ضروریہ سے اعم ہیں، اس اخص کا عکس ممکنہ عامہ جوام

انجبات ہے وہ کاذب ہے۔ جیسے بالضرورة بعض الحيوان ليس بانسان۔ دیکھئے یہ قضیہ ضروریہ مطلقہ ہے اور صادق ہے، اس کا عکس ممکنہ عامہ بعض الانسان ليس بحيوان بالامكان العام کاذب ہے، کیوں کہ اس کی نفی ضروریہ مطلقہ موجبہ کلیہ یعنی کل انسان حيوان بالضرورة صادق ہے، جب نفی صادق ہے، تو لامحالہ اس کا عکس کاذب ہوگا، خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب ان میں سے اخف منعکس نہیں ہوتے تو اعم بھی منعکس نہیں ہوں گے، کیوں کہ اعم کا انعکاس اخف کے انعکاس کو مستلزم ہوتا ہے، اس لئے یہ کہا کہ سوالب میں سے چار قضایا کا عکس نہیں آتا۔

اور مذکورہ سات سوالب کلیہ یعنی وقتیہ مطلقہ، وقتیہ، وجودیہ لا ضروریہ، وجودیہ لادائمہ، ممکنہ عامہ، ممکنہ خاصہ اور مطلقہ عامہ سابعہ کا عکس بھی نہیں آتا۔ کیوں کہ ان ساتوں میں سب سے اخف وقتیہ ہے، اس کا عکس صادق نہیں بلکہ کاذب آتا ہے۔ تو جب اخف کا عکس صادق نہیں تو اس سے جوام ہیں ان کا عکس بھی صادق نہ ہوگا، جیسے بعض القمر ليس بمنخسف وقت التربيع لادائمًا، دیکھئے یہ قضیہ وقتیہ ہے اور صادق ہے، لیکن اس کا عکس بعض المنخسف ليس بقمر بالامكان العام کاذب ہے۔ کیوں کہ اس عکس کی نفی ضروریہ مطلقہ موجبہ کلیہ کل منخسف قمر بالضرورة صادق ہے، جب نفی صادق ہے، تو معلوم ہوا کہ عکس کاذب ہے، تو جب اخف کا عکس صادق نہیں تو باقی اعم کا عکس بھی صادق نہ ہوگا، اس لئے کہ اعم کا عکس اخف کے عکس کو مستلزم ہوتا ہے۔

لا يقال الخ سے شارح نے ایک اعتراض ذکر کیا ہے پھر لانا نقول الخ سے اس کا جواب بھی دیا ہے، معترض کہتا ہے کہ سابق میں یہ بات گزر چکی ہے کہ سات سوالب کلیہ کا عکس نہیں آتا، تو اس کے ضمن میں سوالب جزئیہ کے عکس کی بھی نفی ہوگئی، کیوں کہ کلیہ اخف ہے، اور جزئیہ اعم ہے، جب اخف منعکس نہیں ہوتا تو اعم بھی منعکس نہیں ہوگا، کیوں کہ اخف کا عدم انعکاس اعم کے عدم انعکاس کو مستلزم ہوتا ہے، لہذا اتنا کہہ دینا کافی تھا لمبی تفصیل کی چنداں ضرورت نہیں تھی؟ تو پھر اتنی لمبی تفصیل کیوں کی گئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے جو کہا وہ درست ہے، سوالب کلیہ کے عکس کی نفی سے التزامی طور پر سوالب جزئیہ کے عکس کی نفی ہو جاتی ہے، لیکن یہاں سوالب جزئیہ کو بیان کیا ہے، وہ دوسرے طریقہ سے بیان کیا گیا ہے، کیوں کہ ایک ہی چیز کو مختلف طریقوں سے بیان کرنا مناظرہ کے طریق میں سے ہے۔ اور اس کو مناظرہ میں بہت اچھا تصور کیا جاتا ہے، کسی ایک طریق ہی کو متعین کرنا طریقہ مناظرہ نہیں ہے۔

فَالْوَاجِبَةُ كُلِّيَّةٌ كَانَتْ أَوْ جُزْئِيَّةً فَلَا تَنْعَكِسُ كُلِّيَّةٌ أَصْلًا لِإِحْتِمَالِ كَوْنِ الْمُحْمُولِ أَعْمَ مِنَ الْمَوْضُوعِ كَقَوْلِنَا كُلُّ إِنْسَانٍ حَيَوَانٌ وَأَمَّا فِي الْجَهَةِ فَالضَّرُورِيَّةُ وَالْدَائِمَةُ وَالْعَامَّتَانِ تَنْعَكِسُ جِئِيَّةً مُطْلَقَةً لِأَنَّهُ إِذَا صَدَقَ كُلُّ جَ بِأَحَدِ الْجِهَاتِ الْأَرْبَعِ الْمَذْكُورَةِ فَبَعْضُ جَ حِينَ هُوَ بَ وَ أَلَا شَيْءٌ مِنْ جَ مَا دَامَ بَ وَهُوَ مَعَ الْأَصْلِ يُنْتِجُ لَا شَيْءٌ مِنْ جَ بِالضَّرُورَةِ أَوْ دَائِمًا فِي الضَّرُورِيَّةِ وَالْدَائِمَةِ وَمَا دَامَ جَ فِي الْعَامَّتَيْنِ وَهُوَ مُحَالٌ وَأَمَّا الْخَاصَّتَانِ فَتَنْعَكِسَانِ جِئِيَّةً مُطْلَقَةً مُقْبِلَةً بِاللَّدَوَامِ أَمَّا الْجِئِيَّةُ الْمُطْلَقَةُ فَلِكُونِهَا لَازِمَةً لِعَامَّتِهَا وَأَمَّا قَيْدُ اللَّدَوَامِ فِي الْأَصْلِ الْكُلِّي فَلِأَنَّهُ لَوْ كَذَبَ بَعْضُ جَ لَيَسَّ جَ بِالْفِعْلِ لَصَدَقَ كُلُّ جَ دَائِمًا فَتَنْصُمُهُ إِلَى الْجُزْءِ الْأَوَّلِ مِنَ الْأَصْلِ وَهُوَ قَوْلُنَا بِالضَّرُورَةِ أَوْ دَائِمًا كُلُّ جَ بَ مَا دَامَ جَ يُنْتِجُ كُلُّ جَ دَائِمًا وَتَنْصُمُهُ إِلَى الْجُزْءِ الثَّانِي أَيْضًا وَهُوَ قَوْلُنَا لَا شَيْءٌ مِنْ جَ بِالْإِطْلَاقِ الْعَامِّ يُنْتِجُ لَا شَيْءٌ مِنْ جَ بِالْإِطْلَاقِ الْعَامِّ فَيَلْزَمُ اجْتِمَاعُ النَّقِیْضَيْنِ وَهُوَ مُحَالٌ وَأَمَّا فِي الْجُزْئِي فَتَقَرُّضُ الْمَوْضُوعِ وَهُوَ لَيْسَ جَ بِالْفِعْلِ وَ

إِلَّا لَكَانَ جَ دَائِمًا قَبَ دَائِمًا لِدَوَامِ الْبَاءِ بِدَوَامِ الْجِيمِ لَكِنَّ الْإِلَازِمَ بَاطِلٌ لِنَفْيِهِ الْأَصْلَ بِاللَّادَوَامِ وَ أَمَّا الْوَقْفِيَّتَانِ وَ الْوُجُودِيَّتَانِ وَ الْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ فَتَنْعَكِسُ مُطْلَقَةً عَامَّةً لِأَنَّهُ إِذَا صَدَقَ كُلُّ جَ بٍ بِإِخْدَى الْجِهَاتِ الْخَمْسِ الْمَذْكُورَةِ فَبَعْضُ بٍ جَ بِالْإِطْلَاقِ الْعَامِ وَ إِلَّا لَصَدَقَ لَأَشْيَاءٌ مِنْ بٍ جَ دَائِمًا وَ هُوَ مَعَ الْأَصْلِ يُنْتِجُ لَأَشْيَاءَ مِنْ جَ جَ دَائِمًا وَ هُوَ مُحَالٌ.

ترجمہ: ماتن نے کہا: اور بہر حال موجبہ کلیہ ہو یا جزئیہ تو وہ کلیہ کی طرف بالکل منعکس نہیں ہوتا کیوں کہ یہ احتمال ہے کہ محمول موضوع سے اعم ہو، جیسے ہمارا قول کل انسان حیوان اور بہر حال جہت میں، تو ضروریہ، دائمہ اور عامتین حیثیہ مطلقہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب کل ج ب مذکورہ چار جہات میں سے کسی جہت کے ساتھ صادق ہوگا، تو بعض ب ج حین ہو ب صادق ہوگا ورنہ تو لاشی من ب ج مادام ب صادق ہوگا، اور یہ اصل کے ساتھ لاشی من ج ج بالضرورۃ کا نتیجہ دے گا، ضروریہ میں، یا دائما کا دائمہ میں، اور مادام ج کا عامتین میں اور یہ محال ہے، اور بہر حال خاصتین تو یہ دونوں حیثیہ مطلقہ مقید باللا دوام کی طرف منعکس ہوتے ہیں، بہر حال حیثیہ مطلقہ تو اس لئے کہ یہ ان کے عامہ کو لازم ہے، اور بہر حال اصل کلی میں لا دوام کی قید تو اس لئے کہ اگر بعض ب لیس ج بالفعل کاذب ہوگا تو کل ب ج دائما صادق ہوگا، پھر ہم اس کو اصل کے جزء اول یعنی اپنے قول بالضرورۃ یا دائما کل ج ب مادام ج کے ساتھ ملائیں گے تو یہ کل ب ج دائما نتیجہ دے گا، پس اجتماع تقيضین لازم آئے گا، اور یہ محال ہے، اور بہر حال جزئی میں تو اس لئے کہ ہم موضوع کو ”د“ غرض کرتے ہیں جو لیس ج بالفعل ہے، ورنہ تو وہ دائما ج ہوگا پس ”ب“ بھی ہوگا دائما کیوں کہ باء کا دوام جیم کے دوام کی وجہ سے ہے، لیکن لازم باطل ہے اس سے اصل باللا دوام کی نفی کی وجہ سے۔ اور بہر حال وقیین اور وجودیتین اور مطلقہ عامہ پس یہ مطلقہ عامہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب کل ج ب مذکورہ پانچ جہات میں سے کسی جہت کے ساتھ صادق ہوگا تو بعض ب ج بالاطلاق العام (بھی صادق ہوگا) ورنہ تو لاشی من ج ب دائما صادق ہوگا جو اصل کے ساتھ لاشی من ج ج دائما نتیجہ دے گا اور یہ محال ہے۔

تشریح: عبارت ماتن کی شرح شارح کی عبارت کی تشریح میں ملاحظہ فرمائیں یہاں اتنی بات ذہن نشین کر لیجئے اس نسخہ کے سطر ۱۸ میں وإلا لصدق ہے، بعض نسخوں میں ولا يصدق لکھا ہے، جو صحیح نہیں ہے۔

أَقُولُ مَا مَرَّ كَانَ حُكْمُ السُّوَالِبِ وَ أَمَّا الْمُوجِبَاتُ فَهِيَ لَا تَنْعَكِسُ فِي الْكَمِّ كَلِيَّةٌ سِوَاكَ كَانَتْ كَلِيَّةً أَوْ جُزْئِيَّةً لِجَوَازِ أَنْ يَكُونَ الْمَحْمُولُ فِيهَا أَعَمُّ مِنَ الْمَوْضُوعِ وَ إِمْتِنَاعِ حَمْلِ الْخَاصِّ عَلَى كُلِّ أَفْرَادِ الْعَامِ كَقَوْلِنَا كُلُّ إِنْسَانٍ حَيَوَانٌ وَ عَكْسُهُ كَلِيًّا كَاذِبٌ وَ أَمَّا فِي الْجِهَةِ فَالْضَّرُورِيَّةُ وَ الدَّائِمَةُ وَ الْعَامَّتَانِ تَنْعَكِسُ جُزْئِيَّةً مُطْلَقَةً بِالْخُلْفِ فَإِنَّهُ إِذَا صَدَقَ كُلُّ جَ بٍ أَوْ بَعْضُهُ بٍ بِإِخْدَى الْجِهَاتِ الْأَرْبَعِ أَيْ بِالضَّرُورَةِ أَوْ دَائِمًا أَوْ مَادَامَ جَ وَ جَبَّ أَنْ يَصْدُقَ بَعْضُ بٍ جَ حِينَ هُوَ بٍ وَ إِلَّا لَصَدَقَ نَقِيضُهُ وَ هُوَ لَا شَيْءَ مِنْ بٍ جَ مَادَامَ بٍ وَ هُوَ مَعَ الْأَصْلِ يُنْتِجُ لَأَشْيَاءَ مِنْ جَ جَ بِالضَّرُورَةِ أَوْ دَائِمًا إِنْ كَانَ الْأَصْلُ

ضُرُورِيًا أَوْ دَائِمًا أَوْ مَا دَامَ جَ إِنْ كَانَ إِحْدَى الْعَامَّتَيْنِ وَ هُوَ مُحْ وَ لَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَمْتَنِعَ إِسْتِحَالَتُهُ بِنَاءً عَلَى جَوَازِ سَلْبِ الشَّيْءِ عَنْ نَفْسِهِ عِنْدَ عَدَمِهِ لِأَنَّ الْأَصْلَ مُوجِبٌ فَيَكُونُ جَ مَوْجُودًا.

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ اب تک جو گزرا وہ سوالب کا حکم تھا، اور بہر حال موجبات تو کیت میں کلیہ منعکس نہیں ہوتے خواہ کلیہ ہوں یا جزئیہ، اس لئے کہ اس میں محمول کا موضوع سے اعم ہونا اور عام کے تمام افراد پر خاص کے حمل کا ممتنع ہونا ممکن ہے، جیسے کل انسان اور اس کا عکس کلی کاذب ہے اور بہر حال جہت میں تو ضروریہ دائمہ، اور عامتین حیثیہ مطلقہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں دلیل خلف کے ساتھ، کیوں کہ جب کل ج ب یا بعض ج ب جہات اربعہ میں سے کسی جہت یعنی ”بالضرورۃ یا دائما یا مادام ج“ کے ساتھ صادق ہوگا، تو ”بعض ب ج حین ہو ب“ کا صادق ہونا ضروری ہے، ورنہ اس کی نفیض یعنی ”لاشی من ب ج مادام ب“ صادق ہوگی، اور یہ اصل کے ساتھ ”لاشی من ج ج بالضرورۃ یا دائما“ کا نتیجہ دے گا، اگر اصل ضروری یا دائمی ہو یا ”مادام ج“ کا اگر عامتین میں سے کوئی ایک ہو اور یہ محال ہے، اور کسی کو اس کے محال ہونے کے منع کرنے کی گنجائش نہیں اس بناء پر کہ عدم شئی کے وقت سلب لشی عن نفسه جائز ہے، اس لئے کہ اصل موجب ہے تو ”ج“ (یقیناً) موجود ہوگا۔

تشریح: موجبات کا عکس: شارح فرماتے ہیں کہ اب تک تضایا سوالب کے عکس کا بیان تھا اب یہاں سے موجبات کے عکس کو بیان کیا جا رہا ہے، تو سنیے کہ موجبات خواہ کلیہ ہوں یا جزئیہ ہر ایک کا عکس جزئی ہی آتا ہے، کلی نہیں آتا، دلیل یہ ہے کہ اگر موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ کلیہ آئے تو اس کو ہر مادہ میں صادق ہونا چاہئے، کیوں کہ قضیہ کا عکس ہر مادے میں اصل کو لازم ہوتا ہے، حالانکہ جن مادوں میں محمول موضوع سے اعم ہو اور اور موضوع انحص ہوان میں عکس کلی صادق نہیں ہوتا، کیوں کہ عکس کے بعد موضوع عام ہو جاتا ہے، اور محمول خاص اور عام کے تمام افراد پر خاص کا حمل ممتنع اور محال ہے، جیسے ”کل انسان حیوان“ یہ اصل قضیہ موجبہ کلیہ ہے، صادق ہے لیکن اس کا عکس کلی یعنی ”کل حیوان انسان“ کاذب ہے صادق نہیں ہے، اور جب ایک مادہ میں کلی کاذب ہوگئی تو کلیت کی نفی ثابت ہوگئی، لہذا یہ ثابت ہو گیا کہ موجبات کا عکس جزئی آتا ہے، کلی نہیں آتا۔

موجبات موجبہ کا عکس

شارح کہتے ہیں کہ اگر موجبات موجبہ ہوں تو ان میں سے ضروریہ مطلقہ، دائمہ مطلقہ، مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ، ان چاروں کا عکس حیثیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ آتا ہے، اس عکس کے ثابت کرنے کی تین دلیلیں ہیں، لیکن ان میں سے چونکہ دلیل خلف آسان ہے اسی لئے شارح نے اس عکس کو دلیل خلف سے ثابت کرنے پر اکتفاء کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ ”کل ج ب بالضرورۃ، یا دائما، یا مادام ج“ صادق ہے، اس کا عکس حیثیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ ”بعض ب ج حین ہو ب“ صادق ہے، اگر کوئی شخص کہے کہ میں اس عکس کے صدق کو نہیں مانتا تو اس سے کہا جائے گا کہ اگر آپ اس عکس کے صدق کو نہیں مانتے تو آپ کو اس کی نفیض عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ یعنی ”لاشی من ب ج مادام ب“ ماننی پڑے گی۔ پھر ہم اس نفیض کو اصل قضیہ کے ساتھ ملا کر شکل اول بنائیں گے، اصل کو صغریٰ اور نفیض کو کبریٰ بنا کر اس طرح کہیں گے، ”کل ج ب بالضرورۃ ولاشی من ب ج مادام ب“ تو نتیجہ

آئے گا، ”لاشی من ج ج بالضرورة“ اور یہ محال ہے، کیوں کہ اس میں سلب الشی عن نفسه لازم آ رہا ہے جو محال ہے۔ لہذا نقیض باطل ہے، اور ان چاروں قضایا کا عکس حینیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ صادق ہے۔

ولیس لاحد ان يمنع الخ اس عبارت میں شارح نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے، سائل کہتا ہے کہ جناب آپ نے سلب الشی عن نفسه کے محال ہونے کی وجہ سے نقیض کے محال ہونے کو جو ثابت کیا ہے اور جو لاشی من ج ج بالضرورة نتیجہ آیا ہے، ہم اس کو نہیں مانتے، اس سے نقیض کا محال ہونا ثابت نہیں ہوتا، کیوں کہ یہاں یہ ممکن ہے کہ ”ج“ کا سلب، ذات موضوع یعنی ”ج“ کے ان افراد سے ہو رہا ہو، جو معدوم ہوں، کیوں کہ سالبہ کے تحقق کے لئے وجود موضوع کا تحقق ضروری نہیں ہے، گویا سلب الشی عن نفسه ثابت نہ ہوا، تو نقیض کا محال ہونا بھی ثابت نہ ہوا؟ جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں ہے اس لئے کہ یہ ”ج“ وہی ہے جو اصل قضیہ کل ”ج ب“ میں ہے، اور موجبہ میں موضوع کا خارج میں پایا جانا ضروری ہے، تو یہ ثابت ہو گیا کہ یہ ”ج“ خارج میں موجود ہے، پھر یہی ”ج“ نتیجہ کا موضوع واقع ہو رہی ہے، جو ”ج“ موجبہ کلیہ میں موضوع واقع ہوئی تھی، اس لئے یہ ”ج“ خارج میں موجود ہے، جب یہ بات ہے تو نتیجہ میں ایک شے کو اپنے آپ سے سلب کیا جا رہا ہے، اسی کا نام سلب الشی عن نفسه ہے، جو محال ہے، اور یہ محال چونکہ نقیض کی وجہ سے پیدا ہوا ہے، اس لئے نقیض باطل ہے، اور عکس صادق ہے۔

وَأَمَّا الْخَاصَّتَانِ فَتَنْعَزِلَانِ عَنْ حَيْنِيَّةٍ مُطْلَقَةٍ لَا دَائِمَةً فَإِنَّهُ إِذَا صَدَقَ بِالضَّرُورَةِ أَوْ دَائِمًا كُلُّ ج ب أَوْ بَعْضُهُ ب مَادَامَ ج لَا دَائِمًا صَدَقَ بَعْضُ ب ج حِينَ هُوَ ب لَا دَائِمًا أَمَّا الْحَيْنِيَّةُ الْمُطْلَقَةُ وَهِيَ بَعْضُ ب ج حِينَ هُوَ ب فَلْيَكُونِهَا لَازِمَةً لِعَامَّتِيهِمَا وَ أَمَّا اللَّادَوَامُ وَ هُوَ بَعْضُ لَيْسَ ج بِالْإِطْلَاقِ الْعَامِّ فَلِأَنَّهُ لَوْ كَذَبَ لَصَدَقَ كُلُّ ب ج دَائِمًا وَ نَضُمُهُ إِلَى الْجُزْءِ الْأَوَّلِ مِنَ الْأَصْلِ هَكَذَا كُلُّ ب ج دَائِمًا وَ بِالضَّرُورَةِ أَوْ دَائِمًا كُلُّ ج ب مَادَامَ ج لِيُنتِجَ ب ب دَائِمًا وَ نَضُمُهُ إِلَى الْجُزْءِ الثَّانِي الَّذِي هُوَ اللَّادَوَامُ وَ نَقُولُ كُلُّ ب ج دَائِمًا وَ لَا شَيْءَ مِنْ ج ب بِالْإِطْلَاقِ الْعَامِّ لِيُنتِجَ لَا شَيْءَ مِنْ ب ب بِالْإِطْلَاقِ فَلَوْ صَدَقَ كُلُّ ب ج دَائِمًا لَزِمَ صَدَقَ كُلُّ ب ب دَائِمًا وَ لَا شَيْءَ مِنْ ب ب بِالْإِطْلَاقِ وَ أَنَّهُ اجْتِمَاعُ النَّقِیْضَيْنِ وَ هُوَ مُح.

ترجمہ: اور بہر حال خاصہ دونوں حینیہ مطلقہ دائمہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب بالضرورة یا دائمہ کل ج ب یا بعض ج ب مدام ج لا دائمہ صادق ہوگا تو بعض ج ب ج حین ہو ب لا دائمہ بھی صادق ہوگا، بہر حال حینیہ مطلقہ یعنی بعض ج ب ج حین ہو ب اس لئے کہ وہ ان کے عامتین کو لازم ہے، اور بہر حال لا دوام یعنی ب ب لیس ج بالاطلاق العام تو اس لئے کہ اگر یہ کاذب ہو تو کل ج ب ج دائمہ صادق ہوگا، اور ہم اس کو اصل کے جزء اول کے ساتھ ملائیں گے، (اور) اس طرح (کہیں گے) کل ج ب ج دائمہ وبالضرورة یا دائمہ کل ج ب مدام تو نتیجہ دے گا کل ج ب دائمہ اور ہم اس کو اس جزء ثانی کے ساتھ ملائیں گے جو لا دوام ہے اور کہیں گے کل ج ب دائمہ و لاشی من ج ج بالاطلاق العام تو نتیجہ دے گا لاشی من ج ب بالاطلاق۔ پس اگر کل ج ب دائمہ صادق ہو تو کل ج ب دائمہ اور لاشی من ج ب بالاطلاق کا صادق ہونا لازم آئے گا، اور یہ اجتماع نقیضین ہے جو محال ہے۔

تشریح: مشروطہ خاصہ موجبہ و عرفیہ خاصہ موجبہ کا عکس - شارح کہتے ہیں کہ مشروطہ خاصہ موجبہ و عرفیہ خاصہ موجبہ کا عکس مستوی حیدر مطلقہ لا دائمہ آتا ہے، اسے بھی ماتن نے دلیل خلف سے ثابت کیا ہے، جیسے بالضرورۃ یا دائماً کل ج ب مادام ج لا دائماً یہ دونوں صادق ہیں، ان کی نفیض حیدر مطلقہ موجبہ جزئیہ یعنی بعض ج ج حین ہو ب لا دائماً صادق ہے، حیدر مطلقہ اس لئے صادق ہے کہ یہ عامتین کو لازم ہے اور عامتین خاصتین کو لازم ہے، لہذا جو چیز عامتین کو لازم ہوگی وہ خاصتین کو بھی لازم ہوگی، تو حیدر مطلقہ بھی خاصتین کو لازم ہوگا۔ اور عامتین کا عکس چونکہ حیدر مطلقہ آتا ہے، اس لئے خاصتین کا عکس بھی حیدر مطلقہ آئے گا، اور لا دوام کا ثبوت یہ ہے کہ اگر عکس کا جز ثانی بعض ب لیس ج بالفعل صادق نہ ہو تو اس کی نفیض دائمہ مطلقہ موجبہ کلیہ صادق ہوگی، یعنی کل ج ب ج دائماً اگر یہ بھی صادق نہ ہو تو ارتقاع نفیضین لازم آئے گا جو محال ہے، معلوم ہوا کہ نفیض صادق ہے، پھر ہم اس نفیض کو اصل قضیہ کے جزء کے ساتھ ملائیں گے، اور شکل اول ترتیب دے کر اس طرح کہیں گے، کل ج ب ج دائماً وبالضرورۃ او دائماً کل ج ب مادام ج تو نتیجہ آئے گا، کل ج ب ب دائماً پھر ہم اس نتیجہ کو محفوظ رکھیں گے پھر اس نفیض کو اصل کے جزء ثانی کے ساتھ ملا کر شکل اول ترتیب دیں گے اور اس طرح کہیں گے، کل ج ب ج دائماً و لاشی من ج ب بالاطلاق العام تو نتیجہ آئے گا لاشی من ج ب ب بالاطلاق، اور یہ نتیجہ سابقہ نتیجہ کے منافی ہے، تو اگر نفیض کو صادق مانا جائے تو دونوں نتیجہ بھی صادق ہوں گے جس سے اجتماع نفیضین لازم آئے گا جو محال ہے، یہ محال چونکہ نفیض سے پیدا ہو رہا ہے، اس لئے نفیض باطل ہے، اور عکس صادق ہے۔

هَذَا إِذَا كَانَ الْأَصْلُ كَلْبًا وَ أَمَّا إِذَا كَانَ جُزْئِيًّا فَلَا يَتِمُّ فِيهِ هَذَا الْبَيَانُ لِأَنَّ جُزْئِيَّهٖ جُزْئِيَّتَانِ وَ الْجُزْئِيَّةُ لَا تَنْتِجُ فِي كُبْرَى الشَّكْلِ الْأَوَّلِ عَلَى مَا سَتَسْمَعُهُ فَلَا بُدَّ فِيهِ مِنْ طَرِيقٍ آخَرَ وَ هُوَ الْإِفْتِرَاضُ بِأَنْ يُفَرَّضَ الذَّاتُ الَّتِي صَدَقَ عَلَيْهَا ج وَ ب مَادَامَ ج لَا دَائِمًا دَقْدَبَ وَ دَجَ وَ هُوَ ظَاهِرٌ وَ ذَلِيسَ ج بِالْفِعْلِ وَ إِلَّا لَكَانَ دَائِمًا فَيَكُونُ بَ دَائِمًا لِأَنَّا حَكَمْنَا فِي الْأَصْلِ أَنَّهُ بَ مَادَامَ ج وَ قَدْ كَانَ دَبَ لَا دَائِمًا هَذَا خُلْفٌ وَ إِذَا صَدَقَ عَلَيْهِ إِنَّهُ بَ وَ لَيْسَ ج بِالْفِعْلِ صَدَقَ بَعْضُ بَ لَيْسَ ج بِالْفِعْلِ وَ هُوَ مَفْهُومٌ لَا دَوَامَ الْعَكْسِ وَ لَوْ أَجْرَى هَذَا الطَّرِيقَ فِي الْأَصْلِ الْكَلْبِيِّ أَوْ اقْتَصَرَ عَلَى الْبَيَانِ فِي الْأَصْلِ الْجُزْئِيِّ لَتَمَّ وَ كَفَى عَلَى مَا لَا يَخْفَى وَ الْوَقْتِيَّتَانِ وَ الْوَجُودِيَّتَانِ وَ الْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ تَنْعَكِسُ مُطْلَقَةً عَامَّةً لِأَنَّهُ إِذَا صَدَقَ كُلُّ جَ بَ بِأَحَدِي الْجِهَاتِ الْخَمْسِ فَبَعْضُ بَ جَ بِالِاطْلَاقِ الْعَامِّ وَ إِلَّا فَلَا شَيْءَ مِنْ بَ جَ دَائِمًا وَ هُوَ مَعَ الْأَصْلِ يَنْتِجُ لَا شَيْءَ مِنْ جَ جَ دَائِمًا وَ هُوَ مُحَالٌ.

ترجمہ: یہ اس وقت ہے جب اصل کلی ہو اور جب جزئی ہو تو اس میں یہ بیان تام نہ ہوگا، اس لئے کہ اس کے دونوں جزء جزئیہ ہیں، اور جزئیہ شکل اول کے کبریٰ میں نتیجہ نہیں دیتا۔ جیسا کہ عنقریب آپ اس کو سنیں گے، اس لئے اس میں دوسرا طریق ضروری ہے، اور وہ افتراض ہے بایں طور کہ اس ذات کو جس پر ”ج اور ب مادام ج لا دائماً“ صادق ہو، ”د“ فرض کیا جائے، پس ”د ب“ بھی ہے، اور ”د ج“ بھی، اور یہ ظاہر ہے اور ”ذ لیس ج بالفعل“ ہے، ورنہ تو ”ج“ ہوگا دائماً پس ”ب“ بھی ہوگا، اس لئے کہ ہم نے اصل میں اس کے ”ب مادام ج“ ہونے کا حکم لگایا ہے، حالانکہ ”د ب لا دائماً“ تھا یہ خلاف مفروض ہے، اور جب اس پر یہ صادق ہے کہ وہ ”ب اور لیس ج بالفعل“

ہے تو بعض ب لیس ج بالفعل صادق ہوگا، اور یہی عکس کے لادوام کا مفہوم ہے، اور اگر اصل کلی میں اس طریق کو جاری کیا جاتا اور اصل جزئی میں بیان پر اکتفاء کیا جاتا تب بھی تام اور کافی ہوتا، جیسا کہ مخفی نہیں ہے، اور دو قسمیں، وجودیتیں اور مطلقہ عامہ، مطلقہ عامہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب ”کل ج ب“ پانچ جہات میں سے کسی جہت کے ساتھ صادق ہوگا تو ”بعض ب ج بالاطلاق العام“ (بھی) صادق ہوگا، ورنہ تو ”لاشی من ب ج دائماً“ (صادق ہوگا) اور یہ اصل کے ساتھ نتیجہ دے گا، ”لاشی من ج ج دائماً“ جو محال ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ خاصیتیں کے عکس کا اثبات دلیل خلف سے اس وقت ثابت کیا جاسکتا ہے، جب کہ قضیہ کلیہ ہو۔ دلیل یہ ہے کہ کلیہ ہونے کی وجہ سے وہ شکل اول کا کبریٰ بن سکتا ہے، اور اگر اصل قضیہ جزئیہ ہو تو اس کے عکس کو ثابت کرنے کے لئے دلیل خلف جاری نہیں ہو سکتی، کیوں کہ وہ جزئیہ ہونے کی وجہ سے شکل اول کا کبریٰ نہیں بن سکتا۔ اور عکس کی نقیض کی نقیض سالبہ ہونے کی وجہ سے سفری واقع نہیں ہو سکتی اس لئے موجهات جزئیہ کا عکس ثابت کرنے کے لئے دلیل افتراض کی ضرورت ہے، چنانچہ مشروطہ خاصہ موجبہ جزئیہ اور عرفیہ خاصہ موجبہ جزئیہ، کا عکس دلیل افتراض سے حیثیہ مطلقہ آتا ہے۔ جیسے بالضرورۃ یا بالادام بعض ج ب مادام ج لادائماً ای بعض ج لیس ب بالفعل یہ اصل قضیہ ہیں، ان دونوں کا عکس حیثیہ مطلقہ لادائماً موجبہ جزئیہ آئے گا، یعنی بعض ج ب ج حین ہو ب لادائماً ای بعض ج لیس ج بالفعل اور یہ عکس صادق ہے، اب ہم دلیل افتراض سے اس کو ثابت کریں گے، بایں طور کہ ہم ایک ذات موضوع جس پر ”ج ب مادام ج لادائماً“ صادق آئے، کو ”د“ فرض کریں گے، لہذا ”د“ ”ب“ ہوگا، اور ”د، ج“ بھی ہوگا، یہ شکل ثالث ہے، جب حد اوسط ”د“ کو گرا دیا، تو نتیجہ آیا، بعض ج ب ج، یہی عکس کا پہلا جزء ہے، اور دوسرا قضیہ بعض ج لیس بالفعل تھا، اس کا عکس ہوگا، بعض ج ب لیس ج بالفعل، اگر کسی کو یہ عکس تسلیم نہیں، تو اس کو اس کی نقیض دائمہ مطلقہ موجبہ کلیہ تسلیم کرنی ہوگی، اور وہ ہوگی د ب دائماً اور جب د ب دائماً ہے تو د ج دائماً بھی ہوگی اس لئے کہ اصل قضیہ میں حکم یہ تھا کہ ”د“ یعنی ج ب مادام ج ہوگا، اس کی نقیض سے خلاف مفروض لازم آتا ہے، کیوں کہ اصل قضیہ میں ”د“ یعنی ”ج“ کے ”ب“ ہونے کا حکم لادائماً ہے، جب کہ اس کی نقیض سے ”د“ کا دائماً ”ب“ ہونا لازم آ رہا ہے، اس لئے نقیض باطل ہے اور عکس صادق ہے، مزید وضاحت کے لئے شارح کہتے ہیں کہ جب ”د“ ”ب“ ہے اور بالفعل لیس ج بھی ہے، تو بعض ب لیس ج بالفعل صادق آگیا، یہی عکس کا دوسرا جزء ہے، جس کی طرف عکس کے لادوام سے اشارہ تھا۔

ولو سوى هذا الطريق الخ اس عبارت میں شارح نے ایک وہم کا ازالہ فرمایا ہے، وہم یہ ہوتا ہے کہ ماتن نے دلیل خلف کو اصل کلی کے ساتھ نہ لیا ہے اور دلیل افتراض کو اصل جزئی کے ساتھ، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک طریق دونوں اصولوں میں سے ہر ایک کے مطلوب کے ثابت کرنے کیلئے کافی نہیں؟ تو شارح نے اس وہم کو دور کیا ہے کہ ماتن کا مقصود یہ نہیں ہے کہ دلیل افتراض کو اصل کلی میں جاری نہیں کیا جاسکتا بلکہ ماتن صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اصل جزئی کا عکس ثابت کرنے کیلئے دلیل افتراض کی ضرورت ہے، لہذا اصل جزئی میں جس طرح دلیل افتراض جاری ہوتی ہے، اسی طرح اصل کلی میں بھی جاری ہو سکتی ہے، چنانچہ اگر اصل کلی میں دلیل افتراض کو جاری کیا جائے اور اصل جزئی میں صرف بیان پر اکتفاء کیا جائے تو اس سے بھی مطلوب حاصل ہو جاتا ہے۔

وقتین، وجودیتین اور مطلقہ عامہ موجبہ کا عکس

شارح فرماتے ہیں کہ وقتیہ مطلقہ موجبہ، وقتیہ موجبہ، وجودیہ لازمیہ موجبہ، وجودیہ لادائمہ موجبہ اور مطلقہ عامہ موجبہ کا عکس مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ آتا ہے، جیسے کل ج ب بالفعل اس کا عکس بعض ب ج بالاطلاق العام آئے گا، اگر کوئی اس کو تسلیم نہ کرے تو اس کو اس کی نفیض دائرہ مطلقہ سالبہ کلیہ تسلیم کرنی پڑے گی، یعنی لاشی من ب ج دائمًا، اب اس نفیض کو اصل کے ساتھ ملائیں گے، اصل کو صغریٰ اور نفیض کو کبریٰ بنائیں گے، چنانچہ شکل اول کی ترتیب اس طرح ہوگی، کل ج ب باحدی الجهات، ولاشی من ب ج دائمًا نتیجہ آئے گا، لاشی من ج ج دائمًا، جو سلب الشی عن نفسه کو سترم ہے، اور سلب الشی عن نفسه محال ہے، اور یہ محال نفیض کی وجہ سے پیدا ہوا ہے، لہذا نفیض باطل ہے، اور اصل عکس صادق ہے۔

موجہات موجبہ کلیہ و جزئیہ کے عکس کا نقشہ

نمبر شمار	اصل قضیہ	مثالیں	عکس	مثالیں
۱	ضروریہ مطلقہ	کل انسان او بعض الانسان حيوان بالضرورة	موجبہ جزئیہ حییہ مطلقہ	بعض الحيوان انسان بالفعل حين هو حيوان
۲	دائمہ مطلقہ	کل انسان او بعض الانسان حيوان دائمًا	//	//
۳	مشروطہ عامہ	کل انسان او بعض الانسان حيوان بالضرورة مادام انسانًا	//	//
۴	عرفیہ عامہ	کل کاتب او بعض الکاتب متحرک الاصابع بالدوام مادام کاتبًا	//	بعض متحرک الاصابع کاتب بالفعل حين هو متحرک الاصابع
۵	مشروطہ خاصہ	کل کاتب او بعض الکاتب متحرک الاصابع بالضرورة مادام کاتبًا لا دائمًا	موجبہ جزئیہ حییہ مطلقہ لادائمہ	بعض متحرک الاصابع کاتب بالفعل حين هو متحرک الاصابع لا دائمًا
۶	عرفیہ خاصہ	کل کاتب او بعض الکاتب متحرک الاصابع دائمًا مادام کاتبًا لا دائمًا	//	بعض متحرک الاصابع کاتب بالفعل حين هو متحرک الاصابع لا دائمًا
۷	وقتیہ	کل قمر او بعض القمر منخسف بالضرورة وقت الحیلولة لا دائمًا	موجبہ جزئیہ مطلقہ عامہ	بعض المنخسف قمر بالفعل

۸	منتشرہ	کل انسان او بعض الانسان متنفس بالضرورة وقتما لادائماً	//	بعض المتنفس انسان بالفعل
۹	وجودیہ لاضروریہ	کل انسان او بعض الانسان ضاحک بالفعل لا بالضرورة	//	بعض الضاحک انسان بالفعل
۱۰	وجودیہ لادائمہ	کل انسان او بعض الانسان ضاحک بالفعل لادائماً	//	///
۱۱	مطلقہ عامہ	کل انسان او بعض الانسان ضاحک بالفعل	//	// //

فَقَالَ وَ اِنْ شِئْتَ عَكْسَتْ نَقِيضُ الْعَكْسِ فِي الْمَوْجِبَاتِ لِيَصْدُقَ نَقِيضُ الْاَصْلِ اَوْ الْاَخَصُّ مِنْهُ اَقُولُ
لِلْقَوْمِ فِي بَيَانِ عَكُوسِ الْقَضَايَا ثَلَاثَ طُرُقٍ الْخُلْفُ وَ هُوَ صَمُّ نَقِيضِ الْعَكْسِ مَعَ الْاَصْلِ لِيَنْتِجَ مُحَالًا وَ
الْاَفْتِرَاضُ وَ هُوَ فَرَضُ ذَاتِ الْمَوْضُوعِ شَيْئًا مُعَيَّنًا وَ حَمْلُ وَصْفِي الْمَوْضُوعِ وَ الْمَحْمُولِ عَلَيْهِ
لِيَحْصَلَ مِنْهُمُ الْعَكْسُ وَ هُوَ لَا يَجْرِي اِلَّا فِي الْمَوْجِبَاتِ وَ السُّوَالِبِ الْمُرَكَّبَةِ لِوُجُودِ الْمَوْضُوعِ فِيهَا
بِخِلَافِ الْخُلْفِ فَانَّهُ يَنْعَمُ الْجَمِيعُ وَ الثَّلَاثُ طَرِيقُ الْعَكْسِ وَ هُوَ اَنْ يُعَكْسَ نَقِيضُ الْعَكْسِ لِيَحْصَلَ
مُسَابِقَةُ الْاَصْلِ فَلَمَّا بَيَّنَّا فِيْمَا سَبَقَ عَلَى الطَّرِيقَيْنِ الْاَوَّلَيْنِ حَاوَلَ التَّنْبِيْهُ عَلَى هَذَا الطَّرِيقِ اَيْضًا فَلَمَّا اَنَّ
تَعَكُّسَ نَقِيضِ الْعَكْسِ فِي الْمَوْجِبَاتِ لِيَصْدُقَ نَقِيضُ الْاَصْلِ وَ الْاَخَصُّ مِنْهُ فَاِنَّ الْاَصْلَ اِذَا كَانَ كُلِّيًّا وَ
نَقِيضُ عَكْسِهِ سَلْبًا كُلِّيًّا اِنْعَكَسَ النَّقِيضُ كَنَفْسِهِ فِي الْكَمِّ كُلِّيًّا وَ هُوَ اَخَصُّ مِنْ نَقِيضِ الْاَصْلِ

تقریباً: مان نے کہا! اور اگر تو چاہے تو موجبات میں عکس کی نقیض کا عکس کرے تاکہ اصل کی نقیض یا اس سے بھی اخص
صادق آئے۔ میں کہتا ہوں کہ قضایا کے عکوس کے بیان میں قوم کے تین طریقے ہیں، خلف اور وہ عکس کی نقیض کو اصل کے
ساتھ ملانا ہے تاکہ محال کا نتیجہ دے، اور افتراض اور وہ ذات موضوع کو معین شئی فرض کرنا، اور اس پر وصف موضوع و وصف
محمول کو محمول کرنا ہے تاکہ عکس کا مفہوم حاصل ہو جائے اور یہ صرف موجبات اور سوالب مرکبہ میں جاری ہوتا ہے، کیوں کہ
ان میں موضوع موجود ہوتا ہے، بخلاف خلف کے کہ وہ سب کو عام ہے، اور سوم طریق عکس ہے، اور وہ یہ ہے کہ عکس کی نقیض
کا عکس کر دیا جائے تاکہ اصل کے منافی نتیجہ حاصل ہو، پس مان نے جب سابق میں پہلے دو طریقوں پر متنبہ کیا تو اس طریق
(سوم) پر بھی متنبہ کرنا چاہتے ہیں تو آپ کے لئے جائز ہے کہ موجبات میں عکس کی نقیض کا عکس کریں تاکہ اصل کی نقیض یا
اس سے بھی اخص صادق آئے، اس لئے کہ اصل جب کلی ہو اور اس کے عکس کی نقیض سالبہ کلیہ ہو تو نقیض کیت میں اپنے مثل
تین تین جان بوجہ منعکس ہوگی، اور وہ اصل کی نقیض سے اخص ہے۔

تفسیر: اس مقال میں مان نے یہ بیان کیا ہے کہ عکس کو ثابت کرنے کے تین طریقے ہیں، چنانچہ شارح فرماتے ہیں کہ مناط کا یہ طریقہ
ہے کہ وہ عکس کو ثابت کرنے کے لئے تین طریقوں سے استدلال کرتے ہیں: ۱- دلیل خلف ۲- دلیل افتراض ۳- طریق عکس۔

شارح نے اولاً طرقتی ثلاثہ میں سے ہر ایک کی تعریف بیان کی ہے پھر کہا ہے کہ جب ماتن موجہات کا عکس دلیل خلف اور دلیل افتراض سے ثابت کر چکے تو اب یہاں سے طریق عکس کو بیان کر رہے ہیں، طرقتی ثلاثہ میں سے ہر ایک کی تعریف و تشریح ملاحظہ فرمائیں:

دلیل خلف: یہ وہ دلیل ہوتی ہے جس سے مدعی اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے عکس کی نفی کا بطلان ثابت کرتا ہے، جس کی صورت یہ ہوتی ہے، کہ اولاً عکس کی نفی نکالی جاتی ہے، پھر اس نفی کو اصل قضیہ کے ساتھ ملا کر نتیجہ نکالا جاتا ہے، یہ نتیجہ سلب الی عن نفسہ پر مشتمل ہونے کی وجہ سے محال ہوتا ہے، اس امر محال کا منشا چونکہ عکس کی نفی ہے اس لئے عکس کی نفی باطل ہے، اور عکس صحیح ہے، یہ دلیل محسورات ثلاثہ، حملیہ و شرطیہ اور تمام موجہات موجبہ و سالبہ میں جاری ہوتی ہے، اس کی مثالیں مابقی میں گزر چکی ہیں طوالت کے خوف سے اعادہ سے گریز کیا جا رہا ہے۔

دلیل افتراض: یہ وہ دلیل ہے جس میں ذات موضوع ایک معین چیز فرض کی جاتی ہے، اور پھر اس پر وصف محمول اور وصف موضوع دونوں کو محمول کیا جاتا ہے، تاکہ عکس کا مفہوم حاصل ہو جائے، اس کی مثالیں بھی مابقی میں گزر چکی ہیں، یہ دلیل صرف موجہات اور سوابق مرکبات میں جاری ہوتی ہے، سوابق بیضہ میں جاری نہیں ہوتی، اس لئے کہ دلیل افتراض کے لیے موضوع کا خارج میں موجود ہونا ضروری ہے اور سالبہ بیضہ میں موضوع سے محمول کی نفی کا حکم ہوتا ہے، لہذا جس چیز کو ذات موضوع فرض کیا جائے اس پر وصف محمول صادق نہ ہوگا، اور سوابق مرکبہ میں بھی اگرچہ اصل قضیہ کا پہلا جزء سالبہ ہوتا ہے مگر دوسرا جزء جس کی طرف لا دوام سے اشارہ ہوتا ہے، وہ چونکہ موجبہ ہوتا ہے، اس لئے اس میں ذات مفروغہ پر وصف محمول صادق ہوگا۔

طریق عکس: یہ وہ طریق ہے جس میں عکس کی نفی کا عکس کیا جاتا ہے، تاکہ اصل کے منافی حاصل ہو جائے، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ پہلے عکس کی نفی نکالی جاتی ہے، پھر اس نفی کا عکس نکالا جاتا ہے، یہ عکس اگر اصل قضیہ کے خلاف اور منافی آئے تو معلوم ہو جائے گا کہ اصل قضیہ کا عکس درست ہے، اور نفی کا عکس درست نہیں ہے، چنانچہ آپ اس کو مثال سے سمجھئے، مثلاً کسل انسان حیوان یہ قضیہ موجبہ کلیہ ہے صادق ہے، تو اس کا عکس بعض الحیوان انسان بھی صادق ہوگا، اب اگر کوئی شخص اس عکس کو صادق نہ مانے تو اس کی نفی لاشی من الحیوان بانسان کو صادق ماننی پڑے گی، پھر ہم اس قضیہ کا عکس نکالیں گے، اور اس کا عکس ہوگا، لاشی من الانسان بحیوان، اور یہ عکس اصل قضیہ یعنی کسل انسان حیوان کے منافی ہے، لہذا عکس کی نفی اور اس نفی کا عکس دونوں باطل ہیں اور اصل قضیہ کا عکس موجبہ جزئیہ بعض الحیوان انسان صادق ہے۔

یہ تیسرا طریقہ بھی موجہات کے ساتھ خاص ہے، موجہات خواہ کلیہ ہوں یا جزئیہ، چنانچہ شارح فرماتے ہیں کہ جب موجہات میں آپ عکس کی نفی کا عکس نکالیں تو یہ عکس یا تو بعینہ اصل قضیہ کی نفی ہوگی یا اس نفی سے اخص ہوگا کیوں کہ اگر اصل قضیہ موجبہ کلیہ ہو تو اس کا عکس موجبہ جزئیہ ہوگا، اور موجبہ جزئیہ کی نفی سالبہ کلیہ ہوگی، اور سالبہ کلیہ کا عکس سالبہ کلیہ ہی آتا ہے، تو موجبہ جزئیہ کی نفی یعنی سالبہ کلیہ کا عکس یعنی اصل قضیہ یعنی موجبہ کلیہ کی نفی سالبہ جزئیہ سے کیت کے اعتبار سے اخص ہے، اب اس کو مثال سے سمجھئے جیسے کسل انسان حیوان یہ اصل قضیہ ہے اس کا عکس بعض الحیوان بانسان اس کی نفی ہوئی لاشی من الحیوان بانسان، اس کا عکس ہوگا لاشی من الانسان بحیوان اصل قضیہ کی نفی ہوگی بعض الانسان لیس بحیوان، تو دیکھئے یہاں موجبہ جزئیہ کی نفی کا عکس اصل قضیہ کی نفی سے اخص ہے۔

وَإِنْ كَانَ جُزْئِيًّا فَإِنْ كَانَ مُطْلَقَةً عَامَّةً انْعَكَسَ نَقِيضُ عَكْسِهَا إِلَى مَا يُنَاقِضُهَا لِأَنَّ نَقِيضَ عَكْسِهَا سَالِبَةٌ كُلِّيَّةٌ دَائِمَةٌ وَهِيَ تَنْعَكِسُ كَنَفْسِهَا إِلَى نَقِيضِهَا وَإِنْ كَانَ إِحْدَى الْقَضَايَا الْبَاقِيَةِ انْعَكَسَ نَقِيضُ عَكْسِهَا إِلَى مَا هُوَ أَخْصُّ مِنْ نَقَائِضِهَا أَمَّا فِي الدَّائِمَتَيْنِ وَ الْعَامَتَيْنِ وَ الْخَاصَّتَيْنِ فَلِأَنَّ نَقِيضَ عَكْسِهَا سَالِبَةٌ عَرَفِيَّةٌ عَامَّةٌ وَ هِيَ تَنْعَكِسُ إِلَى الْعَرَفِيَّةِ الْعَامَّةِ الَّتِي هِيَ أَخْصُّ مِنْ نَقَائِضِهَا وَ أَمَّا فِي الْوَقْتِيَّتَيْنِ وَ الْوُجُودِيَّتَيْنِ فَلِأَنَّ نَقِيضَ عَكْسِهَا سَالِبَةٌ دَائِمَةٌ وَ عَكْسُهَا أَخْصُّ مِنْ نَقَائِضِهَا مَثَلًا إِذَا صَدَقَ بَعْضُ جَ بَ بِالْإِطْلَاقِ صَدَقَ بَعْضُ جَ بَ بِالْإِطْلَاقِ وَ إِلَّا فَلَا شَيْءَ مِنْ جَ بَ دَائِمًا وَ تَنْعَكِسُ إِلَى لَا شَيْءٍ مِنْ جَ بَ دَائِمًا وَ هُوَ نَقِيضُ بَعْضُ جَ بَ بِالْإِطْلَاقِ فَيُلْزَمُ اجْتِمَاعُ النَّقِيضَيْنِ وَ إِذَا صَدَقَ بَعْضُ جَ بَ بِالضَّرُورَةِ فَبَعْضُ جَ بَ حِينَ هُوَ بَ وَ إِلَّا فَلَا شَيْءَ مِنْ جَ بَ مَا دَامَ جَ بَ دَائِمًا فَلَا شَيْءَ مِنْ جَ بَ مَا دَامَ جَ وَ هُوَ أَخْصُّ مِنْ نَقِيضِ بَعْضُ جَ بَ بِالضَّرُورَةِ أَعْنَى قَوْلِنَا لَا شَيْءَ مِنْ جَ بَ بِالْإِمْكَانِ وَ عَلَى هَذَا الْقِيَاسِ وَ إِنَّمَا خُصِّصَ هَذَا الطَّرِيقُ بِالْمُوجِبَاتِ بِأَنَّ بَيَانَ انْعِكَاسِ السُّوَالِبِ بِهِ مَوْقُوفٌ عَلَى عَكْسِ الْمُوجِبَاتِ كَمَا تَوَقَّفَ بَيَانُ انْعِكَاسِهَا عَلَى عَكْسِ السُّوَالِبِ فَلَمَّا قَدِّمَهَا أَمَكْنَهُ أَنْ يَبَيَّنَ بِهِ عَكْسُ الْمُوجِبَاتِ بِخِلَافِ السُّوَالِبِ.

تفسیر جہتہ: اور اگر (اصل) جزئی ہو پس اگر وہ مطلقہ عامہ ہو تو اس کے عکس کی نقیض مطلقہ عامہ کے مناقض کی طرف منعکس ہوگی، اس لئے کہ اس کے عکس کی نقیض سالبہ کلیہ دائمہ ہے، اور وہ اس کی نقیض کی طرف اپنی ہی طرح منعکس ہوتا ہے، اور اگر باقی قضایا میں سے کوئی تفسیہ ہو تو ان کے عکس کی نقیض خود ان کے نقائص سے اخص کی طرف منعکس ہوگی، بہر حال دائمتین، عامتین اور خاصتین میں تو اس لئے کہ ان کے عکس کی نقیض سالبہ عرفیہ عامہ ہے، اور وہ عرفیہ عامہ ہی کی طرف منعکس ہوتا ہے، جو ان کے نقائص سے اخص ہے، اور بہر حال وقتین اور وجودیتین تو اس لئے کہ ان کے عکس کی نقیض سالبہ دائمہ ہے اور اس کا عکس ان کی نقائص سے اخص ہے۔ مثال کے طور پر جب بعض ج ب بالاطلاق صادق ہوگا تو بعض ج ب بالاطلاق (بھی) صحیح ہوگا، ورنہ تو لاشیء من ج ب دائما صادق ہوگا، اور یہ لاشیء من ج ب دائما کی طرف منعکس ہوگا، اور وہ بعض ج ب بالاطلاق کی نقیض ہے، پس اجتماع نقیضین لازم آئے گا، اور جب بعض ج ب بالضرورہ صادق ہوگا تو بعض ج ب ج حین ہو ب (بھی صادق ہوگا) ورنہ تو لاشیء من ج ب مادام ب دائما (صادق ہوگا) پس لاشیء من ج ب مادام ج (بھی صادق ہوگا) جو بعض ج ب بالضرورہ کی نقیض یعنی ہمارے قول لاشیء من ج ب بالامکان سے اخص ہے، اور باقی بھی اسی پر قیاس کر لو۔ اور اس طریق کو موجبات کے ساتھ خاص کیا ہے، اس لئے کہ اس طریق سے سوالب کے عکس کا بیان موجبات کے عکس پر موقوف ہے، جس طرح موجبات کے انعکاس کا بیان سوالب کے عکس پر موقوف ہے، اور جب ماتن نے سوالب کے عکس کو پہلے بیان کر دیا تو اب اس طریق سے صرف موجبات کے عکس کو بیان کرنا ممکن ہے، بخلاف سوالب کے (کہ ان کا عکس اس طریق سے بیان کرنا ممکن نہیں)

تشریح: اس عبارت میں طریق ثالث کو موجب جزئیہ کے عکس کو ثابت کرنے میں جاری کر رہے ہیں، چنانچہ شارح فرماتے ہیں کہ اگر اصل قضیہ موجب جزئیہ مطلقہ عامہ ہو تو وہاں پر عکس کی نفیض کا عکس بعینہ اصل قضیہ کی نفیض ہوگا، وہ اس طرح کہ مطلقہ عامہ موجب جزئیہ کا عکس مطلقہ عامہ موجب جزئیہ آتا ہے، اور اس کی نفیض دائرہ مطلقہ سالبہ کلیہ آئے گی، کیوں کہ مطلقہ عامہ کی نفیض دائرہ مطلقہ آتی ہے، پھر اس نفیض کا عکس نکالا تو وہ بھی دائرہ مطلقہ سالبہ کلیہ ہی ہے، کیوں کہ دائرہ مطلقہ سالبہ کلیہ کا عکس دائرہ مطلقہ سالبہ کلیہ ہی آتا ہے، اب یہ عکس کی نفیض کا عکس بعینہ اصل قضیہ مطلقہ عامہ موجب جزئیہ کی نفیض ہے، چنانچہ اس کو مثال سے سمجھئے، جیسے بعض الکاتب متحرک الاصابع بالاطلاق العام دیکھئے یہ قضیہ مطلقہ عامہ موجب جزئیہ ہے، اس کا عکس بھی یہی آئے گا، اور وہ ہوگا، بعض متحرک الاصابع کاتب بالاطلاق العام، پھر اس عکس کی نفیض نکالی جائے گی اور وہ ہوگی دائرہ مطلقہ سالبہ کلیہ یعنی لاشی من متحرک الاصابع بکاتب بالدوام، پھر اس نفیض کا عکس نکالا جائے گا اور وہ دائرہ مطلقہ سالبہ کلیہ ہی ہوگا، اس لئے سوال کلیہ میں دائرہ مطلقہ کا عکس دائرہ مطلقہ سالبہ کلیہ ہی آتا ہے، اور وہ ہوگا، لاشی من الکاتب بمتحرک الاصابع بالدوام، اب یہ عکس اصل قضیہ مطلقہ عامہ موجب جزئیہ بعض الکاتب متحرک الاصابع بالاطلاق العام کی بعینہ نفیض ہے، لہذا اجتماع تقيمين لازم آگیا، اور اصل قضیہ چونکہ مفروض الصدق ہے اس لئے یہ سب باطل ہے، اور اصل قضیہ کا عکس درست ہے، اور اگر مادہ ہو موجب جزئیہ کا اور قضیہ مطلقہ عامہ کے علاوہ باقی قضایا میں سے ہو تو وہاں پر قضایا کے عکس کی نفیض کا عکس اصل قضیہ کی نفیض سے اخذ ہوتا ہے، چنانچہ ضروریہ مطلقہ، دائرہ مطلقہ، عرفیہ عامہ، مشروطہ عامہ، مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کے عکس کی نفیض سالبہ عرفیہ عامہ ہے، کیوں کہ پہلے چار قضایا کا حنیہ مطلقہ ہے تو اس کی نفیض عرفیہ عامہ ہوگی، اور مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کے جزء اول کا عکس بھی حنیہ مطلقہ لا دائرہ ہے تو اس کے جزء اول کی نفیض بھی عرفیہ عامہ ہوگی، اور عرفیہ عامہ کا عکس عرفیہ عامہ ہی آتا ہے، لہذا یہ عکس یعنی عرفیہ عامہ سالبہ اصل ان چار قضایا کی نفیضوں سے اخذ ہے، کیوں کہ ضروریہ کی نفیض ممکنہ عامہ ہے، اور عرفیہ عامہ ممکنہ عامہ سے اخذ ہے اور دائرہ مطلقہ کی نفیض مطلقہ عامہ ہے، اور عرفیہ عامہ مطلقہ عامہ سے اخذ ہے، اور مشروطہ خاصہ کے جزء اول کی نفیض حنیہ ممکنہ ہے اور عرفیہ خاصہ کے جزء اول کی نفیض حنیہ مطلقہ ہے، اور عرفیہ عامہ ان دونوں سے اخذ ہے، تو یہ عکس کی نفیض کا عکس یعنی عرفیہ عامہ اصل قضایا کی نقائص سے اخذ ہے، اور اصل قضایا کی نقائص جو مفہوم مردد کے ذریعہ سے نکالی جاتی ہے، اعم ہیں، اور جب اصل قضیہ کی نفیض کا کذب ہے، تو یہ عرفیہ عامہ جو اس کے عکس کی نفیضوں کا عکس ہے کاذب ہوگا، کیوں کہ اعم کے کاذب ہونے سے اخذ کا کاذب ہونا لازم ہے، اس لئے قضیہ کا اصل عکس ہی درست ہے۔

اور وقتیہ مطلقہ، وجودیہ لا ضروریہ اور وجودیہ لا دائرہ کے عکس کی نقائص کے عکس بھی ان کے اصل قضایا کی نقائص سے اخذ ہوتے ہیں، کیوں کہ مذکورہ قضایا کا عکس مطلقہ عامہ آتا ہے، اور مطلقہ عامہ موجب جزئیہ کی نفیض سالبہ کلیہ دائرہ آتی ہے، اور سالبہ کلیہ دائرہ کا عکس سالبہ کلیہ دائرہ ہی آتا ہے، اب یہ عکس یعنی سالبہ کلیہ ان قضایا کی نقائص سے اخذ ہے، اور وہ نقائص اس سے اعم ہیں۔

مثلاً اذا صدق الخ سے شارح اس صورت کی مثال پیش کر رہے ہیں جس میں اصل قضیہ موجب جزئیہ مطلقہ عامہ ہو تو وہاں عکس کی نفیض کا عکس بعینہ اصل قضیہ کی نفیض ہوتا ہے، اور جس کی وجہ سے اجتماع تقيمين لازم آتا ہے، جیسے بعض ج ب بسا لاطلاق، یہ موجب جزئیہ مطلقہ عامہ ہے، صادق ہے، اور اس کا عکس بھی چونکہ مطلقہ عامہ ہی آتا ہے، لہذا اس کا عکس بعض ج ب بسا لاطلاق

صادق ہوگا، اگر اس کو صادق نہ مانا جائے تو اس کی نفی سالبہ کلیہ دائمہ مطلقہ لاشی من ج ب دائماً صادق ہوگی، اور پھر اس نفی کا عکس لاشی من ج ب دائماً آئے گا، اس لئے سالبہ کلیہ دائمہ کا عکس سالبہ کلیہ دائمہ ہی آتا ہے، اب یہ عکس یعنی لاشی من ج ب دائماً بعینہ اصل قضیہ مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ بعض ج ب بالاطلاق کی نفی ہے لہذا دو نفی جمع ہو گئے اور اجتماع نفیہین محال ہے، اور محال باطل ہوتا ہے، اس لئے یہ سب باطل ہے، اور اصل عکس ہی درست ہے، کیوں کہ یہ محال اصل عکس نہ ماننے کی وجہ سے لازم آرہا ہے۔

واذا صدق بعض ج ب بالضرورة الخ اس عبارت میں شارح نے دوسری مثال پیش کی ہے، اور یہ ضروریہ مطلقہ موجبہ جزئیہ کی مثال ہے، جس میں عکس کی نفی کا عکس اصل قضیہ کی نفی سے اخذ ہوتا ہے، جیسے بعض ج ب بالضرورة یہ ضروریہ مطلقہ موجبہ جزئیہ ہے، اور یہ صادق ہے، اس کا عکس حیدہ مطلقہ ہے اور وہ بعض ج ب ج حین ہو ب ہے اور یہ بھی صادق ہے، اگر کوئی اس کو صادق نہ مانے تو اس کی نفی عرفیہ عامہ سالبہ یعنی لاشی من ج ب ج مادام ب دائماً کو صادق مانی ہوگی، پھر اس نفی کا عکس نکالا جائے گا اور وہ ہوگا لاشی من ج ب مادام ج اب یہ عکس یعنی لاشی من ج ب ج مادام ج اصل قضیہ یعنی ضروریہ مطلقہ موجبہ جزئیہ بعض ج ب بالضرورة کی نفی ممکنہ عامہ سالبہ یعنی لاشی من ج ب بالامکان العام سے اخذ ہے۔ اور یہ عکس چونکہ اصل قضیہ کے خلاف ہے، اس لئے اصل قضیہ کا عکس صادق ہے، اس کی نفی اور اس نفی کا عکس دونوں باطل ہیں۔

وعلى هذا القياس الخ اس عبارت سے شارح یہ کہنا چاہتے ہیں کہ دو قضیہ کی جو مثالیں میں نے پیش کی ہیں، اسی پر قیاس کرتے ہوئے بقیہ قضایا کی مثالیں آپ نکال لیجئے۔

إنما خصص هذا الطريق بالموجبات الخ اس عبارت میں شارح نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مصنف نے موجبات ہی کے عکس کو ثابت کرنے کے لئے طریق عکس کیوں جاری کیا ہے، سوال کے عکس کو ثابت کرنے کے لئے طریق عکس کیوں نہیں جاری کیا آخر کیا وجہ ہے؟ تو شارح جواب دیتے ہیں کہ طریق عکس کو جو موجبات کے ساتھ خاص کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ سوال اور موجبات دونوں کے عکس کو بطریق عکس ثابت کرنا ممکن نہیں ہے، کیوں کہ دور لازم آتا ہے، اس لئے کہ اس طریقہ سے سوال کے انعکاس کا اثبات موجبات کے عکس پر موقوف ہے، اور موجبات کے انعکاس کا بیان سوال کے عکس پر موقوف ہے، اس لئے ان میں سے ایک کے عکس کو ثابت کرنے کے لئے دوسرے کے عکس کی معرفت دوسرے طریق سے ضروری ہے، اور اتن چونکہ سوال کے عکس کو مقدم کر چکے ہیں، اور ان کو بطریق خلف اور بطریق افتراض ثابت کر چکے ہیں، اس لئے موجبات کے عکس کو بطریق عکس ثابت کرنا ممکن ہوگا، بخلاف سوال کے عکس کے کہ ان کا اثبات بطریق عکس ممکن نہیں ہے۔

فَالْوَأَمَّا الْمُمَكِّنَانِ فَحَالُهُمَا فِي الْإِنْعِكَاسِ وَغَدَمِهِ غَيْرُ مَعْلُومٍ لَتَوَقَّفِ الْبَرُّهَانِ الْمَذْكُورِ لِلْإِنْعِكَاسِ فِيهِمَا عَلَى إِنْعِكَاسِ السَّالِبَةِ الضَّرُورِيَّةِ كَنَفْسِهَا أَوْ عَلَى إِنْتَاجِ الصُّغَرَى الْمُمَكِّنَةِ مَعَ الْكُبْرَى الضَّرُورِيَّةِ فِي الشَّكْلِ الْأَوَّلِ وَالثَّالِثِ الَّذِينَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا غَيْرُ مُتَحَقِّقٍ وَغَدَمِ الظَّفَرِ بِدَلِيلٍ يُوجِبُ الْإِنْعِكَاسَ وَغَدَمَهُ. أَقُولُ قَدَمَاءُ الْمُنْطَقِيِّينَ ذَهَبُوا إِلَى إِنْعِكَاسِ الْمُمَكِّنَتَيْنِ مُمَكِّنَةً عَامَّةً وَاسْتَدَلُّوا عَلَيْهِ بِوُجُوهِ أَخْذِهَا الْخُلْفَ لِأَنَّهُ إِذَا صَدَقَ بَعْضُ ج ب بِالْإِمْكَانِ صَدَقَ بَعْضُ ج ب بِالْإِمْكَانِ الْعَامِّ وَالْأَفْلا شَيْءٌ مِنْ ج ب بِالضَّرُورَةِ وَنَضْمُهُ مَعَ الْأَصْلِ وَنَقُولُ بَعْضُ ج ب

بالامکان و لاشیء من ب ج بالضرورة ینتج بعض ج لیس ج بالضرورة و انه مُح و ثانیہا الافتراض و هو أن یفرض ذات ج و ب د ف د ب بالامکان و د ج ف بعض ب ج بالامکان و هو المبط و ثالثہا طریق العکس فانه لو کذب بعض ب ج بالامکان لصدق لاشیء من ب ج بالضرورة فینعکس الی لاشیء من ج ب بالضرورة و قد کان بعض ج ب بالامکان فیجتمع النقیضان و هذه الدلائل لاتیم اما الاولان فلتوقفہما علی انتاج الصغری الممکنۃ فی الشکل الاول و الثالث و سغری أنها عقیمة و اما الثالث فلتوقفہ علی انعکاس السالبة الضروریۃ کتفسہا و قد تبین أنها لا تنعکس الا دائمة فلما لم تيم هذه الدلائل و لم یظفر المص بذلیل یدل علی الانعکاس و لا علی عدمہ توقف فیہ۔

ترجمہ: ماتن نے کہا! اور بہر حال ممکنین تو ان دونوں کا حال منعکس ہونے اور منعکس نہ ہونے میں معلوم نہیں ہے، اس لئے کہ وہ دلیل جو ان دونوں کے منعکس ہونے کے لئے مذکور ہے، سالبہ ضروریہ کے کتفسہا منعکس ہونے پر یا شکل اول و ثالث میں کبریٰ ضروریہ کے ساتھ صغریٰ ممکنہ کے نتیجے ہونے پر موقوف ہے، ان دونوں میں سے ہر ایک غیر محقق ہے، اور ایسی دلیل پر کامیاب نہ ہونے کی وجہ سے جو انعکاس اور عدم انعکاس کی موجب ہو۔ میں کہتا ہوں کہ متقدمین مناطقہ ممکنین کے ممکنہ عامہ کی طرف منعکس ہونے کی جانب گئے ہیں، اور اس پر انہوں نے (تین) طریقوں سے استدلال کیا ہے، ان میں سے ایک خلف ہے، اس لئے کہ جب بعض ج ب بالامکان صادق ہوگا تو بعض ج ب بالامکان العام (بھی) صادق ہوگا، ورنہ تو لاشیء من ب ج بالضرورة (صادق ہوگا) اور ہم اس کو اصل کے ساتھ ملائیں گے اور کہیں گے، بعض ج ب بالامکان و لاشیء من ب ج بالضرورة نتیجہ دے گا، بعض ج لیس ج بالضرورة اور یہ محال ہے۔ اور ان میں سے دوسرا (طریق) افتراض ہے، اور وہ یہ ہے کہ ذات "ج" اور "ب" کو "د" فرض کیا جائے پس د ب ہے بالامکان اور د ج بھی ہے تو بعض ج ب ج بالامکان ہوگا، اور یہی مطلوب ہے۔ اور ان میں سے تیسرا (طریق) طریق عکس ہے، اس لئے کہ اگر بعض ج ب ج بالامکان کاذب ہو تو لاشیء من ب ج بالضرورة صادق ہوگا، جو لاشیء من ج ب بالضرورة کی طرف منعکس ہوگا، حالانکہ بعض ج ب بالامکان تھا، پس نقیضین کا اجتماع ہوگا، اور یہ دلیلیں تام نہیں ہیں، بہر حال پہلی دو تو اس لئے کہ یہ دونوں شکل اول و ثالث میں صغریٰ ممکنہ کے نتیجے ہونے پر موقوف ہیں، اور عنقریب آپ جان لیں گے کہ یہ عقیمة ہے، اور بہر حال تیسری دلیل تو اس لئے کہ یہ سالبہ ضروریہ کے کتفسہا منعکس ہونے پر موقوف ہے، حالانکہ یہ واضح ہو چکا ہے کہ وہ دائمہ کی طرف منعکس ہوتا ہے، پس جب یہ دلیلیں تام نہیں ہیں، اور ماتن کسی ایسی دلیل پر کامیاب نہیں ہو سکے جو انعکاس پر دال ہو اور نہ (ہی ایسی دلیل پر کامیاب ہو سکے جو) عدم انعکاس پر (دال ہو) اس لئے انہوں نے توقف کیا ہے۔

تشریح: اس مقال میں ماتن نے ممکنہ عام اور ممکنہ خاصہ کے منعکس ہونے یا نہ ہونے کے سلسلے میں لاطمی کا اظہار کیا ہے، اور ماتن نے اس کی دو وجہ بیان کی ہیں، پہلی وجہ تو یہ ہے کہ ان کے عکس کے بارے میں جو دلیل بیان کی جاتی ہے وہ یا تو سالبہ ضروریہ کے سالبہ ضروریہ منعکس ہونے پر موقوف ہوتی ہے، یا شکل اول اور ثالث میں صغریٰ کا ممکنہ اور کبریٰ کا ضروریہ ہونا لازم آتا ہے، اور یہ دونوں

چیزیں غیر متحقق ہیں۔ ماتن نے دوسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ مجھے کوئی ایسی دلیل نہیں ملی جو ان کے انعکاس یا عدم انعکاس کو ثابت کرے، اس لئے ماتن نے اس سلسلے میں توقف فرمایا ہے۔ لیکن شارح نے تفصیل سے اس بحث کو ذکر کیا ہے، دراصل ممکنہ عامہ و ممکنہ خاصہ کے منعکس ہونے یا منعکس نہ ہونے کے سلسلے میں مناطقہ کے درمیان اختلاف ہے، ایک مذہب متاخرین کا ہے جو شیخ بوعلی سینا کا ہے وہ یہ ہے کہ ان دونوں کا عکس نہیں آتا، علامہ تفتازانی نے اسی کو اختیار کیا ہے، دوسرا مذہب معلم ثانی ابوالنصر فارابی کا ہے، جس کو متقدمین مناطقہ نے اختیار کیا ہے، وہ یہ ہے کہ ممکنہ عامہ اور ممکنہ خاصہ کا عکس ممکنہ عامہ آتا ہے، متقدمین نے اسی کو تین دلیلوں سے ثابت کیا ہے: ۱- دلیل خلف ۲- دلیل افتراض ۳- دلیل طریق عکس۔

دلیل خلف کی تقریر یہ ہے کہ بعض ج ب بالامکان اصل قضیہ ہے اور صادق ہے، اس کا عکس ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ آئے گا، اور وہ بعض ج ب بالامکان ہوگا، اگر کسی کو یہ عکس تسلیم نہیں تو اس کی نفی ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ لاشی من ج ب ج بالضروریہ صادق ہوگی، پھر اس نفی کو اصل قضیہ کے ساتھ ملا کر شکل اول بنائیں گے، اصل کو صغریٰ اور نفی کو کبریٰ بنا کر اس طرح کہیں گے، بعض ج ب بالامکان و لاشی من ج ب ج بالضروریہ نتیجہ ہوگا، لاشی من ج ج بالضروریہ یا بعض ج لیس ج بالضروریہ اور سلب لاشی عن نفسہ ہونے کی وجہ سے محال ہے، اور یہ محال عکس کو نہ باننے اور نفی کو ماننے کی وجہ سے ہے، اس لئے نفی باطل ہے، اور اصل عکس صحیح ہے۔

دلیل افتراض: کی وضاحت یہ ہے کہ بعض ج ب بالامکان کا عکس بعض ج ب بالامکان العام ہے، اور اگر کسی کو یہ تسلیم نہ ہو، تو ہم اس کو دلیل افتراض سے ثابت کرتے ہیں، وہ یہ ہے کہ بعض ج ب بالامکان میں ہم ذات موضوع کو "د" فرض کرتے ہیں، اور پھر اس پر وصف محمول اور وصف موضوع کو محمول کرتے ہیں، جس سے شکل ثالث مرتب ہو جائے گی، چنانچہ یوں ہوگا، د ب بالامکان اور د ج بالامکان، نتیجہ آئے گا، بعض ج ب بالامکان، یہ بعینہ اصل قضیہ بعض ج ب بالامکان کا عکس ہے اور یہی مطلوب ہے۔

طریق عکس: کی تقریر یہ ہے کہ بعض ج ب بالامکان کا عکس بعض ج ب بالامکان ہے اور صادق ہے، اگر کوئی اس کے صدق کو تسلیم نہ کرے تو اس کی نفی سالبہ ضروریہ مطلقہ سالبہ لاشی من ج ب ج بالضروریہ کو صادق ماننی پڑے گی، اور اس کا عکس لاشی من ج ب بالضروریہ ہے، یہ عکس اصل قضیہ بعض ج ب بالامکان کے مخالف اور متناقض ہے، جس سے اجتماع نقیضین لازم آ رہا ہے جو محال ہے، یہ محال نفی کی وجہ سے پیدا ہوا ہے لہذا نفی باطل اصل قضیہ کا عکس صحیح ہے۔

متاخرین چونکہ اس بات کے قائل ہیں کہ ممکنہ عامہ اور ممکنہ خاصہ کا عکس نہیں آتا ہے، اس لئے وہ ان تین دلیلوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ ناقص اور ناتمام ہیں، پہلی دلیل تو اس لئے ناقص ہیں کہ یہ شکل اول اور شکل ثالث میں صغریٰ ممکنہ نتیجہ ہونے پر موقوف ہیں۔ اور اشکال کی شرائط کی بحث میں آپ کو یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ صغریٰ ممکنہ شکل اول اور ثالث میں عقیم ہوتی ہے، یعنی نتیجہ نہیں دیتی۔ اور تیسری دلیل اس لئے ناقص ہے کہ یہ سالبہ ضروریہ کے کنفسہا یعنی سالبہ ضروریہ منعکس ہونے پر موقوف ہے، اور سالبہ ضروریہ کا عکس سالبہ دائمہ آتا ہے نہ کہ سالبہ ضروریہ جب یہ دلائل ناقص ہیں اور ماتن کو کوئی ایسی دلیل مل نہ سکی جو ان کے منعکس ہونے یا نہ ہونے کو ثابت کرے، اس لئے ماتن نے ان کے عکس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا۔

وَأَعْلَمُ أَنَّهُ إِذَا عَتَبْنَا الْمَوْضُوعَ بِالْفِعْلِ كَمَا هُوَ مَذْهَبُ الشَّيْخِ ظَهَرَ عَدَمُ انْعِكَاسِ الْمُمَكِّنَةِ لِأَنَّ مَفْهُومَ الْأَصْلِ أَنَّ مَا هُوَ جَ بِالْفِعْلِ بَ بِالْمُكَّانِ وَ مَفْهُومُ الْعَكْسِ أَنَّ مَا هُوَ بَ بِالْفِعْلِ جَ بِالْمُكَّانِ وَ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ بَ بِالْمُكَّانِ وَ أَنْ لَا يَخْرُجَ مِنَ الْقُوَّةِ إِلَى الْفِعْلِ أَصْلًا فَلَا يَصْدُقُ الْعَكْسُ وَ مِمَّا يَصْدُقُ الْمِثَالُ الْمَذْكُورُ فِي السَّالِبَةِ الضَّرُورِيَّةِ فَإِنَّهُ يَصْدُقُ كُلُّ حِمَارٍ مَرْكُوبٌ زَيْدٌ بِالْمُكَّانِ وَ يَكْذِبُ بَعْضُ مَا هُوَ مَرْكُوبٌ زَيْدٌ بِالْفِعْلِ حِمَارٌ بِالْمُكَّانِ لِأَنَّ كُلَّ مَا هُوَ مَرْكُوبٌ زَيْدٌ بِالْفِعْلِ فَرَسٌ بِالضَّرُورَةِ وَ لَا شَيْءَ مِنَ الْفَرَسِ بِحِمَارٍ بِالضَّرُورَةِ فَلَا شَيْءَ مِمَّا هُوَ مَرْكُوبٌ زَيْدٌ بِالْفِعْلِ بِحِمَارٍ بِالضَّرُورَةِ وَ أَمَّا إِذَا عَتَبْنَا بِالْمُكَّانِ كَمَا هُوَ مَذْهَبُ الْفَارَابِيِّ تَنَعَّكَسَ الْمُمَكِّنَةُ كَنَفْسِهَا لِأَنَّ مَفْهُومَهَا أَنَّ مَا هُوَ جَ بِالْمُكَّانِ فَهُوَ بَ بِالْمُكَّانِ فَمَا هُوَ بَ بِالْمُكَّانِ جَ بِالْمُكَّانِ لَا مُحَالَةً وَ يَتَّضِحُ لَكَ مِنْ هَذِهِ الْمَبَاحِثِ أَنَّ انْعِكَاسَ السَّالِبَةِ الضَّرُورِيَّةِ كَنَفْسِهَا مُسْتَلْزِمَةٌ لِانْعِكَاسِ الْمُوجِبَةِ الْمُمَكِّنَةِ كَنَفْسِهَا وَ بِالْعَكْسِ وَ كُلُّ ذَلِكَ بِطَرِيقِ الْعَكْسِ.

ترجمہ: اور جان لیجئے کہ جب ہم موضوع کا بالفعل اعتبار کریں جیسا کہ یہ شیخ کا مذہب ہے تو ممکنہ عامہ کا منعکس نہ ہونا ظاہر ہے، اس لئے کہ اصل کا مفہوم یہ ہوگا کہ جو ”ج“ بالفعل ہے وہ ”ب“ بالامکان ہے، اور عکس کا مفہوم یہ ہوگا کہ جو ”ب“ بالفعل ہے، وہ ”ج“ بالامکان ہے، اور یہ ممکن ہے کہ ”ب“ بالامکان ہو اور قوت سے فعلیت کی طرف بالکل نہ آئے تو عکس صادق نہ ہوگا، اس کی تصدیق وہ مثال کرتی ہے جو سالبہ ضروریہ میں ذکر کی گئی ہے، اس لئے کہ کل حمار مرکوب زید بالامکان صادق ہے، اور بعض ماہو مرکوب زید بالفعل حمار بالامکان کاذب ہے، اس لئے کہ زید کی جو سواری بالفعل ہے، وہ فرس ہے بالضروریہ اور فرس کوئی فرد حمار نہیں ہے بالضروریہ، لہذا زید کی کوئی سواری بالفعل حمار نہ ہوگی بالضروریہ۔ اور جب ہم موضوع کا بالامکان اعتبار کریں جیسا کہ یہ فارابی کا مذہب ہے تو ممکنہ عامہ کنفسھا منعکس ہوگا، اس لئے کہ اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ جو ”ج“ بالامکان ہے وہ ”ب“ بالامکان ہے، پس جو ”ب“ بالامکان ہوگا وہ یقیناً ”ج“ بالامکان ہوگا، اور ان مباحث سے آپ کے سامنے یہ بات واضح ہوگئی کہ سالبہ ضروریہ کا کنفسھا منعکس ہونا موجب ممکنہ کے کنفسھا منعکس ہونے کو مستلزم ہے، اور اس کے برعکس اور یہ تمام بطریق عکس ہیں۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے شیخ بوعلی بن سینا اور ابوالنصر فارابی کا ممکنہ عامہ اور ممکنہ خاصہ کے عکس کے بارے میں اختلاف بیان کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ موضوع کے افراد پر موضوع کے وصفِ عنوانی کے بالفعل یا بالامکان صادق ہونے کے سلسلہ میں اختلاف ہے، شیخ بوعلی بن سینا کا مذہب یہ ہے کہ موضوع کے افراد پر وصفِ عنوانی کا صادق ہونا بالفعل ہوتا ہے، اور فارابی کا مذہب یہ ہے کہ وصفِ عنوانی کا صادق ہونا افراد موضوع پر بالامکان ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ افراد جو عنوان موضوع میں اس وقت داخل نہیں ہیں، بعد میں ان کا داخل ہونا ممکن ہے، فارابی کے نزدیک وہ افراد بھی عنوان موضوع میں داخل ہوں گے اور شیخ کے نزدیک یہ داخل نہیں ہوں گے، بلکہ ان کے نزدیک عنوان موضوع میں صرف وہی افراد داخل ہوں گے جو عنوان موضوع کے ساتھ بالفعل متصف ہیں۔ شیخ اور

فارابی دونوں اس بات میں متفق ہیں کہ جتنے افراد اس وقت عنوان موضوع کے ساتھ متصف ہیں وہ سب اس میں داخل ہیں، اور اس میں بھی اتفاق ہے کہ جتنے افراد اس وقت موجود نہیں، لیکن جب موجود ہوں گے تو اس عنوان موضوع کے ساتھ متصف ہوں گے، تو یہ افراد بھی عنوان موضوع میں بالاتفاق داخل ہیں، اختلاف صرف ان افراد میں ہے کہ جو اس قوت تک عنوان موضوع کے ساتھ متصف نہیں ہوئے، اور نہ ہی ہوں گے بلکہ ان کے متصف ہونے کا صرف امکان ہی امکان ہے، یہ افراد شیخ کے نزدیک داخل نہیں اور فارابی کے نزدیک داخل ہیں، لہذا بعض ج ب کے معنی شیخ کے نزدیک یہ ہوں گے کہ وہ ذات جس پر وصف ”ج“ بالفعل صادق ہے ”ب“ ہے، اور فارابی کے نزدیک اس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ ذات جس پر وصف ”ج“ بالامکان صادق ہے وہ ”ب“ ہے، تو کل اسود کتابت میں یہ حکم شیخ کے نزدیک رومیوں کو شامل نہ ہوگا، کیوں کہ ان پر وصف اسود بالفعل صادق نہیں ہے۔ اور فارابی کے نزدیک ان کو یہ حکم شامل ہوگا کیوں کہ ان پر وصف اسود بالامکان صادق ہے، اگرچہ بالفعل وہ اسود نہیں ہیں، تو اب اگر ہم شیخ کے مذہب کے مطابق اس کا اعتبار کریں کہ ذات موضوع پر وصف عنوانی کا صدق بالفعل ہے، تو ممکنہ عامہ اور ممکنہ خاصہ کا عکس ممکنہ عامہ نہیں ہو سکتا، کیوں کہ اس میں محمول کا صدق بالامکان ہوتا ہے، اور عکس میں محمول موضوع ہو جائے گا، تو وصف محمول کا صدق بالفعل ہونا چاہئے، حالانکہ یہ ممکن ہے کہ وصف محمول جو بالامکان ہے وہ بالفعل نہ ہو اس لئے عکس صادق نہ ہوگا۔ چنانچہ اصل قضیہ بعض ج ب کا مفہوم شیخ کے مذہب کے مطابق یہ ہوگا کہ جو ذات کہ بالفعل ”ج“ ہے وہ ”ب“ ہے بالامکان، اور اس کے عکس بعض ج ب کا مفہوم یہ ہوگا کہ جو ذات کہ بالفعل ”ب“ ہے وہ ”ج“ ہے بالامکان، یہ عکس صادق نہیں کیوں کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک چیز بالامکان ”ب“ تو ہو لیکن قوت سے فعلیت کی طرف منتقل نہ ہو سکے، یعنی بالامکان سے بالفعل نہ ہو سکے، لہذا عکس صادق نہ ہوگا، مثلاً زید کا گدھے پر سوار ہونا ممکن ہے لیکن بالفعل وہ فرس پر سوار ہوتا ہے، تو کل حمار مرکوب زید بالامکان صادق ہوگا کہ ہر گدھے کا زید کی سواری بنا ممکن ہے، لیکن اس کا عکس بعض مرکوب زید بالفعل حمار بالامکان صادق نہ ہوگا، اس لئے کہ اس کی نفیض لاشیء ممّا ہو مرکوب زید بحمار بالضرورة صادق ہے، کیوں کہ زید کی سواری تو بالفعل گھوڑا ہے اس کا بالامکان حمار ہونا کیسے ہو سکتا ہے، دونوں میں تضاد ہے، اور جب ان کے عکس میں ممکنہ عامہ بھی صادق نہ ہو سکا تو پھر کوئی قضیہ بھی صادق نہ ہوگا، کیوں کہ ممکنہ عامہ تمام قضایا سے اعم ہے، جب عکس میں اعم ہی صادق نہیں تو اخص کیسے صادق ہو سکتا ہے، اور اعم کا کذب اخص کے کذب کو تسلزم ہوتا ہے، اس لئے شیخ کے نزدیک ممکنہ عامہ و ممکنہ خاصہ منعکس نہیں ہوتے، اور اگر فارابی کے مذہب کے مطابق اس کا اعتبار کریں کہ ذات موضوع پر وصف عنوانی کا صدق بالامکان ہے، تو ممکنہ عامہ کے عکس میں ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ یقیناً صادق ہوگا کیوں کہ اس قول کے مطابق ممکنہ عامہ میں وصف و وصف محمول دونوں کا صدق بالامکان ہوگا، لہذا جب اصل قضیہ صادق ہوگا، تو عکس بھی صادق ہوگا، اسی طرح سالبہ ضروریہ بھی کنفسہا منعکس ہوگا، اسی طرح شکل اول و ثالث میں صغریٰ ممکنہ منتج بھی ہوگا۔ رہا وہ اعتراض جو مرکوب زید والی فرضی مثال سے ہو رہا تھا وہ بھی ختم ہو جائے گا، کیوں کہ اس مثال میں عکس کی نفیض لاشیء من مرکوب زید بحمار بالضرورة صادق نہ ہوگی، لہذا عکس صادق ہوگا۔

دونوں مذہبوں کا خلاصہ یہ ہے کہ شیخ کے مذہب پر نہ ممکنہ عامہ کا عکس ہے اور نہ سالبہ ضروریہ کنفسہا منعکس ہوتا ہے، اور نہ صغریٰ ممکنہ منتج ہو سکتا ہے، اور فارابی کے مذہب پر یہ تینوں چیزیں یقیناً ثابت ہیں، جب یہ بات ہے تو اب سوال یہ ہوتا ہے کہ پھر ماتن

کے توقف کا کیا مطلب؟ ماتن کو تو حتمی طور پر یہ حکم لگانا چاہئے تھا کہ ممکنہ عامہ اور ممکنہ خاصہ کا عکس ممکنہ عامہ ہے، بالخصوص جب ماتن نے قضایا کی مباحث میں فارابی کے مذہب کو ہی اختیار کیا ہے اسی لئے محشی کہتے ہیں کہ میرسید شریف کہتے ہیں کہ ممکنہ عامہ اور ممکنہ خاصہ کے عکس کے بارے میں ماتن کا توقف فرمانا حاصل ہے۔

و بتضح لک من هذه المباحث الخ سے شارح فرماتے ہیں کہ گزشتہ تقریر سے آپ کے سامنے یہ بات کھل کر آگئی کہ سالبہ ضروریہ کا عکس سالبہ ضروریہ، ممکنہ عامہ کے ممکنہ عامہ عکس آنے کو مستلزم ہوتا ہے، بطریق عکس، جس کی تفصیل یہ ہے کہ سالبہ ضروریہ کا عکس سالبہ ضروریہ آتا ہے، اگر عکس تسلیم نہیں تو اس کی نفیض ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ صادق ہوگی، اور پھر اس نفیض کا عکس موجبہ جزئیہ ممکنہ عامہ نکالا جائے گا، یہ عکس یعنی ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ کاذب ہوگا، کیوں کہ اصل تو مفروض الصدق ہے، جب یہ عکس کاذب ہے، تو لامحالہ ہمارا دعویٰ کہ سالبہ ضروریہ کا عکس سالبہ ضروریہ آتا ہے، صادق ہوگا، اسی طرح ممکنہ عامہ کا عکس ممکنہ عامہ سالبہ ضروریہ کے سالبہ ضروریہ منعکس ہونے کو مستلزم ہے، وہ اس طرح کہ ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ کا عکس آتا ہے ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ، اگر یہ عکس تسلیم نہیں تو اس کی نفیض سالبہ ضروریہ صادق ہوگی، پھر اس کا عکس نکالا جائے گا، اور وہ سالبہ ضروریہ ہی آتا ہے، اب یہ عکس کاذب ہوگا کیوں کہ اصل تو مفروض الصدق ہے، تو لامحالہ نفیض کا یہ عکس کاذب ہوگا۔

فَالْوَسْطِيَّةُ فَالْمُتَّصِلَةُ الْمُوجِبَةُ تَنْعَكِسُ جُزْئِيَّةً مُوجِبَةً وَ السَّالِبَةُ الْكُلِّيَّةُ سَالِبَةٌ كُلِّيَّةٌ إِذَا لَوْ صَدَقَ نَقِيضُ الْعَكْسِ لَا تَنْتَظِمُ مَعَ الْأَصْلِ قِيَاسًا مُتَبَجًّا لِلْمُحِ وَأَمَّا السَّالِبَةُ الْجُزْئِيَّةُ فَلَا تَنْعَكِسُ لِصَدَقِ قَوْلُنَا قَدْ لَا يَكُونُ إِذَا كَانَ هَذَا حَيَوَانًا فَهُوَ إِنْسَانٌ مَعَ كَذِبِ الْعَكْسِ وَأَمَّا الْمُنْفَصِلَةُ فَلَا يَتَصَوَّرُ فِيهَا الْعَكْسُ لِغَدَمِ الْأَمْتِيَّازِ بَيْنَ جُزْئِيَّاتِهَا بِالطَّبَعِ أَقُولُ الشَّرْطِيَّاتُ الْمُتَّصِلَةُ إِذَا كَانَتْ مُوجِبَةً سَوَاءً كَانَتْ مُوجِبَةً كُلِّيَّةً أَوْ جُزْئِيَّةً تَنْعَكِسُ مُوجِبَةً جُزْئِيَّةً وَإِنْ كَانَتْ سَالِبَةً كُلِّيَّةً تَنْعَكِسُ سَالِبَةً كُلِّيَّةً بِالْخُلْفِ فَإِنَّهُ لَوْ صَدَقَ نَقِيضُ الْعَكْسِ لَا تَنْتَظِمُ مَعَ الْأَصْلِ قِيَاسًا مُتَبَجًّا لِلْمُحِ أَمَّا إِذَا كَانَتْ مُوجِبَةً فَلِأَنَّهُ إِذَا صَدَقَ كُلَّمَا كَانَ أَوْ قَدْ يَكُونُ إِذَا كَانَ أَبَ فَجَ وَ جَبَّ أَنْ يَصْدُقَ قَدْ يَكُونُ إِذَا كَانَ جَ دَ قَابَ وَ إِلَّا فَلَيْسَ الْبَتَّةَ إِذَا كَانَ جَ دَ قَابَ وَ يَنْتَظِمُ مَعَ الْأَصْلِ هَكَذَا قَدْ يَكُونُ إِذَا كَانَ أَبَ فَجَ دَ وَ لَيْسَ الْبَتَّةَ إِذَا كَانَ جَ دَ قَابَ يُنْتِجُ قَدْ لَا يَكُونُ إِذَا كَانَ أَبَ قَابَ وَ هُوَ مُنْجَ ضَرْوَرَةٍ صَدَقَ قَوْلُنَا كُلَّمَا كَانَ أَبَ قَابَ.

ترجمہ: ماتن نے کہا! اور بہر حال شرطیہ تو متصلہ موجبہ، موجبہ جزئیہ کی طرف منعکس ہوتا ہے، اور سالبہ کلیہ سالبہ کلیہ کی طرف منعکس ہوتا ہے، اس لئے کہ اگر عکس کی نفیض صادق ہو تو اصل کے ساتھ محال نتیجہ دینے والے قیاس کو شامل ہوگا، اور بہر حال سالبہ جزئیہ تو یہ منعکس نہیں ہوتا، اس لئے کہ ہمارا قول قد لا يكون إذا هذا حيوان فهو انسان صادق ہے، عکس کے کاذب ہونے کے ساتھ، اور بہر حال منفصلہ تو اس میں عکس متصور ہی نہیں ہوتا، اس لئے کہ اس کے جزئین کے درمیان بالطبع امتیاز نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں کہ شرطیات متصلہ جب موجبہ ہوں خواہ موجبہ کلیہ ہوں یا جزئیہ، موجبہ جزئیہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں، اور اگر سالبہ کلیہ ہوں تو سالبہ کلیہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں۔ دلیل خلف کے ذریعہ، کیوں کہ اگر عکس کی نفیض صادق ہو تو یہ اصل کے ساتھ محال نتیجہ دینے والے قیاس کو شامل ہوگا، اور بہر حال جب کہ

موجبہ ہوں تو اس لئے کہ جب کلمہ کان اوقد یکون اذا کان اب فج د صادق ہو تو قد یکون اذا کان ج د فاب کا صادق ہونا ضروری ہے، ورنہ تو لیس البتہ اذا کان ج د فاب (صادق ہوگا) حواصل کے ساتھ اس طرح مرتب ہوگا، قد یکون اذا اب فج د و لیس البتہ اذا کان ج د فاب نتیجہ دے گا، قد لایکون اذا کان اب فاب اور یہ محال ہے، ہمارے قول کلمہ کان اب فاب کے صدق کے یقینی ہونے کی وجہ سے۔

تشریح: جب ماتن تضایا حملیہ کے عکس کے بیان سے فارغ ہو گئے تو اس قسالمی شرطیات کے عکس کو ذکر کر رہے ہیں، اور چونکہ شرطیات میں موجبہ کا بکثرت علوم میں استعمال ہوتا ہے اس لئے ماتن نے شرطیات موجبہ کے عکس کو پہلے بیان کیا ہے، چنانچہ ماتن نے فرمایا ہے کہ شرطیات متصلہ موجبہ خواہ وہ موجبہ کلیہ ہوں یا موجبہ جزئیہ ان کا عکس موجبہ جزئیہ آتا ہے۔ دلیل خلف سے، اور سالبہ کلیہ کا عکس سالبہ کلیہ آتا ہے، دلیل خلف سے، کیوں کہ اگر یہ عکس صادق نہ ہو تو اس کی نفی صادق ہوگی، پھر اس کو اصل کے ساتھ ملا کر قیاس بنایا جائے گا، جس سے محال نتیجہ حاصل ہوتا ہے، اس اجال کی تفصیل یہ ہے کہ اگر شرطیات متصلہ موجبہ ہوں خواہ کلیہ ہوں یا جزئیہ، ہر صورت میں ان کا عکس موجبہ جزئیہ آتا ہے، اگر یہ عکس تسلیم نہیں، تو اس کی نفی سالبہ کلیہ صادق ہوگی، ورنہ تو ارتفاع نقیضین لازم آتا ہے، پھر اس نفی کو اصل کے ساتھ ملا کر شکل ترتیب دی جائے گی جس سے محال نتیجہ حاصل ہوگا، جیسے کلمہ کان یا قد یکون اذا کان اب فج د کا عکس موجبہ جزئیہ قد یکون اذا ج د فاب صادق ہے، اگر اس عکس کو صادق تسلیم نہ کریں تو اس کو اس کی نفی سالبہ کلیہ لیس البتہ اذا کان ج د فاب صادق ماننی پڑے گی، ورنہ تو ارتفاع نقیضین لازم آئے گا جو محال ہے، پھر ہم اس نفی کو اصل تضییہ موجبہ کے ساتھ ملائیں گے، اصل کو صغریٰ اور نفی کو کبریٰ بنا کر یوں کہیں گے کلمہ کان او قد یکون اذال کان اب فج د، و لیس البتہ اذا کان ج د فاب، تو نتیجہ ہوگا، قد لایکون اذا کان اب فاب اور یہ محال ہے، کیوں کہ اس کی نفی موجبہ کلیہ کلمہ کان اب فاب صادق ہے، اور یہ محال چونکہ نفی کی وجہ سے پیدا ہوا ہے، اس لئے نفی باطل ہے اور اصل عکس موجبہ جزئیہ صادق ہے، اور صحیح ہے۔

وَأَمَّا إِذَا كَانَتْ سَالِبَةً فَلِأَنَّهُ إِذَا صَدَقَ قَوْلُنَا لَيْسَ الْبَتَّةُ إِذَا كَانَ أَب فَج د وَجَبَ أَنْ يَصْدُقَ فَلَيْسَ الْبَتَّةُ إِذَا كَانَ ج د فَابَ وَ الْإِلْفَقْدُ يَكُونُ إِذَا كَانَ ج د فَابَ وَ هُوَ مَعَ الْأَصْلِ يُنتِجُ قَدْ لَا يَكُونُ إِذَا كَانَ ج د فَج د هَذَا خُلْفٌ وَ إِنَّمَا لَمْ يَنْعَكِسِ الْمُوجِبَةُ الْكُلِّيَّةُ كُلِّيَّةً لِحَوَازِ أَنْ يَكُونَ النَّالِي أَعَمَّ مِنَ الْمُقَدَّمِ وَ امْتِنَاعِ اسْتِلْزَامِ الْعَامِ لِلْخَاصِّ كُلِّيَّةً كَقَوْلُنَا كُلَّمَا كَانَ الشَّيْءُ إِنْسَانًا كَانَ حَيَوَانًا وَ عَكْسُهُ كُلِّيًّا كَذِبٌ وَ أَمَّا السَّالِبَةُ الْجُزْئِيَّةُ فَلَا تَنْعَكِسُ لِصِدْقِ قَوْلُنَا قَدْ لَا يَكُونُ إِذَا كَانَ هَذَا حَيَوَانًا فَهُوَ إِنْسَانٌ مَعَ كَذِبِ قَوْلُنَا قَدْ لَا يَكُونُ إِذَا كَانَ هَذَا إِنْسَانًا كَانَ حَيَوَانًا لِأَنَّهُ كُلَّمَا كَانَ هَذَا إِنْسَانًا كَانَ حَيَوَانًا هَذَا إِذَا كَانَتْ الْمُتَّصِلَةُ لُزُومِيَّةً أَمَّا إِذَا كَانَتْ اتِّفَاقِيَّةً فَإِنْ كَانَتْ اتِّفَاقِيَّةً خَاصَّةً لَمْ يُفْسِدْ عَكْسُهَا لِأَنَّ مَعْنَاهَا مُوَافَقَةٌ لِصَادِقٍ فَكَمَا أَنَّ هَذَا الصَّادِقَ يُوَافِقُ ذَلِكَ الصَّادِقَ كَذَلِكَ يُوَافِقُ ذَلِكَ هَذَا فَلَا قَائِدَةَ فِيهِ وَ إِنْ كَانَتْ عَامَّةً لَمْ تَنْعَكِسْ لِحَوَازِ مُوَافَقَةِ الصَّادِقِ لِلتَّقْدِيرِ بِدُونِ الْعَكْسِ حَيْثُ لَا يَكُونُ التَّقْدِيرُ صَادِقًا وَ أَمَّا الْمُفْصَلَاتُ فَلَا يَنْصَوِّرُ فِيهَا الْعَكْسُ لِعَدَمِ امْتِنَاعِ جُزْئِيَّتِهَا بِحَسَبِ الطَّبَعِ وَ قَدْ عَرَفْتَ ذَلِكَ فِي صَدْرِ الْبَحْثِ.

توجہ: اور بہر حال جب کہ سالبہ ہوں تو اس لئے کہ جب ہمارا قول لیس البتہ إذا كان أفج د صادق ہوگا تو لیس البتہ إذا كان ج د فاب کا صادق ہونا ضروری ہے، ورنہ تو قد یکون إذا كان ج د فاب (صادق ہوگا) اور یہ اصل کے ساتھ نتیجہ دے گا، قد لا یکون إذا كان ج د فج د، یہ خلاف مفروض ہے، اور موجبہ کلیہ، موجبہ کلیہ منعکس نہیں ہوتے، اس لئے کہ تالی کا مقدم سے اعم ہونا اور عام کا خاص کو کلیہ مستلزم ہونے کا ممتنع ہونا ممکن ہے، جیسے ہمارا قول کَلِمَا كَانَ الشَّيْءُ إِنْسَانًا كَانَ حَيَوَانًا اور اس کا عکس کلی کاذب ہے، اور بہر حال سالبہ جزئیہ تو یہ منعکس نہیں ہوتا اس لئے کہ ہمارا قول قد لا یکون إذا كان هذا حیواناً فہو انسان صادق ہے، ہمارے قول قد لا یکون إذا كان هذا انسان کان حیواناً کے کاذب ہونے کے ساتھ۔ اس لئے کہ کَلِمَا كَانَ هَذَا إِنْسَانًا كَانَ حَيَوَانًا (صادق ہے) یہ اس وقت ہے جب کہ متعلقہ لزومیہ ہو، بہر حال جب کہ اتفاقیہ ہو پس اگر اتفاقیہ خاصہ ہو تو اس کا عکس مفید نہیں، اس لئے کہ اس کے معنی موافقت صادقہ لصادق ہے، پس جس طرح یہ صادق اس صادق کے موافق ہے اسی طرح وہ اس کے، پس اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اور اگر عامہ ہو تو منعکس نہیں ہوتا، اس لئے کہ ممکن ہے کہ عکس کے بغیر تقدیر کے صادق موافق ہو، جہاں تقدیر صادق نہ ہو، اور بہر حال منفصلات تو اس میں عکس متصور ہی نہیں ہوتا، کیوں کہ طبع کے لحاظ سے اس کے دونوں جزء متماثل نہیں ہوتے، اور تحقیق کہ اس کو بحث کے شروع میں جان چکے ہیں۔

تشریح: شارح فرماتے ہیں کہ اگر شرطیہ متعلقہ سالبہ کلیہ ہو تو اس کا عکس سالبہ کلیہ ہی آتا ہے، دلیل خلف سے، جس کی تقریر یہ ہے کہ لیس البتہ غذا كان أب فج د یہ شرطیہ متعلقہ سالبہ کلیہ صادق ہے اس کا عکس لیس البتہ إذا كان ج د فاب ہے اور یہ بھی صادق ہے، اگر کوئی شخص اس کو تسلیم نہ کرے تو اس کو اس کی نقیض موجبہ جزئیہ تسلیم کرنا پڑے گی، اور وہ یہ ہوگی، قد یکون إذا كان ج د فاب پھر ہم اس نقیض کو اصل قضیہ کے ساتھ ملائیں گے، نقیض کو شکل کا صغریٰ اور اصل قضیہ سالبہ کو کبریٰ بنائیں گے اور اس طرح کہیں گے، قد یکون إذا كان ج د فاب، و لیس البتہ إذا كان أب فج د نتیجہ آئے گا قد لا یکون إذا كان ج د فج د، اور یہ محال ہے، کیوں کہ یہ سلب الشیء عن نفسه کو مستلزم ہے، جو باطل ہے، لہذا نقیض کاذب اور باطل ہے، اور عکس صادق ہے۔ و انما لم تنعکس الموجبة الكلية الخ اس عبارت میں شارح نے موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ کلیہ نہ آنے کی وجہ بیان کیا ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ کلیہ نہیں آتا، اس لئے کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ جس میں تالی اعم ہو اور مقدم اخص ہو، تو اب اگر اس کا موجبہ کلیہ ہی نکالا جائے تو پھر مقدم اعم اور تالی اخص ہو جائے گی، اور یہ ممتنع و محال ہے، جیسے کَلِمَا كَانَ الشَّيْءُ إِنْسَانًا كَانَ حَيَوَانًا دیکھئے اصل قضیہ ہے اس میں مقدم اخص اور تالی اعم ہے، اس میں انسان تالی یعنی حیوان کو مستلزم ہے، یہ بالکل صحیح ہے۔ لیکن اگر اس کا عکس بھی موجبہ کلیہ ہی نکالا جائے تو پھر مقدم اعم اور تالی اخص ہو جائے گی، چنانچہ اس طرح ہو جائے گا، کَلِمَا كَانَ الشَّيْءُ حَيَوَانًا كَانَ إِنْسَانًا اور یہ کاذب ہے، کیوں کہ اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ مقدم یعنی حیوان تالی یعنی انسان کو مستلزم ہو، حالانکہ نفس الامر میں ایسا نہیں ہے۔ جو چیز حیوان ہو اس کا انسان ہونا ضروری نہیں ہے، ورنہ تو بیل گدھے وغیرہ کا انسان ہونا لازم آئے گا، تو جب اس قسم کے قضایا میں موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ کلیہ لانے میں اعم کا اخص کو مستلزم ہونا لازم آتا ہے، اس لئے مناطقہ نے کہا ہے کہ موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ کلیہ نہیں آتا بلکہ موجبہ جزئیہ آتا ہے۔

سالہ جزئیہ کا عکس نہیں آتا، کیوں کہ قد لایکون اذا کان هذا حیواناً فہون انسان صادق ہے، لیکن اس کا عکس قد لایکون اذا کان هذا انساناً کان حیواناً کاذب ہے، کیوں کہ اس کی نقیض کلمات کا انسان کان حیواناً صادق ہے، اور جب ایک مادہ میں تخلف ثابت ہو گیا تو جزئیہ کے منعکس نہ ہونے کا حکم صحیح اور ثابت ہو گیا۔

شارح کہتے ہیں کہ یہ ساری تفصیلات متفرعہ و لزومیہ سے متعلق ہیں، لیکن اگر شرطیہ اتفاقیہ ہو اور شرطیہ اتفاقیہ کی دو قسمیں ہیں: ۱- اتفاقیہ خاصہ جس میں مقدم و تالی دونوں صادق ہوتے ہیں۔ ۲- اتفاقیہ عامہ جس میں صرف تالی کا صادق ہونا ضروری ہوتا ہے، مقدم خواہ صادق ہو یا کاذب، تو اگر اتفاقیہ خاصہ ہو تو اس کا عکس نہیں آتا، اس لئے کہ اس کا کوئی فائدہ ہی نہیں ہے۔ کیوں کہ اس میں مقدم اور تالی دونوں کے صدق کا حکم ہوتا ہے، تو مطلب ہو جائے گا کہ ایک صادق دوسرے صادق کے موافق ہے، اگر اس کا عکس کیا جائے تو پھر بھی اس کا مفہوم یہی ہوگا کہ وہ صادق اس صادق کے موافق ہے، اس عکس کی وجہ سے حکم میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، حالانکہ عکس کا اصل کے مغایر ہونا ضروری ہوتا ہے، لہذا اس کے عکس میں کوئی فائدہ نہیں ہے، مثال کے طور پر اگر ان کان الانسان ناطقاً فالحمار ناطقاً کا عکس کیا جائے تو ان کان الحمار ناطقاً فالانسان ناطقاً ہوگا، جس میں معنی کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے، اس لئے اس کے عکس سے کوئی فائدہ نہیں ہے، اور اگر اتفاقیہ عامہ ہو تو اس کا عکس نہیں آتا کیوں کہ وہ اگر مقدم کاذب اور تالی صادق سے مرکب ہو تو صادق چونکہ ہر تقدیر پر اور ہر صورت پر صادق ہوتا ہے، اس لئے جب اس کا عکس کیا جائے گا تو مقدم کاذب "تالی" اور تالی صادق "مقدم" ہو جائے گا، گویا عکس سے پہلے جو چیز صدق کی تقدیر پر تھی وہ عکس کے بعد کاذب ہو جائے گی، اور صادق کی تقدیر پر کاذب کا صادق ہونا چونکہ محال ہے، اس لئے اس کا عکس نہیں آتا، جیسے ان کان الحمار فرساً فالانسان ناطقاً اتفاقیہ عامہ صادق ہے، کیوں کہ انسان کا ناطق ہونا ہر تقدیر پر صادق ہے، لیکن اس کا عکس ان کان الانسان ناطقاً فالحمار فرس کسی تقدیر پر صادق نہیں ہے، کیوں کہ حمار کا فرس ہونا محال ہے، لہذا اتفاقیہ کا عکس نہیں آتا۔

اور اگر شرطیات منفصلہ ہوں تو ان میں عکس کا تصور ہی نہیں ہے، کیوں کہ ان کے دونوں جزؤں میں طبعاً کوئی امتیاز نہیں ہوتا۔ ہاں صرف وضع کے لحاظ سے امتیاز ہوتا ہے، کہ اول کو مقدم اور ثانی کو تالی بنا دیتے ہیں، جب ایسی بات ہے تو اتفاقیہ خاصہ کی طرح ان کے عکس میں بھی حکم کے اعتبار سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا، اس لئے مناطہ نے یہ کہا کہ ان میں عکس متصور نہیں ہے، رہی بات منفصلات کے دونوں جزؤں کا طبع کے لحاظ سے ممتاز نہ ہونا اور وضع کے لحاظ سے ممتاز ہونا، تو اس کی بحث پہلے گزر چکی ہے۔

فَالْبَحْثُ الثَّالِثُ فِي عَكْسِ النَّقِیْضِ وَهُوَ عِبَارَةٌ عَنْ جَعْلِ الْجُزْءِ الْأَوَّلِ مِنَ الْقَضِیَّةِ نَقِیْضَ الثَّانِي وَ الثَّانِي عَيْنَ الْأَوَّلِ مَعَ مُخَالَفَةِ الْأَصْلِ فِي الْكَيْفِ وَ مُوَافَقَتِهِ فِي الصِّدْقِ أَقُولُ قَالَ قَدَمَاءُ الْمَنْطِقِيِّينَ عَكْسُ النَّقِیْضِ هُوَ جَعْلُ نَقِیْضِ الْجُزْءِ الثَّانِي جُزْءًا أَوَّلًا وَ نَقِیْضِ الْجُزْءِ الْأَوَّلِ ثَانِيًا مَعَ بَقَاءِ الْكَيْفِ وَ الصِّدْقِ بِحَالِهِمَا فَإِذَا قُلْنَا كُلُّ إِنْسَانٍ حَيَوَانٌ كَانَ عَكْسُهُ كُلُّ مَا لَيْسَ بِحَيَوَانٍ لَيْسَ بِإِنْسَانٍ وَ حُكْمُ الْمُوجِبَاتِ فِيهِ حُكْمُ السُّوَالِبِ فِي الْعَكْسِ الْمُسْتَوِيِّ وَ بِالْعَكْسِ حَتَّى أَنَّ الْمُوجِبَةَ الْكُلِّيَّةَ تَنْعَكِسُ كَنَفْسِهَا فَإِذَا صَدَقَ قَوْلُنَا كُلُّ جَ بَ انْعَكَسَ إِلَى قَوْلِنَا كُلُّ مَا لَيْسَ بِ جَ لَيْسَ جَ وَ إِلَّا فَبَعْضُ مَا لَيْسَ بِ جَ وَ تَنْعَكِسُ بِالْعَكْسِ الْمُسْتَوِيِّ إِلَى قَوْلِنَا بَعْضُ جَ لَيْسَ بِ وَ قَدْ كَانَ كُلُّ جَ بِ هَذَا خُلْفٌ وَ يَنْضَمُّ

هذا كله مأخوذ من تيسير القطبي الذي جمعه و رتبته المولوي محمد طارق من تقريرات الشيخ مفتي خالد المدرس السابق بدار العلوم كراتشي۔

إِلَى الْأَصْلِ هَكَذَا بَعْضُ مَا لَيْسَ بِ ج وَ كُلِّ ج ب يُتَّبَعُ بَعْضُ مَا لَيْسَ بِ ب وَإِنَّهُ مُح وَ الْمُؤَجَّبَةُ
الْجُزْئِيَّةُ لَا تَنَعَكُسُ لِصِدْقِ قَوْلِنَا بَعْضُ الْحَيَوَانَ لَا إِنْسَانٌ وَ كَذَبِ قَوْلِنَا بَعْضُ الْإِنْسَانِ لَا حَيَوَانٌ

ترجمہ: ماتن نے کہا! تیسری بحث عکس نقیض (کے بیان) میں ہے، اور قضیہ کے جزء اول ثانی کی نقیض، اور ثانی کو اول کا عین کر دینے کا نام ہے، کیف میں اصل کی مخالفت اور صدق میں اس کی موافقت کے ساتھ۔ میں کہتا ہوں کہ قدماء مناطقہ نے کہا ہے کہ عکس نقیض وہ جزء ثانی کی نقیض کو جزء اول اور جزء اول کی نقیض کو ثانی کر دینا ہے کیف اور صدق کے اپنے حال پر باقی رہنے کے ساتھ۔ پس جب ہم کل انسان حیوان کہیں تو اس کا عکس کل مایس بحیوان لیس بانسان ہوگا، اور اس میں موجبات کا حکم عکس مستوی میں سوالب کے حکم کی طرح ہے اور اس کے برعکس، یہاں تک کہ موجبہ کلیہ کنفسہا منعکس ہوتا ہے، پس جب ہمارا قول کلی ج ب صادق ہوگا، تو یہ ہمارے قول کل مایس ب لیس ج کی طرف منعکس ہوگا، ورنہ تو بعض مایس ب ج (صادق) ہوگا، اور یہ عکس مستوی کی صورت میں ہمارے قول بعض لیس ب کی طرف منعکس ہوگا، حالانکہ کل ج ب صادق تھا، اور یہ خلاف مفروض ہے، اور اصل کے ساتھ ملکر یہ اس طرح (ہوگا) بعض مایس ب ج و کل مایس ج ب نتیجہ دے گا بعض مایس ب ب اور یہ محال ہے، اور موجبہ جزئیہ منعکس نہیں ہوتا کیوں کہ ہمارا قول بعض البحران لا انسان صادق ہے، اور ہمارا قول بعض الانسان لا حیوان کاذب ہے۔

تشریح: اس سے پہلے آپ کو یہ بتلایا گیا تھا کہ عکس کی دو قسمیں ہیں، (۱) عکس مستوی (۲) عکس نقیض۔ اور قضیہ کے لئے یہ دونوں عکس لازم ہیں یعنی جب کوئی قضیہ صادق ہوگا تو اس کا عکس مستوی اور عکس نقیض بھی صادق ہوگا، جب ماتن عکس مستوی کے بیان سے فارغ ہو گئے تو اب عکس نقیض کا بیان شروع کر رہے ہیں، عکس نقیض مرکب اضافی ہے، اس کے معنی ہیں، نقیض کو پلٹنا، ہر شئی کی نقیض اس کا رفع یعنی اٹھانا ہے، انسان کی نقیض لا انسان ہے، اور لا انسان کی نقیض لا لا انسان ہے، یعنی انسان ہے، کیوں کہ نفی کی نفی اثبات ہوتی ہے۔ عکس نقیض کی تعریف میں متقدمین اور متاخرین کا اختلاف ہے ماتن نے متاخرین کی تعریف کو اختیار کیا ہے جس کی تشریح عنقریب کی جائے گی۔

مختص فرماتے ہیں کہ علامہ سید شریف نے کہا ہے کہ علوم میں عکس نقیض چونکہ زیادہ متقدمین ہی کے طریقہ پر مستعمل ہے اس لئے اکثر مصنفین نے اس کی تشریح کی ہے، اس لئے شارح نے بھی اسی کو مقدم کیا ہے۔

متقدمین کے نزدیک عکس نقیض کی تعریف یہ ہے کہ قضیہ کے پہلے جزء کی نقیض کو دوسرا جزء اور دوسرے جزء کی نقیض کو پہلا جزء بنا دیا جائے، دو شرطوں کے ساتھ، پہلی شرط یہ ہے کہ اگر اصل قضیہ سچا ہو یا سچا مانا گیا ہو تو عکس نقیض بھی سچا ہونا چاہئے یا سچا مانا جاسکے، دوسری شرط یہ ہے کہ اگر اصل قضیہ موجبہ ہو تو عکس نقیض بھی موجبہ مانا چاہئے، اور اگر اصل قضیہ سالبہ ہو تو عکس نقیض بھی سالبہ ہونا چاہئے۔ شارح نے ان دونوں شرطوں کو مع بقاء کیف و الصدق سے بیان کیا ہے، اب مثال ملاحظہ فرمائیں، جیسے کل انسان حیوان دیکھئے یہ قضیہ موجبہ کلیہ ہے جس میں انسان موضوع اور حیوان محمول ہے، پہلے ان دونوں کی تین نکالی جائے انسان کی نقیض لا انسان اور حیوان کی نقیض لا حیوان ہوگی، اب کل انسان حیوان کا عکس نقیض اس طرح نکالا جائے گا، کہ موضوع

یعنی انسان کی نقیض لا انسان کو محمول یعنی حیوان کی جگہ رکھا جائے گا، اور محمول یعنی حیوان کی نقیض لا حیوان کو موضوع یعنی انسان کی جگہ رکھا جائے گا، اور اس طرح کہا جائے گا، کل لا حیوان لا انسان دیکھئے اس مثال میں جزء اول کی نقیض کو جزء ثانی اور جزء ثانی کی نقیض کو جزء اول کر دیا گیا ہے اور جس طرح اصل قضیہ سچا ہے اور موجبہ ہے اسی طرح اس کا عکس نقیض بھی سچا اور موجبہ ہے لہذا معلوم ہوا کہ کل انسان حیوان کا عکس نقیض کل لا حیوان لا انسان صحیح ہے۔

شارح نے موجبات اور سوالب کے عکس نقیض کو بیان کرنے سے قبل ایک ضابطہ بیان کیا ہے اس لئے اس ضابطہ کی تشریح کی جاتی ہے، تاکہ موجبات اور سوالب کے عکس نقیض نکالنے میں آپ کو سہولت ہو۔ چنانچہ شارح فرماتے ہیں کہ عکس نقیض میں موجبات کا وہی حکم ہے جو عکس مستوی میں سالبات کا تھا۔ یعنی جس طرح سالبہ کلیہ کا عکس مستوی سالبہ کلیہ آتا ہے، اسی طرح موجبہ کلیہ کا عکس نقیض موجبہ کلیہ آئے گا، اور جس طرح سالبہ جزئیہ کا عکس مستوی نہیں آتا، اسی طرح موجبہ جزئیہ کا عکس نقیض بھی نہیں آئے گا۔ اور جس طرح موجبہ خواہ کلیہ ہو یا جزئیہ اسی کا عکس مستوی موجبہ جزئی ہی آتا ہے اسی طرح سالبہ خواہ کلیہ ہو یا جزئیہ اس کا عکس نقیض سالبہ جزئیہ آئے گا۔

نیز یہ بات بھی ذہن نشین کر لیں کہ جس طرح عکس مستوی میں سالبہ کلیہ کا عکس سالبہ کلیہ آنے کی وجہ سے اس کو مقدم کیا گیا تھا اسی طرح عکس نقیض میں چونکہ موجبہ کلیہ کا عکس نقیض موجبہ کلیہ ہی آتا ہے اس لئے شارح نے موجبہ کے عکس کی نقیض کو مقدم کیا ہے۔

موجبہ کلیہ کا عکس نقیض موجبہ کلیہ آتا ہے

شارح کہتے ہیں کہ جب عکس نقیض میں موجبات کا وہی حکم ہے جو عکس مستوی میں سالبات کا حکم تھا، تو یہی وجہ ہے کہ موجبہ کلیہ کا عکس نقیض موجبہ کلیہ آتا ہے، جیسے ”کل ج ب“ یہ موجبہ کلیہ ہے، اس کا عکس نقیض کل ما لیس ب لیس ج ہوگا، اور شرط بھی پائی جا رہی ہے، کہ اصل قضیہ سچا ہے اور عکس نقیض بھی سچا ہے، اسی طرح اصل قضیہ موجبہ ہے اور عکس نقیض بھی موجبہ ہے، لہذا معلوم ہوا کہ موجبہ کلیہ کا عکس نقیض موجبہ کلیہ آنا صحیح ہے۔ شارح نے اس کو دلیل خلف سے ثابت کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کل ج ب کا عکس نقیض کل ما لیس ب لیس ج تسلیم نہ کرے تو ہم اس سے کہیں گے کہ اگر آپ اس کو نہیں مانتے تو آپ کو اس کی نقیض بعض ما لیس ب ج کو صادق مانتی پڑے گی، ورنہ تو ارتقاع نقیضین لازم آئے گا جو محال ہے، پھر ہم اس نقیض کو اصل قضیہ کے ساتھ ملا کر شکل اول بنا کر دیکھیں گے کہ کوئی محال تو لازم نہیں آتا؟ اگر محال لازم آتا ہو تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ نقیض کی نقیض باطل ہے، اور عکس نقیض صحیح ہے، چنانچہ ہم عکس نقیض کی نقیض کو صغریٰ اور اصل قضیہ کو کبریٰ بنا کر یوں کہیں گے بعض ما لیس ب ج، و کل ج ب، حد وسط کو گرا دیا تو نتیجہ آیا بعض ما لیس ب ب، اور یہ محال ہے، اور یہ محال چونکہ عکس نقیض کی نقیض کی وجہ سے آیا ہے، لہذا معلوم ہوا کہ نقیض کا ذب اور باطل ہے، اور عکس نقیض صادق اور صحیح ہے۔

موجبہ جزئیہ کا عکس نقیض نہیں آتا

موجبہ جزئیہ کا عکس نقیض قطعاً آتا ہی نہیں، نہ موجبہ جزئیہ آتا ہے اور نہ موجبہ کلیہ، کیوں کہ موجبہ جزئیہ میں عکس نقیض کی شرط نہیں پائی جا رہی ہے۔ اور شرط اس وجہ سے نہیں پائی جا رہی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ موجبہ جزئیہ ہی میں موضوع اعم ہو اور محمول خاص ہو،

تو ایسی صورت میں نہ اس کا عکس نقیض موجب جزئیہ آ سکتا ہے، اور نہ موجب کلیہ اگر عکس نقیض نکالا جائے تو وہ صادق نہیں ہوگا، حالانکہ اس نقیض میں اصل اور عکس نقیض دونوں کا صادق ہونا ضروری ہے، پس شرط نہیں پائی گئی، جیسے بعض حیوان لا انسان یہ موجب جزئیہ حملیہ ہے، اور صادق ہے، اس کا موضوع حیوان ہے، جو محمول یعنی انسان سے اعم ہے، اب اگر اس کا عکس نقیض نکالا جائے تو اس طرح ہو جائے گا، بعض الانسان لا حیوان تو یہ صادق نہ ہوگا، اس لئے کہ بعض انسان کا حیوان نہ ہونا خلاف اصل ہے کیوں کہ تمام انسان کا حیوان ہونا ضروری ہے، کوئی بھی انسان حیوانیت سے خالی نہیں، لہذا یہاں اصل تفسیہ بعض حیوان لا انسان تو صادق ہے، مگر اس کا عکس نقیض بعض الانسان لا حیوان صادق نہیں ہے بلکہ کاذب ہے، لہذا موجب جزئیہ کا عکس نقیض نہیں آتا۔

وَالسَّالِبَةُ كُلِّيَّةٌ كَانَتْ أَوْ جُزْئِيَّةٌ تَنَعَّكُسُ إِلَى سَالِبَةٍ جُزْئِيَّةٍ فَإِذَا قُلْنَا لَا شَيْءٌ مِنْ جَبَّ أَوْ لَيْسَ بِبَعْضٍ بَلْ لَيْسَ بِكُلٍّ لَيْسَ بِبَعْضٍ مَا لَيْسَ بَلْ لَيْسَ جَبَّ وَتَنَعَّكُسُ بَعْدُ النَّقِیْضُ إِلَى قَوْلِنَا كُلُّ جَبَّ وَ قَدْ كَانَ لَا شَيْءٌ أَوْ لَيْسَ بِبَعْضٍ جَبَّ هَذَا خُلْفٌ وَهَكَذَا الشَّرْطِيَّةُ الْمُتَّصِلَةُ الْمُوجِبَةُ الْكُلِّيَّةُ تَنَعَّكُسُ كَنَفْسِهَا لِأَنَّهُ إِذَا صَدَقَ كُلُّمَا كَانَ أَبَ فَبِحْجَ دَ فَكُلُّمَا لَمْ يَكُنْ جَبَّ دَ لَمْ يَكُنْ أَبَ لِأَنَّ إِنْتِفَاءَ اللَّازِمِ يَسْتَلْزِمُ إِنْتِفَاءَ الْمَلْزُومِ وَالْإِجَارَ إِنْتِفَاءَ اللَّازِمِ مَعَ بَقَاءِ الْمَلْزُومِ وَهُوَ مِمَّا يَهْدِمُ الْمُلَازِمَةَ بَيْنَهُمَا وَ الْمُوجِبَةُ الْجُزْئِيَّةُ لَا تَنَعَّكُسُ لِصِدْقِ قَوْلِنَا قَدْ يَكُونُ إِذَا كَانَ الشَّيْءُ حَيَوَانًا كَانَ لَا إِنْسَانًا أَوْ كَذَبُ قَوْلِنَا قَدْ يَكُونُ إِذَا كَانَ الشَّيْءُ إِنْسَانًا لَمْ يَكُنْ حَيَوَانًا وَالسَّالِبَتَانِ تَنَعَّكُسَانِ إِلَى سَالِبَةٍ جُزْئِيَّةٍ لِأَنَّهُ إِذَا صَدَقَ لَيْسَ الْبَتَّةُ أَوْ قَدْ لَا يَكُونُ إِذَا كَانَ أَبَ فَبِحْجَ دَ فَقَدْ لَا يَكُونُ إِذَا لَمْ يَكُنْ جَبَّ دَ لَمْ يَكُنْ أَبَ وَ الْإِجَارَ فَكُلُّمَا لَمْ يَكُنْ جَبَّ دَ لَمْ يَكُنْ أَبَ وَ تَنَعَّكُسُ إِلَى كُلِّمَا كَانَ أَبَ كَانَ جَبَّ دَ وَ قَدْ كَانَ لَيْسَ الْبَتَّةُ أَوْ قَدْ لَا يَكُونُ إِذَا كَانَ أَبَ فَبِحْجَ دَ هَذَا خُلْفٌ.

ترجمہ: اور سالبہ کلیہ ہو یا جزئیہ، سالبہ جزئیہ کی طرف منعکس ہوتا ہے، پس جب ہم لا شئی من ج ب یا لیس بعض ج ب کہیں تو (اس کا عکس نقیض) لیس بعض ما لیس ب لیس ج صادق ہونا چاہئے ورنہ تو کل مالیس ب لیس ج (صادق ہوگا) اور یہ عکس نقیض کی صورت میں ہمارے قول کل ج ب کی طرف منعکس ہوگا، حالانکہ لا شئی یا لیس بعض ج ب تھا اور یہ خلاف مفروض ہے۔ اور اسی طرح شرطیہ متصلہ موجبہ کلیہ کنفسہا منعکس ہوتا ہے، اس لئے کہ جب کلما کان اب فج د صادق ہوگا تو کلما لم یکن ج د لم یکن اب (بھی صادق ہوگا) اس لئے کہ لازم کا انتفاء ملزوم کے انتفاء کو مستلزم ہوتا ہے، ورنہ تو ملزوم کے بقاء کے ساتھ لازم کا انتفاء جائز ہوگا، اور اس سے ان دونوں کے درمیان ملازمت ہی منہدم ہو جائے گی، اور موجبہ جزئیہ منعکس نہیں ہوتا کیوں کہ ہمارا قول قد یكون إذا كان الشئی حیوانا کان لا انسانا صادق ہے، اور ہمارا قول قد یكون إذا كان الشئی انسانا لم یکن حیوانا کاذب ہے، اور دونوں سالبہ، سالبہ جزئیہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب لیس البتہ یا قد لا یكون إذا كان اب فج د (صادق ہوگا) تو قد لا یكون إذا لم یکن ج د لم یکن اب (بھی صادق ہوگا) ورنہ تو کلما لم یکن ج د لم یکن اب (صادق ہوگا) اور یہ منعکس ہوگا کلما کان اب کان ج د کی طرف حالانکہ (اصل تفسیہ) لیس البتہ یا قد لا یكون إذا كان اب فج د تھا، اور یہ خلاف مفروض ہے۔

تشریح: شارح فرماتے ہیں کہ سالبہ خواہ کلیہ ہو یا جزئیہ اس کا عکس نقیض سالبہ جزئیہ آتا ہے، جیسے لاشی من ج ب یہ سالبہ کلیہ ہے، اور صادق ہے، لہذا اس کا عکس نقیض سالبہ جزئیہ آئے گا، یعنی لیس بعض ما لیس ب لیس ج دیکھئے مثال مذکور میں اصل قضیہ بھی صادق ہے اور عکس نقیض بھی صادق ہے، اسی طرح اصل قضیہ سالبہ ہے اس کا عکس نقیض بھی سالبہ ہے، لہذا بقاء صدق اور بقاء کیف کی شرط پائی گئی اور سالبہ جزئیہ کا عکس نقیض سالبہ جزئیہ صحیح ہوا۔ شارح نے اس کو طریق عکس سے ثابت کیا ہے، طریق عکس کی تقریر مابقی میں گزر چکی ہے، کہ سب سے پہلے عکس نقیض کی نقیض نکالی جائے پھر اس نقیض کا عکس نکالا جائے، یہ عکس اگر اصل قضیہ کے خلاف آئے تو معلوم ہو جائے گا کہ اصل قضیہ کا عکس درست ہے اور عکس نقیض کی نقیض کا عکس درست نہیں ہے، چنانچہ اس کو مثال سے سمجھئے، لاشی من ج ب صادق ہے، اس کا عکس نقیض لیس بعض ما لیس ب لیس ج بھی صادق ہوگا، اس لئے کہ یہ اگر صادق نہ ہو تو اس کی نقیض کل ما لیس ب لیس ج صادق ہوگی، اور اس کا عکس نقیض کل ج ب ہے، حالانکہ اصل قضیہ لاشی من ج ب ہے، اور چونکہ اصل مفروض الصدق ہے، اور یہ عکس نقیض کا عکس اصل قضیہ کے منافی ہے لہذا عکس کی نقیض کی نقیض اور اس کا عکس دونوں باطل ہیں، اور اصل قضیہ کا عکس نقیض سالبہ جزئیہ لیس بعض ما لیس ب لیس ج صادق ہے۔

سالبہ جزئیہ کی مثال لیکر یعنی یہی تقریر اس پر جاری کر دیں جس سے سالبہ جزئیہ کا عکس نقیض سالبہ جزئیہ صادق ہو جائے گا، اور عکس نقیض کی نقیض کا عکس باطل اور محال ہوگا۔

شرطیات کا عکس نقیض

شرطیہ متصلہ موجبہ کلیہ کا عکس نقیض متصلہ موجبہ کلیہ آتا ہے، مثلاً جب کلمہ کان ا ب فج د صادق ہوگا تو اس کا عکس نقیض کلمہ لم یکن ج د لم یکن ا ب بھی صادق ہوگا، دلیل یہ ہے کہ شرطیہ متصلہ میں مقدم ملزوم ہوتا ہے، اور تالی لازم، اور ملزوم لازم کے بغیر محقق نہیں ہو سکتا، لہذا لازم کے انتفاء سے ملزوم کا انتفاء ضروری ہوگا، اور یہی عکس نقیض کا مفہوم ہے، اور جب تالی کی نقیض کو مقدم کیا جائے گا تو لازم کا انتفاء مقدم ہونے کی وجہ سے ملزوم ہوگا اور مقدم کی نقیض تالی ہو کر ملزوم کا انتفاء لازم ہو جائے گا، تو عکس نقیض صادق ہو جائے گا۔ اور اگر لازم کا صرف انتفاء ہو اور ملزوم کا انتفاء نہ ہو تو ملزوم ہی باطل ہو جائے گا، حالانکہ اصل قضیہ کے مسلم الصدق ہونے کی وجہ سے ملزوم مسلم ہے۔

اور شرطیہ موجبہ جزئیہ کا عکس نقیض آتا ہی نہیں، کیوں کہ اس کے عکس نقیض میں بقاء صدق کی شرط نہیں پائی جا رہی ہے، حالانکہ عکس نقیض میں بقاء صدق کی شرط ضروری ہے، اور شرط اس وجہ سے نہیں پائی جا رہی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسا مادہ ہو جہاں موضوع اعم ہو اور محمول اخص ہو تو وہاں اصل قضیہ تو صادق ہوگا لیکن اس کا نقیض صادق نہ ہوگا۔ چنانچہ آپ اس کو مثال سے سمجھئے، مثلاً قد یكون إذا كان الشی حیواناً کان لا انساناً، دیکھئے اس قضیہ میں موضوع اعم ہے اور محمول خاص ہے اور یہ قضیہ صادق ہے، مین اگر عکس نقیض إذا كان الشی انساناً لم یکن حیواناً کاذب ہے، اس لئے کہ اس قضیہ سے یہ لازم آرہا ہے کہ کوئی بھی انسان حیوان نہیں ہے، حالانکہ انسان کے لئے حیوانیت کا ہونا ضروری ہے۔

اور شرطیہ سالبہ خواہ کلیہ ہو یا جزئیہ ان کا عکس نقیض سالبہ جزئیہ آتا ہے۔ شارح نے ان کے عکس نقیض طریق عکس سے ثابت کیا ہے، چنانچہ کہتے ہیں کہ دیکھو اصل قضیہ لیس البتہ إذا کان ا ب فج د اور قد لا یكون إذا کان ا ب فج د، یہ

دونوں قضیے صادق ہیں، اس کا عکس نقیض قد لایکون إذا لم یکن ج د لم یکن اب بھی صادق ہے، اور اگر آپ اس کو صادق نہیں مانتے تو اس کی نقیض کلما لم یکن ج د لم یکن اب کو مانتی پڑے گی، پھر ہم اس کا عکس نکالیں گے اور وہ ہوگا کلما کان اب کان ج د اور یہ عکس اصل قضیہ کے عکس نقیض کے خلاف اور منافی ہے، لہذا معلوم ہوا کہ اصل قضیہ کا عکس نقیض صادق ہے، اور اس کا عکس نقیض اور عکس دونوں باطل ہیں۔

وَقَالَ الْمُتَأَخِّرُونَ لَا تُسَلِّمُ أَنَّهُ لَوْ لَمْ يَصْدُقِ الْعَكْسُ لَصَدَقَ بَعْضُ مَا لَيْسَ بِ ج غَايَةَ مَا فِي الْبَابِ أَنَّهُ يَلْزَمُ مِنْهُ صِدْقُ قَوْلِنَا لَيْسَ بَعْضُ مَا لَيْسَ بِ لَيْسَ ج لِكِنَّهُ لَا يَلْزَمُ مِنْهُ صِدْقُ بَعْضِ مَا لَيْسَ بِ ج لِأَنَّ السَّالِبَةَ الْمَعْدُولَةَ أَعْمُ مِنَ الْمُوجِبَةِ الْمُحْصَلَةِ وَ صِدْقُ الْأَعْمِ لَا يُسْتَلْزَمُ صِدْقُ الْأَخْصِ فَلَمَّا مَنَعُوا تِلْكَ الطَّرِيقَةَ غَيَّرُوا التَّعْرِيفَ إِلَى مَا عَرَفَ بِهِ الْمَصْدُوقُ وَ هُوَ جَعَلَ الْجُزْءَ الْأَوَّلَ مِنَ الْقَضِيَّةِ نَقِيضَ الثَّانِي وَ الثَّانِي عَيْنَ الْأَوَّلِ مَعَ مُخَالَفَةِ الْأَصْلِ فِي الْكَيْفِ وَ مُوَافَقَتِهِ فِي الصِّدْقِ فَالْمُرَادُ بِالْقَضِيَّةِ هُنَا هِيَ الَّتِي تَحْصُلُ بَعْدَ هَذَا التَّبْدِيلِ بِخِلَافِ الْقَضِيَّةِ الْمَذْكُورَةِ فِي تَعْرِيفِ الْعَكْسِ الْمُسْتَوِي فَإِنَّهَا هِيَ الْأَصْلُ بِعَيْنِ نَاخِذِ الْجُزْءِ الثَّانِي مِنَ الْأَصْلِ وَ نَجْعَلُ الْجُزْءَ الْأَوَّلَ نَقِيضًا لَهُ وَ نَاخِذُ الْجُزْءِ الْأَوَّلِ مِنَ الْأَصْلِ وَ نَجْعَلُ الْجُزْءَ الثَّانِي عَيْنَهُ فَإِذَا حَاوَلْنَا عَكْسَ قَوْلِنَا كُلُّ إِنْسَانٍ حَيَوَانٌ أَخَذْنَا الْحَيَوَانَ وَ جَعَلْنَا الْجُزْءَ الْأَوَّلَ نَقِيضَهُ أَيْ اللَّاحِيَوَانَ وَ أَخَذْنَا الْإِنْسَانَ وَ جَعَلْنَا الْجُزْءَ الثَّانِي عَيْنَهُ فَيَحْصُلُ لَا شَيْءٌ مِمَّا لَيْسَ حَيَوَانًا بِإِنْسَانٍ وَ هِيَ الْقَضِيَّةُ الْمَطْمُوعَةُ مِنَ الْعَكْسِ وَ الْأَوْضَحُ أَنَّ يُقَالُ إِنَّهُ جَعَلَ نَقِيضَ الْجُزْءِ الثَّانِي مِنَ الْأَصْلِ أَوَّلًا وَ عَيْنَ الْجُزْءِ الْأَوَّلِ ثَانِيًا مَعَ الْمُخَالَفَةِ فِي الْكَيْفِ وَ الْمُوَافَقَةِ فِي الصِّدْقِ.

ترجمہ: اور متاخرین نے کہا ہے کہ ہم یہ تسلیم ہی نہیں کرتے کہ اگر عکس صادق نہ ہو تو بعض ما لیس ب ج صادق ہوگا، زیادہ سے زیادہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ہمارا قول لیس بعض ما لیس ب لیس ج صادق ہے لیکن اس سے بعض ما لیس ب ج کا صادق ہونا لازم نہیں آتا، اس لئے کہ سالبہ معدولہ موجبہ محصلہ سے اعم ہے، اور اعم کا صدق اخص کے صدق کو مستلزم نہیں پس جب متاخرین نے اس طریقہ کو منع کر دیا تو انہوں نے تعریف کو بدل دیا جس سے ماتن نے تعریف کی ہے، اور قضیہ کے جزء اول کو ثانی کی نقیض اور ثانی کو اول کا عین کر دینا ہے، کیف میں اصل کی مخالفت کے ساتھ اور صدق میں اس کی موافقت کے ساتھ۔ پس یہاں قضیہ سے مراد وہ قضیہ ہے جو اس تبدیلی کے بعد حاصل ہو بخلاف اس قضیہ کے جو عکس مستوی کی تعریف میں ذکر کیا گیا ہے، کیوں کہ وہ اصل ہے یعنی ہم اصل کے جزء ثانی کو لیس گئے اور جزء اول کو اس کی نقیض بنادیں گے اور اصل کے جزء اول کو لیس گئے اور دوسرے جزء کو اس کا عین بنادیں گے۔ پس جب اپنے قول کل انسان حیوان کا عکس کرنا چاہیں تو ہم حیوان اور جزء اول کو اس کی نقیض یعنی حیوان بنائیں گے اور ہم انسان کو لیس گئے اور جزء ثانی کو اس کا عین بنادیں گے، پس لاشیء مما لیس حیوانا بانسان حاصل ہو جائے گا، اور یہی قضیہ عکس سے مطلوب ہے، اور زیادہ واضح یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ وہ اصل کے جزء ثانی کی نقیض کو اول اور جزء اول کے عین کو ثانی کر دینا ہے، کیف میں مخالفت کے ساتھ اور صدق میں موافقت کے ساتھ۔

قضیہ بیج: اس سے پہلے شارح متقدمین کے بیان کردہ عکس نقیض کی تعریف اور احکام بیان کر رہے تھے اب یہاں سے متاخرین کے بیان کردہ عکس نقیض کی تعریف بیان کر رہے ہیں، لیکن اس سے پہلے شارح متقدمین کے طریقہ کے تبدیل کی وجہ بیان کر رہے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ متاخرین کا کہنا ہے کہ جس دلیل سے متقدمین نے عکس نقیض ثابت کیا وہ طریقہ جاری نہیں ہو سکتا، دلیل یہ ہے کہ متقدمین کی ذکر کردہ تعریف کے مطابق قضیہ کا عکس نقیض موجبہ مبادل ہے، اس کو نہ ماننے کی صورت میں اس کی نقیض سالبہ معدولۃ المحمول لازم آئے گی، جو موجبہ محصلہ کو مستلزم نہیں ہے، کیوں کہ سالبہ معدولۃ المحمول موجبہ محصلہ سے اعم ہوتا ہے، یعنی خواہ موضوع خارج میں موجود ہو یا موجود نہ ہو، دونوں صورت میں وہ صادق ہوگا، اور جب محصلہ کے صادق ہونے کے لئے موضوع کا خارج میں موجود ہونا ضروری ہے، اور عام کے صادق ہونے سے خاص کا صادق ہونا ضروری نہیں ہے، اور دلیل کا جاری ہونا موجبہ محصلہ کے لزوم پر موقوف ہے۔ لہذا دلیل جاری نہیں ہوگی اور متقدمین کا عکس نقیض ثابت نہیں ہوگا۔ شارح نے اس کو مثال سے سمجھایا ہے، کہ دیکھئے متقدمین نے جو کہا ہے کہ اصل قضیہ کل ج ب کا عکس نقیض کل مالیس ب لیس ج ہے، اگر اس کو کوئی نہ مانے تو اس کی عکس نقیض بعض مالیس ب ج کو ماننی پڑے گی، ورنہ تو ارتفاع نقیضین لازم آئے گا، پھر ہم اس نقیض کا عکس مستوی نکالیں گے اور وہ ہوگا، بعض مالیس ج ب جو اصل قضیہ کل ج ب کے منافی ہے، پس اس پر متاخرین نے منع وارد کیا کہ یہ ہمیں تسلیم نہیں کہ اگر کل مالیس ب لیس ج صادق نہ ہو تو بعض مالیس ب ج صادق ہوگا۔ دلیل یہ ہے کہ یہ موجبہ کلیہ کی نقیض نہیں ہے، اس کی نقیض سالبہ جزئیہ ہے، یعنی بعض مالیس ب لیس ج اور یہ پہلے سے اعم ہے، اس لئے کہ سالبہ جزئیہ موجبہ جزئیہ سے اعم ہوتا ہے، پس اعم کے صادق ہونے سے خاص کا صادق ہونا ضروری نہیں کہ محال لازم آئے، دوسری بات یہ ہے کہ سالبہ جزئیہ کا عکس مستوی نہیں آتا ہے۔ لہذا آپ نے طریق عکس سے جو اپنے مدعا کو ثابت کیا ہے، صحیح نہیں۔ اور نہ ہی آپ اپنے مدعا کو دلیل خلف سے ثابت کر سکتے ہیں، کیوں کہ سالبہ جزئیہ شکل اول کا کبریٰ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی کیوں کہ شکل اول کے کبریٰ کا کلیہ ہونا ضروری ہے، اور صغریٰ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی کیوں کہ صغریٰ کا موجبہ ہونا ضروری ہے اور آپ نے جو نقیض نکالی ہے وہ سالبہ جزئیہ ہے، لیکن متقدمین کی طرف سے میر سید شریف نے متاخرین کے اشکال کا جواب دیا ہے کہ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ نقیض نام ہے رفع شی کا لہذا عکس نقیض سے جو قضیہ حاصل ہوگا یعنی کل مالیس ب لیس ج وہ موجبہ معدولۃ الطرفین نہ ہوگا، بلکہ موجبہ سالبۃ الطرفین ہوگا، اور اس کو نہ ماننے کی صورت میں لیس بعض مالیس ب لیس ج سالبہ سالبۃ الطرفین صادق ہوگا۔ اور سالبہ سالبۃ الطرفین موجبہ محصلہ کو مستلزم ہو جائے گا اور دلیل تام ہوگی۔ دلیل یہ ہے کہ سالبہ معدولۃ المحمول اگرچہ موجبہ محصلہ سے اعم ہے لیکن سالبہ سالبۃ المحمول اس سے عام نہیں بلکہ اس کے مساوی ہے۔ یہ جواب تو متقدمین کی تعریف کے مطابق متاخرین کی جانب سے منع کا تھا، اور متاخرین نے متقدمین کی تعریف پر نقض وارد کیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ متقدمین کا قاعدہ ان موجبہ قضیوں میں جن میں محمول کے منہومات عامہ ہیں، جاری نہیں ہوتا اور اس لئے ان کا قاعدہ ان سالبہ قضیوں میں صحیح نہیں کہ جن کے موضوع منہومات شاملہ ہیں جیسے لاشی من اللاشی بانسان صادق ہے۔ اس کا عکس لاشی من اللاشی بانسان شی کاذب ہے، بہر حال متاخرین نے ان منع اور نقض کے اعتراض کو محقق جان کر تعریف میں تبدیلی کر دیا اور دوسرے انداز میں عکس نقیض کی تعریف کی ہے۔

متاخرین کے نزدیک عکس نقیض کی تعریف یہ ہے کہ قضیہ کے دوسرے جزء کی نقیض کو اول جزء بنادیا جائے اور جزء اول کو

یعنی لیکر دوسرا جزء بنادیا جائے بشرطیکہ صدق اپنے حال پر باقی رہے یعنی اگر اصل قضیہ سچا ہو یا سچا مانا گیا ہو تو عکس نقیض بھی سچا ہو یا سچا مانا جاسکے، اور کیف بدل جائے، یعنی اگر اصل موجب ہو تو عکس نقیض سالبہ ہو، چنانچہ مثال ملاحظہ فرمائیے، جیسے کل انسان حیوان دیکھئے یہ قضیہ موجب کلیہ ہے، اس میں پہلا جزء انسان ہے، اور دوسرا جزء حیوان ہے، لہذا دوسرے جزء کی نقیض بنا کر اس کو پہلا جزء بنادیا جائے اور پہلے جزء کو جوں کا توں دوسرا جزء کر دیا جائے اور اس طرح کہا جائے، لاشی من اللاحیوان بانسان۔

فالمراد بالقضية الخ اس عبارت سے شارح نے بیان کیا ہے کہ عکس نقیض میں قضیہ سے وہ قضیہ مراد نہیں ہے جو عکس مستوی میں مراد ہوتا ہے، چونکہ عکس مستوی کی تعریف میں قضیہ سے اصل قضیہ مراد ہے، اس وجہ سے عکس نقیض کی تعریف میں بھی ذہن اس طرف جاتا ہے کہ قضیہ سے اصل قضیہ مراد ہے، اور اس صورت میں عکس نقیض کی تعریف صحیح نہیں ہوگی، اس لئے شارح نے یہ بتلادیا کہ عکس نقیض کی مصنف کی تعریف میں قضیہ سے مراد وہ قضیہ ہے جو تبدیلی کے بعد حاصل ہوگا تو تعریف کا حاصل یہ ہوگا کہ اصل قضیہ کا جزء ثانی یعنی محمول کی نقیض کو عکس نقیض کا جزء اول یعنی موضوع بنادیا جائے، اور اصل قضیہ کا جزء اول کو بعینہ عکس نقیض کا جزء ثانی یعنی محمول بنادیا جائے، کیفیت یعنی ایجاب اور سلب میں اصل قضیہ اور عکس نقیض مخالف ہوں اور صدق میں اصل قضیہ اور عکس نقیض دونوں موافق ہوں۔ جیسا کہ مثال سے میں نے آپ کو سمجھایا ہے۔

والاوضح ان يقال الخ اس عبارت میں شارح نے عکس نقیض کی ایسی تعریف کی ہے جو ماتن کی تعریف سے زیادہ واضح اور ظاہر ہے، ماتن کی ذکر کردہ تعریف میں چونکہ بتادر کے خلاف ہونے کی وجہ سے تنبیہ کرنے کی ضرورت پڑی اس لئے شارح نے ایک ایسی تعریف کی ہے جس سے مقصود واضح ہو جاتا ہے، اور وہ تعریف یہ ہے، اصل قضیہ کے جزء ثانی کی نقیض کو موضوع بنادیا جائے اور اصل قضیہ کے جزء اول کو بعینہ محمول بنادیا جائے بشرطیکہ کیف میں اصل اور عکس نقیض دونوں مخالف ہوں، اور صدق میں دونوں موافق ہوں تو عکس نقیض حاصل ہو جائے گا، جیسا کہ اس کی مثال گزر چکی۔

قَالَ وَ أَمَّا الْمَوْجِبَاتُ فَإِنْ كَانَتْ كَلِّيَّةً فَسَبْعٌ مِنْهَا وَ هِيَ الَّتِي لَا تَنْعَكِسُ سَوَاءٌ بِهَا بِالْعَكْسِ الْمُسْتَوِيِّ لِأَنَّهُ يَصْدُقُ بِالضَّرُورَةِ كُلُّ قَمَرٍ فَهُوَ لَيْسَ بِمُنْخَسِفٍ وَ قَدْ التَّرْبِيعِ لَا دَائِمًا دُونَ عَكْسِهِ لِمَا عَرَفْتُمْ وَ تَنْعَكِسُ الضَّرُورِيَّةُ وَ الدَّائِمَةُ كَلِّيَّةٌ لِأَنَّهُ إِذَا صَدَقَ بِالضَّرُورَةِ أَوْ دَائِمًا كُلُّ جَ بَ فَدَائِمًا لَا شَيْءٌ مِمَّا لَيْسَ بِ جَ وَ إِلَّا فَبَعْضُ مَا لَيْسَ بِ فَهُوَ جَ بِالْفِعْلِ وَ هُوَ مَعَ الْأَصْلِ يُنتِجُ بَعْضُ مَا لَيْسَ بِ فَهُوَ بَ بِالضَّرُورَةِ فِي الضَّرُورِيَّةِ وَ دَائِمًا فِي الدَّائِمَةِ وَ هُوَ مَحْ وَ أَمَّا الْمَشْرُوطَةُ وَ الْعَرَفِيَّةُ الْعَامَّتَانِ فَتَنْعَكِسَانِ عَرَفِيَّةٌ عَامَّةٌ كَلِّيَّةٌ لِأَنَّهُ إِذَا صَدَقَ بِالضَّرُورَةِ أَوْ دَائِمًا كُلُّ جَ بَ مَا دَامَ جَ فَدَائِمًا لَا شَيْءٌ مِمَّا لَيْسَ بِ جَ مَا دَامَ لَيْسَ بِ وَ إِلَّا فَبَعْضُ مَا لَيْسَ بِ فَهُوَ جَ حِينَ هُوَ لَيْسَ بِ وَ هُوَ مَعَ الْأَصْلِ يُنتِجُ بَعْضُ مَا لَيْسَ بِ فَهُوَ بَ حِينَ هُوَ لَيْسَ بِ وَ هُوَ مُحَالٌ وَ أَمَّا الْخَاصَّتَانِ فَتَنْعَكِسَانِ عَرَفِيَّةٌ عَامَّةٌ لَا دَائِمَةَ فِي الْبَعْضِ أَمَّا الْعَرَفِيَّةُ الْعَامَّةُ فَلَا سِتْلَازِمَ الْعَامَّتَيْنِ إِيَّاهَا وَ أَمَّا اللَّادَوَامُ فِي الْبَعْضِ فَلِأَنَّهُ يَصْدُقُ بَعْضُ مَا لَيْسَ بِ فَهُوَ جَ بِالْإِطْلَاقِ الْعَامِّ وَ إِلَّا فَلَا شَيْءٌ مِمَّا لَيْسَ بِ جَ دَائِمًا فَتَنْعَكِسُ إِلَى لَا شَيْءٍ مِنْ جَ لَيْسَ بِ دَائِمًا وَ قَدْ كَانَ لَا شَيْءٌ مِنْ جَ بِ بِالْفِعْلِ بِحُكْمِ اللَّادَوَامِ وَ يَلْزَمُهُ كُلُّ جَ فَهُوَ لَيْسَ بِ بِالْفِعْلِ لَوْجُودِ الْمَوْضُوعِ هَذَا خُلْفٌ.

توجہ: ماتن نے کہا! اور بہر حال موجبات پس اگر کلیہ ہوں تو ان میں سے سات منعکس نہیں ہوتے، اور وہی ہیں جن کے سوالب عکس مستوی میں منعکس نہیں ہوتے، اس لئے کہ بالضرورۃ کل قمر فہو لیس بمنخسف وقت التربیع لا دائماً صادق ہے نہ کہ اس کا عکس اس وجہ سے جو تو جان چکا ہے۔ اور ضروریہ دائمہ، دائمہ کلیہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب بالضرورۃ یا دائماً کل ج ب صادق ہوگا، تو دائماً لاشیء مما لیس ب ج (بھی صادق ہوگا) ورنہ تو بعض مالیس ب فہو ج بالفعل (صادق ہوگا) اور یہ اصل کے ساتھ بعض مالیس ب فہو ب بالضرورۃ نتیجہ دے گا، ضروریہ میں اور دائماً، دائمہ میں اور یہ محال ہے، اور بہر حال مشروطہ اور عرفیہ عامہ تو یہ دونوں عرفیہ عامہ کلیہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب بالضرورۃ یا دائماً کل ج ب مادام ج صادق ہے تو دائماً لاشیء مما لیس ب - مادام لیس ب (بھی صادق ہوگا) ورنہ تو بعض مالیس ب فہو ج حین ہو لیس ب (صادق ہوگا) اور یہ اصل کے ساتھ نتیجہ دے گا، بعض مالیس ب فہو ب حین ہو لیس ب اور یہ محال ہے۔ اور بہر حال خاتین تو یہ دونوں عرفیہ عامہ لا دائمہ فی البعض کی طرف منعکس ہوتے ہیں، بہر حال عرفیہ عامہ تو اس لئے کہ عاتین اس کو سترزم ہیں، اور بہر حال لا دوام فی البعض تو اس لئے کہ بعض مالیس ب فہو ج بالاطلاق العام صادق ہے، ورنہ تو لاشیء مما لیس ب ج دائماً (صادق ہوگا) پس یہ لاشیء من ج لیس ب دائماً کی طرف منعکس ہوگا، حالانکہ وہ حکم لا دوام لاشیء من ج ب بالفعل تھا، اور اس کو جو موضوع کی وجہ سے کل ج فہو لیس ب بالفعل لازم ہے (اور) یہ خلاف مفروض ہے۔

تشریح: جب ماتن عکس نقیض کی تعریف سے فارغ ہو گئے تو اب موجبات کے عکس نقیض کی تفصیل بیان کر رہے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ قضایا موجبہ میں سے سات قضیے ایسے ہیں جن کا عکس نقیض نہیں آتا، صرف چھ قضایا موجبہ موجبہ کا عکس نقیض آتا ہے، وہ قضایا جن کا عکس نقیض نہیں آتا وہ یہ ہیں: ۱- وقتیہ - ۲- منتشرہ - ۳- وجودیہ لا ضروریہ - ۴- وجودیہ لا دائمہ - ۵- ممکنہ عامہ - ۶- ممکنہ خاصہ - ۷- مطلقہ عامہ اور جن کا عکس نقیض آتا ہے وہ یہ ہیں: ۱- ضروریہ مطلقہ - ۲- دائمہ مطلقہ - ۳- مشروطہ عامہ - ۴- عرفیہ عامہ - ۵- مشروطہ خاصہ - ۶- عرفیہ خاصہ - چنانچہ ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ دونوں کا عکس نقیض دائمہ مطلقہ آتا ہے، اور مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ کا عکس نقیض عرفیہ عامہ آتا ہے، اور مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کا عکس نقیض عرفیہ عامہ لا دائمہ فی البعض آتا ہے، تفصیل شارح کی عبارت کی تشریح میں ملاحظہ فرمائیں۔

أَقُولُ عَلَى رَأْيِ الْمُتَأَخِّرِينَ حُكْمُ الْمُوجِبَاتِ فِيهِ حُكْمُ السَّوَالِبِ فِي الْعَكْسِ الْمُسْتَوِيِّ بِدُونِ الْعَكْسِ فَالْمُوجِبَاتُ إِنْ كَانَتْ كُلِّيَّةً فَالْسَّبْعُ الَّتِي لَا تَنْعَكِسُ سَوَالِبُهَا بِالْعَكْسِ الْمُسْتَوِيِّ لَا تَنْعَكِسُ بِعَكْسِ النَّقِیْضِ لِأَنَّ الْوَقْتِيَّةَ أَخْصَهَا وَهِيَ لَا تَنْعَكِسُ لِصِدْقِ قَوْلِنَا بِالْضَّرُورَةِ كُلِّ قَمَرٍ فَهُوَ لَيْسَ بِمُنْخَسِفٍ وَقَدْ التَّرْبِيعُ لَا دَائِمًا مَعَ كَذْبِ عَكْسِهِ وَهُوَ لَيْسَ بِبَعْضِ الْمُنْخَسِفِ بِقَمَرٍ بِالْإِمْكَانِ الْعَامِ لِمَا عَرَفْتُمْ أَنَّ كُلَّ مُنْخَسِفٍ قَمَرٍ بِالْضَّرُورَةِ وَإِذَا لَمْ تَنْعَكِسِ الْوَقْتِيَّةُ لَمْ يَنْعَكِسْ شَيْءٌ مِنَ السَّبْعِ لِأَنَّ غَدَمَ إِنْعِكَاسِ الْأَخْصِ يَسْتَلْزِمُ غَدَمَ إِنْعِكَاسِ الْأَعْمِ لِمَا مَرَّ غَيْرَ مَرَّةٍ.

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ متاخرین کی رائے پر موجبات کا حکم عکس نقیض میں عکس مستوی میں سوالب کے حکم کی طرح ہے، بغیر اس کے عکس کے پس موجبات اگر کلیہ ہوں تو وہ سات قضا یا جن کے سوالب عکس مستوی میں منعکس نہیں ہوتے وہ عکس نقیض میں منعکس نہ ہوں گے، اس لئے ان میں وقتیہ سب سے اخص ہے، اور وہ منعکس نہیں ہوتا، کیوں کہ ہمارا قول بالضرورۃ کل قمر فہو لیس بمنخسف وقت التربع لا دائماً صادق ہے، اس کے عکس کے کاذب ہونے کے ساتھ اور وہ لیس بعض المنخسف بقمر بالامکان العام ہے، کیوں کہ تو جان چکا ہے کہ ہر منخسف بالضرورۃ قمر ہے، اور جب وقتیہ منعکس نہیں ہوتا تو سات میں سے کوئی منعکس نہ ہوگا، اس لئے کہ اخص کا منعکس نہ ہونا اعم کے منعکس نہ ہونے کے مستلزم ہے جیسا کہ کئی مرتبہ گزر چکا۔

تشریح: شارح فرماتے ہیں کہ ماتن نے چونکہ متاخرین کے قول کے مطابق عکس نقیض کے احکام بیان کئے ہیں، اس لئے اب یہاں سے متاخرین کے قول کے مطابق عکس نقیض کے احکام کی تفصیل بیان کی جا رہی ہے، چنانچہ متاخرین نے ان کے احکام بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ عکس نقیض قضا یا موجبہ کا وہی حکم ہے جو عکس مستوی میں قضا یا موجبہ سالبہ کا حکم ہے، اور قضا یا موجبات سالبات میں سات یعنی وقتیہ، منتشرہ، وجودیہ لا ضروریہ، وجودیہ لا دائمہ، ممکنہ عامہ، ممکنہ خاصہ اور مظاہرہ عامہ کا عکس مستوی نہیں آتا ہے، لہذا مذکورہ قضا یا موجبات کا عکس نقیض نہیں آئے گا، دلیل یہ ہے کہ ان سات قضا یا میں وقتیہ سب سے اخص ہے، اور وہ اس کے عکس نقیض میں عکس نقیض کی شرط نہیں پائی جا رہی ہے، یعنی عکس نقیض کے لئے یہ شرط تھی کہ اگر اصل قضیہ صادق ہو تو اس کا عکس نقیض بھی صادق ہونا ضروری ہے، اور وقتیہ کا عکس نقیض صادق نہیں بلکہ کاذب ہے چنانچہ مثال سے سمجھئے، مثلاً بالضرورۃ کل قمر فہو لیس بمنخسف وقت التربع لا دائماً دیکھئے یہ قضیہ وقتیہ موجبہ کلیہ ہے، اور صادق ہے، لیکن اس کا عکس لیس بعض المنخسف بقمر بالامکان العام صادق نہیں، کاذب ہے، اس لئے کہ اس سے پہلے منضلاً بتایا جا چکا ہے کہ ہر منخسف ضروری طور پر قمر ہے، اور جب وقتیہ منعکس نہیں ہوتا تو باقی قضا یا بھی منعکس نہیں ہوں گے، دلیل یہ ہے کہ عکس قضیہ کے لئے لازم ہے، اور خاص عام کے لئے لازم ہے، اور لازم کا لازم، لازم ہوتا ہے، اور وقتیہ خاص ہے اور بقیہ قضا یا اعم ہیں اور خاص یعنی وقتیہ کا منعکس نہ ہونا اعم یعنی باقی قضا یا کے منعکس نہ ہونے کو لازم ہوگا، اور دلیل سے یہ بات کئی بار ثابت کی جا چکی ہے کہ وقتیہ منعکس نہیں ہوتا تو باقی قضا یا بھی منعکس نہ ہوں گے۔

وَالضَّرُورِيَّةُ وَالذَّائِمَةُ تَنعَكِسَانِ دَائِمَةً كَلِيَّةٌ لِأَنَّهُ إِذَا صَدَقَ بِالضَّرُورَةِ أَوْ دَائِمًا كُلُّ جَ بَ فَدَائِمًا لَا شَيْءَ مِمَّا لَيْسَ بَ جَ وَ إِلَّا فَبَعْضُ مَا لَيْسَ بَ جَ بِالْفِعْلِ وَ نَضْمُهُ إِلَى الْأَصْلِ وَ نَقُولُ بَعْضُ مَا لَيْسَ بَ جَ بِالْفِعْلِ وَ بِالضَّرُورَةِ أَوْ دَائِمًا كُلُّ جَ بَ يَنْتُجُ بَعْضُ مَا لَيْسَ بَ فَهُوَ بَ بِالضَّرُورَةِ إِنْ كَانَ الْأَصْلُ ضَرُورِيًّا أَوْ دَائِمًا إِنْ كَانَ دَائِمًا وَ إِنَّهُ مُحَ وَ الضَّرُورِيَّةُ لَا تَنعَكِسُ كَنَفْسِهَا لِأَنَّهُ يَصْدَقُ فِي الْمِثَالِ الْمَذْكُورِ بِالضَّرُورَةِ كُلُّ مَرَكُوبٍ زَيْدٍ فَرَسٌ مَعَ كَذِبٍ لَا شَيْءَ مِمَّا لَيْسَ بِفَرَسٍ مَرَكُوبٍ زَيْدٍ بِالضَّرُورَةِ لِصَدَقَ قَوْلُنَا بَعْضُ مَا لَيْسَ بِفَرَسٍ مَرَكُوبٍ زَيْدٍ بِالْإِمْكَانِ الْعَامِ وَ هُوَ الْجَمَارُ وَ الْمَشْرُوطَةُ وَالْعُرْفِيَّةُ الْعَامَّتَانِ تَنعَكِسَانِ عُرْفِيَّةٌ عَامَّةٌ كَلِيَّةٌ لِأَنَّا إِذَا قُلْنَا بِالضَّرُورَةِ أَوْ دَائِمًا كُلُّ جَ بَ مَا دَامَ جَ فَدَائِمًا لَا شَيْءَ مَا لَيْسَ بَ جَ مَا دَامَ لَيْسَ بَ وَ إِلَّا فَبَعْضُ مَا لَيْسَ بَ جَ حِينَ هُوَ لَيْسَ بَ وَ نَضْمُهُ إِلَى

الاصْل هَكَذَا بَعْضُ مَا لَيْسَ بِ جَ حِينَ هُوَ لَيْسَ بِ وَ بِالضَّرُورَةِ اَوْ دَائِمًا كُلُّ جَ بَ مَا دَامَ جَ يُنْتِجُ
بَعْضُ مَا لَيْسَ بِ بَ جَ حِينَ هُوَ لَيْسَ بِ وَ اِنَّهُ خُلِفَ وَ الْمَشْرُوطُ رَ الْعَرَفِيَّةُ الْخَاصَّةُ تَنْعَكِسَانِ عَرَفِيَّةِ
عَامَّةٍ لَا دَائِمًا فِي الْبَعْضِ فَاِنَّهُ اِذَا صَدَقَ بِالضَّرُورَةِ اَوْ دَائِمًا كُلُّ جَ بَ مَا دَامَ جَ لَا دَائِمًا فِدَائِمًا لَا شَيْءَ
مِمَّا لَيْسَ بِ جَ مَا دَامَ لَيْسَ بِ لَا دَائِمًا فِي الْبَعْضِ اَمَّا صِدْقُ قَوْلِنَا لَا شَيْءَ مِمَّا لَيْسَ بِ جَ مَا دَامَ لَيْسَ
بَ فَلَاِنَّهُ لَا زِمَ الْعَامَّتَيْنِ وَلَا زِمَ الْعَامَ لَا زِمَ لِلْخَاصِّ وَ اَمَّا اللَّادَوَامُ فِي الْبَعْضِ اَيُّ بَعْضُ مَا لَيْسَ بِ جَ
بِالِاطْلَاقِ الْعَامِّ فَلَاِنَّهُ لَوْلَا هَ لَصَدَقَ قَوْلُنَا لَا شَيْءَ مِمَّا لَيْسَ بِ جَ دَائِمًا فَتَنْعَكِسُ اِلَى قَوْلِنَا لَا شَيْءَ مِنْ
جَ لَيْسَ بِ دَائِمًا وَ قَدْ كَانَ بِحُكْمِ لَا دَوَامٍ الْاَصْلُ وَلَا شَيْءَ مِنْ جَ بَ بِالْفِعْلِ الْمُسْتَلَزِمِ لِقَوْلِنَا كُلُّ جَ
فَهُوَ لَيْسَ بِ بِالْفِعْلِ لِاسْتِلْزَامِ السَّالِبَةِ الْبَسِيطَةِ الْمُوجِبَةِ الْمَعْدُولَةِ الْمَحْمُولِ عِنْدَ وُجُودِ الْمَوْضُوعِ
الَّذِي هُوَ مُحَقَّقٌ هُنَا بِسَبَبِ اِيْجَابِ الْاَصْلِ لَكِنَّ كُلَّ جَ هُوَ لَيْسَ بِ بِالْفِعْلِ صَادِقٌ لِصِدْقِ مَلْزُومِهِ
فَيَكْذِبُ لَا شَيْءَ مِنْ جَ لَيْسَ بِ دَائِمًا فَيَكُونُ اللَّادَوَامُ فِي الْبَعْضِ حَقًّا.

ترجمہ: اور ضروریہ اور دائمہ یہ دونوں دائمہ کلیہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب بالضرورۃ یا دائماً
کل ج ب صادق ہوگا تو دائماً لا شئی مما لیس ب ج (بھی صادق ہوگا) ورنہ تو بعض مالیس ب ج بالفعل
صادق ہوگا اور ہم اس کو اصل کے ساتھ ملائیں گے اور کہیں گے بعض مالیس ب ج بالفعل و بالضرورۃ او
دائماً کل ج ب نتیجہ دے گا، بعض مالیس ب فہو ب بالضرورۃ اگر اصل ضروری ہو یا دائماً اگر اصل دائمی ہو
اور یہ محال ہے اور ضروریہ کنفسہا منعکس نہیں ہوتا اس لئے کہ مثال مذکور بالضرورۃ کل مرکوب زید فرس
صادق ہے، لا شئی مما لیس ب فرس مرکوب زید بالضرورۃ کے کاذب ہونے کے ساتھ کیوں کہ ہمارا قول
بعض مالیس ب فرس مرکوب زید بالامکان العام صادق ہے اور وہ حمار ہے، اور مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ
عرفیہ عامہ کلیہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں ان لئے جب ہم بالضرورۃ یا دائماً کل ج ب ما دام ج کہیں تو
دائماً لا شئی مما لیس ب ج ما دام لیس ب (اس کا عکس نقیض ہوگا اور وہ صادق ہے) ورنہ تو بعض مالیس ب
ج حین ہو لیس ب (صادق ہوگا) اور ہم اس کو اصل کے ساتھ ملا کر اس طرح (کہیں گے) بعض مالیس ب ج
حین ہو لیس ب و بالضرورۃ او دائماً کل ج ب ما دام ج نتیجہ دے گا بعض مالیس ب ب حین ہو
لیس ب اور یہ خلاف مفروض ہے۔ اور مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ، عرفیہ عامہ لا دائماً فی البعض کی طرف منعکس ہوتے
ہیں، اس لئے کہ جب بالضرورۃ یا دائماً کل ج ب ما دام ج لا دائماً صادق ہوگا تو دائماً لا شئی مما لیس
ب ج ما دام لیس ب لا دائماً فی البعض (بھی صادق ہوگا) بہر حال ہمارے قول لا شئی مما لیس ب ج
ما دام لیس ب کا تو صادق ہونا تو اس لئے کہ یہ عامتین کو لازم ہے، اور عام کا لازم خالص کا لازم ہے، اور بہر حال
لا دوام فی البعض یعنی بعض مالیس ب ج بالاطلاق العام (کا صادق ہونا) تو اس لئے کہ اگر یہ نہ ہو تو ہمارا
قول لا شئی مما لیس ب ج دائماً صادق ہوگا، پس یہ منعکس ہوگا ہمارے قول لا شئی من ج لیس ب دائماً کی
طرف حالانکہ بحکم لا دوام اصل لا شئی من ج ب بالفعل تھا جو ہمارے قول کل ج فہو لیس ب بالفعل کو مستلزم

ہے، کیوں کہ سالبہ بیٹھ موجب معدولہ المحمول کو سترم ہوتا ہے وجود موضوع کے وقت جو یہاں محقق ہے اصل کے موجب ہونے کے سبب سے، لیکن کل ج ہو لیس ب بالفعل صادق ہے، کیوں کہ اس کا لزوم صادق ہے، تو لاشی من ج لیس ب دائماً کاذب ہوگا، پس لا دوام فی البعض حق (صادق) ہوگا۔

تشریح: اس سے پہلے شارح ان قضایا موجبہ کو بیان کر رہے تھے جن کا عکس نقیض نہیں آتا اب یہاں سے ان قضایا موجبہ موجبہ کو بیان کر رہے ہیں جن کا عکس نقیض آتا ہے۔

ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ کا عکس نقیض دائمہ مطلقہ آتا ہے

شارح فرماتے ہیں کہ ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ موجبہ کلیہ کا عکس نقیض دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ آتا ہے، جیسے بالضروریہ یا دائماً کل ج ب دونوں قضیے صادق ہیں، ان کا عکس نقیض ہے دائماً لاشی ممالیس ب ج اور یہ بھی صادق ہے، اگر کوئی اس کو تسلیم نہ کرے تو ہم اس سے کہیں گے کہ آپ کو اس کی نقیض بعض مالیس ب ج بالفعل کو تسلیم کرنا پڑے گی، ورنہ تو ارتفاع نقیضین لازم آئے گا جو محال ہے، پھر ہم اس قضیہ کو اصل قضیہ کے ساتھ ملا کر شکل اڈل بنائیں گے، اور نقیض کو صغریٰ اور اصل قضیہ کو کبریٰ بنا کر اس طرح کہیں گے، بعض مالیس ب ج بالفعل، و بالضروریہ یا دائماً کل ج ب، حد اوسط ”ج“ کو گرانے کے بعد نتیجہ آئے گا، بعض مالیس ب فہو ب بالضروریہ اگر اصل قضیہ ضروریہ مطلقہ ہو، اور بعض مالیس ب فہو ب دائماً اگر اصل قضیہ دائمہ مطلقہ ہو، اور یہ نتیجہ محال ہے، اور یہ چونکہ ہمارا دعویٰ کہ ضروریہ موجبہ اور دائمہ کلیہ کا عکس نقیض سالبہ کلیہ دائمہ مطلقہ آتا ہے، نہ ماننے کی وجہ سے لازم آیا، اس لئے نقیض باطل اور ہمارا دعویٰ صحیح ہے۔

ضروریہ مطلقہ موجبہ کلیہ کا عکس نقیض ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ نہیں آتا

شارح فرماتے ہیں کہ ضروریہ مطلقہ موجبہ کلیہ کا عکس نقیض ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ نہیں آتا۔ دلیل یہ ہے کہ وہ فرض کو کہ زید بالفعل صرف گھوڑے کی سواری کرتا ہے، تو اس اعتبار سے بالضروریہ کل مرکوب زید بفرس صادق ہوگا اس کا عکس نقیض لاشی ممالیس بفرس مرکوب زید بالضروریہ کاذب ہوگا، اس لئے کہ اس کی نقیض بعض مالیس بفرس مرکوب زید بالامکان العام صادق ہے، اور بعض مرکوب ہمارے، اور جب اصل اور نقیض میں سے ایک صادق ہو تو دوسرا یقینی طور پر کاذب ہوگا، کیوں کہ اگر دونوں صادق ہو جائیں تو اجتماع نقیضین لازم آئے گا جو محال ہے، اور یہاں نقیض کو صادق مان لیا گیا ہے، لہذا لاشی ممالیس بفرس مرکوب زید بالضروریہ کاذب ہوگا، پس معلوم ہوا کہ ضروریہ مطلقہ موجبہ کلیہ کا عکس نقیض ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ نہیں آ سکتا۔

مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ کا عکس نقیض عرفیہ عامہ آتا ہے

والمشروطة والعرفیة العامتان الخ سے شارح فرماتے ہیں کہ مشروطہ عامہ موجبہ کلیہ اور عرفیہ عامہ موجبہ کلیہ کا عکس نقیض عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ آتا ہے، جیسے بالضروریہ یا دائماً کل ج ب مادام ج دیکھئے یہ دونوں قضیے صادق ہیں، ان کا عکس نقیض ہے لاشی ممالیس ب ج مادام لیس ب اور یہ بھی صادق ہے، اور اگر کوئی اس کو نہ مانے تو ہم اس سے کہیں گے کہ اس کی نقیض بعض مالیس ب ج حین ہو لیس ب آپ کو ماننی پڑے گی، ورنہ تو ارتفاع نقیضین لازم آئے گا جو محال ہے، پھر ہم اس نقیض کو اصل

قضیہ کے ساتھ ملا کر شکل بنائیں گے، نفیض صغریٰ اور اصل قضیہ کبریٰ بنا کر اس طرح کہیں گے بعض مالیس ب حین ہو لیس ب و بالضرورة یا دائماً کل ج ب مادام ج حد اوسط یعنی ”ج“ کو گرانے کے بعد نتیجہ آئے گا، بعض مالیس ب ب حین ہو لیس ب اور یہ نتیجہ محال ہے، اور یہ محال نفیض کی وجہ سے پیدا ہوا ہے، لہذا نفیض باطل اور اصل قضیہ کا عکس نفیض درست ہے۔

مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کا عکس نفیض

والمشروطة والعرفية الخاصتان الخ سے شارح فرماتے ہیں کہ مشروطہ خاصہ موجبہ کلیہ اور عرفیہ خاصہ موجبہ کلیہ کا عکس نفیض عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ لا دوام فی البعض آتا ہے، جیسے بالضرورة کل ج ب مادام ج لا دائماً (کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورة مادام کاتباً لا دائماً) دیکھئے یہ قضیہ مشروطہ خاصہ موجبہ کلیہ ہے اور صادق ہے، اس کا عکس نفیض ہے، دائماً لاشئ مما لیس ب ج مادام لیس ب لا دائماً فی البعض ای بعض مالیس ب ج بالاطلاق العام (دائماً لاشئ من لیس ب متحرک الاصابع بکاتب مادام لیس ب متحرک کاللاصابع لا دائماً فی البعض) ہے اور یہ بھی صادق ہے۔

چونکہ مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ میں اصل اور ان کا عکس نفیض دونوں مرکبہ ہیں، لہذا ان میں دو دو جزء ہیں، اصل قضیہ کے جزء اول عکس نفیض عرفیہ عامہ سالبہ آئے گا، اور اصل قضیہ کے جزء ثانی کا عکس نفیض لا دوام فی البعض یعنی مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ آئے گا، شارح عکس کے دونوں جزء کو الگ الگ ثابت کرتے ہیں۔

اما صدق قولنا لاشئ مما لیس الخ اس عبارت سے عکس کے جزء اول کو ثابت کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں مشروطہ خاصہ کے جزء اول کا عکس نفیض لاشئ مما لیس ب ج مادام لیس ب تو اس لئے صادق ہے کہ عرفیہ عامہ عاتین کو لازم ہے، یعنی جہاں عرفیہ عامہ صادق ہوگا وہاں مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ دونوں صادق ہوں گے، اور خاستین کے مقابلہ میں عاتین عام ہے، اور عام کا لازم خاص کا لازم ہوتا ہے، کیوں کہ قاعدہ ہے کہ لازم کا لازم، لازم ہوتا ہے، لہذا مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کے جزء اول کا عکس نفیض عرفیہ عامہ صادق ہوگا۔

واما اللادوام فی البعض الخ سے جزء ثانی کے عکس نفیض کو ثابت کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ لا دوام سے مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے، اور جزء اول چونکہ موجبہ ہے لہذا لا دوام سے سالبہ کلیہ کی طرف اشارہ ہوگا، یعنی لاشئ من ج ب بالفعل اور اس کا عکس نفیض ہوگا بعض مالیس ب ج بالفعل۔

فلانہ لولاه الخ سے شارح کہہ رہے ہیں کہ اگر اس کو نہیں پانتے تو ہم اس کی نفیض لاشئ مما لیس ب ج دائماً کو مانی پڑے گی، پھر ہم اس کا عکس مستوی نکالیں گے اور وہ ہوگا کہ لاشئ من ج لیس ب دائماً حالانکہ حکم لا دوام اصل قضیہ لاشئ من ج ب بالفعل تھا، اور عکس اصل قضیہ کے منافی ہے، کیوں کہ لا دوام اصل سے سالبہ بیٹہ مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہے، یعنی لاشئ من ج ب بالفعل جو کل ج فہو لیس ب بالفعل کو تسلزم ہے، دلیل یہ ہے کہ سالبہ بیٹہ وجود موضوع کے وقت موجبہ معدولہ المحمول کو تسلزم ہوا کرتا ہے، اور موضوع یہاں محقق ہے اس لئے کہ اصل موجبہ ہے، لیکن چونکہ کل ج ہو لیس ب بالفعل (کل کاتب فہو لا متحرک الاصابع بالفعل) صادق ہے، کیوں کہ اس کا ملزوم صادق ہے، تو نفیض اور عکس مستوی دونوں کاذب ہوں گے اور لا دوام فی البعض حق اور صادق ہوگا۔

قَالَ إِنْ كَانَتْ جُزْئِيَّةً فَالْخَاصَّتَانِ تَنْعَكِسَانِ عُرْفِيَّةً خَاصَّةً لِأَنَّهُ إِذَا صَدَقَ بِالضَّرُورَةِ أَوْ دَائِمًا بَعْضُ جَ بَ مَا دَامَ جَ لَا دَائِمًا وَجَبَ أَنْ يَصْدُقَ بَعْضُ مَا لَيْسَ بَ لَيْسَ جَ مَا دَامَ لَيْسَ بَ لَا دَائِمًا لِأَنَّا نَفَرِضُ ذَاتَ الْمَوْضُوعِ وَهُوَ جَ دَفَدَ لَيْسَ بَ بِالْفِعْلِ لِأَدْوَامِ ثُبُوتِ الْبَاءِ لَهُ وَ لَيْسَ جَ مَا دَامَ لَيْسَ بَ وَ إِلَّا لَكَانَ جَ حِينَ هُوَ لَيْسَ بَ فَلَيْسَ بَ حِينَ هُوَ جَ وَقَدْ كَانَ بَ مَا دَامَ جَ هَفَ وَ دَ جَ بِالْفِعْلِ وَ هُوَ ظَاهِرٌ فَبَعْضُ مَا لَيْسَ بَ لَيْسَ جَ مَا دَامَ لَيْسَ بَ لَا دَائِمًا وَ هُوَ الْمَطْلُوبُ وَ أَمَّا الْبَوَاقِي فَلَا تَنْعَكِسُ لِصِدْقِ قَوْلِنَا بَعْضُ الْحَيَوَانِ لَيْسَ بِإِنْسَانٍ بِالضَّرُورَةِ الْمُطْلَقَةِ وَ بَعْضُ الْقَمَرِ هُوَ لَيْسَ بِمُنْخَسِفٍ بِالضَّرُورَةِ الْوَقْتِيَّةِ دُونَ عَكْسِهَا بِأَعْيُنِ الْجِهَاتِ وَ مَتَى لَمْ تَنْعَكِسَا لَمْ يَنْعَكِسْ شَيْءٌ مِنْهَا لِمَا عَرَفْتُمْ فِي الْعَكْسِ الْمُسْتَوِيِّ.

ترجمہ: ماتن نے کہا اگر (موجہات جزئیہ) ہوں، تو خاصیتیں عرفیہ خاصہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب بالضرورۃ یا دائماً بعض ج ب ما دام ج لا دائماً صادق ہوگا، تو بعض ما لیس ب لیس ج ما دام لیس ب لا دائماً (بھی صادق ہوگا) اس لئے کہ ہم ذات موضوع یعنی ج کو ”د“ فرض کرتے ہیں تو د لیس ب بالفعل ہوگا اس کے لئے باء کے ثبوت کے لا دوام کی وجہ سے اور لیس ج ما دام لیس ب ہوگا ورنہ تو د ج ہوگا، لیس ب ہونے کے وقت، پس لیس ب ہوگا ج ہونے کے وقت حالانکہ وہ ب ما دام ج تھا (اور) یہ خلاف مفروض ہے۔ اور د ج بالفعل بھی ہوگا اور یہ ظاہر ہے، پس بعض ما لیس ب لیس ج ما دام لیس ب لا دائماً ہوگا اور یہ مطلوب ہے، اور بہر حال باقی تو وہ منعکس نہیں ہوتے اس لئے کہ ہمارا قول بعض الحيوان ليس بإنسان بالضرورة المطلقة اور بعض القمر هو ليس بمنخسف بالضرورة الوقتية صادق ہے نہ ان کا عکس جہات کے اعم ہونے کی وجہ سے اور جب یہ دونوں منعکس نہیں ہوتے تو ان میں سے کوئی بھی منعکس نہ ہوگا اس وجہ سے جو تو عکس متوی میں جان چکا۔

تشریح:۔ جب ماتن قضایا موجبہ کلیہ کے عکس نقیض کو بیان کر چکے تو اب یہاں سے موجبہ جزئیہ کے عکس نقیض کو بیان کر رہے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ قضایا موجبہ موجبہ جزئیہ میں سے صرف دو قضیوں کا عکس نقیض آتا ہے۔ (۱) مشروطہ خاصہ (۲) عرفیہ خاصہ، ان کے علاوہ گیارہ قضایا موجبہ موجبہ جزئیہ کا عکس نقیض بالکل نہیں آتا۔ ماتن نے اس مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کے عکس نقیض کو دلیل افتراض سے ثابت کیا ہے، اس کی تشریح شارح کی عبارت کی تشریح میں ملاحظہ فرمائیں:

فائدة: قوله هف، یہ هذا خلف کا مخفف ہے، اور خلف خلاف مفروض کا مخفف ہے۔

أَقُولُ الْخَاصَّتَانِ مِنَ الْمَوْجِبَاتِ الْجُزْئِيَّةِ تَنْعَكِسَانِ عُرْفِيَّةً خَاصَّةً لِأَنَّهُ إِذَا صَدَقَ بِالضَّرُورَةِ أَوْ دَائِمًا بَعْضُ جَ بَ مَا دَامَ جَ لَا دَائِمًا فَبَعْضُ مَا لَيْسَ بَ لَيْسَ جَ مَا دَامَ لَيْسَ بَ لَا دَائِمًا لِأَنَّا نَفَرِضُ ذَاتَ الْمَوْضُوعِ وَهُوَ جَ دَفَدَ لَيْسَ بَ بِالْفِعْلِ بِحُكْمِ لَا دَوَامِ الْأَصْلِ وَ دَ لَيْسَ جَ مَا دَامَ لَيْسَ بَ وَ إِلَّا لَكَانَ جَ فِي بَعْضِ أَوْقَاتٍ كَوْنِهِ لَيْسَ بَ فِي بَعْضِ أَوْقَاتٍ كَوْنِهِ جَ وَقَدْ كَانَ بَ فِي جَمِيعِ أَوْقَاتٍ كَوْنِهِ جَ هَذَا خُلْفٌ وَ دَ جَ بِالْفِعْلِ وَ هُوَ ظَنٌّ إِذَا صَدَقَ عَلَى ذَاتِهِ لَيْسَ بَ وَ أَنَّهُ لَيْسَ

جَ مَادَامَ لَيْسَ بَ فَبَعْضُ مَا لَيْسَ بَ لَيْسَ جَ مَادَامَ لَيْسَ بَ وَ هُوَ الْجُزْءُ الْأَوَّلُ مِنَ الْعَكْسِ وَإِذَا صَدَقَ عَلَيْهِ أَنَّهُ جَ بِالْفِعْلِ فَبَعْضُ مَا لَيْسَ بَ جَ بِالْفِعْلِ وَ هُوَ مَفْهُومُ اللَّادِوَامِ فَيَصْدُقُ الْعَكْسُ بِجُزْئِهِ وَ هُوَ الْمَط.

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ موجبات جزئیہ میں سے خاصیتیں عرفیہ خاصہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب بالضرورۃ یا دائماً بعض ج ب مَادَامَ ج لا دائماً صادق ہوگا، تو بعض مایس ب لیس ج مَادَامَ لیس ب (بھی صادق ہوگا) اس لئے کہ ہم ذات موضوع یعنی ج کو ”د“ فرض کرتے ہیں، تو ”د“ بحکم لادوام اصل لیس ب بالفعل ہوگا، اور د لیس ج مَادَامَ لیس ب ہوگا، ورنہ تو د ج ہوگا لیس ب ہونے کے بعض اوقات میں پس وہ لیس ب ہوگا ”ج“ ہونے کے بعض اوقات میں حالانکہ وہ ج ہونے کے تمام اوقات میں ب تھا، یہ خلاف مفروض ہے، اور د ج ہوگا بالفعل اور یہ ظاہر ہے، اور جب ”د“ پر یہ صادق ہوا کہ وہ لیس ج مَادَامَ لیس ب ہے تو بعض مایس ب لیس ج مَادَامَ لیس ہوگا، اور یہی عکس کا پہلا جزء ہے اور جب اس پر یہ صادق ہے کہ وہ ج بالفعل ہے تو بعض مایس ب ج بالفعل ہوگا، اور یہی لادوام کا مفہوم ہے، پس عکس اپنے دونوں جزؤں کے ساتھ صادق ہوگا، اور یہی مطلوب ہے۔

تشریح: ۱۔ شارح کہتے ہیں کہ قضایا موجبہ جزئیہ میں سے صرف دو ہی قضیوں کا عکس آتا ہے، اور وہ دو قضیے یہ ہیں: ۱۔ مشروطہ خاصہ ۲۔ عرفیہ خاصہ، ان دونوں کا عکس نقیض عرفیہ خاصہ سالبہ جزئیہ آتا ہے، اور اس کا عکس نقیض کو ثابت کرنے کے لئے ماتن نے دلیل افتراض جاری کیا ہے، جس کی تقریر یہ ہے کہ بالضرورۃ بعض ج ب مَادَامَ ج لا دائماً دیکھئے یہ قضیہ مشروطہ خاصہ موجبہ جزئیہ ہے، اور صادق ہے، اس کا عکس نقیض ہوگا بعض مایس لیس ب لیس ج مَادَامَ لیس ب لا دائماً ہم اصل قضیہ کے ذات موضوع یعنی ”ج“ کو ”د“ فرض کرتے ہیں اور لادوام سے چونکہ مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے، تو اصل قضیہ کے لادوام سے ”د“ لیس ب بالفعل ہوگا، اور یہ صادق ہوگا، اور اس کی نقیض د لیس ج مَادَامَ لیس ب بھی صادق ہوگی، اور اگر یہ صادق نہ ہو تو اس کی نقیض د ج فی بعض اوقات کونہ لیس ب صادق ہوگی اور اس کا عکس ہوگا د لیس ب فی بعض اوقات کونہ ج اور یہ عکس اصل قضیہ کے منافی ہے کیوں کہ اصل قضیہ یہ تھا کہ د ج کے تمام اوقات میں ب ہے، اور یہ قضیہ مفروض الصدق ہے لہذا نقیض اول عکس دونوں کاذب ہیں اور اصل قضیہ کا عکس نقیض د لیس ج مَادَامَ لیس ب صادق ہے، اور وصف عنوانی کی وجہ سے د ج بالفعل بھی صادق ہے، اور جب ”د“ پر لیس ب اور لیس ج مَادَامَ لیس ب صادق آیا، تو قضیہ بعض مایس ب لیس ج مَادَامَ لیس ب بھی صادق ہوگا، اور یہ عکس نقیض کا پہلا جزء ہے اور جب وصف عنوانی کی وجہ سے د پر ج بالفعل صادق ہے تو قضیہ بعض مایس ب ج بالفعل بھی صادق ہوگا، اور یہ لادوام کا مفہوم ہے، لہذا عکس نقیض کا دونوں جزء صادق ہو گیا، جو مطلوب ہے، تو معلوم ہوا کہ مشروطہ خاصہ موجبہ جزئیہ اور عرفیہ خاصہ موجبہ جزئیہ کا عکس نقیض سالبہ جزئیہ عرفیہ خاصہ آئے گا۔

وَأَمَّا الْمُوجِبَاتُ الْجُزْئِيَّةُ الْبَاقِيَّةُ فَلَا تَنْعَكِسُ لِأَنَّ الْوَقْفِيَّةَ أَخْصُ السَّبْعِ وَالضَّرُورِيَّةُ أَخْصُ الْأَرْبَعِ
الَّتِي هِيَ الدَّائِمَتَانِ وَالْعَامَتَانِ وَهُمَا لَا تَنْعَكِسَانِ أَمَّا الضَّرُورِيَّةُ فَلْيَصْدُقِ قَوْلُنَا بِالضَّرُورَةِ بَعْضُ

الْحَيَوَانُ هُوَ لَيْسَ بِإِنْسَانٍ يَدُونُ عَكْسِهِ وَهُوَ بَعْضُ الْإِنْسَانِ لَيْسَ بِحَيَوَانٍ بِالْإِمْكَانِ الْعَامِ لِصِدْقِ قَوْلِنَا كُلِّ إِنْسَانٍ حَيَوَانٌ بِالضَّرُورَةِ وَ أَمَّا الْوَقْتِيَّةُ فَلِأَنَّهُ يَصْدُقُ بَعْضُ الْقَمَرِ هُوَ لَيْسَ بِمُنْخَسِفٍ وَقْتُ التَّرْبِيعِ لِأَدَائِمًا مَعَ كَذِبِ بَعْضِ الْمُنْخَسِفِ لَيْسَ بِقَمَرٍ بِالْإِمْكَانِ الْعَامِ لِأَنَّ كُلَّ مُنْخَسِفٍ قَمَرٌ بِالضَّرُورَةِ وَمَتَى لَمْ تَنْعَكِسَا لَمْ يَنْعَكِسْ شَيْءٌ مِنَ الْمُوجِبَاتِ الْجُزْئِيَّةِ لِمَا عَرَفْتَ مَرَارًا.

ترجمہ: اور بہر حال باقی موجبہ جزئیہ تو وہ منعکس نہیں ہوتے، اس لئے کہ وقتیہ ساتوں سے اخص ہے، اور ضروریہ چار یعنی دائمین اور عامتین سے اخص ہے، اور یہ دونوں منعکس نہیں ہوتے، بہر حال ضروریہ تو اس لئے کہ ہمارا قول بالضرورۃ بعض الحيوان هو ليس بانسان صادق ہے، اس کے عکس کے بغیر، اور وہ بعض الانسان ليس بحيوان بالامكان العام ہے، کیوں کہ ہمارا قول کل انسان حيوان بالضرورۃ صادق ہے، اور بہر حال وقتیہ تو اس لئے کہ بعض القمر ليس بمنخسف وقت التربيع لا دائماً صادق ہے، بعض المنخسف ليس بقمر بالامكان العام کے کاذب ہونے کے ساتھ اس لئے کہ ہر مخفف بالضرورۃ قمر ہے، اور جب یہ دونوں منعکس نہیں ہوتے تو موجبات جزئیہ میں سے کوئی (بھی) منعکس نہ ہوگا، اس وجہ سے جو تم کئی بار جان چکے ہو۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے موجبات جزئیہ میں سے مشروط خاصہ اور عرفیہ خاصہ کے علاوہ کے عکس نقیض نہ آنے کی وجہ بیان کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں موجبہ مرکبہ میں سب سے اخص وقتیہ ہے، موجبہ سبطہ میں سب سے اخص ضروریہ مطلقہ ہے، اور ضروریہ مطلقہ اور وقتیہ دونوں کا عکس نقیض نہیں آتا، اور اخص کا منعکس نہ ہونا اعم کے منعکس نہ ہونے کو مستلزم ہے، لہذا مشروط خاصہ اور عرفیہ خاصہ کے علاوہ کسی بھی قضیہ موجبہ جزئیہ کا عکس نقیض نہیں آئے گا۔ شارح نے ضروریہ اور وقتیہ کے منعکس نہ ہونے کو مثال سے سمجھایا ہے، چنانچہ مثال دی ہے کہ دیکھو بالضرورۃ بعض هو ليس بانسان ضروریہ مطلقہ ہے اور صادق ہے، لیکن اس کا عکس نقیض بعض الانسان ليس بحيوان بالامكان العام صادق نہیں ہے، دلیل یہ ہے کہ اس کی نقیض کل انسان حيوان بالضرورۃ صادق ہے اور جب نقیض صادق ہے تو اصل یعنی موجبہ جزئیہ ضروریہ کا عکس نقیض ضرور کاذب ہوگا، ورنہ توا اجتماع نقیضین لازم آئے گا جو محال ہے، لہذا معلوم ہوا کہ لا ضروریہ مطلقہ موجبہ جزئیہ کا عکس نقیض نہیں آئے گا، اور وقتیہ کا عکس نقیض بھی اسی وجہ سے نہیں آتا ہے کہ اس کے عکس نقیض میں بقاء صدق کی شرط نہیں پائی جا رہی ہے، چنانچہ اس کو مثال سے سمجھئے، مثلاً بعض القمر هو ليس بمنخسف وقت التربيع لا دائماً دیکھئے یہ قضیہ وقتیہ موجبہ جزئیہ ہے اور صادق ہے، لیکن اس کا عکس نقیض بعض المنخسف ليس بقمر بالامكان العام کاذب ہے اس لئے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مخفف قمر نہیں ہے، حالانکہ ہر مخفف ضروری طور پر قمر ہے۔ اور جب یہی دونوں یعنی ضروریہ مطلقہ اور وقتیہ ہی کا عکس نقیض نہیں آتا ہے تو بقیہ کا کیسے آسکتا ہے، کیوں کہ یہ دونوں سب سے اخص ہیں اور اخص کا عدم انعکاس اعم کے عدم انعکاس کو لازم ہے، شارح نے لما عرفت مراراً سے اسی دلیل کی طرف اشارہ کیا ہے۔

فَقَالَ وَ أَمَّا السَّوَالِبُ كُلِّيَّةٌ كَانَتْ أَوْ جُزْئِيَّةٌ فَلَا تَنْعَكِسُ كُلِّيَّةٌ لِأَحْتِمَالِ كَوْنِ نَقِيضِ الْمُحْمُولِ أَعْمَ مِنَ الْمَوْضُوعِ وَ تَنْعَكِسُ الْخَاصَّتَانِ جُزْئِيَّةٌ مُطْلَقَةً لِأَنَّهُ إِذَا صَدَقَ بِالضَّرُورَةِ أَوْ دَائِمًا لَا شَيْءَ مِنْ جَبَّ مَا دَامَ جَ لَا دَائِمًا نَفَرَضُ الْمَوْضُوعَ ذَ فَهُوَ لَيْسَ بِ بِالْفِعْلِ وَ ذَ جَ فِي بَعْضِ أَوْقَاتٍ كَوْنَهُ لَيْسَ بِ

لأنه ليس بـ في جميع أوقات كونه ج فبعض مالم ليس بـ فهو ج في بعض أحيان ليس بـ وهو المدعى وأما الوقتين والوجودين فتعكس مطلقاً عامة لأنه إذا صدق لشيء من ج ب بإحدى هذه الجهات نفرض الموضوع د فهو ليس بـ و ج بالفعل لوجود الموضوع فبعض مالم ليس بـ فهو ج بالفعل وهو المطلوب وهكذا بين عكوس جزئياتها.

ترجمہ: ماتن نے کہا! اور بہر حال سوال کلیہ ہوں یا جزئیہ تو وہ کلیہ منعکس نہیں ہوتے کیوں کہ محمول کی نفیض کا موضوع سے اعم ہونے کا احتمال ہے، اور خاصیتیں حیثیہ مطلقہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب بالضرورت یا دائماً لاشیء من ج ب مادام ج لا دائماً صادق ہوگا تو ہم موضوع کو ”د“ فرض کریں گے، پس وہ لیس ب بالفعل ہے، اور د ج فی بعض اوقات کونہ لیس ب ہے، اس لئے کہ وہ لیس ب فی جميع اوقات کونہ ج تھا، پس بعض مالم لیس ب فهو ج فی بعض احيان لیس ب ہوگا، اور یہ مدعا ہے، اور بہر حال وقتین اور وجودتین تو یہ منعکس ہوتے ہیں مطلقہ عامہ کی طرف اس لئے کہ جب لاشیء من ج ب ان جهات میں سے کسی جہت کے ساتھ صادق ہوگا، تو ہم موضوع کو د فرض کریں گے، پس وہ لیس ب ہے، اور ج بالفعل ہے، وجود موضوع کی وجہ سے پس بعض مالم لیس ب فهو ج بالفعل ہوگا، اور یہی مطلوب ہے اور اسی طرح آپ انکے جزئیات کے عکس کو بیان کیجئے۔

تفسیر: اس سے پہلے ماتن موجبات کے عکس نفیض کو بیان کر رہے تھے اب یہاں سے سوال کے عکس نفیض کو بیان کر رہے ہیں، اور اس سے پہلے آپ کو یہ بتایا گیا تھا کہ عکس نفیض میں سوال کا وہی حکم ہے جو حکم عکس مستوی میں موجبات کا تھا، تو جس طرح موجب کا عکس مستوی کلیہ نہیں آتا بلکہ ہمیشہ جزئی ہی آتا ہے، اسی طرح سوال کا عکس نفیض کلیہ نہیں آئے گا۔ دلیل شرح میں آرہی ہے۔

أقول وأما السؤال فكلية كانت أو جزئية لم تنعكس كلية لإحتمال أن يكون نقیض المحمول أعم من الموضوع وإمتناع إيجاب الاختصاص لكل أفراد الأعم كقولنا لشيء من الإنسان بحجر فما ليس بحجر أعم من الإنسان فامتنع أن تنعكس إلى كل مالم ليس بحجر إنساناً وتنعكس الخاصتان حينئذ مطلقاً لأنه إذا صدق بالضرورة أو دائماً لشيء من ج ب أو ليس بعضه ب مادام ج لا دائماً فليصدق بعض مالم ليس بـ ج حين هو ليس بـ لأن ذات الموضوع موجودة لدلالة اللادوام عليه فلنفرضه د فليس بـ وهو مفهوم الجزء الأول و د ج في بعض أوقات كونه ليس بـ لأنه كان ليس بـ في جميع أوقات كونه ج وإذا صدق على د أنه ليس بـ وأنه ج في بعض أوقات كونه ليس بـ فبعض مالم ليس بـ ج حين هو ليس بـ وهو المدعى لهذا ما في الكتاب.

ترجمہ: میں کہتا ہوں: اور بہر حال سوال کلیہ ہوں یا جزئیہ، کلیہ منعکس نہیں ہوتے کیوں کہ محمول کی نفیض کا موضوع سے عام ہونے کا اور اعم کے ہر ہر فرد کے لئے اثبات اخص کے امتنع ہونا کا احتمال ہے، جیسے ہمارا قول لاشیء من الانسان بحجر پس مالم لیس بحجر انسان سے اعم ہے، پس اس کا کل مالم لیس بحجر انسان کی طرف منعکس ہونا امتنع ہے، اور خاصیتیں حیثیہ مطلقہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب بالضرورت یا دائماً

لاشی من ج ب یا لیس بعض ج ب مادام ج لادائماً صادق ہوگا، تو بعض مالیس ب ج حین ہو لیس ب صادق ہونا چاہئے، اس لئے کہ ذات موضوع موجود ہے لادوام کے اس پر دلالت کرنے کی وجہ سے، پس ہم اس کو "د" فرض کرتے ہیں تو د لیس ب ہے، اور جزاء اول کا مفہوم ہے اور د ج فی بعض اوقات کو نہ لیس ب ہے، اس لئے کہ وہ لیس ب فی جمیع اوقات کو نہ ج تھا اور جب "د" پر یہ صادق آیا کہ وہ لیس ب ہے، اور یہ صادق آیا کہ وہ ج فی بعض اوقات کو نہ لیس ب ہے، تو بعض مالیس ب ج حین ہو لیس ب ہوگا، اور یہی مدعا ہے، یہ تو وہ ہے جو کتاب میں ہے۔

تشریح: شارح کہتے ہیں کہ سوال خواہ کلیہ ہوں یا جزئیہ ان کا عکس نقیض جزئیہ ہی آتا ہے، کلیہ نہیں آتا کیوں کہ اگر اس کا عکس نقیض لایا جائے تو بھر عکس نقیض میں بقاء صدق کی شرط فوت ہو جاتی ہے، اور شرط اس وجہ سے فوت ہوتی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ موضوع سے محمول کی نقیض اعم ہو تو وہاں اصل قضیہ تو صادق ہوگا، لیکن عکس نقیض صادق نہ ہوگی اور چونکہ اخص کا اعم کے ہر ہر فرد کے لئے ثابت ہونا ممتنع ہے اس لئے سالبہ کلیہ کا عکس نقیض سالبہ کلیہ نہیں ہوگا، بلکہ کاذب ہوگا، حالانکہ عکس نقیض کا صادق ہونا ضروری ہے، جیسے لاشی من الانسان بحجر دیکھئے یہ اصل قضیہ ہے اور صادق ہے لیکن اس کا عکس نقیض صادق نہیں ہے، کیوں کہ اس قضیہ میں موضوع یعنی انسان اخص ہے اور محمول حجر کی نقیض مالیس بحجر ہے، جو اعم ہے اور جب اس کو موضوع بنا دیا جائے گا تو اس طرح ہو جائے گا، کل مالیس بحجر انسان جس سے خاص اعم کے ہر ہر فرد کے لئے ثابت ہوگا، حالانکہ خاص کا عام کے ہر ہر فرد کے لئے ثابت ہونا ممتنع ہے، ورنہ تو بیل، گدھا، بستر، چارپائی ہر ایک کا انسان ہونا لازم آئے گا کیوں کہ یہ سب کے سب مالیس بحجر ہیں، حالانکہ ان سب کا انسان ہونا ممتنع اور محال ہے، معلوم ہوا کہ سالبہ کلیہ کا عکس نقیض سالبہ کلیہ نہیں آ سکتا۔

مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ سالبہ کلیہ و جزئیہ کا عکس نقیض

شارح فرماتے ہیں کہ مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ سالبہ کلیہ کا عکس نقیض حیدیہ مطلقہ موجبہ آتا ہے، اور ماتن نے اس کو دلیل افتراض سے ثابت کیا ہے، اس لئے کہ اصل قضیہ کا جزاء اول اگرچہ سالبہ ہے جو موضوع کے موجود ہونے کا تقاضا نہیں کرتا ہے، لیکن دوسرے جزاء یعنی لادوام ذاتی سے موجبہ مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہے اور موجبہ موضوع کے وجود کا تقاضا کرتا ہے، لہذا جہاں مشروطہ خاصہ یا عرفیہ خاصہ صادق ہوگا تو وہاں موضوع موجود ہوگا تو اس موضوع کو ذات معین فرض کیا جائے گا، پس اس پر محمول کی نفی اور موضوع ثبوت دونوں صادق ہوں گے اور عکس نقیض حیدیہ مطلقہ صادق ہوگا، دلیل افتراض اس طرح جاری کی جائے گی۔ مثلاً بالضرورۃ لاشی من ج ب مادام ج لادائماً (بالضرورۃ لاشی من الکتاب بساکن الاصابع مادام کاتباً لادائماً) دیکھئے یہ قضیہ مشروطہ خاصہ سالبہ کلیہ ہے، اور صادق ہے، اور اس کا عکس نقیض موجبہ جزئیہ حیدیہ مطلقہ آئے گا، اور وہ ہے بعض مالیس ب ج حین ہو لیس ب (بعض مالیس بساکن الاصابع کاتب حین ہو لیس بساکن الاصابع) اور یہ بھی صادق ہے اور ہم اس کو دلیل افتراض سے ثابت کریں گے بایں طور کہ ذات موضوع یعنی "ج" کو "د" فرض کریں گے تو لیس ب ہوگا اور جزاء اول کا یہی مفہوم ہے اور "د، ب" نہ ہونے کے بعض اوقات میں "د" بھی ہوگا، اس لئے کہ وہ ج ہونے کے تمام اوقات میں لیس ب تھا، اور جب اس مفروضہ ذات معین یعنی "د" پر لیس ب اور ج فی بعض اوقات کو نہ لیس

ب دونوں صادق آئے تو بعض مالیس ب ج حین ہو لیس ب ہوگا، اور یہی مدعا ہے، لہذا مشروطہ خاصہ سالبہ کا عکس نقیض حیثیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ صادق ہے۔

ہذا مافی الکتاب شارح اس عبارت سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ماتن نے جو خاصیتیں کا عکس نقیض حیثیہ مطلقہ قرار دیا ہے، تقریر سابق اس کے مطابق ہے لیکن ہم اس سے متفق نہیں، متفق نہ ہونے کی وجہ شارح نے والصواب سے بیان کیا ہے، جس کی تشریح عنقریب آرہی ہے۔

فائدہ: ماتن و شارح نے سالبہ کلیہ کے کلیہ منعکس نہ ہونے کی جو دلیل بیان کی ہے کہ ہو سکتا ہے محمول کی نقیض موضوع سے اعم ہو تو اس وقت عکس نقیض صادق نہ ہوگا، بلکہ کاذب ہوگا، حالانکہ عکس نقیض کا صادق ہونا ضروری ہے۔ تو اسی دلیل پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب محمول کی نقیض موضوع سے اعم نہ ہو بلکہ اخص یا مساوی ہو تو عکس نقیض موجبہ کلیہ صادق ہونا چاہئے کیوں کہ عکس کے بعد اخص یا مساوی موضوع ہو جائے گا، اور اخص یا مساوی پر اعم کا کلیہ صدق صحیح ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عکس نقیض چونکہ قضیہ کو لازم ہوتا ہے، اس لئے بعض مادوں میں صدق کافی نہیں، اور ایک مادہ میں عدم صادق سے لزوم باطل ہو جائے گا، لہذا سالبہ کلیہ عکس نقیض کی صورت میں بھی موجبہ کلیہ نہیں آئے گا۔

وَالصَّوَابُ أَنَّهُمَا تَنَعَّكَسَانِ حِينَئِذٍ لَا دَائِمَةً أَمَّا الْحَيِّثِيَّةُ فَلَمَّا ذُكِّرْنَا وَ أَمَّا اللَّادَوَامُ فَلِأَنَّهُ يَصْدُقُ عَلَى دَائِمَةٍ لَيْسَ جَ بِالْفِعْلِ وَالْأَلْكَانَ جَ دَائِمًا فَيَكُونُ لَيْسَ بَ دَائِمًا لِلدَّوَامِ سَلْبُ الْبَاءِ بِدَوَامِ الْجِيمِ وَقَدْ كَانَ لَا دَائِمًا هَذَا خُلِفَ وَإِذَا صَدَقَ عَلَى دَائِمَةٍ لَيْسَ دَ وَأَنَّهُ لَيْسَ جَ بِالْفِعْلِ صَدَقَ بَعْضُ مَا لَيْسَ بَ لَيْسَ جَ بِالْفِعْلِ وَهُوَ مَفْهُومُ اللَّادَوَامِ وَأَمَّا الْوَقْتِيَّتَانِ وَالْوُجُودِيَّتَانِ فَتَنَعَّكَسَانِ مُطْلَقَةً عَامَّةً لِأَنَّهُ إِذَا صَدَقَ لَا شَيْءَ مِنْ جَ بَ أَوْ لَيْسَ بَعْضُهُ بَ لَا دَائِمًا بِأَحَدِي هَذِهِ الْجِهَاتِ وَجَبَ أَنْ يَصْدُقَ بَعْضُ مَا لَيْسَ بَ جَ بِالِاطْلَاقِ الْعَامِّ لِأَنَّا نَفَرِضُ الْمَوْضُوعَ دَ قَدْ لَيْسَ بَ وَهُوَ مَفْهُومُ الْجُزْءِ الْأَوَّلِ وَ دَ جَ بِالْفِعْلِ بِحُكْمِ اللَّادَوَامِ فَبَعْضُ مَا لَيْسَ بَ جَ بِالِاطْلَاقِ وَهُوَ الْمَطْلُوبُ وَأَنَّمَا لَمْ يَتَعَدَّ قَيْدُ اللَّادَوَامِ وَالْإِلْضْرُورَةُ إِلَى الْعَكْسِ لِجَوَازِ أَنْ يَكُونَ جَ ضَرُورِيًّا لَهُ فَلَا يَصْدُقُ دَ لَيْسَ جَ بِالِامْكَانِ كَقَوْلِنَا لَيْسَ بَعْضُ الْإِنْسَانِ بِكَاتِبٍ لَا بِالضَّرُورَةِ مَعَ كَذِبِ بَعْضِ الْكَاتِبِ إِنْسَانٌ لَا بِالضَّرُورَةِ لِأَنَّ كُلَّ كَاتِبٍ إِنْسَانٌ بِالضَّرُورَةِ.

ترجمہ: اور درست یہ ہے کہ دونوں حیثیہ لادائمہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں، بہر حال حیثیہ تو اس وجہ سے جو ہم نے ذکر کی اور بہر حال لادوام تو اس لئے کہ ”د“ پر لیس ج بالفعل ہونا صادق ہے ورنہ تو د ج دائمًا ہوگا، پس وہ لیس ب دائمًا بھی ہوگا، دوام جیم کے ساتھ سلب باء کے دوام کی وجہ سے حالانکہ وہ (لیس ب) لا دائمًا تھا، یہ خلاف مفروض ہے اور جب ”د“ پر یہ صادق ہے کہ وہ لیس ج بالفعل ہے تو مالیس ب لیس ج بالفعل صادق ہوگا، اور یہی لادوام کا مفہوم ہے۔ اور بہر حال وقتین اور وجودیتین تو یہ دونوں مطلقہ عامہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب لاشی من ج ب یا لیس بعض ج ب لا دائمًا ان جہات میں سے کسی جہت کے ساتھ صادق ہوگا، تو

بعض مالیس ب ج بالاطلاق العام کا صادق ہونا ضروری ہے، اس لئے کہ ہم موضوع کو ”د“ فرض کرتے ہیں، پس د لیس ب ہے، اور یہی جزء اول کا مفہوم ہے، اور د ج بالفعل ہے، بحکم لا دوام، پس بعض مالیس ب ج بالاطلاق ہوگا، اور یہی مطلوب ہے، اور لا دوام اور لا ضرورۃ کی قید عکس کی طرف متعدی نہیں ہوتی اس لئے کہ ”د“ کے لئے ”ج“ کا ضروری ہونا ممکن ہے، پس د لیس ج بالا مکان صادق نہ ہوگا، جیسے ہمارا قول لیس بعض الانسان بلاکتاب لا بالضرورۃ (صادق ہے) اس کا عکس نفیض بعض الکتاب انسان لا بالضرورۃ کاذب ہے اس لئے کہ ہر کتاب انسان ہے بالضرورۃ۔

تشریح: والصواب الخ سے شارح یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ مشروطہ خاصہ سالبہ اور عرفیہ خاصہ سالبہ کا عکس نفیض ماتن نے اگرچہ حیدہ مطلقہ قرار دیا ہے، مگر یہ صحیح اور درست نہیں ہے، درست یہ ہے کہ ان کا عکس نفیض حیدہ لا دائمہ ہے، حیدہ لا دائمہ چونکہ مرکبہ ہے اس میں دو جزء ہیں، حیدہ مطلقہ کو تو ماتن نے ثابت کر دیا ہے لہذا اس کو ثابت کرنے کی ضرورت نہیں، دوسرا جزء لا دوام ہے جس سے مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہے، شارح اس کو دلیل خلف سے ثابت کر رہے ہیں، کہ اگر آپ عکس نفیض مطلقہ عامہ کو تسلیم نہیں کرتے تو آپ کو اس کی نفیض دائمہ مطلقہ تسلیم کرنی پڑے گی، حالانکہ یہ نفیض لا دوام اصل کے منافی کوستلزم ہوگی، اور چونکہ لا دوام اصل مفروض الصدق ہے لہذا نفیض سے خلاف مفروض لازم آئے گا، جو باطل ہے، لہذا نفیض باطل ہو جائے گی، اور مطلقہ عامہ جو مطلوب ہے ثابت ہو جائے گا۔ شارح کی عبارت کو اب حل کیجئے، شارح کہتے ہیں کہ لا دائمہ یعنی د لیس ج بالفعل صادق ہے اگر کوئی اس کو صادق نہ مانے تو اس کو اس کی نفیض د ج دائما کو صادق ماننا ہوگی، تو د لیس ب دائما بھی ہوگا، کیوں کہ جب داگی طور پر وہ ج ہے تو داگی طور پر ”ب“ کا سلب ہوگا، اور حالانکہ وہ لیس ب لا دائما تھا۔ اور یہاں لیس ب دائما ہونا لازم آ رہا ہے، جو خلاف مفروض ہے، اور جب ”د“ پر لیس د اور لیس ج بالفعل صادق ہے تو بعض مالیس لیس ج بالفعل صادق ہوگا، اور یہی لا دوام کا مفہوم ہے، لہذا خاصتین کا عکس نفیض حیدہ لا دائمہ آئے گا۔

وقتین اور جودیتین کا عکس نفیض

شارح فرماتا ہے: تہذیب لفظی، منتشرہ، وجودیہ لا ضروریہ، وجودیہ لا دائمہ ان چاروں قضایا کا عکس نفیض مطلقہ عامہ آتا ہے، اور اس کو دلیل اختراش سے ثابت کرتے ہیں، یعنی جب موضوع کو ذات معین فرض کیا جائے گا تو اس پر سلب محمول صادق آئے گا، جو عکس نفیض کا جزء اول ہے، اور چونکہ وصف عنوانی کا صدق بالفعل ہوتا ہے لہذا اس پر موضوع بالفعل صادق ہوگا، یہ عکس نفیض کا جزء ثانی ہے، پس عکس نفیض کا دونوں جزء ثابت ہو گیا اور یہی مطلوب ہے، اس کو مثال سے سمجھئے، لائشی من ج بالفعل لا دائما (لا لائشی من الکتاب بساکن الاصابع بالفعل لا دائما) دیکھئے یہ قضیہ وجودیہ لا دائمہ ہے اور صادق ہے، اس کا عکس نفیض بعض مالیس ب ج بالاطلاق العام (بعض مالیس بساکن الاصابع کاتب بالاطلاق العام) اور یہ بھی صادق ہے، لہذا ہم اس قضیہ کو ”د“ فرض کرتے ہیں تو د لیس ب ہے، اور یہی جزء اول کا مفہوم ہے، اور د ج بالفعل ہے، کیوں کہ لا دوام سے مطلقہ عامہ موجب کی طرف اشارہ ہوگا، پس بعض مالیس ب ج بالاطلاق العام (بعض مالیس بساکن الاصابع کاتب بالاطلاق العام) اور یہ بھی صادق ہے، لہذا معلوم ہوا کہ وقتین اور جودیتین کا عکس نفیض مطلقہ عامہ آتا ہے۔

وإنما لم يتعد قيد اللادوام الخ اس عبارت سے شارح نے ایک اشکال کا جواب دیا ہے، اشکال یہ ہوتا ہے کہ جب دو قیمن اور وجودیتین چاروں قیضیہ مرکبہ ہیں تو ان کا عکس نقیض مطلقہ عامہ کیوں آتا ہے جو بیضیہ ہو، دوسرا جزء جو لادوام یا لاضرورۃ ہے ان کا عکس نقیض کیوں نہیں آتا تا کہ عکس نقیض بھی مرکبہ ہو؟ جواب کا حاصل یہ ہے کہ ممکن ہے کہ وصف عنوانی بعض مادوں میں ضروری ہو تو ایسے مادوں میں سلب موضوع بالامکان صادق نہیں ہو سکتا، لہذا عکس نقیض میں ممکنہ عامہ صادق نہ ہوگا، اور جب ممکنہ جوامم القضا یا ہے صادق نہ ہوگا، تو کوئی عکس نقیض صادق نہ ہوگا، مثلاً لیس بعض الانسان بلا کتاب لاضرورۃ وجودیہ لاضروریہ ہے اور صادق ہے، لیکن اس کا عکس نقیض بعض الکتاب انسان لا بالضرورۃ کاذب ہے کیوں کہ اس کا قیضیہ سے لازم آرہا ہے کہ بعض کا انسان ہونا ضروری نہیں ہے حالانکہ ہر کتاب کا انسان ہونا ضروری ہے، انسان کے علاوہ بیل، گدھا وغیرہ کا جب نہیں ہو سکتے، تو چونکہ جزء ثانی کا عکس نقیض لانے کی وجہ سے عکس نقیض کا کاذب ہونا لازم آرہا ہے، حالانکہ عکس نقیض کا صادق ہونا ضروری ہے، لہذا جزء ثانی کا عکس نقیض نہیں آئے گا۔ اور جب جزء ثانی کا عکس نقیض نہیں آئے گا تو مذکورہ چاروں مرکبہ کا عکس نقیض بیضیہ یعنی مطلقہ عامہ موجبہ آئے گا۔ فافہم و تدبر و تفکر۔

فَقَالَ وَ أَمَّا بَوَاقِي السُّوَالِبِ وَ الشَّرْطِيَّاتِ مُوجِبَةً كَانَتْ أَوْ سَالِيَةً فَغَيْرُ مَعْلُومَةٍ الْإِنْعِكَاسِ لَعَدَمِ الظَّفَرِ بِالْبُرْهَانِ أَقُولُ مِنَ النَّاسِ مَنْ ذَهَبَ إِلَى إِنْعِكَاسِ السُّوَالِبِ الْبَاقِيَةِ وَ الشَّرْطِيَّاتِ أَمَّا إِنْعِكَاسُ الْفِعْلِيَّاتِ مِنْهَا فَلِأَنَّهُ إِذَا صَدَقَ لَا شَيْءٌ مِنْ جَ بٍ بِالْإِطْلَاقِ الْعَامِ فَبَعْضُ مَا لَيْسَ بِ جٍ بِالْإِطْلَاقِ الْعَامِ وَ إِلَّا فَلَا شَيْءٌ مِمَّا لَيْسَ بِ جٍ دَائِمًا فَلَا شَيْءٌ مِنْ جَ لَيْسَ بِ دَائِمًا وَيَلْزَمُهُ كُلُّ جَ بٍ دَائِمًا وَ قَدْ كَانَ لَا شَيْءٌ مِنْ جَ بٍ بِالْإِطْلَاقِ هَذَا خُلِفَ وَ أَمَّا إِنْعِكَاسُ الْمُمَكِّنَتَيْنِ فَلِأَنَّا إِذَا قُلْنَا لَا شَيْءٌ مِنْ جَ بٍ بِالْإِمْكَانِ الْخَاصِّ فَبَعْضُ مَا لَيْسَ بِ جٍ بِالْإِمْكَانِ الْعَامِ وَ إِلَّا فَلَا شَيْءٌ مِمَّا لَيْسَ بِ جٍ بِالْإِضْرُورَةِ فَلَا شَيْءٌ مِنْ جَ لَيْسَ بِ بِالْإِضْرُورَةِ وَيَلْزَمُهُ كُلُّ جَ بٍ بِالْإِضْرُورَةِ وَ هُوَ يُنَافِي الْأَصْلَ وَ أَمَّا إِنْعِكَاسُ الشَّرْطِيَّةِ الْمُوجِبَةِ فَلِأَنَّهُ إِذَا صَدَقَ كُلَّمَا كَانَ أَبَ فَجَ دَ فَلَيْسَ الْبَيِّنَةُ إِذَا لَمْ يَكُنْ جَ دَ كَانَ أَبَ وَ إِلَّا فَقَدْ يَكُونُ إِذَا لَمْ يَكُنْ جَ دَ كَانَ أَبَ وَ هُوَ مَعَ الْأَصْلِ يُنتِجُ قَدْ يَكُونُ إِذَا لَمْ يَكُنْ جَ دَ فَجَ دَ وَ أَنَّهُ مُحْ أَوْ يَنْعَكِسُ بِالْعَكْسِ الْمُسْتَوِيِّ إِلَى قَوْلِنَا قَدْ يَكُونُ إِذَا كَانَ أَبَ لَمْ يَكُنْ جَ دَ فَيَكُونُ أَبَ مَلْزُومًا لِلنَّقِيضَيْنِ وَ أَمَّا إِنْعِكَاسُ الشَّرْطِيَّةِ السَّالِيَةِ فَلِأَنَّهُ إِذَا قُلْنَا لَيْسَ الْبَيِّنَةُ إِذَا كَانَ أَبَ فَجَ دَ فَقَدْ يَكُونُ إِذَا لَمْ يَكُنْ جَ دَ فَابَ وَ إِلَّا فَلَيْسَ الْبَيِّنَةُ إِذَا لَمْ يَكُنْ جَ دَ فَابَ فَقَدْ لَا يَكُونُ إِذَا كَانَ أَبَ لَمْ يَكُنْ جَ دَ وَيَلْزَمُهُ قَدْ يَكُونُ إِذَا كَانَ أَبَ فَجَ دَ وَ هُوَ يُنَافِي الْأَصْلَ.

ترجمہ: ماتن نے کہا! اور بہر حال باقی سوالب اور شرطیات موجبہ ہوں یا سالیہ وہ سب غیر معلوم الانعکاس ہیں۔ برہان و دلیل پر کامیاب نہ ہونے کی وجہ سے، میں کہتا ہوں کہ بعض لوگ سوالب باقیہ اور شرطیات کے انعکاس کی طرف گئے ہیں۔ بہر حال ان میں سے فعلیات کا منعکس ہونا تو اس لئے کہ جب لاشی من ج ب بالاطلاق العام صادق ہوگا تو بعض ما لیس ب ج بالاطلاق العام (بھی صادق ہوگا) ورنہ تو لاشی من ج لیس ب ج دائمًا

(صادق ہوگا) پس لاشی من ج لیس ب دائماً ہوگا، جس کو کل ج ب دائماً لازم ہے، حالانکہ وہ لاشی من ج ب بالاطلاق تھا، اور یہ خلاف مفروض ہے۔ اور بہر حال ممکنین کا منعکس ہونا تو اس لئے کہ جب ہم کہیں لاشی من ج ب بالامکان الخاص، تو بعض ما لیس ب ج بالامکان العام ہوگا، ورنہ تو لاشی من ج لیس ب بالضرورة ہوگا، پس لاشی من ج لیس ب بالضرورة ہوگا، اور اس کو کل ج ب بالضرورة لازم ہے، اور یہ اصل کے منافی ہے اور بہر حال شرطیہ موجبہ کا منعکس ہونا تو اس لئے کہ جب کلمہ کان اب فج د صادق ہوگا، تو لیس البتہ اذا لم یکن ج د کان اب (صادق ہوگا) ورنہ تو قد یكون اذا لم یکن ج د کان اب (صادق ہوگا) اور یہ اصل کے ساتھ نتیجہ دے گا، قد یكون اذا لم یکن ج د فج د، اور یہ محال ہے، یا عکس مستوی کی صورت میں ہمارے قول قد یكون اذا کان اب لم یکن ج د کی طرف منعکس ہوگا، پس اب ملزوم نقیضین ہوگا، اور بہر حال شرطیہ سالبہ کا منعکس ہونا تو اس لئے کہ جب ہم کہیں لیس البتہ اذا کان اب فج د تو قد یكون اذا لم یکن ج د فاب ہوگا، ورنہ تو لیس البتہ اذا لم یکن ج د فاب ہوگا، پس قد لا یكون اذا کان اب لم یکن ج د ہوگا، اور اس کو قد یكون اذا کان اب فج د لازم ہے، اور یہ اصل کے منافی ہے۔

تشریح: باتن نے سوالب موجبہ میں سے صرف چھ مرکبات یعنی شروط خاصہ، عرفیہ خاصہ، وقتیہ، منتشرہ، وجودیہ لازمیہ اور وجودیہ لادائمہ کا عکس نقیض بیان کیا ہے، ان کے علاوہ بقیہ یعنی ممکنہ خاصہ اور چھ سالبہ بسیطہ، ضروریہ مطلقہ، دائمہ مطلقہ، مشروطہ عامہ، عرفیہ عامہ اور مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ کا عکس نقیض بیان نہیں کیا ہے، اسی طرح شرطیات کا بھی عکس نقیض بیان نہیں کیا، ان سب کے متعلق باتن فرماتے ہیں کہ یہ تمام خواہ موجبہ ہوں یا سالبہ ان کے عکس نقیض کا مجھے علم نہیں ہے کیوں کہ اس کے عکس نقیض آنے کے سلسلے میں مجھے کوئی ایسی دلیل نہ مل سکی جو ان کے عکس نقیض کو ثابت کرے، اس لئے ممکنہ خاصہ کے علاوہ چھ سالبہ بسیطہ ہیں جن کے صادق ہونے کے لئے خارج میں موضوع کا تحقق ضروری نہیں ہے، جب ایسی بات ہے تو ذات موضوع فرض کر کے اس کو کوئی وصف ثابت نہیں کیا جاسکتا، پس اس پر دلیل افتراض جاری نہیں ہو سکتی، اور کوئی دوسری دلیل مثبت معلوم نہیں اور بعض لوگوں نے اس کا عدم انعکاس نقیض لازم آنے کی وجہ سے ثابت کیا ہے، شارح فرماتے ہیں کہ بعض مناطقہ کے نزدیک ان سب کا عکس نقیض آتا ہے، جس کو انہوں نے دلائل سے ثابت کیا ہے۔ چنانچہ شارح نے ان کے قول کے مطابق ان سب کا عکس نقیض اور عکس نقیض کے اثبات کی دلیل بیان کی ہے، پھر ان حضرات کے پیش کردہ دلائل کو ناقض قرار دے کر باتن کے قول کو محقق کیا ہے۔

فعلیات کا عکس نقیض

أما انعکاس الفعلیات الخ فعلیات سے مراد، مشروطہ عامہ، عرفیہ عامہ اور مطلقہ عامہ ہیں، شارح نے مطلقہ عامہ کا عکس نقیض دلیل سے ثابت کیا ہے، اور اس کے انعکاس سے پانچ قضا یا فعلیہ میں انعکاس ثابت ہو جائے گا کیوں کہ عکس قضیہ کے لئے لازم ہوتا ہے، اور عام خاص کے لئے لازم ہوتا ہے، اور چونکہ لازم کا لازم، لازم ہوتا ہے، اس لئے بقیہ کے لئے بھی عکس ثابت ہو جائے گا۔ اور مطلقہ عامہ تمام قضا یا میں اعم ہے اور جب اس کا عکس نقیض ثابت ہو جائے گا تو بقیہ قضیہ کا عکس نقیض بھی ثابت ہو جائے گا۔ چنانچہ شارح کہتے ہیں کہ بعض مناطقہ کے نزدیک مطلقہ عامہ سالبہ کا عکس نقیض مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ آتا ہے، اور انہوں نے اس کو

دلیل عکس سے ثابت کیا ہے، چنانچہ اس کو مثال سے سمجھئے، لاشی من ج ب بالاطلاق العام، دیکھئے یہ قضیہ مطلقہ عامہ سالبہ ہے اور صادق ہے، اس کا عکس نقیض مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ ہے اور وہ ہے بعض مالیس ب ج بالاطلاق العام، اگر کوئی اس کو تسلیم نہ کرے تو اس کی نقیض لاشی ممالیس ب ج دائماً کو تسلیم کرنی پڑے گی، اور پھر اس کا عکس نکالا جائے گا اور وہ ہوگا، لاشی من ج لیس ب دائماً اور اس کو کل ج ب دائماً لازم ہے، اور یہ نقیض کا جو عکس نکالا گیا ہے یہ عکس اصل قضیہ لاشی من ج ب بالاطلاق کے منافی ہے، اور چونکہ اصل قضیہ مفروضہ الصدق ہے، اس لئے یہ عکس خلاف مفروض ہوگا، لہذا نقیض اور عکس دونوں باطل ہوں گے اور اصل قضیہ کا عکس نقیض صادق ہوگا۔

ممکنہ عامہ اور ممکنہ خاصہ کا عکس نقیض

ممکنہ عامہ اور ممکنہ خاصہ کا عکس نقیض ممکنہ عامہ آتا ہے اور اس کو دلیل عکس سے ثابت کیا ہے، وہ اس طرح کہ اگر عکس نقیض ممکنہ عامہ صادق نہ ہو تو اس کی نقیض ضروریہ مطلقہ صادق ہوگی، لہذا اس کی نقیض کا عکس بھی صادق ہونا چاہئے، حالانکہ یہ عکس موجبہ ضروریہ کو مستلزم ہے جو اصل قضیہ کے منافی ہے لہذا نقیض اور اس کا عکس دونوں کاذب ہوں گے اور عکس نقیض ممکنہ عامہ جو مدعا ہے صادق ہوگا۔ اس کو مثال سے سمجھئے جیسے لاشی من ج ب بالامکان الخاص (لاشی من الانسان بضاحک بالامکان الخاص) دیکھئے یہ قضیہ ممکنہ خاصہ سالبہ ہے جو صادق ہے اس کا عکس نقیض ہے بعض مالیس ب ج بالامکان العام اور صادق ہے، اگر کوئی اس کو صادق نہ مانے تو اس کی نقیض لاشی ممالیس ب ج بالضروریہ اس کو صادق ماننی پڑے گی پھر اس نقیض کا عکس نکالا جائے گا اور وہ ہوگا لاشی من ج لیس ب بالضروریہ اور یہ عکس موجبہ ضروریہ کل ج ب بالضروریہ کو مستلزم ہے، جو اصل قضیہ لاشی من ج ب بالامکان الخاص کے منافی ہے لہذا یہ عکس اور نقیض دونوں باطل ہوں گے اور اصل قضیہ کا عکس نقیض ممکنہ عامہ صادق ہوگا۔

شرطیہ موجبہ کا عکس نقیض

شرطیہ متصلہ موجبہ کلیہ کا عکس نقیض شرطیہ متصلہ سالبہ کلیہ آتا ہے اور اس عکس نقیض کو دلیل خلف اور دلیل عکس سے ثابت کیا ہے، اولاً دلیل خلف جاری کی جاتی ہے، بغور سنیں، اس کی تقریر یہ ہے کہ جب کلاماً کان اب فج د یہ شرطیہ کلیہ موجبہ ہے، اس کا عکس نقیض ہے لیس البتہ إذا لم یکن ج د کان اب، اگر یہ عکس نقیض صادق نہ ہوگا تو اس کی نقیض قد یکن إذا لم یکن ج د کان اب، پھر ہم اس نقیض کو اصل قضیہ کے ساتھ ملا کر شکل ترتیب دیں گے، اور نقیض کو مغرئی اور اصل قضیہ کو کبریٰ بنا کر اس طرح کہیں گے، قد یکن إذا لم یکن ج د کان اب و کلاماً کان اب فج د نتیجہ ہوگا، قد یکن إذا لم یکن ج د فج د اور یہ نتیجہ محال ہے، لہذا عکس نقیض صادق ہے، اور نقیض باطل ہے، اور دلیل عکس کی تقریر یہ ہوگی کہ نقیض کا عکس مستوی نکالا جائے گا، اور وہ ہوگا، قد یکن إذا کان اب لم یکن ج د، اور مقدم چونکہ ملزوم ہوتا ہے، لہذا اب نقیضین کا ملزوم ہوگا اور نقیضین کا ملزوم ہونا محال ہے، لہذا یہ عکس باطل ہے، اور عکس نقیض صادق اور درست ہے۔

شرطیہ متصلہ سالبہ کلیہ کا عکس نقیض

شرطیہ متصلہ سالبہ کلیہ کا عکس نقیض شرطیہ متصلہ موجبہ جزئیہ آتا ہے، شارح نے اس کو دلیل عکس سے ثابت کیا ہے، اس کی

اللاحی جماد یا محمول کا (جزء) ہو، جیسے الجماد لا عالم، یا ایک ساتھ دونوں کا (جزء) ہو تو قضیہ کا نام معدولہ رکھا جاتا ہے، موجب ہو یا سالبہ، اور اگر ان دونوں میں سے کسی کا بھی جزء نہ ہو تو اس کا نام محصلہ رکھا جاتا ہے، اگر موجب ہو، اور سلب (نام رکھا جاتا ہے، اگر قضیہ) سالبہ ہو۔

تشریح: یہاں سے ماتن نے تیسری بحث شروع کی ہے، اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ قضیہ حملیہ میں حرف سلب کبھی قضیہ کا جزء ہوتا ہے، اور کبھی جزء نہیں ہوتا، تو حرف سلب کے قضیہ کا جزء ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے قضیہ حملیہ کی دو قسمیں ہیں (۱) معدولہ (۲) غیر معدولہ، اگر حرف سلب قضیہ کا جزء ہو تو وہ معدولہ ہے، اور جزء نہ ہو تو وہ غیر معدولہ ہے، پھر حرف سلب یا تو موضوع کا جزء ہوگا یا محمول کا یا دونوں کا اگر حرف سلب موضوع کا جزء ہو تو اس کو معدولۃ الموضوع کہتے ہیں، اور اگر محمول کا جزء ہو تو اس کو معدولۃ المحمول کہتے ہیں، اور اگر موضوع و محمول دونوں کا جزء ہو تو اس کو معدولۃ الطرفین کہتے ہیں، پھر قضیہ معدولہ کی مذکورہ تینوں قسموں میں سے ہر ایک یا تو موجب ہوگا یا سالبہ، پس قضیہ معدولہ کی کل چھ قسمیں ہو گئیں، اور اگر حرف سلب موضوع یا محمول میں سے کسی کا بھی جزء نہ ہو تو اگر قضیہ موجب ہو تو اس کو محصلہ کہتے ہیں، اگر سالبہ ہو تو اس کو سلب کہتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی تشریح مع مثال ”اقول“ کی تشریح میں ملاحظہ فرمائیں۔

أَقُولُ الْقَضِيَّةُ إِمَّا مَعْدُولَةٌ أَوْ مُحَصَّلَةٌ لِأَنَّ حَرْفَ السَّلْبِ إِمَّا أَنْ يَكُونَ جُزْءَ الشَّيْءِ مِنَ الْمَوْضُوعِ أَوْ الْمَحْمُولِ أَوْ لَا يَكُونَ فَإِنْ كَانَ جُزْءَ الشَّيْءِ فَإِمَّا مِنَ الْمَوْضُوعِ كَقَوْلِنَا أَلَّا حَيٌّ جَمَادٌ أَوْ مِنَ الْمَحْمُولِ كَقَوْلِنَا الْجَمَادُ لَا عَالِمَ أَوْ مِنْهُمَا جَمِيعًا كَقَوْلِنَا أَلَّا حَيٌّ لَا عَالِمَ سُمِّيَتْ الْقَضِيَّةُ مَعْدُولَةٌ مُوجِبَةٌ كَانَتْ أَوْ سَالِبَةً أَمَّا الْأُولَى فَمَعْدُولَةٌ الْمَوْضُوعِ وَ أَمَّا الثَّانِيَةُ فَمَعْدُولَةٌ الْمَحْمُولِ وَ أَمَّا الثَّالِثَةُ فَمَعْدُولَةٌ الطَّرْفَيْنِ وَ إِنَّمَا سُمِّيَتْ مَعْدُولَةٌ لِأَنَّ حَرْفَ السَّلْبِ كَلَيْسَ وَ غَيْرَ وَ لَا إِنَّمَا وَضَعْتُ فِي الْأَصْلِ لِلْسَّلْبِ وَ الرَّفْعِ فَإِذَا جُعِلَ مَعَ غَيْرِهِ كَشَيْءٍ وَاحِدٍ يَثْبُتُ لَهُ شَيْءٌ أَوْ هُوَ لَشَيْءٍ آخَرَ أَوْ يَسْلُبُ عَنْهُ أَوْ هُوَ عَنْ شَيْءٍ آخَرَ فَقَدْ عُدَّ بِهِ عَنْ مَوْضُوعِهِ الْأَصْلِيِّ إِلَى غَيْرِهِ وَ إِنَّمَا أَوْرَدَ لِلأُولَى وَ الثَّانِيَةِ مِثَالًا دُونَ الثَّالِثَةِ لِأَنَّهُ قَدْ عَلِمَ مِنَ الْمِثَالِ الْأَوَّلِ الْمَوْضُوعُ الْمَعْدُولُ وَ مِنَ الْمِثَالِ الثَّانِي الْمَحْمُولُ الْمَعْدُولُ فَقَدْ عَلِمَ مِثَالُ مَعْدُولَةِ الطَّرْفَيْنِ بِجَمِيعِهَا مَعًا.

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ قضیہ یا تو معدولہ ہوگا یا محصلہ، اس لئے کہ حرف سلب یا تو موضوع یا محمول میں سے کسی کا جزء ہوگا یا نہیں ہوگا، پس اگر کسی کا جزء ہو یا تو موضوع کا (جزء ہوگا) جیسے ہمارا قول اللاحی جماد (بے جان جماد ہے) یا محمول کا (جزء ہوگا) جیسے ہمارا قول الجماد لا عالم (جماد غیر عالم ہے) یا ساتھ ساتھ دونوں کا (جزء ہوگا) جیسے ہمارا قول اللاحی لا عالم (بے جان غیر عالم ہے) تو قضیہ کا نام معدولہ رکھا جاتا ہے، خواہ موجب ہو یا سالبہ بہر حال اول تو وہ معدولۃ الموضوع ہے، اور بہر حال دوم تو وہ معدولۃ المحمول ہے اور بہر حال سوم تو وہ معدولۃ الطرفین ہے، اور معدولہ نام اس لئے رکھا گیا کہ حرف سلب جیسے ”لیس غیر اور لا اصل میں سلب اور رفع کے لئے وضع کیے گئے ہیں، پس جب اس کو غیر کے ساتھ ملا کر شئی واحد کے مثل قرار دیکر اس کے لئے کسی شئی کو یا خود اس کو کسی دوسری شئی کے لئے ثابت کیا جاتا ہے یا اس سے کسی شئی کو یا خود اس کو دوسری شئی سے سلب کیا جاتا ہے، تو وہ اس کی وجہ سے اپنے موضوع اصلی

سے اس غیر کی طرف عدول کیا جاتا ہے، اور بلاشبہ ماتن نے پہلے اور دوسرے قضیہ کی مثال بیان کی ہے، نہ کہ تیسری کی، اس لئے کہ پہلی مثال سے موضوع کا معدول ہونا اور دوسری مثال سے محمول کا معدول ہونا معلوم ہو گیا اور ان دونوں کے ملانے سے معدولۃ الطرفین کی مثال (بھی) معلوم ہو گئی۔

تشریح: شارح کہتے ہیں کہ قضیہ کی دو قسمیں ہیں: ۱- معدولہ ۲- غیر معدولہ، پھر معدولہ کی چھ قسمیں ہیں، اور غیر معدولہ کی دو قسمیں ہیں، متن کی تشریح کے ذیل میں اجمالی طور پر میں نے ان کو بیان کر دیا ہے لہذا معدولہ کے اقسام ستہ میں سے ہر ایک کی تعریف اور مثال یہاں ذکر کی جاتی ہے، اگلی عبارت میں غیر معدولہ کی اقسام ذکر کی جائیں گی۔

قضیہ موجبہ معدولۃ الموضوع: وہ قضیہ موجبہ ہے جس میں حرف نفی موضوع کا جزء ہو، جیسے اللاحی جماد (بے جان جماد ہے) دیکھئے اس مثال میں ”حسی“ موضوع ہے اور ”لا“ حرف نفی اس کا جزء بن رہا ہے، اور حرف نفی کے جزء بننے کا مطلب یہ ہے کہ یہ قضیہ حرف نفی پر مشتمل ہونے کے باوجود موجبہ ہی رہے گا، سالبہ نہیں بنے گا، اور ترجمہ کیا جائے گا کہ غیر جاندار جماد ہے۔ یہ ترجمہ نہیں کیا جائے گا، کہ نہیں ہے جاندار جماد، لہذا معلوم ہوا کہ اس قضیہ میں ”حسی“ سے جماد کی نفی نہیں کی جا رہی ہے، بلکہ ”لا حسی“ پر جماد کا حمل ہو رہا ہے، لہذا یہ قضیہ معدولۃ الموضوع موجبہ کہلائے گا۔

قضیہ موجبہ معدولۃ المحمول: وہ قضیہ موجبہ ہے جس میں حرف سلب محمول کا جزء ہو، جیسے زید لا عالم، دیکھئے اس مثال میں ”لا“ حرف نفی عالم کا جزء بن رہا ہے، اور عالم محمول ہے، لہذا یہ قضیہ موجبہ معدولۃ المحمول کہلائے گا۔

قضیہ موجبہ معدولۃ الطرفین: وہ قضیہ موجبہ ہے جس میں حرف سلب موضوع اور محمول دونوں کا جزء ہو، جیسے اللاحی لا عالم دیکھئے اس مثال میں پہلا ”لا“ ”حسی“ کا جزء بن رہا ہے اور دوسرا ”لا“ عالم کا جزء بن رہا ہے، اور حسی موضوع ہے اور عالم محمول ہے، لہذا یہ قضیہ معدولۃ الطرفین کہلائے گا۔

قضیہ سالبہ معدولۃ الموضوع: وہ قضیہ ہے جس میں دو حرف سلب ہوں ایک موضوع کا جزء بنے اور ایک نفی کا معنی دے، جیسے اللاحی لیس بعالم، (غیر جاندار عالم نہیں ہے) دیکھئے اس مثال میں پہلا ”لا“ حرف سلب موضوع یعنی ”حسی“ کا جزء بن رہا ہے اور دوسرا حرف سلب یعنی ”لیس“ نفی کے معنی دے رہا ہے، لہذا یہ قضیہ سالبہ معدولۃ الموضوع کہلائے گا۔

قضیہ سالبہ معدولۃ المحمول: وہ قضیہ سالبہ ہے جس میں دو حرف سلب ہوں، ایک نفی کا معنی دے اور دوسرا محمول کا جزء بنے، جیسے العالم لیس بلا حسی (عالم غیر جاندار نہیں ہے) دیکھئے اس مثال میں ”لیس“ سلب کے معنی دے رہا ہے، اور ”لا“ حسی کا جزء بن رہا ہے جو کہ محمول ہے لہذا یہ قضیہ سالبہ معدولۃ المحمول کہلائے گا۔

قضیہ سالبہ معدولۃ الطرفین: وہ قضیہ سالبہ ہے جس میں تین حرف سلب ہوں، جن میں سے ایک تو سلب کے لئے لایا گیا ہو اور ایک موضوع کا جزء بن رہا ہو، اور ایک محمول کا، جیسے اللاحی لیس بلا جماد، (غیر جاندار غیر جماد نہیں ہے) دیکھئے اس مثال میں تین حرف سلب ہیں، ایک ”لیس“ اور دو ”لا“ لیس کو تو سلب کے معنی دینے کے لئے لایا گیا ہے، اور ایک ”لا“ حسی کا جزء بن رہا ہے، جو کہ موضوع ہے اور ایک ”لا“ جماد کا جزء بن رہا ہے، جو کہ محمول ہے، لہذا یہ قضیہ سالبہ معدولۃ الطرفین کہلائے گا۔

معدولہ کی وجہ تسمیہ: ان قضایا کو معدولۃ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ معدولہ عدول سے مشتق ہے اور عدول کے معنی

اور اگر حکم افراد خارجیہ اور مقدرہ دونوں کو شامل ہو، تو وہاں قضیہ خارجیہ اور حقیقیہ دونوں صادق ہوں گے، جیسے کل انسان حیوان اس میں حیوانیت کا حکم انسان کے ان افراد کے لئے بھی ثابت ہے، جو اس وقت موجود ہیں، اور ان کے لئے بھی جو قیامت تک پیدا ہوں گے، یہ مادہ اجتماعیہ ہے۔

فَالْوَ عَلَىٰ هَذَا فَقَسُ الْمَحْصُورَاتِ الْبَاقِيَّةِ أَقُولُ لَمَّا عَرَفْتُ مَفْهُومَ الْمَوْجِبَةِ الْكُلِّيَّةِ أَفْهَمْتُكَ أَنَّ تَعْرِفَ مَفْهُومَ بَاقِي الْمَحْصُورَاتِ بِالْقِيَاسِ عَلَيْهِ فَإِنَّ الْحُكْمَ فِي الْمَوْجِبَةِ الْجُزْئِيَّةِ عَلَىٰ بَعْضِ مَا عَلَيْهِ الْحُكْمُ فِي الْمَوْجِبَةِ الْكُلِّيَّةِ فَلَا مَوْرُ الْمُعْتَبَرَةِ ثَمَّةَ بِحَسَبِ الْكُلِّ مُعْتَبَرَةٌ هُنَا بِحَسَبِ الْبَعْضِ وَمَعْنَى السَّالِبَةِ الْكُلِّيَّةِ رَفْعُ الْإِيجَابِ عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ وَاحِدٍ وَ السَّالِبَةِ الْجُزْئِيَّةِ رَفْعُ الْإِيجَابِ عَنْ بَعْضِ الْأَحَادِ فَكَمَا أُغْتَبِرَتِ الْمَوْجِبَةُ الْكُلِّيَّةُ بِحَسَبِ الْحَقِيقَةِ وَالْخَارِجِ كَذَلِكَ تُغْتَبَرُ الْمَحْصُورَاتُ الْآخَرُ بِالْإِغْتِبَارَيْنِ وَقَدْ تَقَدَّمَ الْفَرْقُ بَيْنَ الْكُلِّيَّتَيْنِ وَأَمَّا الْفَرْقُ بَيْنَ الْجُزْئِيَّتَيْنِ فَهُوَ أَنَّ الْجُزْئِيَّةَ الْحَقِيقِيَّةَ أَعْمُ مُطْلَقًا مِنَ الْخَارِجِيَّةِ لِأَنَّ الْإِيجَابَ عَلَىٰ بَعْضِ الْأَفْرَادِ الْخَارِجِيَّةِ إِيْجَابٌ عَلَىٰ بَعْضِ الْأَفْرَادِ الْحَقِيقِيَّةِ مُطْلَقًا بِذَوْنِ الْعَكْسِ وَعَلَىٰ هَذَا يَكُونُ السَّالِبَةُ الْكُلِّيَّةُ الْخَارِجِيَّةُ أَعْمُ مِنَ السَّالِبَةِ الْكُلِّيَّةِ الْحَقِيقِيَّةِ لِأَنَّ نَقِيضَ الْأَخْصِ أَعْمُ مِنْ نَقِيضِ الْأَعْمِ مُطْلَقًا وَ بَيْنَ السَّالِبَتَيْنِ الْجُزْئِيَّتَيْنِ مُبَايَنَةٌ جُزْئِيَّةٌ وَ ذَلِكَ ظَاهِرٌ.

ترجمہ: ماتن نے کہا اور اسی پر باقی محصورات کو قیاس کر لیجئے، میں کہتا ہوں کہ جب تو نے موجبہ کلیہ کا مفہوم جان لیا تو اسی پر قیاس کر کے باقی محصورات کا مفہوم جاننا میرے لئے ممکن ہے، کیونکہ موجبہ جزئیہ میں حکم ان افراد محصورات کے بعض پر ہوتا ہے، جن پر موجبہ کلیہ میں حکم ہوتا ہے، تو جو امور وہاں بحسب الكل معتبر ہیں وہ یہاں بحسب البعض معتبر نہیں، اور سالبہ کلیہ کے معنی ہر واحد سے رفع ایجاب ہے، اور سالبہ جزئیہ کے معنی بعض افراد سے رفع ایجاب ہے، تو جس طرح موجبہ کلیہ کا حقیقت اور خارج دونوں لحاظ سے اعتبار کیا گیا ہے، اسی طرح دیگر محصورات کا دونوں لحاظ سے اعتبار کیا جائے گا، اور دو کلیوں کے درمیان فرق تو پہلے گزر چکا، اور بہر حال دو جزیوں کے درمیان فرق تو یہ ہے کہ جزیہ حقیقیہ جزیہ خارجیہ سے اعم مطلق ہے، کیونکہ بعض افراد خارجیہ پر ایجاب، بعض افراد حقیقیہ پر مطلقا ایجاب ہے، عکس کے بغیر اور سالبہ کلیہ خارجیہ، سالبہ کلیہ حقیقیہ سے اعم ہوگا اس لئے کہ اخص کی نقیض اعم کی نقیض سے اعم مطلق ہوتی ہے، اور دو سالبہ جزیہ کے درمیان مباہنت جزیہ ہے، اور یہ ظاہر ہے۔

تشریح - اس سے قبل موجبہ کلیہ حقیقیہ اور خارجیہ کے درمیان نسبت کا بیان تھا، اب یہاں سے شارح موجبہ جزیہ حقیقیہ اور خارجیہ، سالبہ کلیہ حقیقیہ اور خارجیہ، سالبہ جزیہ حقیقیہ اور خارجیہ کے درمیان نسبت بیان کر رہے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ گزشتہ قسالم میں محصورات اربعہ میں سے آپ کو موجبہ کلیہ کا مفہوم معلوم ہو گیا تو اسی پر قیاس کر کے باقی محصورات یعنی موجبہ جزیہ، سالبہ کلیہ اور سالبہ جزیہ کا مفہوم بھی آپ بھی معلوم کر سکتے ہیں، کیونکہ جن افراد پر موجبہ کلیہ میں حکم ہوتا ہے، انھیں میں سے بعض افراد پر موجبہ جزیہ میں حکم ہوتا ہے، لہذا جن امور کا لحاظ موجبہ کلیہ بحسب الحقیقت والخارج میں کل افراد کے اعتبار سے ہوا ہے، انھیں امور کا لحاظ موجبہ جزیہ بحسب الحقیقت والخارج میں بعض افراد کے اعتبار سے ہوگا۔

موجبہ جزئیہ حقیقیہ اور خارجیہ کے درمیان نسبت: ان دونوں کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، موجبہ جزئیہ حقیقیہ اعم مطلق ہے اور موجبہ خارجیہ اخص مطلق ہے، کیونکہ جب موجبہ جزئیہ خارجیہ کے بعض افراد پر حکم صادق ہوگا، تو وہاں جزئیہ حقیقیہ اور خارجیہ دونوں صادق ہوں گے، اور جب بعض افراد مقدرہ پر حکم صادق ہوگا تو وہاں صرف موجبہ جزئیہ حقیقیہ صادق ہوگا، جزئیہ خارجیہ صادق نہیں ہوگا۔

سالہ کلیہ حقیقیہ اور خارجیہ کے درمیان نسبت: جزئیہ حقیقیہ اور خارجیہ کے درمیان نسبت کے بیان سے فارغ ہو کر اب شارح ان کی نقیضیں یعنی سالہ کلیہ اور سالہ جزئیہ کے درمیان نسبت بیان کر رہے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ سالہ کلیہ حقیقیہ اور سالہ کلیہ خارجیہ کے درمیان بھی عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، سالہ کلیہ حقیقیہ اخص مطلق ہے اور سالہ کلیہ خارجیہ اعم مطلق ہے، کیونکہ اس سے پہلے آپ کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ جن دو کلیوں کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہوتی ہے، ان کی نقیضیں کے درمیان بھی عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہوتی ہے، البتہ اتنا فرق ہوتا ہے کہ اعم کی نقیض اخص اور اخص کی نقیض اعم ہو جاتی ہے، اور موجبہ جزئیہ حقیقیہ اعم مطلق ہے اس لئے ان کی نقیضیں میں معاملہ اس کے برعکس ہو جائے گا، موجبہ جزئیہ خارجیہ جو کہ اخص مطلق ہے اس کی نقیض سالہ کلیہ اعم مطلق ہوگی، اور موجبہ جزئیہ حقیقیہ جو کہ اعم مطلق ہے، اس کی نقیض سالہ کلیہ حقیقیہ اخص مطلق ہوگی، اب عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ جس مادہ میں قضیہ حقیقیہ صادق نہیں ہوگا، اس مادہ میں قضیہ خارجیہ بھی صادق نہیں ہوگا، یہ مادہ اجتماعیہ ہو، لیکن جہاں قضیہ خارجیہ صادق نہ ہو وہاں قضیہ حقیقیہ کا عدم صدق ضروری نہیں، بلکہ وہ صادق ہو سکتا ہے، یہ مادہ افتراقیہ ہو۔

سالہ جزئیہ حقیقیہ اور خارجیہ کے درمیان نسبت: شارح فرماتے ہیں کہ سالہ جزئیہ حقیقیہ اور سالہ جزئیہ خارجیہ کے درمیان تباین جزئی کی نسبت ہے، کیونکہ ان دونوں کی نقیضیں یعنی موجبہ کلیہ حقیقیہ اور موجبہ کلیہ خارجیہ کے درمیان عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے، اور یہ بات آپ کو معلوم ہو چکی ہے کہ عموم و خصوص من وجہ کی نقیض کے درمیان تباین جزئی ہوتا ہے، اور آپ کو یہ بات بھی معلوم ہو چکی ہے کہ تباین جزئی کا مطلب یہ ہے کہ کبھی ان کے درمیان تباین کلی ہوتا ہے، اور کبھی عموم و خصوص من وجہ، لیکن وہ بات یہاں ذہن سے نکال دیجئے، یہاں تباین جزئی صرف عموم و خصوص من وجہ کو شامل ہے، تباین کلی کو یہاں شامل نہیں ہے۔

اب نسبت کی وضاحت سنئے کہ بعض وہ مادہ جہاں بعض افراد مقدرہ اور خارجیہ دونوں سے حکم کی نفی کی گئی ہو تو وہاں سالہ جزئیہ حقیقیہ اور خارجیہ دونوں صادق ہوں گے، یہ مادہ اجتماعیہ ہو، اور اگر کوئی ایسا مادہ ہو کہ جس میں صرف بعض افراد مقدرہ سے حکم کی نفی کی گئی ہو، تو وہاں صرف سالہ جزئیہ حقیقیہ صادق ہوگا، سالہ جزئیہ خارجیہ صادق نہیں ہوگا، یہ ایک مادہ افتراقیہ ہو، اور اگر کوئی ایسا مادہ ہو کہ جس میں صرف بعض افراد خارجیہ سے حکم کی نفی کی گئی ہو، تو وہاں صرف سالہ جزئیہ خارجیہ صادق ہوگا، سالہ جزئیہ حقیقیہ صادق نہیں ہوگا، یہ دوسرا مادہ افتراقیہ ہے۔

قَالَ الْبَحْثُ الثَّالِثُ فِي الْعُدُولِ وَ التَّحْصِيلِ حَرْفُ السَّلْبِ إِنْ كَانَ جُزْءٌ مِنَ الْمَوْضُوعِ كَقَوْلِنَا اللَّاحِظُ جَمَادٍ أَوْ مِنَ الْمَحْمُولِ كَقَوْلِنَا الْجَمَادُ لَا عَالِمَ أَوْ مِنْهُمَا جَمِيعًا سُمِّيَتْ الْقَضِيَّةُ مَعْدُولَةً مُوجِبَةً كَانَتْ أَوْ سَالِبَةً وَإِنْ لَمْ يَكُنْ جُزْءٌ لِشَيْءٍ مِنْهُمَا سُمِّيَتْ مُحْصَلَةً إِنْ كَانَتْ مُوجِبَةً وَ بَسِيطَةً إِنْ كَانَتْ سَالِبَةً.

ترجمہ: ماتن نے کہا ہے کہ تیسری بحث عدول اور تحصیل (کے بیان) میں ہے، حرف سلب اگر موضوع کا جزء ہو جیسے

طرفین کا، پس بے شک ہمارا قول ”کل مالیس بحی فہو لا عالم“ موجب ہے، باوجودیکہ اس کی دونوں طرفین عدمی ہیں، اور ہمارا قول، ”لاشی من المتحرک بساکن“ سالبہ ہے باوجودیکہ اس کی دونوں طرفین وجودی ہیں، میں کہتا ہوں کہ بسا اوقات وہم اس طرف جاتا ہے کہ ہر وہ قضیہ جو حرف سلب پر مشتمل ہو، وہ سالبہ ہوتا ہے، اور جب ماتن نے ذکر کیا ہے کہ قضیہ معدولہ حرف سلب پر مشتمل ہے اور اس کے باوجود وہ کبھی موجب ہوتا ہے اور کبھی سالبہ، تو اس نے ایجاب اور سلب کے معنی ذکر کر دیئے تاکہ اشتباہ مرتفع ہو جائے۔ پس تحقیق کہ آپ جان چکے ہیں کہ ایجاب نسبت کا ایقاع ہے، اور سلب نسبت کا رفع ہے، تو قضیہ کے موجبہ اور سالبہ ہونے میں صرف نسبت کے ایقاع اور اس کے رفع کا اعتبار ہے، نہ کہ اس کی طرفین کا، لہذا جب نسبت واقع ہو تو قضیہ موجبہ ہوگا، اگرچہ اس کی طرفین عدمی ہوں، جیسے ہمارا قول کل مالیس بحی فہو لا عالم، کیوں کہ اس میں ”لا عالمیت“ کے ثبوت کا حکم ہر اس فرد کے لئے ہے، جس پر ”لاحی“ ہونا صادق ہے، تو یہ موجبہ ہوگا، اگرچہ اس کی طرفین حرف سلب پر مشتمل ہیں، اور جب نسبت مرفوع ہو، تو وہ سالبہ ہوگا، اگرچہ اس کی طرفین وجودی ہوں، جیسے ہمارا قول ”لاشی من المتحرک بساکن“ کیونکہ اس میں ہر اس فرد سے سلب ساکن کا حکم ہے، جس پر متحرک صادق ہو، تو یہ سالبہ ہوگا، اگرچہ اس کی طرفین میں سے کسی میں بھی سلب نہیں ہے، پس ایجاب اور سلب میں اطراف کی جانب کوئی توجہ نہیں، بلکہ نسبت کی جانب توجہ ہوتی ہے۔

تشریح: اس قال میں ماتن نے ایک وہم کا ازالہ فرمایا ہے، چنانچہ شارح فرماتے ہیں کہ کسی کو یہ وہم ہو سکتا ہے کہ ہر وہ قضیہ جو حرف سلب پر مشتمل ہو، تو وہ سالبہ ہوگا، حالانکہ قضیہ معدولہ میں بھی حرف سلب ہوتا ہے، لیکن اس کے باوجود کبھی وہ موجبہ ہوتا ہے اور کبھی سالبہ، تو ماتن نے اس وہم کو دور کر دیا کہ قضیہ کے موجبہ اور سالبہ ہونے کا دار و مدار موضوع اور محمول کے مفہوم کے وجودی اور عدمی ہونے پر نہیں ہے بلکہ قضیہ موجبہ اور سالبہ ہونے کا دار و مدار نسبت کے ثبوتی اور سلبی ہونے پر ہے۔ چنانچہ ایک قضیہ اگر ایسا ہو کہ اس میں نسبت کا ایجاب ہے اور اس کے ثبوت کا حکم ہے، تو وہ قضیہ موجبہ ہوگا، اگرچہ قضیہ کی طرفین حرف سلب ہی پر مشتمل ہوں، جیسے کل مالیس بحی فہو لا عالم (ہر وہ فرد جو لاجی ہے وہ لا عالم ہے) دیکھئے اس قضیہ میں باوجودیکہ حرف سلب ہے، لیکن اس کے باوجود یہ قضیہ موجبہ ہے، کیونکہ اس میں ”لا عالم“ کا ”لیس بحی“ کے لئے اثبات کا حکم ہے، اور اگر قضیہ میں نسبت کا سلب، رفع اور اس کا انتزاع ہو، تو وہ قضیہ سالبہ ہوگا، اگرچہ اس کی طرفین وجودی ہوں، جیسے لاشی من المتحرک بساکن (کوئی بھی حرکت کرنے والا ٹھہرا ہوا نہیں ہے) دیکھئے اس قضیہ کی دونوں طرفین وجودی ہیں، لیکن اس کے باوجود یہ قضیہ سالبہ ہے، کیونکہ اس قضیہ میں عدم سکون کا حکم متحرک کے لئے لگایا گیا ہے، اور متحرک کے ہر فرد سے سکون کی نفی کی گئی ہے، لیکن متحرک اور ساکن دونوں وجودی ہیں، خلاصہ کلام یہ ہے کہ قضیہ کے موجبہ اور سالبہ نام رکھنے میں نسبت کے ثبوتی اور سلبی کا اعتبار کیا جاتا ہے، نہ کہ طرفین کے وجودی اور عدمی ہونے کا، نسبت اگر ثبوتی ہو تو قضیہ کا نام موجبہ رکھا جائے گا، اور اگر سلبی ہو تو قضیہ کو سالبہ کہا جائے گا۔

فَالْإِيجَابُ لَإِنَّ السَّالِبَةَ الْبَسِيطَةَ أَعْمُ مِنَ الْمُوجِبَةِ الْمَعْدُولَةِ لِصِدْقِ السَّلْبِ عِنْدَ عَدَمِ الْمَوْضُوعِ دُونَ
الْإِيجَابِ لِأَنَّ الْإِيجَابَ لَا يَصِحُّ إِلَّا عَلَى مَوْجُودٍ مُحَقَّقٍ كَمَا فِي الْخَارِجِيَةِ الْمَوْضُوعِ أَوْ بِمَقْدَارِ
كَمَا فِي الْحَقِيقِيَةِ الْمَوْضُوعِ أَمَّا إِذَا كَانَ الْمَوْضُوعُ مَوْجُودًا فَإِنَّهُمَا مُتَعَلَّزَانِ وَالْفَرْقُ بَيْنَهُمَا فِي

الْلَفْظُ أَمَّا فِي الثَّلَاثِيَّةِ فَالْقَضِيَّةُ مُوجِبَةٌ إِنْ قُدِّمَتْ الرَّابِطَةُ عَلَى حَرْفِ السَّلْبِ وَ سَالِبَةٌ إِنْ أُخِرَتْ عَنْهَا وَ أَمَّا فِي الثَّنَائِيَّةِ فَبَالِنِّيَّةِ أَوْ بِالْإِصْطِلَاحِ عَلَى تَخْصِيصِ لَفْظٍ غَيْرٍ أَوْ لَا بِإِلْجَابِ الْمَعْدُولِ وَ لَفْظٍ لَيْسَ بِالسَّلْبِ الْبَسِيطِ أَوْ بِالْعَكْسِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا! اور سالبہ بسیطہ موجبہ معدولہ المحمول سے اعم ہے، اس لئے کہ سلب موضوع کے نہ ہونے کے وقت بھی صادق ہوتا ہے نہ کہ ایجاب، اس لئے کہ ایجاب صحیح نہیں ہے، مگر موجود محقق پر جیسے خارجۃ الموضوع میں ہوتا ہے، یا موجود مقدر پر جیسے حقیقۃ الموضوع میں ہوتا ہے، بہر حال جبکہ موضوع موجود ہو تو دونوں متلازم ہیں، اور ان دونوں کے لفظ میں فرق یہ ہے کہ ثنائیہ میں قضیہ موجبہ ہوگا، اگر رابطہ حرف سلب پر مقدم ہو، اور سالبہ ہوگا اگر رابطہ حرف سلب ہے مؤخر ہو، اور بہر حال ثنائیہ میں تونیت سے ہوگا، یا لفظ ”لا اور غیر“ کو موجبہ معدولہ کے ساتھ اور لفظ ”لیس“ کو سالبہ بسیطہ کے ساتھ خاص کرنے کی اصطلاح کے ذریعہ سے ہوگا یا اس کے برعکس۔

تشریح: اس قال میں ماتن نے سالبہ بسیطہ اور موجبہ معدولہ المحمول میں نسبت اور ان کے درمیان لفظی اور معنوی فرق بیان کیا ہے، جس کو شارح نے تفصیل سے بیان کیا ہے، لہذا شارح کی عبارت کی توضیح کے تحت اس کو نوک قلم میں لایا جائے گا۔

أَقُولُ لِجَائِلٍ أَنْ يَقُولَ الْعَدُولُ كَمَا يَكُونُ فِي جَانِبِ الْمَحْمُولِ كَذَلِكَ يَكُونُ فِي جَانِبِ الْمَوْضُوعِ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ فَحِينَ مَا شَرَعَ فِي الْأَحْكَامِ فَلَمْ يَخْصُصْ كَلَامَهُ بِالْعَدُولِ فِي الْمَحْمُولِ ثُمَّ إِنَّ الْمُحْصَلَاتِ وَالْمَعْدُولَاتِ الْمَحْمُولَاتِ كَثِيرَةٌ فَمَا الْوَجْهُ فِي تَخْصِيصِ السَّالِبَةِ الْبَسِيطَةِ وَ الْمُوجِبَةِ الْمَعْدُولَةِ الْمَحْمُولِ بِالذِّكْرِ فَقَوْلُ أَمَّا وَجْهُ التَّخْصِيصِ فِي الْأَوَّلِ فَهُوَ أَنَّ الْمُعْتَبَرَ فِي الْفَنِّ مِنَ الْعَدُولِ مَا فِي جَانِبِ الْمَحْمُولِ وَ ذَلِكَ لِأَنَّكَ قَدْ حَقَّقْتَ أَنَّ مَنَاطَ الْحُكْمِ ذَاتُ الْمَوْضُوعِ وَ وَصْفُ الْمَحْمُولِ وَ لَا خِفَاءَ فِي أَنَّ الْحُكْمَ عَلَى الشَّيْءِ بِالْأُمُورِ الْوُجُودِيَّةِ يُخَالِفُ الْحُكْمَ عَلَيْهِ بِالْأُمُورِ الْعَدَمِيَّةِ فَاخْتِلَافُ الْقَضِيَّةِ بِالْعَدُولِ وَ التَّخْصِيصِ فِي الْمَحْمُولِ يُؤَثِّرُ فِي مَفْهُومِهَا بِخِلَافِ الْعَدُولِ وَ التَّخْصِيصِ فِي وَصْفِ الْمَوْضُوعِ فَإِنَّهُ لَا يُؤَثِّرُ فِي مَفْهُومِ الْقَضِيَّةِ لِأَنَّ الْعَدُولَ وَ التَّخْصِيصَ إِنَّمَا يَكُونُ فِي مَفْهُومِ الْمَوْضُوعِ وَ هُوَ غَيْرُ الْمَحْكُومِ عَلَيْهِ لِأَنَّ الْمَحْكُومَ عَلَيْهِ عِبَارَةٌ عَنْ ذَاتِ الْمَوْضُوعِ وَ الْحُكْمَ عَلَى الشَّيْءِ لَا يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْعِبَارَاتِ عَنْهُ.

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ عدول جس طرح محمول کی جانب میں ہوتا ہے، اسی طرح موضوع کی جانب میں بھی ہوتا ہے، جیسا کہ ماتن نے بیان کیا ہے، تو احکام شروع کرتے وقت دل میں عدول کے ساتھ کیوں اپنے کلام کو خاص کیا، پھر یہ کہ محصلات اور معدولات المحمول تو بہت ہیں، تو پھر سالبہ بسیطہ اور موجبہ معدولہ المحمول ہی کو ذکر کے ساتھ خاص کرنے میں کیا وجہ ہے؟ تو ہم کہتے ہیں کہ پہلی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ فن میں وہی عدول معتبر ہے جو جانب محمول میں ہو، اور یہ اس لئے کہ آپ تحقیق کر چکے ہیں کہ حکم کا دار و مدار ذات موضوع اور وصف محمول ہے، اور اس میں کوئی خفا نہیں کہ کسی شئی پر امور وجودیہ سے حکم لگانا اسی شئی پر امور عدمیہ سے حکم لگانے کے مخالف ہوتا ہے، تو محمول میں عدول اور تحصیل سے قضیہ کا اختلاف اس کے مفہوم میں موثر ہوتا ہے، برخلاف وصف موضوع میں عدول اور تحصیل کے

ہیں، بدلنا، اعراض کرنا، ہٹ جانا، اور چوں کہ حروف سوالب یعنی ”لیس، لا، اور غیر“ دراصل نسبت ایجابیہ کی نفی اور رفع کے لئے وضع کیے گئے ہیں، لیکن جب یہ حروف دوسرے لفظ کے ساتھ ملکر لفظ واحد کی طرح ہو کر، ایسی حالت میں کر دئے گئے کہ ان کے لئے کوئی شئی ثابت کی جائے جیسے موجبہ معدولۃ الموضوع میں، ان کے لئے محمول ثابت کیا جاتا ہے، یا وہ خود دوسری شئی کے لئے ثابت کیے جائیں جیسے موجبہ معدولۃ المحمول میں، وہ موضوع کے لئے ثابت کیے جاتے ہیں، یا ان سے کوئی شئی سلب کی جائے جیسے سالبہ معدولۃ الموضوع میں، محمول ان سے سلب کیا جاتا ہے، یا وہ خود دوسری شئی یعنی موضوع سے سلب کیے جائیں، جیسے سالبہ معدولۃ المحمول میں ہوتا ہے، تو گویا یہ حرف سلب اپنے اصل معنی سے ہٹا دئے گئے، لیکن یہ بات ذہن نشیں رہے کہ قضیہ کا نام معدولہ رکھنا، تسمیۃ الكل باسم الجزء، کے قبیل سے ہے، کیونکہ حقیقت میں معدول حرف سلب ہے، نہ کہ قضیہ، مگر حرف سلب کا قضیہ کے کسی جزء کا جزء ہونے کی وجہ سے پورے قضیہ کا نام معدولہ رکھنا یہی مطلب ہے تسمیۃ الكل باسم الجزء، کا یعنی جزء کے نام سے کل کا نام رکھ دیا گیا۔

وانما اورد للاولی الخ اس عبارت میں شارح نے ماتن پر ہونے والے ایک اشکال کا جواب دیا ہے، اشکال یہ ہوتا ہے کہ ماتن نے معدولہ کی تین قسمیں بیان کیں، معدولۃ المحمول، معدولۃ الموضوع، معدولۃ الطرفین، لیکن مثال صرف اول الذکر دو کی دی، معدولۃ الطرفین کی مثال نہیں دی، آخر کیا وجہ ہے؟ شارح نے اس عبارت میں جواب دیا ہے کہ تیسرے کی مثال اس واسطے نہیں دی کہ پہلی مثال سے موضوع کا معدول ہونا اور دوسری مثال سے محمول کا معدول ہونا معلوم ہو گیا، تو جب ان دونوں کو آپس میں ملایا جائے گا تو معدولۃ الطرفین کی مثال بن جائے گی۔ لہذا الگ سے مثال دینے کی ضرورت نہیں۔

وَإِنْ لَمْ يَكُنْ حَرْفُ السَّلْبِ جُزْءً لِّشَيْءٍ مِنَ الْمَوْضُوعِ وَ الْمَحْمُولِ سُمِّيَتْ الْقَضِيَّةُ مُحْصَلَةً سَوَاءً كَانَتْ مُوجِبَةً أَوْ سَالِبَةً كَقَوْلِنَا زَيْدٌ كَاتِبٌ أَوْ لَيْسَ بِكَاتِبٍ وَ وَجْهُ التَّسْمِيَةِ أَنَّ حَرْفَ السَّلْبِ إِذَا لَمْ يَكُنْ جُزْءً مِنْ طَرَفَيْهَا فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنَ الطَّرَفَيْنِ وَجُودِيٌّ مُحْصَلٌ وَ رَبَّمَا يُخَصَّصُ اسْمُ الْمُحْصَلَةِ بِالْمُوجِبَةِ وَ تَسْمَى السَّالِبَةُ الْبَسِيطَةَ لِأَنَّ الْبَسِيطَ مَا لَا جُزْءَ لَهُ وَ حَرْفُ السَّلْبِ وَإِنْ كَانَ مَوْجُودًا فِيهَا إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ جُزْءً مِنْ طَرَفَيْهَا وَإِنَّمَا لَمْ يَذْكُرْ لُهُمَا مِثَالًا لِأَنَّ جَمِيعَ الْأَمْثَلَةِ الْمَذْكُورَةِ فِي الْمَبَاحِثِ السَّابِقَةِ تَصْلُحُ أَنْ يَكُونَ مِثَالًا لُهُمَا.

ترجمہ: اور اگر حرف سلب موضوع اور محمول میں سے کسی شئی کا جزء نہ ہو تو قضیہ کا نام ”محصلہ“ رکھا جاتا ہے، خواہ (قضیہ) موجبہ ہو یا سالبہ، جیسے ہمارا قول زید کاتب، اور زید لیس بکاتب اور وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب حرف سلب قضیہ کے طرفین میں سے کسی کا جزء نہیں ہے، تو ہر طرف وجودی اور محصل ہوئی، اور بسا اوقات ”محصلہ“ نام کی تخصیص موجبہ کے ساتھ کی جاتی ہے، اور سالبہ کا نام بسیطہ رکھا جاتا ہے، کیونکہ بسیطہ وہ ہے جس کا کوئی جزء نہ ہو، اور حرف سلب اگرچہ بسیطہ میں موجود ہے، مگر اس کی طرفین میں سے کسی کا جزء نہیں ہے، اور بلاشبہ ماتن نے بسیطہ اور محصلہ کی مثال ذکر نہیں کی اس لئے کہ سابقہ مباحث میں گزری ہوئی تمام مثالیں ان دونوں کی مثال بننے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے معدولہ کی قسموں محصلہ اور بسیطہ کو بیان کیا ہے۔

غیر معدولہ: وہ قضیہ ہے جس میں حرف سلب موضوع یا محمول یا دونوں کا جزء نہ بنے، جیسے ”زید لیس بعالم“ زید عالم نہیں ہے، دیکھئے اس مثال میں حرف سلب یعنی لیس اپنے معنی موضوع لہ میں مستعمل ہے، جزء نہیں بنا ہے، لہذا یہ قضیہ غیر معدولہ ہے، اس کی دو قسمیں ہیں: ۱- محصلہ ۲- بسیطہ۔

محصلہ: وہ قضیہ ہے جس میں حرف سلب ہی نہ ہو، جیسے زید عالم، دیکھئے اس مثال میں حرف سلب نہیں ہے لہذا یہ قضیہ غیر معدولہ محصلہ ہے۔

وجہ تسمیہ: محصلہ کے معنی ہیں، حاصل کردہ، اس قضیہ کا نام محصلہ اس وجہ سے رکھا گیا کہ جب حرف سلب قضیہ کی کسی طرف کا جزء نہیں ہوا، تو دونوں طرف (موضوع، محمول) میں سے ہر طرف وجودی اور محصل ہو گئے، جیسے الکتاب جمیل، میں حرف سلب نہ ہونے کی وجہ سے الکتاب جمیل وجودی اور محصل ہیں۔

بسیطہ: وہ قضیہ غیر معدولہ ہے جس میں حرف سلب تو ہو لیکن قضیہ کا جزء نہ ہو، جیسے الانسان لیس بحجر، انسان پتھر نہیں ہے، دیکھئے اس مثال میں حرف سلب قضیہ کے کسی جزء کا جزء نہیں بنا ہے، لہذا یہ قضیہ بسیطہ ہے۔

وجہ تسمیہ: اس قضیہ کا نام بسیطہ اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ بسیطہ اس کو کہتے ہیں جس کا کوئی جزء نہ ہو، اور اس قضیہ میں حرف سلب اگر چہ ذکر کیا جاتا ہے، مگر وہ کسی کا جزء نہیں بنتا، جیسے ظفر لیس بقائم، دیکھئے اس مثال میں ”لیس“ حرف سلب ہے مگر وہ کسی کا جزء نہیں ہے، لہذا یہ قضیہ بسیطہ ہے۔ شارح فرماتے ہیں، محصلہ اور بسیطہ کی مثالیں ماتن نے ذکر نہیں کیں، اس لئے کہ سابقہ مباحث میں جو مثالیں گزر چکی ہیں، وہ ان کی مثالیں بن سکتی ہیں۔

قَالَ وَ الْإِعْتِبَارُ بِالْإِجَابِ الْقَضِيَّةِ وَ سَلْبِهَا بِالنِّسْبَةِ الثَّبُوتِيَّةِ وَ السَّلْبِيَّةِ لَا بِطَرَفِي الْقَضِيَّةِ فَإِنَّ قَوْلَنَا كُلُّ مَا لَيْسَ بِحَيٍّ فَهُوَ لَا عَالَمٌ مُوجِبَةٌ مَعَ أَنَّ طَرَفَيْهَا عَدَمِيَّانِ وَ قَوْلَنَا لَا شَيْءٌ مِنَ الْمُتَحَرِّكِ بِسَاكِنٍ سَالِبَةٌ مَعَ أَنَّ طَرَفَيْهَا وَجُودِيَّانِ أَقُولُ رَبَّمَا يَذْهَبُ الْوَهْمُ إِلَى أَنَّ كُلَّ قَضِيَّةٍ تَشْتَمِلُ عَلَى حَرْفِ السَّلْبِ تَكُونُ سَالِبَةً وَ لَمَّا ذَكَرْنَا أَنَّ الْقَضِيَّةَ الْمَعْدُولَةَ مُشْتَمِلَةٌ عَلَى حَرْفِ السَّلْبِ وَ مَعَ ذَلِكَ قَدْ تَكُونُ مُوجِبَةٌ وَ قَدْ تَكُونُ سَالِبَةً ذَكَرْنَا مَعْنَى الْإِجَابِ وَ السَّلْبِ حَتَّى يَرْتَفِعَ الْإِشْتِبَاهُ فَقَدْ عَرَفْتَ أَنَّ الْإِجَابَ هُوَ إِيقَاعُ النِّسْبَةِ وَ السَّلْبَ هُوَ رَفْعُهَا فَالْعَبْرَةُ فِي كَوْنِ الْقَضِيَّةِ مُوجِبَةً وَ سَالِبَةً بِإِيقَاعِ النِّسْبَةِ وَ رَفْعِهَا لَا بِطَرَفَيْهَا فَمَتَى كَانَتِ النِّسْبَةُ وَاقِعَةً كَانَتِ الْقَضِيَّةُ مُوجِبَةً وَ إِنْ كَانَ طَرَفَاها عَدَمِيَّيْنِ كَقَوْلِنَا كُلُّ مَا لَيْسَ بِحَيٍّ فَهُوَ لَا عَالَمٌ فَإِنَّ الْحُكْمَ فِيهَا بِثُبُوتِ الْأَعَالِمِيَّةِ لِكُلِّ مَا صَدَقَ عَلَيْهِ أَنَّهُ لَيْسَ بِحَيٍّ فَتَكُونُ مُوجِبَةً وَ إِنْ اشْتَمَلَ طَرَفَاها عَلَى حَرْفِ السَّلْبِ وَ مَتَى كَانَتِ النِّسْبَةُ مَرْفُوعَةً فَهِيَ سَالِبَةٌ وَ إِنْ كَانَ طَرَفَاها وَجُودِيَّيْنِ كَقَوْلِنَا لَا شَيْءٌ مِنَ الْمُتَحَرِّكِ بِسَاكِنٍ فَإِنَّ الْحُكْمَ فِيهَا بِسَلْبِ السَّاكِنِ عَنْ كُلِّ مَا صَدَقَ عَلَيْهِ الْمُتَحَرِّكُ فَتَكُونُ سَالِبَةً وَ إِنْ لَمْ يَكُنْ فِي شَيْءٍ مِنْ طَرَفَيْهَا سَلْبٌ فَلَيْسَ الْإِلْتِفَاتُ فِي الْإِجَابِ وَ السَّلْبِ إِلَى الْأَطْرَافِ بَلْ إِلَى النِّسْبَةِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا اور قضیہ کے موجبہ اور سالبہ ہونے میں نسبت ثبوتی اور سلبی کا اعتبار (ہوتا) ہے، نہ کہ قضیہ کے

ہے) مذکورہ اقسام میں سے صرف سالبہ محصلہ اور موجبہ معدولۃ المحمول میں التباس ہے، مزید وضاحت کے لئے شارح فرماتے ہیں کہ مذکورہ چار قسموں سے چھ نسبتیں حاصل ہوتی ہیں، جن میں سے پانچ تو بالکل ظاہر ہیں ان میں کوئی التباس اور اشتباہ نہیں ہے، صرف ایک میں التباس ہے، ان چھ نسبتوں کو اس طرح سمجھئے۔

۱۔ موجبہ محصلہ اور سالبہ محصلہ کے درمیان کوئی التباس نہیں ہے، صاف ظاہر ہے کہ ان کے درمیان تباہ کی نسبت ہے، کیونکہ موجبہ میں کوئی حرف سلب نہیں اور سالبہ میں ایک حرف سلب موجود ہے۔ ۲۔ موجبہ محصلہ اور موجبہ معدولہ میں بھی کوئی التباس اور اشتباہ نہیں، کیونکہ موجبہ میں کوئی حرف سلب نہیں اور موجبہ معدولہ میں حرف سلب موجود ہے۔ ۳۔ موجبہ محصلہ اور سالبہ معدولہ میں بھی کوئی التباس نہیں، کیونکہ سالبہ معدولہ میں دو حرف سلب ہیں اور موجبہ محصلہ میں کوئی حرف سلب نہیں۔ ۴۔ سالبہ محصلہ اور سالبہ معدولہ میں بھی کوئی اشتباہ نہیں، کیونکہ سالبہ محصلہ میں ایک حرف سلب ہے اور سالبہ معدولہ میں دو حرف سلب ہیں۔ ۵۔ موجبہ معدولہ اور سالبہ معدولہ میں بھی کوئی التباس نہیں، کیونکہ موجبہ معدولہ میں ایک حرف سلب ہے، اور سالبہ معدولہ میں دو حرف سلب ہیں۔ ۶۔ سالبہ محصلہ اور موجبہ معدولہ المحمول کے درمیان التباس موجود ہے، کیونکہ ان دونوں میں ایک ایک حرف سلب ہوتا ہے، جیسے زید لیس بسکات، اب اس میں یہ معلوم نہیں کہ یہ قضیہ سالبہ محصلہ یعنی بیطہ ہے یا موجبہ معدولہ المحمول ہے، آپ نے بخوبی اندازہ لگا لیا ہوگا کہ مذکورہ تمام قضایا میں سے صرف ان دونوں کے درمیان التباس اور اشتباہ ہے، باقی میں کوئی اشتباہ نہیں ہے، اسی لئے ماتن نے خاص طور سے ان ہی دونوں کو ذکر کیا تا کہ اشتباہ اور التباس ختم ہو جائے اور ان کے درمیان لفظی اور معنوی فرق ظاہر کر دیا جائے، تاکہ ان میں امتیاز ظاہر ہو جائے۔

وَالْفَرْقُ بَيْنَهُمَا مَعْنَوِيٌّ وَلَفْظِيٌّ أَمَّا الْمَعْنَوِيُّ فَهُوَ أَنَّ السَّالِبَةَ الْبَسِيطَةَ أَعْمُ مِنَ الْمَوْجِبَةِ الْمَعْدُولَةِ الْمَحْمُولِ لِأَنَّهُ مَتَى صَدَقَتِ الْمَوْجِبَةُ الْمَعْدُولَةُ الْمَحْمُولُ صَدَقَتِ السَّالِبَةُ الْبَسِيطَةُ وَ لَا يَتَعَكَّسُ أَمَّا الْأَوَّلُ فَلِأَنَّهُ مَتَى ثَبَتَ اللَّابَاءُ لَجَّ يَصْدُقُ سَلْبُ الْبَاءِ عَنْهُ فَإِنَّهُ لَوْ لَمْ يَصْدُقْ سَلْبُ الْبَاءِ عَنْهُ ثَبَتَ لَهُ الْبَاءُ فَيَكُونُ الْبَاءُ وَاللَّابَاءُ ثَابِتَيْنِ لَهُ وَ هُوَ اجْتِمَاعُ النَّقِیْضَيْنِ وَ أَمَّا الثَّانِي وَهُوَ أَنَّهُ لَا يَلْزَمُ مِنْ صِدْقِ السَّالِبَةِ الْبَسِيطَةِ صِدْقُ الْمَوْجِبَةِ الْمَعْدُولَةِ الْمَحْمُولِ فَلِأَنَّ الْإِيجَابَ لَا يَصِحُّ عَلَى الْمَعْدُومِ ضَرُورَةً أَنَّ إِيْجَابَ الشَّيْءِ لِفَرْغِهِ فَرُغَ عَلَى وَجُودِ الْمُثْبِتِ لَهُ بِخِلَافِ السَّلْبِ فَإِنَّ الْإِيجَابَ لَمَّا لَمْ يَصْدُقْ عَلَى الْمَعْدُومَاتِ صَحَّ السَّلْبُ عَنْهَا بِالضَّرُورَةِ فَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ الْمَوْضُوعُ مَعْدُومًا وَ حِينَئِذٍ يَصْدُقُ السَّلْبُ الْبَسِيطُ وَ لَا يَصْدُقُ الْإِيجَابُ الْمَعْدُولُ كَمَا أَنَّ يَصْدُقُ قَوْلُنَا شَرِيكَ الْبَارِي لَيْسَ بِبَصِيرٍ وَ لَا يَصْدُقُ شَرِيكَ الْبَارِي غَيْرُ بَصِيرٍ لِأَنَّ مَعْنَى الْأَوَّلِ سَلْبُ الْبَصَرِ عَنْ شَرِيكَ الْبَارِي وَلَمَّا كَانَ الْمَوْضُوعُ مَعْدُومًا يَصْدُقُ سَلْبُ كُلِّ مَفْهُومٍ عَنْهُ وَ مَعْنَى الثَّانِي أَنَّ عَدَمَ الْبَصَرِ ثَابِتٌ لِشَرِيكَ الْبَارِي فَلَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ مَوْجُودًا فِي نَفْسِهِ حَتَّى يُمَكِّنَ ثُبُوتَ شَيْءٍ لَهُ وَ هُوَ مُمْتَنِعُ الْوُجُودِ.

ترجمہ: اور ان دونوں کے درمیان معنوی اور لفظی فرق ہے، بہر حال معنوی (فرق) تو وہ یہ ہے کہ سالبہ بیطہ موجبہ معدولۃ المحمول سے اعم ہے، اس لئے کہ جب موجبہ معدولۃ المحمول صادق ہوگا تو سالبہ بیطہ بھی صادق ہوگا اور اس کا عکس نہیں، بہر حال اول تو اس لئے کہ جب ”لا بقاء ج“ کے لئے ثابت ہو، تو اس سے ”باء“ کا سلب بھی ثابت ہوگا، کیونکہ

اگر اس سے ”باء“ کا سلب صادق نہ ہو، تو اس کے لئے بقاء ثابت ہوگی، پس ”باء“ اور ”لاباء“ دونوں اس کے لئے ثابت ہوں گے اور یہ اجتماع نقیضین ہے، اور بہر حال دوسرا اور وہ یہ ہے کہ سالبہ بسیطہ کے صادق آنے سے موجبہ معدولہ المحمول کا صادق آنا ضرور نہیں، اس لئے کہ ایجاب معدوم پر صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ بدیہی بات ہے کہ شئی کا ایجاب اس کے غیر کے لئے مثبت نہ کے وجود کی فرع ہے، بخلاف سلب کے، کیونکہ جب معدومات پر ایجاب صحیح نہیں تو سلب اس سے یقیناً صحیح ہوگا، پس جائز ہے کہ موضوع معدوم ہو، اور اس وقت سالبہ بسیطہ صادق ہوگا، اور موجبہ معدولہ صادق نہیں ہوگا، جیسا کہ ہمارا قول ”شریک الباری لیس ببصیر“ صادق ہے، اور ”شریک الباری غیر بصیر“ صادق نہیں، کیونکہ اول کے معنی شریک الباری سے بصر کا سلب ہونا ہے، اور جب موضوع معدوم ہے تو اس سے ہر مفہوم کا سلب صادق ہوگا، اور ثانی کے معنی ہیں کہ عدم بصر شریک الباری کے لئے ثابت ہے، پس ضروری ہے کہ وہ (یعنی شریک باری) فی نفسہ موجود ہو، تاکہ اس کے لئے کسی شئی کا ثبوت ممکن ہو، حالانکہ وہ (یعنی شریک باری) ممکن الوجود ہے۔

تفسیر: جب شارح موجبہ معدولہ المحمول اور بسیطہ کی وجہ تخصیص بیان کرنے سے فارغ ہو گئے تو ماتن نے دونوں کے درمیان جو معنوی اور لفظی فرق بیان کیا ہے اس کی وضاحت کر رہے ہیں مذکورہ بالا عبارت میں معنوی فرق کی وضاحت کی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ سالبہ بسیطہ اور موجبہ معدولہ المحمول کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، سالبہ بسیطہ اعم مطلق ہے اور موجبہ معدولہ المحمول اخص مطلق ہے، اور عموم و خصوص مطلق میں دو مادے ہوتے ہیں، ایک اجتماع کا اور ایک افتراق کا، ایک جگہ دونوں جمع ہو جائیں گے اور ایک جگہ جدا جدا۔ ۱۔ جہاں موجبہ معدولہ المحمول صادق ہوگا وہاں سالبہ بسیطہ بھی ضرور صادق ہوگا۔ ۲۔ اور جہاں سالبہ بسیطہ صادق ہو، وہاں موجبہ معدولہ المحمول کا صادق ہونا ضروری نہیں۔

مادہ اجتماع کی وضاحت یہ ہے کہ جب کسی موضوع پر کسی مفہوم کا سلب صادق ہو، تو اس مفہوم کی نفی بھی جائز ہوگی ورنہ تو وہ مفہوم خود صادق ہوگا، جس کی وجہ سے اجتماع نقیضین لازم آئے گا۔ اور اجتماع نقیضین محال ہے، کیونکہ جب ”ج“ کے لئے ”لاباء“ ثابت ہے تو اس ”ج“ سے ”باء“ کا سلب بھی صادق ہوگا، کیونکہ اگر اس ”ج“ سے ”باء“ کی نفی صادق نہ ہو تو اس کے لئے ”باء“ ثابت ہوگی، اور آپ پہلے اس کے لئے ”لاباء“ کو ثابت کر چکے ہیں، پھر ”باء“ کو ثابت کر رہے ہیں تو ایک ہی شئی کے لئے ”باء“ اور ”لاباء“ دونوں ثابت ہو گئے اور اجتماع نقیضین لازم آیا، اور اجتماع نقیضین محال ہے، تو معلوم ہوا جہاں ”لاباء“ ثابت ہوگا تو وہاں ”باء“ کی نفی بھی جائز ہوگی، اور ”لاباء“ ہی معدولہ المحمول ہے، اور ”ج“ سے ”باء“ کی نفی سالبہ بسیطہ ہے، تو معلوم ہوا کہ جہاں موجبہ معدولہ المحمول صادق ہوگا وہاں سالبہ بسیطہ بھی صادق ہوگا، اس کو ایک آسان مثال سے سمجھئے، مثلاً الانسان لاجماد، یہ موجبہ معدولہ المحمول ہے، صادق ہے، کیونکہ ”الانسان“ موضوع ہے اس پر ”لاجماد“ صادق ہے، لہذا ”انسان“ سے ”جماد“ کی نفی کر کے اس طرح کہا جاسکتا ہے ”الانسان لیس بجماد“ اور یہ سالبہ بسیطہ ہے۔

مادہ افتراقیہ کی وضاحت یہ ہے کہ موجبہ معدولہ المحمول کے صادق آنے کے لئے موضوع کا وجود ضروری ہے، کیونکہ اس میں محمول کو موضوع کے لئے ثابت کیا جاتا ہے، تو موضع مثبت نہ ہوا اور محمول مثبت، اور مثبت ثابت نہ کی فرع ہے، اور فرع اصل کے بغیر نہیں پائی جاسکتی، لہذا جس قضیہ کا موضوع موجود نہ ہو اس کے لئے محمول کو ثابت نہیں کیا جاسکتا، اور جس قضیہ کے لئے ثابت نہ ہو وہ موجبہ نہیں بن سکتا، پس معلوم ہوا کہ موجبہ معدولہ المحمول کے صادق آنے کے لئے موضوع کا موجود ہونا ضروری ہے، اس کے

کیونکہ وہ قضیہ کے مفہوم میں مؤثر نہیں ہوتا ہے، اس لئے کہ عدول اور تحصیل تو موضوع کے مفہوم میں ہوگا اور وہ محکوم علیہ نہیں ہے، محکوم علیہ تو ذات موضوع کا نام ہے، اور کسی شئی پر حکم عبارت کے مختلف ہونے سے مختلف نہیں ہوتا۔

تشریح: شارح نے یہاں دو اشکال اور اس کے جواب بیان کیے ہیں، پہلا اشکال یہ ہے کہ ماتن نے خاص طور پر قضیہ معدولۃ المحمول کے احکام ذکر کیے ہیں، حالانکہ ”عدول“ جس طرح جانب محمول میں ہوتا ہے اسی طرح جانب موضوع میں بھی ہوتا ہے، تو پھر احکام کا بیان شروع کرتے وقت صرف معدولۃ المحمول کی تخصیص کیوں کی، معدولۃ الموضوع کا اعتبار کیوں نہیں کیا؟

دوسرا اشکال یہ ہے کہ ماتن نے سالبہ بسیطہ اور موجبہ معدولۃ المحمول کو خاص طور پر ذکر کیا ہے اور ان ہی دونوں کے درمیان نسبت اور معنوی اور لفظی فرق بیان کیا ہے، حالانکہ محصلات اور معدولات المحمول تو اور بھی بہت ہیں، تو پھر ماتن نے محصلات میں سے سالبہ بسیطہ اور معدولات میں سے صرف موجبہ معدولۃ المحمول کو خاص طور سے کیوں ذکر کیا ہے، حالانکہ فن کی نظیر تو عام ہوتی ہے، لہذا تخصیص نہیں ہونی چاہیے، نیز ماتن کے بیان کا مقتضی بھی یہی ہے کہ تخصیص نہ ہو، کیونکہ موصوف نے بحث کے آغاز میں کسی معدولہ کی تخصیص نہیں کی ہے؟

اما وجه التخصیص فی الاول الخ سے شارح نے پہلے اشکال کا جواب دیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ ماتن نے معدولۃ المحمول کو خاص طور سے اس لئے ذکر کیا ہے کہ فن میں صرف وہ ”عدول“ معتبر ہوا کرتا ہے، جو محمول کی جانب ہو، اس عدول کا اعتبار نہیں ہوتا ہے جو وصف موضوع میں ہو، کیونکہ یہ بات آپ کو بخوبی معلوم ہو چکی ہے کہ حکم کا دار و مدار صرف دو چیزوں پر ہوتا ہے، ایک ذات موضوع اور دوسرا وصف محمول پر، چنانچہ وصف محمول کو ذات موضوع کے لئے ثابت کیا جاتا ہے، وصف محمول بھی وجودی ہوتا ہے اور کبھی عدلی، اسی لئے وصف محمول قضیہ کے مفہوم میں اپنا اثر کرتا ہے، جیسے زید کاتب اور زید لا کاتب ان دونوں قضیہ میں چونکہ وصف محمول مختلف ہے، اس لئے ان میں حقیقتاً اختلاف موجود ہے۔ اس کے برخلاف وصف موضوع کہ اس کو حکم میں کوئی دخل نہیں ہوتا، کیونکہ محکوم علیہ حقیقت میں ذات موضوع ہے، نہ کہ وصف موضوع، اب وصف موضوع کو وجودی عنوان سے تعبیر کیا جائے جیسے الجماد عالم، یا عدلی عنوان سے تعبیر کیا جائے جیسے اللاحی لا عالم اس قضیہ کے مفہوم میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں پڑتا، صرف وصف موضوع کی عبارات کے مختلف ہونے سے ذات موضوع میں کوئی اختلاف پیدا نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ ان دونوں قضیہ کے مفہوم میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اس لئے کہ ذات موضوع تو ایک ہی ہے، بہر کیف عدول فی جانب المحمول سے قضیہ کے مفہوم میں تبدیلی آتی ہے، اس لئے فن میں صرف معدولۃ المحمول ہی کا اعتبار کیا گیا ہے، اور اس کے احکام بیان کیے جاتے ہیں۔

وَأَمَّا وَجْهُ التَّخْصِصِ فِي الثَّانِي فَلَا نَّ إِغْتِبَارَ الْعُدُولِ وَالتَّخْصِصِ فِي الْمَحْمُولِ يَرْجِعُ الْقِسْمَةُ لِأَنَّ حَرْفَ السَّلْبِ إِنْ كَانَ جُزْءًا مِنَ الْمَحْمُولِ فَالْقَضِيَّةُ مَعْدُولَةٌ وَإِلَّا فَمُحْصَلَةٌ كَيْفَ مَا كَانَ الْمَوْضُوعُ وَآيَا مَا كَانَ فَهِيَ أَمَّا مُوجِبَةٌ أَوْ سَالِبَةٌ فَهَهُنَا أَرْبَعُ قَضَايَا مُوجِبَةٌ مُحْصَلَةٌ كَقَوْلِنَا زَيْدٌ كَاتِبٌ وَ سَالِبَةٌ مُحْصَلَةٌ كَقَوْلِنَا زَيْدٌ لَيْسَ بِكَاتِبٍ وَ مُوجِبَةٌ مَعْدُولَةٌ كَقَوْلِنَا زَيْدٌ لَيْسَ بِلَا كَاتِبٍ وَ لَا الْبَيِّنَاتِ الْقَضِيَّتَيْنِ مِنْ هَذِهِ الْقَضَايَا إِلَّا بَيْنَ السَّالِبَةِ الْمُحْصَلَةِ وَ الْمُوجِبَةِ الْمَعْدُولَةِ الْمَحْمُولِ أَمَّا بَيْنَ الْمُوجِبَةِ الْمُحْصَلَةِ وَ السَّالِبَةِ الْمُحْصَلَةِ فَلَقَدْ مَحْضَمَ حَرْفُ السَّلْبِ فِي الْمُوجِبَةِ وَ جُودِهِ فِي السَّالِبَةِ وَ أَمَّا بَيْنَ الْمُوجِبَةِ الْمُحْصَلَةِ وَ الْمُوجِبَةِ الْمَعْدُولَةِ فَلَوْ جُودَ حَرْفُ

السُّلْبُ فِي الْمَعْدُولَةِ دُونَ الْمُوجِبَةِ الْمُحْصَلَةِ وَأَمَّا بَيْنَ الْمُوجِبَةِ الْمُحْصَلَةِ وَالسَّالِبَةِ الْمَعْدُولَةِ فَلَوْ جُودَ حَرْفِي السُّلْبِ فِي السَّالِبَةِ الْمَعْدُولَةِ بِخِلَافِ الْمُوجِبَةِ الْمُحْصَلَةِ وَأَمَّا بَيْنَ السَّالِبَةِ الْمُحْصَلَةِ وَالسَّالِبَةِ الْمَعْدُولَةِ فَلَوْ جُودَ حَرْفِي السُّلْبِ فِي السَّالِبَةِ الْمَعْدُولَةِ وَحَرْفٍ وَاحِدٍ فِي السَّالِبَةِ الْمُحْصَلَةِ وَأَمَّا بَيْنَ الْمُوجِبَةِ الْمَعْدُولَةِ وَالسَّالِبَةِ الْمَعْدُولَةِ فَلَوْ جُودَ حَرْفٍ وَاحِدٍ فِي الْإِيجَابِ وَحَرْفَيْنِ فِي السُّلْبِ وَأَمَّا السَّالِبَةُ الْمُحْصَلَةُ وَالْمُوجِبَةُ الْمَعْدُولَةُ الْمُحْمُولُ فَيَنْبَغِي أَنْ يُعْلَمَ أَنَّهَا مُوجِبَةٌ مَعْدُولَةٌ أَوْ سَالِبَةٌ بَسِيطَةٌ فَلِهَذَا خَصَصَهُمَا بِالذِّكْرِ مِنْ بَيْنِ الْقَضَايَا.

ترجمہ: اور بہر حال تخصیص ثانی کی وجہ تو اس لئے کہ محمول میں عدول اور تحصیل کا اعتبار قضیہ کی تقسیم کی طرف راجع ہے، کیونکہ حرف سلب اگر محمول کا جزء ہو، تو قضیہ معدولہ ہے ورنہ محصلہ، موضوع جو بھی ہو، اور جوئی صورت ہو وہ یا تو موجب ہوگا یا سالبہ، پس یہاں چار قضیے ہیں، موجبہ محصلہ جیسے ہمارا قول ”زید کاتب“ (زید کاتب ہے) اور سالبہ (محصلہ) جیسے ہمارا قول ”زید لیس بکاتب“ (زید کاتب نہیں ہے) اور موجبہ معدولہ جیسے ہمارا قول ”زید لا کاتب“ (زید غیر کاتب ہے) اور سالبہ معدولہ جیسے ہمارا قول ”زید لیس بلا کاتب“ (زید غیر کاتب نہیں ہے) اور ان قضایا میں سے دونوں قضیہ کے درمیان کوئی التباس نہیں ہے، سوائے سالبہ محصلہ اور موجبہ معدولہ المحمول کے، بہر حال موجبہ محصلہ اور سالبہ محصلہ کے درمیان فرق تو اس لئے کہ حرف سلب موجبہ میں نہیں ہے اور بہر حال موجبہ محصلہ اور موجبہ معدولہ کے درمیان (التباس کا نہ ہونا) تو اس لئے کہ حرف سلب معدولہ میں موجود ہے نہ کہ موجبہ محصلہ میں، اور بہر حال سالبہ محصلہ اور سالبہ معدولہ (کے درمیان التباس کا نہ ہونا) تو اس لئے کہ سالبہ معدولہ میں دو حرف سلب موجود ہوتے ہیں برخلاف موجبہ محصلہ کے، اور بہر حال سالبہ محصلہ اور سالبہ معدولہ کے درمیان (التباس کا نہ ہونا) تو اس لئے کہ سالبہ معدولہ میں دو حرف سلب موجود ہوتے ہیں، اور سالبہ محصلہ میں ایک حرف (سلب) ہوتا ہے، اور بہر حال موجبہ معدولہ اور سالبہ معدولہ کے درمیان (التباس کا نہ ہونا) تو اس لئے کہ موجبہ میں ایک حرف (سلب) ہوتا ہے، اور سلب میں دو حرف ہوتے ہیں، اور سالبہ محصلہ اور موجبہ معدولہ المحمول تو ان کے درمیان التباس اس حیثیت سے ہے کہ ان دونوں میں ایک ایک حرف سلب موجود ہوتا ہے، پس جب کہا جائے زید لیس بکاتب تو معلوم نہیں ہوتا کہ وہ موجبہ معدولہ ہے یا سالبہ بسیطہ اسی لئے ماتن نے قضایا میں سے ان دونوں کے ذکر کی تخصیص کی ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے دوسرے اشکال کا جواب دیا ہے، حاصل جواب یہ ہے کہ محمول حرف سلب کے محمول کا جزء ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے قضیہ کی چار قسمیں حاصل ہوتی ہیں، اور ان میں چھ نسبتیں حاصل ہوتی ہیں، قضیہ کی چار قسمیں اس طرح حاصل ہوتی ہیں، کہ حرف سلب محمول کا جزء ہوگا یا نہیں، اگر جزء ہوگا تو وہ معدولہ ہے ورنہ محصلہ ہے پھر ان دونوں میں سے ہر ایک یا تو موجبہ ہوگا یا سالبہ۔

- ۱- موجبہ محصلہ جیسے زید کاتب، (زید کاتب ہے) ۲- سالبہ محصلہ یعنی بسیطہ جیسے زید لیس بکاتب (زید لا کاتب ہے) ۳- موجبہ معدولہ جیسے زید کاتب (زید کاتب ہے) ۴- سالبہ معدولہ جیسے زید لیس بلا کاتب (زید لا کاتب نہیں ہے)

الْمَعْدُولَةُ الْمَحْمُولُ وَالسَّالِبَةُ الْمُسَيِّطَةُ مُتَلَاذِمَتَانِ لِأَنَّ جَ الْمَوْجُودَ إِذَا سُلِبَ عَنْهُ الْبَاءُ يَنْبُتُ لَهُ
الْأَلْبَاءُ وَبِالْعَكْسِ هَذَا هُوَ الْكَلَامُ فِي الْفَرْقِ الْمَعْنَوِيِّ.

ترجمہ: اور ماتن کے قول ”لان الایجاب لا یصح إلا علی وجود محقق کما فی الخارجیة الموضوع
او مقدر کما فی الحقیقیة الموضوع“ تو اس کو فرق کے بیان میں کوئی دخل نہیں ہے، کیونکہ اس میں اتنا کافی ہے
کہ ”ان الایجاب یستدعی وجود الموضوع دون السلب“ اور بہر حال یہ کہ خارج میں موضوع حقیقیہ یا تقدیراً
موجود ہو تو اس کی کوئی ضرورت نہیں، تو گویا یہ قول ایک سوال کا جواب ہے کہ جو یہاں ذکر کیا جاتا ہے، اور کہا جاتا ہے کہ اگر
آپ اپنے قول ”الایجاب یستدعی وجود الموضوع“ سے یہ مراد لیں کہ ایجاب خارج میں وجود موضوع کا تقاضا
کرتا ہے، تب تو موجب حقیقیہ بالکل صادق نہ ہوگا، کیونکہ اس میں حکم موضوعات موجودہ فی الخارج پر منحصر نہیں ہے، اور اگر
آپ اس سے یہ مراد لیں کہ ایجاب مطلق وجود کا تقاضا کرتا ہے، تو سالبہ بھی مطلق وجود کا تقاضا کرتا ہے، کیونکہ محکوم علیہ کا
بوجہ ما متصور ہونا ضروری ہے، اگرچہ حکم سلب کے ساتھ ہو، پس اس سلسلے میں موجب اور سالبہ کے درمیان کوئی فرق نہیں
ہے، تو ماتن نے جواب دیا ہے کہ ہمارا کلام قضیہ خارجیہ اور حقیقیہ کے بارے میں ہے، نہ کہ مطلق قضیہ کے بارے میں
جیسا کہ اس کی طرف اشارہ گزر چکا، پس ہمارے قول ”الایجاب یستدعی وجود الموضوع“ ہے مراد یہ ہے کہ
موجبہ اگر خارجیہ ہو تو اس کے موضوع کا خارج میں موجود محقق ہونا ضروری ہے، اور اگر (موجبہ) حقیقیہ ہو تو اس کے
موضوع کا خارج میں مقدر الوجود ہونا ضروری ہے، اور سالبہ اس تفصیل پر وجود موضوع کا تقاضا نہیں کرتا، پس فرق ظاہر
ہو گیا اور اشکال بھی ختم ہو گیا اور یہ ساری بات اس وقت ہے جب کہ موضوع موجود نہ ہو، اور بہر حال جب موضوع موجود
ہو تو موجب معدولہ المحمول اور سالبہ بسیطہ دونوں متلازم ہیں، کیونکہ موجود ”ج“ سے جب ”ب“ کا سلب ہو تو اس کے لئے
”لا بقاء“ ثابت ہوگا، اور اس کے عکس کے ساتھ یہ کلام فرق معنوی میں ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ ماتن کا قول ”لان الایجاب لا یصح إلا علی وجود محقق کما
فی الخارجیة الموضوع اور مقدر کما فی الحقیقیة الموضوع“ کو فرق کے بیان میں کوئی دخل نہیں ہے، بلکہ یہ عبارت
متدرک اور زائد ہے، اس لئے کہ یہاں تو موجب معدولہ المحمول اور سالبہ بسیطہ کے درمیان فرق بیان کرنا مقصود ہے، اس میں تو اتنا
کہہ دینا کافی تھا کہ ”ان الایجاب یستدعی وجود الموضوع دون السلب“ اس طویل عبارت کی بظاہر کوئی ضرورت نہیں
ہے، فکانه جواب سوال الخ سے شارح نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ عبارت ایک سوال کا جواب ہے جو یہاں ذکر کیا جاتا ہے،
سوال کو ذکر کرنے سے پہلے ایک بات بتادینا مناسب سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ یہ سوال نہ متن میں مذکور ہے اور نہ ہی ماتن نے اس کی
طرف اشارہ کیا ہے اس لئے شارح نے اس کو ”فکانه“ سے تعبیر فرمایا ہے، جب یہ بات سمجھ میں آگئی تو اب سوال ذکر کرتا ہوں۔

سوال یہ ہے کہ معترض کہتا ہے کہ ماتن نے جو کہا ہے ”الایجاب یستدعی وجود الموضوع“ ایجاب وجود موضوع
کا تقاضا کرتا ہے، ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ اس سے آپ کی کیا مراد ہے، اگر آپ یہ کہیں کہ اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ ایجاب
خارج میں وجود موضوع کا تقاضا کرتا ہے، تو یہ مراد لینا صحیح نہیں، کیونکہ اس صورت میں قضیہ حقیقیہ اس سے خارج ہو جائے گا، اور

بالکل صادق نہیں ہوگا، دلیل یہ ہے کہ قضیہ حقیقیہ میں موضوع کے افراد خارجیہ ہی پر حکم منحصر نہیں ہوتا، بلکہ افراد مقدرة الوجود پر بھی حکم ہوتا ہے، اور اگر آپ کہیں کہ اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ ایجاب مطلقاً وجود موضوع کا تقاضا کرتا ہے، تو یہ بھی مراد لینا صحیح نہیں، کیونکہ اس صورت میں موجبہ اور سالبہ کے درمیان کوئی فرق نہیں رہے گا، حالانکہ ان کے درمیان فرق کا ہونا ایک بدیہی بات ہے، اب رہا یہ سوال کہ اس صورت میں موجبہ اور سالبہ کے درمیان فرق کیوں نہیں رہے گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں یہ خرابی لازم آئے گی کہ سالبہ میں بھی حکم کے لئے مسلوب عنہ کا وجود ضروری الثبوت ہو جائے گا، حالانکہ سالبہ میں مسلوب عنہ یعنی موضوع کا وجود ضروری نہیں، اور آپ کے قول کے مطابق وجود موضوع کا ضروری ہونا لازم آئے گا، کیونکہ سالبہ میں بھی موضوع کے مطلق وجود کا حکم تقاضا کرتا ہے، کیونکہ محکوم علیہ کا ”بوجہ ما“ متصور ہونا ضروری ہے، اگرچہ محکوم علیہ پر سلب ہی کا حکم ہو، جب تک موضوع کا تصور نہیں ہوگا تو اس وقت تک اس پر کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا، تو اب موجبہ اور سالبہ میں اس اعتبار سے کوئی فرق نہیں رہا؟

تو ماتن نے اپنے قول ”لان الایجاب لا یصح الخ“ کے ذریعہ اس سوال کا جواب دیا ہے، حاصل جواب یہ ہے کہ ہماری گفتگو مطلق قضیہ کے بارے میں نہیں ہے بلکہ قضیہ حقیقیہ اور خارجیہ کے بارے میں ہماری گفتگو ہے، اور ہم نے جو یہ کہا ہے کہ ”ایجاب وجود موضوع کا تقاضا کرتا ہے“ اس کا مطلب یہ ہے کہ موجبہ اگر قضیہ خارجیہ ہو تو اس وقت اسکے موضوع کا خارج میں حقیقتاً موجود ہونا ضروری ہے، اور اگر موجبہ قضیہ حقیقیہ ہو تو اس وقت اس کے موضوع کا خارج میں تقدیراً موجود ہونا ضروری ہے، اور سالبہ اس تفصیل سے موضوع کے وجود کا تقاضا نہیں کرتا، لہذا موجبہ اور سالبہ کے درمیان فرق ظاہر ہو گیا، اور اشکال بھی جاتا رہا۔

وذلك كله اذا لم يكن الموضوع موجوداً الخ۔ اس عبارت سے شارح نے یہ بیان فرمایا ہے کہ ہم نے جو کہا کہ ”لا يلزم من صدق السالبة البسيطة صدق الموجبة المعدولة المحمول“ یعنی سالبہ بسیطہ کے صادق آنے سے موجبہ معدولہ المحمول کا صادق آنا ضروری نہیں ہے، یہ اس وقت ہے جب کہ موضوع موجود نہ ہو، اور اگر موضوع موجود ہو تو پھر موجبہ معدولہ المحمول اور سالبہ بسیطہ کے درمیان کوئی فرق نہیں رہے گا، اور دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کو لازم ہوگا، چنانچہ اس کو مثال سے سمجھئے، مثلاً جب سالبہ بسیطہ کی مثال میں کہا جائے ”ج ليس ب“ اس میں ”ج“ سے ”ب“ کا سلب ہے، اور ”ج“ کے لئے یہاں ”لاباء“ ثابت ہے اور یہی معدولہ المحمول ہے، اس طرح اس کا عکس سمجھ لیجئے کہ جب کہا جائے ”ج لا باء“ تو دیکھئے اس میں ”ج“ کے لئے ”لاباء“ کو ثابت کیا گیا ہے، اور جب ”ج“ کے لئے ”لاباء“ ثابت ہے تو ”ج“ سے ”ب“ کا سلب بھی ہے اور یہی سالبہ بسیطہ ہے، لہذا معلوم ہوا کہ وجود موضوع کی صورت میں سالبہ بسیطہ اور موجبہ معدولہ المحمول میں سے ہر ایک دوسرے کو لازم ہوتا ہے، شارح کہتے ہیں یہ کہ کلام ان دونوں کے درمیان معنوی فرق کے بارے میں تھا۔

وَأَمَّا اللَّفْظِيُّ فَهُوَ أَنَّ الْقَضِيَّةَ إِمَّا أَنْ تَكُونَ ثَلَاثِيَّةً أَوْ ثَنَائِيَّةً فَإِنْ كَانَتْ ثَلَاثِيَّةً فَالرَّابِطَةُ فِيهَا إِمَّا أَنْ تَكُونَ مُتَقَدِّمَةً عَلَى حَرْفِ السَّلْبِ أَوْ مُتَأَخِّرَةً عَنْهَا فَإِنْ تَقَدَّمَتِ الرَّابِطَةُ كَقَوْلِنَا زَيْدٌ هُوَ لَيْسَ بِكَاتِبٍ تَكُونُ حِينَئِذٍ مُوجِبَةً لِأَنَّ مِنْ شَأْنِ الرَّابِطَةِ أَنْ تَرْتَبِطَ مَا بَعْدَهَا بِمَا قَبْلُهَا فَهَنَّاكَ رَبِطُ السَّلْبِ وَرَبِطُ السَّلْبِ إِنْجَابٌ وَإِنْ تَأَخَّرَتْ مِنْ حَرْفِ السَّلْبِ كَقَوْلِنَا زَيْدٌ لَيْسَ هُوَ بِكَاتِبٍ كَانَتْ سَالِبَةً لِأَنَّ مِنْ شَأْنِ حَرْفِ السَّلْبِ أَنْ تَرْفَعَ مَا بَعْدَهَا عَمَّا قَبْلُهَا فَهَنَّاكَ سَلْبُ الرِّبْطِ فَيَكُونُ الْقَضِيَّةُ سَالِبَةً وَإِنْ كَانَتْ ثَنَائِيَّةً فَالْفَرْقُ إِنَّمَا يَكُونُ مِنْ وَجْهَيْنِ أَحَدُهُمَا بِالنِّسْبَةِ بَأَن يَتَوَى إِمَّا رَبِطُ السَّلْبِ أَوْ سَلْبُ الرِّبْطِ وَثَانِيَهُمَا

برعکس سالبہ بیلہ میں موضوع کا وجود ضروری نہیں ہے موضوع موجود ہو یا معدوم ہو دونوں صورتوں میں سالبہ صادق ہو جاتا ہے، فرق کی مزید وضاحت کے لئے شارح دونوں کی مثالیں پیش کر رہے ہیں۔

سالبہ بیلہ کی مثال، ”شریک الباری لیس ببصیر“ یہ قضیہ صادق ہے، اس میں شریک باری سے بصر کی نفی کی گئی ہے، اگرچہ مسلوب عنہ یعنی شریک باری خارج میں موجود نہیں ہے، کیونکہ موضوع سے محمول کی نفی کے لئے موضوع کا خارج میں موجود ہونا ضروری نہیں، اور ”شریک الباری غیر بصیر“ یہ قضیہ موجبہ معدولہ محمول ہے اور یہ صادق نہیں ہے، کیونکہ موجبہ کے صدق کے لئے خارج میں موضوع کا موجود ہونا ضروری ہے، تب ہی اس کے لئے شئی یعنی محمول کو ثابت کیا جاسکتا ہے، تو یہاں اگر ”غیر بصیر“ کو شریک باری کے لئے ثابت کیا جائے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ شریک باری خارج میں موجود ہو، حالانکہ خارج میں شریک باری کا وجود ممتنع اور محال ہے، لہذا یہ قضیہ بھی صادق نہیں۔

لَا يُقَالُ لَوْ صَدَقَ السَّلْبُ عِنْدَ عَدَمِ الْمَوْضُوعِ لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْمُوجِبَةِ الْكُلِّيَّةِ وَالسَّالِبَةِ الْجُزْئِيَّةِ تَنَاقُضٌ
لَا نَهْمَا قَدْ تَجْتَمِعَانِ عَلَى الصَّدَقِ حِينَئِذٍ فَإِنَّ مِنَ الْجَائِزِ اثْبَاتُ الْمَحْمُولِ لِجَمِيعِ الْأَفْرَادِ الْمَوْجُودَةِ وَ
سَلْبُهُ عَنْ بَعْضِ الْأَفْرَادِ الْمَعْدُومَةِ لِأَنَّا نَقُولُ الْحُكْمُ فِي السَّالِبَةِ عَلَى الْأَفْرَادِ الْمَوْجُودَةِ كَمَا أَنَّ
الْحُكْمَ فِي الْمُوجِبَةِ عَلَى الْأَفْرَادِ الْمَوْجُودَةِ إِلَّا أَنَّ صَدَقَ السَّلْبُ لَا يَتَوَقَّفُ عَلَى وَجُودِ الْأَفْرَادِ وَ
صَدَقَ الْإِيجَابُ يَتَوَقَّفُ عَلَيْهِ فَإِنَّ مَعْنَى الْمُوجِبَةِ الْكُلِّيَّةِ أَنَّ جَمِيعَ أَفْرَادِ نَحْ الْمَوْجُودَةِ يَثْبُتُ لَهُ بَ وَ لَا
شَكَّ أَنَّهَا إِنَّمَا تَصْدُقُ إِذَا كَانَتْ أَفْرَادُ نَحْ مَوْجُودَةٍ وَمَعْنَى السَّالِبَةِ أَنَّهُ لَيْسَ كَذَلِكَ أَيْ كُلُّ وَاحِدٍ
مِنَ الْأَفْرَادِ الْمَوْجُودَةِ لَيْسَ يَثْبُتُ لَهُ بَ وَيَصْدُقُ هَذَا الْمَعْنَى تَارَةً بِأَنَّ لَا يَكُونُ شَيْءٌ مِنَ الْأَفْرَادِ
مَوْجُودًا وَ أُخْرَى بِأَنَّ تَكُونُ مَوْجُودَةٍ وَ يَثْبُتُ اللَّابَاءُ لَهَا وَعِنْدَ ذَلِكَ تَتَحَقَّقُ التَّنَاقُضُ جَزْمًا.

ترجمہ: نہ کہا جائے کہ اگر موضوع کے نہ ہونے کے وقت اگر سلب صادق ہو تو موجبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ کے درمیان کوئی تناقض نہ ہوگا، اس لئے کہ اس وقت صدق پر دونوں جمع ہو جائیں گے، کیونکہ تمام افراد موجودہ کے لئے محمول کا اثبات اور بعض افراد معدولہ سے محمول کا سلب جائز ہے؟ کیوں کہ ہم کہیں گے کہ سالبہ میں حکم افراد موجودہ پر ہے جیسے موجبہ میں افراد موجودہ پر ہوتا ہے، مگر سلب کا صدق افراد کے وجود پر موقوف نہیں ہے، اور ایجاب کا صدق افراد کے وجود پر موقوف ہے، اس لئے کہ موجبہ کلیہ کے معنی یہ ہیں کہ ”ج“ کے تمام افراد موجودہ کے لئے ”ب“ ثابت ہے، اور اس میں شک نہیں کہ یہ معنی اس وقت صادق ہوں گے جب کہ ”ج“ کے افراد موجود ہوں اور سالبہ کے معنی یہ ہیں کہ وہ اس طرح نہیں ہے، یعنی ”ج“ کے افراد موجودہ میں سے ہر ایک کے لئے ”ب“ ثابت نہیں ہے، اور یہ معنی کبھی تو اس طور صادق آتے ہیں کہ افراد میں سے کوئی شئی موجود نہ ہو، اور کبھی اس طور سے (صادق آتے ہیں) کہ افراد موجود ہوں، اور ”لاباء“ ان کے لئے ثابت ہو، اور اس وقت یقیناً تناقض متحقق ہوگا۔

تشریح: اس عبارت میں نقض اور اس کا جواب ذکر کیا ہے، ماسبق میں یہ کہا گیا تھا کہ سالبہ کے صادق آنے کے لئے موضوع کا وجود ضروری نہیں، موضوع کے نہ ہونے کے وقت بھی سالبہ صادق آتا ہے، اس پر معترض نقض وارد کرتا ہے کہ آپ کا یہ کہنا صحیح نہیں، کیونکہ اگر اس کو صحیح مان لیا جائے تو اس صورت میں موجبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ کے درمیان تناقض نہیں رہتا، کیونکہ دونوں قضیے ایک ہی مادہ میں صادق ہو سکتے ہیں، یہ ممکن ہے کہ محمول موضوع کے تمام افراد موجودہ کے لئے ثابت ہو تو یہ موجبہ کلیہ ہوگا، اور محمول موضوع

کے بعض ”افراد معدولہ“ سے سلب ہو تو یہ سالبہ جزئیہ ہوگا، چنانچہ اس کو مثال سے سمجھئے مثلاً ”کل انسان ضاحک“ یہ ایک قضیہ ہے انسان کے افراد موجودہ کے اعتبار سے صادق ہوگا اور بعض ”الانسان لیس بضاحک“ انسان کے افراد معدولہ کے اعتبار سے صادق ہوگا، لہذا اگر یہ کہا جائے کہ عدم موضوع کے وقت بھی سلب صادق ہو سکتا ہے تو پھر موجبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ کے درمیان کوئی تقاض نہیں رہے گا، حالانکہ ان کے درمیان تناقض نہ ہونا محال ہے؟

لانا نقول الخ سے شارح نے اس نقض کا جواب دیا ہے، حاصل جواب یہ ہے کہ سالبہ میں بھی افراد موجودہ پر حکم ہوتا ہے، جیسا کہ موجبہ میں افراد موجودہ پر حکم ہوتا ہے، لیکن دونوں کے درمیان اتنا فرق ہے کہ موجبہ میں حکم ”افراد موجودہ کے وجود“ پر موقوف ہوتا ہے اور سالبہ میں حکم ”افراد موجودہ کے وجود“ پر موقوف نہیں ہوتا، افراد موجودہ ہوں یا موجود نہ ہوں دونوں صورتوں میں سالبہ صادق ہوتا ہے، جیسے ظفر جالس، یہ قضیہ موجبہ ہے، اس میں جلوس کا حکم ظفر پر اس وقت صحیح ہوگا جب ظفر موجود ہو، اگر ظفر موجود نہ ہو تو اس پر جلوس کا حکم صادق نہیں ہوگا، اور ظفر لیس بقائم یہ قضیہ سالبہ ہے اس میں سلب قیام کا حکم ظفر کے وجود پر موقوف نہیں ہے، شارح مزید توضیح و تشریح کے لئے فرماتے ہیں کہ موجبہ کلیہ میں ”ج“ کے تمام افراد موجودہ کے لئے ”ب“ ثابت ہوتی ہے اور یہ اسی وقت ہوگا جب کہ ”ج“ کے افراد موجود ہوں، اور سالبہ میں ”ج“ کے تمام افراد کے لئے ”ب“ ثابت نہیں ہوتی، اب ثابت نہ ہونے کی دو صورتیں ہیں ۱۔ ”ج“ کے افراد موجود ہوں لیکن ”ب“ اس کے لئے ثابت نہ ہو ۲۔ ”ج“ کے افراد موجود ہی نہ ہوں، الحاصل سالبہ اس وقت بھی صادق ہوتا ہے جب موضوع کے افراد موجود ہوں اور اس وقت بھی صادق ہوتا ہے جب موضوع کے افراد موجود نہ ہوں، تو معلوم ہوا کہ موجبہ کلیہ اور سالبہ کلیہ کے درمیان تناقض ہے کیونکہ دونوں میں افراد موجودہ ہی پر حکم ہوتا ہے لیکن ایجاب وجود موضوع پر موقوف ہے اور سلب وجود موضوع پر موقوف نہیں، لہذا عدم تناقض کا اعتراض کرنا صحیح نہیں۔

وَأَمَّا قَوْلُهُ لَأَنْ الْإِيجَابَ لَا يَصِحُّ إِلَّا عَلَى مَوْجُودَةٍ مُحَقَّقَةٍ كَمَا فِي الْخَارِجِيَّةِ الْمَوْضُوعِ أَوْ مُقَدَّرٍ كَمَا فِي الْحَقِيقِيَّةِ الْمَوْضُوعِ فَلَا دَخَلَ لَهُ فِي بَيَانِ الْفَرْقِ إِذْ يَكْفِي فِيهِ أَنَّ الْإِيجَابَ يَسْتَدْعِي وَجُودَ الْمَوْضُوعِ دُونَ السَّلْبِ وَأَمَّا أَنَّ الْمَوْضُوعَ مَوْجُودٌ فِي الْخَارِجِ مُحَقَّقًا أَوْ مُقَدَّرًا فَلَا حَاجَةَ إِلَيْهِ فَكَانَتْ جَوَابَ سُؤَالٍ يُذَكِّرُ هَهُنَا وَيُقَدِّمُ بِقَوْلِكُمْ الْإِيجَابَ يَسْتَدْعِي وَجُودَ الْمَوْضُوعِ إِنَّ الْإِيجَابَ يَسْتَدْعِي وَجُودَ الْمَوْضُوعِ فِي الْخَارِجِ فَلَا يَصْدُقُ الْمُوجِبَةُ الْحَقِيقِيَّةُ أَصْلًا لِأَنَّ الْحُكْمَ فِيهَا لَيْسَ مَقْصُورًا عَلَى الْمَوْضُوعَاتِ الْمَوْجُودَةِ فِي الْخَارِجِ وَإِنْ عَنِتُّمْ بِهِ أَنَّ الْإِيجَابَ يَسْتَدْعِي مُطْلَقَ الْوُجُودِ فَالسَّالِبَةُ أَيْضًا تَسْتَدْعِي مُطْلَقَ الْوُجُودِ لِأَنَّ الْمَحْكُومَ عَلَيْهِ لَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ مُتَصَوِّرًا بِوَجْهِ مَا وَإِنْ كَانَ الْحُكْمُ بِالسَّلْبِ فَلَا فَرْقَ بَيْنَ الْمُوجِبَةِ وَالسَّالِبَةِ فِي ذَلِكَ فَاجَابَ بِأَنَّ كَلَامَنَا لَيْسَ إِلَّا فِي الْقَضِيَّةِ الْخَارِجِيَّةِ وَالْحَقِيقَةِ لَا فِي مُطْلَقِ الْقَضِيَّةِ عَلَى مَا سَبَقَتْ الْإِشَارَةُ إِلَيْهِ فَالْمَرَادُ بِقَوْلِنَا الْإِيجَابَ يَسْتَدْعِي وَجُودَ الْمَوْضُوعِ أَنَّ الْمُوجِبَةَ إِنْ كَانَتْ خَارِجِيَّةً يَجِبُ أَنْ يَكُونَ مَوْضُوعُهَا مَوْجُودًا فِي الْخَارِجِ مُحَقَّقًا وَإِنْ كَانَتْ حَقِيقِيَّةً يَجِبُ أَنْ يَكُونَ مَوْضُوعُهَا مُقَدَّرَ الْوُجُودِ فِي الْخَارِجِ وَالسَّالِبَةُ لَا تَسْتَدْعِي وَجُودَ الْمَوْضُوعِ عَلَى ذَلِكَ التَّفْصِيلِ فَظَهَرَ الْفَرْقُ وَانْدَفَعَ الشُّكَالُ وَذَلِكَ كُلُّهُ إِذَا لَمْ يَكُنِ الْمَوْضُوعُ مَوْجُودًا وَأَمَّا إِذَا كَانَ مَوْجُودًا فَالْمُوجِبَةُ

جب کہ حملی بسیط ہے پس چاہئے کہ ہم اس کو پہلے بیان کریں، اور ہم کہتے ہیں کہ قول لازم کو اس کے قیاس سے حاصل ہونے کے اعتبار سے نتیجہ کہا جاتا ہے، اور قیاس سے اس کے استحصال کے اعتبار سے مطلوب (کہا جاتا ہے) اور ہر قیاس حملی میں دو مقدمہ کا ہونا ضروری ہے، ان میں سے ایک مطلوب کے موضوع پر مشتمل ہوتا ہے جیسے مثال مذکورہ میں جسم اور دوسرا (مقدمہ) اس کے محمول پر (مشتمل ہوتا ہے) جسے حادث، اور یہ دونوں حد اوسط میں مشترک ہوتے ہیں، جیسے مؤلف، پس مطلوب کے موضوع کا نام اصغر رکھا جاتا ہے، اس لئے کہ وہ اکثر اخص ہوتا ہے، اور اخص کے افراد کم ہوتے ہیں لہذا وہ اصغر ہوگا اور اس کے محمول کا نام اکبر رکھا جاتا ہے، اس لئے کہ جب وہ اعم ہے تو اس کے افراد زیادہ ہوں گے اور وہ حد جو اصغر اور اکبر کے درمیان مشترک ہو اس کا نام حد اوسط رکھا جاتا ہے، اس لئے کہ وہ مطلوب کے طرفین کے درمیان متوسط ہوتی ہے۔ اور وہ مقدمہ جس میں اصغر ہو (اس کا نام) صغریٰ (رکھا جاتا ہے) اس لئے کہ وہ اصغریٰ ذات ہے اور وہ مقدمہ جس میں اکبر ہو (اس کا نام) کبریٰ (رکھا جاتا ہے) اس لئے کہ وہ اکبریٰ ذات ہے، اور صغریٰ کے کبریٰ کے ساتھ ایجاب و سلب، کلیت و جزئیت میں ملنے کو قرینہ اور ضرب کہتے ہیں، اور وہ ہیئت جو حد اوسط کو حدین آخرین کے پاس رکھنے سے حاصل ہو اس کو ان دونوں پر محمول کرنے یا ان کے لئے موضوع یا ان میں سے ایک پر محمول اور دوسرے کے لئے موضوع ہونے کے اعتبار سے، اس کو شکل کہا جاتا ہے، اور یہ چار ہیں، اس لئے کہ حد اوسط اگر صغریٰ میں محمول ہو اور کبریٰ میں موضوع تو وہ شکل اول ہے، اور اگر ان دونوں میں محمول ہو تو وہ شکل ثانی ہے، اور اگر ان دونوں میں موضوع ہو تو وہ شکل ثالث ہے، اور اگر صغریٰ میں موضوع اور کبریٰ میں محمول ہو تو وہ شکل رابع ہے۔

تشریح: جب مصنف قیاس کی تعریف اور تقسیم سے فارغ ہو چکے تو اب اس کے متعلق چند اصطلاحات بیان کر رہے ہیں، اور ماتن نے جنہی اصطلاحات بیان کی ہیں وہ اکثر قیاس حملی اقترانی کے اجزاء کی ہیں، لہذا اولاً قیاس اقترانی کی تقسیم حملی اور غیر حملی کی طرف ہونی چاہئے اسی لئے شارح ماتن پر تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قیاس اقترانی کی دو قسمیں ہیں: ۱- حملی ۲- شرطی۔

اقترانی حملی: وہ قیاس ہے جو صرف قضایا حملیہ سے مرکب ہو، جیسے العالم متغیر، و کل متغیر حادث، فالعالم حادث، دیکھئے اس قیاس میں دونوں قضیے حملی ہیں، کیوں کہ اس میں حرف استثنائی نہیں ہے جس کی وجہ سے یہ اقترانی ہیں، اور ان میں موضوع پر محمول کا حمل ہو رہا ہے جس کی وجہ سے یہ حملی ہیں۔

شرطی: قیاس اقترانی شرطی وہ قیاس ہے جو صرف قضایا حملیہ سے مرکب نہ ہو بلکہ یا تو صرف شرطیات سے مرکب ہو، یا شرطیہ اور حملیہ دونوں طرح کے قضیوں سے مرکب ہو، صرف قضایا شرطیہ سے مرکب ہونے کی مثال یہ ہے کَلَمَّا كَانَتِ الشَّمْسُ طَالَعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُودٌ (صغریٰ) و کَلَمَّا كَانَ النَّهَارُ مَوْجُودًا فَالْعَالَمُ مَضَىٰ (کبریٰ) کَلَمَّا كَانَتِ الشَّمْسُ طَالَعَةً فَالْعَالَمُ مَضَىٰ، دیکھئے اس مثال میں دونوں قضیے شرطیہ ہیں لہذا یہ قیاس اقترانی شرطی ہے، اور حملیہ و شرطیہ سے مرکب ہونے کی مثال یہ ہے کَلَمَّا كَانَ هَذَا الشَّيْءُ إِنْسَانًا كَانَ حَيَوَانًا وَ كُلُّ حَيَوَانٍ جَسَمٌ، نتیجہ آئے گا، کَلَمَّا كَانَ هَذَا الشَّيْءُ إِنْسَانًا كَانَ جَسَمًا۔ دیکھئے اس قیاس میں پہلا مقدمہ شرطیہ ہے، اور دوسرا مقدمہ حملیہ ہے، لہذا یہ بھی قیاس اقترانی شرطی کی مثال ہے۔

اور اقترانی شرطی کے مقابلہ میں چونکہ اقترانی حملی بسیط ہے، یعنی شرطی کے مقابلہ میں حملی کے کم اجزاء ہیں اور حملی کی ایک

قسم ہے اور شرطی کی پانچ قسمیں ہیں، نیز جملی کثیر الاستعمال ہے، نہ کہ شرطی، اس لئے ماتن نے پہلے جملی ہی کے احکام بیان کیے ہیں، اور اس قیاس میں ذکر کردہ چند اصطلاحات کا ذکر فرمایا ہے، شارح ان اصطلاحات کو بیان کرنے سے پہلے یہ بیان کرتے ہیں کہ قیاس میں جو قول آخر لازم ہوتا ہے، اس کو اس اعتبار سے کہ قیاس سے حاصل ہوتا ہے، نتیجہ کہا جاتا ہے، اور اس اعتبار سے کہ اس کا حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے، اس کو مطلوب کہتے ہیں، اور قیاس جملی کے لئے دو مقدمہ کا ہونا ضروری ہے جن میں سے ایک مقدمہ میں نتیجہ کا موضوع ہوتا ہے، جیسے اور دوسرے میں نتیجہ کا محمول ہوتا ہے، اور دونوں مقدموں میں حد اوسط ہوتا ہے، پس نتیجہ کا موضوع جو قیاس میں مذکور ہوتا ہے اس کو اصغر کہتے ہیں، اور اس کا نام اصغر اس وجہ سے رکھا جاتا ہے کہ یہ اکثر جگہ اخص ہوتا ہے، اور ظاہر ہے کہ جو اخص ہو اس کے افراد کم ہوتے ہیں اور افراد کا کم ہونا ہی اصغر کا مصداق ہے، اس وجہ سے اس کو اصغر کہا جاتا ہے۔ اور نتیجہ کا محمول جو قیاس میں واقع ہو اس کا نام اکبر رکھا جاتا ہے، اور اس کا نام اکبر اس وجہ سے رکھا جاتا ہے کہ یہ اکثر جگہ عام ہوتا ہے، اور ظاہر ہے کہ جو اعم ہو اس کے افراد زیادہ ہوں گے، اور افراد کا زیادہ ہونا ہی اکبر کا مصداق ہے، اس لئے اس کا نام اکبر رکھ دیا گیا۔

نوٹ: شارح نے کہا کہ محمول کے افراد اکثر زیادہ ہوتے ہیں اور افراد کا کثیر ہونا محمول کے اعم ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے، تو شارح کے قول کا حاصل یہ نکلا کہ محمول کا نام اکبر اس وجہ سے رکھا کہ فی الاغلب عام ہوتا ہے، اور فی الاغلب کی قید اس وجہ سے لگائی کہ کبھی محمول موضوع کے مساوی بھی ہوتا ہے، جیسے کل انسان ناطق و کل ناطق ضاحک نتیجہ ہوگا، کل انسان ضاحک، اور کبھی موضوع محمول سے اعم ہوتا ہے، جیسے بعض الحيوان انسان و کل انسان ضاحک نتیجہ نکلا بعض الحيوان ضاحک۔

مقدمہ: وہ قضیے جن سے قیاس مرکب ہو اور جو قیاس کا جزء نہیں ان میں سے ہر ایک کو مقدمہ کہا جاتا ہے۔

وجہ تسمیہ: ان کو مقدمہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ مقدمہ کے معنی ہیں آگے کیا ہوا، چونکہ یہ بھی نتیجہ پر مقدم ہوتے ہیں اسی لئے ان کو مقدمہ کہا جاتا ہے۔

صغریٰ: قیاس کا وہ مقدمہ جس میں اصغر ہو اس کو صغریٰ کہتے ہیں، کیوں کہ وہ اصغر پر مشتمل ہوتا ہے۔

کبریٰ: قیاس کا وہ مقدمہ جس میں اکبر ہو اس کو کبریٰ کہتے ہیں کیوں کہ وہ اکبر پر مشتمل ہوتا ہے۔

حد اوسط: قیاس کا وہ جزء جو صغریٰ و کبریٰ دونوں میں مکرر ہو اس کو حد اوسط کہتے ہیں۔

وجہ تسمیہ: جزء مکرر کو حد اوسط کہنے کی چند وجوہ ہیں ایک یہ ہے کہ اکبر کی نسبت اصغر کو ثابت کرنے کیلئے وہ جزء واسطہ فی الاثبات ہوتا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ ذکر الاعتدال میں متوسط ہوتا ہے، تیسری وجہ یہ ہے کہ اصغر اور اکبر کے وسط میں حد کی طرح ہوتا ہے، چوتھی وجہ یہ ہے کہ اکثر و بیشتر اصغر سے اعم و اکبر سے اخص ہوتا ہے، گویا کہ عموم و خصوص میں متوسط ہوتا ہے، اس وجہ سے اس کو اوسط کہتے ہیں **قرینہ اور ضرب:** صغریٰ کا کبریٰ کے ساتھ ایجاب و سلب، کلیت و جزئیت میں مقترن اور متصل ہونے کو قرینہ اور ضرب کہتے ہیں۔

وجہ تسمیہ: اقتران الصغریٰ بالکبریٰ کو قرینہ تو اس لئے کہتے ہیں کہ صغریٰ کبریٰ کے ساتھ جب اقتران ہوگا تو یہ نتیجہ پر دال ہوگا، اور دال کو قرینہ بھی کہا جاتا ہے، اس لئے اس اقتران کو قرینہ کہتے ہیں، اور ضرب تو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ضرب کے معنی ہیں قسم اور نوع، چونکہ اس اقتران سے قیاس کی نوع اور قسم حاصل ہوتی ہے اس لئے اس کو ضرب کہتے ہیں۔

شکل: حد اوسط کو اصغر اور اکبر کے پاس رکھنے کی کیفیت سے جو ہیئت اور صورت حاصل ہوتی ہے اس کو شکل کہا جاتا ہے، اور رکھنے کی

کیفیت یہ ہے کہ حد اوسط کا شکل اول میں صغریٰ میں محمول ہونا اور کبریٰ میں موضوع ہونا، شکل ثانی میں دونوں میں محمول ہونا، شکل ثالث میں دونوں میں موضوع ہونا، شکل رابع میں صغریٰ میں موضوع اور کبریٰ میں موضوع ہونا، اب اصغر، اکبر، صغریٰ کبریٰ، مقدمہ اور حد اوسط میں سے ہر ایک کو مثال سے سمجھئے، مثال کے طور پر آپ نے کہا العالم متغیر و کل متغیر حادث، فالعالم حادث، دیکھئے یہاں نتیجہ العالم حادث ہے، جس کا موضوع العالم ہے جو قیاس میں مذکور ہے، لہذا یہ اصغر کہلائے گا اور نتیجہ کا محمول حادث ہے جو قیاس میں مذکور ہے لہذا یہ اکبر کہلائے گا، اور العالم متغیر و کل متغیر حادث نیز دونوں قضیے قیاس کے اجزاء ہیں لہذا ان میں سے ہر ایک مقدمہ کہلائے گا، اور پہلا مقدمہ یعنی العالم متغیر میں چونکہ اصغر مذکور ہے، لہذا وہ صغریٰ کہلائے گا، اور دوسرا مقدمہ یعنی کل متغیر حادث میں چونکہ اکبر مذکور ہے لہذا وہ کبریٰ کہلائے گا، اور دونوں مقدموں میں لفظ متغیر مکرر ہے لہذا وہ حد اوسط ہے، اور چونکہ یہاں صغریٰ کا کبریٰ کے ساتھ اقتران و اتصال ہو رہا ہے، لہذا یہ اقتران قرینہ اور ضرب کہلائے گا۔ اور حد اوسط یعنی متغیر کو اصغر یعنی العالم اور اکبر یعنی حادث کے پاس رکھنے سے ایک ہیئت اور صورت حاصل ہوئی، لہذا اس ہیئت کا نام شکل ہے۔

شکل کی چار قسمیں ہیں

دلیل حصر: یہ ہے کہ حد اوسط یا تو صغریٰ میں محمول اور کبریٰ میں موضوع ہوگی، یا صغریٰ میں موضوع اور کبریٰ میں محمول ہوگی، اول ہو تو وہ شکل اول ہے، اور ثانی صورت شکل رابع ہے یا دونوں میں محمول ہوگی یا دونوں میں موضوع ہوگی، اول شکل ثانی ہے اور ثانی، شکل ثالث ہے۔

وَ إِنَّمَا وُضِعَتِ الْأَشْكَالُ فِي هَذِهِ الْمَرَاتِبِ لِأَنَّ الشَّكْلَ الْأَوَّلَ عَلَى النَّظْمِ الطَّبِيعِيِّ فَإِنَّ النَّظْمَ الطَّبِيعِيَّ هُوَ الْإِنْتِقَالُ مِنْ مَوْضُوعِهِ الْمَطِّ إِلَى الْحَدِّ الْأَوْسَطِ ثُمَّ مِنْهُ إِلَى مَحْمُولِهِ حَتَّى يَلْزَمَ مِنْهُ الْإِنْتِقَالُ مِنْ مَوْضُوعِهِ إِلَى مَحْمُولِهِ وَ هَذَا لَا يُوجَدُ إِلَّا فِي الْأَوَّلِ فَلِهَذَا وَضِعَ فِي الْمَرْتَبَةِ الْأُولَى ثُمَّ وَضِعَ الشَّكْلُ الثَّانِي لِأَنَّهُ أَقْرَبُ الْأَشْكَالِ الْبَاقِيَةِ إِلَيْهِ لِمُشَارَكَةِ إِثَاءِ فِي صُغْرَاهُ وَ هِيَ أَشْرَفُ الْمُقَدِّمَتَيْنِ لِإِسْتِمَالِهَا عَلَى مَوْضُوعِ الْمَطِّ الَّذِي هُوَ أَشْرَفُ مِنَ الْمَحْمُولِ إِذِ الْمَحْمُولُ إِنَّمَا يُطْلَبُ لِأَجْلِهِ إِمَّا إِنْجَابًا أَوْ سَلْبًا ثُمَّ الشَّكْلُ الثَّالِثُ لِأَنَّ لَهُ قَرَابًا مَا إِلَيْهِ لِمُشَارَكَةِ إِثَاءِ فِي أَخْسَرِ الْمُقَدِّمَتَيْنِ ثُمَّ الرَّابِعُ إِذْ لَا قُرْبَ لَهُ أَصْلًا لِمُخَالَفَتِهِ إِثَاءَ فِي الْمُقَدِّمَتَيْنِ وَ بَعْدَ عَنِ الطَّبِيعِ جَدًّا.

ترجمہ: اور اشکال کو ان مرتبوں میں اس لئے رکھا گیا کہ شکل اول نظم طبعی پر ہے اس لئے کہ نظم طبعی یہی ہے کہ وہ اپنے موضوع مطلوب سے حد اوسط کی طرف، انتقال ہو پھر اس سے محمول کی طرف یہاں تک کہ اس سے اپنے موضوع مطلوب سے اپنے محمول کی طرف منتقل ہونا لازم آئے گا، اور یہ صرف پہلے ہی میں پایا جاتا ہے، اسی وجہ سے اس کو پہلی مرتبہ رکھا گیا، پھر شکل ثانی کو رکھا گیا اس لئے کہ وہ باقی اشکال سے شکل اول کے زیادہ قریب ہے، اس وجہ سے کہ وہ اس کے صغریٰ میں اس کا مشارک ہے، اور یہ دونوں مقدموں میں سے اشرف ہے، کیوں کہ وہ اس مطلوب کے موضوع پر مشتمل ہوتا ہے جو محمول سے اشرف ہے اس لئے کہ محمول کو ایجاباً یا سلباً موضوع ہی کی وجہ سے طلب کیا جاتا ہے، پھر شکل ثالث کو (رکھا گیا) اس لئے کہ اس کو شکل اول سے کچھ نہ کچھ قریب ہے کیوں کہ وہ دونوں مقدموں میں سے ادنیٰ مقدمہ

میں اس کے مشارک ہوتا ہے، پھر رابع کو اس لئے کہ اس کو بالکل قربت نہیں ہے کیوں کہ وہ مقدمین میں شکل اول کے مخالف اور طبیعت سے بہت دور ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے اشکال اربعہ کے ترتیب کی وجہ بیان کی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ طبیعت مستقیمہ اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ مقدمہ اولیٰ میں مطلوب یعنی نتیجہ کے موضوع سے حد اوسط کی طرف انتقال ہو اور پھر حد اوسط سے مطلوب کی طرف انتقال ہو اور چونکہ شکل اول کے مقدمہ اولیٰ میں حد اوسط محمول ہوتی ہے، اور دوسرے مقدمہ میں موضوع ہوتی ہے، لہذا شکل اول کی ترتیب طبیعت کے مطابق ہے پس اس کو مرتبہ اول میں رکھ کر شکل اول قرار دیا، دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ شکل بدیہی الانتاج ہوتی ہے اس کے علاوہ باقی شکلیں نظری الانتاج ہیں، پس یہ شکل اشرف الاشکال ہوئی، اور اشرف کا مرتبہ مقدم ہوتا ہے، اور اس کو پہلے نمبر پر رکھا جاتا ہے اس لئے اس کا نام شکل اول رکھا۔ اور شکل ثانی چونکہ شکل اول کے مقدمہ اولیٰ یعنی صغریٰ کے مشابہ ہے، کیوں کہ شکل اول کے صغریٰ میں حد اوسط محمول ہوتی ہے اور شکل ثانی کے دونوں مقدموں میں حد اوسط محمول ہوتی ہے، لہذا شکل ثانی شکل اول سے اقرب ہوئی پس اس کو مرتبہ ثانیہ میں رکھ کر اس کا نام شکل ثانی رکھا۔ اور شکل ثالث چونکہ شکل اول کے کبریٰ کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے کیوں کہ حد اوسط شکل اول کے کبریٰ میں موضوع ہوتی ہے اور شکل ثالث کے دونوں مقدمہ میں حد اوسط موضوع ہوتی ہے، اور کبریٰ چونکہ صغریٰ سے ارذل ہے لہذا اس کو ارذل مقدمہ میں مشابہت ہوئی تو ارذل مقدمہ میں مشابہت کی وجہ سے اس کو تیسرے درجہ میں رکھ کر اس کا نام شکل ثالث رکھا۔ اور شکل رابع چونکہ شکل اول کے کسی مقدمہ کے مشابہ نہیں ہے بلکہ شکل کے برعکس ہے لہذا شکل رابع شکل اول سے البعد ہے اور طبیعت سے بعید ہے اور یہ شکل سب سے پھسڑی ہے اس لئے اس کو مرتبہ رابعہ میں رکھ کر شکل رابع کے نام سے موسوم کیا گیا۔

فَالْأَمَّا الشَّكْلُ الْأَوَّلُ فَشَرَطُ انْتاجِهِ إِنْجَابُ الصُّغْرَى وَالْأَلَمْ يَنْدَرِجِ الْأَصْغَرُ فِي الْأَوْسَطِ وَكُلِّيَّةُ الْكُبْرَى وَالْإِلَّا لَا خْتِمَلُ أَنْ يَكُونَ الْبَعْضُ الْمَحْكُومُ عَلَيْهِ بِالْأَكْبَرِ غَيْرُ الْبَعْضِ الْمَحْكُومِ بِهِ عَلَى الْأَصْغَرِ وَضَرْوَبُهُ النَّاتِجَةُ أَرْبَعُ الْأَوَّلُ مِنْ مُوجِبَتَيْنِ كِلَيْتَيْنِ يُنتِجُ مُوجِبَةً كُلِّيَّةً كَقَوْلِنَا كُلُّ جَ بَ وَ كُلُّ بَ أَفْكَلُ جَ أ الثَّانِي مِنْ كِلَيْتَيْنِ الصُّغْرَى مُوجِبَةً وَالْكُبْرَى سَالِبَةً يُنتِجُ سَالِبَةً كُلِّيَّةً كَقَوْلِنَا كُلُّ جَ بَ وَلَا شَيْءَ مِنْ بَ أَفَلَا شَيْءَ مِنْ جَ أ الثَّالِثُ مِنْ مُوجِبَتَيْنِ وَالصُّغْرَى جُزْئِيَّةً يُنتِجُ مُوجِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا بَعْضُ جَ بَ وَ كُلُّ بَ أَفَبَعْضُ جَ أ الرَّابِعُ مِنْ مُوجِبَةٍ جُزْئِيَّةٍ صُّغْرَى وَ سَالِبَةٍ كُلِّيَّةٍ كُبْرَى يُنتِجُ سَالِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا بَعْضُ جَ بَ وَلَا شَيْءَ مِنْ بَ أَفَبَعْضُ جَ لَيْسَ أَوْ نَتَائِجُ هَذَا الشَّكْلِ بَيِّنَةٌ بِذَاتِهَا أَقُولُ إِنْ لَمْ يَكُنْ جَ الْأَشْكَالُ الْأَرْبَعَةُ شَرَايِطُ بِحَسَبِ كَيْفِيَّةِ الْمُقَدَّمَاتِ وَ كَمِّيَّتِهَا وَ شَرَايِطُ بِحَسَبِ جِهَةِ الْمُقَدَّمَاتِ أَمَّا الشَّرَايِطُ الَّتِي بِحَسَبِ الْجِهَةِ فَسَيَاتِيكَ بَيَانُهَا فِي فُصْلِ الْمُخْتَلِطَاتِ وَ أَمَّا الشَّرَايِطُ الَّتِي بِحَسَبِ الْكَيْفِيَّةِ وَ الْكَمِّيَّةِ فَفِي الشَّكْلِ الْأَوَّلِ أَمْرَانِ أَحَدُهُمَا بِحَسَبِ الْكَيْفِيَّةِ إِنْجَابُ الصُّغْرَى وَ ثَانِيهِمَا بِحَسَبِ الْكَمِّيَّةِ كُلِّيَّةُ الْكُبْرَى أَمَّا الْأَوَّلُ فَلِأَنَّ الصُّغْرَى لَوْ كَانَتْ سَالِبَةً لَمْ يَنْدَرِجِ الْأَصْغَرُ تَحْتَ الْأَوْسَطِ فَلَمْ يَحْصُلِ الْإِنْتَاجُ لِأَنَّ الْكُبْرَى تَدُلُّ عَلَى أَنَّ مَا يَثْبُتُ لَهُ الْأَوْسَطُ فَهُوَ مَحْكُومٌ عَلَيْهِ بِالْأَكْبَرِ وَالصُّغْرَى عَلَى تَقْدِيرِ كَوْنِهَا سَالِبَةً حَاكِمَةٌ بِأَنَّ الْأَوْسَطَ مَسْلُوبٌ غَيْرِ الْأَصْغَرِ فَلَا أَصْغَرَ لَا يَكُونُ دَاخِلًا فِيمَا ثَبَتَ لَهُ الْأَوْسَطُ فَالْحُكْمُ عَلَى مَا ثَبَتَ

لَهُ الْاَوْسَطُ لَا يَتَعَدَّى إِلَى الْاَصْغَرِ فَلَا يَلْزَمُ النَّتِيجَةُ وَ اَمَّا الثَّانِي فَلَاِنَّ الْكُبْرَى لَوْ كَانَتْ جُزْئِيَّةً لَكَانَ مَعْنَاهَا اَنَّ بَعْضَ الْاَوْسَطِ مَحْكُومٌ عَلَيْهِ بِالْاَكْبَرِ وَ جَازَ اَنْ يَكُوْنَ الْاَصْغَرُ غَيْرَ ذَلِكَ الْبَعْضِ فَالْحُكْمُ عَلَى بَعْضِ الْاَوْسَطِ لَا يَتَعَدَّى إِلَى الْاَصْغَرِ وَلَا يَلْزَمُ النَّتِيجَةُ مَثَلًا يَصْدُقُ كُلُّ اِنْسَانٍ حَيَوَانٌ وَ بَعْضُ الْحَيَوَانِ فَرَسٌ وَ لَا يَصْدُقُ بَعْضُ الْاِنْسَانِ فَرَسٌ.

ترجمہ: ماتن نے کہا! بہر حال شکل تو اس کے نتیجہ دینے کی شرط صغریٰ کا موجب ہونا ہے ورنہ تو اوسط میں داخل نہ ہوگا، اور کبریٰ کا کلیہ ہونا ہے، ورنہ تو احتمال ہوگا کہ بعض وہ افراد جن پر اکبر کا حکم لگایا گیا ہے ان بعض افراد کا غیر ہوں جس کا حکم اصغر پر لگایا گیا ہے، اور اس کی نتیجہ دینے والی ضربیں چار ہیں، اول، دو موجبہ کلیہ سے یہ نتیجہ دے گی موجبہ کلیہ جیسے ہمارا قول کل ج ب و کل ب ا فکل ج ا، دوم: صغریٰ کا موجبہ کلیہ سے اور کبریٰ سالبہ کلیہ سے نتیجہ دے گی سالبہ کلیہ جیسے ہمارا قول کل ج ب و لاشی من ب ا، (نتیجہ ہوگا) لاشی من ج ا، سوم: دو موجبہ سے درانحالیکہ صغریٰ جزئیہ ہو یہ موجبہ جزئیہ نتیجہ دے گی جیسے ہمارا قول بعض ج ب و کل ب ا بعض ج ا، چہارم: صغریٰ موجبہ جزئیہ سے اور کبریٰ سالبہ کلیہ سے یہ سالبہ جزئیہ نتیجہ دے گی جیسے ہمارا قول بعض ج ب و لاشی من ب ا بعض ج ا لیس ا اور اس شکل کا نتیجہ بذات خود واضح ہے، میں کہتا ہوں: جان تو کہ چاروں شکلوں کے نتیجہ دینے کے لئے کچھ شرطیں ہیں، مقدمات کی کیفیت اور کیت کے اعتبار سے اور کچھ شرطیں ہیں مقدمات کی جہت کے اعتبار سے، بہر حال وہ شرطیں جو جہت کے اعتبار سے ہیں تو ان کا بیان آپ کے سامنے مغلطات کی فصل میں آئے گا، اور بہر حال وہ شرائط جو کیت اور کیفیت کے لحاظ سے ہیں تو شکل اول میں دو چیزیں ہیں، ان میں سے ایک کیفیت کے اعتبار سے صغریٰ کا موجبہ ہونا، اور ان میں سے دوسری کیت کے اعتبار سے کبریٰ کا کلیہ ہونا ہے، بہر حال اول تو اس لئے کہ صغریٰ اگر سالبہ ہو تو اوسط کے تحت داخل نہ ہوگا پس انتاج حاصل نہ ہوگا، اس لئے کہ کبریٰ ہر اس چیز پر دلالت کرتا ہے جس کے لئے اوسط ثابت ہے تو وہ محکوم علیہ بالا کبر ہوگا اور صغریٰ سالبہ ہونے کی صورت پر اس کا حکم لگائے گا کہ اوسط اصغر سے منسوب ہے پس اصغر اس چیز میں داخل نہ ہوگا، جس کے لئے اوسط ثابت ہے، لہذا اس چیز پر جو حکم ہے جس کے لئے اوسط ثابت ہے اصغر کی طرف متعدی نہیں ہوگا، پس نتیجہ لازم نہ ہوگا، اور بہر حال دوسری (شرط) تو اس لئے کہ کبریٰ اگر جزئیہ ہو تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ بعض اوسط محکوم علیہ بالا کبر ہے، اور یہ جائز ہے کہ اصغر ان بعض افراد کا غیر ہو تو بعض اوسط پر حکم اصغر کی طرف متعدی نہ ہوگا، لہذا نتیجہ لازم نہ ہوگا، مثال کے طور پر کل انسان حیوان، و بعض حیوان فرس صادق ہے اور بعض انسان فرس صادق نہیں ہے۔

تشریح: اس عبارت میں ماتن نے شکل کی شرائط انتاج بیان کیا ہے، شارح کہتے ہیں کہ قیاس کی چاروں شکلوں کے صحیح نتیجہ دینے کے لئے کچھ شرائط ہیں، جب وہ شرائط پائی جائیں گی تب وہ شکلیں صحیح نتیجہ دیں گی اور اگر شرائط مفقود ہوں گی تو شکلیں صحیح نتیجہ نہیں دیں گی، صحیح نتیجہ دینے والی شکلوں کو نتج (پچہ دینے والی) کہتے ہیں، اور صحیح نتیجہ نہ دینے والی شکلوں کو عقیم (بانجھ) کہتے ہیں، اور شرائط ملتجہ میں سے کچھ شرطیں مقدمات کی کیفیت اور کیت کے لحاظ سے ہیں اور کچھ شرطیں مقدمات کی جہت کے اعتبار سے ہیں، کیفیت

تسہیل لفظی تصدیقات سے مراد ایجاب اور سلب ہے اور کیت سے مراد کلیت اور جزئیت ہے، اور جہت کے اعتبار سے جو شرائط ہیں ان کا بیان مخططات کی فصل میں آئے گا، مخططات سے مراد وہ قیاسات ہیں جو خط موجہات سے حاصل ہوتے ہیں، شرائط بحسب الجہت کے مباحث چونکہ بہت زائد ہیں اس لئے ماتن نے ان کے بیان کے لئے مستقل طور پر فصل دوم قائم کی ہے۔

شکل اول کے نتیجہ دینے کی شرطیں: شکل اول کے نتیجہ دینے کے لئے دو شرطیں ہیں، ایک کیف کے اعتبار سے، دوسری کیت کے اعتبار سے، کیفیت یعنی ایجاب و سلب کے اعتبار سے شرط یہ ہے کہ صغریٰ موجبہ ہو، کبریٰ خواہ موجبہ ہو یا سالبہ، اور کیت یعنی کلیت و جزئیت کے اعتبار سے شرط یہ ہے کہ کبریٰ کلیہ ہو، صغریٰ خواہ کلیہ ہو یا جزئیہ۔ شارح ان کو دلیل سے ثابت کرتے ہیں کہ پہلی شرط یعنی صغریٰ کا موجبہ ہونا اس لئے ضروری ہے کہ اگر صغریٰ سالبہ ہو تو حد اوسط کے تحت اصغر داخل نہیں ہوگا، لہذا نتیجہ حاصل نہ ہوگا، کیوں کہ کبریٰ ان افراد کے محکوم علیہ ہونے پر دلالت کرتا ہے، جو حد اوسط کے تحت داخل ہوں اور جب صغریٰ سالبہ ہوگا تو یہ اس بات پر دلالت کرے گا کہ اصغر حد اوسط کے تحت داخل نہیں ہے تو جو حکم حد اوسط کے لئے ہے اصغر کے لئے ثابت نہ ہوگا حالانکہ شکل اول کے نتیجہ دینے کے لئے اصغر کا اوسط کے ان افراد میں داخل ہونا ضروری ہے، لہذا معلوم ہوا کہ صغریٰ کا موجبہ ہونا ضروری ہے۔

شکل اول کے نتیجہ دینے کے لئے دوسری شرط کبریٰ کا کلیہ ہونا اس لئے ہے کہ اگر کبریٰ کلیہ نہ ہو، بلکہ جزئی ہو تو اس وقت کبریٰ حد اوسط کے بعض افراد کے لئے حکم ثابت ہونے پر دلالت کرے گا تو اوسط کے بعض افراد محکوم علیہ نہیں ہوں گے پس اکبر کا حکم اصغر کی طرف متعدی نہ ہوگا، اس لئے کہ ممکن ہے کہ اصغر حد اوسط کے ان بعض افراد میں سے نہ ہو جن پر اکبر کا حکم ثابت ہے، لہذا اس صورت میں نتیجہ لازم نہ ہوگا جیسے کل انسان حیوان و بعض حیوان فرس، دیکھئے یہ دونوں قضیے صادق ہیں لیکن دوسرے مقدم میں چونکہ حد اوسط کے وہ بعض افراد جن پر اکبر کا حکم ہے پہلے مقدمہ میں اصغر یعنی انسان حد اوسط کے ان بعض افراد میں سے نہیں ہے اس لئے نتیجہ صادق نہ ہوگا، بلکہ کاذب ہوگا اور وہ ہے بعض الانسان فرس۔

وَضُرُوبُهُ النَّاتِجَةُ بِاعْتِبَارِ هَذَيْنِ الشَّرْطَيْنِ أَرْبَعَةٌ لِأَنَّ الضَّرُوبَ الْمُمَكِّنَةَ الْإِعْقَادَ فِي كُلِّ شَكْلِ سِتَّةٍ عَشَرَ فَإِنَّكَ قَدْ عَلِمْتَ أَنَّ الْقَضِيَّةَ مُنَحْصِرَةً فِي الشَّخْصِيَّةِ وَالْمَحْضُورَةِ وَالْمُهْمَلَةِ لَكِنَّ الشَّخْصِيَّةَ مَنْزِلَةٌ مَنْزِلَةٌ الْكُلِّيَّةُ لِإِنْتِاجِهَا فِي كُبْرَى هَذَا الشَّكْلِ فَإِذَا قُلْنَا هَذَا زَيْدٌ وَزَيْدٌ إِنْسَانٌ يُنتِجُ بِالضَّرُورَةِ هَذَا إِنْسَانٌ وَالْمُهْمَلَةُ فِي قُوَّةِ الْجُزْئِيَّةِ فَالْقَضِيَّةُ الْمُعْتَبَرَةُ لَيْسَتْ إِلَّا الْمَحْضُورَةُ وَهِيَ أَرْبَعَةُ الْكُلِّيَّتَيْنِ وَالْجُزْئِيَّتَيْنِ وَهِيَ مُعْتَبَرَةٌ فِي الصَّغْرَى وَفِي الْكُبْرَى فَإِذَا قَرَنْتَ إِحْدَى الصَّغَرِيَّاتِ الْأَرْبَعِ بِإِحْدَى الْكُبْرِيَّاتِ الْأَرْبَعِ يَحْصُلُ فِيهِ سِتَّةٌ عَشَرَ ضَرْبًا لَكِنَّ اشْتِرَاطَ الْأَمْرِ الْأَوَّلِ أَسْقَطَ ثَمَانِيَةَ أَضْرُبِ الصَّغَرِيَّاتِ السَّالِبَاتِ مَعَ الْكُبْرِيَّاتِ الْأَرْبَعِ وَالْأَمْرِ الثَّانِي أَرْبَعَةَ أَضْرُبِ الصَّغَرِيَّاتِ الْمُوجِبَاتِ مَعَ الْجُزْئِيَّتَيْنِ فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا أَرْبَعَةُ أَضْرُبِ الْأَوَّلِ مِنْ مُوجِبَتَيْنِ كُلِّيَّتَيْنِ يُنتِجُ مُوجِبَةً كُلِّيَّةً كَقَوْلِنَا كُلُّ جَ بَ وَكُلُّ بَ أَفْكَلَ جَ أَلْثَانِي مِنْ كُلِّيَّتَيْنِ وَالصَّغْرَى مُوجِبَةً كُلِّيَّةً وَالْكُبْرَى سَالِبَةً كُلِّيَّةً يُنتِجُ سَالِبَةً كُلِّيَّةً كَقَوْلِنَا كُلُّ جَ بَ وَلَا شَيْءَ مِنْ بَ أَفَلَا شَيْءَ مِنْ جَ أَلْثَالِثِ مِنْ مُوجِبَتَيْنِ وَالصَّغْرَى جُزْئِيَّةً يُنتِجُ مُوجِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا بَعْضُ جَ بَ وَكُلُّ بَ أَفَبَعْضُ جَ أَلرَّابِعِ مِنْ مُوجِبَةٍ جُزْئِيَّةٍ صَّغْرَى وَسَالِبَةٍ كُلِّيَّةٍ كُبْرَى يُنتِجُ سَالِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا بَعْضُ جَ بَ وَلَا شَيْءَ مِنْ بَ أَفَلَيْسَ

بَعْضُ جَ أَوْ تَتَانِجُ هَذِهِ الصُّرُوبِ بَيِّنَةٌ بِذَاتِهَا لَا تَحْتَاجُ إِلَى بُرْهَانٍ.

ترجمہ: اور ان دونوں شرطوں کے اعتبار سے نتیجہ دینے والی ضربیں چار ہیں اس لئے کہ ممکنہ الاعتقاد ضربیں ہر شکل میں سولہ ہیں، کیوں کہ تو جان چکا ہے کہ قضیہ شخصی، محصورہ اور مہملہ میں منحصر ہے، لیکن شخصی کلیہ کے درجہ میں ہے، کیوں کہ وہ اس شکل کے کبریٰ میں نتیجہ دیتا ہے، پس جب ہم کہیں ہذا زید و زید انسان بدلتہ نتیجہ دے گا ہذا انسان، اور مہملہ جزئیہ کی قوت میں ہے، تو قضیہ معتبرہ صرف محصورہ ہوا، اور دو چار ہیں، دو کلیہ، اور دو جزئیہ، اور یہ صغریٰ اور کبریٰ میں معتبر ہیں، پس جب چاروں صغریات میں سے ایک چاروں کبریات میں سے کسی ایک کے ساتھ مقترن ہو تو اس میں سولہ ضربیں حاصل ہوں گی، لیکن امراؤل کے شرط ہونے نے آٹھ ضربوں کو ساقط کر دیا، یعنی، دو صغریٰ سالبہ کو کبریات اربع کے ساتھ، اور امر ثانی (کے شرط ہونے نے) چار ضربوں کو (ساقط کر دیا) یعنی دو صغریٰ موجبہ کو دو جزئیہ کے ساتھ تو صرف چار ضربیں باقی رہ گئیں، اول دو موجبہ کلیہ سے یہ نتیجہ موجبہ کلیہ دے گی جیسے ہمارا قول کل ج ب و کل ب ا فکل ج ا، دوم: دو کلیہ سے دراصل ایک صغریٰ موجبہ کلیہ ہو اور کبریٰ سالبہ کلیہ ہو، سالبہ کلیہ نتیجہ دے گی، جیسے ہمارا قول کل ج ب و لا شئی من ب ا فلا شئی من ج ا، سوم: دو موجبہ سے دراصل ایک صغریٰ جزئیہ ہو، موجبہ جزئیہ نتیجہ دے گی جیسے ہمارا قول بعض ج ب و کل ب ا فبعض ج ا، چہارم: صغریٰ موجبہ جزئیہ اور کبریٰ سالبہ کلیہ سے، سالبہ جزئیہ نتیجہ دے گی جیسے بعض ج ب و لا شئی من ب ا فلیس بعض ج ا اور ان ضربوں کے نتائج خود واضح ہیں، یہ دلیل کے محتاج نہیں ہیں۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے شکل اول کے نتیجہ دینے والی اور نہ دینے والی ضربیں بیان کی ہیں، یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ ہر شکل میں صغریٰ کو کبریٰ کے ساتھ ملانے سے عقلی طور پر سولہ ضربیں نکلتی ہیں، کیوں کہ ماقبل میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ قضیہ محصورہ کی چار قسمیں ہیں: ۱- موجبہ کلیہ ۲- موجبہ جزئیہ ۳- سالبہ کلیہ ۴- سالبہ جزئیہ، چنانچہ صغریٰ اور کبریٰ میں سے ہر ایک یہ چاروں محصورات ہو سکتے ہیں، پس صغریٰ کی چاروں صورتوں کو کبریٰ کی چاروں صورتوں میں ضرب دینے سے سولہ ضربیں نکلیں گی، ان سولہ ضربوں میں جب شرائط کا لحاظ کیا جائے گا تو صرف چار ضربیں ایسی نکلیں گی جن میں نتیجہ دینے کی شرطیں پائی جائیں گی، اور یہ نتیجہ دیں گی، اور بارہ ضربیں صرف احتمال کے درجہ میں ہوں گی اور نتیجہ نہیں دیں گی، اور وہ بارہ ضربیں یہ ہیں: ۱- صغریٰ سالبہ کلیہ اور کبریٰ موجبہ کلیہ ہو ۲- صغریٰ سالبہ کلیہ اور کبریٰ موجبہ جزئیہ ہو ۳- صغریٰ سالبہ کلیہ اور کبریٰ سالبہ کلیہ ہو ۴- صغریٰ سالبہ جزئیہ اور کبریٰ سالبہ جزئیہ ہو ۵- صغریٰ سالبہ جزئیہ اور کبریٰ موجبہ کلیہ ہو ۶- صغریٰ سالبہ جزئیہ اور کبریٰ موجبہ جزئیہ ہو ۷- صغریٰ سالبہ جزئیہ اور کبریٰ سالبہ جزئیہ ہو ۸- صغریٰ سالبہ جزئیہ اور کبریٰ سالبہ جزئیہ ہو ۹- صغریٰ موجبہ جزئیہ اور کبریٰ موجبہ جزئیہ ہو ۱۰- صغریٰ موجبہ جزئیہ اور کبریٰ موجبہ جزئیہ ہو ۱۱- صغریٰ موجبہ جزئیہ اور کبریٰ موجبہ جزئیہ ہو ۱۲- صغریٰ موجبہ جزئیہ اور کبریٰ موجبہ جزئیہ ہو۔ مذکورہ بارہ ضربوں میں سے اول الذکر آٹھ ضربوں کو شرط اول یعنی صغریٰ کے موجبہ ہونے نے ساقط کر دیا، اور آخر الذکر چار ضربوں کو شرط ثانی یعنی کبریٰ کے موجبہ ہونے نے ساقط کر دیا، جب یہ بارہ ضربیں ساقط ہو گئیں تو نتیجہ دینے والی ضربیں صرف چار رہ گئیں۔

۱- صغریٰ موجبہ کلیہ ہو اور کبریٰ بھی موجبہ کلیہ ہو، یہ ضرب موجبہ کلیہ نتیجہ دے گی، جیسے کل ج ب (صغریٰ) و کل ب ا (کبریٰ) دیکھئے یہاں دونوں موجبہ کلیہ ہے لہذا نتیجہ موجبہ کلیہ ہوگا، یعنی کل ج ا ۲- صغریٰ موجبہ کلیہ ہو اور کبریٰ سالبہ کلیہ ہو، یہ

ضرب سالہ کلیہ نتیجہ دیتی ہے، جیسے کل ج ب (صغریٰ) ولاشی من ب ا (کبریٰ) نتیجہ ہوگا لاشی من ج ا - ۳ - صغریٰ موجبہ جزئیہ اور کبریٰ موجبہ کلیہ ہو، نتیجہ موجبہ جزئیہ آئے گا جیسے بعض ج ب و کل ب ا نتیجہ ہوگا بعض ج ا - ۴ - صغریٰ موجبہ جزئیہ اور کبریٰ سالہ کلیہ ہو، یہ سالہ جزئیہ نتیجہ دیتی ہے، جیسے بعض ج ب ولاشی من ب ا نتیجہ ہوگا لیس بعض ج ا - ۵ - شارح کہتے ہیں کہ ان ضربوں کے نتائج بدیہی اور واضح ہیں ان کو ثابت کرنے کے لئے دلیل اور غور و فکر کی قطعاً ضرورت نہیں ہوتی۔

فانک قد علمت الخ اس عبارت سے شارح نے ضرب ممکنہ کے سولہ میں منحصر ہونے کی دلیل بیان کی ہے اور دلیل کے ضمن میں ایک اعتراض کا جواب بھی دیا ہے، اعتراض یہ ہوتا ہے کہ ضرب ممکنہ سولہ ہی نہیں ہیں بلکہ اس سے زائد ہیں، اس لئے کہ صغریٰ میں قضیہ شخصہ اور مہملہ موجبہ و سالہ اور محصورات اربعہ آٹھ احتمالات ہیں، اور یہی آٹھ احتمال کبریٰ میں ہیں اور آٹھ کو آٹھ میں ضرب دینے سے چونسٹھ ہوتی ہیں، نہ کہ سولہ لہذا ضرب ممکنہ کا سولہ میں انحصار صحیح نہیں؟ شارح اس کا جواب دے رہے ہیں کہ قضیہ شخصہ کلیہ کے حکم میں ہے، کیوں کہ شکل اول کا کبریٰ اگر قضیہ شخصہ ہو تو وہ بدلہ نتیجہ دیتا ہے، اور قضیہ مہملہ جزئیہ کی قوت میں ہوتا ہے، تو قضایا معتبرہ صرف محصورات اربعہ ہوئے، لہذا صغریٰ اور کبریٰ میں محصورات اربعہ کے اعتبار سے ضرب ممکنہ سولہ ہوں گے، نہ کہ چونسٹھ۔

نقشہ شکل اول

نمبر شمار	صغریٰ	کبریٰ	مثال صغریٰ	مثال کبریٰ	نتیجہ	کیفیت
۱	موجبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	کل انسان حیوان	کل حیوان جسم	کل انسان جسم	شرائط موجود ہیں
۲	//	// جزئیہ			عقیم	کبریٰ کلیہ نہیں اس لئے عقیم ہے
۳	//	سالہ کلیہ	کل انسان حیوان	لاشی من حیوان بحجر	لاشی من الانسان بحجر	شرائط موجود ہیں
۴	//	// جزئیہ			عقیم	کبریٰ کلیہ نہیں اس لئے عقیم ہے
۵	موجبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	بعض حیوان فرس	کل فرس صہال	بعض حیوان صہال	شرائط موجود ہیں
۶	////	// جزئیہ			عقیم	کبریٰ کلیہ نہیں ہے اس لئے عقیم ہے
۷	////	سالہ کلیہ	بعض حیوان ناطق	لاشی من الناطق بناہق	بعض حیوان لیس بناہق	شرائط موجود ہیں
۸	////	// جزئیہ			عقیم	کبریٰ کلیہ نہیں ہے اس لئے عقیم ہے

۹	سالہ کلیہ	موجبہ کلیہ		عقیم	صغریٰ موجبہ نہیں اس لئے عقیم ہے
۱۰	////	جزئیہ		//	صغریٰ موجبہ نہیں کبریٰ کلیہ نہیں اس لئے عقیم ہے
۱۱	////	سالہ کلیہ		//	صغریٰ موجبہ نہیں اس لئے عقیم ہے
۱۲	////	جزئیہ		عقیم	صغریٰ موجبہ کبریٰ کلیہ نہیں اس لئے عقیم ہے
۱۳	سالہ جزئیہ	موجبہ کلیہ		عقیم	صغریٰ موجبہ نہیں اس لئے عقیم ہے
۱۴	////	جزئیہ		عقیم	صغریٰ موجبہ اور کبریٰ کلیہ نہیں اس لئے عقیم ہے
۱۵	////	سالہ کلیہ		عقیم	صغریٰ موجبہ نہیں اس لئے عقیم ہے
۱۶	////	جزئیہ		عقیم	صغریٰ موجبہ کبریٰ کلیہ نہیں اس لئے عقیم ہے

فائدہ: یہ بات دل میں نقش کر لیجئے کہ موجبہ کلیہ نتیجہ آتا صرف شکل اول ہی کی خصوصیت ہے، اسی طرح قضیہ محصورہ کی چاروں قسمیں موجبہ کلیہ، موجبہ جزئیہ، سالہ کلیہ اور سالہ جزئیہ نتیجہ آتا اسی شکل کی خصوصیات ہے اس کے علاوہ باقی تین شکلوں میں موجبہ کلیہ نتیجہ نہیں آتا، اسی طرح ان تین شکلوں میں محصورہ کی چاروں قسمیں نتیجہ میں نہیں آتیں بلکہ بعض آتی ہیں بعض نہیں۔

وَاعْلَمُ أَنَّ هَهُنَا كَيْفِيَّتَيْنِ إِيْجَابٍ وَ سَلْبٍ وَ أَشْرَفُهُمَا الْإِيْجَابُ لِأَنَّهُ وَجُودٌ وَ السَّلْبُ عَدَمٌ وَ الوجودُ أَشْرَفُ وَ كَمِيَّتَيْنِ الْكُلِّيَّةُ وَ الْجُزْئِيَّةُ وَ أَشْرَفُهُمَا الْكُلِّيَّةُ لِأَنَّهُ اضْطَبَطَ وَ أَنْفَعُ لِي الْمُلُومِ وَ أَخْصُ مِنَ الْجُزْئِيَّةِ وَ الْإِخْصُ لِأَشْتِمَالِهَا عَلَى أَمْرٍ زَائِدٍ أَشْرَفُ فَعَلَى هَذَا يَكُونُ الْمُوجِبَةُ الْكُلِّيَّةُ أَشْرَفَ الْمَحْضُورَاتِ لِأَشْتِمَالِهَا عَلَى الشَّرَفَيْنِ وَ أَحْسَنُهَا السَّالِبَةُ الْجُزْئِيَّةُ لِإِحْتَوَائِهَا عَلَى الْإِخْسَتَيْنِ وَ السَّالِبَةُ الْكُلِّيَّةُ أَشْرَفُ مِنَ الْمُوجِبَةِ الْجُزْئِيَّةِ لِأَنَّ شَرَفَ السَّلْبِ الْكُلِّيِّ بِإِعْتِبَارِ الْكُلِّيَّةِ وَ شَرَفِ الْإِيْجَابِ الْجُزْئِيِّ بِحَسَبِ الْإِيْجَابِ وَ شَرَفِ الْإِيْجَابِ مِنْ جِهَةٍ وَاحِدَةٍ وَ شَرَفِ الْكُلِّيَّةِ مِنْ جِهَاتٍ مُتَعَدِّدَةٍ وَ لَمَّا كَانَ الْمَقْصِدُ مِنَ الْاَقْيَسَةِ نَتَائِجُهَا دُبَيْتٌ بِإِعْتِبَارِ تَرْتِيبِ نَتَائِجِهَا شَرَفًا فَقَدْ دُمُ الْمُنْتَجِ لِلْأَشْرَفِ عَلَى غَيْرِهِ.

تسوجمہ: اور جان تو کہ یہاں دو کیفیتیں ہیں ایجاب و سلب، اور ان دونوں میں اشرف ایجاب ہے، اس لئے کہ وہ وجود ہے اور سلب عدم ہے، اور وجود اشرف ہے، اور دو کلیت ہیں، کلیت اور جزئیت، اور ان دونوں میں اشرف کلیہ ہے، اس لئے کہ یہ اضبط ہے اور علوم میں انفع ہے اور جزئیہ سے اخص ہے، اور اخص امر زائد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اشرف ہے، لہذا اس بناء پر محصورات میں اشرف موجبہ کلیہ ہے کیوں کہ یہ دو شرفوں پر مشتمل ہے، اور سالبہ جزئیہ سب سے ارذل ہے، اس لئے کہ وہ دو حسوں پر مشتمل ہے، اور سالبہ کلیہ موجبہ جزئیہ سے اشرف ہے اس لئے کہ سلب کلی کا شرف کلیہ کے اعتبار سے ہے، اور ایجاب جزئی کا شرف ایجاب کے اعتبار سے ہے، اور ایجاب کا شرف ایک جہت سے ہے اور کلیت کا شرف مختلف جہات سے ہے، اور جب قیاسات سے مقصود چونکہ ان کے نتائج ہیں اس لئے نتائج کے شرف کی ترتیب کے اعتبار سے ضروب کو مرتب کیا گیا، پس اشرف کا نتیجہ دینے والی ضرب کو اس کے علاوہ پر مقدم کیا گیا۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے شکل کے ضروب کی ترتیب کی وجہ بیان کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں دو کیفیتیں ہیں: ۱- ایجاب ۲- سلب، اور ان دونوں میں اشرف اور عمدہ ایجاب ہے، اس لئے کہ ایجاب وجود ہے اور سلب عدم ہے، اور کمالات کا ترتیب چونکہ وجود پر ہوتا ہے اس لئے وجود اشرف ہے، اور جب وجود اشرف ہے تو ایجاب اشرف ہوا۔ اور دو کمیتیں ہیں: ۱- کلیہ ۲- جزئیہ، اور ان دونوں میں کلیہ اشرف ہے کیوں کہ یہ اضبط ہے اور علوم میں انفع ہے اور جزئیہ سے اخص ہے، اور اخص امر زائد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اشرف ہوتا ہے، پس محصورات میں سب سے اشرف موجبہ کلیہ ہے، اس لئے کہ وجود اور اضبط دو شرفوں پر مشتمل ہے، اور سالبہ جزئیہ سب سے ارذل ارگھٹیا ہے کیوں کہ یہ عدم اور جزئیت دو حسوں پر مشتمل ہے، اور سالبہ کلیہ موجبہ جزئیہ سے اشرف ہے اس لئے کہ ایجاب جزئی میں شرف ایک جہت یعنی وجود کے اعتبار سے ہے، اور کلیت میں مختلف جہات سے شرافت ہے، کیوں کہ وہ اضبط بھی ہے اور انفع بھی ہے، اور امر زائد پر مشتمل ہے، پھر قیاسات سے مقصود چونکہ نتائج ہیں اس لئے ضروب کی ترتیب نتائج کی شرافت کی ترتیب پر مبنی ہے لہذا جس ضرب کا نتیجہ اشرف ہے اس کو مقدم کیا اور جس ضرب کا نتیجہ ارذل اور اخص ہے اس کو مؤخر کیا۔

اور ضروب نتیجہ میں سے چونکہ ضرب اول کا نتیجہ سب سے زیادہ اشرف ہے اس لئے اس کو مقدم یا اور ضرب ثانی کا نتیجہ اسی طرح ضرب ثالث کا نتیجہ چونکہ من وجہ اشرف اور من وجہ اخص ہے، ضرب ثانی کا نتیجہ سالبہ کلیہ آتا ہے تو یہ کلیت کے اعتبار سے اشرف ہے اور سلب کی وجہ سے اخص ہے اور ضرب ثالث کا نتیجہ موجبہ جزئیہ آتا ہے تو یہ ایجاب کے اعتبار سے تو اشرف ہے، لیکن چونکہ یہ جزئیت پر مشتمل ہے اس لئے اخص ہے، اور موجبہ جزئیہ کی شرافت صرف ایک وجہ سے ہے یعنی وجود کے اعتبار سے اور سالبہ کلیہ کی شرافت چند وجوہوں سے ہے۔ ۱- کلیہ اضبط ہوتا ہے ۲- انفع ہوتا ہے ۳- امر زائد پر مشتمل ہوتا ہے، اسی لئے ضرب ثانی کو ضرب ثالث پر مقدم کیا گیا ہے اور ضرب رابع کا نتیجہ چونکہ کسی اعتبار سے اشرف نہیں ہے اس لئے اس کو سب کے بعد ذکر کیا گیا۔

فَالْوَ أَمَّا الشَّكْلُ الثَّانِي فَشَرْطُهُ اخْتِلَافٌ مُقَدِّمَتِيهِ بِالْكَيفِ وَ كَلِّيَّةُ الْكُبْرَى وَالْأَلْحَصَلُ الْاِخْتِلَافُ الْمَوْجِبُ لَعَدَمِ الْاِنتَاجِ وَهُوَ صِدْقُ الْقِيَاسِ مَعَ اِيجَابِ النَّبِيْجَةِ تَارَةً وَمَعَ سَلْبِهَا أُخْرَى اَقُوْلُ لِاِنتَاجِ الشَّكْلِ الثَّانِي اَيْضاً شَرْطَانِ بِحَسَبِ الْكَيْفِيَّةِ وَ الْكَمِّيَّةِ اَمَّا بِحَسَبِ الْكَيْفِيَّةِ فَاِخْتِلَافٌ مُقَدِّمَتِيهِ فِي الْكَيفِ بِأَنْ يَكُونَ أَحَدُهُمَا مُوجِبَةً وَ الْاُخْرَى سَالِبَةً وَ اَمَّا بِحَسَبِ الْكَمِّيَّةِ فَكَلِّيَّةُ الْكُبْرَى وَ ذَلِكَ لِأَنَّهُ

لَوْ لَمْ يَتَحَقَّقْ أَحَدُ الشَّرْطَيْنِ لَحَصَلَ الْاِخْتِلَافُ الْمَوْجِبُ لِعَدَمِ الْاِنتَاجِ وَ هُوَ صِدْقُ الْقِيَاسِ تَارَةً مَعَ الْاِيجَابِ وَ أُخْرَى مَعَ السَّلْبِ وَ الْاِخْتِلَافُ مُوَجِبٌ لِلْعَقْمِ أَمَّا لُزُومُ الْاِخْتِلَافِ عَلَى تَقْدِيرِ انْتِفَاءِ الشَّرْطِ الْأَوَّلِ فَلِأَنَّهُ لَوْ اتَّفَقَتْ الْمُقَدَّمَتَانِ فِي الْكَيْفِ فَأَمَّا أَنْ تَكُونَا مُوجِبَتَيْنِ أَوْ سَالِبَتَيْنِ وَ أَيًّا مَا كَانَ يَتَحَقَّقُ الْاِخْتِلَافُ أَمَّا إِذَا كَانَتَا مُوجِبَتَيْنِ فَلِأَنَّهُ يَصْدُقُ كُلُّ إِنْسَانٍ حَيَوَانٌ وَ كُلُّ نَاطِقٍ حَيَوَانٌ وَ الْحَقُّ الْاِيجَابِ وَ لَوْ بَدَّلْنَا الْكُبْرَى بِقَوْلِنَا وَ كُلُّ فَرَسٍ حَيَوَانٌ كَانَ الْحَقُّ السَّلْبِ وَ أَمَّا إِذَا كَانَتَا سَالِبَتَيْنِ فَلِصِدْقِ قَوْلِنَا لَا شَيْءَ مِنَ الْإِنْسَانِ بِحَجَرٍ وَ لَا شَيْءَ مِنَ الْفَرَسِ بِحَجَرٍ فَالْحَقُّ السَّلْبِ وَ لَوْ قُلْنَا وَ لَا شَيْءَ مِنَ النَّاطِقِ بِحَجَرٍ فَالْحَقُّ الْاِيجَابِ وَ أَمَّا لُزُومُ الْاِخْتِلَافِ عَلَى تَقْدِيرِ انْتِفَاءِ الشَّرْطِ الثَّانِي فَلِأَنَّهُ لَوْ كَانَتِ الْكُبْرَى جُزْئِيَّةً فَهِيَ أَمَّا أَنْ تَكُونَ مُوجِبَةً أَوْ سَالِبَةً وَ عَلَى كِلَا التَّقْدِيرَيْنِ يَتَحَقَّقُ الْاِخْتِلَافُ أَمَّا عَلَى تَقْدِيرِ اِيجَابِهَا فَلِصِدْقِ قَوْلِنَا لَا شَيْءَ مِنَ الْإِنْسَانِ بِفَرَسٍ وَ بَعْضُ الْحَيَوَانِ فَرَسٌ وَ الصَّادِقُ الْاِيجَابِ وَ لَوْ بَدَّلْنَا الْكُبْرَى بِقَوْلِنَا وَ بَعْضُ الصَّاهِلِ فَرَسٌ كَانَ الصَّادِقُ السَّلْبِ وَ أَمَّا عَلَى تَقْدِيرِ سَلْبِهَا فَلِصِدْقِ قَوْلِنَا كُلُّ إِنْسَانٍ حَيَوَانٌ وَ بَعْضُ الْجَسْمِ لَيْسَ بِحَيَوَانٍ وَ الصَّادِقُ الْاِيجَابِ أَوْ بَعْضُ الْحَجَرِ لَيْسَ بِحَيَوَانٍ وَ الْحَقُّ السَّلْبِ وَ أَمَّا أَنْ الْاِخْتِلَافُ مُوَجِبٌ لِلْعَقْمِ الْقِيَاسِ فَلِأَنَّهُ لَمَّا صَدَّقَ مَعَ الْاِيجَابِ لَمْ يَكُنْ مُنْتِجًا لِلْسَّلْبِ وَ لَمَّا صَدَّقَ مَعَ السَّلْبِ لَمْ يَكُنْ مُنْتِجًا لِلْاِيجَابِ لِأَنَّ الْمَعْنَى بِالْاِنتَاجِ اسْتِزَامُ الْقِيَاسِ لِأَحَدِهِمَا عَلَى التَّعْيِينِ

ترجمہ: ماتن نے کہا! اور بہر حال شکل ثانی تو اس کی شرط اس کے دونوں مقدموں کا کیف میں مختلف ہونا اور کبریٰ کا کلیہ ہونا ہے ورنہ تو ایسا اختلاف حاصل ہوگا جو نتیجہ نہ دینے کو واجب کرے گا، اور وہ قیاس کا صادق ہونا ہے کچھ نتیجہ کے ایجاب کے ساتھ اور کبھی اس کے سلب کے ساتھ۔ میں کہتا ہوں کہ شکل ثانی کے نتیجہ دینے کے لئے بھی کیفیت اور کیت کے اعتبار سے دو شرطیں ہیں، بہر حال کیفیت کے اعتبار سے تو اس کے دونوں مقدموں کا کیف میں مختلف ہونا ہے، بایں طور کہ ان میں سے ایک موجب ہو اور دوسرا سالب ہو، اور بہر حال کیت کے اعتبار سے تو کبریٰ کا کلیہ ہونا ہے اور یہ اس لئے ہے کہ اگر دونوں شرطوں میں سے کوئی ایک متحقق نہ ہو تو ایسا اختلاف حاصل ہوگا جو عدم انتاج کا موجب ہے، اور وہ ایجاب کے ساتھ کبھی قیاس کا صادق ہونا ہے اور کبھی سلب کے ساتھ، اور اختلاف موجب عقم ہے، بہر حال شرط اول کے انتفاء کی تقدیر پر اختلاف کا لازم ہونا تو اس لئے ہے کہ اگر دونوں مقدمہ کیف میں متفق ہوں تو دونوں موجب ہوں گے یا سالبہ اور جو کسی بھی صورت ہوا اختلاف متحقق ہوگا، بہر حال جبکہ دونوں موجب ہوں تو اس لئے کہ کل انسان ناطق اور کل ناطق حیوان صادق ہے اور حق ایجاب ہے، اور اگر ہم کبریٰ کو اپنے قول کل فرس حیوان سے بدل دیں تو حق سلب ہوگا اور بہر حال جبکہ دونوں سالبہ ہوں تو اس لئے کہ ہمارا قول لا شئی من الانسان بحجر اور لا شئی من الفرس بحجر صادق ہے، اور حق سلب ہے اور اگر ہم کہیں ولا شئی من الناطق بحجر تو حق ایجاب ہے، اور بہر حال شرط ثانی کے انتفاء کی تقدیر پر اختلاف کا لزوم تو اس لئے ہے کہ اگر کبریٰ جزئیہ ہو تو وہ یا موجب ہوگا یا سالبہ اور ان دونوں صورت پر اختلاف متحقق ہوگا، اور بہر حال اس کے موجب ہونے کی تقدیر پر تو اس لئے ہے کہ ہمارا قول لا شئی

من الانسان بفرس اور بعض الحيوان فرس صادق ہے، اور صادق ایجاب ہے، اور اگر ہم کبریٰ کو اپنے قول وبعض الصاهل فرس سے بدل دیں تو صادق سلب ہوگا، اور بہر حال اس کے سالبہ ہونے کی تقدیر پر تو اس لئے ہے کہ ہمارا قول کل انسان حیوان اور بعض الجسم ليس بحيوان صادق ہے اور صادق ایجاب ہے، یا بعض الحجر ليس بحيوان ہو تو حق سلب ہے، اور بہر حال اختلاف قیاس کے عقم کا موجب ہونا تو اس لئے ہے کہ جب ایجاب کے ساتھ صادق ہو تو منتج سلب نہ ہوگا، اور جب سلب کے ساتھ صادق ہو تو منتج ایجاب نہ ہوگا، اس لئے کہ انتاج سے مراد قیاس کا ان میں سے کسی ایک کو بالعمین مستلزم ہونا ہے۔

تشریح: جب مصنف شکل اول کے نتیجہ دینے کی شرطیں اور ان کی ضرورت منجہ و عقیمہ بیان کر چکے تو اب یہاں سے شکل ثانی کے نتیجہ دینے کی شرطیں بیان کر رہے ہیں۔

شکل ثانی کے نتیجہ دینے کی شرطیں: شکل ثانی کے نتیجہ دینے کے لئے دو شرطیں ہیں: ۱- کیفیت کے اعتبار سے دونوں مقدموں کا مختلف ہونا یعنی صغریٰ و کبریٰ کا ایجاب و سلب میں مختلف ہونا یعنی اگر صغریٰ موجبہ ہو تو کبریٰ کا سالبہ ہونا ضروری ہے، اور صغریٰ اگر سالبہ ہو تو کبریٰ کا موجبہ ہونا ضروری ہے۔ ۲- دوسری شرط یہ ہے کہ کیفیت یعنی کلیت اور جزئیت کے اعتبار سے کبریٰ کا کلیہ ہونا ضروری ہے، صغریٰ خواہ کلیہ ہو یا جزئیہ۔ اب رہا یہ سوال کہ ان دونوں شرطوں کا ہونا کیوں ضروری ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں شرطیں اس لئے ضروری ہیں کہ اگر ان کا اعتبار نہ کیا جائے تو نتیجہ میں اختلاف ہوگا، یعنی ایک ہی ضرب میں قیاس تو صادق ہوگا مگر نتیجہ کبھی موجبہ ہوگا اور کبھی سالبہ ہوگا، حالانکہ ایک ضرب کا ایک خاص نتیجہ ہونا چاہئے اور اختلاف نتیجہ دلیل ہے قیاس کے منتج نہ ہونے کی۔

اس مقام پر دو دعویٰ ہیں۔ ایک دعویٰ یہ ہے کہ دو شرطوں میں سے ایک شرط بھی اگر مفقود ہوگی تو نتیجہ میں اختلاف ہو جائے گا، دوسرا دعویٰ یہ ہے کہ نتیجہ میں اختلاف عدم انتاج کی دلیل ہے دونوں دعوؤں کو شارح بالتفصیل ثابت کر رہے ہیں کہ اگر شرط اول یعنی ایجاب و سلب میں مختلف ہونے کی شرط نہ پائی جائے تو اس وقت نتیجہ میں اختلاف ہوگا، یعنی نتیجہ کبھی موجبہ ہوگا اور کبھی سالبہ ہوگا، خواہ دونوں مقدمہ موجبہ ہوں یا دونوں سالبہ ہوں، دونوں کے موجبہ ہونے کی صورت میں بھی نتیجہ میں اختلاف ہوگا، جیسے جب کہا جائے کل انسان حیوان (صغریٰ) و کل ناطق حیوان (کبریٰ) دیکھئے یہ شکل ثانی کی ایک ضرب ہے جو صغریٰ موجبہ کلیہ اور کبریٰ موجبہ کلیہ سے مرکب ہے، اور قیاس صحیح اور درست ہے، پس اس وقت نتیجہ موجبہ کلیہ ہوگا، یعنی کل انسان ناطق، پھر صغریٰ تو بعینہ جوں کا توں ہو اور کبریٰ بدل جائے اور دونوں موجبہ ہوں، ایجاب و سلب میں مختلف ہونے کی شرط نہ پائی جاوے تو اس وقت نتیجہ سالبہ ہوگا، جیسے کل انسان حیوان و کل فرس حیوان، دیکھئے یہ وہی ضرب ہے جو اوپر ذکر کی گئی یعنی یہ بھی صغریٰ موجبہ اور کبریٰ موجبہ سے مرکب ہے، لیکن یہاں نتیجہ سالبہ کلیہ ہوگا، یعنی لاشی من الانسان بفرس، اس لئے کہ اگر نتیجہ سالبہ نہ ہو بلکہ موجبہ ہو یعنی کل انسان فرس تو یہ غلط ہوگا، کیوں کہ اس سے سارے انسان کا گھوڑا ہونا لازم آئے گا، حالانکہ انسان کے افراد میں سے کوئی بھی گھوڑا نہیں ہے، تو دیکھئے دونوں مثالوں میں ضرب ایک ہی ہے مگر پہلی مثال میں نتیجہ موجبہ کلیہ آیا اور دوسری مثال میں سالبہ حالانکہ سالبہ نتیجہ آنا غلط ہے کیوں کہ صغریٰ اور کبریٰ دونوں موجبہ ہیں اور صغریٰ و کبریٰ جب دونوں موجبہ ہوں تو نتیجہ بھی موجبہ ہوتا ہے، لہذا معلوم ہوا کہ ایجاب اور سلب میں مختلف ہونے کی شرط نہ پائی جانے کی وجہ سے نتیجہ میں اختلاف ہوتا ہے اور نتیجہ کا اختلاف اصول منطق کے پیش نظر قیاس کے نتیجہ نہ دینے کی دلیل ہے۔

اسی طرح اگر دونوں مقدمہ سالبہ ہوں تو اس صورت میں بھی نتیجہ میں اختلاف ہوگا، جیسے لاشی من الانسان بحجر (صغریٰ) و لاشی من الفرس بحجر (کبریٰ) نتیجہ سالبہ کلیہ ہوگا یعنی لاشی من الانسان بفرس، اور اگر کبریٰ بدل دیا جائے اور کہا جائے، لاشی من الانسان بحجر و لاشی من الناطق بحجر تو نتیجہ موجبہ کلیہ ہوگا یعنی کل انسان ناطق تو دیکھئے دونوں مثالوں میں ضرب ایک ہی ہے مگر پہلی مثال میں نتیجہ سالبہ کلیہ آیا اور دوسری مثال میں نتیجہ موجبہ کلیہ آیا، حالانکہ موجبہ کلیہ یہاں نتیجہ آنا غلط ہے، کیوں کہ دونوں مقدمہ سالبہ ہیں، اور جب دونوں سالبہ ہوں تو نتیجہ سالبہ ہوتا ہے نہ کہ موجبہ، لہذا معلوم ہوا کہ ایجاب و سلب میں مختلف نہ ہونے کی صورت میں نتیجہ میں اختلاف ہوتا ہے، اور نتیجہ میں اختلاف ہونا اصول منطق کے پیش نظر نتیجہ نہ دینے کی دلیل ہے۔ اور دوسری شرط یعنی کبریٰ اگر کلیہ نہ ہو تو اس صورت میں بھی نتیجہ میں اختلاف ہوگا، جیسے کل حمار ناهق (صغریٰ) و بعض الصاھل لیس بناھق (کبریٰ) نتیجہ ہوگا بعض الحمار لیس بصاھل اور اگر صغریٰ جوں کا توں باقی رہے اور کبریٰ میں تبدیلی ہو جائے اور قیاس کی ترتیب اس طرح ہو، کل حمار ناهق (صغریٰ) و بعض الحمار لیس بناھق (کبریٰ) تو نتیجہ موجبہ جزئیہ ہوگا، بعض الحمار حیوان، اس لئے کہ اگر نتیجہ موجبہ نہ ہو بلکہ سالبہ ہو تو اس طرح ہوگا بعض الحمار لیس بحیوان اور یہ بالکل غلط ہے، تو دیکھئے ان دونوں مثالوں کی ضرب ایک ہے یعنی دونوں مثالوں میں صغریٰ موجبہ کلیہ ہے اور کبریٰ سالبہ جزئیہ ہے مگر پہلی مثال میں نتیجہ موجبہ آیا، اور دوسری مثال میں سالبہ آیا اور یہ نتیجہ کا اختلاف اس وجہ سے ہوا کہ یہاں شکل ثانی کے نتیجہ دینے کی دوسری شرط یعنی کبریٰ کا کلیہ ہونا نہیں پایا گیا، لہذا معلوم ہوا کہ کبریٰ کا کلیہ نہ ہونا اختلاف نتیجہ کو ثابت کرتا ہے، اور اختلاف نتیجہ نہ دینے کی دلیل ہے۔ دوسرا دعویٰ یہ ہے کہ جب نتیجہ میں اختلاف ہوگا تو قیاس نتیجہ نہیں دے گا۔

شارح اما ان الاختلاف موجب لعقم القیاس الخ سے اس کی دلیل بیان کر رہے ہیں کہ کسی قیاس کے نتیجہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ وہ خاص نتیجہ اس قیاس کیلئے لازم اور ضروری ہے، اور اس میں کوئی تخلف نہیں ہے اور اختلاف کی صورت میں نتیجہ کبھی موجبہ ہوگا اور کبھی سالبہ ہوگا تو جب ایجاب صادق ہوگا تو سلب صادق نہ ہوگا، اور جب سلب صادق ہوگا تو ایجاب صادق نہ ہوگا پس ایجاب و سلب میں سے کوئی قیاس کو لازم نہ ہوگا، اور جب ان دونوں میں سے کوئی قیاس کو لازم نہ ہوگا تو نتیجہ بھی قیاس کو لازم نہ ہوگا حالانکہ نتیجہ لازم ہوتا ہے۔

فَالْوَضُوءُ النَّاتِجَةُ أَيْضَ أَرْبَعَةُ الْأَوَّلِ مِنْ كِلَيْتَيْنِ وَالصُّغْرَى مُوجِبَةٌ يُنتِجُ سَالِبَةً كَقَوْلِنَا كُلُّ جَبٍّ وَلَا شَيْءٌ مِنْ أَبٍ فَلَا شَيْءٌ مِنْ جِ أِبٍ بِالْخُلْفِ وَهُوَ ضَمُّ نَقِیْضِ النَّتِیْجَةِ إِلَى الْكُبْرَى لِیُنتِجَ نَقِیْضُ الصُّغْرَى وَبِإِنْعَاسِ الْكُبْرَى لِیَرْتَدَّ إِلَى الشَّكْلِ الْأَوَّلِ الثَّانِي مِنْ كِلَيْتَيْنِ وَالْكُبْرَى كِلْبَةً مُوجِبَةٌ يُنتِجُ سَالِبَةً كَقَوْلِنَا لَا شَيْءٌ مِنْ جَبٍّ وَكُلُّ أَبٍ فَلَا شَيْءٌ مِنْ جِ أِبٍ بِالْخُلْفِ وَبِعَكْسِ الصُّغْرَى وَجَعَلَهَا كُبْرَى ثُمَّ عَكَسَ النَّتِیْجَةَ الثَّالِثَ مِنْ مُوجِبَةٍ جُزْئِيَّةٍ صُغْرَى وَ سَالِبَةٍ كِلْبَةٍ كُبْرَى يُنتِجُ سَالِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا بَعْضُ جَبٍّ وَلَا شَيْءٌ مِنْ أَبٍ فَلَيْسَ بَعْضُ جِ أِبٍ بِالْخُلْفِ وَبِعَكْسِ الْكُبْرَى لِیَرْجِعَ إِلَى الْأَوَّلِ وَنَقَرَضُ مَوْضُوعَ الْجُزْئِيَّةِ فَكُلُّ دَبٍّ وَلَا شَيْءٌ مِنْ أَبٍ فَلَا شَيْءٌ مِنْ دَ أَنْتُمْ نَقُولُ بَعْضُ جَبٍّ وَلَا شَيْءٌ مِنْ دَ آفِ بَعْضُ جِ لَيْسَ الرَّابِعُ مِنْ سَالِبَةٍ جُزْئِيَّةٍ صُغْرَى وَ مُوجِبَةٍ

كُلِّيَّةٌ كُبْرَى يُنتِجُ سَالِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا بَعْضُ جَ لَيْسَ بَ وَ كُلُّ أ ب لَبَعْضُ جَ لَيْسَ أ بِالْخُلْفِ وَ
الْإِفْتِرَاضُ إِنْ كَانَتْ السَّالِبَةُ مُرَكَّبَةً.

ترجمہ: ماتن نے کہا! اور اس کی ضرورت منجہ بھی چار ہیں اول دو کلیہ سے اور صغریٰ موجبہ ہو، یہ ضرب سالبہ کلیہ نتیجہ دے گی جیسے ہمارا قول کل ج ب ولاشی من ا ب، فلاشی من ج ا دلیل خلف سے اور نتیجہ کی نقیض کو کبریٰ کے ساتھ ملانا ہے تاکہ صغریٰ کی نقیض کا نتیجہ دے اور دلیل انعکاس سے تاکہ شکل اول کی طرف منتقل ہو جائے، دوم: دو کلیہ سے در انحالیکہ موجبہ کلیہ ہو، سالبہ کلیہ نتیجہ دے گی، جیسے ہمارا قول لاشی من ج ب و کل ا ب فلاشی من ج ا دلیل خلف سے، اور عکس صغریٰ سے اور اس کے کبریٰ بنانے سے پھر نتیجہ کو عکس کرنے سے، سوم: صغریٰ موجبہ جزئیہ سے اور کبریٰ سالبہ کلیہ سے، سالبہ جزئیہ نتیجہ دے گی، جیسے ہمارا قول بعض ج ب ولاشی من ا ب فلیس بعض ج ا دلیل خلف اور عکس کبریٰ سے تاکہ اول کی طرف لوٹ جائے، اور ہم جزئیہ کے موضوع کو "د" فرض کریں گے فکل د ب ولاشی من ا ب فلاشی من د ا، پھر ہم کہیں گے بعض ج د ولاشی من د ا فبعض ج لیس ا چہارم: صغریٰ سالبہ جزئیہ سے اور کبریٰ موجبہ کلیہ سے سالبہ جزئیہ نتیجہ دے گی، جیسے ہمارا قول بعض ج لیس ب و کل ا ب فبعض ج لیس ا دلیل خلف اور افتراض سے اگر سالبہ مرکبہ ہو۔

أَقُولُ الصُّرُوبُ الْمُنتِجَةُ فِي الشَّكْلِ الثَّانِي بِحَسَبِ مُقْتَضَى الشَّرْطَيْنِ أَيْضًا أَرْبَعَةٌ لِأَنَّهُ تُسَقِطُ بِإِعْتِبَارِ الشَّرْطِ الْأَوَّلِ ثَمَانِيَةٌ أَضْرُبُ السَّالِبَتَانِ وَ الْمُوجِبَتَانِ الْكُلِّيَّتَانِ وَ الْجُزْئِيَّتَانِ وَ الْمُخْتَلِفَتَانِ وَ بِإِعْتِبَارِ الشَّرْطِ الثَّانِي أَرْبَعَةٌ أُخْرَى الْكُبْرَى الْمُوجِبَةُ الْجُزْئِيَّةُ مَعَ السَّالِبَتَيْنِ وَ الْجُزْئِيَّةُ السَّالِبَةُ مَعَ الْمُوجِبَتَيْنِ فَبَقِيَتِ الصُّرُوبُ النَّاتِجَةُ أَرْبَعَةٌ الْأَوَّلُ مِنْ كُلِّيَّتَيْنِ وَ الْكُبْرَى سَالِبَةً كُلِّيَّةً يُنتِجُ سَالِبَةً كَقَوْلِنَا كُلُّ جَ بَ وَلَا شَيْءَ مِنْ أ بَ فَلَا شَيْءَ مِنْ جَ أَبَيَّانَهُ بِالْخُلْفِ وَ الْعَكْسِ أَمَّا الْخُلْفُ فَهُوَ فِي هَذَا الشَّكْلِ أَنْ يُؤْخَذَ نَقِيضُ النَّتِيجَةِ وَ يُجْعَلَ الصَّغْرَى لِأَنَّ نَتَاجَ هَذَا الشَّكْلِ سَالِبَةٌ فَتَقِيضُهَا وَ هُوَ الْمُوجِبَةُ يَصْلُحُ لِصُغْرَوِيَّةِ الشَّكْلِ الْأَوَّلِ وَ يُجْعَلَ الْكُبْرَى الْقِيَاسُ كُبْرَى لِأَنَّهَا لِكُلِّيَّتِهَا تَصْلُحُ لِكُبْرَوِيَّةِ الشَّكْلِ الْأَوَّلِ فَيَنْتَظِمُ مِنْهَا قِيَاسٌ فِي الشَّكْلِ الْأَوَّلِ يُنتِجُ لِمَا يَنَاقِضُ الصَّغْرَى فَيَقَالُ لَوْ لَمْ يَصْدَقْ لَا شَيْءَ مِنْ جَ أ لَصَدَقَ بَعْضُ جَ أَوْ نَضْمُهُ إِلَى الْكُبْرَى هَكَذَا بَعْضُ جَ أ وَلَا شَيْءَ مِنْ أ بَ يُنتِجُ مِنَ الشَّكْلِ الْأَوَّلِ بَعْضُ جَ لَيْسَ بَ وَ قَدْ كَانَ الصَّغْرَى كُلُّ جَ بَ هَذَا خُلْفٌ وَ الْخُلْفُ لَا يَلْزَمُ مِنَ الصُّورَةِ لِأَنَّهَا بِدَبِيهَةٍ الْإِتْسَاجِ فَيَكُونُ مِنَ الْمَادَّةِ وَلَيْسَ مِنَ الْكُبْرَى لِأَنَّهَا مَفْرُوضَةٌ الصَّدَقِ فَتَعَيَّنَ أَنْ يَكُونَ مِنْ نَقِيضِ النَّتِيجَةِ فَيَكُونُ مُحَالًا فَالْنَّتِيجَةُ حَقَّةٌ وَ أَمَّا الْعَكْسُ فَبِأَنَّ يُعَكَّسُ الْكُبْرَى لِيَرْتَدَّ إِلَى الشَّكْلِ الْأَوَّلِ وَ يُنتِجُ النَّتِيجَةَ الْمَذْكُورَةَ فَيَقْدَرُ مَتَى صَدَقَتِ الْقَرِينَةُ صَدَقَتِ الصَّغْرَى مَعَ عَكْسِ الْكُبْرَى وَ مَتَى صَدَقَتِ الصَّغْرَى مَعَ عَكْسِ الْكُبْرَى صَدَقَتِ النَّتِيجَةُ فَمَتَى صَدَقَتِ الْقَرِينَةُ صَدَقَتِ النَّتِيجَةُ وَ هُوَ الْمَطْبُوعُ.

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ شکل ثانی میں نتیجہ دینے والی ضربیں بھی دونوں شرطوں کے مقتضی کے اعتبار سے چار ہیں، اس

لئے کہ شرط اول کے اعتبار سے آٹھ ضربیں ساقط ہو گئیں یعنی دو سالہ، دو موجبہ جزئیہ اور دو مختلفہ، اور شرط ثانی کے اعتبار سے دوسری چار ضربیں ساقط ہو گئیں یعنی کبریٰ موجبہ جزئیہ، دو سالہ کے ساتھ، اور سالہ جزئیہ دو موجبہ کے ساتھ، پس نتیجہ دینے والی ضربیں چار باقی رہ گئیں، اول دو کلیہ سے در انحالیکہ کبریٰ سالہ کلیہ ہو، سالہ کلیہ نتیجہ دے گی، جیسے ہمارا قہل کل ج ب ولاشی من اب فلاشی من ج ا اس کا بیان خلف اور عکس (کے طریق) سے ہے، بہر حال خلف تو وہ اس شکل میں یہ ہے کہ نتیجہ نقیض لیا جائے اور اس کو صغریٰ بنادیا جائے، اس لئے اس شکل کے نتائج سالہ ہیں تو اس کی نقیض جو موجبہ ہے وہ شکل اول کا صغریٰ بننے کی صلاحیت رکھتی ہے، اور قیاس کے کبریٰ کو کبریٰ بنایا جائے، اس لئے کہ وہ کلیہ ہونے کی وجہ سے شکل اول کا کبریٰ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے پس ان دونوں سے شکل اول میں قیاس مرتب ہوگا نتیجہ ایسا دے گا جو صغریٰ کے مناقض ہوگا، پس کہا جائے گا اگر لاشی من ج ا صادق نہ ہو تو بعض ج ا صادق ہوگا، اور ہم اس کے کبریٰ کو اس طرح ملائیں گے بعض ج ا ولاشی من اب تو شکل اول نتیجہ دے گا بعض ج لیس ب، حالانکہ صغریٰ کل ج ب تھا، اور یہ خلاف مفروض ہے، اور یہ خلاف مفروض صورت سے لازم نہیں آسکتا کیوں کہ وہ بدیہی الانتاج ہے لہذا مادہ سے ہوگا اور کبریٰ سے نہیں ہو سکتا اس لئے کہ وہ مفروض الصدق ہے پس نتیجہ کی نقیض سے ہونا متعین ہو گیا، لہذا (نقیض) محال ہوگی، اور نتیجہ حق ہوگا، اور بہر حال تو یہ ہے کہ کبریٰ کا عکس کیا جائے تاکہ یہ شکل اول کی طرف لوٹے اور مذکورہ نتیجہ دے پس کہا جائے گا جب قرینہ صادق ہوگا تو صغریٰ عکس کبریٰ کے ساتھ صادق ہوگا اور جب صغریٰ عکس کبریٰ کے ساتھ صادق ہوگا تو نتیجہ بھی صادق ہوگا، پس جب قرینہ صادق ہوگا تو نتیجہ صادق ہوگا اور یہی مطلوب ہے۔

تشریح: شکل اول کی طرح اس شکل میں بھی سولہ ضربیں نکلتی ہیں، لیکن یہاں بھی صرف چار ضربیں ہی نتیجہ دیں گی، بقیہ بارہ ضربیں شرائط مفقود ہونے کی وجہ سے عقیم ہیں، پہلی شرط یعنی اختلاف فی الکلیف کی وجہ سے آٹھ ضربیں ساقط ہو جائیں گی، اس لئے کہ صغریٰ اور کبریٰ دونوں کے موجبہ ہونے کی چار ضربیں ساقط ہوں گی، اسی طرح صغریٰ اور کبریٰ دونوں کے سالہ ہونے کی چار ضربیں ساقط ہوں گی جب یہ آٹھ ضربیں ساقط ہو گئیں تو آٹھ ضربیں باقی رہ گئیں جن میں سے چار ضربیں شرط ثانی یعنی کلیت کبریٰ کی وجہ سے ساقط ہو گئیں، اب نتیجہ دینے والی ضربیں صرف چار رہ گئیں۔

شکل ثانی کا نتیجہ: یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ شکل اول کی طرح اس شکل میں موجبہ نتیجہ نہیں آتا، بلکہ اس شکل میں صرف سالہ ہی نتیجہ آتا ہے، دو جگہوں میں سالہ کلیہ اور دو جگہوں میں سالہ جزئیہ۔

نتیجہ دینے والی ضربیں: پہلی ضرب یہ ہے کہ صغریٰ موجبہ کلیہ ہو اور کبریٰ سالہ کلیہ ہو، نتیجہ سالہ کلیہ ہوگا، جیسے کل انسان حیوان (صغریٰ) ولاشی من الحجر بحیوان (کبریٰ) اس شکل میں حیوان حد اوسط ہے جب اس کو گرا دیا تو نتیجہ نکلا لاشی من الانسان بحجر۔

دوسری ضرب: یہ ہے کہ صغریٰ سالہ کلیہ ہو اور کبریٰ موجبہ کلیہ ہو، اس ضرب کا نتیجہ بھی سالہ ہوگا جیسے لاشی من الحجر بحیوان (صغریٰ) وکل انسان حیوان (کبریٰ) نتیجہ ہوگا لاشی من الحجر بانسان۔

تیسری ضرب: یہ ہے کہ صغریٰ موجبہ جزئیہ اور کبریٰ سالہ کلیہ ہو، نتیجہ سالہ جزئیہ آئے گا، جیسے بعض الحيوان انسان

(صغریٰ) ولاشی من الفرس بانسان (کبریٰ) اس مثال میں حد اوسط انسان ہے، جب اس کو گرا دیا تو نتیجہ آیا بعض الحیوان لیس بفرس۔

چوتھی ضرب: صغریٰ سالبہ جزئیہ اور کبریٰ موجبہ کلیہ ہو تو نتیجہ سالبہ جزئیہ آئے گا، جیسے بعض الحیوان لیس بانسان (صغریٰ) و کل ناطق انسان (کبریٰ) نتیجہ ہوگا بعض الحیوان لیس بناطق۔

شکل ثانی کی ضربوں کے نتیجہ دینے کے دلائل: اس سے پہلے اجمالاً آپ کو یہ بتایا گیا تھا کہ شکل اول بدیہی الانتاج ہے، اس کا نتیجہ ثابت کرنے کے لئے غور و فکر اور دلیل دینے کی ضرورت نہیں پڑتی، اس کے علاوہ بقیہ تین شکلوں میں غور و فکر کرنی پڑتی ہے، اور وہ نتیجہ دینے میں بدیہی نہیں بلکہ نظری ہوتی ہیں، ان شکلوں کا نتیجہ ثابت کرنے کے لئے دلیل دینے کی ضرورت پڑتی ہے، شکل ثانی کے نتیجہ دینے کی چار دلیلیں ہیں: ۱- عکس صغریٰ ۲- عکس کبریٰ ۳- دلیل خلف ۴- دلیل افتراض۔ ان چاروں دلیلوں میں سے دلیل خلف اور عکس کبریٰ ضرب اول میں جاری ہوتی ہیں، اور خلف اور عکس صغریٰ ضرب ثانی میں جاری ہوتی ہیں، اور خلف، عکس کبریٰ اور دلیل افتراض تیسری ضرب میں جاری ہوتی ہیں، اور خلف اور افتراض چوتھی ضرب میں جاری ہوتی ہیں، مذکورہ بالا عبارت میں چونکہ صرف پہلی ضرب اور اس کے ثابت کرنے کی دلیلیں بیان کی گئی ہیں، لہذا یہاں ضرب اول ہی کے دلائل بیان کیے جا رہے ہیں۔

دلیل خلف: أما الخلف الخ سے شارح بیان کرتے ہیں کہ شکل ثانی کی ضرب اول کے نتیجہ دینے کی ایک دلیل خلف ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی آپ سے کہے کہ میں شکل ثانی کی ضرب اول کا نتیجہ نہیں مانتا تو آپ اسے کہئے کہ اگر آپ شکل ثانی کی ضرب اول کا نتیجہ سالبہ کو نہیں مانتے گے تو اس کی نفیض آپ کو صحیح مانتی پڑے گی، حالانکہ نفیض کو صحیح ماننے سے خلاف مفروض لازم آتا ہے جو محال ہے اور جو محال کو مستلزم ہوتی ہے وہ خود محال ہوتی ہے، پس ثابت ہوا کہ نفیض باطل اور نتیجہ صحیح ہے، رہی یہ بات کہ نفیض کو صحیح ماننے سے خلاف مفروض کیسے لازم آتا ہے؟ تو شارح ان یوخذ بنقیض النتيجة الخ اس کا طریقہ بیان کر رہے ہیں کہ نتیجہ کی نفیض کو لیکر صغریٰ بنایا جائے اور شکل ثانی کا نتیجہ چونکہ سالبہ ہی آتا ہے، لہذا اس کی نفیض موجبہ ہوگی جو شکل اول کا صغریٰ بن سکتی ہے، اور شکل ثانی کا کبریٰ چونکہ کلیہ ہے لہذا وہ شکل اول کا کبریٰ بن سکتا ہے، تو شکل ثانی کی ضرب اول کو کبریٰ بنایا جائے اور شکل اول ترتیب دی جائے اور جو نتیجہ آئے گا وہ اصل قیاس کے صغریٰ کی نفیض ہوگا جو خلاف مفروض ہے لہذا نفیض باطل ہوگی، اور نتیجہ صحیح ہوگا۔

فیقال الخ سے شارح مزید وضاحت کر رہے ہیں کہ جس کو میں دوسری مثال میں بیان کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ کل انسان حیوان (صغریٰ) ولاشی من الحجر بحیوان (کبریٰ) جب یہ دو مقدمے سچے مان لئے گئے تو اس کا نتیجہ یعنی لاشی من الانسان بحجر بھی ضرور سچا ہوگا، اس لئے کہ اگر یہ نتیجہ صادق نہ ہوگا تو اس کی نفیض بعض الانسان بحجر صادق ہوگی، حالانکہ یہ نفیض صادق نہیں ہے، کیوں کہ جب ہم اس نفیض کو صغریٰ بنائیں گے تو اصل قیاس کے کبریٰ کو کبریٰ بنائیں گے اور شکل اول ترتیب دے کر کہیں گے، بعض الانسان بحجر (صغریٰ) ولاشی من الحجر بحیوان تو نتیجہ آئے گا، بعض الانسان لیس بحیوان اور یہ نتیجہ اصل قیاس کے صغریٰ یعنی کل انسان حیوان کی نفیض ہے اور چونکہ اصل قیاس کا صغریٰ سچا مانا جا چکا ہے پس یقیناً یہ نتیجہ خلاف مفروض ہونے کی وجہ سے کاذب اور باطل ہوگا، اور نتیجہ کے کاذب ہونے کی تین صورتیں ہیں: ۱- یا تو

صغریٰ کا ذب ہو۔ ۲۔ یا کبریٰ کا ذب ہو۔ ۳۔ یا نتیجہ دینے کی شرطیں نہ پائی جائیں، مگر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ کبریٰ کا ذب نہیں ہے کیوں کہ وہ اصل قیاس کا کبریٰ ہے جو کبریٰ ہے جو مفروض الصدق ہے، اور شرائط انتاج بھی مفقود نہیں ہیں کیوں کہ ایجاب صغریٰ اور کلیت کبریٰ کی شرطیں پائی جا رہی ہیں۔

پس لامحالہ صغریٰ ہی کا ذبہ ہوگا، اور جب صغریٰ کا ذب ہو تو نتیجہ مطلوبہ کی نقیض ہے تو نتیجہ مطلوبہ صادق ہو اور یہی ہمارا مطلوب ہے، پس ثابت ہوا کہ ہمارے دعویٰ کا انکار کرنا اور شکل ثانی کی ضرب اول کا نتیجہ سالبہ کلیہ نہ ماننا باطل ہے اور ہمارا مدعا صحیح ہے۔

عکس کبریٰ: وإما العکس الخ سے شارح شکل ثانی کی ضرب اول کے نتیجہ کو ثابت کرنے کی دوسری دلیل، عکس کبریٰ کو بیان کر رہے ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ شکل ثانی کے کبریٰ کا عکس مستوی بنا کر اس عکس کو صغریٰ کے ساتھ ملا دیا جائے تو اس سے شکل اول بن جائے گی، اور حد اوسط کو اگر نتیجہ نکالا جائے، اگر نتیجہ بعینہ وہی ہے جو ضرب اول کا نتیجہ تھا تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ ضرب اول کا نتیجہ صحیح تھا، چنانچہ اس کو مثال سے سمجھئے، جیسے کل غنم حیوان (صغریٰ) ولاشی من الحیوان بحجر، یہ شکل ثانی کی ضرب اول ہے، لہذا یہ سالبہ کلیہ نتیجہ دے گی، یعنی لاشی من الغنم بحجر، اب کبریٰ کا عکس مستوی بنایا جائے گا اور وہ ہوگا لاشی من الحیوان بحجر اب اس کو صغریٰ کے ساتھ ملا کر اس طرح کہا جائے کل غنم حیوان ولاشی من الحیوان بحجر تو شکل اول بن جائے گی، اب حد اوسط کو اگر ادا تو وہی نتیجہ نکلے گا جو شکل ثانی کی ضرب اول سے نکلا تھا، یعنی لاشی من الغنم بحجر پس کہا جائے گا کہ جب قرینہ یعنی شکل ثانی کی ضرب اول صادق ہے تو عکس کبریٰ کے ساتھ صغریٰ بھی صادق ہوگا، اور جب عکس کبریٰ کے ساتھ صغریٰ صادق ہوگا تو نتیجہ صادق ہوگا، لہذا جب قرینہ صادق ہو تو نتیجہ بھی صادق ہوگا اور یہی ہمارا مطلوب ہے۔

الثاني من كِلَيْتَيْنِ وَ الصُّغرى سَالِبَةٌ كَلِيَّةٌ يُنتِجُ سَالِبَةً كَقَوْلِنَا لَأَشْيَاءٍ مِنْ جَ بَ وَ كُلُّ أ بَ فَلَأَشْيَاءٍ مِنْ جَ أ بِالْخُلْفِ وَ الْعَكْسُ أَمَّا الْخُلْفُ فَبِالطَّرِيقِ الْمَذْكُورَةِ وَأَمَّا الْعَكْسُ فَلَا يُمْكِنُ بَعَكْسِ الْكُبْرَى لِأَنَّهَا لَا يُجَابِهَا لَا تَعَكْسُ إِلَّا جُزْئِيَّةٌ وَ الْجُزْئِيَّةُ لَا تُنتِجُ فِي كُبْرَى الشَّكْلِ الْأَوَّلِ بَلْ بَعَكْسِ الصُّغرى وَ جَعَلْنَاهَا كُبْرَى ثُمَّ عَكْسُ النَّيْجَةِ فَإِذَا عَكْسْنَا لَأَشْيَاءٍ مِنْ جَ بَ إِلَى لَأَشْيَاءٍ مِنْ جَ وَ جَعَلْنَاهَا كُبْرَى وَ كُبْرَى الْقِيَاسِ الصُّغرى وَ قُلْنَا كُلُّ أ بَ وَ لَأَشْيَاءٍ مِنْ بَ جَ يُنتِجُ مِنْ ثَانِي الشَّكْلِ الْأَوَّلِ لَأَشْيَاءٍ مِنْ أ جَ وَ هُوَ يَنْعَكِسُ إِلَى لَأَشْيَاءٍ مِنْ جَ أ وَ هُوَ الْمَطْرُوقُ.

توجہ: ثانی (ضرب) دو کلیہ سے درانحالیکہ صغریٰ سالبہ کلیہ ہو، سالبہ (کلیہ) نتیجہ دے گی، جیسے ہمارا قول لاشی من ج ب و کل اب فلاشی، ما بدلیل خلف اور عکس سے بہر حال خلف تو وہ طریق مذکور ہے۔ اور بہر حال عکس تو وہ عکس کبریٰ سے ممکن نہیں ہے اس لئے کہ وہ موجبہ ہونے کی وجہ سے صرف جزئیہ منعکس ہوتا ہے، اور جزئیہ شکل اول کے کبریٰ میں نتیجہ نہیں دیتا، بلکہ عکس صغریٰ سے اور اس کو کبریٰ بنانے سے پھر نتیجہ کے عکس سے پس جب ہم لاشی من ج ب کا لاشی من ج ب کریں اور اس کو کبریٰ بنادیں اور قیاس کے کبریٰ کو صغریٰ بنادیں اور ہم کہیں کل اب لاشی من ج ب ج تو یہ شکل اول کی (ضرب) ثانی سے نتیجہ دے گی، لاشی من ج اور یہ منعکس ہوگا لاشی من ج کی طرف اور یہی مطلوب ہے۔

تشریح: شارح فرماتے ہیں کہ شکل ثانی کی ضرب ثانی کا نتیجہ بھی دلیل خلف اور دلیل عکس سے ثابت ہے، دلیل خلف کی تقریر ضرب اول میں چونکہ گزر چکی ہے لہذا اس کو ذکر نہیں کیا جا رہا ہے، اور دلیل عکس کا طریقہ یہاں عکس کبریٰ سے جاری نہیں ہو سکتا اس لئے کہ ضرب ثانی کا کبریٰ موجب کلیہ ہے اور موجب کلیہ کا عکس مستوی موجب جزئیہ ہی آتا ہے، لہذا ضرب ثانی کے کبریٰ کا عکس مستوی موجب جزئیہ ہوگا، جو شکل اول کا کبریٰ واقع نہیں ہو سکتا، کیوں کہ شکل اول کے کبریٰ کا کلیہ ہونا ضروری ہے، لہذا عکس کبریٰ سے نتیجہ صادقہ برآمد نہیں ہوگا، بلکہ یہاں شکل ثانی کے صغریٰ کا عکس مستوی بنا کر شکل رابع ترتیب دی جائے پھر شکل رابع کی ترتیب الٹ کر یعنی صغریٰ کو کبریٰ اور کبریٰ کو صغریٰ بنا کر شکل اول ترتیب دی جائے پھر اس کا جو نتیجہ آئے، اس کا عکس مستوی بنایا جائے، اگر وہ عکس مستوی بعینہ شکل ثانی کا نتیجہ ہو تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ شکل ثانی کی ضرب ثانی نے صحیح نتیجہ دیا تھا۔ جیسے لاشی من الحجر بحیوان (صغریٰ) و کل انسان حیوان (کبریٰ) یہ شکل ثانی کی ضرب ثانی ہے یہ سالبہ کلیہ نتیجہ دیتی ہے، یعنی لاشی من الحجر بانسان اور یہ صادق ہے، اس نتیجہ مطلوبہ کی دلیل عکس صغریٰ ہے، اس قیاس کا صغریٰ سالبہ کلیہ ہے لہذا اس کا عکس مستوی بھی سالبہ کلیہ آئے گا، یعنی لاشی من الحيوان بحجر، اب اس عکس صغریٰ کو کبریٰ کے ساتھ ملا کر شکل رابع بنائیں گے اور شکل رابع میں حد اوسط صغریٰ میں موضوع اور کبریٰ میں محمول ہوتی ہے، لہذا شکل رابع اس طرح بنائی جائے گی، لاشی من الحيوان بحجر و کل انسان حیوان، دیکھئے مثال مذکور میں حیوان حد اوسط ہے، جو کہ صغریٰ میں موضوع اور کبریٰ میں محمول ہے لہذا یہ شکل رابع بن گئی، پھر اس شکل رابع کی ترتیب الٹ کر شکل اول بنائیں گے اور اس طرح کہیں گے، کل انسان حیوان و لاشی من الحيوان بحجر، شارح نے اسی کو مختصر انداز میں اس طرح کہا ہے کہ ضرب ثانی کے نتیجہ دینے کی دلیل یہ ہے کہ صغریٰ کا عکس کر کے اس عکس کو کبریٰ بنا دیا جائے، جس سے شکل اول بنا کر نتیجہ نکال کر پھر نتیجہ کا عکس مستوی کر دیا جائے جو ہمارے مطلوب کا عین ہوگا، لیکن میں نے اس کو آپ کے سامنے تفصیلاً بیان کیا ہے، بہر حال جب شکل اول بن گئی تو اب حد اوسط کو اگر نتیجہ نکالا جائے گا تو نتیجہ سالبہ کلیہ آئے گا، کیوں کہ صغریٰ موجب کلیہ اور کبریٰ سالبہ کلیہ ہے اور شکل اول کی یہ ضرب سالبہ کلیہ نتیجہ دیتی ہے، لہذا مثال مذکور کا نتیجہ لاشی من الانسان بحجر ہوگا، اور یہ نتیجہ بعینہ شکل ثانی کی ضرب ثانی کا نتیجہ ہے لہذا ثابت ہوا کہ شکل ثانی کی ضرب ثانی کا نتیجہ سالبہ کلیہ آتا ہے، اور یہی ہمارا مطلوب ہے۔

نوٹ: یہ دلیل یعنی عکس صغریٰ پھر عکس ترتیب پھر عکس نتیجہ شکل ثانی کی ضرب ثانی سے ہے صرف ضرب ثانی ہی میں جاری ہو سکتی ہے، کیوں کہ اس ضرب میں صغریٰ کا عکس مستوی کلیہ ہے جو شکل اول کا کبریٰ بن سکتا ہے، اور کبریٰ موجب ہے جو شکل اول کا صغریٰ بن سکتا ہے، باقی تین ضربوں میں یہ دلیل جاری نہیں ہو سکتی ضرب اول اور سوم میں تو اس وجہ سے جاری نہیں ہو سکتی کہ ان دونوں ضربوں میں صغریٰ موجب ہے اور موجب خواہ کلیہ ہو یا جزئیہ اس کا عکس مستوی موجب جزئیہ آتا ہے، جو شکل اول کا کبریٰ نہیں بن سکتا، کیوں کہ شکل اول کے لئے کبریٰ کا کلیہ ہونا ضروری ہے، اور کبریٰ سالبہ ہے جو شکل اول کا صغریٰ نہیں بن سکتا، اور ضرب چہارم میں یہ دلیل تو اس لئے جاری نہیں ہو سکتی کہ اس میں صغریٰ سالبہ جزئیہ ہے جس کا عکس مستوی آتا ہی نہیں۔

الثالث من صغریٰ موجبة جزئية و كبرى سالبة كلية ينتج سالبة جزئية كقولنا بعض ج ب و لاشيء من أ ب فبعض ج ليس بالخلف والعكس كما مر و الافتراض و هو أن يفرض ذات

موضوع الصغری ذ فکل ذ ب و کل ذ ج ثم یضم المقدمۃ الاولى الى الكبرى ویف کل ذ ب و لاشیء من ا ب لینیج من اول هذا الشکل لو لاشیء من ذ ا ثم تنعکس المقدمۃ الثانیۃ الى بعض ج ذ وتضم مع نتیجۃ القیاس الاول هکذا بعض ج ذ و لاشیء من ذ ا لینیج من الشکل الاول بعض ج لیس ا وهو المط فالافتراض یكون ابدا من قیاسین أحدهما من ذلک الشکل و لکن من ضرب اجلی و الآخر من الشکل الاول الرابع من صغری سالبۃ جزئیۃ و کبری موجبۃ کلیۃ ینیج سالبۃ جزئیۃ کقولنا بعض ج لیس ب و کل ا ب فبعض ج لیس ا ولا یمکن بیانه بالعکس لا بعکس الكبرى لانها تنعکس جزئیۃ و الجزئیۃ لاتصلح لکبریۃ الشکل الاول و لا بعکس الصغری لانها لاتقبل العکس و بتقدیر قبولها لاتقع فی الكبرى الشکل الاول فبیانه اما بالخلف أو بالافتراض اذا کانت السالبۃ الجزئیۃ مرکبۃ لیتحقق وجود الموضوع.

ترجمہ: تیسری (ضرب) صغری موجبہ جزئیہ اور کبری سالبہ کلیہ سے، سالبہ جزئیہ نتیجہ دے گی، جیسے ہمارا قول بعض ج ب و لاشیء من ا ب فبعض ج لیس ا خلف اور عکس سے جیسا کہ گزر چکا، اور افتراض سے اور وہ یہ ہے کہ صغری کے موضوع کی ذات کو "د" فرض کیا جائے فکل ذ ب و کل ذ ج (کہا جائے) پھر مقدمہ اولی کو کبری کے ساتھ ملایا جائے اور کہا جائے کل ذ ب و لاشیء من ا ب اس شکل کی (ضرب) اول سے لاشیء من ذ ا کا نتیجہ دے پھر مقدمہ ثانیہ بعض ج کی طرف منعکس کیا جائے اور قیاس اول کے نتیجہ کے ساتھ اس طرح ملایا جائے بعض ج ذ و لاشیء من ذ ا تاکہ شکل اول سے بعض ج لیس ا نتیجہ دے اور یہی مطلوب ہے، اور افتراض ہمیشہ دو قیاس سے ہوتا ہے ان میں سے ایک قیاس اسی شکل کا ہوتا ہے، لیکن اجلی ضرب سے اور دوسرا (قیاس) شکل اول سے ہوتا ہے۔ چوتھی (ضرب) صغری سالبہ جزئیہ سے اور کبری موجبہ کلیہ سے، سالبہ جزئیہ نتیجہ دے گی، جیسے ہمارا قول بعض ج لیس ب و کل ا ب فبعض ج لیس ا اور اس کا بیان عکس سے ممکن نہیں نہ عکس کبری سے کیوں کہ وہ جزئیہ کی طرف منعکس ہوتا ہے، اور جزئیہ شکل اول کا کبری بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا اور نہ عکس صغری سے اس لئے کہ جزئیہ عکس کو قبول ہی نہیں کرتا ہے، اور اس کے قبول کرنے کی صورت پر وہ شکل اول کے کبری کے میں واقع نہیں ہوسکتا پس اس کا بیان یا تو خلف سے ہوگا یا افتراض سے جب سالبہ جزئیہ مرکبہ ہوتا کہ موضوع کا وجود تحقق ہو سکے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے شکل ثانی کی ضرب ثالث اور رابع کا نتیجہ ثابت کرنے کی دلیل بیان کی ہے، چنانچہ شارح نے بیان کیا ہے شکل ثانی کی ضرب ثالث کا نتیجہ ثابت کرنے کی تین دلیلیں ہیں: ۱- دلیل خلف ۲- دلیل عکس (۳) دلیل افتراض، اول الذکر دو کے اجراء کا طریقہ چونکہ گزر چکا ہے اس لئے ان کے طریقہ اجراء کو بیان نہیں کیا جا رہا ہے، اور دلیل افتراض چونکہ ضرب ثالث ہی میں جاری ہوتی ہے اس لئے اس کی وضاحت کی جاتی ہے، دلیل افتراض کی صورت یہ ہے کہ صغری کے موضوع کی ذات کو ایک معین شیء فرض کر کے وصف موضوع اور وصف محمول کو اس پر محمول کیا جائے گا جن کی وجہ سے دو قضیے پیدا ہوں گے اور ان کے ذریعہ مطلوب ثابت ہو جائے گا مثال کے طور پر ضرب ثالث میں صغری کے موضوع کی ذات کو "د" فرض کیا جائے، تو ذات موضوع پر وصف عنوانی چونکہ بالفعل صادق ہوتا ہے اس لئے ایک قضیہ کل د ب حاصل ہوگا، اور چونکہ صغری موجبہ ہے اس لئے محمول بھی صادق

ہوگا، لہذا دوسرا قضیہ کل د بحاصل ہوگا، اب دن دونوں کو اس طرح رکھیں گے کل د ب و کل د ج پھر پہلے مقدمہ کے کبریٰ کے ساتھ ملا کر اس طرح کہیں گے، کل د ب و لاشی من اب یہ شکل ثانی کی ضرب اول ہے، اس کا نتیجہ لاشی من د ا ہوگا، پھر دوسرے مقدمہ کا عکس مستوی نکالا جائے گا، اور وہ ہوگا، بعض ج د اور اس عکس مستوی کو قیاس اول کے نتیجہ کے ساتھ ملا کر اس طرح کہیں گے بعض ج د و لاشی من د ا پس شکل اول سے اس کا نتیجہ بعض ج لیس ا ہوگا، اور یہی مطلوب ہے۔

فلا افتراض یكون ابدا الخ سے شارح ایک قاعدہ کلیہ بیان کر رہے ہیں کہ دلیل افتراض ہمیشہ دو قیاسوں سے مرکب ہوتا ہے، جن میں سے ایک قیاس اسی شکل کا ہوتا ہے، جس کا نتیجہ ثابت کرنا مقصود ہے لیکن اس کی ضرب اجلی سے ہوتا ہے، تاکہ دلیل کے اس مقدمہ کے لئے دلیل کی ضرورت نہ ہو، اور دوسرا قیاس شکل اول سے ہوتا ہے۔

شکل ثانی کی ضرب رابع کا نتیجہ ثابت کرنے کی دلیل

شارح کہتے ہیں کہ شکل ثانی کی ضرب رابع کا نتیجہ ثابت کرنے کے لئے دلیل عکس جاری نہیں کی جاسکتی، نہ عکس سے نتیجہ ثابت کیا جاسکتا ہے، اور نہ عکس صغریٰ سے عکس کبریٰ سے تو اس لئے ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ ضرب رابع کا کبریٰ موجبہ کلیہ ہے جس کا موجبہ جز یہ ہوگا جو شکل اول کا کبریٰ نہیں بن سکتا کیوں کہ شکل اول میں کبریٰ کا کلیہ ہونا ضروری ہے، اور عکس صغریٰ سے تو اس لئے ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ ضرب رابع کا صغریٰ سالبہ جز یہ ہے جس کا عکس بالکل ہی نہیں آتا اور اگر اس کا عکس مستوی نکالا بھی جائے تو وہ شکل اول کا کبریٰ نہیں بن سکتا، کیوں کہ شکل اول میں کبریٰ کا کلیہ ہونا ضروری ہے، اور یہ جز یہ ہے لہذا ضرب رابع کا نتیجہ ثابت کرنے کے لئے دلیل خلف جاری ہوگی، اور دلیل افتراض بھی جاری ہو سکتی ہے، لیکن یہ اس وقت ہی جاری ہوگی جب کہ اس ضرب کا صغریٰ موجبہ مرکبہ ہو جس کا جز ثانی موجبہ ہوتا ہے، ورنہ تو دلیل افتراض بھی جاری نہیں ہو سکتی، اس لئے کہ دلیل افتراض کے لئے موجبہ ہونا ضروری ہے تاکہ ذات موضوع کو ایک معین شئی فرض کرنے کے بعد اس پر موضوع صادق آنے کی وجہ سے ایک قضیہ حاصل ہو اور محمول صادق آنے کی وجہ سے دوسرا قضیہ حاصل ہو، اور محمول ذات موضوع پر اس وقت صادق ہوگا جب قضیہ موجبہ ہو۔

وَ اِنَّمَا دُيِّنَ الضَّرْبُ عَلَى ذَلِكَ التَّرْتِيبِ لِأَنَّ الضَّرْبَتَيْنِ الْأُولَيْنِ مُنْتَبِجَانِ لِلْكُلِّيِّ فَلَا بُدَّ مِنْ تَقْدِيمِهَا عَلَى الْآخِيرَيْنِ وَقَدْ أَمَّ الْأَوَّلُ عَلَى الثَّانِي وَ الثَّالِثُ عَلَى الرَّابِعِ لِأَشْتِمَالِهَا عَلَى صُغْرَى الشَّكْلِ الْأَوَّلِ بِخِلَافِ الثَّانِي وَ الرَّابِعِ.

ترجمہ: اور ضرب کو اس ترتیب پر مرتب کیا گیا اس لئے کہ پہلی دو ضربیں کلیہ نتیجہ دیتی ہیں، لہذا آخری دو پر ان کو مقدم کرنا ضروری ہے، اور پہلی کو دوسری پر اور تیسری کو رابع پر اس لئے مقدم کیا کہ یہ دونوں (یعنی پہلی اور تیسری) شکل اول کے صغریٰ پر مشتمل ہے، بخلاف دوسری اور چوتھی کے۔

توضیح: اس عبارت میں شارح نے شکل ثانی کی ضربوں کی وجہ ترتیب بیان کی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اس شکل کی ساری ضربوں کا نتیجہ سالبہ آتا ہے، دو کا سالبہ کلیہ اور دو کا سالبہ جز یہ اور کلی چونکہ جزئی سے اشرف اور عمدہ ہے اس لئے وہ ضربیں جن کا نتیجہ کلی آتا ہے ان کو اس کے علاوہ ضربوں پر مقدم کرنا ضروری ہے، اور ضرب اول کو ثانی پر اور ثالث کو رابع پر مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ

یہ دونوں شکل اول کے صغریٰ پر مشتمل ہوتے ہیں، اس لئے کہ شکل اول کا صغریٰ موجبہ کلیہ اور موجبہ جزئیہ ہوتا ہے اور ان دونوں ضربوں میں سے پہلی ضرب میں بھی صغریٰ موجبہ کلیہ اور تیسری ضرب میں صغریٰ موجبہ جزئیہ ہوتا ہے۔ لیکن دوسری اور چوتھی ضرب شکل اول کے صغریٰ پر مشتمل نہیں ہیں، کیوں کہ دوسری ضرب میں صغریٰ سالبہ کلیہ ہوتا ہے، اور چوتھی ضرب میں صغریٰ سالبہ جزئیہ ہوتا ہے۔

نقشہ شکل ثانی

شکل ثانی کے نتیجہ دینے کے لئے مقدمتین یعنی صغریٰ و کبریٰ کا ایجاب و سلب میں مختلف ہونا اور کبریٰ کا کلیہ ہونا شرط ہے۔

نمبر شمار	صغریٰ	کبریٰ	نتیجہ	کیفیت	مثال صغریٰ	مثال کبریٰ	مثال نتیجہ
۱	موجبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	عقیم	یہاں ایجاب و سلب میں اختلاف نہیں ہے			
۲	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	//	یہاں ایجاب و سلب میں اختلاف نہیں اور کبریٰ کلیہ نہیں			
۳	موجبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	شرائط موجود ہیں	کل انسان حیوان	ولاشئ من الحجر بحیوان	فلاشئ من الانسان بحجر
۴	//	سالبہ جزئیہ	عقیم	یہاں کبریٰ کلیہ نہیں ہے			
۵	موجبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	//	یہاں ایجاب و سلب میں اختلاف نہیں ہے			
۶	//	موجبہ جزئیہ	//	یہاں ایجاب و سلب میں اختلاف نہیں ہے نیز کبریٰ کلیہ نہیں ہے			
۷	موجبہ جزئیہ	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	شرائط موجود ہیں	بعض الحیوان انسان	ولاشئ من الفرس بانسان	فبعض الحیوان لیس بفرس
۸	//	سالبہ جزئیہ	عقیم	یہاں کبریٰ کلیہ نہیں ہے			
۹	سالبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	شرائط موجود ہیں	لاشئ من الحجر بحیوان	وکل انسان حیوان	فلاشئ من الانسان بحجر
۱۰	//	موجبہ جزئیہ	عقیم	یہاں کبریٰ کلیہ نہیں ہے			
۱۱	//	سالبہ کلیہ	//	یہاں ایجاب و سلب میں اختلاف نہیں ہے			

۱۲	//	سالہ جزئیہ	//	یہاں ایجاب و سلب میں اختلاف بھی نہیں اور کبریٰ کلیہ بھی نہیں ہے			
۱۳	سالہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	سالہ جزئیہ	شرائط موجود ہیں	بعض الحيوان	وکل ناطق	فبعض الحيوان لیس بناطق
۱۴	//	موجبہ جزئیہ	عقیم	کبریٰ کلیہ نہیں ہے			
۱۵	//	سالہ کلیہ	عقیم	یہاں ایجاب و سلب میں اختلاف نہیں ہے			
۱۶	//	سالہ جزئیہ	عقیم	ایجاب و سلب میں اختلاف نہیں ہے اور کبریٰ کلیہ بھی نہیں ہے			

فَقَالَ وَ أَمَّا الشَّكْلُ الثَّالِثُ فَشَرْطُهُ إِيْجَابُ الصُّغْرَى وَ إِلَّا لَحْصَلُ الْإِخْتِلَافِ وَ كُلِّيَّةُ أَحَدِيْ مُقَدِّمَتِيْهِ
وَ إِلَّا لَكَانَ الْبَعْضُ الْمَحْكُومُ عَلَيْهِ بِالْأَصْغَرِ غَيْرِ الْبَعْضِ الْمَحْكُومِ عَلَيْهِ بِالْأَكْبَرِ فَلَمْ تَجِبِ التَّعْدِيَّةُ
وَ ضَرْوُهُ النَّاتِجَةُ سِتَّةَ الْأَوَّلِ مِنْ مُوْجِبَتَيْنِ كُلِّيَّتَيْنِ يُنتِجُ مُوجِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا كُلُّ بَ جَ وَ كُلُّ بَ أَ
فَبَعْضُ جَ أِبَالْخُلْفِ وَ هُوَ ضَمُّ نَقِيْضِ النَّتِيْجَةِ إِلَى الصُّغْرَى لِيُنتِجَ نَقِيْضُ الْكُبْرَى وَ بِالرَّدِّ إِلَى الْأَوَّلِ
بِعَكْسِ الصُّغْرَى الثَّانِي مِنْ كُلِّيَّتَيْنِ وَ الْكُبْرَى سَالِبَةً يُنتِجُ سَالِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا كُلُّ جَ بَ وَ لَا شَيْءَ
مِنْ بَ أَفَبَعْضُ جَ لَيْسَ أِبَالْخُلْفِ وَ بَعَكْسِ الصُّغْرَى الثَّالِثِ مِنْ مُوْجِبَتَيْنِ وَ الْكُبْرَى كُلِّيَّةً يُنتِجُ
مُوجِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا بَعْضُ بَ جَ وَ كُلُّ بَ أَفَبَعْضُ جَ أِبَالْخُلْفِ وَ بَعَكْسِ الصُّغْرَى وَ بِفَرْضِ
مَوْضُوعِ الْجُزْئِيَّةِ دَ فَكُلُّ دَ بَ وَ كُلُّ بَ أَفَكُلُّ دَ أَتَمَّ نَقُولُ كُلُّ دَ جَ وَ كُلُّ دَ أَفَبَعْضُ جَ أَوْ هُوَ
الْمَطْلُوبُ الرَّابِعُ مِنْ مُوجِبَةٍ جُزْئِيَّةٍ صُغْرَى وَ سَالِبَةٍ كُلِّيَّةٍ كُبْرَى يُنتِجُ سَالِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا بَعْضُ بَ
جَ وَ لَا شَيْءَ مِنْ بَ أَفَبَعْضُ جَ لَيْسَ أِبَالْخُلْفِ وَ بَعَكْسِ الصُّغْرَى وَ الْإِفْتِرَاضُ الْخَامِسُ مِنْ
مُوجِبَتَيْنِ وَ الصُّغْرَى كُلِّيَّةً يُنتِجُ مُوجِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا كُلُّ بَ جَ وَ بَعْضُ بَ أَفَبَعْضُ جَ أِبَالْخُلْفِ وَ
بَعَكْسِ الْكُبْرَى وَ جَعَلَهَا صُغْرَى ثُمَّ عَكْسُ النَّتِيْجَةِ وَ الْإِفْتِرَاضُ السَّادِسُ مِنْ مُوجِبَةٍ كُلِّيَّةٍ صُغْرَى
وَ سَالِبَةٍ جُزْئِيَّةٍ كُبْرَى يُنتِجُ سَالِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا كُلُّ بَ جَ وَ بَعْضُ بَ لَيْسَ أَفَبَعْضُ جَ لَيْسَ أِبَالْخُلْفِ
وَ الْإِفْتِرَاضُ إِنْ كَانَتِ السَّالِبَةُ مُرَكَّبَةً.

ترجمہ: ماتن نے کہا! اور بہر حال شکل ثالث تو اس کی شرط صغریٰ کا موجب ہونا ہے ورنہ تو اختلاف حاصل ہوگا اور اس

کے دونوں مقدموں میں ایک کا کلیہ ہونا ہے ورنہ تو بعض وہ افراد جن پر اصغر کا حکم لگایا گیا ہے، ان بعض افراد کا غیر ہوں گے جن پر اکبر کا حکم لگایا گیا ہے، پس تعدیہ ضروری نہ ہوگا اور اس کی ضرورت ناسمجھ ہے، اول: دو موجبہ کلیہ سے، موجبہ جزئیہ نتیجہ دیتی ہے، جیسے ہمارا قول کل ب ج و کل ب ا فبعض ج ا خلف سے، اور وہ نتیجہ کی نقیض کو صغریٰ کے ساتھ ملانا ہے تاکہ کبریٰ کی نقیض کا نتیجہ دے اور شکل اول کی طرف راجع کرنے کے طریق سے ہے عکس صغریٰ کے ساتھ۔ دوم: دو کلیہ سے اور کبریٰ سالبہ ہو، سالبہ جزئیہ نتیجہ دے گی، جیسے ہمارا قول کل ج ب و لاشی من ب ا فبعض ج لیس ا (دلیل) خلف سے اور عکس صغریٰ سے، سوم: دو موجبہ سے اور کبریٰ کلیہ ہو، موجبہ جزئیہ نتیجہ دے گی جیسے ہمارا قول بعض ب ج و کل ب ا فبعض ج ا خلف سے اور عکس صغریٰ سے اور جزئیہ کے موضوع کو "د" فرض کرنے سے فکل دب و کل ب ا فکل دا پھر ہم کہیں گے کل د ج و کل د ا فبعض ج ا اور یہی مطلوب ہے، چہارم: صغریٰ موجبہ جزئیہ اور کبریٰ سالبہ کلیہ سے سالبہ جزئیہ نتیجہ دے گی، جیسے ہمارا قول بعض ب ج و لاشی من ب ا فبعض ج لیس ا (دلیل) خلف سے اور عکس صغریٰ اور افتراض سے۔ پنجم: دو موجبہ سے اور صغریٰ کا یہ ہو، موجبہ جزئیہ نتیجہ دے گی، جیسے ہمارا قول کل ب ج و بعض ب ا فبعض ج ا، خلف سے اور عکس کبریٰ اور اس کو صغریٰ بنانے پھر عکس نتیجہ سے اور افتراض سے، ششم: صغریٰ موجبہ کلیہ سے اور کبریٰ سالبہ جزئیہ سے سالبہ جزئیہ نتیجہ دے گی، جیسے ہمارا قول کل ب ج و بعض ب لیس ا فبعض ج لیس ا خلف اور افتراض سے اگر سالبہ مرکبہ ہو۔

أَقُولُ يُشْتَرَطُ فِي إِنْتَاجِ الشَّكْلِ الثَّالِثِ بِحَسَبِ كَيْفِيَّةِ الْمُقَدَّمَاتِ إِيْجَابِ الصُّغْرَى وَبِحَسَبِ الكَمِيَّةِ كُلِّيَّةِ أَحَدِ الْمُقَدَّمَتَيْنِ أَمَّا إِيْجَابِ الصُّغْرَى فَلِأَنَّهَا لَوْ كَانَتْ سَالِبَةً فَالْكُبْرَى إِمَّا أَنْ تَكُونَ مُوجِبَةً أَوْ سَالِبَةً وَآيَا مَا كَانَ يَحْصُلُ الْإِخْتِلَافُ الْمَوْجِبُ لِعَدَمِ الْإِنْتَاجِ أَمَّا إِذَا كَانَتْ مُوجِبَةً فَكَقَوْلُنَا لِأَشْيَاءٍ مِنَ الْإِنْسَانِ بِفَرَسٍ وَكُلُّ إِنْسَانٍ حَيَوَانٌ أَوْ نَاطِقٌ فَالْحَقُّ فِي الْأَوَّلِ الْإِيْجَابُ وَفِي الثَّانِي السَّلْبُ وَآيَا إِذَا كَانَتْ سَالِبَةً فَكَمَا إِذَا بَدَّلْنَا الْكُبْرَى بِقَوْلِنَا وَ لِأَشْيَاءٍ مِنَ الْإِنْسَانِ بِصَهَّالٍ أَوْ حِمَارٍ وَ الصَّادِقُ فِي الْأَوَّلِ الْإِيْجَابُ وَ فِي الثَّانِي السَّلْبُ وَ آيَا كُلِّيَّةِ أَحَدَى الْمُقَدَّمَتَيْنِ فَلِأَنَّهُمَا لَوْ كَانَتَا جُزْئِيَّتَيْنِ احْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ الْبَعْضُ مِنَ الْأَوْسَطِ الْمَحْكُومِ عَلَيْهِ بِالْأَكْبَرِ غَيْرَ الْبَعْضِ مِنَ الْأَوْسَطِ الْمَحْكُومِ عَلَيْهِ بِالْأَصْغَرِ فَلَمْ يَجِبْ تَعْدِيَةُ الْحُكْمِ مِنَ الْأَوْسَطِ إِلَى الْأَصْغَرِ كَقَوْلِنَا بَعْضُ الْحَيَوَانِ إِنْسَانٌ وَبَعْضُهُ فَرَسٌ وَ الْحُكْمُ عَلَى بَعْضِ الْحَيَوَانِ بِالْفَرَسِيَّةِ لَا يَتَعَدَّى إِلَى الْبَعْضِ الْمَحْكُومِ عَلَيْهِ بِالْإِنْسَانِيَّةِ وَ بِإِعْتِبَارِ هَذَيْنِ الشَّرْطَيْنِ يَحْصُلُ الضَّرُوبُ سِتَّةٌ لِأَنَّ اشْتِرَاطَ إِيْجَابِ الصُّغْرَى حَذَفَ ثَمَانِيَةَ أَضْرُبٍ كَمَا فِي الْأَوَّلِ وَ اشْتِرَاطَ كُلِّيَّةِ أَحَدَهُمَا حَذَفَ ضَرْبَيْنِ آخَرَيْنِ وَ هُمَا الْكُبْرَيَانِ الْجُزْئِيَّتَانِ مَعَ الْمَوْجِبَةِ الْجُزْئِيَّةِ.

ترجمہ: میں کہتا ہوں: شکل ثالث کے نتیجہ دینے میں مقدمات کی کیفیت کے اعتبار سے صغریٰ کا موجبہ ہونا اور کیت کے اعتبار سے دو مقدمہ میں سے ایک کا کلیہ ہونا شرط ہے، بہر حال صغریٰ کا موجبہ ہونا تو اس لئے ہے کہ اگر وہ سالبہ ہو تو

کبریٰ یا موجبہ ہوگا یا سالبہ اور جو کسی بھی صورت ہو، ایسا اختلاف حاصل ہوگا جو عدم امتیاج کا موجب ہے بہر حال جب کہ موجبہ ہو تو جیسے ہمارا قول لاشی من الانسان بفرس و کل انسان حیوان او ناطق تو حق پہلے میں ایجاب ہے اور دوسرے میں سلب اور بہر حال جبکہ سالبہ ہو تو جیسے ہم بدل دیں کبریٰ کو اپنے قول و لاشی من الانسان بصہال یا حمار سے اور صادق اول میں ایجاب ہے اور ثانی میں سلب، اور بہر حال دونوں مقدموں میں سے ایک کا کلیہ ہونا تو اس لئے کہ وہ دونوں اگر جزیہ ہوں تو احتمال ہوگا کہ اس بات کا کہ اوسط کے وہ بعض افراد جن پر اکبر کا حکم ہے، اوسط کے ان بعض افراد کے علاوہ ہوں جن پر اصغر کا حکم ہے تو حکم کا اوسط سے اصغر کی طرف متعدی ہونا ضروری ہوگا جیسے ہمارا قول بعض الحيوان انسان وبعض الحيوان فرس اور حیوان کے جن بعض افراد پر فرس ہونے کا حکم ہے وہ بعض افراد کی طرف متعدی نہیں ہوگا، جن پر انسان ہونے کا حکم ہے، اور ان دو شرطوں کے اعتبار کرنے سے ضرور (منجہ) چھ حاصل ہوتی ہیں، اس لئے کہ ایجاب صغریٰ کی شرط ہونے نے آٹھ ضربوں کو ساقط کر دیا جیسا کہ شکل میں ہوا تھا، اور ان میں ایک کلیہ ہونے کی شرط نے دوسریں اور حذف کر دیں اور وہ دو کبریٰ جزیہ ہیں موجبہ جزیہ کے ساتھ۔

تشریح: شارح فرماتے ہیں کہ شکل ثالث کے نتیجہ دینے کے لئے دو شرطیں ہیں: ۱- کیفیت کے اعتبار سے صغریٰ کا موجبہ ہونا کبریٰ خواہ موجبہ ہو یا سالبہ ۲- کیت کے اعتبار سے دونوں مقدموں یعنی صغریٰ و کبریٰ میں سے ایک کا کلیہ ہونا دوسرا خواہ کلیہ ہو یا جزیہ ان دونوں شرطوں میں سے پہلی شرط کا ضروری ہونا تو اس لئے ہے کہ اگر صغریٰ موجبہ نہ ہو بلکہ سالبہ ہو تو کبریٰ موجبہ ہوگا یا سالبہ ان میں سے جو کسی بھی صورت ہو نتیجہ میں اختلاف پایا جائے گا، اور نتیجہ میں اختلاف عدم امتیاج کی دلیل ہے، اگر کبریٰ موجبہ ہو تو نتیجہ میں اختلاف اس لئے ہوگا کہ جب ہم لاشی من الانسان بفرس اور کل انسان حیوان کہیں تو یہ دونوں صادق ہیں تو نتیجہ موجبہ جزیہ ہوگا بعض الفرس حیوان اور یہ صادق ہے، اور اگر کبریٰ کو بدل کر کل انسان ناطق کہیں تو اس کا نتیجہ بعض الفرس لیس بناطق ہوگا اور جب کبریٰ سالبہ ہو تو اختلاف اس لئے ہوگا کہ جب ہم لاشی من الحمار بفرس و لاشی من الحمار بصاہل کہیں تو حق نتیجہ موجبہ جزیہ ہوگا یعنی بعض الفرس صاہل اور جب کبریٰ کو بدل کر لاشی من الحمار بحجر کہیں تو نتیجہ ہوگا بعض الفرس لیس بحجر اور نتیجہ میں اختلاف کا ہونا اصول منطق کے پیش نظر قیاس منجہ نہ ہونے کی دلیل ہے، اس لئے شکل ثالث کے نتیجہ دینے کے لئے صغریٰ کے موجبہ ہونے کی شرط ضروری ہے، اور دوسری شرط یعنی دونوں مقدموں میں سے ایک کا کلیہ ہونا، اس لئے ضروری ہے کہ اگر دونوں مقدمہ جزیہ ہوں تو اس وقت یہ جائز ہوگا کہ حد اوسط کے جن بعض افراد پر اکبر کا حکم ہے وہ حد اوسط کے ان بعض افراد کے علاوہ ہوں جن پر اصغر کا حکم ہے پس اس صورت میں اکبر کا حکم حد اوسط سے اصغر کی طرف نہ پہنچے گا جیسے بعض الحيوان انسان وبعض الحيوان فرس یہ دو مقدمے ہیں اور دونوں صادق ہیں ان دونوں مقدموں میں سے دوسرے مقدمہ حد اوسط یعنی حیوان کے جن بعض افراد پر اکبر کا حکم ہے وہ حد اوسط کے ان بعض افراد کی طرف متعدی نہیں ہوگا جن بعض افراد پر پہلے مقدمہ میں اصغر یعنی انسان ہونے کا حکم ہے، لہذا جب حد اوسط کو گرا کر نتیجہ نکالا جائے گا تو نتیجہ بعض الانسان فرس ہوگا، جو کاذب ہے اور جب نتیجہ بعض الانسان لیس بفرس ہوگا تو یہ نتیجہ صادق ہوگا اور کبریٰ کو بدل کر بعض الحيوان ناطق کہیں تو نتیجہ بعض الانسان ناطق صادق ہوگا، الغرض شرائط کے نہ پائے

جانے کی وجہ سے چونکہ نتیجہ میں اختلاف ہوگا اور نتیجہ میں اختلاف ہونا قیاس منج نہ ہونے کی دلیل ہے حالانکہ قیاس کو نتیجہ لازم ہوتا ہے لہذا معلوم ہوا کہ صغریٰ کا موجب ہونا اور صغریٰ و کبریٰ میں سے ایک کا کلیہ ہونا ضروری ہے، شکل اول اور شکل ثانی کی طرح اس شکل کی بھی سولہ ضربیں نکلتی ہیں، لیکن مذکورہ بالا شرائط کا لحاظ کرنے کی وجہ سے شکل ثالث کی سولہ ضربوں میں سے صرف چھ ضربیں ہی نتیجہ دیں گی بقیہ دس ضربیں ایسی ہیں جس میں شرائط نہ پائے جانے کی وجہ سے عقیم ہوں گی، کیوں کہ ایجاب صغریٰ کی شرط سے آٹھ ضربیں ساقط ہو جائیں گی اور کسی ایک مقدمہ کے کلیہ ہونے کی وجہ سے دو اور ساقط ہو جائیں گی، پس چھ ہی ضربیں ایسی رہ جاتی ہیں جن میں شرائط موجود ہیں اور وہ نتیجہ دیتی ہیں۔

ضروب ملتبہ میں سے ہر ایک کو اگلی عبارت کی تشریح میں دیکھیں۔

الاول من موجبتین کلیتین ینتجج موجبة جزئیة کقولنا کل ب ج و کل ب ا فبعض ج ابوجهین اخذهما الخلف و طریقہ فی هذا الشكل ان يجعل نقیض نتیجہ الکلیہ کبریٰ اذ هذا الشكل لا ینتجج الا جزئیة و صغری القیاس لایجابها صغری فینتظم منهما قیاس فی الشكل الاول ینتجج لما ینافی الکبری فیقال لو لم یصدق بعض ج ا لصدق لاشیء من ج ا و کل ب ج و لاشیء من ج ا ینتجج لاشیء من ب ا و کان الکبری کل ب ا هذا خلف و ثانیہما عکس الصغری لیرجع الی الشكل الاول و ینتجج نتیجہ المطلوبہ بعینہا الثانی من کلیتین و الکبری سالیہ ینتجج سالیہ جزئیة کقولنا کل ب ج و لاشیء من ب ا فبعض ج ا لیس ا بالخلف و بعکس الصغری کما سلف فی الضرب الاول بلافرق و انما لم ینتجج هذان الضربان الکلیہ لجواز ان یکون الاصغر اعم من الاکبر و امتناع ایجاب الاخص لکل افراد الاعم او سلیہ عنها کقولنا کل انسان حیوان و کل انسان ناطق او لا شیء من الانسان بفرس و اذا لم ینتجج الکلی لم ینتجج شیء من الضروب الباقیہ لان الضرب الاول اخص الضروب المنتججہ للإیجاب و الضرب الثانی اخص الضروب المنتججہ للسلب و عدم انتاج الاخص مستلزم لعدم انتاج الاعم الثالث من موجبتین و الکبری کلیة ینتجج موجبة جزئیة کقولنا بعض ب ج و کل ب ا فبعض ج ا بالخلف و بعکس الصغری و هو ظ و بالافتراض و هو ان یفرض موضوع الجزئیة د فکل د ب و کل د ج فیضم المقدمۃ الاولى الی کبری القیاس لینتجج من الشكل الاول کل د ا ثم تجعلها کبری للمقدمۃ الثانیة لینتجج من اول هذا الشكل بعض ج ا و هو المط.

ترجمہ: پہلی (ضرب) دو موجبہ کلیہ سے (مربک ہے) یہ موجبہ جزئیہ نتیجہ دے گی جیسے ہمارا قول کل ب ج و کل ب ا فبعض ج ا دو دلیلوں سے، ان میں سے ایک خلف ہے اور اس کا طریقہ اس شکل میں یہ ہے کہ نتیجہ کی نقیض کو اس کے کلیہ ہونے کی وجہ سے اس شکل کا کبری بنا دیا جائے تو یہ نتیجہ جزئیہ ہی دیگی، اور قیاس کے صغریٰ کو موجبہ ہونے کی وجہ سے صغریٰ بنا دیا جائے پس ان دونوں سے شکل اول میں قیاس مرتب ہوگا، جو کبری کے منافی کا نتیجہ دے گا پس کہا جائے گا کہ اگر بعض ج ا صادق نہ ہو تو لاشیء من ج ا و کل ب ج و لاشیء من ج ا صادق ہوگا جو لاشیء من ج ب ا نتیجہ

دے گا پس کہا جائے گا کہ اگر بعض ج ا صادق نہ ہو تو لاشیء من ج ا و کل ب ج و لاشیء من ج ا صادق ہوگا جو لاشیء من ب ا نتیجہ دے گا حالانکہ کبریٰ کل ب ا تھا، یہ خلاف مفروض ہے، اور ان میں سے دوسری (دلیل) عکس صغریٰ ہے تاکہ یہ شکل اول کی طرف راہجو، اور بعینہ نتیجہ مطلوبہ، نتیجہ دے، دوسری (ضرب یہ ہے کہ) دو کلیہ سے (مرکب ہو) اور کبریٰ سالبہ ہو یہ سالبہ جزئیہ نتیجہ دے گی، جیسے ہمارا قول کل ب ج و لاشیء من ب ا بعض ج لیس ا (دلیل) خلف سے اور عکس صغریٰ سے جیسا کہ ضرب اول میں گزر چکا بلا کسی فرق کے، اور یہ دونوں ضرب کلیہ نتیجہ نہیں دیتیں، کیوں کہ اصغر کا اکبر سے اعم ہونا اور اعم کے ہر ہر فرد کے لئے اخص ثابت ہونے یا اس سے اس کے سلب ہونے کا ممتنع ہونا ممکن ہے، جیسے ہمارا قول کل انسان حیوان و کل انسان ناطق یا و لاشیء من الانسان بفرسہ اور جب یہ دونوں ضرب کلیہ نتیجہ نہیں دیتیں تو باقی ضرب میں سے کوئی (بھی) کلیہ نتیجہ نہیں دے گی، اس لئے کہ ایجاب کا نتیجہ دینے والی ضربوں میں سے سب سے اخص ضرب اول ہے اور سلب کا نتیجہ دینے والی ضربوں میں سب سے اخص ضرب ثانی ہے اور اخص کا عدم انتاج اعم کے عدم انتاج کو تسلزم ہے۔ تیسری (ضرب) دو موجبہ سے (مرکب ہے) اور کبریٰ کلیہ ہو یہ ضرب موجبہ جزئیہ نتیجہ دیتی ہے، جیسے ہمارا قول بعض ب ج و کل ب ا بعض ج ا خلف سے اور عکس صغریٰ سے اور یہ ظاہر ہے اور افتراض سے اور وہ یہ ہے کہ جزئیہ کے موضوع کو ”د“ فرض کیا جائے، ف کل د ب و کل د ج پھر مقدمہ اولیٰ کو قیاس کے کبریٰ کے ساتھ ملایا جائے تاکہ شکل اول سے کل د ا نتیجہ دے، پھر اس کو مقدمہ ثانیہ کا کبریٰ بنا دیا جائے تاکہ اس شکل کی ضرب اول سے بعض ج ا نتیجہ دے، اور یہی مطلوب ہے۔

تشریح: یہاں سے شارح شکل ثالث کی نتیجہ دینے والی چھ ضربوں کو بیان کر رہے ہیں۔

پہلی ضرب: یہ ہے کہ صغریٰ موجبہ کلیہ ہو اور کبریٰ بھی موجبہ کلیہ ہو، نتیجہ موجبہ جزئیہ آئے گا، جیسے کل ب ج (صغریٰ) و کل ب ا (کبریٰ) نتیجہ ہوگا بعض ج ا۔

شکل ثالث کی ضرب اول کے نتیجہ کو ثابت کرنے کی دلیل: شکل ثالث کے نتیجہ دینے کی دلیل افتراض کے علاوہ عام طور پر چار دلیلیں بیان کی جاتی ہیں: ۱- دلیل خلف ۲- عکس صغریٰ ۳- عکس کبریٰ پھر عکس ترتیب پھر عکس نتیجہ ۴- عکس صغریٰ و کبریٰ۔ شارح فرماتے ہیں کہ شکل ثالث کی ضرب اول کا نتیجہ دو دلیلوں سے ثابت ہے۔ ۱- دلیل خلف۔ ۲- عکس صغریٰ۔

دلیل خلف کی تشریح یہ ہے کہ اگر آپ سے کوئی کہے کہ میں شکل ثالث کی ضرب اول کا نتیجہ نہیں مانتا تو آپ اس سے کہئے کہ اگر آپ شکل ثالث کی ضرب اول کا نتیجہ نہیں مانتے تو آپ کو اس کی نقیض ماننی ہوگی، ورنہ ارتقاغ نقیضین لازم آئے گا، جو باطل ہے، لہذا جو نتیجہ کو نہیں مانتا تو اس کی نقیض اس کو ماننی پڑے گی، پھر ہم نتیجہ کی نقیض کو کبریٰ بنائیں گے کیوں کہ وہ کلیہ ہے، اور اصل قیاس کے صغریٰ کو صغریٰ بنائیں گے اس لئے کہ صغریٰ موجبہ ہے پس شکل اول بن جائے گی، پھر حد اوسط کو اگر نتیجہ نکالیں گے اگر نتیجہ شکل ثالث کی ضرب اول کے کبریٰ کی نقیض آئے تو وہ باطل ہوگا کیوں کہ شکل ثالث کی ضرب اول کا کبریٰ مفروض الصدق ہے، اب غور کریں گے کہ یہ غلط نتیجہ یا تو شرائط انتاج کے نہ پائے جانے کی وجہ سے آیا ہوگا یا صغریٰ کی وجہ سے، یا کبریٰ کی وجہ سے، غور کرنے سے معلوم ہوا کہ

شرائط انتاج سب موجود ہیں اور صغریٰ مفروض الصدق ہے پس لامحالہ کبریٰ باطل ہوگا پس اس کی نفیض جو شکل ثالث کا نتیجہ ہے وہ صحیح ہوگی، شارح مثل سے سمجھا رہے ہیں کہ کل ب ج و کل ب ا کا نتیجہ بعض ج اگر صادق نہ ہو تو اس کی نفیض لاشی من ج ا صادق ہوگی، حالانکہ یہ نفیض صحیح نہیں ہے، کیوں کہ جب ہم اس نفیض کو کبریٰ اور اصل قیاس کے صغریٰ کو صغریٰ بنا کر شکل اول ترتیب دیں گے اور اس طرح کہیں گے کل ب ج (صغریٰ) و لاشی من ج ا (کبریٰ) تو نتیجہ برآمد ہوگا، لاشی من ب ا اور یہ نتیجہ اصل قیاس کے کبریٰ کل ب ا کے خلاف اور منافی ہے، لہذا یہ نتیجہ باطل ہے، کیوں کہ اصل قیاس کا کبریٰ مفروض الصدق ہے، اور نتیجہ کا یہ کذب شکل اول کے کبریٰ لاشی من ج ا کی وجہ سے لازم آیا ہے لہذا وہ باطل ٹھہرا اور اصل قیاس کا نتیجہ جو اس کی نفیض ہے یعنی بعض ج ا صادق ہوئی اور یہی ہمارا مطلوب تھا لہذا ثابت ہوا کہ شکل ثالث کی ضرب اول کا نتیجہ موجبہ جزئیہ آتا ہے۔

فائدہ: یہ دلیل شکل ثالث کی ضرب سہ میں جاری ہے اس لئے کہ شکل ثالث کا نتیجہ جزئیہ آتا ہے، اور جزئیہ کی نفیض کلیہ ہوتی ہے، جو شکل اول کا کبریٰ بن سکتی ہے، اور شکل ثالث میں صغریٰ کا موجبہ ہونا شرط ہے، اس لئے شکل ثالث کا صغریٰ شکل اول کا صغریٰ بن سکتا ہے۔ **عکس صغریٰ:** شکل ثالث کی ضرب اول کا نتیجہ ثابت کرنے کی دوسری دلیل عکس صغریٰ ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ شکل ثالث کی ضرب اول کے صغریٰ کا عکس مستوی بنا کر شکل اول ترتیب دی جائے، اگر نتیجہ بعینہ شکل ثالث کی ضرب اول کا نتیجہ آئے تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ ضرب اول کا نتیجہ صحیح نکلا تھا، مثلاً کل انسان حیوان (صغریٰ) و کل انسان ناطق (کبریٰ) نتیجہ آئے گا بعض الحیوان ناطق، اب یہ نتیجہ صحیح ہے یا غلط؟ تو اس نتیجہ کو جانشین کے لئے دلیل عکس صغریٰ ہے یعنی صغریٰ کا عکس مستوی بنا کر شکل اول ترتیب دے کر یوں کہا جائے گا، بعض الحیوان انسان و کل انسان ناطق حد اوسط گرانے کے بعد نتیجہ آئے گا، بعض الحیوان ناطق اور یہ نتیجہ بعینہ مطلوبہ یعنی شکل ثالث کا نتیجہ ہے، پس ثابت ہوا کہ شکل ثالث کی ضرب اول کا نتیجہ موجبہ جزئیہ صحیح ہے۔

فائدہ: یہ دلیل ضرب اول، دوم، سوم، اور چہارم میں جاری ہو سکتی ہے، کیوں کہ ان چاروں ضربوں میں کبریٰ کلیہ ہے، جو شکل اول کا کبریٰ بن سکتا ہے، پانچویں اور چھٹی ضرب میں یہ دلیل جاری نہیں ہو سکتی، کیوں کہ ان دونوں ضربوں میں کبریٰ جزئیہ ہے جو شکل اول کا کبریٰ نہیں بن سکتا۔

شکل ثالث کی دوسری ضرب یہ ہے کہ صغریٰ موجبہ کلیہ اور کبریٰ سالبہ کلیہ ہو، تو نتیجہ سالبہ جزئیہ آئے گا جیسے کل ب ج (صغریٰ) و لاشی من ب ا (کبریٰ) نتیجہ ہوگا بعض ج لیس ا۔

دلیل: اس ضرب کے نتیجہ کے ثابت کرنے کی بھی دو دلیلیں ہیں: ۱۔ دلیل خلف: ۲۔ عکس صغریٰ، ان دونوں دلیلوں کو ضرب اول میں جاری کرنے کی مانند اس ضرب میں بھی جاری کی جائے گی، لہذا آپ خود جاری کر لیں۔

وإنما لم ينتج هذان الضربان الخ اس عبارت میں شارح نے شکل ثالث کی ضرب اول اور ثانی کے نتائج موجبہ جزئیہ آنے کی وجہ بیان کر رہے ہیں؟ اس کا حاصل یہ ہے کہ ضرب اول اور ثانی کے مقدمات اگرچہ کلیہ ہیں مگر دونوں کا نتیجہ جزئیہ آتا ہے کلیہ نہیں آتا، کیوں کہ بعض مادوں میں یہ ہو سکتا ہے کہ اصغر اکبر سے اعم ہو اور اخص اعم کے تمام افراد پر نہ ایجابا صادق ہونہ سلباً، اس لئے ضرب اول کا نتیجہ نہ موجبہ کلیہ صادق ہو سکتا ہے نہ ضرب ثانی کا نتیجہ سالبہ کلیہ بلکہ نتیجہ جزئیہ ہی صادق ہوگا، اس لئے نتیجہ کے جزئی ہونے کا حکم لگایا جائے گا تاکہ کہیں تخلف نہ ہو۔

شکل ثالث کی ضرب ثالث یہ ہے کہ صغریٰ موجبہ جزئیہ ہو اور کبریٰ موجبہ کلیہ تو نتیجہ موجبہ جزئیہ آئے گا جیسے بعض ب ج (صغریٰ) و کل ب ا (کبریٰ) نتیجہ ہوگا بعض ج ا۔

الرَّابِعُ مِنْ مُوجِبَةِ جُزْئِيَّةِ صُغْرَى وَ سَالِبَةِ كُبْرَى يُنتِجُ سَالِبَةَ جُزْئِيَّةٍ كَقَوْلِنَا بَعْضُ بَ جَ وَ لَا شَيْءَ
بِ سَبْ أَفْبَعْضُ جَ لَيْسَ أ بِالطَّرِيقِ الثَّالِثَةِ وَ الْكُلُّ ظَ الْخَامِسُ مِنْ مُوجِبَتَيْنِ وَ الصُّغْرَى كَلِيَّةٌ يُنتِجُ
مُوجِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا كُلُّ بَ جَ وَ بَعْضُ بَ أَفْبَعْضُ جَ أ بِالْخُلْفِ وَ الْإِفْتِرَاضِ وَ هُوَ فَرَضُ مَوْضُوعِ
الْكُبْرَى دَ فَكُلُّ دَ بَ وَ كُلُّ دَ أَفِيَجْعَلُ الْمُقَدِّمَةَ الْأُولَى صُغْرَى وَ صُغْرَى الْأَصْلِ كُبْرَى فَكُلُّ دَ بَ وَ
كُلُّ بَ جَ يُنتِجُ مِنَ الشَّكْلِ الْأَوَّلِ كُلُّ دَ جَ وَ تُجْعَلُهَا صُغْرَى لِلْمُقَدِّمَةِ الثَّانِيَةِ هَكَذَا كُلُّ دَ جَ وَ كُلُّ دَ
أَفْبَعْضُ جَ أ وَ هُوَ الْمَطْلُوبُ وَ بَعْكُسِ الْكُبْرَى وَ جَعْلُهَا صُغْرَى ثُمَّ عَكْسِ النَّتِيجَةِ لَا بَعْكُسِ
الصُّغْرَى لِأَنَّ الْكُبْرَى جُزْئِيَّةٌ وَ الْجُزْئِيَّةُ لَا تَصْلُحُ لِكُبْرَوِيَّةِ الشَّكْلِ الْأَوَّلِ السَّادِسُ مِنْ مُوجِبَةِ كَلِيَّةِ
صُغْرَى وَ سَالِبَةِ جُزْئِيَّةٍ كُبْرَى يُنتِجُ سَالِبَةَ جُزْئِيَّةٍ كَقَوْلِنَا كُلُّ بَ جَ وَ بَعْضُ بَ لَيْسَ أَفْبَعْضُ جَ لَيْسَ أ
بِالْخُلْفِ وَ الْإِفْتِرَاضِ فِي الْكُبْرَى إِنْ كَانَتِ السَّالِبَةُ مُرَكَّبَةً لِيَتَحَقَّقَ وَجُودُ الْمَوْضُوعِ لَا يَتَكَسَّرُ
الصُّغْرَى لِأَنَّ الْجُزْئِيَّةَ لَا تَقَعُ فِي كُبْرَى الشَّكْلِ الْأَوَّلِ وَ لَا يَتَكَسَّرُ الْكُبْرَى لِأَنَّهَا لَا تَقْبَلُ الْعَكْسَ وَ
يَتَقَدَّرُ انْعِكَاسُهَا لَا تَصْلُحُ الصُّغْرَوِيَّةُ الشَّكْلِ الْأَوَّلِ وَ إِنَّمَا وُضِعَتْ هَذِهِ الضَّرُوبُ فِي هَذِهِ الْمَرَاتِبِ
لِأَنَّ الْأَوَّلَ أَخَصَّ الضَّرُوبِ الْمُنتِجَةِ لِلْإِيجَابِ وَ الثَّانِي أَخَصَّ الضَّرُوبِ الْمُنتِجَةِ لِلتَّسْلِيلِ وَ الْأَخَصَّ
أَشْرَفَ وَ قَدَّمَ الثَّالِثَ وَ الرَّابِعَ عَلَى الْآخَرَيْنِ لِأَسْبَابٍ هُمَا عَلَى كُبْرَى الشَّكْلِ الْأَوَّلِ

ترجمہ: چوتھی (ضرب) صغریٰ موجبہ جزئیہ اور کبریٰ سالبہ کلیہ سے (مرکب ہے) یہ نتیجہ دے گی سالبہ جزئیہ، جیسے ہمارا قول بعض ب ج ولاشی من ب ا بعض ج لیس ا طرق ثلثہ سے اور سب ظاہر ہیں، پانچویں (ضرب) دو موجبہ سے (مرکب ہے) اور صغریٰ کلیہ ہے، یہ موجبہ جزئیہ نتیجہ دیتی ہے، جیسے ہمارا قول کل ب ج وبعض ب ا بعض ج ا خلف سے اور افتراض سے اور وہ کبریٰ کے موضوع کو "د" فرض کرنا ہے، فکل د ب و کل د ا (ہوگا) مقدمہ ادلی کو صغریٰ اور اصل صغریٰ کو کبریٰ بنا دیا جائے گا تو کل د ب و کل ب ج (ہوگا) شکل اول سے نتیجہ دے گا، کل د ج اور اس کو دوسرے مقدمہ کا صغریٰ بنا کر اس طرح (کہا جائے گا) کل د ج و کل د ا بعض ج ا اور یہی مطلوب ہے، اور کبریٰ کے عکس سے اور اس کو صغریٰ بنانے سے پھر عکس نتیجہ سے، نہ کہ عکس صغریٰ سے اس لئے کہ کبریٰ جزئیہ ہے اور جزئیہ شکل اول کا کبریٰ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ چھٹی (ضرب) صغریٰ موجبہ کلیہ اور کبریٰ سالبہ جزئیہ سے (مرکب ہے) یہ سالبہ جزئیہ نتیجہ دیتی ہے، جیسے ہمارا قول کل ب ج وبعض ب لیس ا بعض ج لیس ا، خلف سے اور کبریٰ میں افتراض سے اگر وہ سالبہ مرکبہ ہو، تا کہ وجود موضوع تحقق ہو سکے، نہ کہ عکس صغریٰ سے اس لئے کہ جزئیہ شکل اول کے کبریٰ میں واقع نہیں ہو سکتا، اور نہ عکس کبریٰ سے اس لئے کہ (سالبہ جزئیہ) عکس کو قبول نہیں کرتا، اور اس کے منعکس ہونے کی تقدیر پر وہ شکل اول کا صغریٰ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا، اور ان ضربوں کو ان مراتب میں رکھا گیا اس لئے کہ ایجاب کا نتیجہ دینے والی ضربوں میں (ضرب) اول اخص ہے، اور سلب کا نتیجہ دینے والی ضربوں میں (ضرب) ثانی اخص ہے، اور اخص اشرف (ہوتا) ہے، اور ثالث اور رابع کو آخری دو پر اس لئے مقدم کیا کہ یہ دونوں شکل اول کے کبریٰ پر مشتمل ہیں۔

تشریح: شکل ثالث کی ضرب چہارم: یہ ہے کہ صغریٰ موجبہ جزئیہ اور کبریٰ سالبہ کلیہ ہو، تو نتیجہ سالبہ جزئیہ آئے گا، جیسے بعض ب ج (صغریٰ) ولاشی من ب ا (کبریٰ) نتیجہ ہوگا بعض ج لیس ا، شارح کہتے ہیں کہ یہ نتیجہ دلیل خلف، عکس صغریٰ اور دلیل افتراض تینوں طریقوں سے ثابت ہے جن کا اجراء ماسبق سے بالکل واضح اور ظاہر ہے۔

شکل ثالث کی ضرب خامس: یہ ہے صغریٰ موجبہ کلیہ اور کبریٰ موجبہ جزئیہ ہو، تو نتیجہ موجبہ جزئیہ آئے گا جیسے کل ب ج (صغریٰ) وبعض ب ا (کبریٰ) نتیجہ ہوگا بعض ج ا۔

ضرب خامس کے نتیجہ کے اثبات کی دلیل: شکل ثالث کی ضرب خامس کا نتیجہ تین دلیلوں سے ثابت ہے: ۱۔ دلیل خلف ۲۔ دلیل افتراض ۳۔ عکس کبریٰ، عکس ترتیب، عکس نتیجہ، دلیل خلف تو شکل ثالث کی تمام ضربوں میں یکساں ہے اس لئے اس کا اجراء یہاں نہیں کیا جا رہا ہے، اور دلیل افتراض البتہ مختلف ہے اس لئے شارح اس کو بیان کرتے ہیں، کہ اس ضرب کا کبریٰ چونکہ موجبہ جزئیہ ہے، اس لئے اس کے موضوع کو "د" فرض کریں گے تو اس پر وصف موضوع و محمول دونوں صادق ہوں گے جس کی وجہ سے دو قضیہ حاصل ہوں گے: ۱۔ کل د ب ۲۔ کل د ا، پھر پہلے قضیہ کو صغریٰ اور اصل قیاس کے صغریٰ کو کبریٰ بنا کر شکل اول ترتیب دیکر اس طرح کہیں گے کل د ب (صغریٰ) و کل ب ج تو شکل اول سے نتیجہ موجبہ کلیہ آئے گا یعنی کل د ج، پھر اس نتیجہ کو دلیل افتراض سے حاصل شدہ دوسرے قضیہ کا صغریٰ بنائیں گے اور اس طرح کہیں گے کل د ج (صغریٰ) و کل د ا (کبریٰ) نتیجہ بعض ج ا ہوگا۔ جو بعینہ ضرب خامس کا نتیجہ مطلوبہ ہے۔

عکس کبریٰ، عکس قریب، عکس نتیجہ: شکل ثالث کی ضرب خامس کا نتیجہ ثابت کرنے کی دلیل عکس کبریٰ، عکس ترتیب پھر نتیجہ ہے، جس کی تقریر یہ ہے کہ شکل ثالث کی ضرب خامس کے کبریٰ کا عکس مستوی بنا کر شکل رابع بنائی جائے پھر اس کی ترتیب پلٹ کر شکل اول بنائی جائے پھر جو نتیجہ آئے گا اس کا عکس مستوی بنایا جائے اگر وہ عکس مستوی بعینہ نتیجہ مطلوبہ ہو تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ ضرب خامس نے صحیح نتیجہ دیا تھا۔ جیسے کمل انسان حیوان (صغریٰ) و کمل انسان ناطق (کبریٰ) نتیجہ آئے گا بعض الحیوان ناطق، اب معلوم یہ کرنا ہے کہ یہ نتیجہ صحیح ہے یا غلط؟ تو اس کو جانچنے کے لئے عکس کبریٰ کا طریقہ جاری کیا جائے، یعنی کبریٰ کا عکس مستوی بنا کر شکل رابع بنائی جائے اور اس طرح کہا جائے، کمل انسان حیوان (صغریٰ) و بعض الناطق انسان (کبریٰ) پھر اس کی ترتیب الٹ کر شکل اول بنا کر اس طرح کہا جائے بعض الناطق انسان و کمل ناطق انسان، حد اوسط کو گرانے کے بعد نتیجہ آئے گا، بعض الناطق حیوان، اور اس نتیجہ کا عکس مستوی ہوگا بعض الحیوان ناطق جو بعینہ ضرب خامس کا نتیجہ ہے پس ثابت ہوا کہ ضرب خامس نے صحیح نتیجہ دیا تھا۔

لا بعکس الصغریٰ اس عبارت سے شارح یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ ضرب خامس کا نتیجہ ثابت کرنے کے لئے عکس صغریٰ کا طریقہ جاری نہیں کیا جاسکتا، کیوں کہ ضرب خامس میں کبریٰ جزئیہ ہوتا ہے، اور جزئیہ شکل اول کا کبریٰ بننے کی صلاحیت نہیں رکھ سکتا، اس لئے کہ شکل اول میں کبریٰ کا کلیہ ہونا ضروری ہے۔

ضرب سادس: یہ ہے کہ صغریٰ موجبہ کلیہ اور کبریٰ سالبہ جزئیہ ہو، تو نتیجہ سالبہ جزئیہ آئے گا، جیسے کل ب ج (صغریٰ) و بعض ب لیس ا (کبریٰ) نتیجہ ہوگا بعض ج لیس ا۔

ضرب سادس کا نتیجہ ثابت کرنے کی دلیل: شارح کہتے ہیں کہ اس کا نتیجہ دلیل خلف سے ثابت ہے اور دلیل افتراض سے بھی ثابت ہے، بشرطیکہ کبریٰ سالبہ مرکبہ ہو، سالبہ بسیطہ نہ ہو کیوں کہ دلیل افتراض کے جاری کرنے کے لئے موضوع کا موجود ہونا ضروری ہے، اور سالبہ بسیطہ میں موضوع کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے اور سالبہ مرکبہ میں چونکہ دوسرے جزء سے قضیہ موجبہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے اس لئے وہاں وجود موضوع کا تحقق ہوگا، اور جب سالبہ مرکبہ میں موضوع وجود ہوتا ہے، تو ضرب سادس میں کبریٰ کے سالبہ مرکبہ ہونے کی صورت میں دلیل افتراض جاری کی جاسکتی ہے، اور اس کے اجراء کا طریقہ کئی بار گزر چکا لہذا اس کو آپ جاری کر لیں۔

لا بعکس الصغریٰ الخ اس عبارت سے شارح یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ ضرب سادس کا نتیجہ دلیل عکس سے ثابت نہیں کیا جاسکتا، نہ عکس صغریٰ سے اور نہ ہی عکس کبریٰ سے، صغریٰ کا عکس کر کے شکل اول اس لئے نہیں بنا سکتے کہ اس ضرب کا صغریٰ موجبہ کلیہ ہے اور موجبہ کلیہ کا عکس مستوی موجبہ جزئیہ آتا ہے، اور ترتیب بدلنے کے بعد یہ صغریٰ کبریٰ ہوگا، اور شکل اول میں کبریٰ کا کلیہ ہونا شرط ہے تو یہ شکل اول کا کبریٰ نہیں بن سکتا، لہذا عکس صغریٰ اس ضرب میں جاری نہیں کیا جاسکتا ہے، اور کبریٰ کا عکس مستوی کر کے شکل اول اس لئے نہیں بنا سکتے کہ اس ضرب کا کبریٰ سالبہ جزئیہ ہے جس کا عکس مستوی آتا ہی نہیں، اور اگر اس کا عکس مستوی آئے بھی تو وہ شکل اول کا صغریٰ نہیں بن سکتا، کیوں کہ یہ سالبہ ہے، اور شکل اول کے صغریٰ کا موجبہ ہونا شرط ہے۔

وانما وضعت الخ اس عبارت میں شارح نے شکل ثالث کی ضرب منجہ کے ترتیب کی وجہ بیان کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ

شکل ثالث کی چھ ضربیں نتیجہ دیتی ہیں تین کا نتیجہ موجبہ جزئیہ، آتا ہے، اور تین کا سالبہ جزئیہ، اور جن ضربوں کا نتیجہ موجبہ آتا ہے ان میں سب سے اخض ضرب اول ہے، اور جن ضربوں کا نتیجہ سالبہ آتا ہے ان میں سب سے اخض دوسری ضرب ہے، اور اخض امر زائد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اشرف ہوتا ہے تو ضرب اول اور ضرب ثانی اخض ہونے کی وجہ سے اشرف ہوئے اور ان کے علاوہ غیر اشرف ہوئے، اور اشرف کو غیر اشرف پر مقدم کیا جاتا ہے، اسی لئے ان دونوں ضربوں کو بقیہ ضربوں پر مقدم کیا گیا اور تیسری اور چوتھی کو آخری دو پر اس لئے مقدم کیا گیا کہ یہ دونوں شکل اول کے کبریٰ پر مشتمل ہوتے ہیں، شکل اول کا کبریٰ کلیہ ہوتا ہے، اور ان دونوں میں سے پہلی ضرب کا کبریٰ موجبہ کلیہ ہوتا ہے اور دوسری ضرب کا کبریٰ سالبہ کلیہ ہوتا ہے۔

اب شکل ثالث کی ضرب مرتبہ اور غیر مرتبہ کو نقشہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

نقشہ شکل ثالث

نمبر شمار	صغریٰ	کبریٰ	نتیجہ	کیفیت	مثال صغریٰ	مثال کبریٰ	مثال نتیجہ
۱	موجبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	شرائط موجود ہیں	کل انسان حیوان	کل انسان	بعض الحیوان ناطق
۲	//	// جزئیہ	//	//	کل انسان حیوان	بعض الانسان	بعض الحیوان کاتب
۳	//	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	//	کل انسان حیوان	لاشی من الانسان بفرس	بعض الحیوان لیس بفرس
۴	//	سالبہ جزئیہ	//	//	کل انسان حیوان	بعض الانسان	بعض الحیوان لیس بکاتب
۵	موجبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	//	بعض الحیوان انسان	کل حیوان جسم	بعض الانسان جسم
۶	//	موجبہ جزئیہ	عقیم	کوئی مقدمہ نہیں			
۷	//	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	شرائط موجود ہیں	بعض الحیوان انسان	لاشی من الحیوان بحجر	بعض الانسان لیس بحجر
۸	//	سالبہ جزئیہ	عقیم	کوئی مقدمہ نہیں ہے			
۹	سالبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	//	صغریٰ موجبہ نہیں ہے			
۱۰	//	موجبہ جزئیہ	//	//			

۱۱	//	سالہ کلیہ	//	//			
۱۲	سالہ کلیہ	سالہ جزئیہ	عقیم	صغریٰ موجبہ نہیں ہے			
۱۳	سالہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	//	//			
۱۴	//	// جزئیہ	//	صغریٰ موجبہ نہیں اور کوئی مقدمہ کلیہ نہیں ہے			
۱۵	//	سالہ کلیہ	//	صغریٰ موجبہ نہیں ہے			
۱۶	//	سالہ جزئیہ	//	صغریٰ موجبہ نہیں اور کوئی مقدمہ کلیہ نہیں ہے			

فَإِنَّ وَ أَمَّا الشَّكْلُ الرَّابِعُ فَشَرْطُهُ بِحَسَبِ الْكَمِّيَّةِ وَ الْكَيْفِيَّةِ إِيْجَابُ الْمُقَدَّمَتَيْنِ مَعَ كُلِّيَّةِ الصُّغْرَى أَوْ إِيْخْتِلَافُهُمَا بِالْكَفِّفِ مَعَ كُلِّيَّةِ أَحَدَهُمَا وَ أَلَّا يَخْصُلَ الْإِيْخْتِلَافُ الْمَوْجِبُ لِعَدَمِ الْإِنْتِاجِ وَ ضَرْوِيَّةِ النَّاتِجَةِ ثَمَانِيَّةٌ الْأَوَّلُ مِنْ مُوجِبَتَيْنِ كُلِّيَّتَيْنِ يُنتِجُ مُوجِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا كُلُّ ب ج وَ كُلُّ أ ب فَبَعْضُ جَ أ بِعَكْسِ التَّرْتِيبِ ثُمَّ عَكْسُ النَّاتِجَةِ الثَّانِي مِنْ مُوجِبَتَيْنِ وَ الْكُبْرَى جُزْئِيَّةً يُنتِجُ مُوجِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا كُلُّ ب ج وَ بَعْضُ أ ب فَبَعْضُ جَ أ لِأَمَرِ الثَّلَاثِ مِنْ كُلِّيَّتَيْنِ وَ الصُّغْرَى سَالِبَةً يُنتِجُ سَالِبَةً كُلِّيَّةً كَقَوْلِنَا لَا شَيْءَ مِنْ ب ج وَ كُلُّ أ ب فَلَا شَيْءَ مِنْ جَ أ الرَّابِعُ مِنْ كُلِّيَّتَيْنِ وَ الصُّغْرَى مُوجِبَةً يُنتِجُ سَالِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا كُلُّ ب ج وَ لَا شَيْءَ مِنْ أ ب فَبَعْضُ جَ أ لَيْسَ أ بِعَكْسِ الْمُقَدَّمَتَيْنِ الْخَامِسُ مِنْ مُوجِبَةٍ جُزْئِيَّةٍ صُّغْرَى وَ سَالِبَةٍ كُلِّيَّةٍ كُبْرَى يُنتِجُ سَالِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا بَعْضُ ب ج وَ لَا شَيْءَ مِنْ أ ب فَبَعْضُ جَ أ لَيْسَ أ لِأَمَرِ السَّادِسُ مِنْ سَالِبَةٍ جُزْئِيَّةٍ صُّغْرَى وَ مُوجِبَةٍ كُلِّيَّةٍ كُبْرَى يُنتِجُ سَالِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا بَعْضُ ب لَيْسَ جَ أ بِعَكْسِ الصُّغْرَى لِيَرْتَدَّ إِلَى الثَّانِي السَّابِعُ مِنْ مُوجِبَةٍ كُلِّيَّةٍ صُّغْرَى وَ سَالِبَةٍ جُزْئِيَّةٍ كُبْرَى يُنتِجُ سَالِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا كُلُّ ب ج وَ بَعْضُ أ لَيْسَ ب فَبَعْضُ جَ أ لَيْسَ أ بِعَكْسِ الْكُبْرَى لِيَرْتَدَّ إِلَى الثَّلَاثِ الثَّامِنُ سَالِبَةٍ كُلِّيَّةٍ صُّغْرَى وَ مُوجِبَةٍ جُزْئِيَّةٍ كُبْرَى يُنتِجُ سَالِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا لَا شَيْءَ مِنْ ب ج وَ بَعْضُ أ ب فَبَعْضُ جَ أ لَيْسَ أ بِعَكْسِ التَّرْتِيبِ ثُمَّ عَكْسِ النَّاتِجَةِ.

تسوجسمہ: ماتن نے کہا! اور ہر حال شکل رابع تو اس کی شرط کیت اور کیفیت کے اعتبار سے مقدمتین کا ایجاب ہے، صغریٰ کے کلیہ ہونے کے ساتھ یا ان دونوں کا مختلف ہونا ان میں سے کسی ایک کے کلیہ ہونے کے ساتھ، ورنہ تو وہ اختلاف حاصل ہوگا جو عدم انتاج کا موجب ہے، اور اس کی ضرورت متجزا آٹھ ہیں، اول دو موجبہ کلیہ سے یہ موجبہ جزئیہ نتیجہ دیتی ہے، جیسے ہمارا قول کل ب ج و کل ب ج ا فبعض ج ا عکس ترتیب پھر عکس نتیجہ سے دوم دو موجبہ سے اور کبریٰ جزئیہ ہو، نتیجہ دیتی ہے، موجبہ جزئیہ، جیسے ہمارا قول کل ب ج و بعض ا ب فبعض ج ا اس وجہ سے جو

گزر چکی، سوم: دو کلیہ سے اور صغریٰ سالبہ ہو، سالبہ کلیہ نتیجہ دیتی ہے، جیسے ہمارا قول لاشی من ب ج و کل اب فلالشی من ج ا، چہارم: دو کلیہ سے اور صغریٰ موجبہ ہو، سالبہ جزئیہ نتیجہ دیتی ہے جیسے ہمارا قول کل ب ج و لاشی من اب فبعض ج لیس ا مقدمتین کے عکس سے۔ پنجم: صغریٰ موجبہ اور کبریٰ سالبہ کلیہ سے، سالبہ جزئیہ نتیجہ دیتی ہے، جیسے ہمارا قول بعض ب ج و لاشی من اب فبعض ج لیس ا، اس وجہ سے جو گزر چکی۔ ششم: صغریٰ سالبہ جزئیہ اور کبریٰ موجبہ کلیہ سے، سالبہ جزئیہ نتیجہ دیتی ہے، جیسے ہمارا قول بعض ب لیس ج و کل اب فبعض ج لیس ا عکس صغریٰ سے تاکہ شکل ثانی کی طرف راجع ہو۔ ہفتم: صغریٰ موجبہ کلیہ اور کبریٰ سالبہ جزئیہ سے، سالبہ جزئیہ نتیجہ دیتی ہے، جیسے ہمارا قول کل ب ج و بعض اب لیس ج فبعض ج لیس ا عکس کبریٰ سے تاکہ (شکل) ثالث کی طرف راجع ہو۔ ہشتم: صغریٰ سالبہ کلیہ اور کبریٰ موجبہ جزئیہ سے، سالبہ جزئیہ نتیجہ دیتی ہے، جیسے ہمارا قول لاشی من ب ج و بعض اب فبعض ج لیس ا، عکس ترتیب پھر عکس نتیجہ سے۔

أَقُولُ شَرْطُ اِتِّسَاجِ الشَّكْلِ الرَّابِعِ بِحَسَبِ الْكَيْفِيَّةِ وَالْكَمِّيَّةِ أَحَدُ الْأَمْرَيْنِ وَهُوَ أَمَّا اِيجَابُ الْمُقَدَّمَتَيْنِ مَعَ كَلِّيَّةِ الصُّغْرَى وَ اِخْتِلَافُهُمَا بِالْكَيفِ مَعَ كَلِّيَّةِ احْدَهُمَا وَ ذَلِكَ لِأَنَّهُ لَوْ لَا أَحَدُهُمَا لَزِمَ أَحَدُ الْأُمُورِ الثَّلَاثَةِ أَمَّا سَلْبُ الْمُقَدَّمَتَيْنِ أَوْ اِيجَابُهُمَا مَعَ جُزْئِيَّةِ الصُّغْرَى وَ اِخْتِلَافُهُمَا بِالْكَيفِ مَعَ جُزْئِيَّتِهِمَا وَ عَلَى التَّقَادِيرِ يَتَحَقَّقُ الْاِخْتِلَافُ الْمَوْجِبُ لِعَدَمِ الْاِتِّسَاجِ أَمَّا إِذَا كَانَتَا سَالِبَتَيْنِ فَلْيَصْدُقَ قَوْلُنَا لَا شَيْءَ مِنَ الْإِنْسَانِ بِفَرَسٍ وَ لَا شَيْءَ مِنَ الْحِمَارِ بِإِنْسَانٍ وَ الْحَقُّ السَّلْبُ أَوْ لَا شَيْءَ مِنَ الصَّاهِلِ بِإِنْسَانٍ وَ الْحَقُّ الْاِيجَابُ وَ أَمَّا إِذَا كَانَتَا مُوجِبَتَيْنِ وَ الصُّغْرَى جُزْئِيَّةً فَلِأَنَّهُ يَصْدُقُ قَوْلُنَا بَعْضُ الْحَيَوَانِ إِنْسَانٌ وَ كُلُّ نَاطِقٍ حَيَوَانٌ مَعَ حَقِيقَةِ الْاِيجَابِ أَوْ كُلُّ فَرَسٍ حَيَوَانٌ مَعَ حَقِيقَةِ السَّلْبِ وَ أَمَّا إِذَا كَانَتَا مُخْتَلِفَتَيْنِ بِالْكَيفِ مَعَ كَوْنِهِمَا جُزْئِيَّتَيْنِ فَلِأَنَّ الْمَوْجِبَةَ إِنْ كَانَتْ صُغْرَى صَدَقَ قَوْلُنَا بَعْضُ النَّاطِقِ إِنْسَانٌ وَ بَعْضُ الْحَيَوَانِ لَيْسَ بِنَاطِقٍ أَوْ بَعْضُ الْفَرَسِ لَيْسَ بِنَاطِقٍ وَ الصَّادِقُ فِي الْأَوَّلِ الْاِيجَابُ وَ فِي الثَّانِي السَّلْبُ وَ إِنْ كَانَتْ كُبْرَى صَدَقَ بَعْضُ الْإِنْسَانِ لَيْسَ بِفَرَسٍ وَ بَعْضُ الْحَيَوَانِ إِنْسَانٌ وَ الْحَقُّ الْاِيجَابُ أَوْ بَعْضُ النَّاطِقِ إِنْسَانٌ وَ الْحَقُّ السَّلْبُ.

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ شکل رابع کے نتیجہ دینے کی شرط کیفیت اور کمیت کے اعتبار سے دو امور ہیں سے ایک ہونا ہے، اور وہ یا مقدمتین کا موجبہ ہونا صغریٰ کے کلیہ ہونے کے ساتھ، یا ان دونوں کا کیف میں مختلف ہونا ان میں سے ایک کے کلیہ ہونے کے ساتھ اور یہ اس لئے ہے کہ اگر ان میں سے کوئی نہ ہو تو تین امور میں سے ایک لازم آئے گا، یا مقدمتین کا سالبہ ہونا یا ان دونوں کا موجبہ ہونا صغریٰ کے جزئیہ ہونے کے ساتھ یا ان دونوں کا کیف میں مختلف ہونا دونوں کے جزئیہ ہونے کے ساتھ، اور بہر تقدیر ایسا اختلاف متحقق ہوگا جو عدم اِتِّسَاجِ کا موجب ہے، بہر حال جبکہ دونوں سالبہ ہوں تو اس لئے کہ ہمارا قول لاشی من الانسان بفرس و لاشی من الحمار بانسان صادق ہے، اور حق سلب ہے یا لاشی من الانسان بصاهل اور حق ایجاب ہے، اور بہر حال جبکہ دونوں موجبہ ہوں اور صغریٰ جزئیہ ہو تو اس لئے کہ ہمارا

قول بعض الحيوان انسان و كل ناطق حيوان ايجاب کے حق ہونے کے ساتھ صادق ہے، یا كل فرس حيوان سلب کے حق ہونے کے ساتھ اور بہر حال جب کہ دونوں مختلف ہوں کیف میں دونوں کے جزئیہ ہونے کے ساتھ تو اس لئے کہ موجبہ اگر صغریٰ ہو تو ہمارا قول بعض الناطق انسان اور بعض الحيوان ليس بناطق صادق ہوگا، یا بعض الفرس ليس بناطق اور اول میں ايجاب ہے، اور ثانی میں سلب، اور اگر وہ کبریٰ ہو، تو بعض الانسان ليس بفرس اور بعض الحيوان انسان صادق ہوگا، اور حق ايجاب ہے یا بعض الناطق انسان اور حق سلب ہے۔

تشریح: یہاں سے شکل رابع کے نتیجہ دینے کی شرط بیان کی جا رہی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اس شکل کے نتیجہ دینے کی دو شرطیں ہیں مگر یہ دونوں شرطیں مانعہ الخلو کے طور پر ہیں، مانعہ الجمع کے طور پر نہیں، یعنی دونوں شرطوں میں سے کوئی ایک شرط پائی جانی ضروری ہے، اگر دونوں شرطیں جمع ہو جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن دونوں کا ارتقاع صحیح نہیں، بلکہ کسی ایک کا پایا جانا ضروری ہے، اگر دونوں شرطوں میں سے کوئی بھی شرط نہ پائی جائے تو پھر شکل رابع نتیجہ نہیں دے گی، بلکہ عقیم ہوگی۔

پہلی شرط: صغریٰ کلیہ ہو اور دونوں مقدمے موجبہ ہوں۔

دوسری شرط: دونوں مقدموں میں سے کوئی ایک کلیہ ہو، اور دونوں مقدمے کیف میں یعنی ايجاب و سلب میں مختلف ہوں یعنی اگر ایک موجبہ ہو تو دوسرا سالبہ ہو۔

لانه لولا احدهما الخ اس عبارت سے شارح نے شکل رابع کے منہج ہونے کیلئے دو شرطوں میں سے کسی ایک کے ہونے کی دلیل بیان کی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر دونوں شرطوں میں سے ایک بھی نہ پائی جائے تو تین صورتوں میں سے ایک صورت لازم ہوگی۔ ۱- صغریٰ و کبریٰ دونوں کا سالبہ ہونا۔ ۲- دونوں کا موجبہ ہونا اور ساتھ ساتھ صغریٰ کا جزئیہ ہونا۔ ۳- کسی ایک کے کلیہ ہونے کے ساتھ ايجاب و سلب میں دونوں کا مختلف ہونا اور جوئی بھی صورت ہو نتیجہ میں اختلاف ہوگا جو قیاس کے منہج نہ ہونے کی دلیل ہے۔

و اما اذا كانتا سالتين الخ اس عبارت سے پہلی صورت کو بیان کر رہے ہیں کہ اگر دونوں سالبہ ہوں تو اس میں چار ضرر ہیں داخل ہیں اور ہر ایک ضرب کے نتیجہ میں اختلاف لازم آتا ہے، اور سالتين کلتين چونکہ چاروں میں اخص ہیں جس کے نتیجہ میں اختلاف ہونے کی وجہ سے قیاس منہج نہ ہونے کی وجہ سے چاروں میں منہج نہ ہونا ثابت ہو جاتا ہے دلیل یہ ہے کہ اخص کا منہج نہ ہونا اعم کے منہج نہ ہونے کو مستلزم ہے، اس لئے شارح نے صرف اسی ضرب میں اختلاف کو ثابت کیا ہے، چنانچہ مثال سے ثابت کر رہے ہیں کہ لاشی من الانسان بفرس و لاشی من الحمار بانسان دیکھو یہ شکل رابع ہے اور دونوں مقدمہ سالبہ ہیں، جس کا نتیجہ لاشی من الفرس بحمار ہوگا اور یہ نتیجہ صادق ہے، اور اگر کبریٰ کو بدل کریں کہا جائے لاشی من الانسان بفرس و لاشی من الصاھل تو صادق نتیجہ موجبہ کلیہ ہوگا، یعنی كل فرس صاھل۔

و اما اذا كانتا موجبتين الخ سے دوسری صورت کو بیان کر رہے ہیں کہ اگر دونوں موجبہ ہوں تب بھی نتیجہ میں اختلاف ہوگا جیسے بعض الحيوان انسان و كل ناطق حيوان دیکھئے یہاں دونوں مقدمہ موجبہ ہیں اور صغریٰ جزئیہ ہے، اس کا صحیح نتیجہ موجبہ کلیہ ہوگا یعنی كل انسان ناطق، اور اگر کبریٰ کو بدل کریں کہا جائے بعض الحيوان انسان و كل فرس حيوان تو حق نتیجہ سالبہ کلیہ ہوگا یعنی لاشی من الانسان بفرس۔

و اما إذا كانا مختلفين بالكيف الخ سے تیسری صورت کو بیان کر رہے ہیں کہ اگر دونوں مقدمے ایجاب و سلب میں مختلف ہوں اور دونوں جزئیہ ہوں تب بھی نتیجہ میں اختلاف ہوگا، اس لئے کہ موجباً اگر صغریٰ ہو جیسے بعض الناطق انسان وبعض الحيوان ليس بناطق دیکھے یہاں دونوں مقدمے ایجاب و سلب میں مختلف ہیں اور دونوں جزئیہ ہیں اور صغریٰ موجبہ ہے اس کا صادق نتیجہ موجب کلیہ ہوگا، یعنی کل انسان ناطق اور کبریٰ کو بدل کریں کہا جائے بعض الناطق انسان وبعض الفرس ليس بناطق تو صادق نتیجہ سالبہ کلیہ ہوگا، یعنی لاشئ من الانسان بفرس اور اگر کبریٰ موجبہ ہو تب بھی اختلاف نتیجہ لازم آئے گا، جیسے بعض الانسان ليس بفرس وبعض الحيوان انسان دیکھے یہ دونوں مقدمے ایجاب و سلب میں مختلف ہیں، دونوں جزئیہ ہیں اور کبریٰ موجبہ ہے اس کا صادق نتیجہ موجب کلیہ ہوگا یعنی کسل فرس حيوان اور اگر کبریٰ کو بدل کریں کہا جائے بعض الانسان ليس بفرس وبعض الناطق انسان تو صادق نتیجہ سالبہ کلیہ ہوگا، یعنی لاشئ من الفرس بناطق لہذا صورت ثالثہ میں اختلاف ہونے کی وجہ سے عدم انتاج ثابت ہو گیا، پس معلوم ہو گیا کہ انتاج کے لئے شرائط مذکورہ ضروری ہیں۔

و ضرورۃ السابجة بحسب هذا الاشتراط ثمانية لسقوط أربعة أضرب باعتبار عقم الساليتين، و ضربين لعقم الموجهتين مع جزئية الصغرى و آخرين لعقم المختلفتين من الجزئيتين الأول من موجهتين كليتين ينتج موجهة جزئية كقولنا كل ب ج و كل أ ب فبعض ج أ بعكس الترتيب ثم عكس النتيجة فأننا إذا عكسنا الترتيب ارتد إلى الشكل الأول هكذا كل أ ب و كل ب ج ينتج كل أ ج و هو ينعكس إلى بعض ج أ و هو المطلوب ولا ينتج كلياً لجواز أن يكون الأصغر أعم من الأكبر و امتناع حمل الأخص على كل أفراد الأعم كقولنا كل إنسان حيوان و كل ناطق إنسان مع أن الحق بعض الحيوان ناطق الثاني من موجهتين و الكبرى جزئية ينتج موجهة جزئية كقولنا كل ب ج و بعض أ ب فبعض ج أ بعكس الترتيب أيضاً كما مر الثالث من كليتين و الصغرى سالبة كليية ينتج سالبة كليية كقولنا لاشئ من ب ج و كل أ ب فلاشئ من ج أ بعكس الترتيب أيضاً كما مر الرابع من كليتين و الصغرى موجهة ينتج سالبة جزئية كقولنا كل ب ج و لاشئ من أ ب فبعض ج ليس بعكس المقدماتين ليرجع إلى الشكل الأول هكذا بعض ج ب و لاشئ من ب أ فبعض ج ليس آ و هو المطلوب و لا ينتج كلياً لإحتمال عموم الأصغر كقولنا كل إنسان حيوان و لاشئ من الفرس بإنسان مع أن الضد ليس بعض الحيوان فرسا الخامس من موجهة جزئية صغرى و سالبة كليية كبرى ينتج سالبة جزئية كقولنا بعض ب ج و لاشئ من أ ب فبعض ج ليس بعكس المقدماتين كما مر السادس من سالبة جزئية صغرى و موجهة كليية كبرى ينتج سالبة جزئية كقولنا بعض ب ليس ج و كل أ ب فبعض ج ليس بعكس الصغرى ليرتد إلى الشكل الثاني و ينتج نتيجة المذكورة بعينها السابع من موجهة كليية صغرى و سالبة جزئية كبرى ينتج سالبة جزئية كقولنا كل ب ج و بعض أ ليس ب فبعض ج ليس بعكس الكبرى ليرجع إلى الشكل الثالث و ينتج النتيجة المطلوبة الثامن من سالبة كليية صغرى و

مُوجِبَةٌ جُزْئِيَّةٌ كُبرى يُنتِجُ سَالِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا لَأَشْيَاءُ مِنْ ب ج وَبَعْضُ أ ب فَبَعْضُ ج لَيْسَ أ
بِعَكْسِ التَّرْتِيبِ لِيَرْتَدَّ إِلَى الشَّكْلِ الْأَوَّلِ ثُمَّ عَكْسِ النَّتِيجَةِ.

ترجمہ: اور اس کی ضرورت ملتا ہے اس شرط کے اعتبار سے آٹھ ہیں چار ضربوں کے ساقط ہونے کی وجہ سے سالبین کے عقیم ہونے کے اعتبار سے اور دو ضرب (ساقط ہونے کی وجہ سے) صغریٰ کے جزئیہ ہونے کے ساتھ موجبتین کے عقیم ہونے کی وجہ سے اور آخری دو مختلفین جزیتین کے عقیم ہونے کی وجہ سے۔ پہلی (ضرب) دو موجبہ کلیہ سے (مرکب ہے) موجبہ جزئیہ نتیجہ دیتی ہے، جیسے ہمارا قول کل ب ج و کل ا ب فبعض ج ا عکس ترتیب پھر عکس نتیجہ سے، اس لئے کہ جب ہم ترتیب کا عکس کریں تو وہ شکل اول کی طرف اس طرح راجع ہوگی، کل ا ب و کل ب ج نتیجہ دے گی، کل ا ج اور یہ بعض ج ا کی طرف منعکس ہوگا اور یہی مطلوب ہے، اور یہ کلیہ نہیں دیتی اس لئے کہ ممکن ہے کہ اصغر اکبر سے اعم ہو، اور اعم کے تمام افراد پر اخص کا محمول ہونا ممتنع ہو جیسے ہمارا قول کل انسان حیوان و کل ناطق انسان حالانکہ حق بعض حیوان ناطق ہے۔ دوسری (ضرب) دو موجبہ سے (مرکب ہے) اور کبریٰ جزئیہ ہو، یہ موجبہ جزئیہ نتیجہ دے گی جیسے ہمارا قول کل ب ج و بعض ا ب فبعض ج ا، عکس ترتیب سے بھی، جیسا کہ گزر چکا۔ تیسری (ضرب) دو کلیہ سے (مرکب ہے) اور صغریٰ سالبہ کلیہ ہو، سالبہ کلیہ نتیجہ دیتی ہے، جیسے ہمارا قول لَأَشْيَاءُ مِنْ ب ج و کل ا ب فَلَاشْيَاءُ مِنْ ج ا، عکس ترتیب سے بھی جیسا کہ گزر چکا۔ چوتھی (ضرب) دو کلیہ سے (مرکب ہے) درانحالیکہ صغریٰ موجبہ ہو، سالبہ جزئیہ نتیجہ دے گی، جیسے ہمارا قول کل ب ج و لَأَشْيَاءُ مِنْ أ ب فبعض لیس ا، مقتدین کے عکس سے تاکہ شکل اول کی طرف اس طرح راجع ہو بعض ج ب و لَأَشْيَاءُ مِنْ ب ا فبعض ج لیس ا، اور یہی مطلوب ہے، اور یہ کلیہ نتیجہ نہیں دیتی، اس لئے کہ اصغر کے اعم ہونے کا احتمال ہے جیسے ہمارا قول کل انسان حیوان و لَأَشْيَاءُ مِنْ الْفَرَسِ بَانَسَانِ بَاوُجُودِیْکَ لیس بعض حیوان فرسا ہے۔ پانچویں (ضرب) صغریٰ موجبہ جزئیہ اور کبریٰ سالبہ کلیہ سے (مرکب ہے) سالبہ جزئیہ نتیجہ دے گی، جیسے ہمارا قول بعض ب ج و لَأَشْيَاءُ مِنْ أ ب فبعض ج لیس ا، مقتدین کے عکس سے جیسا کہ گزر گیا۔ چھٹی (ضرب) صغریٰ سالبہ جزئیہ اور کبریٰ موجبہ کلیہ سے (مرکب ہے) سالبہ جزئیہ نتیجہ دے گی، جیسے ہمارا قول بعض ب لیس ج و کل ا ب فبعض ج لیس ا، عکس صغریٰ سے تاکہ یہ شکل ثانی کی طرف راجع ہو، اور بعینہ مذکورہ نتیجہ دے۔ ساتویں (ضرب) صغریٰ موجبہ کلیہ اور کبریٰ سالبہ جزئیہ سے (مرکب ہے) سالبہ جزئیہ نتیجہ دے گی، جیسے ہمارا قول کل ب ج و بعض ا لیس ب فبعض ج لیس ا عکس کبریٰ سے تاکہ شکل ثالث کی طرف راجع ہو اور مطلوبہ نتیجہ دے۔ آٹھویں (ضرب) صغریٰ سالبہ کلیہ سے اور کبریٰ موجبہ جزئیہ سے (مرکب ہے) سالبہ جزئیہ نتیجہ دے گی، جیسے ہمارا قول لَأَشْيَاءُ مِنْ ب ج و بعض ا ب فبعض ج لیس ا، عکس ترتیب سے تاکہ شکل اول کی طرف راجع ہو پھر عکس نتیجہ سے۔

تشریح: شکل اول و ثانی و ثالث کی طرح شکل رابع کی سولہ ضربیں نکلتی ہیں، لیکن شرائط کا لحاظ کرنے کی وجہ سے ان میں سے آٹھ ضربیں نتیجہ دیں گی، اور بقیہ آٹھ ضربیں نتیجہ نہیں دیں گی بلکہ عقیم ہوں گی کیوں کہ شرائط محقق نہ ہونے کی وجہ صورت میں اختلاف نتیجہ لازم آتا ہے

جس کی وجہ سے آٹھ ضربیں ساقط ہو گئیں، کیوں کہ صغریٰ اور کبریٰ دونوں کے سالبہ ہونے کی چار ضربیں اختلاف نتائج کی وجہ سے ساقط ہو گئیں اور صغریٰ موجبہ جزئیہ اور کبریٰ خواہ موجبہ کلیہ ہو یا جزئیہ یہ دو ضربیں اختلاف نتیجہ کی وجہ سے ساقط ہو گئیں، اور دونوں جزئیہ ہوں، ایک سالبہ اور ایک موجبہ یہ دو ضربیں بھی ساقط ہو گئیں، سولہ میں آٹھ ضربیں جب ساقط ہو گئیں تو نتیجہ والی ضربیں آٹھ رہ گئیں۔

ضروب منجہ اور ان کے نتائج ثابت کرنے کی دلیلیں

ضرب اول: یہ ہے کہ صغریٰ اور کبریٰ دونوں موجبہ کلیہ ہوں، تو نتیجہ موجبہ جزئیہ آئے گا، جیسے کل ب ج (صغریٰ) و کل اب (کبریٰ) نتیجہ ہوگا، بعض ج ا اس کو ثابت کرنے کی دلیل عکس ترتیب پھر عکس نتیجہ ہے، یعنی شکل رابع کی ترتیب الٹ کر شکل اول ترتیب دیں اور نتیجہ نکالیں پھر نتیجہ کا عکس مستوی بنائیں یہ عکس بعینہ نتیجہ مطلوبہ ہوگا، جیسے کل ب ج و کل اب یہ شکل رابع ہے اس کو الٹ کر شکل اس طرح بنادو، کل اب و کل ب ج، نتیجہ ہوگا، کل ا ج اور اس کا عکس مستوی ہوگا بعض ج ا اور یہ عکس بعینہ ضرب اول کا نتیجہ ہے۔

فائدہ: یہ دلیل صرف ضرب اول، ثانی اور ثالث میں جاری ہوتی ہے، اس لئے کہ ان تینوں ضربوں میں صغریٰ کلیہ ہے جو شکل اول کا کبریٰ بن سکتا ہے، اور کبریٰ موجبہ ہے جو شکل اول کا صغریٰ بن سکتا ہے، اور اول و ثانی میں نتیجہ موجبہ جزئیہ ہے، اور ثالث میں سالبہ کلیہ ہے اور ان دونوں کا عکس مستوی آتا ہے، نیز یہ دلیل ضرب ثامن میں بھی جاری ہو سکتی ہے، بشرطیکہ اس کا نتیجہ (سالبہ جزئیہ) قابل انعکاس یعنی احد الخاضعتین ہو، باقی چار ضربوں میں جاری نہیں ہو سکتی، رابع و خامس اور سابع میں تو اس لئے جاری نہیں ہو سکتی ہے کہ ان تینوں میں کبریٰ سالبہ ہے جو شکل اول کا صغریٰ نہیں ہو سکتا، خاص طور سے ضرب خامس میں صغریٰ جزئیہ ہے جو شکل اول کا کبریٰ نہیں ہو سکتا، اور ضرب سادس میں تو اس لئے جاری نہیں ہو سکتی کہ اس میں بھی صغریٰ جزئیہ ہے شکل اول کا کبریٰ نہیں بن سکتا۔

ولا ینتجج کلیاً الخ اس عبارت میں شارح نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے، سوال یہ ہوتا ہے کہ شکل رابع کی ضرب اول میں جب دونوں مقدمہ کلیہ ہیں تو پھر نتیجہ کلیہ کیوں نہیں آتا؟ جواب یہ ہے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسا مادہ ہو جس میں اصغر اکبر سے اعم ہو اور اخص کا چونکہ اعم کے تمام افراد پر محمول ہونا ممتنع ہے تو اس مادہ میں نتیجہ کلیہ صادق نہ ہوگا، مثال کے طور پر حیوان اور انسان میں انسان اخص ہے اور حیوان اعم ہے اور انسان کا حیوان کے تمام افراد پر محمول ہونا ممتنع ہے، تو کل حیوان انسان قضیہ صادق نہ ہوگا، پس کل انسان حیوان اور کل ناطق انسان کا نتیجہ بعض الحیوان ناطق صادق ہوگا، کل حیوان ناطق صادق نہ ہوگا۔

ضرب ثانی: یہ ہے کہ صغریٰ موجبہ کلیہ اور کبریٰ موجبہ جزئیہ ہو، نتیجہ موجبہ جزئیہ ہوگا جیسے کل ب ج و بعض اب، نتیجہ ہوگا بعض ج، ضرب اول کی طرح اس کا نتیجہ موجبہ جزئیہ عکس ترتیب سے ثابت ہے۔

ضرب ثالث: یہ ہے کہ صغریٰ سالبہ کلیہ ہو اور کبریٰ موجبہ کلیہ، نتیجہ سالبہ کلیہ آئے گا، جیسے لاشی من ب ج و کل اب نتیجہ ہوگا لاشی من ج ا اس کا نتیجہ بھی عکس ترتیب سے ثابت ہے۔

ضرب رابع: صغریٰ موجبہ کلیہ ہو اور کبریٰ سالبہ کلیہ، نتیجہ سالبہ جزئیہ آئے گا، جیسے کل ب ج (صغریٰ) و لاشی من اب (کبریٰ) نتیجہ ہوگا، بعض ج لیس ا اس کا نتیجہ عکس مقدمتین سے ثابت ہے، یعنی صغریٰ اور کبریٰ دونوں کا عکس بنا کر شکل اول

ترتیب دیں تو اس کا نتیجہ بعینہ مطلوبہ نتیجہ ہوگا، جیسے بعض ج ب (صغریٰ) ولاشی من ب ا (کبریٰ) نتیجہ بعض ج لیس ا ہوگا، اور یہ نتیجہ بعینہ ضرب رابع کا نتیجہ ہے۔

ولا ینتج کلنا الخ اس عبارت میں ایک سوال کا جواب ہے کہ یہاں جب مقدمتین کلیہ ہیں تو نتیجہ کلیہ کیوں نہیں آتا؟ جواب یہ ہے ممکن ہے کہ کوئی مادہ ایسا ہو جس میں اصغرا کبر سے اعم ہو، اور انحص کا چونکہ اعم کے تمام افراد پر صادق ہونا محال ہے اس لئے وہاں نتیجہ کلیہ صادق نہ ہوگا۔

ضرب خامس: یہ ہے کہ صغریٰ موجبہ جزئیہ اور کبریٰ سالبہ کلیہ ہو، نتیجہ سالبہ جزئیہ ہوگا، جیسے بعض ب ج (صغریٰ) ولاشی من ا ب (کبریٰ) نتیجہ ہوگا بعض ج لیس ا اس کا نتیجہ بھی عکس مقدمتین سے ثابت ہے۔

ضرب سادس: یہ ہے کہ صغریٰ سالبہ جزئیہ اور کبریٰ موجبہ کلیہ ہو، نتیجہ سالبہ جزئیہ ہوگا، جیسے بعض ب لیس ج (صغریٰ) و کل ا ب (کبریٰ) نتیجہ ہوگا، بعض ج لیس ا، اس کا نتیجہ عکس صغریٰ سے ثابت ہے، یعنی صغریٰ کا عکس مستوی بنا کر شکل ثانی ترتیب دیں، اس کا نتیجہ بعینہ مطلوبہ ہوگا۔

ضرب سابع: یہ ہے کہ صغریٰ موجبہ کلیہ اور کبریٰ سالبہ جزئیہ ہو، نتیجہ سالبہ جزئیہ آئے گا، جیسے کل ب ج (صغریٰ) و بعض ا لیس ب (کبریٰ) نتیجہ ہوگا بعض ج لیس ا اس کا نتیجہ عکس کبریٰ سے ثابت ہے، یعنی کبریٰ کا عکس مستوی بنا کر شکل ثالث ترتیب دیں اس کا نتیجہ بعینہ ضرب سابع کا نتیجہ ہوگا۔

ضرب ثامن: یہ ہے کہ صغریٰ سالبہ کلیہ اور کبریٰ موجبہ جزئیہ ہو، نتیجہ سالبہ جزئیہ ہوگا، جیسے لا شی من ب ج (صغریٰ) و بعض ا ب (کبریٰ) نتیجہ ہوگا بعض ج لیس ا، اور اس کا نتیجہ عکس ترتیب سے پھر عکس نتیجہ سے ثابت ہے، یعنی اس شکل کی ترتیب بدل کر شکل اول ترتیب دیں پھر اس کے نتیجہ کا عکس مستوی بنا دیں، تو یہ عکس بعینہ ضرب ثامن کا نتیجہ ہوگا، چنانچہ ترتیب بدل کر یوں کہیں گے بعض ا ب ولاشی من ب ج نتیجہ ہوگا، بعض ا لیس ج، پھر اس کا عکس مستوی کر دیا جائے گا اور یوں کہا جائے گا، بعض ج لیس ا، اور یہ عکس بعینہ نتیجہ مطلوبہ ہے۔

و ترتیب ہذہ البصروب لیس باعتبار انتاجہا لانہا لبعدہا عن الطبع لم یعتد باننتاجہا بل باعتبار انفسہا فلا بد من تقدیم الاول لانہ من موجبین کلیتین و الایجاب الکلی اشرف الاربع و قدیم الثانی ایضاً و ان کان الثالث و الرابع من کلیتین و الکلی اشرف و ان کان سلباً من الجزئی و ان کان ایجاباً لمشارکتہ للاول فی ایجاب المقدمتین و فی احکام الاختلاط کما ستعرفہ ثم الثالث لارتدادہ الی الشکل الاول بعکس الترتیب - رابع لکونہ اخص من الخامس ثم الخامس علی السادس لارتدادہ الی الشکل الاول بعکس مقدمتین ثم السادس و السابع علی الثامن لاشتغالہما علی الایجاب الکلی ذونہ و قدیم السادس علی السابع لارتدادہ الی الشکل الثانی ذون السابع۔

ترجمہ: اور ان ضرب کی ترتیب ان کے نتیجہ دینے کے اعتبار سے نہیں ہے، اس لئے کہ ان کے بعید عن الطبع ہونے کی وجہ سے ان کے نتائج کا کوئی اعتبار نہیں کیا گیا، بلکہ خود ان کی ذوات کے اعتبار سے ہے، پس اول کو مقدم

کرنا ضروری ہے، اس لئے کہ وہ دو موجبہ کلیہ سے (مرکب ہے) اور ایجاب کلی چاروں (محسورات) میں اشرف ہے، اور دو ضرب کو بھی مقدم کیا گیا اگرچہ ثالث اور رابع دو کلیہ سے (مرکب ہے) اور کلی اشرف ہے اگرچہ وہ سلب ہو، جزئی سے اگرچہ (یہ) ایجاب ہو، اس کے اول کے مشارک ہونے کی وجہ سے دونوں مقدمہ کے موجبہ ہونے میں اور اختلاط کے احکام میں جیسا کہ تو عنقریب جان لے گا، پھر ثالث کو مقدم کیا گیا اس لئے کہ وہ عکس ترتیب سے شکل اول کی طرف راجع ہوتی ہے، پھر رابع کو اس لئے کہ وہ خاص سے اخص ہے، پھر خاص کو سادس پر اس لئے کہ وہ عکس متین سے شکل اول کی طرف لوٹ جاتی ہے، پھر سادس اور سابع کو ثامن پر کیوں کہ یہ دونوں موجبہ کلیہ پر مشتمل ہیں نہ کہ اس کے علاوہ (یعنی آٹھویں) اور سادس کو سابع پر اس لئے مقدم کیا گیا کہ وہ شکل ثانی کی طرف لوٹ جاتی ہے نہ کہ ساتویں۔

تشریح: اس عبارت میں شارح شکل رابع کی ضربوں کی وجہ ترتیب بیان کر رہے ہیں، یہ پہلے آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ شکل اول کی ترتیب طبعی ہے اور شکل رابع شکل اول کے دونوں مقدمہ میں خلاف ہونے کی وجہ سے طبیعت سے انتہائی بعید ہے، لہذا اس کی ضرب کی ترتیب میں نتیجہ کا لحاظ نہیں کیا گیا، بلکہ ان کے ضرب کے لحاظ سے اس کی ترتیب رکھی گئی ہے، اور ضرب اول کا دونوں مقدمہ چونکہ موجبہ کلیہ ہیں اور موجبہ کلیہ چاروں محسورات میں سب سے اشرف ہے اس لئے ضرب اول کو تمام ضربوں سے پہلے رکھا گیا۔ اور ثانی کو ثالث اور رابع پر مقدم کیا گیا باوجودیکہ ان دونوں ضربوں کا دونوں مقدمہ کلیہ ہیں، جو مقدم ہونے کا تقاضا کرتے ہیں کیوں کہ کلیہ اگرچہ سالبہ ہو لیکن وہ جزئی سے اشرف ہوتا ہے، اگرچہ جزئی موجبہ ہی کیوں نہ ہو، مگر ضرب ثانی کا دونوں مقدمہ چونکہ ضرب اول کی طرح موجبہ ہیں، نیز یہ ضرب اول کے ان احکام میں مشابہ ہے جو مختلطات کے بیان میں آئے گا اور ضرب ثالث کو بقیہ پر اس وجہ سے مقدم کیا کہ جس طرح ضرب اول اور ثانی عکس ترتیب کی وجہ سے شکل اول کی طرف لوٹ جاتی ہے اسی طرح ضرب ثالث بھی عکس ترتیب سے شکل اول کی طرف لوٹ جاتی ہے لہذا اول اور ثانی کے بعد اس کو رکھا گیا۔ ضرب رابع کو ثالث کے بعد اور خاص سے پہلے اس وجہ سے رکھا گیا کہ ضرب رابع کے دونوں مقدمات کلیہ ہونے کی وجہ سے خاص سے اخص ہیں، کیوں کہ ضرب خاص میں صرف کبریٰ کلیہ ہوتا ہے، اور اخص امر زائد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اشرف ہوتا ہے لہذا اس کا مرتبہ خاص سے پہلے ہے، اور ضرب خاص کو بقیہ ضربوں پر اس وجہ سے مقدم کیا گیا کہ یہ ضرب رابع جس طرح دونوں مقدمہ کے عکس کرنے سے شکل اول کی طرف لوٹ جاتی ہے، اس لئے اس کو ضرب رابع کے بعد اور سادس سے پہلے ذکر کیا گیا، اور ضرب سادس اور سابع کو ضرب ثامن پر اس لئے مقدم کیا کہ یہ دونوں ضربیں موجبہ کلیہ پر مشتمل ہیں اور ثامن موجبہ جزئیہ پر مشتمل ہے، اور موجبہ کلیہ کے اندر شرافت دو اعتبار سے ہے ۱۔ موجبہ ۲۔ کلیہ، اور موجبہ جزئیہ میں صرف ایجاب کی وجہ سے شرافت ہے اور سادس کو سابع پر اس وجہ سے مقدم کیا کہ یہ عکس صغریٰ سے شکل اول کی طرف لوٹ جاتی ہے، اور سابع عکس کبریٰ کی وجہ سے شکل ثالث کی طرف لوٹتی ہے، اور شکل اول چونکہ بقیہ تمام شکلوں سے اشرف ہے، اس لئے جو ضرب اس کی طرف لوٹے گا وہ ان ضربوں سے اشرف ہوگی جو شکل اول کے علاوہ کی طرف لوٹتی ہے، اس لئے سادس کو سابع پر مقدم کیا گیا۔

نقشہ شکل رابع

شکل رابع کے نتیجہ دینے کے لئے دونوں مقدموں کا موجب ہونا اور صغریٰ کا کلیہ ہونا یا دونوں کا ایجاب و سلب میں مختلف ہونا اور کسی ایک کا کلیہ ہونا شرط ہے۔

نمبر شمار	صغریٰ	کبریٰ	نتیجہ	کیفیت	مثال صغریٰ	مثال کبریٰ	مثال نتیجہ
۱	موجبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	شرط اول کے پائے جانے کی وجہ سے	کل فرس حیوان	کل صاھل فرس	بعض الحیوان فرس
۲	//	موجبہ جزئیہ	//	//	کل ناھق حمار	بعض الحیوان ناھق	بعض الحمار حیوان
۳	//	سالبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	شرط دوم کے پائے جانے کی وجہ سے	کل انسان ناطق	لاشی من الفرس بانسان	لاشی من الناطق بفرس
۴	//	// جزئیہ	//	شرط دوم کے پائے جانے کی وجہ سے	کل شجر جسم	لاشی من الفرس بشجر	بعض الجسم لیس بفرس
۵	موجبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	عقیم	دونوں شرطیں مفقود ہونے کی وجہ سے			
۶	//	موجبہ جزئیہ	عقیم	//			
۷	//	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	شرط دوم کے پائے جانے کی وجہ سے	بعض الحیوان انسان	لاشی من الحجر بحیوان	بعض الانسان لیس بحجر
۸	//	موجبہ جزئیہ	عقیم	دونوں شرطوں کے مفقود ہونے کی وجہ سے			
۹	سالبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	شرط دوم کے پائے جانے کی وجہ سے	لاشی من الفرس بانسان	بعض الصاھل فرس	بعض الانسان لیس بھاھل
۱۰	//	موجبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	//	لاشی من الانسان بغنم	کل ناطق انسان	بعض
۱۱	//	سالبہ کلیہ	عقیم	دونوں شرطیں مفقود ہونے کی وجہ سے			
۱۲	//	سالبہ جزئیہ	//	//			

۱۲	سالہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	سالہ جزئیہ	شرط دوم پائے جانے کی وجہ سے	بعض الحیوان	کل فرس حیوان	بعض الحمار
۱۳	//	موجبہ جزئیہ	عقیم	دونوں شرطیں نہ پائے جانے کی وجہ سے	لیس بحمار		لیس بفرس
۱۵	//	سالہ کلیہ	//	//			
۱۶	//	سالہ جزئیہ	//	//			

فَقَالَ وَ يُسَمِّكُنْ بَيَانُ الْخَمْسَةِ الْأَوَّلِ بِالْخُلْفِ وَ هُوَ ضَمُّ نَقِيضِ النَّاتِجَةِ إِلَى إِحْدَى النَّاتِجَتَيْنِ لِتَنْتَظِمَ مَا يَنْعَكِسُ إِلَى نَقِيضِ الْأُخْرَى وَ الثَّانِي وَالْخَامِسُ بِالْإِفْتِرَاضِ وَ لَنَبَيِّنْ ذَلِكَ فِي الثَّانِي لِقِيَاسِ عَلَيْهِ الْخَامِسُ وَ لِيَكُنِ الْبَعْضُ الَّذِي هُوَ أَدْفَكُلُّ دَا وَ هُوَ دَبْ فَنَقُولُ كُلُّ بَ جَ وَ كُلُّ دَبْ فَبَعْضُ جَ دَ ثُمَّ نَقُولُ بَعْضُ جَ دَ وَ كُلُّ دَا فَبَعْضُ جَ أَوْ هُوَ الْمَطْلُوبُ أَهْوَلُ يُسَمِّكُنْ بَيَانُ إِنْتِاجِ الضَّرْبِ الْخَمْسَةِ الْأَوَّلِ بِالْخُلْفِ وَ هُوَ أَنْ يُضْمَّ نَقِيضُ النَّاتِجَةِ إِلَى إِحْدَى الْمُقَدَّمَتَيْنِ لِيُنتِجَ مَا يَنْعَكِسُ إِلَى نَقِيضِ الْأُخْرَى أَمَا فِي الضَّرْبَيْنِ الْأَوَّلَيْنِ الْمُنتَاجَيْنِ لِلْإِيجَابِ فَيُجْعَلُ نَقِيضُ النَّاتِجَةِ لِكُونِهِ كَلِمًا كُبْرَى وَ صُغْرَى الْقِيَاسِ لَا يُجَابِهَا صُغْرَى فَيَنْتَظِمَانِ عَلَى هَيْئَةِ الشَّكْلِ الْأَوَّلِ كَمَا مَرَّ فِي الْخُلْفِ الْمُسْتَعْمَلِ فِي الشَّكْلِ الثَّلَاثِ وَ يَحْصُلُ نَتِيجَةُ تَنَعُّكُسٍ إِلَى مَا يُنَافِي الْكُبْرَى فَلَوْ لَمْ يَصْدُقْ بَعْضُ جَ أَلَصَدَقَ لَأَشْيَاءُ مِنْ جَ أَلْيُنتِجَ لَأَشْيَاءُ مِنْ بَ أ وَ تَنَعُّكُسُ إِلَى لَأَشْيَاءُ مِنْ أَبَ وَ هُوَ يَصَادُ كُبْرَى الضَّرْبِ الْأَوَّلِ وَ تَنَاقُضُ كُبْرَى الضَّرْبِ الثَّانِي وَ أَمَا فِي الضَّرْبِ الْمُنتَاجَةِ لِلْسَّلْبِ فَيُجْعَلُ نَقِيضُ النَّاتِجَةِ لَا يُجَابِهَا صُغْرَى وَ كُبْرَى الْقِيَاسِ لِكُلِّيَّتِهَا كُبْرَى كَمَا عَمَلْنَا فِي الضَّرْبِ الْأَوَّلِ مِنَ الشَّكْلِ الثَّانِي لِيُنتِجَا مِنَ الشَّكْلِ الْأَوَّلِ نَتِيجَةُ تَنَعُّكُسٍ إِلَى مَا يُنَافِي الصُّغْرَى مَثَلًا لَوْ لَمْ يَصْدَقَ لَأَشْيَاءُ مِنْ جَ أَلَصَدَقَ بَعْضُ جَ أَلْيُجْعَلُهَا صُغْرَى لِكُبْرَى الْقِيَاسِ وَ هُوَ كُلُّ أَبَ لِيُنتِجَ بَعْضُ جَ بَ فَبَعْضُ بَ جَ وَقَدْ كَانَ صُغْرَى الْقِيَاسِ لَأَشْيَاءُ مِنْ بَ جَ هَذَا خُلْفٌ وَ كَذَلِكَ يُسَمِّكُنْ بَيَانُ الضَّرْبِ الثَّانِي الْخَامِسُ بِالْإِفْتِرَاضِ أَمَا بَيَانُهُ فِي الثَّانِي فَهُوَ أَنْ يُفَرَّضَ الْبَعْضُ الَّذِي هُوَ أَدْفَكُلُّ دَا وَ كُلُّ دَبْ فَنَضْمُ كُلُّ دَبْ كُبْرَى إِلَى صُغْرَى الْقِيَاسِ وَ نَقُولُ كُلُّ بَ جَ وَ كُلُّ دَبْ يَنْتِجُ مِنْ أَوَّلِ هَذَا الشَّكْلِ بَعْضُ جَ دَ وَ نَجْعَلُهَا صُغْرَى لِكُلِّ دَا لِيُنتِجَ مِنَ الشَّكْلِ الْأَوَّلِ بَعْضُ جَ أَوْ هُوَ الْمَطْرُوبُ أَمَا بَيَانُهُ فِي الْخَامِسِ فَهُوَ أَنْ يُفَرَّضَ الْبَعْضُ الَّذِي هُوَ دَبْ فَكُلُّ دَبْ وَ كُلُّ دَا جَ ثُمَّ نَقُولُ كُلُّ دَبْ وَ لَا شَيْءَ مِنْ أَبَ يَنْتِجُ مِنَ الشَّكْلِ الثَّانِي لَأَشْيَاءُ مِنْ دَا نَجْعَلُهَا كُبْرَى لِكُلِّ دَا لِيُنتِجَ مِنَ الثَّلَاثِ بَعْضُ جَ لَيْسَ وَ هُوَ الْمَطْرُوبُ .

ترجمہ: ماتن نے کہا! اور پہلی پانچوں کو خلف سے بیان کرنا ممکن ہے، اور وہ نتیجہ کی نقیض کو مقدمتین میں سے کسی ایک

کے ساتھ ملانا ہے تاکہ وہ نتیجہ دے اسکا جو دوسرے مقدمہ کی نفیض کی طرف منعکس ہو، اور ثانی اور خامس کو دلیل افتراض سے، اور چاہئے کہ ہم اس کو دوسری (ضرب) میں بیان کریں تاکہ اس پر خامس کو قیاس کیا جائے، اور وہ بعض جو اے "د" ہونا چاہئے فکل د ا و کل د ب، پھر ہم کہیں گے کل ب ج و کل د ب فبعض ج د، پھر ہم کہیں گے بعض ج د و کل د ا فبعض ج ا اور یہی مطلوب ہے۔ میں کہتا ہوں کہ پہلی پانچ ضربوں کے نتیجہ دینے کا بیان (دلیل) خلف سے کرنا ممکن ہے، اور وہ یہ ہے کہ نتیجہ کی نفیض کو مقدمتین میں سے کسی ایک کے ساتھ ملایا جائے تاکہ وہ نتیجہ دے جو دوسرے مقدمہ کی نفیض کی طرف منعکس ہو، بہر حال پہلی دو ضربوں میں جو ایجاب کا نتیجہ دیتی ہیں، نتیجہ کی نفیض کو اس کے کلی، ہونے کی وجہ سے کبریٰ بنایا جائے، اور قیاس کے صغریٰ کو اس کے موجبہ ہونے کی وجہ سے صغریٰ بنایا جائے پس یہ دونوں شکل اول کی ہیئت پر مرتب ہوں گے، جیسا کہ اس خلف میں گزرا ہے، جو شکل ثالث میں مستعمل ہے، اور ایسا نتیجہ حاصل ہوگا جو کبریٰ کے منافی کی طرف منعکس ہوگا، پس اگر بعض ج ا صادق نہ ہو تو لاشی من ج ا صادق ہوگا، پھر ہم اس کو قیاس کے صغریٰ کا کبریٰ بنادیں گے اور وہ کل ب ج ہے تاکہ لاشی من ب ا نتیجہ دے، اور یہ منعکس ہوگا لاشی من ا ب کی طرف، اور یہ ضرب اول کے کبریٰ کے منافی ہے، اور ضرب ثانی کے کبریٰ کے منافی ہے اور بہر حال سلب کا نتیجہ دینے والی ضربوں میں تو نتیجہ کی نفیض کو اس کے موجبہ ہونے کی وجہ سے صغریٰ بنایا جائے اور قیاس کے کبریٰ کو اس کے کلیہ ہونے کی وجہ سے کبریٰ بنایا جائے جیسا کہ ہم نے شکل ثانی کی ضرب اول میں عمل کیا، تاکہ یہ دونوں شکل اول سے ایسا نتیجہ دیں جو صغریٰ کے منافی کی طرف منعکس ہو، مثلاً اگر لاشی من ج ا صادق نہ ہو تو بعض ج ا صادق ہوگا، ہم اس کو قیاس کے کبریٰ کا صغریٰ بنائیں گے اور وہ ہے کل ا ب، تاکہ نتیجہ - - - - - پس بعض ب ج ہوگا، حالانکہ قیاس ہ صغریٰ لاشی من ب ج تھا، اور یہ یکس خلاف معروض ہے۔ اور اسی طرح ضرب ثانی اور خامس کو دلیل افتراض سے بیان کرنا ممکن ہے، بہر حال اس کا بیان (ضرب) ثانی میں تو یہ ہے کہ اس بعض کو جو "ا" ہے "د" غرض کیا جائے گا پس کل د ا و کل د ب (ہوگا) پھر کل د ب کبریٰ کو قیاس کے صغریٰ کے ساتھ ملائیں گے، اور کہیں گے کل ب ج و کل د ب یہ اس شکل سے بعض ج د نتیجہ دے گی، اور ہم اس کو کل د ا کا صغریٰ بنائیں گے تاکہ شکل اول سے بعض ج ا نتیجہ دے اور یہی مطلوب ہے، اور بہر حال اس کا بیان خامس تو یہ ہے کہ اس بعض کو جو "ب" ہے، "د" فرض کیا جائے تو کل د ب و کل د ج ہوگا، پھر ہم کہیں گے کل د ب و لاشی من ا ب شکل ثانی سے لاشی من د ا نتیجہ دے گا جس کو ہم کل د ج کا کبریٰ بنائیں گے تاکہ (شکل) ثالث سے نتیجہ دے بعض ج لیس ا، اور یہی مطلوب ہے۔

نفس سوچ: ماسبق میں ماتن نے شکل رابع کی ضربوں کے نتائج کو دلیل عکس سے ثابت کیا تھا۔ چنانچہ ضرب اول، ثانی، ثالث اور چہارم کا نتیجہ عکس ترتیب سے اور ضرب رابع و خامس کا نتیجہ عکس مقدمتین سے، ضرب سادس کا نتیجہ عکس صغریٰ سے اور ضرب سابع کا نتیجہ عکس کبریٰ سے، اب یہاں یہ کہہ رہے ہیں کہ شکل رابع کی پہلی پانچ ضربوں میں دلیل خلف اور دوسری اور پانچویں میں دلیل افتراض بھی جاری کی جاسکتی ہے، دلیل خلف کا یہاں مطلب یہ ہے کہ پہلی پانچ ضربوں میں کسی ضرب سے حاصل شدہ نتیجہ کی نفیض

نکال کر اس کو مقدمتین یعنی صغریٰ اور کبریٰ میں سے کسی کے ساتھ ملا کر شکل اول ترتیب دیں پھر اس کا نتیجہ نکال کر نتیجہ کا عکس مستوی بنائیں یہ نتیجہ کا عکس اصل قیاس کے صغریٰ یا کبریٰ کا منافی ہوگا۔

اما فی الضربین الاولین الخ ضرب اول اور ثانی کا نتیجہ موجبہ ہے اسکی نقیض سالبہ کلیہ ہوگی، جو شکل اول کا کبریٰ ہو سکتی ہے، اور تیسری، چوتھی اور پانچویں ضرب کا نتیجہ سالبہ ہے اس کی نقیض موجبہ ہوگی، جو شکل اول کا صغریٰ بن سکتی ہے، شارح پہلی اور دوسری ضرب میں دلیل خلف کو جاری کر رہے ہیں، کہ جو موجبہ نتیجہ دیتی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ پہلی ضرب میں دلیل خلف جاری کرنے کی یہ صورت ہوگی جب کہا جائے کل ب ج (صغریٰ) کو کل اب (کبریٰ) اس کا نتیجہ ہوگا بعض ج ا اگر یہ نتیجہ صادق نہ ہو تو اس کی نقیض لاشی من ج ا صادق ہوگی پھر ہم اس کو اصل قیاس کا کبریٰ اور اصل قیاس کے صغریٰ کو صغریٰ بنا کر شکل ترتیب دیں گے اور کہیں گے کل ب ج (صغریٰ) لاشی من ج ا نتیجہ ہوگا، لاشی من ب ا اور اس کا عکس مستوی ہوگا لاشی من اب اور یہ عکس اصل قیاس کے کبریٰ یعنی کل اب ہے اور خلاف مفروض ہے اور شکل ثانی میں بھی اس طرح دلیل جاری کی جائے گی، لہذا آپ خود جاری کر لیں۔

واما فی الضروب المنتجة للسلب الخ اس عبارت میں شارح ان ضربوں میں دلیل خلف جاری کر رہے ہیں جو سالبہ نتیجہ دیتی ہیں، چنانچہ سابق میں آپ کو معلوم ہو گیا کہ تیسری، چوتھی اور پانچویں ضرب کا نتیجہ سالبہ آتا ہے، اور آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ سالبہ کی نقیض موجبہ ہوتی ہے، اور شکل اول کے صغریٰ کا موجبہ ہونا شرط ہے، تو ان ضربوں کے نتائج کی نقیض کو شکل اول کا صغریٰ بنایا جاتا ہے، لہذا شارح ضرب ثالث میں دلیل خلف جاری کر رہے ہیں، کہ جب کہا جائے لاشی من ب ج و کل اب تو نتیجہ ہوگا لاشی من ج ا اگر یہ نتیجہ صادق نہ ہو تو اس کی نقیض بعض ج ا صادق ہوگی پھر ہم اس نقیض کو اصل قیاس کا صغریٰ بنائیں گے اور اصل قیاس کے کبریٰ کو کبریٰ بنائیں گے اور شکل ترتیب دیکر کہیں گے، لاشی من ج ا و کل اب نتیجہ ہوگا بعض ج ب پھر اس کا عکس تری کیا جائے وہ ہوگا ب۔ اس ب ج جو اصل قیاس کے صغریٰ یعنی لاشی من ب ج کے منافی ہونے کی وجہ سے خلاف مفروض ہے، اور خلاف مفروض باطل ہے لہذا معلوم ہوا کہ ضرب ثالث کا نتیجہ صحیح ہے اور اس کی نقیض باطل ہے، شکل رابع اور خامس میں بھی اسی طرح دلیل خلف جاری ہوگا، لہذا آپ خود جاری کر لیں۔

فائدہ: آخری تین ضربوں میں دلیل خلف جاری نہیں کی جاسکتی، اس لئے کہ چھٹی اور ساتویں ضرب میں چونکہ نتیجہ سالبہ جزئیہ آتا ہے، اور سالبہ جزئیہ کی نقیض بھی سالبہ جزئیہ ہوگی، اور ان دونوں ضربوں میں نتیجہ کا عکس اصل قیاس کے صغریٰ یا کبریٰ کا منافی یا نقیض نہیں ہے، اور انھوں نے ضرب میں اس لئے جاری نہیں ہو سکتی کہ ان کا صغریٰ اور کبریٰ شکل اول کے صغریٰ اور کبریٰ ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

و کذا لک یمكن الخ اس عبارت سے شارح یہ بتلا رہے ہیں کہ شکل رابع کی ضرب ثانی اور خامس میں دلیل افتراض بھی جاری ہو سکتی ہے، اور ان کے نتائج کو اس دلیل سے ثابت کیا جاسکتا ہے۔ مانتن نے صرف ضرب ثانی میں دلیل افتراض جاری کی ہے، اور ضرب خامس کو اسی پر قیاس کرنے کے لئے چھوڑ دیا، اور شارح دونوں میں جاری کرتے ہیں، ضرب ثانی کا کبریٰ موجبہ جزئیہ ہے یعنی بعض اب، تو یہاں ذات موضوع یعنی "ا" کو جب "د" فرض کیا جائے گا تو اس سے دو قضیے حاصل ہو جائیں گے: ۱۔ کل د ا۔ ۲۔ کل د ب، پھر دوسرے قضیہ کو قیاس کے صغریٰ کے ساتھ ملا کر اس طرح کہا جائے گا، کل ب ج و کل د ب اور یہ شکل رابع ہے اس میں حد اوسط "ب" ہے، جب اس کو گرا دیا تو نتیجہ بعض ج د آیا، پھر ہم اس نتیجہ کو پہلے قضیہ کے ساتھ ملا کر شکل اول ترتیب

دیں گے اور اس طرح کہیں گے، بعض ج د و کل د اتو نتیجہ آئے گا، بعض ج ا اور یہ نتیجہ بعینہ ضرب ثانی کا نتیجہ ہے، اور ضرب خامس میں چونکہ صغریٰ موجبہ جزئیہ ہے لہذا جب اس کے موضوع کو ”د“ فرض کیا جائے گا تو اس سے بھی دو قسبے حاصل ہوں گے، کل دب و کل د ج پھر ہم پہلے قضیہ کو اصل کے کبریٰ کے ساتھ ملا کر شکل ترتیب دیں گے اور اس طرح کہیں گے کل دب و لاشی من اب، نتیجہ ہوگا لاشی من د ا پھر ہم اس نتیجہ کو کبریٰ بنائیں گے اور حاصل شدہ دوسرے قضیہ کو صغریٰ بنا کر شکل ثالث ترتیب دیں گے اور اس طرح کہیں گے کل د ج و لاشی من د ا نتیجہ ہوگا، بعض ج لیس ا اور یہ نتیجہ بعینہ نتیجہ مخطوبہ ہے۔

اعلم ان محصل الافتراض ان يؤخذ مقدمة من مقدمة القياس ويحمل وصفا موضوعها ومحمولها على ذات الموضوع فتحصل مقدمتان كليتان وان كانت مقدمة القياس جزئية لا اعتبار سائر افراد ذلك البعض وتسميتها به فان قلت ربما لا يتعد ذلك الموضوع بل يكون منحصرا في فرد واحد فلا يحصل كلية لاقتضاء الكل تعدد الافراد فنقول ح يحصل قضيتان شخصيتان وقد سميت ان الشخصيات في الانتاج بمنزلة الكليات على ان ذلك لا يكون الا نادرا.

ترجمہ: اور جان تو کہ دلیل افتراض کا حاصل یہ ہے کہ قیاس کے دونوں مقدموں میں سے کسی مقدمہ کو لیکر اس کے موضوع اور محمول کے وصف کو ذات موضوع پر محمول کیا جائے تو دو مقدمہ کلیہ حاصل ہوں گے اگرچہ قیاس کا مقدمہ جزئیہ ہی ہو، کیوں کہ اسی بعض کے بقیہ افراد کا اعتبار کر کے اس کا نام کلیہ رکھ دیا، پس اگر تو اعتراض کرے کہ بسا اوقات ذات موضوع متعدد نہیں ہوتی، بلکہ ایک فرد میں منحصر ہوتی ہے تو اس سے کلیہ حاصل نہ ہوگا، اس لئے کہ کل تعداد افراد کا تقاضا کرتا ہے، تو ہم جواب دیں گے کہ اس وقت دو قضیہ شخصہ حاصل ہوں گے اور تم سن چکے ہو کہ شخصیات نتیجہ دینے میں کلیات کے درجہ میں ہیں، علاوہ ازیں یہ بہت ہی کم ہوتا ہے۔

تفسیر: اس عبارت سے شارح دلیل افتراض کی وضاحت کر رہے ہیں کہ دلیل افتراض کی حقیقت یہ ہے کہ قیاس کے دونوں مقدموں میں سے کسی مقدمہ کو لیکر اس کے موضوع کی ذات پر وصف موضوع کو محمول کیا جائے، کیوں کہ وصف موضوع ذات موضوع پر محمول ہوتا ہے، شیخ کے نزدیک بالفعل اور معلم ثانی ابوالنصر فارابی کے نزدیک تو اس سے ایک قضیہ حاصل ہوگا اور اسی ذات موضوع پر وصف محمول کو محمول کیا جائے تو اس سے دوسرا قضیہ حاصل ہوگا۔

لا اعتبار سائر افراد ذلك البعض الخ سے شارح نے ایک سوال کا جواب دیا ہے سوال یہ ہوتا ہے کہ قضیہ جزئیہ میں حکم بعض افراد پر ہوتا ہے، اور اسی بعض کو ذات ”د“ فرض کیا گیا ہے، پس جب اسکو موضوع بنائیں گے تو قضیہ جزئیہ حاصل ہوگا، نہ کہ کلیہ؟ جواب کا حاصل یہ ہے کہ اسی بعض کے تمام افراد کے اعتبار سے قضیہ کلیہ حاصل ہوگا۔

فان قلت الخ اس عبارت میں شارح نے ایک اعتراض نقل کر کے فنقول الخ سے اس کا جواب دیا ہے، معترض کہتا ہے کہ جناب آپ کا یہ کہنا کہ جب ذات موضوع کو ایک معین شیء فرض کیا جائے تو اس سے دو قضیہ کلیہ حاصل ہوں گے صحیح نہیں کیوں کہ بسا اوقات ذات موضوع متعدد نہیں ہوتی ہے بلکہ ایک فرد میں منحصر ہوتی ہے، تو اس وقت قضیہ کلیہ حاصل ہی نہیں ہوگا، کیوں کہ قضیہ کلیہ میں لفظ سور ہوتا ہے جو ذات موضوع کے متعدد افراد ہونے پر دلالت کرتا ہے؟ شارح نے اس اشکال کے دو جواب دیئے ہیں، ایک

جواب یہ ہے کہ جب موضوع فرد واحد میں منحصر ہوگا اور اس کو ”د“ فرض کر کے وصف موضوع و وصف محمول کو اس پر محمول کریں گے تو اس سے دو قضیہ شخصیہ حاصل ہوں گے اور تم کو اس سے پہلے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ قیاسات کے باب میں شخصیات کلیات کے درجہ میں ہوتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ اگر قضیہ شخصیہ کو شکل اول کا کبریٰ بنایا جائے تو قضیہ شخصیہ نتیجہ دیتا ہے حالانکہ شکل اول کے کبریٰ کا کلیہ ہونا شرط ہے اور جب شخصیہ شکل اول کا کبریٰ بنتا ہے تو معلوم ہوا کہ ذات موضوع کے فرد واحد میں منحصر ہونے کی صورت میں بھی قضیہ کلیہ حاصل ہوگا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ایسا قضیہ جس کا موضوع فرد واحد میں منحصر ہو، نادر ہے، اور نوادر کا تو اعداد احکام میں اعتبار نہیں ہوتا، لہذا نوادرات کو لیکر اعتراض کرنا صحیح نہیں۔

ثُمَّ لَا شَكَّ أَنَّ أَحَدَ الْوَصْفَيْنِ هُوَ الْحَدُّ الْاَوْسَطُ فِي الْقِيَاسِ فَيَكُونُ إِحْدَى مُقَدَّمَتَي الْاِفْتِرَاضِ مَحْمُولَهَا الْحَدُّ الْاَوْسَطُ فَتَنْتَظِمُ هَذِهِ الْمُقَدَّمَةُ الْاِفْتِرَاضِيَّةُ مَعَ الْمُقَدَّمَةِ الْاُخْرَى الْقِيَاسِيَّةِ وَتَنْتُجُ نَتِيجَةٌ إِذَا انْضَمَّتْ إِلَى الْمُقَدَّمَةِ الْاُخْرَى الْاِفْتِرَاضِيَّةُ تَحْصُلُ النَّتِيجَةُ الْمَطْلُوبَةُ فَفِي الْاِفْتِرَاضِ قِيَاسَانِ وَزَعَمَ الْقَوْمُ أَنَّ أَحَدَهُمَا لَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ عَلَى نَظْمِ الشَّكْلِ الْاَوَّلِ وَ الْاُخَرُ عَلَى نَظْمِ ذَلِكَ الشَّكْلِ الْمَطْرُوحِ اِنْتَاجُهُ وَهُوَ لَيْسَ بِصَحِيحٍ عَلَى الْاِطْلَاقِ لِأَنَّ الْاِفْتِرَاضَ فِي خَامِسٍ هَذَا الشَّكْلِ لَيْسَ كَذَلِكَ بَلْ أَحَدُ الْقِيَاسَيْنِ فِيهِ مِنَ الشَّكْلِ الثَّانِي وَ الْاُخَرُ مِنَ الشَّكْلِ الثَّالِثِ وَ الْاِفْتِرَاضُ فِي ثَانِيَةِ اَيْضًا لَا يَجِبُ أَنْ يَقَرَّرَ كَمَا قَرَّرُوهُ فَإِنَّهُ يُمَكِّنُ أَنْ يُبَيَّنَّ بِحَيْثُ يَكُونُ الْقِيَاسُ الْاَوَّلُ مِنَ الشَّكْلِ الْاَوَّلِ وَ الثَّانِي مِنَ الشَّكْلِ الْاَوَّلِ عَلَى أَنَّ الْاِسْتِنَاجَ مِنَ الْاَوَّلِ وَ الثَّالِثِ أَظْهَرَ وَ أَبْيَنُ مِنَ الْاِسْتِنَاجِ مِنَ الرَّابِعِ وَ الْاَوَّلِ ثُمَّ إِنَّكَ تَرَاهُمْ يَفْتَرِضُونَ فِي بَابِ الْعُكُوسِ فِي الْكَلِّيَّاتِ وَ الْجُزْئِيَّاتِ وَ لَا يَفْتَرِضُونَ فِي بَابِ الْاَقْيَسَةِ إِلَّا فِي الْجُزْئِيَّاتِ وَ هُوَ اَيْضًا لَيْسَ بِمُسْتَقِيمٍ مُطْلَقًا بَلِ الْاِفْتِرَاضُ فِي الشَّكْلِ الثَّانِي وَ الثَّالِثِ لَا يَتِمُّ فِي الْمُقَدَّمَةِ الْكَلِّيَّةِ لِأَنَّ أَحَدَ قِيَاسِيَّهِ أَمْرٌ غَيْرُ مُشْتَمِلٍ عَلَى شَرَائِطِ الْاِنْتِاجِ أَوْ مُرْتَبِّ عَلَى هَيْئَةِ الضَّرْبِ الْمَطْرُوحِ اِنْتَاجُهُ وَ أَمَّا الْاِفْتِرَاضُ فِي الشَّكْلِ الرَّابِعِ فَقَدْ يَتِمُّ فِي الْمُقَدَّمَةِ الْكَلِّيَّةِ كَمَا فِي كُبْرَى الضَّرْبِ الْاَوَّلِ وَ صُغْرَى الضَّرْبِ الرَّابِعِ وَ عَلَيْكَ الْاِعْتِبَارُ وَ الْاِمْتِحَانُ بِمَا أَعْطَيْنَاكَ مِنَ الْقَانُونِ الْكُلِّ.

ترجمہ: پھر اس میں شک نہیں کہ دو وصفوں میں سے ایک حد اوسط ہوتا ہے، پس افتراض دو مقدموں میں سے ایک کا محمول حد اوسط ہوگا، پس یہ افتراضیہ مقدمہ دوسرے قیاسیہ مقدمہ کے ساتھ مرتب ہوگا، اور ایسا نتیجہ دے گا کہ جب وہ (نتیجہ) دوسرے مقدمہ افتراضیہ کے ساتھ ملے گا تو نتیجہ مطلوبہ حاصل ہوگا، پس افتراض میں دو قیاس ہوتے ہیں اور قوم نے کہا ہے کہ ان میں سے ایک کا شکل اول کی ترتیب پر اور دوسرے کا اس شکل کی ترتیب پر ہونا ضروری ہے، جس کا انتاج مطلوب ہے، اور یہ علی الاطلاق صحیح نہیں، اس لئے کہ اس شکل کی (ضرب) خامس میں افتراض اس طرح نہیں ہے بلکہ اس میں دو قیاسوں میں سے ایک شکل ثانی سے ہے اور دوسرا شکل ثالث سے ہے، اور جو افتراض (اسی شکل کی) ضرب ثانی میں ہے اس کی تقریر اسی طرح کرنی ضروری نہیں ہے جس طرح قوم نے کی ہے، کیوں کہ ممکن ہے کہ اس طرح بیان کیا جائے کہ قیاس اول شکل اول سے ہے اور (قیاس) ثانی شکل ثالث سے ہے، علاوہ ازیں شکل اول اور

ثالث سے نتیجہ حاصل کرنا اظہر اور واضح ہے، شکل رابع اور اول سے نتیجہ حاصل کرنے کے مقابلہ میں پھر یہ کہ تو ان کو دیکھتا ہے کہ وہ عکس کے باب میں کلیات اور جزئیات میں افتراض جاری کرتے ہیں، اور قیاسات کے باب میں صرف جزئیات میں افتراض جاری کرتے ہیں، اور مطلقاً (کہنا) درست نہیں، بلکہ افتراض شکل ثانی اور ثالث میں مقدمہ کلیہ میں تام نہیں ہوتا اس لئے کہ اس کے دو قیاسوں میں سے ایک ایسا امر ہے جو نتیجہ دینے کی شرطوں پر مشتمل نہیں ہے، یا صرف ایسی ضرب کی ہیئت پر مرتب ہے جس کا انتاج مطلوب ہے، اور بہر حال شکل رابع میں (دلیل) افتراض (جاری کرنا) تو وہ مقدمہ کلیہ میں بھی تام ہو جاتا ہے جیسا کہ ضرب اول کے کبریٰ اور ضرب رابع کے صغریٰ میں اور تجھ پر اعتبار اور امتحان ضروری ہے، اس کلی قانون کے ذریعہ سے جو ہم نے تم کو عطا کیا ہے۔

تشریح: و كذلك يمكن الخ سے شارح دلیل افتراض کی تقریر کر رہے تھے اور درمیان بطور جملہ معترضہ کے دلیل افتراض کی تقریر پر ہونے والے اعتراض کو بیان کر کے اس کا جواب دیا ہے، اس لئے پھر دلیل افتراض کی تقریر کی طرف رجوع کر رہے ہیں کہ ذات مفروضہ پر جو وصف موضوع اور وصف محمول، محمول ہوتے ہیں ان میں سے ایک قیاس کے حد اوسط کا مفہوم ہوتا ہے، تو افتراض کے دونوں مقدموں میں سے ایک کا محمول حد اوسط ہوگا، اور یہ افتراض مقدمہ اصل قیاس کے دوسرے مقدمہ کے ساتھ ملکر ایک قیاس بن جائے گا، اور اس سے ایک نتیجہ حاصل ہوگا، پھر یہ نتیجہ دوسرے مقدمہ افتراضیہ کے ساتھ ملکر ایک دوسرا قیاس بن جائے گا، اور یہ دوسرا قیاس وہی نتیجہ دے گا جو مطلوبہ نتیجہ ہے، حاصل کلام یہ ہے کہ دلیل افتراض میں دو قیاس ہوتے ہیں۔

و زعم القوم الخ اس عبارت میں شارح نے دلیل افتراض کے سلسلہ میں منطقہ کا ایک خیال ذکر کر کے پھر اس کی تردید کی ہے، دلیل افتراض کے بارے میں منطقہ نے یہ گمان کیا ہے کہ دلیل افتراض کے دو قیاسوں میں سے ایک کا شکل اول کی ترتیب پر اور دوسرے قیاس کا اسی شکل کی ترتیب پر ہونا ضروری ہے، جس شکل کا نتیجہ ثابت کرنا مطلوب ہے، منطقہ کے اس خیال کو شارح نے تین وجہوں سے رد کیا ہے۔

و هو ليس بصحيح سے شارح فرماتے ہیں کہ ایک وجہ یہ ہے کہ منطقہ کا یہ گمان مطلقاً صحیح نہیں کیوں کہ بعض اشکال میں اس کے خلاف بھی ہے، چنانچہ چوتھی شکل کی پانچویں ضرب میں دلیل افتراض جاری ہے لیکن اس میں افتراض کا ایک قیاس شکل ثانی ہے اور دوسرا شکل ثالث ہے۔

والافتراض في ثانیة ایضا الخ اس عبارت سے شارح نے منطقہ کے خیال کے مطلقاً صحیح نہ ہونے کی دوسری وجہ بیان کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ شکل رابع کی دوسری ضرب میں منطقہ افتراض کی جو تقریر کرتے ہیں اس کے اعتبار سے افتراض کا ایک قیاس شکل اول اور دوسرا شکل رابع ہوتا ہے، مگر اس کی یہی تقریر ضروری نہیں بلکہ اس کی تقریر دوسرے طریقہ سے بھی کی جاسکتی ہے، وہ یہ ہے کہ مقدمہ افتراضیہ کو قیاس کے صغریٰ کا صغریٰ بنایا جائے اور اس طرح کہا جائے کل دب و کل ب ج اس کا نتیجہ کل د ج ہوگا پھر اس نتیجہ کو دوسرے مقدمہ افتراضیہ کے ساتھ ملا کر اس طرح کہا جائے کل د ج و کل د ا تو اس صورت میں مطلوبہ نتیجہ حاصل ہوگا یعنی کل ج ا اس طریقہ کے مطابق دلیل افتراض کا ایک قیاس شکل ثالث ہوگا، اور ایک شکل اول ہوگا، لہذا ضرب ثانی میں بھی منطقہ کا قاعدہ مزعومہ باقی نہیں رہا۔

علیٰ ان الاستنتاج الخ سے شارح منطقہ کے قاعدہ مزعومہ کے علی الاطلاق صحیح نہ ہونے کی تیسری وجہ بیان کر رہے ہیں کہ جس کا

حاصل یہ ہے کہ شکل اول اور شکل ثالث کے ذریعہ نتیجہ مطلوبہ ثابت کرنا زیادہ ظاہر اور واضح ہے، شکل اول اور رابع کے ذریعہ نتیجہ مطلوبہ ثابت کرنے سے، لہذا دلیل افتراض کے لئے یہ قاعدہ متعین کرنا کہ ایک قیاس اسی شکل کا ہونا ضروری ہے جس کا نتیجہ ثابت کرنا مطلوب ہے صحیح نہیں ہے، اور شکل اول و ثالث سے نتیجہ مطلوبہ ثابت کے ظاہر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ شکل رابع کے مقابلہ میں شکل ثالث زیادہ بین الانتاج ہے، اور دلیل و حجت کو اجلی اور زیادہ واضح ہونا چاہئے، لہذا شکل اول اور رابع سے نتیجہ ثابت کرنے اور شکل اول و ثالث کے ذریعہ نتیجہ ثابت نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

ثم انک تراهم یفترون الخ اس عبارت میں شارح دلیل افتراض کے سلسلہ میں مناطقہ کے ایک دوسرے نظریہ کی تردید کر رہے ہیں، مناطقہ کی ایک عادت یہ بھی ہے کہ وہ عکس کے باب میں کلیات اور جزئیات دونوں میں دلیل افتراض جاری کرتے ہیں اور قیاسات کے باب میں صرف جزئیات میں دلیل افتراض جاری کرتے ہیں، چنانچہ وہ حضرات صرف مقدمہ جزئیہ کے موضوع کو "د" فرض کر کے دلیل افتراض جاری کرتے ہیں، یہ بھی مطلقاً درست نہیں ہے، اس لئے کہ شکل ثانی اور ثالث میں تو بلاشبہ صرف مقدمہ جزئیہ میں دلیل افتراض جاری ہوگا، مقدمہ کلیہ میں جاری نہ ہوگا، کیوں کہ اگر مقدمہ کلیہ میں دلیل افتراض جاری کی جائے تو دو محذور میں سے ایک محذور لازم آئے گا۔ دلیل افتراض کا ایک قیاس نتیجہ دینے کی شرطوں پر مشتمل نہ ہوگا یا قیاس کی ترکیب اسی ضرب پر ہوگی جس ضرب کا نتیجہ ثابت کرنا مطلوب ہے، تو دور یا مصادره لازم آئے گا، مگر شکل رابع میں جس طرح مقدمہ جزئیہ میں دلیل افتراض جاری ہوتی ہے اسی طرح مقدمہ کلیہ میں دلیل افتراض جاری ہو جائے گی، اور کوئی محذور ممنوع لازم نہ آئے گا، مثلاً شکل رابع کی ضرب اول کے دونوں مقدمے موجبہ کلیہ ہوتے ہیں کل ب ج وکل اب نتیجہ ہوگا بعض ج ا اسی طرح ضرب رابع کے دونوں مقدمے کلیہ ہوتے ہیں صغریٰ موجبہ کلیہ اور کبریٰ سالبہ کلیہ ہوتا ہے جیسے کل ب ج و لاشی من اب نتیجہ ہوگا بعض ج لیس ا تو اگر ان دونوں ضربوں میں دلیل افتراض جاری کریں تو مقدمہ کلیہ میں دلیل افتراض جاری ہوگی اور کوئی محذور لازم نہ آئے گا، لہذا تو کم کا دلیل افتراض کے سلسلہ میں مقدمہ جزئیہ ہی کو خاص کرنا باطل ہے۔

فَقَالَ وَ الْمُتَقَدِّمُونَ حَصَرُوا الضُّرُوبَ النَّاتِجَةَ فِي الْخُمْسَةِ الْأُولَى وَ ذَكَرُوا لَعَدَمِ اِتِّتَاجِ الثَّلَاثَةِ الْآخِرَةِ الْاِخْتِلَافَ فِي الْقِيَاسِ مِنْ بَسِيطَتَيْنِ وَ نَحْنُ نَشْتَرِطُ كَوْنَ السَّالِبَةِ فِيهَا مِنْ اِحْدَى الْخَاصَّتَيْنِ فَيَسْقُطُ مَا ذَكَرُوهُ مِنَ الْاِخْتِلَافِ. اَقُولُ الْمُتَقَدِّمُونَ كَانُوا يَحْصِرُونَ الضُّرُوبَ الْمُنْتِجَةَ فِي هَذَا الشَّكْلِ فِي الْخُمْسَةِ الْأُولَى وَ كَانَ عَنْدهُمْ أَنَّ الضُّرُوبَ الثَّلَاثَةَ الْآخِرَةَ عَقِيْمَةٌ لِتَحَقُّقِ الْاِخْتِلَافِ فِيهَا اَمَّا فِي الضَّرْبِ السَّادِسِ فَلِصِدْقِ قَوْلِنَا لَيْسَ بَعْضُ الْحَيَوَانَ بِاِنْسَانٍ وَ كُلُّ فَرَسٍ حَيَوَانٌ وَ الْحَقُّ السَّلْبُ اَوْ كُلُّ نَاطِقٍ حَيَوَانٌ وَ الْحَقُّ الْاِيجَابُ وَ اَمَّا فِي السَّابِعِ فَلِاَنَّهُ يَصْدُقُ قَوْلُنَا كُلُّ اِنْسَانٍ نَاطِقٌ وَ بَعْضُ الْفَرَسِ لَيْسَ بِاِنْسَانٍ وَ الْحَقُّ السَّلْبُ اَوْ بَعْضُ الْحَيَوَانَ لَيْسَ بِاِنْسَانٍ وَ الْحَقُّ الْاِيجَابُ وَ اَمَّا فِي الثَّامِنِ فَكَقَوْلِنَا لَا شَيْءٌ مِنَ الْاِنْسَانِ بِفَرَسٍ وَ بَعْضُ النَّاطِقِ اِنْسَانٌ اَوْ بَعْضُ الْحَيَوَانَ اِنْسَانٌ فَاشَارَ الْمَصِّ اِلَى جَوَابِهِ بِأَنَّ بَيَانَ الْاِخْتِلَافِ فِي هَذِهِ الضُّرُوبِ اِنَّمَا يَتِمُّ اِذَا كَانَ الْقِيَاسُ مُرَكَّبًا مِنَ الْمُقَدَّمَاتِ الْبَسِيطَةِ لَكِنَّا نَشْتَرِطُ فِي اِتِّتَاجِهَا أَنْ يَكُونَ السَّالِبَةُ الْمُسْتَعْمَلَةُ فِيهَا مِنْ اِحْدَى الْخَاصَّتَيْنِ فَلَا تَنْتَهَضُ تِلْكَ

النَّقُوضُ عَلَيْهَا وَ اَنَّهُمْ اَنْ اِنتَاجَهَا بِنَاءً عَلَى اِنْعَكَاسِ السَّالِبَةِ الْجُزْئِيَّةِ الْخَاصَّةِ كَنَفْسِهَا لِأَنَّ السَّادِسَ وَ
 سَابِعَ السَّالِبَةِ اِنَّ اِلَى الثَّانِي وَ الْاَلِثِّ بَعْدُ هِيَ وَ الثَّامِنُ اِنَّمَا يُنتِجُ لَوْ كَانَ بِحَيْثُ اِذَا بُدِّلَ مُقَدِّمَتَاهُ
 يَتَدَوَّلُ مِنْ اِلَى اِلَى الْاَوَّلِ سَالِبَةً خَاصَّةً لَمْ يَخْلُصْ اِلَى النَّتِيجَةِ الْمَطْرُوقَةِ لَمْ يَظْهَرْ لِلْمُقَدِّمَيْنِ اِنْعَكَاسُهَا وَ
 اتَّفَقَ لِبَعْضِ الْاَقْصَاصِ مِنَ الْمُتَاخِرِينَ اِنَّهُ لَمْ يَخْلُصْ عَلَيْهِ فَيَبَيِّنْ ذَلِكَ.

ترجمہ: ماتن نے کہا! اور متقدمین نے نتیجہ دینے والی ضربوں کو پہلی پانچ میں منحصر کیا ہے، اور آخری تین کے نتیجہ نہ
 دینے کی دلیل واسطہ سے مرکب قیاس میں اختلاف ہونا ذکر کیا ہے، اور ہم ان میں سالبہ کے احوالِ حقیقتیں سے ہونے
 کی شرط لگاتے ہیں، پس انھوں نے اختلاف (والی دلیل) ذکر کی ہے، وہ ساقط ہو جائے گی۔ میں کہتا ہوں کہ
 متقدمین اس شکل میں ضرب منجہ کو پہلی پانچ میں منحصر کرتے ہیں، اور ان کے نزدیک آخری تین ضربیں عقیم ہیں، اس
 میں اختلاف کے متحقق ہونے کی وجہ سے، بہر حال ضرب سادس میں تو اس لئے کہ ہمارا قول لیس بعض الحيوان
 بانسان و كل فرس حيوان صادق ہے اور حق سلب ہے، یا كل ناطق حيوان اور حق ايجاب ہے، اور بہر حال
 سابع میں تو اس لئے کہ ہمارا قول كل انسان ناطق و بعض الفرس ليس بانسان صادق ہے، اور حق سلب ہے،
 یا بعض الحيوان ليس بانسان اور حق ايجاب ہے، اور بہر حال ثامن میں تو جیسے ہمارا قول لاشي من الانسان
 بفرس و بعض الناطق انسان یا بعض الحيوان انسان تو مصنف نے اس کے جواب کی طرف اشارہ کیا کہ
 اختلاف کا بیان ان ضربوں میں اس وقت تام ہوگا جب قیاس مقدمات واسطہ سے مرکب ہو، لیکن ہم ان کے انتاج میں
 شرط لگاتے ہیں کہ سالبہ حیوان میں مستعمل ہے احوالِ حقیقتیں سے ہو، پس ان پر وہ نقوض وارد نہیں ہوں گے۔ اور جان تو
 کہ اس کا نتیجہ دینا سالبہ جزئیہ خاصہ کے کنفسہا منعکس ہونے پر مبنی ہے، اس لئے کہ سادس اور سابع ثانی اور ثالث کی
 طرف سے ہی کہ جب سے لوٹی ہیں، اور ثامن اس وقت نتیجہ دیتی ہے جب کہ وہ اس طرح ہو کہ جب اس کے مقدمین کو
 بدل دیا جائے۔ پہلے اول سے سالبہ خاصہ حاصل ہو جو نتیجہ مطلوبہ کی طرف منعکس ہو، اور متقدمین پر ان کا منعکس ہونا
 ظاہر نہیں ہوگا، لیکن بعض فضلاء متاخرین کے اس پر مطلع ہونے کا اتفاق ہوا ہے۔ لہذا انہوں نے یہ بیان کیا ہے۔

تفسیر: ماتن میں اشارے نے شکل رابع کی ضرب منجہ آٹھ بیان کئے ہیں، اور ہر ایک کو دلیل سے ثابت کیا ہے، یہاں سے
 یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ متاخرین کے نزدیک ہے اور متقدمین کے نزدیک شکل رابع کی ضرب منجہ صرف پانچ ہیں، ان کی دلیل یہ ہے کہ
 آخری تین ضربوں کے نتائج میں اختلاف پایا جاتا ہے، اور نتائج میں اختلاف اصول منطق کے پیش نظر قیاس کے نتیجہ نہ ہونے کی دلیل
 ہے۔ لہذا آخری تین ضربیں منجہ نہیں ہیں، صرف پانچ ہی منجہ ہیں، چھٹی ضرب میں اختلاف نتیجہ تو اس طرح ہے کہ جب کہا جائے
 بانسان ليس بانسان (صغریٰ) و كل فرس حيوان (کبریٰ) تو اس کا صادق نتیجہ ہوگا لاشي من الانسان بفرس ہے،
 و كل انسان ناطق و بعض الفرس ليس بانسان و كل ناطق حيوان تو اس کا صادق نتیجہ موجبہ کلیہ ہوگا، یعنی
 كل انسان ناطق اور ضرب سابع میں اختلاف نتائج اس لئے ہے کہ جب ہم کہیں كل انسان ناطق و بعض الفرس ليس
 بانسان تو اس کا صادق نتیجہ لاشي من الناطق بفرس ہوگا اور جب کبریٰ کو بدل کر اس طرح کہیں گے كل انسان ناطق و بعض

الحيوان ليس بالإنسان تو اس کا نتیجہ صادقہ موجبہ کلیہ ہوگا، یعنی کل ناطق حیوان، اور ضرب ثامن تو اختلاف اس لئے ہے کہ جب ہم کہیں لاشی من الانسان بفرس (صغریٰ) وبعض الناطق انسان (کبریٰ) تو اس کا نتیجہ صادقہ لاشی من الفرس بناطق ہوگا، اور جب کبریٰ کو بدل کر اس طرح شکل مرتب کریں لاشی من الانسان بفرس، بعض الحيوان ليس بالإنسان (کبریٰ) تو اس کا نتیجہ صادقہ موجبہ کلیہ ہوگا، یعنی کل فرس حیوان خلاصہ کلام یہ ہے کہ آخری تین ضربوں میں اختلاف نتیجہ پایا جاتا ہے، اور اختلاف نتیجہ قیاس کے نتیجہ نہ دینے کی دلیل ہے، لہذا معلوم ہوا کہ آخری تین ضربیں منج نہیں ہیں۔

فاشار المصنف الخ شارح کہتے ہیں کہ تاثر متقدمین کے قول کو رد کرتے ہوئے نحن نشترط سے ان کی دلیل کا جواب دے رہے ہیں کہ آخری تین ضربوں میں جو آپ نے اختلاف نتیجہ ثابت کیا ہے وہ اس لئے کہ آپ نے آخری تین ضربوں کو قضایا بابطہ سے مرکب کیا ہے، اور یہ اختلاف صرف اسی صورت ہی میں ہو سکتا ہے لیکن ہم ان ضربوں کے منج ہونے کی یہ شرط لگاتے ہیں کہ قضایا سالبہ جو ان ضربوں میں مستعمل ہیں ان کا مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ میں سے کوئی ایک ہونا ضروری ہے، اور جب قیاس کا خاصیتیں میں سے کسی ایک سے مرکب ہونا ضروری ہے تو پھر آپ کا اعتراض ان پر وارد نہیں ہو سکتا۔

واعلم ان انتاجها الخ شارح بیان کرتے ہیں کہ آپ یہ ذہن میں منقش کر لیجئے کہ ان ضربوں کے منج ہونے کی بنیاد سالبہ جزئیہ کفہا منعکس ہونا ہے، یعنی یہ ضرب اس وقت نتیجہ دیں گی جب کہ سالبہ جزئیہ خاصہ کا عکس مستوی سالبہ جزئیہ خاصہ ہی آئے، اور اگر اس کا عکس سالبہ جزئیہ خاصہ نہ آئے تو پھر منج نہ ہوں گی، چنانچہ اگر سالبہ جزئیہ خاصہ منعکس ہو، اور آخری تین ضربوں میں وہی سالبہ جزئیہ خاصہ صغریٰ یا کبریٰ ہو تو ضرب سادہ کو اس کے صغریٰ سالبہ جزئیہ کا عکس کر کے شکل ثانی کی طرف اور ضرب سابع کو اس کے کبریٰ سالبہ جزئیہ کا عکس کر کے شکل ثالث کی طرف لوٹائیں گے جس سے نتیجہ مطلوبہ حاصل ہوگا اس کا نتیجہ سالبہ جزئیہ خاصہ ہوگا، تو اس کے عکس سے بیعتہ نتیجہ مطلوبہ ثابت ہو جائے گا اور ہمارا مدعا ثابت ہو جائے گا، اور اگر سالبہ جزئیہ خاصہ کا عکس نہ آئے تو ضرب ثلثہ کا انتاج ثابت نہ ہوگا۔ اور متقدمین کے نزدیک چونکہ سالبہ جزئیہ خاصہ کا عکس سالبہ جزئیہ خاصہ ثابت نہیں ہے، اس لئے انہوں نے آخری تین ضربوں کے انتاج کو تسلیم نہیں کیا اور متاخرین میں سے بعض افاضل کے نزدیک چونکہ اس کا عکس سالبہ جزئیہ خاصہ ثابت ہے اس لئے وہ آخری تین ضربوں کے منج ہونے کے قائل ہیں، اور انہوں نے شکل رابع کی ضرب منجہ آٹھ بیان کیے ہیں، خلاصہ کلام یہ ہے کہ متقدمین اور متاخرین کے نزدیک شکل رابع کے آخری تین ضربوں کے منج ہونے یا نہ ہونے کی بنیاد سالبہ جزئیہ کا کفہا منعکس نہ ہونا یا ہونا ہے، متقدمین کے نزدیک اس کا عکس ثابت نہیں ہے اس لئے وہ کہتے ہیں کہ وہ منج نہیں ہیں، اور متاخرین کے نزدیک اس کا عکس ثابت ہے اس لئے وہ کہتے ہیں کہ وہ منج ہیں۔

فان الفضل الثاني في المختلطات اما الشكل الاول فشرطه بحسب الجهة فعلية الصغرى
اقول المختلطات هي الاقيسة الحاصلة من خلط الموجهات بعضها مع بعض و عند اعتبار
الجهات في المقدمات يعتبر لانتاج الاشكال شرائط اما الشكل الاول فشرطه باعتبار الجهة ان
يكون الصغرى فعلية فانها لو كانت ممكنة لم يجب تعدي الحكم من الاوسط الى الاصغر لان
الكبرى تدل على ان كل ما هو اوسط بالفعل محكوم عليه بالاكبر و الاصغر ليس مما هو

اَوْسَطُ بِالْفِعْلِ بَلْ بِالْإِمْكَانِ فَجَازَ أَنْ يَبْقَى بِالْقُوَّةِ وَ لَا يَخْرُجُ مِنْهَا إِلَى الْفِعْلِ فَلَمْ يَتَعَدَّ الْحُكْمُ مِنَ الْأَوْسَطِ إِلَيْهِ مَثَلًا يَصْدُقُ فِي الْفَرَسِ الْمَذْكُورِ كُلُّ حِمَارٍ مَرْكُوبٌ زَيْدٌ بِالْإِمْكَانِ الْعَامِ وَ كُلُّ مَرْكُوبٍ زَيْدٌ بِالْفِعْلِ فَرَسٌ بِالضَّرُورَةِ وَ لَا يَصْدُقُ كُلُّ حِمَارٍ فَرَسٌ بِالْإِمْكَانِ الْعَامِ لِأَنَّ مَعْنَى الْكِبْرَى أَنَّ كُلَّ مَا هُوَ مَرْكُوبٌ زَيْدٌ بِالْفِعْلِ فَهُوَ فَرَسٌ بِالضَّرُورَةِ وَ الْحِمَارُ لَيْسَ بِمَرْكُوبٍ زَيْدٌ بِالْفِعْلِ أَصْلًا فَالْحُكْمُ عَلَى الْمَرْكُوبِ بِالْفِعْلِ لَا يَتَعَدَّى إِلَيْهِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا: دوسری فصل مخططات کے بیان میں ہے، بہر حال شکل اول تو اس کی شرط جہت کے اعتبار سے صغریٰ کی فعلیت ہے، میں کہتا ہوں کہ مخططات وہ قیاس ہیں جو موجہات میں سے بعض کے بعض کے ساتھ خلط سے حاصل ہوں، اور مقدمات میں جہات کے اعتبار کرنے کے وقت اشکال (اربعة) کے نتیجہ دینے کے لئے چند شرائط کا اعتبار کیا جاتا ہے، بہر حال شکل اول تو اس کی شرط جہت کے اعتبار سے صغریٰ کا فعلیہ ہونا ہے اس لئے کہ اگر وہ ممکن ہو تو اوسط سے اصغر کی طرف حکم کا متعدی ہونا ضروری نہیں ہے، اس لئے کہ کبریٰ اس پر دلالت کرتا ہے، کہ جو اوسط بالفعل ہے اس پر اکبر کا حکم ہے اور اصغر اوسط بالفعل نہیں ہے بلکہ بالامکان ہے پس جائز ہے کہ وہ بالقوہ باقی رہے، اور اس سے فعلیت کی طرف نہ نکلے تو حکم اوسط سے اس کی طرف متعدی نہ ہوگا، مثلاً فرض مذکور میں کل حمار مرکوب زید بالامکان العام و کل مرکوب زید بالفعل فرس بالضرورة صادق ہے اور کل حمار فرس بالامکان العام صادق نہیں ہے، اس لئے کہ کبریٰ کے معنی یہ ہیں کہ ہر وہ چیز جو مرکوب زید بالفعل ہے وہ ضروری طور پر فرس ہے اور بالفعل زید کا مرکوب حمار بالکل نہیں ہے، تو مرکوب پر بالفعل حکم اس کی طرف متعدی نہ ہوگا۔

تشریح: اس سے پہلے ماتن ان قیاسات کو بیان کر رہے تھے جن کے مقدمتین غیر موجہات تھے اب یہاں سے ان قیاسوں کو بیان کر رہے ہیں کہ جن کے مقدمتین موجہات میں سے ہوں چنانچہ کہتے ہیں کہ دوسری فصل مخططات کے بیان میں ہے۔

مخططات: ان قیاسوں کو کہا جاتا ہے جن کے مقدمتین یعنی صغریٰ اور کبریٰ موجہات میں سے ہوں، شارح کہتے ہیں کہ جب مقدمات میں جہت کا اعتبار کیا جائے تو اشکال اربع کے نتیجہ دینے کے لئے چند شرائط ضروری ہیں، چنانچہ شکل اول کے نتیجہ دینے کے لئے جہت کے اعتبار سے صغریٰ کا فعلیہ ہونا ضروری ہے، یعنی صغریٰ ممکنتین میں سے نہ ہو، بلکہ ممکن عامہ و ممکن خاصہ کے علاوہ باقی گیارہ موجہات میں سے کوئی ایک ہو، یہ شرط اس لئے ضروری ہے کہ کبریٰ میں اکبر کا حکم حد اوسط پر خواہ ایجابی ہو یا سلبی شیخ کے نزدیک بالفعل ہے، اب اگر صغریٰ میں اصغر کا حکم حد اوسط پر بالامکان ہوگا تو اکبر کا حکم حد اوسط کے واسطے سے اصغر تک متعدی نہ ہوگا، دلیل یہ ہے کہ اکبر کا حکم اوسط پر بالفعل ہے، اور اصغر کا حکم اوسط پر بالامکان ہے، اور ممکن کے لئے جائز ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیش امکان ہی کے تحت رہے، اور قوت سے فعلیت کی طرف نہ نکلے، مثال کے طور پر فرض کیجئے، زید کی سواری بالفعل گھوڑے میں منحصر ہے یعنی زید بالفعل گھوڑے پر سوار ہوتا ہے تو کل حمار مرکوب زید بالامکان العام و کل مرکوب زید بالفعل فرس بالضرورة دونوں صادق ہوں گے لیکن کل حمار فرس بالامکان العام صادق نہ ہوگا، کیوں کہ کبریٰ کا مفہوم یہ ہے کہ زید کی سواری بالفعل ہے، وہ بالضرورة گھوڑا ہے اور گدھا بالفعل زید کی سواری ہے، ہی نہیں تو مرکوب بالفعل کا حکم گدھے تک نہ پہنچے گا۔ لہذا معلوم ہوا کہ اکبر کا حکم اصغر تک پہنچنے کے لئے صغریٰ کا جہت فعلیت پر مشتمل ہونا شرط ہے۔

فَالْاَوَّلُ وَالْثَّانِيَةُ فِيهِ كَالْكُبْرَى اِنْ كَانَتْ غَيْرُ الْمَشْرُوطَتَيْنِ وَالْعُرْفِيَّتَيْنِ وَالْاَوَّلُ كَالصُّغْرَى مَحْدُوفًا عَنْهَا قَيْدُ الْاَدْوَامِ وَالْاَضْرُورَةُ وَالضَّرُورَةُ الْمَخْصُوصَةُ بِالصُّغْرَى اِنْ كَانَتْ الْكُبْرَى اِحْدَى الْعَامَّتَيْنِ وَبَعْدَ ضَمِّ الْاَدْوَامِ اِلَيْهَا اِنْ كَانَتْ اِحْدَى الْخَاصَّتَيْنِ اَقُولُ قَدْ عَرَفْتَ اَنَّ الْمُوجَّهَاتِ الْمُعْتَبَرَةَ ثَلَاثُ عَشْرَةَ فَاِذَا اُعْتَبِرْنَا فِي الصُّغْرَى وَالْكُبْرَى حَصَلَ مِائَةٌ وَتِسْعَةٌ سِتُونَ اِخْتِلَافًا وَهِيَ الْحَاصِلَةُ مِنْ ضَرْبِ ثَلَاثَةِ عَشْرِ فِي نَفْسِهَا لَكِنْ اِشْتِرَاطُ فِعْلِيَّةِ الصُّغْرَى اَسْقَطَ مِنْ تِلْكَ الْجُمْلَةِ سِتَّةَ وَعِشْرِينَ اِخْتِلَافًا وَهِيَ حَاصِلَةٌ مِنْ ضَرْبِ الْمُمَكِّنَتَيْنِ فِي ثَلَاثَةِ عَشْرِ فَبَقِيَ اِخْتِلَافَاتُ الْمُنْتَبِجَةِ مِائَةٌ وَثَلَاثَةٌ وَارْبَعِينَ وَالضَّابِطَةُ فِي نَتَائِجِهَا اَنَّ الْكُبْرَى اِمَّا اَنْ تَكُونَ اِحْدَى الْوَصْفِيَّاتِ الْاَرْبَعِ الَّتِي هِيَ الْمَشْرُوطَتَانِ وَالْعُرْفِيَّتَانِ اَوْ غَيْرَهَا فَاِنْ كَانَتْ الْكُبْرَى غَيْرَ الْوَصْفِيَّاتِ الْاَرْبَعِ بَانَ تَكُونُ اِحْدَى التَّسْعِ الْبَاقِيَةِ فَالْمُنْتَبِجَةُ كَالْكُبْرَى وَاِنْ كَانَتْ الْكُبْرَى اِحْدَاهَا فَالْمُنْتَبِجَةُ كَالصُّغْرَى لَكِنْ اِنْ كَانَ فِيهَا قَيْدُ الْاَدْوَامِ اَوْ الْاَضْرُورَةُ حَذْفًا وَكَذَلِكَ اِنْ وَجَدْنَا فِيهَا ضَرُورَةً مَخْصُوصَةً بِهَا اَوْ غَيْرَ مُشْتَرَكَةٍ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْكُبْرَى ثُمَّ يُنْظَرُ فِي الْكُبْرَى اِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهَا قَيْدُ الْاَدْوَامِ كَمَا اِذَا كَانَتْ اَحَدَ الْعَامَّتَيْنِ كَانَ الْمَحْفُوظُ بَعَيْنِهِ الْمُنْتَبِجَةُ وَاِنْ كَانَ فِيهَا قَيْدُ الْاَدْوَامِ كَمَا اِذَا كَانَتْ اِحْدَى الْخَاصَّتَيْنِ ضَمَمْنَاهُ اِلَى الْمَحْفُوظِ كَانَ الْمَجْمُوعُ الْحَاصِلُ مِنْهُمَا جِهَةً الْمُنْتَبِجَةِ اَمَّا الْاَوَّلُ وَهُوَ اَنَّ الْكُبْرَى اِذَا كَانَتْ غَيْرَ الْوَصْفِيَّاتِ الْاَرْبَعِ كَانَتْ الْمُنْتَبِجَةُ كَالْكُبْرَى فَلِلْاَنْدِرَاجِ الْبَيِّنِ فَاِنَّ الْكُبْرَى حِينَئِذٍ دَلَّتْ عَلَى اَنَّ كُلَّ مَا ثَبَتَ لَهُ الْاَوْسَطُ بِالْفِعْلِ فَهُوَ مَحْكُومٌ عَلَيْهِ بِالْاَكْثَرِ بِالْجِهَةِ الْمُعْتَبَرَةِ فِي الْكُبْرَى لَكِنْ الْاَصْغَرُ مِمَّا يَثْبُتُ لَهُ الْاَوْسَطُ بِالْفِعْلِ فَيَكُونُ مَحْكُومًا عَلَيْهِ بِالْاَكْثَرِ بِتِلْكَ الْجِهَةِ الْمُعْتَبَرَةِ وَاَمَّا الثَّانِي وَهُوَ اَنَّ الْكُبْرَى اِذَا كَانَتْ اِحْدَى الْوَصْفِيَّاتِ الْاَرْبَعِ كَانَتْ الْمُنْتَبِجَةُ كَالصُّغْرَى فَاِنَّ الْكُبْرَى حِينَئِذٍ تَدُلُّ عَلَى اَنَّ دَوَامَ الْاَكْثَرِ بِدَوَامِ الْاَوْسَطِ وَلَمَّا كَانَ الْاَوْسَطُ مُسْتَدِيرًا لِلاَكْثَرِ كَانَ ثُبُوتُ الْاَكْثَرِ لِلْاَصْغَرِ بِحَسَبِ ثُبُوتِ الْاَوْسَطِ لَهُ فَاِنْ كَانَ ثُبُوتُ الْاَوْسَطِ لَهُ دَائِمًا كَانَ ثُبُوتُ الْاَكْثَرِ لَهُ اَيْضًا دَائِمًا وَاِنْ كَانَ فِي وَقْتٍ كَانَ فِي وَقْتٍ وَاِنْ كَانَ الْاَوْسَطُ مُسْتَدِيرًا لِلاَكْثَرِ بِالضَّرُورَةِ كَمَا فِي الْمَشْرُوطَتَيْنِ كَانَ ضَرُورَةُ ثُبُوتِ الْاَكْثَرِ لِلْاَصْغَرِ بِحَسَبِ ضَرُورَةِ ثُبُوتِ الْاَوْسَطِ لَهُ لِاَنَّ الضَّرُورَةَ لِلضَّرُورَةِ ضَرُورَتِي.

ترجمہ: ماتن نے کہا! اور نتیجہ اس میں (یعنی شکل اول میں) کبریٰ کی مانند ہے اگر کبریٰ مشروطتین اور عرفیتین کے علاوہ ہوں ورنہ تو صغریٰ کی مانند ہے دراصل ایک اس سے لا دوام، لا ضرورہ اور اس ضرورہ کی قید حذف کر دی جائے جو صغریٰ کے ساتھ مخصوص ہے، اگر کبریٰ عامتین میں سے کوئی ایک ہو اور لا دوام کو اس کے ساتھ ملانے کے بعد اگر وہ خاصتین میں سے کوئی ایک ہو۔ میں کہتا ہوں کہ آپ جان چکے ہیں کہ موجبات معتبرہ تیرہ ہیں، پس جب ہم صغریٰ اور کبریٰ دونوں میں اس کا اعتبار کریں تو ایک سوانہتر مختلط ضربیں حاصل ہوں گی، اور تیرہ کو تیرہ میں ضرب دینے سے حاصل ہوں گی لیکن صغریٰ کے فعلیہ ہونے کی شرط نے ان تمام میں سے چھبیس اختلاط کو ساقط کر دیا جو دونوں ممکنہ کو تیرہ میں ضرب

دینے سے حاصل ہوتی ہیں تو نتیجہ دینے والی ضرور مخططہ کل ایک سو تینتالیس باقی رہیں۔ اور ان کے نتیجہ دینے میں ضابطہ یہ ہے کہ کبریٰ یا تو وصفیات اربع یعنی مشروطتین اور عرفیتین میں سے کوئی ایک ہوگا یا ان کے علاوہ ہوگا، پس اگر کبریٰ وصفیات اربع کے علاوہ ہو باقی طور کہ باقی نو میں سے کوئی ایک ہو تو نتیجہ کبریٰ کی مانند ہوگا اور اگر کبریٰ ان میں سے کوئی ایک ہو تو نتیجہ صغریٰ کی مانند ہوگا، لیکن اگر اس میں لا دوام یا لا ضرورۃ کی قید ہوگی تو اس کو حذف کر دیں گے اور اس طرح اگر ہم اس میں وہ ضرورۃ پائیں جو صغریٰ کے ساتھ خاص ہو یا اس کے اور کبریٰ کے درمیان مشترک نہ ہو، پھر کبریٰ میں دیکھا جائے گا اگر اس میں لا دوام کی قید نہ ہو جیسا کہ وہ جب عامتین میں سے کوئی ایک ہو تو محفوظ بعینہ نتیجہ ہوگا اور اگر اس میں لا دوام کی قید ہو جیسا کہ وہ جب خاصتین میں سے کوئی ایک ہو تو ہم اس کو محفوظ کی طرف ملائیں گے تو وہ مجموعہ جوان دونوں سے حاصل ہوگا وہ نتیجہ کی جہت ہوگا بہر حال اول اور وہ یہ ہے کہ کبریٰ جب وصفیات اربع کے علاوہ ہو تو نتیجہ کبریٰ کی طرح ہوگا، پس یہ اندراج بین کی وجہ سے ہے کیوں کہ اس وقت کبریٰ اس پر دلالت کرے گا، کہ ہر وہ چیز جس کے لئے اوسط بالفعل ہو تو اس پر اکبر کا حکم ہے، کبریٰ میں جہت معتبرہ کی وجہ سے، لیکن اصغر چونکہ ان چیزوں میں سے ہے جس کے لئے اوسط بالفعل ثابت ہے پس وہ اکبر کا محکوم علیہ ہوگا اس جہت معتبرہ سے۔ اور بہر حال ثانی اور وہ یہ ہے کہ جب کبریٰ وصفیات اربع میں سے کوئی ایک ہو تو نتیجہ صغریٰ کے مثل ہوگا، کیوں کہ کبریٰ اس وقت پر دلالت کرے گا، کہ اکبر کا دوام اوسط کے دوام کی وجہ سے ہے، اور جب اوسط اکبر کے لئے دائمی ہوگا تو اکبر کا ثبوت اصغر کے لئے اس کے واسطے ثبوت اوسط کے لحاظ سے ہوگا پس اگر اوسط کا ثبوت دائمی ہو تو اکبر کا ثبوت بھی اس کے لئے دائمی ہوگا، اور اگر وہ کسی وقت میں ہو تو وہ بھی کسی وقت میں ہوگا اور اگر اوسط اکبر کیلئے بالضرورۃ دائمی ہو جیسا کہ مشروطتین میں ہے تو اصغر کے لئے اکبر کے ثبوت کی ضرورت اوسط کے ثبوت کی ضرورت کے لحاظ سے ہوگی اس لئے کہ ضروری کیلئے جو چیز ضروری ہو وہ ضروری ہوگی۔

تشریح: یہاں سے ماتن مخططات کے نتیجہ کے متعلق بیان کر رہے ہیں، کہ کبھی اس کا نتیجہ کبریٰ کے مثل ہوتا ہے اور کبھی صغریٰ کے مثل، شارح اس کی تشریح کرنے سے پہلے یہ کہہ رہے ہیں کہ اس سے آپ کو یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ موجہات میں سے جن کا علوم میں اعتبار ہے وہ تیرہ ہیں: ۱- ضروریہ مطلقہ ۲- دائمہ مطلقہ ۳- مشروطہ عامہ ۴- عرفیہ عامہ ۵- مطلقہ عامہ ۶- ممکنہ عامہ ۷- مشروطہ خاصہ ۸- عرفیہ خاصہ ۹- وجودیہ لا ضروریہ ۱۰- وجودیہ لا دائمہ ۱۱- وقتیہ ۱۲- منتشرہ ۱۳- ممکنہ خاصہ، جب ہم ان تیرہ کا اعتبار صغریٰ اور کبریٰ دونوں میں کریں گے تو تیرہ صغریات کو تیرہ کبریات میں ضرب دینے سے ایک سو اہتر ضرور مخططہ حاصل ہو جائیں گی لیکن چونکہ ضرور مخططہ کے نتیجہ دینے کے لئے صغریٰ کا فعلیہ ہونا ضروری ہے تو ان تیرہ میں سے دو یعنی ممکنہ اور ممکنہ خاصہ کا اعتبار صغریٰ میں نہیں کر سکتے لہذا فعلیت صغریٰ کی شرط کی وجہ سے چھبیس ضرور مخططہ ساقط ہو جائیں گی، جو دو ممکنہ کو تیرہ میں ضرب دینے سے حاصل ہوتی ہیں، تو اب ایک سو تینتالیس ضرور مخططہ باقی رہ جائیں گی۔

ضرور مخططہ کے نتیجہ دینے کا ضابطہ: ان ایک سو تینتالیس ضرور مخططہ کے نتیجہ دینے کے سلسلے میں ضابطہ یہ ہے۔ ان کے کبریٰ دو حال سے خالی نہیں یا تو کبریٰ وصفیات اربع یعنی مشروطہ عامہ، مشروطہ خاصہ، عرفیہ عامہ اور عرفیہ خاصہ میں سے کوئی ایک ہوگا یا نہیں یا وصفیات اربع کے علاوہ کوئی اور ہوگا اگر وصفیات اربع کے علاوہ کوئی ایک ہو تو نتیجہ کبریٰ کے مثل ہوگا

اور اگر کبریٰ وصفیات اربع میں سے کوئی ایک ہو تو نتیجہ صغریٰ کے مثل ہوگا، لیکن اگر صغریٰ میں لا دوام یا لا ضرورت کی قید ہو وہ قید نتیجہ میں حذف ہو جائے گی، اس طرح صغریٰ میں وہ ضرورت ذاتیہ یا وصفیہ یا قیدیہ پائی جاتی ہو جو کبریٰ میں نہیں پائی جاتی تو وہ بھی نتیجہ میں حذف ہو جائے گی، پھر اس کے بعد دیکھا جائے گا کہ کبریٰ میں لا دوام کی قید ہے یا نہیں، اگر کبریٰ میں لا دوام کی قید نہ ہو مثلاً کبریٰ عرفیہ عامہ یا مشروطہ عامہ ہو تو محفوظ کر لیا جائے گا، اور یہ بعینہ نتیجہ ہوگا اور اگر کبریٰ میں لا دوام کی قید ہو مثلاً، وہ مشروطہ خاصہ یا عرفیہ خاصہ ہو تو اس قید کو محفوظ کے ساتھ ملا دی جائے گی، اور ان دونوں سے جو مجموعہ حاصل ہوگا وہ مجموعہ نتیجہ کی جہت ہوگا۔

اما الاول سے شارح کہتے ہیں کہ پہلی صورت یعنی جب کبریٰ وصفیات اربع کے علاوہ ہو تو اس وقت نتیجہ کبریٰ کے مثل، اس لئے ہوگا کہ اصغر کا حکم اکبر میں بعینہ داخل ہے، کیوں کہ کبریٰ اس وقت اس پر دلالت کرے گا کہ ہر وہ چیز جس کے لئے اوسط بالفعل ثابت ہو تو وہ اکبر کا محکوم علیہ ہوگا اس جہت سے جو کبریٰ میں معتبر ہے، لیکن اصغر کے لئے اوسط بالفعل ثابت ہے لہذا وہ اکبر کا محکوم علیہ ہوگا اسی جہت سے جو معتبر ہے۔ اور دوسری صورت یعنی کبریٰ جب وصفیات اربع میں سے کوئی ایک ہو تو اس وقت نتیجہ صغریٰ کے مثل اس لئے ہوگا کہ کبریٰ کی دلالت اس صورت میں اوسط کے دائمی ہونے کی وجہ اکبر کے دائمی ہونے پر ہوگا اور جب حد اوسط اکبر کے دائمی ہوگی تو اکبر کا ثبوت اصغر کے لئے اوسط کے ثبوت کے اعتبار سے ہوگا پس حد اوسط کا ثبوت دائمی ہو تو اکبر کا ثبوت بھی دائمی ہوگا اور اگر وقتی ہو تو وقتی ہوگا، اور اگر اوسط اکبر کے لئے بالضرورت دائمی ہو جیسے مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ میں حد اوسط کا ثبوت اکبر کے لئے ضروری ہوتا ہے تو حد اوسط کے ثبوت کے ضروری ہونے کی وجہ سے اکبر کے ثبوت کی ضرورت اصغر کے لئے بھی ہوگی، اس لئے قاعدہ ہے کہ ضروری کے لئے جو چیز ضروری ہو وہ ضروری ہوتی ہے اور یہاں حد اوسط ضروری ہے اکبر کے لئے تو حد اوسط کے ضروری ہونے کی وجہ سے اکبر اصغر کے لئے ضروری ہوگا تو نتیجہ صغریٰ کے مثل ہوگا۔

وَأَمَّا حَذْفُ لَدَوَامِ الصُّغَرَىٰ وَلَا ضَرُورَتِهَا فَلِأَنَّ الصُّغَرَىٰ لِمَا كَانَتْ مُوجِبَةً كَانَ اللَّادَوَامُ وَاللَّابْضَرُورَةُ فِيهَا سَالِبَةً وَالسَّالِبَةُ لَا مَدْخَلَ لَهَا فِي إِنْتَاجِ هَذَا الشَّكْلِ وَأَمَّا حَذْفُ الضَّرُورَةِ الْمَخْصُوصَةِ بِالصُّغَرَىٰ فَلِأَنَّ الْكُبْرَىٰ إِذَا لَمْ يَكُنْ فِيهَا ضَرُورَةٌ جَازَ انْفِكَاكَ الْأَكْبَرِ عَنْ كُلِّ مَا ثَبَتَ لَهُ الْاَوْسَطُ لَكِنَّ الْأَصْغَرَ مِمَّا ثَبَتَ لَهُ الْاَوْسَطُ فَيَجُوزُ انْفِكَاكَ الْأَكْبَرِ عَنِ الْأَصْغَرِ فَلَمْ يَتَعَدَّ ضَرُورَةُ الصُّغَرَىٰ إِلَى النَّتِيجَةِ وَأَمَّا وَحْظُ لَدَوَامِ الْكُبْرَىٰ فَلِلْإِنْدِرَاجِ الْبَيِّنِ أَيْضًا فَإِنَّ الْكُبْرَىٰ حِينَئِذٍ تَدُلُّ عَلَى أَنَّ الْأَكْبَرَ غَيْرُ دَائِمٍ لِكُلِّ مَا هُوَ اَوْسَطُ بِالْفِعْلِ وَالْأَصْغَرُ مِمَّا هُوَ اَوْسَطُ بِالْفِعْلِ فَيَكُونُ الْأَكْبَرُ غَيْرُ دَائِمٍ لَهُ مَثَلًا الصُّغَرَىٰ الضَّرُورِيَّةُ مَعَ الْمَشْرُوطَةِ الْعَامَّةِ تُنتِجُ ضَرُورِيَّةً لِأَنَّ النَّتِيجَةَ كَالصُّغَرَىٰ بَعِيْنَهَا وَمَعَ الْمَشْرُوطَةِ الْخَاصَّةِ تُنتِجُ ضَرُورِيَّةً لَدَائِمَةً لِانْضِمَامِ اللَّادَوَامِ مَعَ الصُّغَرَىٰ لَكِنَّ الْقِيَاسَ الصَّادِقَ الْمُقَدَّمَاتِ لَا يَتَأَلَّفُ مِنْهُمَا لِأَنَّ الْقِيَاسَ مَلْزُومٌ لِلنَّتِيجَةِ فَلَوْ اَنْتَظَمَ الْقِيَاسُ الصَّادِقُ الْمُقَدَّمَاتِ مِنْهَا لَزِمَ صِدْقُ الْمَلْزُومِ بِذَوْنِ الْاَلَزَمِ وَأَنَّهُ مُحَالٌ وَمَعَ الْعُرْفِيَّةِ الْعَامَّةِ يُنتِجُ دَائِمَةً بِحَذْفِ الضَّرُورَةِ الَّتِي هِيَ الْمَخْصُوصَةُ بِالصُّغَرَىٰ مِنْهُمَا فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا الدَّوَامُ وَمَعَ الْعُرْفِيَّةِ الْخَاصَّةِ دَائِمَةً لَدَائِمَةً بِحَذْفِ الضَّرُورَةِ وَحْظُ اللَّادَوَامِ إِلَيْهَا وَالْقِيَاسُ الصَّادِقُ الْمُقَدَّمَاتِ

لَا يَنْتَظِمُ مِنْهُمَا أَيْضًا كَمَا عَرَفْتُ وَالصُّغْرَى الدَّائِمَةُ مَعَ إِحْدَى الْعَامَتَيْنِ تُنتِجُ دَائِمَةً وَمَعَ إِحْدَى الْخَاصَّتَيْنِ دَائِمَةً لَا دَائِمَةً وَلَا يَصْدُقُ مُقَدَّمَتَا الْقِيَاسِ مِنْهُمَا أَيْضًا كَمَا عَرَفْتُ.

ترجمہ: اور بہر حال صغریٰ کے لا دوام اور لا ضرورۃ کا حذف کرنا تو اس لئے کہ صغریٰ جب موجب ہو تو لا دوام اور لا ضرورۃ اس میں سالبہ ہوگا اور اس شکل کے نتیجہ دینے میں سالبہ کو کوئی دخل نہیں ہے، اور بہر حال اس ضرورۃ کا حذف کرنا جو صغریٰ کے ساتھ مخصوص ہے تو اس لئے کہ جب کبریٰ میں وہ ضرورۃ نہ ہوگی تو اکبر کا ہر اس چیز سے جدا ہونا ممکن ہوگا جس کے لئے اوسط ثابت ہو، لیکن اصغر ان اشیاء میں سے ہے جن کے لئے اوسط ثابت ہے تو اکبر کا اصغر سے جدا ہونا جائز ہوگا پس صغریٰ کی ضرورت نتیجہ تک نہ پہنچے گی، اور بہر حال کبریٰ کے لا دوام کا ملانا تو وہ اندراج بین کی وجہ سے ہے، کیوں کہ کبریٰ اس وقت اس پر دلالت کرے گا کہ اکبر دائمی نہیں ہے، ہر اس چیز کے لئے جو اوسط بالفعل ہو اور اصغر ان چیزوں میں سے ہے جو اوسط بالفعل ہے، لہذا اکبر اصغر کے لئے دائمی نہ ہوگا، مثلاً صغریٰ ضروریہ مشروطہ عامہ کے ساتھ ضروریہ نتیجہ دیتا ہے اس لئے کہ نتیجہ بعینہ صغریٰ کی طرح ہوتا ہے، اور مشروطہ خاصہ کے ساتھ ضروریہ لا دائمہ نتیجہ دیتا ہے کیوں کہ لا دوام صغریٰ کے ساتھ منضم ہے، لیکن صادق المقدمات قیاس ان سے مرکب نہیں ہوتا ہے اس لئے کہ قیاس نتیجہ کا ملزوم ہوتا ہے، اب اگر ان سے صادق المقدمات ان دونوں سے مرتب ہو تو ملزوم کا صدق لازم کے بغیر لازم آئے گا، اور یہ محال ہے، اور عرفیہ عامہ کے ساتھ دائمہ نتیجہ دیتا ہے اس ضرورت کے حذف کے ساتھ جو صغریٰ کے ساتھ خاص ہو پس دوام ہی باقی رہا، اور عرفیہ خاصہ کے ساتھ دائمہ لا دائمہ کا نتیجہ دے گا ضرورت کے حذف کے ساتھ۔ اور لا دوام کے ملانے سے، اور صادق المقدمات قیاس ان دونوں سے بھی مرتب نہیں ہوتا جیسا کہ تو جان چکا، اور صغریٰ دائمہ عامتین میں سے کسی ایک کے ساتھ دائمہ نتیجہ دیتا ہے، اور خاصتین میں سے کسی ایک کے ساتھ دائمہ لا دائمہ نتیجہ دیتا ہے، اور قیاس کے دونوں مقدمے ان دونوں سے بھی صادق نہیں ہوتے جیسا کہ تو جان چکا۔

تشریح: اس سے پہلے ضرورہ مختلطات کے نتائج کے متعلق یہ ضابطہ بیان کیا گیا تھا کہ جب کبریٰ وصفیات اربع میں سے کوئی ایک ہو تو نتیجہ صغریٰ کے مثل ہوتا ہے، لیکن اگر صغریٰ میں لا دوام یا لا ضرورۃ کی قید ہو تو وہ نتیجہ میں حذف کر دی جاتی ہے، شارح یہاں سے اس حذف کی علت بیان کر رہے ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ صغریٰ جب موجب ہو تو اس میں لا دوام اور لا ضرورۃ سے سالبہ کی طرف اشارہ ہوگا اور اس شکل کے نتیجہ دینے میں سالبہ کو کوئی دخل نہیں ہے۔ اور ضرورۃ مخصوصہ بالصغریٰ کو اس لئے حذف کیا جاتا ہے کہ کبریٰ میں جب وہ ضرورت نہ ہوگی تو اکبر کا ہر اس شئی سے جس کے لئے حد اوسط ثابت ہے جدا ہونا ممکن ہے اور اصغر کے لئے حد اوسط ثابت ہے لہذا اکبر کا اصغر سے جدا ہونا ممکن ہوگا، تو صغریٰ کی ضرورت نتیجہ تک نہ پہنچے گی، لہذا اس کا حذف کرنا ضرور ہے، اور بہر حال کبریٰ کے لا دوام کا ملانا تو اندراج بین کی وجہ سے ہے، کیوں کہ کبریٰ میں جب لا دوام کی قید ہے تو وہ اس وقت اس بات پر دلالت کرے گا کہ اکبر ہر اس چیز کے لئے دائمی نہیں ہے، جس کے لئے حد اوسط بالفعل ثابت ہے اور اصغر کے لئے بھی حد اوسط بالفعل ثابت ہے، لہذا اکبر اصغر کے لئے بھی دائمی نہ ہوگا، اور جب اصغر کے لئے اکبر دائمی نہیں ہے تو لا دوام کی قید کا نتیجہ میں بڑھانا ضروری ہے۔

مثلاً الصغری الخ شکل اول کے ضروب مخلطات کے نتیجہ دینے کا ضابطہ بیان کرنے کے بعد اب ضروب مخلطات کے نتائج کو اس عبارت سے بیان کر رہے ہیں کہ اگر صغریٰ ضروریہ اور کبریٰ مشروطہ عامہ ہو تو نتیجہ ضروریہ ہوگا، جیسے بالضرورۃ کل انسان حیوان بالفعل (صغریٰ) و کل حیوان جسم بالضرورۃ مادام حیواناً (کبریٰ) نتیجہ ہوگا، کل انسان جسم بالضرورۃ۔ اور اگر صغریٰ ضروریہ ہو اور کبریٰ مشروطہ خاصہ تو نتیجہ ضروریہ لا دائمہ ہوگا جیسے بالفعل کل انسان حیوان بالضرورۃ و کل حیوان حساس بالضرورۃ مادام حیواناً لا دائماً، نتیجہ ہوگا کل انسان حساس بالضرورۃ لا دائماً، شارح کہتے ہیں کہ صادق المقدمات کی ترتیب ان دونوں سے نہیں ہوتی جیسا کہ مثال سے واضح ہے، اب یہی بات کہ صادق المقدمات قیاس ان دونوں سے کیوں نہیں مرتب ہوتے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قیاس نتیجہ کا ملزوم ہے اور نتیجہ اس کا لازم ہے اگر صادق المقدمات قیاس مرتب ہوں تو نتیجہ برآمد نہیں ہوگا، اور جب نتیجہ برآمد نہیں ہوگا تو ملزوم کا لازم کے بغیر صادق آنا لازم آئے گا، اور ملزوم کا لازم کے بغیر صادق آنا محال ہے، معلوم ہوا کہ ان دونوں سے صادق المقدمات قیاس کی ترتیب نہیں ہو سکتی۔

اور اگر صغریٰ ضروریہ ہو اور کبریٰ عرفیہ عامہ ہو تو نتیجہ دائمہ ہوگا اور صغریٰ میں جو ضرورۃ مخصوصہ ہے اس کو حذف کر دیا جائے گا جیسے بالضرورۃ کل باطن انسان بالفعل (صغریٰ) و کل انسان حیوان بالدوام مادام انساناً (کبریٰ) نتیجہ ہوگا کل باطن حیوان بالدوام۔

اور اگر صغریٰ ضروریہ اور کبریٰ عرفیہ خاصہ ہو تو نتیجہ دائمہ لا دائمہ ہوگا بحذف ضرورۃ وبضم لا دوام، جیسے بالضرورۃ کل کاتب انسان بالفعل (صغریٰ) و کل انسان باطن بالدوام مادام انساناً لا دائماً (کبریٰ) نتیجہ ہوگا، بالفعل کل کاتب باطن بالدوام لا دائماً، اور جس وقت صغریٰ دائمہ ہو اور کبریٰ عرفیہ عامہ یا مشروطہ عامہ ہو تو نتیجہ دائمہ ہوگا، اور اگر کبریٰ عرفیہ خاصہ یا مشروطہ خاصہ ہو تو نتیجہ دائمہ لا دائمہ ہوگا، اور ان تمام صورتوں سے بھی صادق المقدمات قیاس مرتب نہیں ہوگا۔

لَا يَقَالُ الْمَشْرُوطَةُ إِنْ فَسِرَتْ بِالضَّرُورَةِ مَا دَامَ الْوَصْفُ اَنْتَجَ الصُّرَى الدَّائِمَةُ مِنْهَا ضَرُورِيَّةٌ كَالضَّرُورِيَّةِ لِأَنَّ الْحُكْمَ فِي الْكُبْرَى بِضَرُورَةِ الْأَكْبَرِ لِكُلِّ مَا ثَبَتَ لَهُ الْاَوْسَطُ مَا دَامَ وَصْفُ الْاَوْسَطِ وَمِمَّا يَدُومُ لَهُ وَصْفُ الْاَوْسَطِ هُوَ الْاَصْغَرُ فَيَكُونُ الْأَكْبَرُ ضَرُورِيَّ الثَّبُوتِ لَهُ وَإِنْ فَسِرَتْ بِالضَّرُورَةِ بِشَرْطِ الْوَصْفِ لَمْ يُنْتَجِ الصُّغْرَى الضَّرُورِيَّةُ مَعَهَا ضَرُورِيَّةٌ كَالدَّائِمَةِ لِذَلَالَةِ الْكُبْرَى عَلَى أَنَّ ضَرُورَةَ الْأَكْبَرِ بِشَرْطِ وَصْفِ الْاَوْسَطِ فَالْاَزْمُ لَيْسَ إِلَّا أَنَّ الْأَكْبَرَ ضَرُورِيَّ لِلْاَصْغَرِ بِشَرْطِ وَصْفِ الْاَوْسَطِ لَكِنَّ الْاَوْسَطَ وَاجِبُ الْحَذْفِ عَنِ النَّيْجَةِ فَجَازَ أَنْ لَا يَبْقَى ضَرُورَةُ الْأَكْبَرِ لِأَنَّا نَقُولُ وَصْفُ الْاَوْسَطِ إِذَا كَانَ ضَرُورِيًّا لِذَاتِ الْاَصْغَرِ فَكُلَّمَا تَحَقَّقَ الْاَصْغَرُ تَحَقَّقَ ذَاتُ الْاَصْغَرِ وَ وَصْفُ الْاَوْسَطِ بِالضَّرُورَةِ وَ كُلَّمَا تَحَقَّقَا ثَبَتَ ضَرُورَةُ الْأَكْبَرِ فَكُلَّمَا تَحَقَّقَ الْاَصْغَرُ ثَبَتَ ضَرُورَةُ الْأَكْبَرِ وَهُوَ الْمَطْلُوبُ ثُمَّ إِنَّكَ لَوْ تَأَمَّلْتَ أَذْنَى تَأَمَّلِ امْكِنْتَ أَنْ تَسْتَخْرِجَ نَتَائِجَ الْاِخْتِلَاطَاتِ الْبَاقِيَةِ مِنَ الضَّابِطَةِ الْمَذْكُورَةِ وَإِنْ أَشْكَلَ عَلَيْكَ شَيْءٌ مِنْهَا فَارْجِعْ إِلَى هَذَا الْجَدْوَلِ تَقِفْ عَلَيْهَا مُفَصَّلَةً.

جَدْوَلُ الْقَضَايَا الْمُخْتَلِطَاتِ

الصغريات الكبرى الضرورية الدائمة	المشروطة العامة ضرورية دائمة	العرفية العامة دائمة دائمة	المشروطة الخاصة ضرورية دائمة	العرفية الخاصة دائمة دائمة
المشروطة العامة	مشروطة عامة	عرفية عامة	مشروطة خاصة	عرفية خاصة
العرفية العامة	عرفية عامة	عرفية عامة	عرفية خاصة	عرفية خاصة
المطلقة العامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	وجودية لادائمة	وجودية لادائمة
المشروطة الخاصة	مشروطة عامة	عرفية عامة	مشروطة خاصة	عرفية خاصة
العرفية الخاصة	عرفية عامة	عرفية عامة	عرفية خاصة	عرفية خاصة
الوجودية اللادائمة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	وجودية لادائمة	وجودية لادائمة
الوجودية اللاضرورية	مطلقة عامة	مطلقة عامة	وجودية لادائمة	وجودية لادائمة
الوقتیة	وقتیة مطلقة	مطلقة وقتیة	مطلقة وقتیة لادائمة	مطلقة وقتیة لادائمة
المنتشرة	منتشرة مطلقة	مطلقة منتشرة	منتشرة مطلقة لادائمة	مطلقة منتشرة لادائمة

ترجمہ: یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ اگر مشروطہ کی تفسیر ضرورت مدام الوصف سے کی جائے تو اس صغریٰ دائمہ اس کے ساتھ ضروریہ کی طرح ضروریہ نتیجہ دے گا، اس لئے کہ کبریٰ اکبر کی ضرورت کا ہر اس چیز کے لئے ہوتا ہے جس کے لئے اوسط ثابت ہو، جب تک وصف اوسط دائم رہے اور ان چیزوں میں سے جس کے لئے وصف اوسط دائم ہے اصغر ہے تو اکبر اصغر کے لئے ضروری الثبوت ہوگا اور اگر اس کی تفسیر ضرورت بشرط الوصف سے کی جائے تو صغریٰ اس کے ساتھ دائمہ کی طرح ضروریہ نتیجہ نہیں دے گا، کیوں کہ کبریٰ کی دلالت اس پر ہوتی ہے، کہ اکبر کی ضرورت وصف اوسط کی شرط کے ساتھ ہے، پس (اس سے) صرف یہی لازم آتا ہے کہ اکبر اصغر کے لئے وصف اوسط کی شرط کے ساتھ ضروری ہے، لیکن اوسط نتیجہ سے واجب الحذف ہے، پس اکبر کی ضرورت کا باقی نہ رہنا جائز ہے؟ اس لئے کہ ہم جواب دیں گے کہ وصف اوسط جب ذات اصغر کے لئے ضروری ہوگا تو جب اصغر متحقق ہوگا تو ذات اصغر اور وصف اوسط یقیناً متحقق ہوں گے، اور جب یہ دونوں متحقق ہوں گے تو اکبر کی ضرورت ثابت ہوگی، لہذا جب اصغر متحقق ہوگا تو ضرورت اکبر ثابت ہوگی اور یہی مطلوب ہے، پھر اگر تو ذرا سا غور و تامل کرے تو تیرے لئے ضابطہ مذکورہ سے بقیہ اختلاط کے نتائج کا نکالنا ممکن ہوگا اور اگر کوئی مشکل پیش آئے تو اس نقشہ کی طرف رجوع کر تو بال تفصیل اس پر مطلع ہو جائے گا۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے ایک اشکال بیان کر کے پھر اس کا جواب دیا ہے، ماقبل میں یہ کہا گیا تھا کہ صغریٰ ضروریہ مشروطہ عامہ کے ساتھ ضروریہ نتیجہ دیتا ہے، اس پر معترض کہتا ہے کہ آپ کا یہ کہنا کہ صغریٰ ضروریہ مشروطہ عامہ کے ساتھ ضروریہ نتیجہ

دیتا ہے صحیح نہیں ہے؟ کیوں کہ صغریٰ ضروریہ مشروطہ کے ساتھ ضروریہ نتیجہ نہیں دیتا ہے بلکہ صغریٰ دائمہ بھی مشروطہ عامہ کے ساتھ ضروریہ نتیجہ دیتا ہے نیز صغریٰ ضروریہ مشروطہ عامہ کے دو معنی ہیں۔ ۱- ضرورت مادام الوصف۔ ۲- ضرورت بشرط الوصف، تو مشروطہ کی تفسیر اگر ضرورت مادام الوصف سے کی جائے تو صغریٰ دائمہ بھی مشروطہ کے ساتھ ضروریہ کی طرح ضروریہ نتیجہ دے گا، دلیل یہ ہے کہ کبریٰ میں اس بات کا حکم ہوتا ہے اکبر کا ثبوت ہر اس چیز کے لئے ضروری ہے جس کے لئے حد اوسط ثابت ہو، جب تک کہ وصف اوسط پایا جائے، اور جن چیزوں کے لئے وصف اوسط کے دائمی ہونے کا حکم ہے ان میں سے اصغر بھی ہے لہذا اصغر کے لئے اکبر کا ثبوت ضروری ہوگا لہذا صغریٰ دائمہ بھی مشروطہ عامہ کے ساتھ ضروریہ نتیجہ دے گا، اور اگر مشروطہ عامہ کی تفسیر ضرورت بشرط الوصف سے کی جائے تو اس تفسیر کے مطابق صغریٰ ضروریہ مشروطہ عامہ کے ساتھ ضروریہ نتیجہ نہیں دے گا اس لئے کہ کبریٰ کی دلالت اس پر ہے کہ اکبر کے ثبوت کا ضروری ہونا وصف اوسط کی شرط کے ساتھ ہے اور حد اوسط کا چونکہ نتیجہ سے حذف کرنا ضروری ہے، اس لئے یہ بات جائز ہے کہ ضرورت اکبر باقی نہ رہے اور جب یہ باقی نہیں رہے گی تو ضروریہ مشروطہ کے ساتھ ضروریہ نتیجہ دے گا لہذا آپ کا یہ کہنا کہ ضروریہ مشروطہ عامہ کے ساتھ ضروریہ نتیجہ دیتا ہے صحیح نہیں ہے؟

لانا نقول الخ سے شارح اس اعتراض کا جواب دے رہے ہیں اور شق ثانی کو اختیار کرتے ہوئے اعتراض مذکور کا جواب دے رہے ہیں کہ آپ نے جو یہ کہا کہ ممکن ہے کہ ضرورت اکبر باقی نہ رہے، تو نتیجہ ضروریہ نہیں ہوگا یہ کہنا صحیح نہیں ہے، کیوں کہ ہم اکبر کی ضرورت کے اثبات کو بصورت شکل اول دو متصلوں سے ثابت کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ جب وصف اوسط ذات اصغر کے لئے ضروری ہوگا تو جب اصغر کا تحقق ہوگا تو ذات اصغر اور وصف کا بھی تحقق ہوگا، اور جب یہ دونوں متحقق ہوں گے تو ضرورت اکبر ثابت ہوگی، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جب اصغر متحقق ہوگا تو ضرورت اکبر ثابت ہوگی، اور یہی مطلوب ہے، بعض حضرات نے پہلی شق کو اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ صغریٰ دائمہ مشروطہ کے ساتھ جہاں ضروریہ نتیجہ دیتا ہے، وہیں اس کا نتیجہ دائمہ بھی ہوتا ہے، اس کا نتیجہ ضروریہ ہونا دائمہ نتیجہ ہونے کے منافی نہیں ہے، کیوں کہ ضرورت دوام کو مستلزم ہوتی ہے، مگر صغریٰ کا دائمہ مشروطہ عامہ کے ساتھ دائمہ نتیجہ دینا ضروریہ کے لئے دوام کے لازم ہونے کے واسطے سے ہے، اور یہ واسطہ چونکہ مقدمہ غریبہ نہیں ہے یہاں تک کہ دائمہ نتیجہ دینے میں اس واسطہ کے دخل سے قیاس، قیاس باقی نہ ہے۔ اس لئے اعتراض وارد نہ ہوگا۔

ضروب مغلطات میں سے بعض کے انتاج کی صورت بیان کرنے کے بعد ہم انک اذا تأملت الخ سے شارح فرماتے ہیں کہ اے مخاطب اگر تم ادنیٰ تامل سے کام لو گے تو تجھے بقیہ مغلطات کے نتائج نکالنے میں قدرت حاصل ہو جائے گی، اور اگر کہیں تم کو کوئی بات مشکل نظر آئے اور نتیجہ نکال نہ سکو تو مندرجہ ذیل نقشہ کو دیکھو تو تم ضروب مغلطات کے نتائج پر بالتفصیل مطلع ہو جاؤ گے۔

فَالْأَمَّا الشَّكْلُ الثَّانِي فَشَرْطُهُ بِحَسَبِ الْجَهَةِ أَمْرَانِ أَحَدُهُمَا صِدْقُ الدَّوَامِ عَلَى الصَّغْرَى أَوْ كَوْنُ الْكُبْرَى مِنَ الْقَضَايَا الْمُنْعَكِسَةِ السَّوَالِبِ وَالثَّانِي أَنْ لَا تَسْتَعْمَلَ الْمُمَكِّنَةُ إِلَّا مَعَ الصَّرُورِيَّةِ الْمُطْلَقَةِ أَوْ مَعَ الْكُبْرِيَّيْنِ الْمَشْرُوطَتَيْنِ أَفَقُولُ يُشْتَرَطُ فِي إِتْنَاكِ الشَّكْلِ الثَّانِي بِحَسَبِ الْجَهَةِ أَمْرَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَخَذَ الْأَمْرَيْنِ الْأَوَّلِ صِدْقُ الدَّوَامِ عَلَى الصَّغْرَى أَوْ كَوْنُهَا صَّرُورِيَّةً أَوْ دَائِمَةً أَوْ كَوْنُ الْكُبْرَى مِنَ الْقَضَايَا الْمُنْعَكِسَةِ السَّوَالِبِ وَذَلِكَ لِأَنَّهُ لَوْ انْتَفَى لَكَانَتْ الصَّغْرَى غَيْرَ الصَّرُورِيَّةِ

وَالدَّائِمَةُ وَهِيَ إِحْدَى عَشْرَةَ وَالْكُبْرَى مِنَ الْقَضَايَا السَّبْعِ الْغَيْرِ الْمُنْعَكِسَةِ السُّوَالِبُ وَأَخَصُّ الصُّغَرِيَّاتِ الْمَشْرُوطَةُ الْخَاصَّةُ وَالْوَقْتِيَّةُ لِأَنَّ الْمَشْرُوطَةَ الْخَاصَّةَ أَخَصُّ مِنَ الْمَشْرُوطَةِ الْعَامَّةِ وَالْعُرْفِيَّتَيْنِ وَالْوَقْتِيَّةُ أَخَصُّ مِنَ السَّبْعِ الْكُبْرِيَّاتِ السَّبْعِ الْوَقْتِيَّةِ وَاخْتِلَاطُ الصُّغَرِيَّاتِ أَعْنَى الْمَشْرُوطَةِ الْخَاصَّةِ وَالْوَقْتِيَّةِ مَعَ الْكُبْرَى الْوَقْتِيَّةِ غَيْرُ مُنْتِجٍ لِلِاخْتِلَافِ الْمَوْجِبِ لِعَدَمِ الْإِنْتِاجِ فَإِنَّهُ يَصْدُقُ قَوْلُنَا لَا شَيْءَ مِنَ الْمُنْخَسِفِ بِمُضْيٍ بِالضَّرُورَةِ مَا دَامَ مُنْخَسِفًا أَوْ فِي وَقْتٍ مُعَيَّنٍ لَا دَائِمًا وَكُلُّ قَمَرٍ مُضْيٍ بِالضَّرُورَةِ فِي وَقْتٍ مُعَيَّنٍ لَا دَائِمًا مَعَ امْتِنَاعِ السَّلْبِ بِالْإِمْكَانِ الْعَامِّ لِيَصْدُقَ كُلُّ مُنْخَسِفٍ قَمَرٌ بِالضَّرُورَةِ وَلَوْ بَدَّلْنَا الْكُبْرَى بِقَوْلِنَا كُلُّ شَمْسٍ مُضِيئَةٍ فِي وَقْتٍ مُعَيَّنٍ لَا دَائِمًا امْتِنَاعُ الْإِنْجَابِ وَمَتَى لَمْ يُنْتِجْ هَذَانِ الْإِخْتِلَاطَانِ لَمْ يُنْتِجْ سَائِرُ الْإِخْتِلَاطَاتِ لِاسْتِلْزَامِ عَدَمِ إِنْتِاجِ الْأَخَصِّ عَدَمَ إِنْتِاجِ الْأَعْمِ وَالثَّانِي عَدَمَ اسْتِعْمَالِ الْمُمْكِنَةِ إِلَّا مَعَ الضَّرُورَةِ الْمُطْلَقَةِ أَوْ مَعَ الْكُبْرِيَّاتِ الْمَشْرُوطَتَيْنِ وَمَحْصِلُهُ أَنَّ الْمُمْكِنَةَ إِنْ كَانَتْ صُغْرَى لَمْ تُسْتَعْمَلْ إِلَّا مَعَ الضَّرُورَةِ الْمُطْلَقَةِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا! اور بہر حال شکل ثانی تو اس کی شرط جہت کے اعتبار سے دو امر ہیں ان میں ایک: صغریٰ پر دوام کا صادق ہونا ہے یا کبریٰ کا منعکس السوالب قضایا سے ہونا۔ اور ثانی: یہ ہے کہ ممکنہ مستعمل نہ ہو مگر ضروریہ مطلقہ کے ساتھ یا ایسے دو کبریٰ کے ساتھ کہ دونوں مشروط ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ شکل ثانی کے نتیجہ دینے میں جہت کے اعتبار سے دو چیزیں شرط ہیں، ان دونوں میں سے ہر ایک احدا لایمیں ہے اول صغریٰ پر دوام کا صادق ہونا یعنی اس کا ضروریہ یا دائمہ ہونا یا کبریٰ کا ان چھ قضایا سے ہونا جن کے سوالب منعکس ہوتے ہیں۔ اور یہ اس لئے کہ اگر یہ دونوں چیزیں منافی ہوں، تو صغریٰ ضروریہ اور دائمہ کے علاوہ ہوگا، اور وہ گیارہ ہیں، اور کبریٰ ان سات قضایا سے ہوگا جن کے سوالب منعکس نہیں ہوتے اور صغریات میں سب سے اخص مشروطہ خاصہ اور وقتیہ ہے، اس لئے کہ مشروطہ خاصہ، مشروطہ عامہ اور عرفیتیں سے اخص ہے اور وقتیہ سات سے اخص ہے اور سات کبریات میں اخص وقتیہ ہے اور صغریٰ یعنی مشروطہ خاصہ اور وقتیہ کا اختلاط کبریٰ وقتہ کے ساتھ منتج نہیں ہے اس اختلاف کی وجہ سے جو عدم انتاج کا موجب ہے کیوں کہ ہمارا قول لا شئی من المنخسف بمضی بالضرورة مادام منخسفا فی وقت معین لا دائما، وکل قمر مضی بالضرورة فی وقت معین لا دائما صادق ہے سلب بالامکان العام ممتنع ہونے کے ساتھ، اس لئے کہ کل منخسف قمر بالضرورة صادق ہے اور اگر ہم کبریٰ اپنے قول کل شمس مضیئة فی وقت معین لا دائما سے بدل دیں تو ایجاب ممتنع ہوگا، اور جب یہ دو اختلاط منتج نہیں ہوئے تو بقیہ اختلاط بھی منتج نہیں ہوں گے، کیوں کہ اخص کا منتج نہ ہونا اعم کے منتج نہ ہونے کو مستلزم ہے، دوسری (شرط) ممکنہ کا استعمال نہ ہونا مگر ضروریہ مطلقہ کے ساتھ یا کبریٰ مشروطتین کے ساتھ، اور اس کا حاصل یہ ہے کہ ممکنہ اگر صغریٰ ہو تو مستعمل نہ ہو مگر ضروریہ مطلقہ یا مشروطتین کے ساتھ اور اگر کبریٰ ہو تو مستعمل نہ ہو مگر ضروریہ مطلقہ کے ساتھ۔

تفسیر: اس سے پہلے ماتن شکل اول کے مخططات کی شرائط انتاج اور ضرب مخططہ منجہ بیان کر رہے تھے اب یہاں سے مخططات شکل ثانی کی شرائط انتاج کو بیان کر رہے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ مخططات شکل ثانی کے نتیجہ دینے کے لئے دو شرطیں ہیں، اور ہر ایک شرط

مردود ہے، پہلی شرط صغریٰ پر دوام کا صادق ہونا ہے، یعنی صغریٰ کا ضروریہ یا دائمہ ہونا ضروری ہے، یا کبریٰ کا ان چھ تقضایا میں سے ہونا ضروری ہے، جن کے سوالب منعکس ہوتے ہیں، اور وہ چھ یہ ہیں: ۱- ضروریہ مطلقہ ۲- دائمہ مطلقہ ۳- عرفیہ عامہ ۴- مشروطہ عامہ ۵- مشروطہ خاصہ ۶- مشروطہ عامہ۔ اس شرط کے ضروری ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر یہ شرط منقود ہو تو نتیجہ میں اختلاف لازم آئے گا اور نتیجہ میں اختلاف ہونا اصول منطق کے پیش نظر قیاس کے منج نہ ہونے کی دلیل ہے، حالانکہ قیاس کو نتیجہ لازم ہے۔

لأنه لو انتفيا الخ سے شارح نتیجہ میں اختلاف ہونے کی وجہ قیاس کے منج نہ ہونے کی تشریح کر رہے ہیں، کہ اگر ذکر کردہ دونوں امر نہ پائے جائیں تو ظاہر ہے کہ صغریٰ ضروریہ اور دائمہ کے علاوہ گیارہ قضیوں میں سے کوئی ہوگا، اور ان گیارہ میں سب سے اخص مشروطہ خاصہ اور وقتیہ ہے، اور کبریٰ ان سات تقضایا میں سے ہوگا جن کے سوالب منعکس نہیں ہوتے، اور وہ یہ ہیں، وقتیہ، منتشرہ، وجودیہ لا ضروریہ، وجودیہ لا دائمہ، ممکنہ عامہ، ممکنہ خاصہ، اور مطلقہ عامہ، اور ان ساتوں میں سب سے اخص وقتیہ ہے، اور صغریٰ یعنی مشروطہ خاصہ اور وقتیہ کا اختلاط کبریٰ وقتیہ کے ساتھ پہلی دو ضربوں میں جو اخص الضروب ہیں نتیجہ میں اختلاف کا باعث ہے، اور نتیجہ میں اختلاف ہونا قیاس کے عدم انتاج کی دلیل ہے جب اختلاطات میں اخص اخص الضروب میں منج نہیں ہوتا تو باقی اختلاطات بھی باقی ضربوں میں منج نہ ہوں گے، اس لئے کہ اخص کا منج نہ ہونا اعم کے منج نہ ہونے کو مستلزم ہوتا ہے۔

فانه يصدق قولنا لاشئ من المنخسف الخ اس عبارت سے شارح اختلاف موجب عدم انتاج کی مثال پیش کر رہے ہیں کہ لاشئ من المنخسف بمضی بالضرورة مادام منخسفاً او فی وقت معین لا دائماً (صغریٰ) وکل قمر مضی بالضرورة فی وقت معین لا دائماً (کبریٰ) دونوں صادق ہیں اس کا حق نتیجہ موجب ہوگا یعنی کل منخسف قمر بالضرورة سالبہ نتیجہ نہیں ہو سکتا کیوں کہ سلب بالامکان العام محتمل ہے، اور اگر کبریٰ کو بدل کریں کہا جائے لاشئ من المنخسف بمضی بالضرورة مادام منخسفاً لا دائماً (صغریٰ) وکل شمس مضی بالضرورة فی وقت معین لا دائماً (کبریٰ) یہ دونوں مقدمے صادق ہیں اس کا صادق نتیجہ سالبہ ہوگا یعنی لاشئ من المنخسف بشمس بالضرورة شارح کہتے ہیں کہ دیکھو مختلفات شکل ثانی کی ضرب ثانی میں نتیجہ میں اختلاف لازم آگیا اور اختلاف نتیجہ عدم انتاج کی دلیل ہے اور جب یہ دونوں اختلاط باوجود اخص ہونے کے منج نہیں ہوئے تو ان کے علاوہ بقیہ اختلاط بھی منج نہ ہوں گے، کیوں کہ اخص کا عدم انتاج اعم کے عدم انتاج کو مستلزم ہوتا ہے۔

والثانی عدم استعمال الممكنة الخ سے مختلفات شکل ثانی کے نتیجہ دینے کی دوسری شرط بیان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر ممکنہ صغریٰ ہو تو کبریٰ ضروریہ مطلقہ ہو یا مشروطہ عامہ یا مشروطہ خاصہ ہو، اور اگر ممکنہ کبریٰ ہو تو صغریٰ ضروریہ مطلقہ ہو۔

أَمَّا الْأَوَّلُ فَلِأَنَّهُ قَدْ ظَهَرَ مِنَ الشَّرْطِ الْأَوَّلِ أَنَّ الْمُمْكِنَةَ الصَّغْرَى لَا تَتَّبِعُ مَعَ السَّبْعِ الْغَيْرِ الْمُتَعَكِّسَةِ السُّوَالِبُ لِعَدَمِ صِدْقِ الدَّوَامِ عَلَى الصَّغْرَى وَعَدَمُ كَوْنِ الْكُبْرَى مِنَ السَّبْعَةِ الْمُتَعَكِّسَةِ السُّوَالِبِ فَلَوْ اسْتَعْمَلَ الْمُمْكِنَةَ الصَّغْرَى مَعَ غَيْرِ الضَّرُورِيَّاتِ الثَّلَاثِ لِكَانَ اخْتِلَاطُهَا مَعَ الدَّوَامِ الثَّلَاثِ الَّتِي هِيَ الدَّائِمَةُ الْعُرْفِيَّتَانِ لَكِنْ اخْتِلَاطُهَا مَعَ الدَّائِمَةِ عَقِيمٌ لِجَوَازِ أَنْ يَكُونَ الثَّابِتُ لِشَيْءٍ بِالْإِمْكَانِ مَسْلُوبًا عَنْهُ دَائِمًا كَقَوْلِنَا كُلُّ رُومِيٍّ فَهُوَ أَسْوَدٌ بِالْإِمْكَانِ وَلَا شَيْءٌ مِنَ الرُّومِيِّ بِأَسْوَدٍ دَائِمًا مَعَ إِمْتِنَاعِ تَسْلُبِ الشَّيْءِ عَنْ نَفْسِهِ وَلَوْ بَدَّلْنَا الْكُبْرَى بِقَوْلِنَا لَا شَيْءٌ مِنَ التُّرْكِيِّ بِأَسْوَدٍ دَائِمًا إِمْتِنَاعٌ

الْإِيجَابُ وَيُلْزَمُ مِنْ عَقْمِ هَذَا الْإِخْتِلَافِ عَقْمُ إِخْتِلَافِ الْمُمَكِّنَةِ الصُّغْرَى مَعَ الْعُرْفِيَّتَيْنِ أَمَّا مَعَ الْعُرْفِيَّةِ الْعَامَّةِ فَلِأَنَّ الدَّائِمَةَ أَحْصَى وَعَقْمُ الْأَخْصِ يُوجِبُ عَقْمَ الْأَعْمِ وَأَمَّا مَعَ الْعُرْفِيَّةِ الْخَاصَّةِ فَلِعَدَمِ انْتِاجِ الْعُرْفِيَّةِ الْعَامَّةِ الْمُمَكِّنَةِ وَعَدَمِ انْتِاجِ اللَّادَوَامِ أَيْضًا لِأَنَّ الْأَصْلَ لَمَّا كَانَ مُخَالَفًا لِلْمُمَكِّنَةِ فِي الْكَيْفِ كَانَ اللَّادَوَامُ مُوَافِقًا لَهَا فِي الْكَيْفِ وَالْإِنْتِاجِ فِي هَذَا الشَّكْلِ مِنَ الْمُتَفَقَّتَيْنِ فِي الْكَيْفِ وَمَتَى لَمْ تُنْتِجِ الْعُرْفِيَّةُ الْخَاصَّةُ مَعَ الْمُمَكِّنَةِ بِجُزْئِيَّتِهَا تَكُونُ الْعُرْفِيَّةُ الْخَاصَّةُ مَعَهَا عَقِيمَةً إِذَا الْمَعْنَى بِانْتِاجِ الْقَضِيَّةِ الْمُرَكَّبَةِ مَعَ قَضِيَّةٍ أُخْرَى انْتِاجُ أَحَدِ جُزْئِيَّتِهَا مَعَهَا وَلِعَدَمِ انْتِاجِهَا عَدَمُ انْتِاجِ جُزْئِيَّتِهَا مَعَهَا وَمِنْ هُنَا تَسْمَعُهُمْ يَقُولُونَ الْقِيَاسُ مِنْ بَسِطَتَيْنِ قِيَاسٌ وَاحِدٌ وَمِنْ مُرَكَّبَةٍ وَبَسِطَةٍ قِيَاسَانِ وَمِنْ مُرَكَّبَتَيْنِ أَرْبَعَةُ أَقْسِمَةٍ فَإِنْ كَانَ الْمُنْتِجُ مِنْهَا قِيَاسًا وَاحِدًا كَانَ نَتِيجَةُ الْقِيَاسِ بَسِطَةً وَإِلَّا رُكِبَتْ النَّتَائِجُ وَجُعِلَتْ نَتِيجَةُ الْقِيَاسِ .

ترجمہ: اور بہر حال تو اس لئے کہ شرط اول سے یہ ظاہر ہو چکا کہ ممکنہ صغریٰ سات غیر منعکس السوالب کے ساتھ نتیجہ نہیں دیتا، صغریٰ پر دوام کے صادق نہ ہونے اور کبریٰ کے سات منعکس السوالب سے نہ ہونے کی وجہ سے، پس اگر ممکنہ صغریٰ کو ضروریات تماشہ کے علاوہ کے ساتھ استعمال کیا جائے تو اسکا اختلاط دوام ثلثہ یعنی دائمہ اور عرفیتین کے ساتھ ہوگا، لیکن دائمہ کے ساتھ اس کا اختلاط عقیم (غیر منتج) ہے، کیوں کہ یہ جائز ہے کہ شئی کے لئے جو امر بالا مکان ثابت ہو وہ شئی سے دائمی طور پر منسوب ہو، جیسے ہمارا قول کل رومی فہو اسود بالا مکان ولا شئی من الرومی باسود دائما سلب الشئی عن نفسه کے متنع ہونے کے ساتھ اور اگر ہم کبریٰ کو اپنے قول لا شئی من التری باسود دائما سے بدل دیں تو ایجاب متنع ہوگا اور اس اختلاط کے عقیم ہونے سے ممکنہ صغریٰ کے اختلاط مع العرفیتین کا عقیم ہونا لازم ہے، بہر حال عرفیہ عامہ تو اس لئے کہ دائمہ اخص ہے اور اخص کا عقیم ہونا اعم کے عقیم ہونے کو ثابت کرتا ہے، اور بہر حال عرفیہ خاصہ کے ساتھ تو اس لئے کہ عرفیہ عامہ ممکنہ کے ساتھ منتج نہیں ہے اور لا دوام بھی نتیجہ نہیں دیتا اس لئے کہ اصل جب کیف میں ممکنہ کے مخالف ہے تو لا دوام کیف میں اس کے موافق ہوگا، اور اس شکل میں کیف میں دونوں (مقدموں) کے متفق ہونے سے انتاج نہیں ہوتا، اور جب عرفیہ خاصہ ممکنہ کے ساتھ مع اپنے دونوں جزؤں کے منتج نہیں ہوتا تو عرفیہ خاصہ اس کے ساتھ عقیم ہوگا، اس لئے کہ قضیہ مرکبہ کا دوسرے قضیہ کے ساتھ نتیجہ دینے کا مطلب اس کے جزئین میں سے کسی ایک کا نتیجہ دینا ہے، اس کے ساتھ اور اس کے عدم انتاج سے اس کے ساتھ اس کے جزئین کا منتج نہ ہونا ہے، اور ہیں سے تم مناطقہ کو یہ کہتے ہوئے سنتے ہو دو بسیط سے قیاس قیاس واحد ہے اور مرکبہ بسیط سے دو قیاس ہیں اور مرکبتین سے چار قیاس ہیں پس اگر ان میں سے نتیجہ دینے والا قیاس واحد ہو تو قیاس کا نتیجہ بسیط ہوگا، ورنہ نتائج کو مرکب کیا جائے گا اور قیاس کا نتیجہ قرار دیا جائے گا۔

تشریح: اس عبارت میں شرط دوم کی دو صورتوں میں سے پہلی صورت کی وجہ بیان کر رہے ہیں، مختلطات شکل ثانی کے نتیجہ دینے کی دوسری شرط یہ ہے کہ صغریٰ اگر ممکنہ عامہ یا ممکنہ خاصہ ہو تو کبریٰ ضروریہ مطلقہ یا مشروطہ عامہ یا خاصہ ہو، (یہ پہلی صورت ہے) اور اگر کبریٰ ممکنہ ہو تو صغریٰ ضروریہ مطلقہ ہو، (یہ دوسری صورت ہے) شارح یہاں سے پہلی صورت کے ہونے کی وجہ بیان کر رہے ہیں کہ یہ اس لئے ضروری ہے کہ شرط اول سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ صغریٰ ممکنہ ان سات قضایا کے ساتھ جن کے سوالب منعکس نہیں

ہوتے یعنی دائمتین، مشروطتین اور غریبتین کے علاوہ کے ساتھ منتج نہیں ہوتا، اب اگر صغریٰ ممکنہ کو ضروریات ثلاثہ یعنی ضروریہ مطلقہ، مشروطہ عامہ اور مشروطہ خاصہ کے علاوہ کے ساتھ استعمال کیا جائے تو اس کا اختلاط دوائم ثلاثہ یعنی دائمہ مطلقہ، عرفیہ عامہ اور عرفیہ خاصہ کے ساتھ ہوگا، اور دائمہ کے ساتھ اس کا اختلاط منتج نہیں ہوتا، کیوں کہ یہ اختلاف نتیجہ کو مستلزم ہے، کیوں کہ یہ ممکن ہے شئی کے لئے جو چیز بالا مکان ثابت ہو وہ شئی سے دائمًا مسلوب ہو، جیسے کل رومی فہو اسود ولاشی من الرومی باسود صادق ہے اور حق ایجاب ہے نہ کہ سلب، کیوں کہ سلب الشئی عن نفسه محال ہے، اور اگر کبریٰ کو بدل کر لاشی من الترسکی باسود دائمًا کہا جائے تو حق سلب ہوگا اور ایجاب ممتنع ہے، اور جب صغریٰ ممکنہ کا اختلاط دائمہ کے ساتھ نتیجہ نہیں دیتا، تو عرفیہ اور عرفیہ خاصہ کے ساتھ بھی نتیجہ نہیں دے گا، عرفیہ عامہ کے ساتھ منتج نہ ہونا تو اس لئے ہے کہ دائمہ اخص ہے اور عرفیہ عامہ اعم ہے اور اخص کا منتج نہ ہونا اعم کے منتج نہ ہونے کو ثابت کرتا ہے، اور عرفیہ خاصہ کے ساتھ منتج نہ ہونا تو اس لئے ہے کہ عرفیہ عامہ ممکنہ عامہ کے ساتھ منتج نہیں ہوتا اور عرفیہ خاصہ کا دوسرا قضیہ جس کی طرف لا دوام سے اشارہ ہوتا ہے، وہ بھی ممکنہ عامہ کے ساتھ منتج نہیں ہوتا، دلیل یہ ہے کہ اصل جب کیف یعنی ایجاب و سلب میں ممکنہ کے مخالف ہو تو لا دوام کیف میں اس کے موافق ہوگا تو کیف کے اعتبار سے اس شکل کے دونوں مقدماتین ایک ہو جائیں، اور اس شکل میں اس صورت میں امتناع نہیں ہوتا، اور جب عرفیہ خاصہ کے دونوں جزء ممکنہ عامہ کے ساتھ نتیجہ نہیں دیتے تو عرفیہ خاصہ ممکنہ عامہ کے ساتھ غیر منتج ہوگا، اس لئے قضیہ مرکبہ کے دوسرے قضیہ کے ساتھ منتج ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے دونوں جزؤں میں کوئی ایک دوسرے قضیہ کے ساتھ منتج ہو۔

شارح کہتے ہیں کہ اے مخاطب! آپ یہیں سے یہ بھی سنیں گے کہ دو بیض سے جو قیاس مرکب ہو مناطقہ اس کو قیاس واحد کہتے ہیں اور جو مرکبہ اور بیض سے مرکب ہو اس کو قیاسان، اور جو دو مرکبہ سے مرکب ہو اس کو اقیسہ اربعہ کہتے ہیں، پس اگر نتیجہ دینے والا قیاس واحد ہو تو قیاس کا نتیجہ بیض ہوگا، ورنہ نتائج کو مرکب کر کے اس کو نتیجہ قیاس بنا دیا جائے گا۔

وَأَمَّا الثَّانِي وَهُوَ أَنَّ الْمُمْكِنَةَ إِذَا كَانَتْ كُبْرَى لَا تُسْتَعْمَلُ إِلَّا مَعَ الضَّرُورِيَّةِ الْمُطْلَقَةِ فَلَا تَبَيَّنَ مِنَ الشَّرْطِ الْأَوَّلِ أَنَّ الْمُمْكِنَةَ الْكُبْرَى مَعَ غَيْرِ الضَّرُورِيَّةِ وَالذَّائِمَةِ عَقِيمَةٌ لَعَدَمِ صِدْقِ الدَّوَامِ عَلَى الصَّغْرَى وَغَدَمِ كَوْنِ الْكُبْرَى مِنَ الْقَضَايَا السَّيِّئَةِ فَلَوْ اسْتُعْمِلَتِ الْمُمْكِنَةُ الْكُبْرَى مَعَ غَيْرِ الضَّرُورِيَّةِ لَكَانَ اخْتِلَاطُهَا مَعَ الدَّائِمَةِ وَهُوَ غَيْرُ مُنْتَجِ لِحَوَازِ أَنْ يَكُونَ الْمَسْلُوبُ عَنِ الشَّيْءِ بِالْإِمْكَانِ ثَابِتًا لَهُ دَائِمًا كَقَوْلِنَا كُلُّ رُومِيٍّ أَبْيَضٌ دَائِمًا وَلَا شَيْءٌ مِنَ الرُّومِيِّ بِأَبْيَضٍ بِالْإِمْكَانِ مَعَ امْتِنَاعِ السَّلْبِ وَلَوْ قُلْنَا بَدَلِ الْكُبْرَى لَا شَيْءٌ مِنَ الْهِنْدِيِّ بِأَبْيَضٍ بِالْإِمْكَانِ امْتِنَاعُ الْإِيجَابِ.

ترجمہ: اور بہر حال ثانی اور وہ یہ ہے کہ ممکنہ جب کبریٰ ہو تو وہ ضروریہ مطلقہ ہی کے ساتھ مستعمل ہوگا اور شرط اول سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ ممکنہ کبریٰ ضروریہ اور دائمہ کے ساتھ عقیم ہوگا، صغریٰ پر دوام کے صادق نہ ہونے اور کبریٰ کا ان چھ قضایا سے نہ ہونے کی وجہ سے پس اگر ممکنہ کبریٰ کو ضروریہ کے علاوہ کے ساتھ استعمال کیا جائے تو اس کا اختلاط دائمہ کے ساتھ ہوگا اور وہ نتیجہ نہیں دیتا ہے، کیوں کہ یہ جائز ہے کہ جو امر شئی سے بالا مکان مسلوب ہو وہ اس کے لئے دائمًا ثابت ہو جیسے کل رومی ابیض بالا مکان سلب کے امتناع کے ساتھ اور اگر ہم کبریٰ کو بدل کر لاشی من الہندی بابیض بالا مکان کہیں تو ایجاب ممتنع ہوگا۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے شرط ثانی کی دوسری صورت کے ہونے کی وجہ بیان کی ہے کہ اگر کبریٰ ممکنہ کو ضروریہ کے علاوہ کے ساتھ استعمال کیا جائے تو اب اس کا اختلاط دائمہ کے ساتھ ہوگا، اور کبریٰ ممکنہ کا اختلاط دائمہ کے ساتھ غیر منتج ہے کیوں کہ اس صورت میں نتیجہ میں اختلاف لازم آتا ہے اور اختلاف نتیجہ اصول مناطقہ کے پیش نظر قیاس کے نتیجہ نہ ہونے کی دلیل ہے۔ اختلاف نتیجہ اس لئے لازم آئے گا کہ ممکن ہے کہ کوئی امر شی سے بالا مکان مسلوب ہو، اور دائمہ اس کے لئے ثابت ہو جیسے کل رومی ابیض دائمہ ولاشی من الرومی بابیض بالامکان تو یہاں نتیجہ سلب ممتنع ہوگا، اور اگر کبریٰ کو بدل کر اس طرح کہیں کل رومی بابیض دائمہ ولاشی من الہندی بابیض بالامکان تو یہاں ایجاب ممتنع ہوگا۔

فَالْوَاقِعُ النَّبِيَّةُ دَائِمَةٌ إِنْ صَدَقَ الدَّوَامُ عَلَى أَحَدِي مُقَدِّمَتِيهِ وَإِلَّا فَكَالْصُّغْرَى مَحْدُوفًا عَنْهَا
الْأَدْوَامُ وَالْأَضْرُورَةُ وَالضَّرُورَةُ آيَةُ ضَرُورَةٍ كَانَتْ أَهْوَالُ الْإِخْتِلَاطَاتِ الْمُنتَبِجَةِ فِي هَذَا الشَّكْلِ
بِحَسَبِ مُقْتَضَى الشَّرْطَيْنِ أَرْبَعَةٌ وَثَمَانُونَ لِأَنَّ الشَّرْطَ الْأَوَّلَ اسْقَطَ سَبْعَةً وَسَبْعِينَ إِخْتِلَاطًا وَهِيَ
الْحَاصِلَةُ مِنْ ضَرْبِ إِحْدَى عَشْرَةِ صُغْرَى فِي سَبْعِ كُبْرِيَّاتٍ وَالشَّرْطُ الثَّانِي اسْقَطَ ثَمَانِيَةَ
وَالْمُمَكِّنَتَيْنِ وَالصُّغْرَى مَعَ الْكُبْرَى الدَّائِمَةِ وَالْعُرْفِيَّتَيْنِ وَالْكُبْرَى مَعَ الدَّائِمَةِ وَالضَّابِطَةِ فِي
إِتْسَاجِهَا أَنَّ الدَّوَامَ إِمَّا أَنْ يَصْدُقَ عَلَى إِحْدَى الْمُقَدِّمَتَيْنِ بَأَن تَكُونَ ضَرُورِيَّةً أَوْ دَائِمَةً أَوْ لَا يَصْدُقُ
فَإِنْ صَدَقَ الدَّوَامُ عَلَى إِحْدَى الْمُقَدِّمَتَيْنِ فَالْنَّبِيَّةُ دَائِمَةٌ وَإِلَّا فَالْنَّبِيَّةُ كَالصُّغْرَى بِشَرْطِ حَذْفِ
قَيْدِ الْوُجُودِ أَيْ الدَّوَامِ وَالْأَضْرُورَةُ مِنْهَا وَحَذْفِ الضَّرُورَةِ مِنْهَا سَوَاءً كَانَتْ وَصْفِيَّةً أَوْ وَاقِعِيَّةً
أَمَّا أَنَّ النَّبِيَّةَ كَالْمُقَدِّمَةِ الدَّائِمَةِ أَوْ كَالصُّغْرَى فَبِالْبَرَاهِينِ الْمَذْكُورَةِ فِي الْمُطْلَقَاتِ مِنَ الْخَلْفِ وَ
الْعَكْسِ وَالْإِفْتِرَاضِ مَثَلًا إِذَا صَدَقَ كُلُّ ج بَ بِالْإِطْلَاقِ وَلَا شَيْءَ مِنْ أ بَ بِالضَّرُورَةِ أَوْ دَائِمَةٍ
فَلَا شَيْءَ مِنْ جَ أَدَائِمًا وَإِلَّا فَبَعْضُ جَ أ بِالْإِطْلَاقِ وَنَجْعَلُهُ صُغْرَى لِكُبْرَى الْقِيَاسِ هَكَذَا بَعْضُ جَ أ
بِالْإِطْلَاقِ وَلَا شَيْءَ مِنْ أ بَ بِالضَّرُورَةِ أَوْ دَائِمًا يُنتَبِجُ مِنَ الْأَوَّلِ بَعْضُ جَ لَيْسَ بَ بِالضَّرُورَةِ أَوْ دَائِمًا
وَقَدْ كَانَ كُلُّ جَ بَ بِالْإِطْلَاقِ هَذَا خُلْفٌ أَوْ بَعْدُ الْكُبْرَى إِلَى لَا شَيْءَ مِنْ بَ أَدَائِمًا لِيُنتَبِجَ
النَّبِيَّةُ الْمَطْلُوبَةُ وَمِنْ هُنَا يَظْهَرُ أَنَّ السَّالِبَةَ الضَّرُورِيَّةَ لَوْ انْعَكَسَتْ كَنَفْسِهَا أُنْتَبِجَ الضَّرُورِيَّةُ فِي
هَذَا الشَّكْلِ ضَرُورِيَّةً فَلَمَّا لَمْ يُبَيَّنْ ذَلِكَ اقْتَصَرَ فِي النَّبِيَّةِ عَلَى الدَّوَامِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا! اور نتیجہ دائمہ ہوگا اگر دوام اس کے دونوں مقدموں میں سے کسی ایک پر صادق ہو ورنہ تو صغریٰ کے مثل ہوگا در آنحالیکہ اس سے لا دوام، لا ضرورہ اور ضرورہ کو حذف کر دیا جائے گا خواہ کوئی بھی ضرورت ہو۔ میں کہتا ہوں کہ اختلاطات منتجہ اس شکل میں دونوں شرطوں کے مقتضی کے اعتبار سے چوراسی ہیں، اس لئے کہ شرط اول نے ستر (۷۷) اختلاط کو ساقط کر دیا جو گیارہ صغریات کو سات کبریات کو ضرب دینے سے حاصل ہیں، اور شرط ثانی سے آٹھ (اختلاط) کو ساقط کر دیا، دو صغریٰ ممکنہ کو کبریٰ دائمہ اور عرفیتین کے ساتھ اور کبریٰ کو دائمہ کے ساتھ۔ اور ان کے نتیجہ دینے میں ضابطہ یہ ہے کہ دوام یا تو مقدمتین میں سے کسی ایک پر صادق ہوگا یا اس طور کہ ضروریہ ہو یا دائمہ ہو یا صادق نہ ہوگا پس اگر دوام مقدمتین میں سے کسی ایک پر صادق ہو تو نتیجہ دائمہ ہوگا، ورنہ تو نتیجہ صغریٰ کے مانند ہوگا و جو دو کی دونوں قید

یعنی لا دوام اور لا ضرورۃ اس سے حذف کی شرط کے ساتھ، اور اس سے ضرورۃ کے حذف کی شرط کے ساتھ خواہ ضرورت وصفیہ ہو یا وقتیہ، بہر حال یہ کہ نتیجہ مقدمہ دائمہ کے مثل یا صغریٰ کے مثل ہوگا، تو یہ ان ہی دلائل سے ہے جو مطلقات میں مذکور ہوئیں، یعنی خلف، عکس اور افتراض، مثلاً جب کل ج ب بالا طلاق ولاشی من اب بالضرورۃ یا دائماً صادق ہو، تو لاشی من ج ا دائماً (صادق ہوگا) در نہ تو بعض ج ا بالا طلاق (صادق ہوگا) اور اس کو ہم قیاس کے کبریٰ کا صغریٰ اس طرح بنائیں گے بعض ج ا بالا طلاق ولاشی من اب بالضرورۃ یا دائماً تو یہ (شکل) اول سے بعض ج لیس ب بالضرورۃ یا دائماً نتیجہ دے گا۔

تشریح: اس عبارت میں ماتن نے مختلطات شکل ثانی کی ضروب منجہ اور غیر منجہ کو بیان کیا ہے، شکل اول کی طرح اس شکل کی بھی ایک سو اہتر (۱۶۹) ضربیں نکلتی ہیں، جن میں سے چوراسی ضربیں منجہ ہیں، اور پچاسی ضربیں غیر منجہ ہیں، کیوں کہ چوراسی ضربوں ہی میں انتاج کی دونوں شرطیں پائی جاتی ہیں، اور ستر ضربیں ایسی ہیں جن میں شرط اول نہیں پائی جاتی، لہذا شرط اول نے ستر ضربوں کو ساقط کر دیا، اور آٹھ ضربوں میں شرط ثانی نہیں پائی جاتی، لہذا شرط ثانی کی وجہ سے آٹھ ضربیں ساقط ہو گئیں، اور پہلی شرط کی وجہ سے وہ ستر ضربیں ساقط ہو گئیں جو گیارہ صغریات یعنی مشروطہ عامہ، عرفیہ عامہ، مطلقہ عامہ، ممکنہ عامہ، مشروطہ خاصہ، عرفیہ خاصہ، وجودیہ لا ضروریہ، وجودیہ لا دائمہ، وقتیہ منتشرہ اور ممکنہ کوسات کبریات یعنی مطلقہ عامہ، ممکنہ عامہ، وجودیہ لا ضروریہ، وجودیہ لا دائمہ، وقتیہ منتشرہ اور ممکنہ خاصہ کے ساتھ ضرب دینے سے حاصل ہوتی ہیں، اور دوسری شرط کی وجہ سے جو آٹھ ضربیں ساقط ہو گئیں، وہ یہ ہیں، جو دو ممکنہ صغریٰ کو کبریٰ دائمہ اور عرفیتین کے ساتھ اور کبریٰ ممکنین کو صغریٰ دائمہ کے ساتھ ضرب دینے سے حاصل ہوتی ہیں۔

مختلطات شکل ثانی کی ضروب منجہ کے انتاج کا ضابطہ

شارح کہتے ہیں کہ ان کے انتاج کا ضابطہ یہ ہے کہ اگر مقدمتین میں سے کسی ایک پر دوام ذاتی صادق ہو یعنی صغریٰ یا کبریٰ ضروریہ یا دائمہ ہو تو نتیجہ دائمہ ہوگا اور مقدمتین یعنی صغریٰ و کبریٰ میں سے کسی پر دوام ذاتی صادق نہ ہو بلکہ صغریٰ ان ثوقضایا میں سے ہو جو ضروریہ مطلقہ، دائمہ مطلقہ، ممکنہ عامہ اور ممکنہ خاصہ کے علاوہ ہیں، اور کبریٰ مشروطہ عامہ، عرفیہ عامہ، مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ میں سے ہو، یا صغریٰ ممکنہ عامہ اور ممکنہ خاصہ ہو، اور کبریٰ مشروطہ عامہ اور مشروطہ خاصہ تو نتیجہ صغریٰ کے مثل ہوگا، لیکن ایک شرط کے ساتھ وہ شرط یہ ہے کہ اگر صغریٰ میں لا دوام، لا ضرورۃ، اور ضرورۃ خواہ وقتیہ ہو یا وصفیہ کی قیدیں ہوں تو یہ سب قیدیں نتیجہ سے حذف ہو جائیں گی۔

مختلطات شکل ثانی کی ضروب منجہ کے نتائج کے اثبات کی دلیلیں

اما ان النتيجة كالمقدمة الخ سے شارح فرماتے ہیں کہ اس شکل میں نتیجہ دائمہ ہونا یا صغریٰ کے مثل ہونا انہیں دلائل سے ثابت ہے، جن کو مطلقات میں ذکر کیا گیا ہے، یعنی دلیل خلف، دلیل عکس، دلیل افتراض، دلیل خلف کے جاری کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب کل کل ج ب بالا طلاق (کل انسان ضاحک بالا طلاق) (صغریٰ) ولاشی من اب بالضرورۃ یا دائماً (لاشی من الجماد بضاحک بالضرورۃ او دائماً) (کبریٰ) صادق ہوگا تو اس کا نتیجہ لاشی من ج ا دائماً (لاشی من الانسان بجماد) ضرور صادق ہوگا، اگر یہ صادق نہ ہو تو اس کی نفیض بعض ج ا بالا طلاق (بعض الانسان جماد بالا طلاق)

صادق ہوگی، پھر ہم اس نفیض کو صغریٰ بنائیں گے اور قیاس کے کبریٰ کو کبریٰ بنا کر شکل اول ترتیب دے کریں کہیں گے بعض ج ا بالاطلاق (بعض الانسان جماد بالاطلاق) ولاشی من اب بالضرورة او دائماً (ولاشی من الجماد بضاحک بالضرورة او دائماً) اس کا نتیجہ شکل اول کی ضرب رابع سے بعض ج لیس ب بالضرورة او دائماً (بعض الانسان لیس بضاحک بالضرورة او دائماً) ہوگا، حالانکہ اصل قیاس کا صغریٰ کل ج ب بالاطلاق (کل انسان ضاحک بالاطلاق) تھا، جو مفروض الصدق ہے، لہذا نتیجہ خلاف مفروض ہونے کی وجہ سے باطل ہے، اور اصل قیاس کا نتیجہ صادق ہے۔

وبعکس الکبری الخ سے عکس کبریٰ کے ذریعہ نتیجہ کو ثابت کر رہے ہیں کہ اصل قیاس کے کبریٰ لاشی من اب بالضرورة کا عکس مستوی بنائیں گے اور وہ ہوگا لاشی من ب ا بالضرورة تو نتیجہ ہوگا لاشی من ج ا اور یہ نتیجہ بعینہ نتیجہ مطلوبہ ہے۔
ومن ههنا الخ سے شارح کہتے ہیں کہ یہیں سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ سالبہ ضروریہ کا عکس مستوی اگر سالبہ ضروریہ ہو تو اس شکل میں ضروریہ ضروریہ نتیجہ دے گا، مگر چونکہ یہ بات ثابت نہیں اس لئے ماتن نے دوام ہی پر اکتفا کیا ہے۔

لَا يُقَالُ الْمُقَدَّمَتَانِ إِذَا كَانَتَا ضَرُورِيَّتَيْنِ لَمْ يَكُنْ بُدٌّ مِنْ صِدْقِ النَّتِيجَةِ ضَرُورِيَّةٍ لِأَنَّ الْأَوْسَطَ إِذَا كَانَ ضَرُورِيَّ الثُّبُوتِ لِأَحَدِ الطَّرْفَيْنِ وَضَرُورِيَّ السَّلْبِ عَنِ الْآخَرِ يَكُونُ أَحَدَ الطَّرْفَيْنِ ضَرُورِيَّ السَّلْبِ عَنِ الْآخَرِ فَكَانَ بَيْنَ الطَّرْفَيْنِ مُبَايَنَةً ضَرُورِيَّةً فَيَكُونُ نَتِيجَةُ الطَّرْفَيْنِ ضَرُورِيَّةً لِأَنَّا نَقُولُ الْحُكْمُ فِي الْمُقَدَّمَتَيْنِ لَيْسَ إِلَّا بَأَنَّ الْأَوْسَطَ ضَرُورِيَّ الثُّبُوتِ لِذَاتِ أَحَدِ الطَّرْفَيْنِ وَضَرُورِيَّ السَّلْبِ عَنِ ذَاتِ الْآخَرِ وَاللَّازِمُ مِنْهُ أَنَّ ذَاتَ أَحَدِ الطَّرْفَيْنِ ضَرُورِيَّ السَّلْبِ عَنِ ذَاتِ الْآخَرِ وَهُوَ لَيْسَ بِمَطْلُوبٍ بَلِ الْمَطْلُوبُ أَنَّ وَصْفَ أَحَدِ الطَّرْفَيْنِ ضَرُورِيَّ السَّلْبِ عَنِ ذَاتِ الْآخَرِ وَلَا يَلْزَمُ مِنْ ضَرُورَةِ سَلْبِ الذَّاتِ ضَرُورَةَ سَلْبِ الْوَصْفِ لَصِدْقِ قَوْلِنَا فِي الْمِثَالِ الْمَشْهُورِ لَا شَيْءَ مِنَ الْحِمَارِ بِفَرَسٍ بِالضَّرُورَةِ وَكُلُّ مَرْكُوبٍ زَيْدٍ فَرَسٌ بِالضَّرُورَةِ مَعَ كَذِبِ قَوْلِنَا لَا شَيْءَ مِنَ الْحِمَارِ بِمَرْكُوبٍ زَيْدٍ بِالضَّرُورَةِ لِأَنَّ كُلَّ حِمَارٍ مَرْكُوبٌ زَيْدٌ بِالْإِمْكَانِ.

ترجمہ: اعتراض نہ کیا جائے کہ جب دونوں مقدمے ضروری ہوں تو نتیجہ ضروریہ کے صادق ہونے سے کوئی چارہ ہی نہیں، اس لئے کہ اوسط جب طرفین میں سے ایک کے لئے ضروری الثبوت اور دوسرے سے ضروری السلب ہو تو طرفین میں سے ایک آخر سے ضروری السلب ہوگی، پس طرفین کے درمیان مباینت ضروریہ ہوگی، لہذا طرفین کا نتیجہ ضروریہ ہوگا۔
اس لئے کہ ہم جواب دیں گے کہ حکم دونوں مقدموں میں نہیں ہے، مگر یہ کہ اوسط ضروری ہے طرفین میں سے ایک کی ذات کے لئے اور دوسری کی ذات سے ضروری السلب ہے، اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ احد الطرفین کی ذات، ذات آخر سے ضروری السلب ہے، اور یہ مطلوب نہیں ہے بلکہ مطلوب یہ ہے کہ احد الطرفین کا وصف ضروری السلب ہے ذات آخر سے اور ذات کے سلب کے ضروری ہونے سے وصف کے سلب کا ضروری ہونا لازم نہیں آتا اس لئے کہ ہمارا قول مثال مشہور لا شیء من الحمار بفرس بالضرورة وکل مرکوب زید فرس بالضرورة صادق ہے، ہمارے قول لا شیء من الحمار بمرکوب زید بالضرورة کے کاذب ہونے کے ساتھ اس لئے کہ بالامکان ہر حمار مرکوب زید ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے ایک اعتراض ذکر کر کے پھر اس کا جواب دیا ہے، ماتن و شارح نے شکل ثانی کے نتیجہ کے متعلق یہ بیان کیا کہ اگر مقدمتین سے کوئی ایک ضروریہ یا دائمہ ہو تو نتیجہ دائمہ ہوگا، اس پر معترض کہتا ہے کہ مقدمتین جب ضروریہ ہوں تو نتیجہ ضروریہ ہی ہوگا، اس لئے کہ حد اوسط جب احد الطرفین کے لئے ضروری الثبوت ہوگی اور طرف آخر سے ضروری السلب ہو تو ان کے درمیان مباہنت ضروریہ ہوگی، لہذا ضرورتین کا نتیجہ ضروری ہی ہونا چاہئے، نہ کہ دائمہ؟ جواب کا حاصل یہ ہے کہ مقدمتین کا جو حکم ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ احد الطرفین کی ذات کے لئے حد اوسط ضروری الثبوت ہے اور دوسرے کی ذات سے ضروری السلب ہے، اور اس سے صرف ذات طرفین کے درمیان منافات لازم آتی ہے جو مطلوب نہیں بلکہ مطلوب تو ذات اصغر اور وصف اکبر کے درمیان منافات کا ہونا ہے پس جو مطلوب ہے وہ لازم نہیں آتا اور جو لازم آتا ہے وہ مطلوب نہیں، یہی وجہ ہے کہ مثال مشہور میں لاشی من الحمار بفرس بالضرورة و کل مرکوب زید فرس بالضرورة صادق ہے، حالانکہ لاشی من الحمار بمرکوب زید بالضرورة کاذب ہے کیوں کہ بالامکان العام ہر گدھا زید کا مرکوب ہے۔

وَأَمَّا حَذْفُ قَيْدِ الْوُجُودِ مِنَ الصُّغْرَى فَلِأَنَّهَا إِنْ كَانَتْ مَعَ كُبْرَى بَسِيطَةً كَانَ قَيْدُ وَجُودِهَا مُوَافِقًا لَهَا فِي الْكَيْفِ وَإِنْ كَانَتْ مَعَ مُرَكَّبَةٍ لَمْ تُنْتِجْ مَعَ أَصْلِهَا كَمَا ذَكَرْنَا وَلَا مَعَ قَيْدِ وَجُودِهَا لِأَنَّ قَيْدِ الْوُجُودِ إِمَّا مُطْلَقَتَانِ أَوْ مُمَكِّنَتَانِ أَوْ مُطْلَقَةٌ وَ مُمَكِّنَةٌ وَلَا اِتِّسَاجَ فِي هَذَا الشَّكْلِ مِنْهُمَا وَأَمَّا حَذْفُ الضَّرُورَةِ مِنَ الصُّغْرَى فَلِأَنَّ الْمُقَدَّرَ أَنَّ الدَّوَامَ لَا يَصْدُقُ عَلَى الصُّغْرَى فَلَوْ كَانَ فِيهَا ضَرُورَةٌ لَكَانَتْ إِمَّا الضَّرُورَةُ الْمَشْرُوطَةُ أَوْ الضَّرُورَةُ الْوَقْتِيَّةُ أَوْ الضَّرُورَةُ الْمُتَنَشِّرَةُ وَأَخْصُ الْإِخْتِلَاطَاتِ مِنْ إِحْدَاهَا وَمِنْ مُقَدِّمَةِ أُخْرَى الْإِخْتِلَاطُ مِنْ مَشْرُوطَتَيْنِ أَوْ مِنْ وَقْتِيَّةٍ وَ مَشْرُوطَةٍ وَ الضَّرُورَةُ فِيهِمَا لَمْ تَتَعَدَّ إِلَى النَّبِيْجَةِ إِمَّا فِي الْإِخْتِلَاطِ مِنَ الْمَشْرُوطَتَيْنِ فَلِأَنَّ الْأَوْسَطَ فِيهِمَا ضَرُورَى الثُّبُوتِ لِمَجْمُوعِ ذَاتِ أَحَدِ الطَّرْفَيْنِ وَ وَصْفِهِ وَ ضَرُورَى السَّلْبِ عَنْ مَجْمُوعِ ذَاتِ الطَّرْفِ الْأُخَرِ وَ وَصْفِهِ وَلَا يَلْزَمُ مِنْهُ إِلَّا الْمُنَافَاةُ الضَّرُورِيَّةُ بَيْنَ الْمَجْمُوعَيْنِ وَ الْمَطْلُوبُ ضَرُورَةُ مُنَافَاةٍ وَصَفَ أَحَدِ الطَّرْفَيْنِ لِمَجْمُوعِ ذَاتِ الطَّرْفِ الْأُخَرِ وَ وَصْفِهِ وَ هُوَ غَيْرُ لَازِمٍ وَأَمَّا فِي الْإِخْتِلَاطِ مِنَ الْوَقْتِيَّةِ وَالْمَشْرُوطَةِ فَلِأَنَّ الْأَوْسَطَ إِذَا كَانَ ضَرُورَى الثُّبُوتِ لِلْأَصْغَرِ فِي بَعْضِ أَوْقَاتِ ذَاتِهِ وَ ضَرُورَى السَّلْبِ عَنِ الْأكْبَرِ بِشَرْطِ الْوَصْفِ لَمْ يَلْزَمْ مِنْهُ إِلَّا أَنَّ ذَاتَ الْأكْبَرِ مَعَ وَصْفِهِ ضَرُورَى السَّلْبِ عَنِ الْأَصْغَرِ فِي بَعْضِ الْأَوْقَاتِ وَأَمَّا أَنْ وَصَفَ الْأكْبَرِ ضَرُورَى السَّلْبِ عَنْ ذَاتِ الْأَصْغَرِ فَلَا يَلْزَمُ لِحَوَازِ أَنْ يَكُونَ لَزُومُ ضَرُورَةِ السَّلْبِ نَاشِئًا مِنْ اقْتِرَانِ الذَّاتِ بِالْوَصْفِ نَعَمْ لَوْ ظَهَرَ اِنْعِكَاسُ الْمَشْرُوطَةِ كَنَفْسِهَا تَعَدَّتْ الضَّرُورَةُ مِنَ الصُّغْرَى لَكِنَّهُ لَمْ يَتَبَيَّنْ وَإِنْ حَاوَلْتَ تَفْصِيلَ نَتَائِجِ هَذَا الْقِسْمِ فَعَلَيْكَ بِتَفْحُصِ الْجَدْوَالِ

صغريات كبريات	مشروطة عامة	مشروطة خاصة	عرفية عامة	عرفية خاصة
المشروطة العامة	عرفية عامة	عرفية عامة	عرفية عامة	عرفية عامة
المشروطة الخاصة	عرفية عامة	عرفية عامة	عرفية عامة	عرفية عامة

عرفیۃ العامة	عرفیۃ عامة	عرفیۃ عامة	عرفیۃ عامة	عرفیۃ عامة
العرفیۃ الخاصة	عرفیۃ عامة	عرفیۃ عامة	عرفیۃ عامة	عرفیۃ عامة
المطلقة العامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة
الوجودیۃ اللادائمة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة
الوجودیۃ اللاضروریۃ	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة
الوقتیۃ	وقتیۃ مطلقة	وقتیۃ مطلقة	وقتیۃ مطلقة	وقتیۃ مطلقة
المنتشرة	منتشرة مطلقة	منتشرة مطلقة	منتشرة مطلقة	منتشرة مطلقة
الممكنة العامة	عقیمیۃ	ممکنۃ عامة	ممکنۃ عامة	عقیمیۃ
الممکنۃ الخاصة	عقیمیۃ	ممکنۃ عامة	ممکنۃ عامة	عقیمیۃ

ترجمہ: اور بہر حال صغریٰ سے وجود کی قیود کا حذف ہونا تو اس لئے ہے کہ صغریٰ اگر کبریٰ کے ساتھ بیٹھ ہو تو اس کے وجود کی قید کیف میں اس کے موافق ہوگی اور اگر مرکبہ کے ساتھ ہو تو وہ نہ اصل کا نتیجہ دے گا جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور نہ اس کے وجود کی قید کے ساتھ اس لئے کہ وجود کی دونوں قیدیں یا مطلقہ ہوں گی یا ممکنہ یا مطلقہ اور ممکنہ اور اس شکل میں ان دونوں سے انتاج نہیں ہوتا، اور بہر حال صغریٰ سے ضرورت کا حذف ہونا تو اس لئے ہے کہ فرض نہ کیا گیا ہے کہ دوام صغریٰ پر صادق نہیں، پس اگر اس میں ضرورت ہو تو یا تو ضرورۃ مشروطہ یا ضرورہ وقتیۃ یا ضرورۃ منتشرہ ہوگی اور اخضر الاختلاطات ان میں سے کسی ایک سے اور دوسرے مقدمہ سے وہ اختلاط ہے جو دو مشروطہ یا وقتیۃ اور مشروطہ سے ہو اور ان دونوں میں ضرورت نتیجہ تک نہیں پہنچتی۔ بہر حال دو مشروطہ سے اختلاط میں تو اس لئے کہ اوسط ان دونوں میں احد الطرفین کی ذات اور وصف کے مجموعہ کے لئے ضروری الثبوت ہے، اور طرف آخر کی ذات اور اس کے وصف کے مجموعہ سے ضروری السلب ہے، اور اس سے دونوں مجموعہ کے درمیان منافات ضروریہ لازم آتی ہے، حالانکہ طرف آخر کی ذات اور اس کے وصف کے مجموعہ کے لئے احد الطرفین کے وصف کی منافات کا ضروری ہونا مطلوب ہے، اور یہ لازم نہیں ہے۔ اور بہر حال وقتیۃ اور مشروطہ سے اختلاط تو اس لئے کہ اوسط جب ضروری الثبوت ہو اصر کے لئے اس کی ذات کے بعض اوقات میں اور اکبر سے بشرط الوصف ضروری السلب ہو، تو اس لئے لازم نہیں آتا مگر یہ کہ اکبر کی ذات اپنے وصف کے ساتھ ضروری السلب ہے، اصر سے بعض اوقات میں اور بہر حال یہ کہ اکبر کا وصف اصر کی ذات سے ضروری السلب ہے، تو یہ لازم نہیں آتا کیوں کہ ممکن ہے کہ سلب کی ضرورۃ کا لزوم وصف کے ساتھ ذات کے ملنے سے پیدا ہوا ہو، ہاں اگر مشروطہ کا اپنی ہی طرح منعکس ہونا ظاہر ہو جائے تو ضرورت صغریٰ سے متعدی ہو سکتی ہے، لیکن یہ بات ظاہر نہیں ہوئی اور اگر تو اس قسم کے نتائج کی تفصیل چاہتا ہے تو تجھ پر نقشہ میں غور کرنا لازم ہے۔

تشریح: ماتن نے یہ بیان کیا تھا کہ اگر دوام صغریٰ پر صادق نہ ہو تو نتیجہ صغریٰ کے مثل ہوگا لیکن ایک شرط کے ساتھ اور وہ یہ ہے کہ اگر صغریٰ میں لا دوام یا لا ضرورۃ یا ضرورۃ وصفیہ یا وقتیۃ کی قید ہو تو وہ قیدیں نتیجہ سے حذف ہو جائیں گی۔ شارح یہاں سے ان قیود

کے حذف کی وجہ بیان کر رہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ صغریٰ اگر کبریٰ کے ساتھ بیٹھ ہو تو اس کے وجود کی قید کیف میں اس کے موافق ہوگی اور اگر مرکب کے ساتھ ہو تو وہ نہ اصل کے ساتھ نتیجہ دے گا اور نہ قید وجود کے ساتھ اس لئے کہ اگر صغریٰ و کبریٰ دونوں مقید بالادوام ہوں تو اس وقت وجود کی قید و مطلقہ عامہ ہوں گی، اور اگر دونوں مقید باللا ضرورۃ ہو تو وجود کی قید و ممکنہ عامہ ہوں گی، اگر صغریٰ و کبریٰ میں سے ایک میں لا ضرورۃ کی قید اور دوسرے میں لا دوام کی قید ہو تو اس وقت وجود کی قید میں مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ ہوں گی۔ اور اختلافات شکل ثانی میں ان میں سے کسی کے ذریعہ بھی انتاج نہیں ہوتا۔ لہذا معلوم ہوا کہ لا دوام اور لا ضرورۃ کی قید کا حذف ہونا ضروری ہے، اور صغریٰ سے ضرورۃ کا حذف ہونا اس لئے ضروری ہے کہ یہ بات فرض کی گئی ہے کہ دوام صغریٰ پر صادق نہیں ہے تو اب اگر صغریٰ میں ضرورۃ کی قید ہوگی تو اس کی تین صورتیں ہیں یا تو ضرورۃ مشروطہ ہوگی یا ضرورۃ دقتیہ یا ضرورۃ منتشرہ، اور ان میں کسی ایک صورت سے اور دوسرے مقدمہ سے اختلافات میں سے اخص اختلاف وہ ہے جب کہ صغریٰ و کبریٰ دونوں مشروطہ ہوں یا ایک مشروطہ اور دوسرا دقتیہ ہو، اور ان دونوں صورتوں میں ضرورۃ نتیجہ کی طرف متعدی نہیں ہو سکتی، جب مقدمتین کا اختلاف دو مشروطہ سے ہوگا تو اس وقت نتیجہ کی طرف ضرورۃ کا متعدی نہ ہونا اس لئے ہے کہ حد اوسط ان دونوں میں احدا الطرفین کی ذات اور اس کے وصف کے مجموعہ سے ضروری السلب ہے اور طرف آخر کی ذات اور اس کے وصف کے مجموعہ سے ضروری السلب ہے اور اس سے دو مجموعہ کے درمیان صرف منافاة ضروریہ لازم آتی ہے اور یہ مطلوب نہیں ہے بلکہ احدا الطرفین کے وصف کی منافات طرف آخر کی ذات اور اس کے وصف کے مجموعہ کے لئے ضروری ہونا مطلوب ہے، اور یہ لازم نہیں آتا اس لئے ضرورۃ کی قید کا حذف ہونا ضروری ہے۔ اور جب صغریٰ دقتیہ ہو اور کبریٰ مشروطہ ہو تو اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ اصغر کے لئے اس کے بعض اوقات میں حد اوسط ضروری الثبوت ہے اور اکبر سے بشرط الوصف حد اوسط ضروری السلب ہے اور اس سے صرف یہ لازم آتا ہے کہ اکبر کی ذات مع اپنے وصف کے اصغر سے بعض اوقات میں ضروری السلب ہے لیکن اکبر کے وصف کا ذات اصغر سے ضروری السلب ہونا لازم نہیں آتا کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ سلب کی ضرورت کا لزوم وصف کے ساتھ ذات کے ملنے سے پیدا ہوا ہو، تو اس صورت میں بھی ضرورۃ نتیجہ کی طرف متعدی نہیں ہو سکتی، ہاں اگر یہ بات ظاہر ہو جائے کہ مشروطہ کا عکس مستوی مشروطہ آتا ہے تو ضرورۃ صغریٰ سے نتیجہ کی طرف متعدی ہو سکتی ہے، اور یہ بات چونکہ ظاہر نہیں اس لئے ضرورۃ نتیجہ کی طرف متعدی نہیں ہو سکتی۔ اور جب ضرورت نتیجہ کی طرف متعدی نہیں ہو سکتی تو اصغر سے ضرورۃ کا حذف ہونا ضروری ہے۔

فَالْوَاقِعُ الشَّكْلُ الثَّلَاثُ فَشَرْطُهُ فِعْلِيَّةُ الصُّغْرَى وَ النَّتِيجَةُ كَالْكُبْرَى إِنْ كَانَتْ الْكُبْرَى غَيْرَ الْأَرْبَعِ
وَ إِلَّا فَكَعْكَسِ الصُّغْرَى مَحْدُوفًا عَنْهَا اللَّادَوَامُ إِنْ كَانَتْ الْكُبْرَى إِحْدَى الْعَامَّتَيْنِ وَ مَضْمُومًا إِلَيْهَا
إِنْ كَانَتْ إِحْدَى الْخَاصَّتَيْنِ أَقُولُ شَرْطُ إِنْتِاجِ الشَّكْلِ الثَّلَاثِ بِحَسَبِ الْجَهَةِ أَنْ تَكُونَ الصُّغْرَى
فِعْلِيَّةً لِأَنَّهَا لَوْ كَانَتْ مُمَكِّنَةً لَمْ يَلْزَمْ تَعْدِي الْحُكْمِ مِنَ الْاَوْسَطِ إِلَى الْأَصْغَرِ لِأَنَّ الْحُكْمَ فِي
الْكُبْرَى عَلَى مَا هُوَ اَوْسَطُ بِالْفِعْلِ وَ الْاَوْسَطُ لَيْسَ بِأَصْغَرَ بِالْفِعْلِ بَلْ بِالْإِمْكَانِ فَجَازَ أَنْ لَا يَصْدُقَ
الْأَصْغَرُ بِالْفِعْلِ عَلَى الْاَوْسَطِ فَلَمْ يَنْدَرْجِ الْأَصْغَرُ تَحْتَهُ فَلَا يَلْزَمُ مِنَ الْحُكْمِ بِالْاَكْبَرِ عَلَى الْاَوْسَطِ
الْحُكْمُ بِهِ عَلَى الْأَصْغَرِ كَمَا إِذَا فَرَضْنَا أَنْ زَيْدًا يَرْكَبُ الْفَرَسَ وَلَمْ يَرْكَبِ الْجِمَارَ وَ عَمَرُو يَرْكَبُ
الْجِمَارَ دُونَ الْفَرَسِ يَصْدُقُ قَوْلُنَا كُلُّ مَا هُوَ مَرْكُوبٌ زَيْدٌ مَرْكُوبٌ عَمَرُو بِالْإِمْكَانِ وَ كُلُّ مَرْكُوبٌ

زید فَرَسٌ بِالْفَعْلِ مَعَ كَذِبِ قَوْلِنَا بَعْضُ مَا هُوَ مَرْكُوبٌ عَمَرُو فَرَسٌ بِالْفَعْلِ بَلْ بِالْإِمْكَانِ الْعَامِ لِأَنَّ كُلَّ مَا هُوَ مَرْكُوبٌ عَمَرُو جَمَارٌ بِالضَّرُورَةِ فَلَمَّا لَمْ يَصْدُقْ مَرْكُوبٌ عَمَرُو بِالْفَعْلِ عَلَى مَرْكُوبٍ زَيْدٌ لَمْ يَنْدِرْجِ الْأَصْغَرُ تَحْتَهُ حَتَّى يَتَعَدَّى الْحُكْمُ مِنْهُ إِلَيْهِ وَبِإِغْتِبَارِ هَذَا الشَّرْطِ سَقَطَ مِنَ الْإِخْتِلَاطَاتِ الْمُمَكِّنَةِ الْإِنْعِقَادُ سِتَّةٌ وَعِشْرُونَ إِخْتِلَاطًا وَبَقِيَتْ الْإِخْتِلَاطَاتُ الْمُنتِجَةُ مِائَةً وَثَلَاثَةً وَارْبَعِينَ وَ الْكُبْرَى فِيهَا إِمَّا أَنْ تَكُونَ إِحْدَى الْوُصْفِيَّاتِ الْأَرْبَعِ أَوْ لَا تَكُونَ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ إِحْدَى الْوُصْفِيَّاتِ الْأَرْبَعِ بَلْ إِحْدَى التَّسْعِ الْبَاقِيَةِ كَانَتْ جِهَةٌ النَّيْجَةُ جِهَةُ الْكُبْرَى بَعِيْنَهَا وَإِنْ كَانَتْ إِحْدَى الْأَرْبَعِ فَالنَّيْجَةُ كَعَكْسِ الصُّغْرَى مَحْذُوفًا عَنْهُ اللَّادَوَامُ إِنْ كَانَ الْعَكْسُ مُقَيَّدًا بِهِ وَ مَضْمُومًا إِلَيْهِ لِأَدَوَامِ الْكُبْرَى إِنْ كَانَتْ إِحْدَى الْخَاصَّتَيْنِ أَمَّا أَنْ النَّيْجَةُ كَالْكُبْرَى أَوْ كَعَكْسِ الصُّغْرَى فَبِالطَّرِيقِ الْمَذْكُورَةِ مِنَ الْخُلْفِ وَالْعَكْسِ وَالْإِفْتِرَاضِ عَلَى مَا سَبَقَ بَيَانُهَا وَأَمَّا حَذْفُ اللَّادَوَامِ مِنْ عَكْسِ الصُّغْرَى فَلِأَنَّ عَكْسَ الصُّغْرَى مُوجِبَةٌ فَيَكُونُ لِأَدَوَامِهِ سَالِبَةٌ وَلَا مَدْخَلَ لَهَا فِي صُغْرَى هَذَا الشَّكْلِ وَأَمَّا ضَمُّ لَدَوَامِ الْكُبْرَى إِلَيْهِ فَلِأَنَّهُ يُنْتِجُ مَعَ الصُّغْرَى لِأَدَوَامِ النَّيْجَةِ وَ تَفْصِيلُ نَتَائِجِ إِخْتِلَاطَاتِ الْقِسْمِ الثَّانِي فِي هَذَا الْجَدْوَلِ ..

صغريات كبريات	المشروطة العامة	العرفية العامة	المشروطة الخاصة	العرفية الخاصة
الضرورية	حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية لادائمة	حينية لادائمة
الدائمة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية لادائمة	حينية لادائمة
المشروطة العامة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية لادائمة	حينية لادائمة
العرفية العامة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية لادائمة	حينية لادائمة
المشروطة الخاصة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية لادائمة	حينية لادائمة
العرفية الخاصة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية لادائمة	حينية لادائمة
المطلقة العامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	وجودية لادائمة	وجودية لادائمة
الوجودية اللادائمة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	وجودية لادائمة	وجودية لادائمة
الوجودية اللاضرورية	مطلقة عامة	مطلقة عامة	وجودية لادائمة	وجودية لادائمة
الوقئية	مطلقة عامة	مطلقة عامة	وجودية لادائمة	وجودية لادائمة
المنتشرة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	وجودية لادائمة	وجودية لادائمة

ترجمہ: نا تن نے کہا! اور بہر حال شکل ثالث تو اس کی شرط صغریٰ کا فعلیہ ہونا ہے اور نتیجہ کبریٰ کے مثل ہوگا اگر کبریٰ (وصفیات) اربع کے علاوہ ہو، ورنہ تو عکس صغریٰ کے مثل ہوگا، درانحالیکہ اس سے لادوام محذوف ہوگا اگر کبریٰ عاتین میں سے کوئی ایک ہو اور اس کے ساتھ (لادوام کو) ملایا جائے گا اگر عاتین میں سے کوئی ایک ہو، میں کہتا ہوں کہ شکل ثالث کے

نتیجہ دینے کی شرط جہت کے اعتبار سے یہ ہے کہ صغریٰ فعلیہ ہو، اس لئے کہ اگر وہ ممکنہ ہو تو اوسط سے اصغر کی طرف حکم کی تعدی لازم نہ ہوگی اس لئے کہ کبریٰ میں حکم اس چیز پر ہے جو اوسط بالفعل ہو اور اوسط نہیں ہے اصغر بالفعل بلکہ بالامکان ہے، پس جائز ہے کہ اصغر بالفعل اوسط پر صادق نہ ہو، پس اصغر اس کے تحت داخل نہ ہوگا، پس اکبر پر حکم بالا اوسط سے اصغر پر حکم بالا اوسط لازم نہ ہوگا، جیسا کہ جب ہم فرض کریں کہ زید گھوڑے پر سوار ہوتا ہے، گدھے پر سوار نہیں ہوتا اور عمر و گدھے پر سوار ہوتا ہے گھوڑے پر سوار نہیں ہوتا تو ہمارا قول کل ماہو مرکوب زید مرکوب عمرو بالامکان اور مرکوب زید فرس صادق ہوگا باوجودیکہ ہمارا قول بعض ماہو مرکوب عمرو فرس بالفعل کاذب ہے، (صادق نہیں) بلکہ بالامکان العام (صادق ہے) اس لئے کہ عمر و کا ہر مرکوب بالضرورة حمار ہے، پس جب مرکوب عمرو بالفعل مرکوب زید پر صادق نہ ہو تو اصغر اس کے تحت داخل نہ ہوگا یہاں تک کہ حکم اس سے اس کی طرف متعدی ہو، اور اس شرط کے اعتبار سے ممکنہ الانعقاد اختلافات میں سے چھبیس اختلاف ساقط ہو گئے اور اختلافات منجہ ایک سو تینتالیس باقی رہ گئے اور کبریٰ اس میں یا تو وصفیات اربع میں سے کوئی ایک ہوگا یا نہیں ہوگا، پس اگر وصفیات اربع میں سے کوئی ایک نہ ہو بلکہ باقی نو میں سے کوئی ایک ہو تو نتیجہ کی جہت بعینہ کبریٰ کی جہت ہوگی، اور اگر (وصفیات اربع میں سے کوئی ایک ہو تو نتیجہ عکس صغریٰ کے مثل ہوگا، اس حال میں کہ اس سے لا دوام محذوف ہوگا، اگر عکس اس کے ساتھ مقید ہو اور اس کی طرف کبریٰ کے لا دوام کو ملا دیا جائے گا اگر خالصتین میں سے کوئی ایک ہو، بہر حال یہ کہ نتیجہ کبریٰ کے مثل یا عکس صغریٰ کے مثل ہوگا تو وہ انہیں طرق سے ہے جو مذکور ہو چکے یعنی خلف، عکس اور افتراض جس کا بیان گزر چکا اور بہر حال عکس صغریٰ سے لا دوام کا حذف ہونا تو اس لئے ہے کہ صغریٰ کا عکس موجب ہے تو اس کا لا دوام سالبہ ہوگا، اور اس شکل کے صغریٰ میں سالبہ کا کوئی دخل نہیں، اور بہر حال کبریٰ کے لا دوام کا اس کی طرف ملانا تو اس لئے ہے کہ یہ صغریٰ کے ساتھ لا دوام نتیجہ دیتا ہے، اور قسم ثانی کے اختلافات کے نتائج کی تفصیل اسی نقشہ میں ہے۔

تشریح: اس عبارت میں ماتن مختلطات شکل ثالث کو بیان کر رہے ہیں۔ شارح فرماتے ہیں کہ مختلطات شکل ثالث کے نتیجہ دینے کی شرط جہت کے اعتبار سے صغریٰ کا فعلیہ ہونا ضروری ہے اس لئے کہ اگر صغریٰ فعلیہ نہ ہو تو اس کا علاوہ ہوگا اور ان میں سے اخص الاختلاط صغریٰ کا ممکنہ ہونا اور صغریٰ ممکنہ خاصہ کا اختلاط کبریٰ ضروریہ اور مشروطہ خاصہ کے ساتھ اخص الضروب یعنی ضرب اول اور ضرب ثانی میں نتیجہ میں اختلاف کا موجب ہے، اور نتیجہ میں اختلاف ہونا قیاس کے غیر منتج ہونے کی دلیل ہے، اب رہا یہ سوال کہ صغریٰ ممکنہ ہونے کی صورت میں قیاس منتج کیوں نہیں ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر صغریٰ ممکنہ ہو تو حکم اوسط سے اصغر کی طرف متعدی نہ ہوگا اس لئے کہ کبریٰ میں جو حکم ہوتا ہے خواہ ایجابی ہو یا سلبی وہ اس شئی پر ہوتا ہے جو اوسط بالفعل ہو اور اوسط اصغر بالفعل نہیں ہے بلکہ بالامکان ہے، تو جائز ہے کہ اصغر بالفعل اوسط پر صادق نہ ہو تو اصغر اوسط کے تحت داخل نہ ہو، اور جب اصغر اوسط کے تحت داخل نہ ہوگا تو اوسط پر اکبر کا حکم ہونے سے اصغر پر اکبر کا حکم ہونا لازم نہیں آئے گا، جس کی وجہ سے اوسط بالفعل سے حکم اصغر کی طرف متعدی نہ ہوگا اور نتیجہ برآء نہ ہوگا، مثال کے طور پر فرض کیجئے کہ زید گھوڑے پر سوار ہوتا ہے گدھے پر سوار نہیں ہوتا اور عمر و گدھے پر سوار ہوتا ہے گھوڑے پر سوار نہیں ہوتا، تو اس صورت میں کل ماہو مرکوب زید مرکوب عمرو بالامکان، و کل مرکوب زید فرس بالفعل صادق ہوگا اور اس کا نتیجہ بعض ماہو مرکوب عمرو فرس بالفعل صادق نہ ہوگا، اس لئے

کہ عمر کا مرکوب بالفعل تو حمار ہے، پس جب مرکوب عمر و بالفعل مرکوب زید پر صادق نہ ہو تو اصغر اس کے تحت داخل نہ ہوگا، اور جب اصغر حد اوسط کے تحت داخل نہ ہوگا تو اوسط سے اصغر کی طرف حکم متعدی نہ ہوگا، لہذا نتیجہ برآمد نہ ہوگا۔

وباعتبار هذا الشرط الخ اس عبارت سے شارح یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ جس طرح مختلطات شکل اول و ثانی کی ایک سوانہتر ضربیں نکلتی ہیں اسی طرح شکل ثالث کی بھی ایک سوانہتر ضربیں نکلتی ہیں، لیکن شرط اول یعنی فعلیت صغریٰ کی وجہ سے ان ضربوں میں سے چھبیس ضربیں ساقط ہو گئیں، پس کل مختلطات منتهی شکل ثانی ایک سو تینتالیس باقی رہ گئے جن کے نتیجہ دینے کا ضابطہ یہ ہے کہ اگر کبریٰ مشروطہ عامہ، مشروطہ خاصہ، عرفیہ عامہ اور عرفیہ خاصہ میں سے نہ ہو تو نتیجہ کبریٰ کے مثل ہوگا، اور اگر کبریٰ وصفیات اربع میں سے ہو تو نتیجہ صغریٰ کے عکس کے مثل ہوگا، یعنی جو جہت صغریٰ کے عکس میں ہوگی وہی جہت نتیجہ میں ہوگی، لیکن عکس میں اگر دوام کی قید ہو تو نتیجہ میں حذف ہو جائے گی، اور اگر کبریٰ خاصتین یعنی مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ میں سے ہو تو نتیجہ میں لا دوام کی قید بڑھادی جائے گی۔

أما النتيجة الخ اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ اس شکل میں نتیجہ کبریٰ کے مثل ہونا یا صغریٰ کے عکس کے مثل ہونا انہیں طرق سے ثابت ہے جو مطلقات میں اور بقیہ اشکال میں گزر چکے یعنی دلیل خلف، دلیل عکس اور دلیل افتراض سے۔

أما حذف اللادوام الخ سے شارح نے عکس صغریٰ سے لا دوام کے حذف کی وجہ بیان کی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ عکس صغریٰ جب سالبہ ہے تو لا دوام سے سالبہ کی طرف اشارہ ہوگا، اور سالبہ کا اس شکل کے صغریٰ میں کوئی دخل نہیں، لہذا لا دوام کا حذف کرنا ضروری ہے، اور لا دوام کبریٰ کو عکس صغریٰ میں اس وجہ سے بڑھایا جائے گا کہ کبریٰ صغریٰ کے ساتھ نتیجہ دیتا ہے لا دوام نتیجہ۔

فَالْوَاقِعُ أَنَّ الشَّكْلَ الرَّابِعَ فَشَرَطُ إِنْتَاجِهِ بِحَسَبِ الْجِهَةِ أُمُورٌ خَمْسَةٌ الْأَوَّلُ كَوْنُ الْقِيَاسِ فِيهِ مِنَ الْفِعْلِيَّاتِ الثَّانِي أَنْعِكَاسُ السَّالِبَةِ الْمُسْتَعْمَلَةِ فِيهِ الثَّالِثُ صِدْقُ الدَّوَامِ عَلَى صُغْرَى الضَّرْبِ الثَّالِثِ أَوْ الْعُرْفِيِّ الْعَامِ عَلَى كُبْرَاهُ الرَّابِعُ كَوْنُ الْكُبْرَى فِي السَّادِسِ مِنَ الْمُنْعَكِسَةِ السَّوَالِبِ الْخَامِسُ كَوْنُ الصُّغْرَى فِي الثَّامِنِ مِنْ إِحْدَى الْخَاصَّتَيْنِ وَ الْكُبْرَى مِمَّا يَصْدُقُ عَلَيْهَا الْعُرْفِيُّ الْعَامِ أَقُولُ لِإِنْتَاجِ الشَّكْلِ الرَّابِعِ بِحَسَبِ الْجِهَةِ شَرَايِطُ خَمْسَةٌ الْأَوَّلُ كَوْنُ الْقِيَاسِ فِيهِ مِنَ الْقِيَاسَاتِ حَتَّى لَا تُسْتَعْمَلَ فِيهِ الْمُمَكِّنَةُ أَصْلًا لِأَنَّ الْمُمَكِّنَةَ إِمَّا أَنْ تَكُونَ مُوجِبَةً أَوْ سَالِبَةً وَإِيَّامًا كَانَ لَا يَنْتِجُ أَمَّا الْمُمَكِّنَةُ السَّالِبَةُ فَلَمَّا سَيَّاتِي فِي الشَّرْطِ الثَّانِي مِنْ وَجُوبِ أَنْعِكَاسِ السَّالِبَةِ فِيهِ وَ أَمَّا الْمُمَكِّنَةُ الْمُوجِبَةُ فَلِأَنَّهَا إِمَّا أَنْ تَكُونَ صُغْرَى أَوْ كُبْرَى وَ عَلَى كِلَا التَّقْدِيرَيْنِ يَتَحَقَّقُ الْإِخْتِلَافُ وَ أَمَّا إِذَا كَانَتْ صُغْرَى فَلْيَصْدُقْ قَوْلُنَا فِي الْفَرْضِ الْمَذْكُورِ كُلِّ نَاهِقٍ مَرْكُوبٌ زَيْدٌ بِالْمُكَّانِ وَ كُلِّ حِمَارٍ نَاهِقٍ بِالضَّرُورَةِ مَعَ أَنَّ الْحَقَّ السَّلْبُ وَ صِدْقُ هَذَا الْإِخْتِلَافِ مَعَ حَقِيَّةِ الْإِيجَابِ كَثِيرٌ كَقَوْلِنَا كُلِّ صَاهِلٍ مَرْكُوبٌ زَيْدٌ بِالْمُكَّانِ وَ كُلِّ فَرَسٍ صَاهِلٍ بِالضَّرُورَةِ مَعَ صِدْقِ كُلِّ مَرْكُوبٍ زَيْدٍ فَرَسٌ بِالضَّرُورَةِ وَ أَمَّا إِذَا كَانَتْ كُبْرَى فَكَقَوْلِنَا كُلِّ مَرْكُوبٍ زَيْدٍ فَرَسٌ بِالضَّرُورَةِ وَ كُلِّ حِمَارٍ مَرْكُوبٍ زَيْدٍ بِالْمُكَّانِ الْخَاصِ مَعَ امْتِنَاعِ الْإِيجَابِ وَ لَوْ بَدَّلْنَا الْكُبْرَى بِقَوْلِنَا كُلِّ صَاهِلٍ مَرْكُوبٌ زَيْدٌ بِالْمُكَّانِ كَانَ الْحَقُّ الْإِيجَابُ الشَّرْطُ الثَّانِي أَنْ تَكُونَ السَّالِبَةُ الْمُسْتَعْمَلَةُ فِيهِ مُنْعَكِسَةً لِأَنَّ أَحْصَ السَّوَالِبِ الْغَيْرِ الْمُنْعَكِسَةِ هِيَ السَّالِبَةُ الْوُثْقِيَّةُ وَ هِيَ إِمَّا أَنْ تَكُونَ صُغْرَى أَوْ كُبْرَى وَإِيَّامًا كَانَ لَمْ

يُنْبَجِ أَمَّا إِذَا كَانَتْ صُغْرَى فَلْيَصْدُقْ قَوْلُنَا لِأَشْيَاءَ مِنَ الْقَمَرِ بِمُنْخَسِفٍ بِالتَّوْقِيتِ لَا دَائِمًا وَكُلُّ ذِي مُحَاقٍ فَهُوَ قَمَرٌ بِالضَّرُورَةِ وَالْحَقُّ الْإِيجَابُ وَأَمَّا إِذَا كَانَتْ كُبْرَى فَلْيَصْدُقْ قَوْلُنَا كُلُّ مُنْخَسِفٍ فَهُوَ ذُو مُحَاقٍ بِالضَّرُورَةِ وَلَا شَيْءَ مِنَ الْقَمَرِ بِمُنْخَسِفٍ بِالتَّوْقِيتِ لَا دَائِمًا مَعَ إِمْتِنَاعِ السَّلْبِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا! اور بہر حال شکل رابع تو اس کے نتیجہ دینے کی شرط جہت کے اعتبار سے پانچ چیزیں ہیں، اول: قیاس کا اس میں فعلیات میں سے ہونا۔ دوم: اس مستعمل سالبہ کا منعکس ہونا۔ سوم: ضرب ثالث کے صغریٰ پر دوام کا صادق ہونا، یا اس کے کبریٰ پر عرفی عام کا صادق ہونا۔ چہارم: (ضرب) سادس میں کبریٰ منعکس السوالب میں سے ہونا پنجم: صغریٰ کا (ضرب) ثامن میں خاصیت میں سے کسی ایک سے ہونا اور کبریٰ کا ان قضایا سے ہونا جن پر عرفی عام صادق ہو۔ میں کہتا ہوں کہ شکل رابع کے نتیجہ دینے کے لئے جہت کے اعتبار سے پانچ شرطیں ہیں۔ اول: اس میں قیاس کا فعلیات میں سے ہونا، یہاں تک کہ اس میں ممکنہ بالکل مستعمل نہ ہوگا، اس لئے کہ ممکنہ یا موجب ہوگا یا سالبہ اور جو بھی ہو نتیجہ نہیں دیتا، بہر حال ممکنہ سالبہ تو اس وجہ سے جو شرط ثانی میں آرہی ہے، یعنی سالبہ کے اس میں منعکس ہونے کا ضروری ہونا، اور بہر حال ممکنہ موجب تو اس لئے کہ وہ یا تو صغریٰ ہوگا یا کبریٰ اور دونوں صورت پر اختلاف متحقق ہوگا، اور بہر حال جب کہ صغریٰ ہو تو اس لئے کہ فرض مذکور میں کل ناہق مرکوب زید بالا مکان وکل حمار ناہق بالضرورة صادق ہے باوجودیکہ حق سلب ہے اور اس اختلاف کا صادق ہونا ایجاب کے حق ہونے کے ساتھ بکثرت ہے، جیسے ہمارا قول کل صاھل مرکوب زید بالا مکان وکل فرس صاھل بالضرورة صادق ہے، کل مرکوب زید فرس بالضرورة کے صادق ہونے کے ساتھ۔ اور بہر حال جب کہ کبریٰ ہو تو جیسے ہمارا قول کل مرکوب زید فرس بالضرورة وکل حمار مرکوب زید بالا مکان الخاص، ایجاب کے ممتنع ہونے کے ساتھ، اور اگر ہم کبریٰ کو اپنے قول کل صاھل مرکوب زید بالا مکان سے بدل دیں تو حق ایجاب ہوگا، دوسری شرط یہ ہے کہ اس میں وہ سالبہ مستعمل ہو جو منعکس ہو اس لئے کہ غیر منعکس السوالب میں سے اخص سالبہ وقتیہ ہے اور وہ صغریٰ ہوگا یا کبریٰ اور جو بھی ہو نتیجہ نہ ہوگا، بہر حال جب کہ صغریٰ ہو تو اس لئے کہ ہمارا قول لاشیء من القمر بمنخسف بالتوقيت لا دائماً وکل ذی محاق فهو قمر بالضرورة صادق ہے اور حق ایجاب ہے، اور بہر حال جب کہ کبریٰ ہو تو اس لئے کہ ہمارا قول کل منخسف فهو ذو محاق بالضرورة ولا شئی من القمر بمنخسف بالتوقيت لا دائماً صادق ہے سلب کے ممتنع ہونے کے ساتھ۔

تشریح: اس عبارت میں ماتن مختصات شکل رابع کی شرائط انتاج بیان کر رہے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ جہت کے اعتبار سے اس کے نتیجہ دینے کی پانچ شرطیں ہیں، پہلی شرط یہ ہے کہ شکل رابع میں قیاس یعنی صغریٰ اور کبریٰ فعلیات میں سے ہوں، اس میں ممکنہ بالکل مستعمل نہ ہو اس لئے کہ ممکنہ خواہ موجب ہو یا سالبہ وہ نتیجہ نہیں ہے اگر ممکنہ سالبہ ہو تو اس کے نتیجہ نہ ہونے کی وجہ شرط ثانی کے ذیل میں آرہی ہے، اور اگر ممکنہ موجب ہو خواہ وہ صغریٰ ہو یا کبریٰ تو دونوں صورتوں میں نتیجہ میں اختلاف پایا جاتا ہے، اور نتیجہ میں اختلاف چونکہ قیاس کے نتیجہ نہ ہونے کی دلیل ہے اس لئے ممکنہ ہونے کی صورت میں قیاس نتیجہ نہ ہوگا، صغریٰ ہونے کی صورت میں تو اس لئے نتیجہ نہیں ہوتا کہ وہ ضرور جن میں صغریٰ موجب ہوتا ہے، پانچ ہیں۔ اول، ثانی، رابع، خامس اور سابع صغریٰ کا ممکنہ ہونا

ضرب اول میں جو ضرب ثانی سے اخص ہے اور ضرب رابع میں جو خامس سے اخص ہے، اخص الکبریات (یعنی ضروریہ جو بساط میں سب سے اخص ہے اور مشروطہ خاصہ جو مرکبات میں سب سے اخص ہے) کے ساتھ نتیجہ نہیں دیتا، ضرب اول میں تو غیر منتج اس لئے ہے کہ مثال مشہور میں کل ناہق مرکوب زید بالامکان اور کل حمار ناہق بالضرورة صادق ہے، اور حق سلب ہے اور صاہل مرکوب زید بالامکان و کل فرس صاہل بالضرورة صادق ہے اور حق ایجاب ہے یعنی کل مرکوب زید فرس بالضرورة اور ضرب رابع میں صغریٰ ممکنہ کا غیر منتج ہونا تو اس لئے ہے کہ اگر ہم مثال مذکور میں کبریٰ کو بدل کر ولاشی من الفرس بناہق بالضرورة کہیں تو حق ایجاب ہوگا یعنی کل مرکوب زید فرس بالضرورة اور کبریٰ ہونے کی صورت ممکنہ اس لئے منتج نہیں ہوتا کہ وہ ضرب جن میں کبریٰ موجبہ ہوتا ہے وہ بھی پانچ ہیں، اول، ثانی، ثالث، سادس، ثامن، اور کبریٰ کا ممکنہ ہونا ضرب اول میں جو ضرب ثانی سے اخص ہے، اور ضرب ثالث میں جو سادس اور ثامن سے اخص ہے، اخص الصغریات یعنی ضروریہ اور مشروطہ خاصہ کے ساتھ عقیم یعنی غیر منتج ہے، ضرب اول میں تو اس لئے غیر منتج ہے کہ کل مرکوب زید فرس بالضرورة و کل حمار مرکوب زید بالامکان صادق ہے، اور حق سلب ضروری ہے، اور اگر ہم کبریٰ کو بدل کریں کہیں کل صاہل مرکوب زید بالامکان تو حق ایجاب ہوگا۔

الشرط الثانی الخ اس عبارت سے شارح دوسری شرط کو بیان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ سالبہ مستعملہ کا قابل انعکاس ہونا ہے، یعنی ضرب ثالث رابع اور خامس میں سالبہ کلیہ کا ضروریہ، دائمہ، مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ میں سے ہونا ہے یہ اس لئے ضروری ہے کہ غیر منعکس السوالب میں اخص السوالب و قتیہ ہے، اور وہ صغریٰ ہو یا کبریٰ ضروریہ کے ساتھ جو اخص البساط ہے، نتیجہ نہیں دیتا، بہر حال جب قتیہ صغریٰ ہو تو اس کا نتیجہ دینا اس لئے ہے کہ لا شی من القمر بمنخسف بالتوقیت لادائما، و کل ذی محاق فهو قمر بالضرورة صادق ہے، اور حق ایجاب ہے، اور بہر حال جب کبریٰ ہو تو اس کا نتیجہ دینا تو اس لئے ہے کہ کل منخسف فهو ذو محاق بالضرورة ولا شی من القمر بمنخسف بالتوقیت لادائما صادق ہے، اور حق ایجاب ہے۔

الشرط الثالث أن يصدق الدوام في الضرب الثالث على صغرة بأن تكون ضرورية أو دائمة أو عرفية العام على كبراه بأن تكون من القضايا الست المنعكسة السوالب فإنه لو انتفى الأمران كانت الصغرى إحدى القضايا الغير الضرورية والدائمة وهي إحدى عشرة والكبرى إحدى السبع لكن لما كانت الصغرى في هذا الضرب سالبية وقد تبين أن السالبية المستعملة في هذا الشكل يجب أن تكون منعكسة سقط من تلك الجملة اختلاطاً. صغرى إحدى السبع مع الكبريات السبع فلم يبق إلا اختلاطاً صغرى إحدى الوصفیات الأربع مع كبرى إحدى السبع وأخص الصغريات المشروطة الخاصة والكبريات الوقئية وهي لا تنتج معها فلم تنتج البواقى وذلك لأنه يصدق لا شيء من المنخسف بمضیء بالإضاء القمرية بالضرورة مادام منخسفاً لادائماً وكل قمر منخسف بالتوقیت لادائماً مع امتناع سلب القمر عن المضیء بالإضاء القمرية وأعلم أن البيان في الشرط الثانی والثالث إنما يتم لو بين فيهما امتناع الإيجاب حتى يلزم الاختلاف لكن لا يظفر بضرورة نقص يدل عليه الشرط الرابع كون الكبرى في الضرب السادس من القضايا الست

الْمُنْعَكِسَةِ السُّوَالِبِ لِأَنَّ هَذَا الضَّرْبَ إِنَّمَا يَتَّبِعُ إِنْتَاجَهُ بَعْكَسِ الصَّغْرَى لِيَرْتَدَّ إِلَى الشَّكْلِ الثَّانِي فَلَا بُدَّ فِيهِ مِنْ شَرْطَيْنِ أَحَدُهُمَا أَنْ تَكُونَ الصَّغْرَى سَالِبَةً خَاصَّةً لِنَقْبِلَ الْإِنْعَكَاسَ كَمَا عَرَفْتَ فِيمَا سَبَقَ وَثَانِيهِمَا أَنْ تَكُونَ الْكُبْرَى الْمُؤْجِبَةُ مَعَهَا عَلَى الشَّرَاطِطِ الْمُعْتَبَرَةِ بِحَسَبِ الْجَهَةِ فِي الشَّكْلِ الثَّانِي لِيَحْصُلَ النَّيْجَةُ وَشَرْطُهُ أَنَّهُ إِذَا لَمْ يَصْطَقِ الدَّوَامُ عَلَى صُغْرَاهُ تَكُونُ كُبْرَاهُ مِنَ السَّبَبِ الْمُنْعَكِسَةِ السُّوَالِبِ فَيَجِبُ أَنْ يَكُونَ كُبْرَى الضَّرْبِ السَّادِسِ كَذَلِكَ.

ترجمہ: تیسری شرط یہ ہے کہ ضرب ثالث میں اس کے صغریٰ پر دوام صادق ہو، بایں طور کہ وہ ضروریہ یادائمہ ہو یا عمری عام اس کے کبریٰ پر صادق ہو، بایں طور کہ وہ چھ منعکس السوالب قضایا میں سے ہو، اس لئے کہ اگر دونوں امر متشی ہوں تو صغریٰ ضروریہ اور دائئمہ کے علاوہ گیارہ قضایا میں سے کوئی ایک ہوگا اور کبریٰ سات میں سے کوئی ایک ہوگا لیکن چونکہ اس ضرب میں صغریٰ سالبہ ہے اور یہ بات ظاہر ہو چکی ہے کہ اس شکل میں سالبہ مستعملہ کا منعکس ہونا ضروری ہے اس لئے مجموعہ سے سات میں سے ایک کا اختلاط کبریات سبع کے ساتھ ساقط ہو گیا، پس باقی رہا وصفیات اربع میں سے ایک کے صغریٰ کا اختلاط سات میں سے ایک کبریٰ کے ساتھ اور اخص الصغریات مشروطہ خاصہ ہے اور (اخص) الکبریات وقتیہ ہے اور یہ اس کے ساتھ نتیجہ نہیں دیتا، پس باقی بھی نتیجہ نہیں دیں گے، اور یہ اس لئے کہ لاشئ من المنخسف بمضی بالاضاءة القمریة بالضرورة مادام منخسفاً لا دائماً وکل قمر منخسف بالتوقیت لا دائماً صادق ہے، مضی بالاضاءة القمریة سے سلب قمر کے امتناع کے ساتھ اور جان تو کہ بیان مذکور شرط ثانی اور ثالث میں اس وقت تام ہوگا جب ان میں امتناع ایجاب بیان کیا گیا ہو یہاں تک کہ اختلاف لازم آجائے، لیکن کسی ایسے نقیض کی صورت پر کامیاب نہیں ہوئے جو اس پر دلالت کرے۔ چوتھی شرط کبریٰ کا ضرب سادس میں چھ منعکس السوالب قضایا میں سے ہونا ہے، اس لئے کہ اس ضرب کا انتاج عکس صغریٰ سے ظاہر ہوتا ہے تاکہ وہ شکل ثانی کی طرف لوٹ سکے، پس اس میں دو شرطوں کا ہونا ضروری ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ صغریٰ سالبہ خاصہ ہوتا کہ انعکاس کو قبول کرے جیسا کہ ماسبق میں تو جان چکا ہے، اس میں سے دوسری (شرط) یہ ہے کہ کبریٰ موجبہ اس کے ساتھ شرائط پر ہو جو جہت کے اعتبار سے شکل ثانی میں معتبر ہیں تاکہ نتیجہ حاصل ہو سکے، اور اس کی شرط یہ ہے کہ جب اس کے صغریٰ پر دوام صادق نہ ہو تو اس کا کبریٰ چھ منعکس السوالب قضایا میں سے ہو، پس ضرب سادس کے کبریٰ کا بھی اسی طرح ہونا ضروری ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے مختصات شکل رابع کی شرائط انتاج میں سے تیسری اور چوتھی شرطوں کو بیان کیا ہے، تیسری شرط یہ ہے کہ ضرب ثالث کے صغریٰ ضرب ثالث کے صغریٰ پر دوام ذاتی صادق ہو یعنی وہ ضروریہ یادائمہ ہو اور اس کے کبریٰ پر عمری عام صادق ہو یعنی کبریٰ چھ منعکس السوالب قضایا میں سے ہو اگر یہ دونوں امر نہ پائے جائیں تو صغریٰ لامحالہ ضروریہ اور دائئمہ کے علاوہ گیارہ قضایا میں سے ہوگا اور کبریٰ سات غیر منعکس السوالب میں سے ہوگا، لیکن چونکہ صغریٰ اس ضرب میں سالبہ ہے اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اس شکل میں سالبہ مستعملہ کا منعکس ہونا ضروری ہے اس لئے مجموعہ سے سات کبریات کے ساتھ سات میں سے ایک کے صغریٰ کا اختلاط ساقط ہو گیا اور گیارہ میں سے سات جب ساقط ہو گئے تو اب چار باقی بچے اور وہ چار یہ ہیں: ۱- مشروط نامہ ۲- مشروطہ خاصہ ۳- غریہ عامہ ۴- غریہ خاصہ، لہذا صغریٰ ان چار میں سے کوئی ہوگا اور کبریٰ سات غیر منعکس السوالب میں

سے ہوگا، اب ان اختلاطات میں سب سے اخص صغریٰ مشروطہ خاصہ کا اختلاط کبریٰ وقتیہ کے ساتھ ہے اور یہ غیر منقطع ہے، اس لئے کہ لا شی من المنخسف بمضی بالاضاءة القمریة بالضروریة مادام منخسفاً لا دالماً وکل قمر منخسف بالتوقیت لا دائماً صادق ہے۔ اور مضی بالاضاءة القمریة سے سلب قمر منقطع ہے اور جب سب سے اختلاط غیر منقطع ہو تو باقی اختلاطات بھی غیر منقطع ہوں گے۔ کیوں کہ اخص کا غیر منقطع ہونا اعم کے غیر منقطع ہونے کو مستلزم ہوتا ہے،

واعلم أن البیان الخ اس عبارت سے شارح نے ماتن پر اعتراض کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دوسری اور تیسری شرط میں مذکورہ بیان تام نہیں ہے کیوں کہ یہ اسی وقت تام ہو سکتا ہے جب کہ ایجاب کا منقطع ہونا ثابت ہو جائے یہاں تک موجب غیر منقطع اختلاف حاصل ہو، اور امتناع ایجاب کا ثبوت اصغر سے اکبر کے بالضرورہ مسلوب ہونے پر موقوف ہے، حالانکہ اصغر سے کبریٰ کا سلب محال ہے معلوم ہوا کہ امتناع ایجاب ثابت نہیں ہوا، اور جب امتناع ایجاب ثابت نہ ہو تو بیان مذکورہ تام بھی نہ ہوا۔

الشرط الرابع الخ اس عبارت میں شارح نے چوتھی شرط کو بیان کیا ہے جس کی تشریح ترجمہ سے واضح ہے۔

الشَّرْطُ الْخَامِسُ كَوْنُ صُغْرَى الضَّرْبِ الثَّامِنِ مِنْ إِحْدَى الْخَاصَّتَيْنِ وَكُبْرَاهُ مِمَّا يَصْدُقُ عَلَيْهِ الْعُرْفِيُّ الْعَامُّ لِأَنَّ إِنْتَاجَهُ إِنَّمَا يَظْهَرُ بَعَكْسِ التَّرْتِيبِ لِيَرْجَعَ إِلَى الشَّكْلِ الْأَوَّلِ ثُمَّ عَكْسِ النَّتِيجَةِ فَلَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ مَقْدَمَتَاهُ بِحَيْثُ إِذَا بُدِّلَتْ إِحْدَاهُمَا بِالْأُخْرَى أَنْتَجَتَا سَالِبَةً خَاصَّةً لَتَقْبَلُ الْإِنْعِكَاسَ إِلَى النَّتِيجَةِ الْمَطْلُوبَةِ وَالشَّكْلِ الْأَوَّلِ إِنَّمَا يُنْتِجُ سَالِبَةً خَاصَّةً لَوْ كَانَ كُبْرَاهُ إِحْدَى الْخَاصَّتَيْنِ وَصُغْرَاهُ إِحْدَى الْقَضَايَا السَّيِّئَةِ الَّتِي يَصْدُقُ عَلَيْهَا الْعُرْفِيُّ الْعَامُّ إِذَا كَانَتْ صُغْرَاهُ إِحْدَى الْوَصَفِيَّاتِ الْأَرْبَعِ فَظَاهِرٌ وَأَمَّا إِذَا كَانَتْ إِحْدَى الدَّائِمَتَيْنِ فَلِأَنَّ النَّتِيجَةَ حِينَئِذٍ ضَرُورِيَّةٌ لَا دَائِمَةً أَوْ دَائِمَةً لَا دَائِمَةً وَهُمَا أَخَصُّ مِنَ الْعُرْفِيَّةِ الْخَاصَّةِ فَيَصْدُقُ عَلَى النَّتِيجَةِ السَّالِبَةِ الْجُزْئِيَّةِ الْعُرْفِيَّةِ الْخَاصَّةِ وَهِيَ تَنْعَكِسُ إِلَى النَّتِيجَةِ الْمَطْلُوبَةِ فَيَجِبُ أَنْ يَكُونَ صُغْرَى هَذَا الضَّرْبِ إِحْدَى الْخَاصَّتَيْنِ لِأَنَّهَا كُبْرَى الشَّكْلِ الْأَوَّلِ وَكُبْرَاهُ مِنَ الْقَضَايَا السَّيِّئَةِ لِأَنَّهَا صُغْرَى الشَّكْلِ الْأَوَّلِ وَمِنْ هُنَا يَظْهَرُ أَنَّ الضَّرْبَ السَّابِعَ لَمَّا كَانَ إِنْتَاجُهُ إِنَّمَا يَتَبَيَّنُ بَعَكْسِ الْكُبْرَى لِيَرْجَعَ إِلَى الشَّكْلِ الثَّالِثِ وَجِبَ أَنْ يَكُونَ السَّالِبَةُ الْمُسْتَعْمَلَةُ فِيهِ قَابِلَةً لِلْإِنْعِكَاسِ وَأَنْ تَكُونَ الْمُوجِبَةُ مَعَ عَكْسِهَا عَلَى شَرَائِطِ إِنْتَاجِ الشَّكْلِ الثَّالِثِ فَلَا بُدَّ فِيهِ أَيْضًا مِنْ شَرْطَيْنِ أَحَدُهُمَا أَنْ تَكُونَ السَّالِبَةُ إِحْدَى الْخَاصَّتَيْنِ وَتَانِيَهُمَا أَنْ يَكُونَ الْمُوجِبَةُ فَعَلِيَّةً لِأَنَّ الصُّغْرَى الْمُمْكِنَةَ عَقِيمَةً فِي الشَّكْلِ الثَّالِثِ وَ إِنَّمَا لَمْ يُذَكَّرْ ذَلِكَ فِي الْكِتَابِ لِأَنَّ الشَّرْطَ الْأَوَّلَ قَدْ عَلِمَ فِي فَضْلِ الْقِيَاسِ وَالشَّرْطَ الثَّانِي قَدْ عَلِمَ مِنْ أَوَّلِ الشَّرْطِ وَهُوَ عَدَمُ اسْتِعْمَالِ الْمُمْكِنَةِ فِي هَذَا الشَّكْلِ.

ترجمہ: پانچویں شرط ضرب ثامن کے صغریٰ احدی الخاصتین سے اور اس کے کبریٰ کا ان قضایا سے ہونا ہے جن پر عرفی عام صادق ہو، اس لئے کہ اس کا انتاج عکس ترتیب سے ظاہر ہوتا ہے، تاکہ شکل اول کی طرف لوٹ جائے پھر عکس نتیجہ سے لہذا اس کے مقدمتین کا اس طرح ہونا ضروری ہے کہ جب ان میں سے ایک کو دوسرے سے بدل دیا جائے تو دونوں سالبہ خاصہ نتیجہ دیں، تاکہ یہ نتیجہ مطلوبہ کی طرف انعکاس کو قبول کرے، اور شکل اول اس وقت سالبہ خاصہ نتیجہ دیتی ہے

جب کہ اس کا کبریٰ خاستین میں سے کوئی ایک ہو، اور اس کا صغریٰ ان چھ قضایا میں سے کوئی ایک ہو جن پر عرفی عام صادق ہو، اور بہر حال جب کہ اس کا صغریٰ وصفیات اربع میں سے کوئی ایک ہو تو ظاہر ہے اور بہر حال جب کہ دائمتین میں سے کوئی ایک ہو تو اس لئے کہ اس وقت نتیجہ ضروریہ لا دائمہ یا دائمہ لا دائمہ ہوگا اور یہ دونوں عرفیہ خاصہ سے اخصل ہیں، پس نتیجہ پر سالبہ جزئیہ عرفیہ خاصہ صادق ہوگا اور وہ نتیجہ مطلوبہ کی طرف منعکس ہوگا، پس اس ضرب کے صغریٰ کا خاستین میں سے کوئی ایک ہونا ضروری ہے، اس لئے کہ وہ شکل اول کا کبریٰ ہے، اور اس کے کبریٰ چھ قضایا سے ہونا ضروری ہے، کیوں کہ وہ شکل اول کا صغریٰ ہے اور یہیں سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ ضرب سابع کا انتاج چونکہ عکس کبریٰ سے ظاہر ہوتا ہے، تا کہ وہ شکل ثالث کی طرف لوٹ جائے، اس لئے اس میں سالبہ مستعملہ کا قابل انعکاس ہونا اور موجبہ کا اس کے عکس کے ساتھ شکل ثالث کے انتاج کی شرائط پر ہونا ضروری ہے، پس اس میں بھی دو شرطوں کا ہونا ضروری ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ سالبہ خاستین میں سے کوئی ایک ہو اور ان میں سے دوسری (شرط) یہ ہے کہ موجبہ فعلیہ ہو اس لئے کہ صغریٰ ممکنہ شکل ثالث میں غیر منتج ہے، اور اس کو کتاب میں ذکر نہیں کیا، اس لئے کہ شرط اول قیاس کی فصل میں معلوم ہو چکی ہے اور دوسری شرط شرط اول سے معلوم ہو گئی اور وہ ممکنہ کا استعمال نہ ہونا ہے اس شکل میں۔

تشریح: اس عبارت میں شارح مختلفات شکل رابع کی پانچویں شرط بیان کر رہے ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ شکل رابع کی ضرب ثامن میں صغریٰ مشروط خاصہ یا عرفیہ خاصہ ہو اور کبریٰ چھ منعکس السوالب قضایا میں سے ہو اس لئے کہ اس کا انتاج شکل رابع کو الٹ کر شکل اول بنانے سے پھر عکس نتیجہ سے ظاہر ہوتا ہے، جب ایسی بات ہے تو ضرب ثامن کے صغریٰ کا کبریٰ کا ایسا ہونا ضروری ہے کہ جب ان میں سے ایک کو دوسرے سے بدل دیا جائے تو وہ دونوں سالبہ خاصہ نتیجہ دے، تا کہ اس نتیجہ کا عکس مستوی بنا کر نتیجہ مطلوبہ کو معلوم کیا جاسکے، اور شکل اول اسی وقت سالبہ خاصہ نتیجہ دے سکتی ہے جب کہ اس کا کبریٰ مشروط خاصہ یا عرفیہ خاصہ ہو، اور صغریٰ چھ منعکس السوالب قضایا میں سے ہو، اسی لئے شکل رابع کی ضرب ثامن کے صغریٰ کا احدی الخاستین سے اور کبریٰ کا چھ منعکس السوالب قضایا سے ہونا ضروری ہے۔

فَقَالَ وَالنَّتِیْجَةُ فِی الضَّرْبِیْنِ الْأَوَّلَیْنِ بَعْدَ عَكْسِ الصَّغْرِیْ اِنْ صَدَقَ الدَّوَامُ عَلَیْهَا اَوْ كَانَ الْقِیَاسُ مِنَ السَّبَبِ الْمُنْعَكِسَةِ السُّوَالِبِ وَالْاَفْطَلَقَةُ عَامَّةً وَفِی الضَّرْبِ الثَّالِثِ دَائِمَةً اِنْ صَدَقَ الدَّوَامُ عَلَیْ اَحَدِیْ مُقَدِّمَتَیْهِ وَالْاَفْعَكْسُ الصَّغْرِیْ وَفِی الضَّرْبِ الرَّابِعِ وَالْخَامِسَةِ دَائِمَةً اِنْ صَدَقَ الدَّوَامُ عَلَی الْكُبْرِیْ وَالْاَفْعَكْسُ الصَّغْرِیْ مَحْذُوفًا عَنْهَا الدَّوَامُ وَفِی السَّادِسِ كَمَا فِی الشَّكْلِ الثَّانِیِ بَعْدَ عَكْسِ الصَّغْرِیْ وَفِی السَّابِعِ كَمَا فِی الشَّكْلِ الثَّالِثِ بَعْدَ عَكْسِ الْكُبْرِیْ وَفِی الثَّامِنِ كَعَكْسِ النَّتِیْجَةِ بَعْدَ عَكْسِ التَّرْبِیْبِ اَقُوْلُ الْمُنْتَجُ مِنَ الْاِخْتِلَاطَاتِ بِحَسَبِ الشَّرَاطِطِ الْمَذْكُورَةِ فِی كُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الضَّرْبِیْنِ الْأَوَّلَیْنِ مِائَةٌ وَوَاحِدٌ وَعِشْرُونَ وَهِيَ الْحَاصِلَةُ مِنْ ضَرْبِ الْمُوجَّهَاتِ الْفِعْلِیَّةِ الْاِخْدِیْ عَشْرَةَ فِی نَفْسِهَا وَفِی الضَّرْبِ الثَّالِثِ سِتَّةٌ وَارْبَعُونَ وَهِيَ الْحَاصِلَةُ مِنَ الصَّغْرِیْنِ الدَّائِمَتَیْنِ مَعَ الْفِعْلِیَّاتِ الْاِخْدِیْ عَشْرَةَ وَ مِنَ الصَّغْرِیَّاتِ الْمَشْرُوطَتَیْنِ وَ الْعُرْفِیَّتَیْنِ مَعَ السَّبَبِ الْمُنْعَكِسَةِ السُّوَالِبِ وَ فِی الرَّابِعِ وَالْخَامِسِ سِتَّةٌ وَبِتُونَ وَ هِيَ الَّتِی تَحْصُلُ مِنَ الصَّغْرِیَّاتِ الْفِعْلِیَّةِ

الإحدى عشرة مع الست المنعكسة السؤال وفي السادس والثامن اثنا عشر تحصل من الصغريين الخاصتين مع الست المنعكسة السؤال وفي السابع اثنان وعشرون تحصل من الكبريين الخاصتين مع الفعليات الإحدى عشرة.

ترجمہ: ماتن نے کہا! اور نتیجہ پہلی دوضربوں میں عکس صغریٰ سے ہوگا اگر دوام اس پر صادق ہو، یا قیاس چھ منعکس السوالب سے ہو، ورنہ مطلقہ عامہ ہوگا، اور تیسری ضرب میں دائمہ ہوگا اگر دوام اس کے دونوں مقدموں میں سے کسی ایک پر صادق ہو ورنہ تو عکس صغریٰ ہوگا، اور چوتھی وپانچویں ضرب میں دائمہ ہوگا اگر دوام کبریٰ پر صادق ہو ورنہ تو عکس صغریٰ ہوگا، اس حال میں کہ اس سے لا دوام محذوف ہوگا، اور (ضرب) سادس میں وہ ہوگا جو شکل ثانی میں ہے عکس صغریٰ کے بعد ہے، اور (ضرب) سابع میں وہ ہوگا جو شکل ثالث میں ہے عکس کبریٰ کے بعد اور (ضرب) ثامن میں عکس نتیجہ کی طرح ہے عکس ترتیب کے بعد۔ میں کہتا ہوں کہ اختلاطات میں سے نتیجہ دینے والے شرائط مذکورہ کے اعتبار سے پہلی دوضربوں میں سے ہر ایک میں ایک سواکیس ہیں جو گیارہ موجہات فعلیہ کو انہیں میں ضرب دینے سے حاصل ہیں، اور ضرب ثالث میں چھیالیس ہیں جو دو صغریٰ دائمہ کو گیارہ فعلیات کے ساتھ اور صغریات مشروطتین اور عرفیتین چھ منعکس السوالب قضایا کے ساتھ ضرب دینے سے حاصل ہیں، چوتھی اور پانچویں ضرب میں چھیاسٹھ ہیں جو گیارہ صغریات فعلیہ کو چھ منعکس السوالب کے ساتھ ضرب دینے سے حاصل ہیں، اور چھٹی اور آٹھویں (ضرب) میں بارہ ہیں جو دو صغریٰ خاصہ کو چھ منعکس السوالب کے ساتھ (ضرب دینے) سے حاصل ہوتے ہیں، اور ساتویں (ضرب) بائیس ہیں جو دو کبریٰ خاصہ کو گیارہ فعلیات کے ساتھ (ضرب دینے) سے حاصل ہوتے ہیں۔

توضیح: اس عبارت میں ماتن نے شکل رابع کی ضروب ثمانیہ میں سے ہر ایک کی ضروب منتهیہ اور ضابطہ نتائج کو بیان کیا ہے، چنانچہ راجح فرماتے ہیں کہ غلطیات شکل رابع کی شرائط انتاج کے لحاظ سے ضروب ثمانیہ میں سے پہلی دوضربوں میں سے ہر ایک میں سب منتهیہ ایک سواکیس ہیں، جو گیارہ موجہات فعلیہ کو گیارہ موجہات فعلیہ میں ضرب دینے سے حاصل ہوتی ہیں، اور ضرب ثالث چھیالیس ضربیں ہیں جو دو صغریٰ دائمہ کو گیارہ فعلیات کے ساتھ اور چار صغریٰ یعنی مشروطہ عامہ، مشروطہ خاصہ، عرفیہ عامہ اور عرفیہ خاصہ کو چھ منعکس السوالب قضایا کے ساتھ ضرب دینے سے حاصل ہوتی ہیں، اور ضرب رابع وخامس میں چھیاسٹھ ضربیں ہیں جو گیارہ صغریٰ فعلیہ کو چھ منعکس السوالب قضایا کے ساتھ ضرب دینے سے حاصل ہوتی ہیں، اور ضرب سادس اور ثامن میں بارہ ضربیں ہیں، جو دو صغریٰ خاصہ یعنی صغریٰ مشروطہ خاصہ اور صغریٰ عرفیہ خاصہ کو چھ منعکس السوالب قضایا کے ساتھ ضرب دینے سے حاصل ہوتی ہیں، اور نائیس ضرب میں ضروب منتهیہ بائیس ہیں جو دو کبریٰ خاصہ گیارہ فعلیات کے ساتھ ضرب دینے سے حاصل ہوتی ہیں۔

وَالنَّيْجَةُ فِي الصَّغْرَيْنِ الْأَوَّلَيْنِ عَكْسُ الصَّغْرَى إِنْ كَانَتْ ضَرُورِيَّةً أَوْ دَائِمَةً أَوْ كَانَ الْقِيَاسُ مِنَ السِّتِ الْمُنْعَكِسَةِ السَّوَالِبِ وَالْأَمْطَلَقَةُ عَامَّةً وَفِي الضَّرْبِ الثَّالِثِ دَائِمَةً إِنْ كَانَتْ إِحْدَى الْمَقْدَمَتَيْنِ ضَرُورِيَّةً أَوْ دَائِمَةً وَالْأَفْعَكْسُ الصَّغْرَى وَفِي الرَّابِعِ وَالْخَامِسِ دَائِمَةً إِنْ كَانَتْ فِي ضَرُورِيَّةٍ أَوْ دَائِمَةٍ وَالْأَفْعَكْسُ الصَّغْرَى مَحْذُوفًا عَنْهُ اللَّادَوَامُ وَبَيَانُ الْكُلِّ بِالْبَرَاهِينِ

الْمَذْكُورَةِ فِي الْمُطْلَقَاتِ وَفِي السَّادِسِ كَمَا فِي الشَّكْلِ الثَّانِي بَعْدَ عَكْسِ الصَّغْرَى وَفِي السَّابِعِ كَمَا فِي الشَّكْلِ الثَّلَاثِ بَعْدَ عَكْسِ الْكُبْرَى وَفِي الثَّامِنِ كَمَا فِي الشَّكْلِ الْأَوَّلِ بَعْدَ عَكْسِ النَّتِيجَةِ بَعْدَ عَكْسِ التَّرْتِيبِ وَبِالْجُمْلَةِ لَمَّا كَانَتْ هَذِهِ الضَّرُوبُ الثَّلَاثَةُ الْأَخِيرَةُ تَرْتَدُّ إِلَى الْأَشْكَالِ الثَّلَاثَةِ الْمَذْكُورَةِ لَمَّا ذَكَرْنَا مِنَ الطَّرِيقِ كَانَتْ نَتَائِجُهَا نَتَائِجُ تِلْكَ الْأَشْكَالِ بَعَيْنِهَا فِي السَّادِسِ وَالسَّابِعِ وَبَعَكْسِهَا فِي الثَّامِنِ وَعَلَيْكَ بِمُطَالَعَةِ هَذَا الْجَدْوَلِ.

ترجمہ: اور نتیجہ پہلی دو ضربوں میں عکس صغریٰ ہوگا اگر وہ ضروریہ یا دائمہ ہو یا قیاس چھ منعکس السوالب قضایا میں سے ہو، ورنہ تو مطلقہ عامہ ہوگا، اور ضرب ثالث میں دائمہ ہوگا اگر مقدمتین میں سے ایک ضروریہ یا دائمہ ہو ورنہ تو عکس صغریٰ ہوگا، اور چوتھی اور پانچویں (ضرب) میں دائمہ ہوگا اگر کبریٰ ضروریہ یا دائمہ ہو ورنہ تو عکس صغریٰ ہوگا اس حال میں کہ اس میں لا دوام (کی قید) محذوف ہوگی، اور ان سب کا بیان انہیں دلیلوں سے ہے جو مطلقات میں مذکور ہو چکیں، اور (ضرب) سادس میں وہ ہوگا جو شکل ثانی میں عکس صغریٰ کے بعد (ہوتا ہے) اور (ضرب) سابع میں اس طرح ہوگا جس طرح شکل ثالث میں عکس کبریٰ کے بعد (ہوتا ہے) اور (ضرب) ثامن میں اس طرح ہوگا جس طرح شکل اول میں عکس ترتیب کے بعد عکس نتیجہ ہوتا ہے، خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ آخری تین ضربیں چونکہ مذکورہ تین شکلوں کی طرف لوٹتی ہیں ان دلائل کی وجہ سے جو ہم نے ذکر کیں، اس لئے ان کے نتائج بعینہ ان اشکال کے نتائج ہوں گے۔ چھٹی اور ساتویں ضرب میں اور ضرب ثامن میں عکس نتیجہ سے ہوگا اور تجھ پر اس جدول کا مطالعہ لازم ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے مختصات شکل رابع کی ضرب ثمانیہ کا ضابطہ نتائج بیان کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ شکل رابع کی پہلی دو ضربوں میں اگر صغریٰ ضروریہ یا دائمہ ہو یا صغریٰ و کبریٰ میں سے کوئی چھ منعکس السوالب قضایا میں سے ہو تو نتیجہ عکس صغریٰ ہوگا، اور اگر صغریٰ ضروریہ یا دائمہ نہ ہو یا صغریٰ و کبریٰ میں سے کوئی چھ منعکس السوالب قضایا میں سے نہ ہو تو پھر نتیجہ مطلقہ عامہ ہوگا اور اگر صغریٰ و کبریٰ میں سے کوئی ضروریہ یا دائمہ ہو تو ضرب ثالث میں نتیجہ دائمہ ہوگا ورنہ تو عکس صغریٰ ہوگا، چوتھی اور پانچویں ضرب میں اگر کبریٰ ضروریہ یا دائمہ ہو تو نتیجہ دائمہ ہوگا ورنہ تو عکس صغریٰ ہوگا لیکن اس شرط کے ساتھ کہ صغریٰ میں اگر لا دوام کی قید ہوگی تو وہ نتیجہ سے حذف ہو جائے گی، اور شکل رابع کی ان ضرب کے نتائج کی دلیلیں وہی ہیں جو مطلقات میں ذکر کی گئی ہیں، یعنی ضرب اول کا نتیجہ عکس ترتیب پھر عکس نتیجہ سے ثابت ہے اور ضرب ثانی کا نتیجہ بھی عکس ترتیب سے ثابت ہے، اور ضرب ثالث میں بھی اثبات نتیجہ کا یہی طریقہ ہے، اور ضرب رابع میں اثبات نتیجہ کا طریقہ یہ ہے کہ صغریٰ و کبریٰ کا عکس کر کے شکل اول ترتیب دے کر نتیجہ نکال جائے جو نتیجہ برآمد ہوگا وہ بعینہ مطلوب ہوگا، ضرب سادس میں عکس صغریٰ سے نتیجہ نکالا جائے گا، یعنی صغریٰ کا عکس بنا کر شکل ثانی ترتیب دی جائے گی اور پھر نتیجہ نکالا جائے گا، اور یہ نتیجہ بعینہ مطلوب ہوگا اور ضرب سابع میں کبریٰ کا عکس بنا کر شکل ثالث ترتیب دی جائے گی، اس کا نتیجہ بعینہ مطلوب ہوگا اور ضرب ثامن میں مقدمتین کی ترتیب پلٹ کر شکل اول بنائی جائے پھر جو نتیجہ برآمد ہو اس کا عکس مستوی بنایا جائے اور یہ عکس مستوی بعینہ نتیجہ مطلوب ہوگا۔

جدول نتائج الضربين الاولين

الاول من موجبتين كليتين والثاني من موجبتين و الكبرى جزئية

مشروطة عامة	دائمة	ضرورية	صغريات وكبريات
حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	ضرورية
حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	دائمة
حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	مشروطة عامة
حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	عرفية عامة
حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	مشروطة خاصة
حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	عرفية خاصة
حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	مطلقة عامة
مطلقة عامة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	وجودية لا ضرورية
مطلقة عامة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	وجودية لا دائمة
مطلقة عامة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	وقتية
مطلقة عامة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	منتشرة

بقية جدول نتائج الضربين الاولين

منتشرة	وقتية	وجودية لا ضرورية	وجودية لا دائمة
مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة
مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة
مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة
مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة
مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة
مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة
مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة
مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة
مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة

مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة
مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة
مطلقة عامة	عرفية خاصة	مشروطة خاصة	عرفية خاصة	مطلقة عامة
مطلقة عامة	حينية مطلقة	حينية مطلقة لا دائمة	حينية مطلقة لا دائمة	مطلقة عامة
مطلقة عامة	حينية مطلقة	حينية مطلقة لا دائمة	حينية مطلقة لا دائمة	مطلقة عامة
مطلقة عامة	حينية مطلقة	حينية مطلقة لا دائمة	حينية مطلقة لا دائمة	مطلقة عامة
مطلقة عامة	حينية مطلقة	حينية مطلقة لا دائمة	حينية مطلقة لا دائمة	مطلقة عامة
مطلقة عامة	حينية مطلقة	حينية مطلقة لا دائمة	حينية مطلقة لا دائمة	مطلقة عامة
مطلقة عامة	حينية مطلقة	حينية مطلقة لا دائمة	حينية مطلقة لا دائمة	مطلقة عامة
مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة
مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة
مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة
مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة
مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة
مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة

جدول نتائج الضرب الثالث

وهو من كليتين والصغرى سالبة

كبريات صغريات	ضرورية	دائمة	مشروطة عامه	عرفية عامة	مشروطة خاصة	عرفية خاصة
ضرورية دائمة	دائمة	دائمة	دائمة	دائمة	دائمة	دائمة
دائمة	دائمة	دائمة	دائمة	دائمة	دائمة	دائمة
مشروطة عامة	دائمة	دائمة	عرفية عامة	عرفية عامة	عرفية لا دائمة	عرفية لا دائمة
عرفية عامة	دائمة	دائمة	عرفية عامة	عرفية عامة	عرفية لا دائمة	عرفية لا دائمة
مشروطة خاصة	دائمة	دائمة	عرفية عامة	عرفية عامة	عرفية لا دائمة	عرفية لا دائمة
عرفية خاصة	دائمة	دائمة	عرفية عامة	عرفية عامة	عرفية لا دائمة	عرفية لا دائمة

مطلقة عامة	دائمة	دائمة	عقيمة	عقيمة	عقيمة
وجودية لا دائمة	دائمة	دائمة	عقيمة	عقيمة	عقيمة
وجودية لا ضرورية	دائمة	دائمة	عقيمة	عقيمة	عقيمة
وقتيّة	دائمة	دائمة	عقيمة	عقيمة	عقيمة
منتشرة	دائمة	دائمة	عقيمة	عقيمة	عقيمة

جدول نتائج الضرب الرابع

وهو من كليتين والصغرى موجبة

والخامس وهو من موجبة جزئية صغرى وسالبة كلية كبرى

كبريات صغريات	ضرورية	دائمة	مشروطة عامه	عرفية عامة	مشروطة خاصة	عرفية خاصة
ضرورية دائمة	دائمة	دائمة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية مطلقة
دائمة	دائمة	دائمة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية مطلقة
مشروطة عامة	دائمة	دائمة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية مطلقة
عرفية عامة	دائمة	دائمة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية مطلقة
مشروطة خاصة	دائمة	دائمة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية مطلقة
عرفية خاصة	دائمة	دائمة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية مطلقة
مطلقة عامة	دائمة	دائمة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة
وجودية لا دائمة	دائمة	دائمة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة
وجودية لا ضرورية	دائمة	دائمة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة
وقتيّة	دائمة	دائمة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة
منتشرة	دائمة	دائمة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة

جدول نتائج الضرب السادس

كبريات صغريات	ضرورية	دائمة	مشروطة عامه	عرفية عامة	مشروطة خاصة	عرفية خاصة
مشروطة خاصة	دائمة	دائمة	عرفية عامة	عرفية عامة	عرفية عامة	عرفية عامة
عرفية خاصة	دائمة	دائمة	عرفية عامة	عرفية عامة	عرفية عامة	عرفية عامة

جدول نتائج الضرب السابع

كبريات صغريات	مشروطة خاصة	عرفية خاصة
ضرورية دائمة	حينية لا دائمة	حينية لا دائمة

دائمة	حينية لا دائمة	حينية لا دائمة
مشروطة عامة	حينية لا دائمة	حينية لا دائمة
عرفية عامة	حينية لا دائمة	حينية لا دائمة
مشروطة خاصة	حينية لا دائمة	حينية لا دائمة
عرفية خاصة	حينية لا دائمة	حينية لا دائمة
مطلقة عامة	وجودية لا دائمة	وجودية لا دائمة
وجودية لا دائمة	وجودية لا دائمة	وجودية لا دائمة
وجودية لا ضرورية	وجودية لا دائمة	وجودية لا دائمة
وقتیة	وجودية لا دائمة	وجودية لا دائمة
منتشرة	وجودية لا دائمة	وجودية لا دائمة

جدول نتائج الضرب الثامن

كبريات صغريات	ضرورية	دائمة	مشروطة عامة	عرفية عامة	مشروطة خاصة	عرفية خاصة
مشروطة خاصة	ضرورية لا دائمة	دائمة لا دائمة	عرفية خاصة	عرفية خاصة	عرفية خاصة	عرفية خاصة
عرفية خاصة	دائمة لا دائمة	دائمة لا دائمة	عرفية خاصة	عرفية خاصة	عرفية خاصة	عرفية خاصة

فَالْفَصْلُ الثَّالِثُ فِي الْأَقْتِرَانِيَّاتِ الْكَائِنَةِ مِنَ الشَّرْطِيَّاتِ وَهِيَ خَمْسَةٌ أَقْسَامُ الْقِسْمِ الْأَوَّلِ مَا يَتَرَكَّبُ مِنَ الْمُتَّصِلَتَيْنِ الْمَطْبُوعِ مِنْهُ مَا كَانَتِ الشَّرْكَةُ فِي جُزْءٍ تَامٍ مِنَ الْمُقَدَّمَتَيْنِ وَتُعَقَّدُ الْأَشْكَالُ الْأَرْبَعَةُ فِيهِ لِأَنَّهُ إِنْ كَانَ تَالِيًا فِي الصُّغْرَى وَمُقَدِّمًا فِي الْكُبْرَى فَهُوَ الشَّكْلُ الْأَوَّلُ وَإِنْ كَانَ تَالِيًا فِيهِمَا فَهُوَ الشَّكْلُ الثَّانِي وَإِنْ كَانَ مُقَدِّمًا فِيهِمَا فَهُوَ الشَّكْلُ الثَّالِثُ وَإِنْ كَانَ مُقَدِّمًا فِي الصُّغْرَى وَتَالِيًا فِي الْكُبْرَى فَهُوَ الشَّكْلُ الرَّابِعُ وَشَرَائِطُ الْإِنْتِاجِ وَعَدَدُ الصُّرُوبِ وَالنَّتِيجَةِ فِي الْكَمِّيَّةِ وَالْكَيفِيَّةِ فِي كُلِّ شَكْلٍ كَمَا فِي الْحَمَلِيَّاتِ مِنْ غَيْرِ فَرَقٍ بِثَالِ الضَّرْبِ الْأَوَّلِ مِنَ الشَّكْلِ الْأَوَّلِ كُلَّمَا كَانَ أَبَ فَجَ دَ وَكُلَّمَا كَانَ جَ دَفَهَ زَيُنْتِجُ كُلَّمَا كَانَ أَبَ فَهَ زَ.

ترجمہ: ماتن نے کہا: تیسری فصل ان اقترانیات (کے بیان) میں ہے جو شرطیات سے مرکب ہوں، اور وہ پانچ قسم کے ہیں، پہلی قسم وہ اقترانی ہے جو دو متصلہ سے مرکب ہو، اور ان میں سے طبیعت کے قریب تر وہ ہے کہ مقدمتین کے جزء تام میں شرکت ہو، اور اس میں چاروں شکلیں منعقد ہوتی ہیں، اس لئے کہ اگر وہ (یعنی اوسط) صغریٰ میں تالی ہو اور کبریٰ میں مقدم ہو تو وہ شکل اول ہے اور اگر دونوں میں تالی ہو تو وہ شکل ثانی ہے، اور اگر دونوں میں مقدم ہو تو وہ شکل ثالث

ہے، اور اگر ضروری میں مقدم اور کبریٰ میں تالی ہو تو وہ شکل رابع ہے، اور نتیجہ دینے کی شرطیں اور عدد ضرب اور نتیجہ کیست و کیفیت کے اعتبار سے ہر شکل میں ایسا ہی ہے جیسے حملیات میں، بغیر کسی فرق کے، شکل اول کی ضرب اول کی مثال:

کلما کان اب فج د و کلما کان ج د فہ ز ہے، یہ نتیجہ دے گی، کلما کان اب فہ ز ا۔

أَقُولُ لَيْسَ الْمُرَادُ بِالْقِيَاسِ الشَّرْطِيِّ هُوَ الْمُرَكَّبُ مِنَ الشَّرْطِيَّاتِ بَلْ هُوَ مَا لَا يَتَرَكَبُ مِنَ الْحَمَلِيَّاتِ الْمَحْضَةِ سَوَاءً يَتَرَكَبُ مِنَ الشَّرْطِيَّاتِ الْمَحْضَةِ أَوْ مِنَ الشَّرْطِيَّاتِ وَالْحَمَلِيَّاتِ وَ أَقْسَامُهُ خَمْسَةٌ لِأَنَّهُ إِمَّا أَنْ يَتَرَكَبَ مِنْ مُتَّصِلَتَيْنِ أَوْ مُنْفَصِلَتَيْنِ أَوْ حَمَلِيَّةٍ وَ مُتَّصِلَةٍ أَوْ حَمَلِيَّةٍ وَ مُنْفَصِلَةٍ أَوْ مُتَّصِلَةٍ وَ مُنْفَصِلَةٍ الْقِسْمُ الْأَوَّلُ مَا يَتَرَكَبُ مِنَ الْمُتَّصِلَتَيْنِ وَ الشَّرْكَةُ بَيْنَهُمَا إِمَّا فِي جُزْءٍ تَامٍ مِنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا وَ هُوَ الْمُقَدَّمُ بِكَمَالِهِ أَوْ التَّالِي بِكَمَالِهِ وَ إِمَّا فِي جُزْءٍ غَيْرِ تَامٍ مِنْهُمَا أَيْ جُزْءٍ مِنَ الْمُقَدَّمِ أَوْ التَّالِي وَ إِمَّا فِي جُزْءٍ تَامٍ مِنْ إِحْدَاهُمَا غَيْرِ تَامٍ مِنَ الْأُخْرَى فَهَذِهِ ثَلَاثَةُ أَقْسَامٍ لَكِنَّ الْقَرِيبَ بِالطَّبَعِ مِنْهَا الْأَوَّلُ وَ هُوَ مَا يَكُونُ الشَّرْكَةُ فِي جُزْءٍ تَامٍ مِنَ الْمُقَدَّمَتَيْنِ وَ يَتَعَقَّدُ فِيهِ الْأَشْكَالُ الْأَرْبَعَةُ لِأَنَّ الْأَوْسَطَ وَ هُوَ الْمُشْتَرَكُ بَيْنَهُمَا إِنْ كَانَ تَالِيًا فِي الصُّغْرَى وَ مُقَدَّمًا فِي الْكُبْرَى فَهُوَ الشَّكْلُ الْأَوَّلُ كَقَوْلِنَا كُلَّمَا كَانَ أَب فَج د وَ كُلَّمَا كَانَ ج د فَه ز فَكُلَّمَا كَانَ أَب فَه ز وَ إِنْ كَانَ تَالِيًا فِيهِمَا فَهُوَ الشَّكْلُ الثَّانِي كَقَوْلِنَا كُلَّمَا كَانَ أَب فَج د وَ لَيْسَ الْبَتَّةُ إِذَا كَانَ ه ز فَج د فَلَيْسَ الْبَتَّةُ إِذَا كَانَ أَب فَه ز وَ إِنْ كَانَ مُقَدَّمًا فِيهِمَا فَهُوَ الشَّكْلُ الثَّالِثُ كَقَوْلِنَا كُلَّمَا كَانَ ج د فَاب وَ كُلَّمَا كَانَ ج د فَه ز فَقَدْ يَكُونُ إِذَا كَانَ أَب فَه ز وَ إِنْ كَانَ مُقَدَّمًا فِي الصُّغْرَى وَ تَالِيًا فِي الْكُبْرَى فَهُوَ الشَّكْلُ الرَّابِعُ كَقَوْلِنَا كُلَّمَا كَانَ ج د فَاب وَ كُلَّمَا كَانَ ه ز فَج د فَقَدْ يَكُونُ إِذَا كَانَ أَب فَه ز وَ شَرَايِطُ إِنْتِاجِ هَذِهِ الْأَشْكَالِ كَمَا فِي الْحَمَلِيَّاتِ مِنْ غَيْرِ فَرْقٍ حَتَّى يُشْتَرَطَ فِي الْأَوَّلِ إِيْجَابُ الصُّغْرَى وَ كَلِّيَّةُ الْكُبْرَى وَ فِي الثَّانِي اخْتِلَافُ مُقَدَّمَتَيْهِ فِي الْكَيْفِ وَ كَلِّيَّةُ الْكُبْرَى إِلَيَّ غَيْرِ ذَلِكَ وَ كَذَلِكَ عَدَدُ ضُرُوبِهَا إِلَّا فِي الشَّكْلِ الرَّابِعِ فَإِنَّ ضُرُوبَهُ هُنَا خَمْسَةٌ لِأَنَّ إِنْتِاجَ الضُّرُوبِ الثَّلَاثَةِ الْأَخِيرَةِ بِحَسَبِ تَرْكِيبِ السَّالِبَةِ وَ هُوَ غَيْرُ مُعْتَبَرٍ فِي الشَّرْطِيَّاتِ وَ كَذَلِكَ حَالُ النَّتِيجَةِ فِي الْكَمِّيَّةِ وَ الْكَيْفِيَّةِ فَتَكُونُ نَتِيجَةُ الضَّرْبِ الْأَوَّلِ مِنَ الشَّكْلِ الْأَوَّلِ مُوجِبَةً كَلِّيَّةً وَ مِنَ الشَّكْلِ الثَّانِي سَالِبَةً كَلِّيَّةً وَ عَلَى هَذَا الْقِيَاسِ.

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ قیاس شرطی سے مراد وہی قیاس نہیں ہے جو شرطیات سے مرکب ہو، بلکہ وہ (قیاس) مراد ہے جو صرف حملیات سے مرکب نہ ہو، خواہ صرف شرطیات سے مرکب ہو، یا شرطیات اور حملیات دونوں سے مرکب ہو، اور اس کی پانچ قسمیں ہیں، اس لئے کہ یہ یا تو دو متصلہ سے مرکب ہوگا یا دو منفصلہ سے یا ایک حملیہ اور ایک متصلہ سے یا ایک متصلہ اور ایک منفصلہ سے۔

پہلی قسم وہ ہے جو دو متصلہ سے مرکب ہو، اور ان دونوں کے درمیان شرکت یا تو ان میں سے ہر ایک کے جزء تام میں ہوگی یعنی پورا مقدم ہوگا یا پورا تالی یا ان میں سے جزء غیر تام میں ہوگی، یعنی جزء مقدم یا جزء تالی ہوگا یا ان میں سے ایک

کے جزاء تام میں اور دوسرے کے غیر تام میں (شرکت) ہوگی، پس یہ تین قسمیں ہیں لیکن قریب بالطبع ان میں سے پہلی (قسم) ہے اور وہ وہ ہے کہ شرکت مقدمین کے جزاء تام میں ہو، اور اس میں چاروں شکلیں منعقد ہوتی ہیں، اس لئے کہ (حد) اوسط یعنی ان دونوں میں جو مشترک ہے اگر وہ صغریٰ میں تالی اور کبریٰ میں مقدم ہو تو وہ شکل اول ہے، جیسے ہمارا قول کلما کان اب فج دوکما کان ج د ف فج کلما کان اب فہ ز اور اگر دونوں میں تالی ہو، تو وہ شکل ثانی ہے جیسے ہمارا قول کلما کان اب فج د و لیس البتہ إذا کان د ف فج د فلیس البتہ إذا کان اب فہ ز اور اگر دونوں میں مقدم ہو تو وہ شکل ثالث ہے جیسے ہمارا قول کلما کان ج د ف اب و کلما کان ج د فہ ز، فقد یکون إذا کان اب فہ ز، اور اگر صغریٰ میں مقدم اور کبریٰ میں تالی ہو تو شکل رابع ہے، جیسے ہمارا قول کلما کان ج د ف اب و کلما کان د ف فج د، فقد یکون إذا کان اب فہ ز اور ان شکلوں کے نتیجہ دینے کی شرطیں وہی ہیں جو حملیات میں ہیں، بغیر کسی فرق کے، یہاں تک کہ (شکل) اول میں صغریٰ کا موجب ہونا اور کبریٰ کا کلیہ ہونا اور (شکل) ثانی میں کیف میں اس کے مقدمین کا مختلف ہونا اور کبریٰ کا کلیہ ہونا اس کے علاوہ (شرط) ہے اور اسی طرح ان کے عدد ضروب ہیں سوائے شکل رابع کے کہ اس کے ضروب یہاں پانچ ہیں اس لئے کہ آخری تین ضربوں کا نتیجہ دینا ترکیب سالبہ کے لحاظ سے ہے اور یہ شرطیات میں معتبر نہیں ہے، اسی طرح کیت و کیفیت میں نتیجہ کا حال، پس شکل اول کی ضرب اول کا نتیجہ موجب کلیہ ہوگا، اور شکل ثانی کا نتیجہ سالبہ کلیہ ہوگا، اور علیٰ هذا القیاس۔

تشریح: قیاس کی بحث کے شروع میں یہ بتلایا جا چکا ہے کہ قیاس کی ابتداء دو قسمیں ہیں، ایک استثنائی اور دوسری اقترانی، پھر قیاس اقترانی کی دو قسمیں ہیں، ایک حملی اور دوسری شرطی، اس سے پہلے قیاس اقترانی حملی کو بیان کیا جا رہا تھا، اب یہاں سے مصنف قیاس اقترانی شرطی کو بیان کر رہے ہیں۔

قیاس اقترانی شرطی: وہ قیاس ہے جو صرف قضایا حملیہ سے مرکب نہ ہو بلکہ یا تو صرف شرطیات سے مرکب ہو یا شرطیہ اور حملیہ دونوں طرح کے قضیوں سے مرکب ہو۔ یہ بات ذہن میں بٹھالیں کہ حملیات جس طرح بدیہی اور نظری ہوتے ہیں اور نظری ہونے کی صورت میں دلیل کے محتاج ہوتے ہیں، جس کے لئے اشکال اربعہ کا انعقاد کیا جاتا ہے، اسی طرح شرطیات بھی کبھی بدیہی ہوتے ہیں اس کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں پڑتی، جیسے کلما كانت الشمس طالعة فالنہار موجود، اور کبھی نظری ہوتے ہیں اور اس کے لئے دلیل کی ضرورت پڑتی ہے، جیسے متی وجد الممكن وجد الواجب، الغرض جب شرطیات نظری بھی ہوتے ہیں تو ان کی معرفت کے لئے بھی دلیل قائم کرنے کی ضرورت پڑے گی، جس کے لئے یہاں بھی اشکال اربعہ کا انعقاد کیا جائے گا۔

شارح فرماتے ہیں کہ یہاں قیاس شرطی سے مراد خاص طور سے وہ قیاس نہیں جو شرطیات ہی سے مرکب ہو، بلکہ وہ قیاس مراد ہے جو صرف حملیات سے مرکب نہ ہو، خواہ صرف شرطیات سے مرکب ہو یا حملیات و شرطیات دونوں سے مرکب ہو۔ نیز یہ بھی یاد رکھئے کہ قیاس اقترانی شرطی کی کل پانچ قسمیں ہیں: ۱- صغریٰ و کبریٰ دونوں متصل ہوں۔ ۲- دونوں منفصلہ ہوں۔ ۳- ایک متصلہ اور ایک حملیہ ہو۔ ۴- ایک منفصلہ اور ایک حملیہ ہو۔ ۵- ایک متصلہ اور ایک منفصلہ ہو۔

شارح فرماتے ہیں کہ جب قیاس اقترانی شرطی دو متصلہ سے مرکب ہو تو اس کی تین صورتیں ہیں: ۱- حد اوسط دونوں

مقدموں میں پورا مقدم ہو یا پورا تالی ہو۔ ۲۔ دونوں جزء مقدم یا جزئی تالی ہو۔ ۳۔ ایک میں پورا مقدم یا پورا تالی ہو اور دوسرے میں جزء مقدم یا جزئی تالی ہو، ان تینوں قسموں میں سے قریب بالطبع اور مقبول پہلی قسم ہے، یعنی جس میں حد اوسط دونوں مقدموں میں پورا مقدم یا پورا تالی ہو۔

وینعتقد فیہ الاشکال الاربعۃ الخ اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ قیاس اقترانی شرطی کا حکم چاروں شکلوں کے منعقد ہونے میں بعینہ وہی ہے جو قیاس اقترانی حملی کا ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ قضیہ شرطیہ میں اگر حد اوسط صغریٰ میں تالی کی جگہ اور کبریٰ میں مقدم کی جگہ ہو تو وہ شکل اول ہوگی، اور اگر اس کا برعکس ہو تو وہ شکل رابع کہلائے گی، اور اگر صغریٰ و کبریٰ دونوں میں تالی کی جگہ ہو تو وہ شکل ثانی ہوگی اور اگر دونوں میں مقدم کی جگہ ہو تو یہ شکل ثالث ہے، اب ان میں سے ہر ایک کی مثال ملاحظہ فرمائیں، جیسے کلما کان اب فج د (صغریٰ متصلہ موجبہ کلیہ) و کلما کان ج د ف ز (کبریٰ متصلہ موجبہ کلیہ) دیکھئے یہ قضیہ قیاس اقترانی شرطی کی شکل اول ہے، کیوں کہ یہاں حد اوسط ”ج د“ ہے، جو صغریٰ میں تالی اور کبریٰ میں مقدم واقع ہے، اور چونکہ یہ دونوں قضیے متصلہ موجبہ کلیہ ہیں لہذا یہ شکل اول کی ضرب اول ہے، اور شکل اول کی ضرب اول کا نتیجہ موجبہ کلیہ آتا ہے لہذا یہاں بھی حد اوسط کو گرانے کے بعد نتیجہ موجبہ کلیہ آئے گا یعنی کلما کان اب فہ ز اس مثال کو آپ معروف و مشہور مثال میں سمجھیں، کلما کان زید انسانا کان حیوانا (جب جب بھی زید انسان ہوگا تو حیوان ہوگا) یہ صغریٰ متصلہ موجبہ کلیہ ہے، اور کلما کان حیوانا کان جسمنا (جب جب بھی حیوان ہوگا تو جسم ہوگا) یہ کبریٰ متصلہ موجبہ کلیہ ہے، دیکھئے یہ مثال قیاس اقترانی شرطی کی شکل اول ہے، کیوں کہ یہاں حد اوسط ”کان حیوانا“ ہے، جو صغریٰ میں تالی اور کبریٰ میں مقدم واقع ہے، اور چونکہ یہ دونوں قضیے متصلہ موجبہ کلیہ ہیں لہذا یہ شکل اول کی ضرب اول ہے اور شکل اول کی ضرب اول کا نتیجہ موجبہ کلیہ آتا ہے، لہذا یہاں بھی حد اوسط کو گرانے کے بعد نتیجہ موجبہ کلیہ آئے گا یعنی کلما کان زید انسانا کان جسمنا۔ اور اگر حد اوسط صغریٰ اور کبریٰ دونوں میں تالی ہو تو یہ شکل ثانی ہے، جیسے کلما کان اب ف ج د (صغریٰ متصلہ موجبہ کلیہ) و لیس البتہ اذا کان ہ ز ف ج د (کبریٰ متصلہ سالبہ کلیہ) یہ قیاس اقترانی شرطی کی شکل ثانی ہے کیوں کہ یہاں حد اوسط ”ف ج د“ جو صغریٰ اور کبریٰ دونوں میں تالی کی جگہ واقع ہے، اور چونکہ صغریٰ موجبہ کلیہ اور کبریٰ سالبہ کلیہ ہے لہذا یہ شکل ثانی کی ضرب اول ہے، اور شکل ثانی کی ضرب اول کا نتیجہ سالبہ کلیہ آتا ہے، لہذا یہاں بھی حد اوسط کو گرانے کے بعد نتیجہ سالبہ کلیہ آئے گا، یعنی لیس البتہ اذا کان اب فہ ز، اس مثال کو بھی ایک واضح اور ظاہر مثال میں سمجھئے، جیسے کلما کان زید انسانا کان حیوانا (صغریٰ متصلہ موجبہ کلیہ) و لیس البتہ اذا کان حجرا کان حیوانا (کبریٰ متصلہ سالبہ کلیہ) اس مثال میں حد اوسط کان حیوانا ہے جو صغریٰ اور کبریٰ دونوں میں تالی کی جگہ واقع ہے، اس کو گرانے کے بعد نتیجہ آئے گا، لیس البتہ اذا کان زید انسانا کان حجرا، اور اگر صغریٰ اور کبریٰ دونوں میں مقدم واقع ہو تو وہ شکل ثالث ہے، جیسے کلما کان ج د ف اب (صغریٰ متصلہ موجبہ کلیہ) و کلما کان ج د ف ز (کبریٰ متصلہ موجبہ کلیہ) دیکھئے مثال مذکور میں حد اوسط ”ج د“ ہے جو صغریٰ اور کبریٰ دونوں میں مقدم کی جگہ واقع ہے، لہذا یہ قیاس اقترانی شرطی کی شکل ثالث ہے اور چونکہ صغریٰ و کبریٰ دونوں موجبہ کلیہ ہیں لہذا یہ شکل ثالث کی ضرب اول ہے اور شکل ثالث کا نتیجہ موجبہ کلیہ نہیں آتا بلکہ موجبہ جزئیہ یا سالبہ جزئیہ آتا ہے لہذا حد اوسط کو گرانے کے بعد نتیجہ موجبہ جزئیہ آئے گا یعنی قد یکون اذا کان اب فہ ز، اس شکل کی بھی ایک واضح مثال ملاحظہ فرمائیں

چنانچہ ذکر کی جارہی ہے، جیسے کَلِمَا کَانَ زَیْدًا اِنْسَانًا کَانَ حَیْوَانًا (صغریٰ متصلہ موجبہ کلیہ) و کَلِمَا کَانَ زَیْدًا اِنْسَانًا کَانَ کَاتِبًا دیکھئے اس مثال میں حد اوسط ”زید انسانا“ ہے جو صغریٰ و کبریٰ دونوں میں مقدم کی جگہ واقع ہے لہذا یہ قیاس اقترانی شرطی کی شکل ثالث ہے، چنانچہ حد اوسط کو گرانے کے بعد نتیجہ آئے گا، قَدْ یَکُونُ اِذَا کَانَ زَیْدًا حَیْوَانًا کَانَ کَاتِبًا، اور اگر حد اوسط صغریٰ میں مقدم اور کبریٰ میں تالی ہو تو یہ شکل رابع ہے، جیسے کَلِمَا کَانَ جَدُّ فَا ب (صغریٰ متصلہ موجبہ کلیہ) و کَلِمَا کَانَ هَزَجٌ د (کبریٰ متصلہ موجبہ کلیہ) دیکھئے مثال مذکور میں حد اوسط ”ج د“ ہے جو صغریٰ میں مقدم اور کبریٰ میں تالی کی جگہ واقع ہے، اور شکل رابع میں صغریٰ اور کبریٰ جب دونوں موجبہ کلیہ ہوں تو نتیجہ موجبہ جزئیہ آتا ہے، لہذا نتیجہ آئے گا، قَدْ یَکُونُ اِذَا کَانَ اَبٌ فِهَ زَ اس شکل کی بھی ایک واضح مثال لیجئے جیسے کَلِمَا کَانَ النَّهَارُ مَوْجُوْدًا فَالْعَالَمُ مُضِیًّا (صغریٰ) و کَلِمَا کَانَ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدًا (کبریٰ) نتیجہ آئے گا، قَدْ یَکُونُ اِذَا کَانَ الْعَالَمُ مُضِیًّا فَالشَّمْسُ طَالِعَةً۔

وشرائط انتاج هذه الاشکال الخ اس عبارت سے شارح یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ ان شکلوں کے نتیجہ دینے کی شرطیں بعینہ وہی ہیں جو حملیات میں ہیں، ان میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں ہے، چنانچہ شکل اول میں صغریٰ کا موجبہ ہونا اور کبریٰ کا کلیہ ہونا اور شکل ثانی میں دونوں مقدموں کا ایجاب و سلب میں مختلف ہونا اور کبریٰ کا کلیہ ہونا اور شکل ثالث میں صغریٰ کا موجبہ ہونا اور دونوں مقدموں میں سے کسی ایک کا کلیہ ہونا اور شکل رابع میں دونوں مقدموں کا موجبہ ہونا اور صغریٰ کے کلیہ ہونے کے ساتھ یا ان میں سے کسی ایک کے کلیہ ہونے کے ساتھ ساتھ دونوں مقدموں کا ایجاب و سلب میں مختلف ہونا شرط ہے، اور نتیجہ لزومیہ یا اتفاقیہ ہونے کے بارے میں قاعدہ یہ ہے کہ اگر دونوں مقدمے لزومیہ ہوں تو نتیجہ لزومیہ ہوگا اور اگر دونوں مقدمے اتفاقیہ ہوں تو نتیجہ اتفاقیہ ہوگا جیسا کہ حملیات میں اگر دونوں مقدمے ضروریہ ہوں تو نتیجہ ضروریہ ہوتا ہے اور اگر دونوں دائمہ ہوں تو نتیجہ دائمہ ہوتا ہے، اور جس طرح حملیہ کے اشکال اربعہ میں سے ہر شکل کی سولہ ضربیں نکلتی تھیں اسی طرح شرطیہ میں بھی ہر شکل کی سولہ ضربیں نکلیں گی، اور جس طرح حملیات میں ہر شکل کی سولہ ضربوں میں سے جتنی ضربیں نتیجہ دیتی ہیں شرطیہ میں بھی اتنی ہی ضربیں نتیجہ دیں گی، البتہ شکل رابع کی ضربوں منجہ حملیات میں آٹھ ہیں اور شرطیات میں صرف اول کی پانچ ضربیں نتیجہ دیں گی، آخری تین ضربیں نتیجہ نہیں دیتیں، اب رہا یہ سوال کہ شرطیات میں شکل رابع کی ضربوں منجہ صرف پانچ ہی کیوں ہیں؟ حملیات کی طرح آٹھ ضربیں منجہ کیوں نہیں ہیں آخر کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شرطیات میں شکل رابع کی آخری تین ضربوں کے نتیجہ نہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ شرطیہ میں اس کے انتاج کی شرط نہیں پائی جاتی ہے، اس کے نتیجہ دینے کی شرط یہ ہے کہ ان کا مقدمہ سالبہ احدی الخاضتین ہو اور اس شرط کا شرطیہ میں پایا جانا ممتنع ہے، اس لئے کہ قضیہ شرطیہ احدی الخاضتین نہیں ہو سکتا، کیوں کہ موجبات قضایا حملیہ کے اقسام میں سے ہیں، شارح کہتے ہیں کہ شرطیہ کے اشکال کا نتیجہ بھی بعینہ حملیہ کی طرح ہے، یعنی جس طرح قیاس اقترانی حملی کی شکل اول کی ضرب اول کا نتیجہ موجبہ کلیہ آتا ہے اسی طرح قیاس اقترانی شرطی کی شکل اول کی ضرب اول کا نتیجہ موجبہ کلیہ آئے گا، اور قیاس اقترانی حملی کی شکل ثانی کی ضرب اول کا نتیجہ جس طرح سالبہ کلیہ آتا ہے اسی طرح قیاس اقترانی شرطی کی شکل ثانی کا نتیجہ سالبہ کلیہ آئے گا، اسی طرح شکل ثالث اور شکل رابع کو سمجھ لیجئے۔

فَإِنَّ الْقِسْمَ الثَّانِيَّ مَا يَتَرَكُّبُ مِنَ الْمُتَفَصِّلَاتِ وَالْمُطْبُوعِ مِنْهُ مَا كَانَتْ الشَّرْكَةُ فِيهِ جُزْءًا غَيْرَ تَامٍ مِنَ الْمُقَدَّمَتَيْنِ كَقَوْلِنَا دَائِمًا اِمَّا كُلُّ اَبٍ اَوْ كُلُّ جَدٍّ دَوَّ دَائِمًا اِمَّا كُلُّ دَهِ اَوْ كُلُّ دَرٍّ يَنْتِجُ دَائِمًا اِمَّا

كُلُّ أَبٍ أَوْ كُلُّ جَ هَ أَوْ كُلُّ دَ زَ لَا مِتْنَاعَ خُلُوِّ الْوَاقِعِ عَنْ مُقَدَّمَتَي التَّالِيفِ وَعَنْ إِحْدَى الْأُخْرَيْنِ
فَيَنْعَقِدُ فِيهِ الْأَشْكَالُ الْأَرْبَعَةُ وَالشَّرَاطُ الْمُعْتَبَرَةُ بَيْنَ الْحَمْلِيَّتَيْنِ مُعْتَبَرَةٌ هَهُنَا بَيْنَ الْمُتَشَارِكَيْنِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا: دوسری قسم وہ (قیاس اقترانی شرطی) ہے جو دو منفصلہ سے مرکب ہو، اور اس کی مطبوع قسم وہ ہے کہ شرکت مقدمتین کے جزء غیر تام میں ہے، جیسے ہمارا قول دائماً إما کل أب او کل جد، ودائماً إما کل ده او کل دز، نتیجہ دے گی دائماً إما کل أب او کل ج ه او کل دز کیوں کہ واقع کا تالیف کے دونوں مقدموں سے اور آخرین میں سے کسی ایک سے خالی ہونا ممتنع ہے پس اس میں چاروں شکلیں منعقد ہوں گی اور جو شرطیں دو حملیہ کے درمیان معتبر ہیں وہ یہاں دو متشارکین کے درمیان معتبر ہیں۔

أَقُولُ الْقِسْمُ الثَّانِي مِنَ الْاِقْتِرَانِيَّاتِ الشَّرْطِيَّةِ مَا يَتَرَكَّبُ مِنْ مُنْفَصِلَتَيْنِ وَهُوَ أَيْضًا يَنْقَسِمُ إِلَى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ لِأَنَّ الشَّرْكَاءَ بَيْنَهُمَا إِمَّا فِي جُزْءٍ تَامٍ مِنْهُمَا أَوْ فِي جُزْءٍ غَيْرِ تَامٍ مِنْهُمَا أَوْ فِي جُزْءٍ تَامٍ مِنْ أَحَدِهِمَا غَيْرِ تَامٍ مِنَ الْآخَرِ إِلَّا أَنَّ الْمَطْبُوعَ مِنْ هَذِهِ الْأَقْسَامِ مَا تَكُونُ الشَّرْكَاءُ فِي جُزْءٍ غَيْرِ تَامٍ مِنَ الْمُقَدَّمَتَيْنِ وَشَرْطُ انْتِاجِهِ إِنْجَابُ الْمُقَدَّمَتَيْنِ وَكُلِّيَّةُ أَحَدُهُمَا وَصِدْقُ مَنَعِ الْخُلُوِّ عَلَيْهِمَا كَقَوْلِنَا دَائِمًا إِمَّا كُلُّ أَبٍ أَوْ كُلُّ جَ دَ وَدَائِمًا إِمَّا كُلُّ دَ هَ أَوْ كُلُّ دَ زَ يُنتِجُ دَائِمًا إِمَّا كُلُّ أَبٍ أَوْ كُلُّ جَ هَ أَوْ كُلُّ دَ زَ لَا مِتْنَاعَ خُلُوِّ الْوَاقِعِ عَنْ مُقَدَّمَتَي التَّالِيفِ وَهُمَا كُلُّ جَ دَ وَكُلُّ دَ هَ وَعَنْ إِحْدَى الْأُخْرَيْنِ أَيْ كُلُّ أَبٍ وَكُلُّ دَ زَ فَإِنَّهُ لَمَّا كَانَتِ الْمُقَدَّمَتَانِ مَانَعَتِي الْخُلُوِّ وَجَبَ أَنْ يَكُونَ أَحَدُ طَرَفَيْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا وَاقِعًا فِي الْوَاقِعِ وَالْآخَرُ غَيْرُ وَاقِعٍ فَالْوَقَاعُ مِنَ الْمُنْفَصِلَةِ الْأُولَى أَمَّا الطَّرَفُ الْغَيْرُ الْمُشَارِكُ أَوْ الطَّرَفُ الْمُشَارِكُ فَإِنْ كَانَ الطَّرَفُ الْغَيْرُ الْمُشَارِكُ فَهُوَ أَحَدُ أَجْزَاءِ النَّتِيجَةِ وَإِنْ كَانَ الطَّرَفُ الْمُشَارِكُ فَالْوَقَاعُ مَعَهُ مِنَ الْمُنْفَصِلَةِ الثَّانِيَةِ وَأَمَّا الطَّرَفُ الْمُشَارِكُ فَيَجْتَمِعُ الطَّرَفَانِ الْمُشَارِكَانِ عَلَى الصِّدْقِ وَيَصْدُقُ نَتِيجَةُ التَّالِيفِ وَهِيَ الْجُزْءُ الْآخَرُ مِنَ النَّتِيجَةِ أَوْ الطَّرَفُ الْغَيْرُ الْمُشَارِكُ وَهُوَ الْجُزْءُ الثَّلَاثُ مِنْهَا فَالْوَقَاعُ لَا يَخْلُو عَنْ نَتِيجَةِ التَّالِيفِ وَعَنِ الطَّرَفَيْنِ الْغَيْرِ الْمُشَارِكَيْنِ وَيَنْعَقِدُ الْأَشْكَالُ الْأَرْبَعَةُ فِي هَذَا الْقِسْمِ أَيْضًا بِحَسَبِ الطَّرَفَيْنِ الْمُشَارِكَيْنِ وَ يُعْتَبَرُ فِيهِمَا أَنْ يَكُونَا عَلَى شَرَائِطِ الْإِنْتِاجِ الْمُعْتَبَرَةِ بَيْنَ الْحَمْلِيَّتَيْنِ.

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ اقترانیات شرطیہ میں سے دوسری قسم وہ (قیاس اقترانی شرطی) ہے جو دو منفصلہ سے مرکب ہو اور یہ بھی تین قسموں کی طرف منقسم ہوتی ہیں، اس لئے کہ شرکت ان دونوں کے درمیان ان دونوں کے جزء تام میں ہوگی یا ان دونوں کے جزء غیر تام میں ہوگی یا ان میں سے ایک کے جزء تام میں اور دوسرے کے جزء غیر تام میں ہوگی مگر ان قسموں میں سے مطبوع و مقبول وہ (قسم) ہے کہ شرکت مقدمتین کے جزء غیر تام میں ہو، اور اس کے نتیجہ دینے کی شرط دونوں مقدموں کا موجب ہونا اور ان میں سے ایک کا کلیہ ہونا اور ان دونوں پر مانعۃ الخلو کا صادق ہونا ہے، جیسے ہمارا قول دائماً إما کل أب او کل ج د، ودائماً إما کل ده او کل دز نتیجہ دے گی، دائماً إما کل أب او کل ج

ہ او کل دز، اس لئے کہ تالیف کے دونوں مقدموں سے واقع کا خالی ہونا ممتنع ہے، اور وہ دونوں کل ج داور کل دہ ہے، اور اُخرین میں سے کسی ایک سے یعنی کل ا ب وکل دز سے (واقع کا خالی ہونا ممتنع ہے) اس لئے کہ جب دونوں مقدمے مانعہ اخلو ہوں تو ان دونوں میں سے ہر ایک کے دونوں طرفوں میں سے ایک کا واقع میں واقع ہونا اور دوسرے کا واقع نہ ہونا ضروری ہے، پس منفصلہ اولیٰ میں سے واقع یا تو وہ طرف ہوگا جو غیر مشارک ہے یا وہ طرف ہوگا جو مشارک ہے، پس اگر طرف غیر مشارک ہو تو وہ نتیجہ کے اجزاء میں سے ایک جزء ہوگا اور اگر طرف مشارک ہو تو اس کے ساتھ دوسرے منفصلہ سے یا تو طرف مشارک ہوگی تو طرفین مشارکین صدق پر جمع ہوں گے اور تالیف کا نتیجہ صادق ہوگا اور یہ نتیجہ کا دوسرا جزء ہے یا طرف غیر مشارک (واقع) ہوگی اور یہ نتیجہ کا تیسرا جزء ہے، پس واقع تالیف کے نتیجہ اور طرفین غیر مشارکین سے خالی نہ ہوگا، اور اس قسم میں بھی طرفین مشارکین کے اعتبار سے چاروں شکلیں منعقد ہوتی ہیں، اور ان دونوں میں اس انتاج کے شرائط پر ہونا دونوں کا معتبر ہے، جو دو حملیہ کے درمیان معتبر ہیں۔

تشریح: اس قال میں ماتن نے اس اقترانی شرطی کو بیان کیا ہے جو صرف منفصلات سے مرکب ہو، چنانچہ شارح فرماتے ہیں کہ قیاس اقترانی شرطی کی دوسری قسم وہ قیاس ہے جو دو منفصلہ سے مرکب ہو، اور اس کی بھی تین قسمیں ہیں: ۱۔ جس میں حد اوسط پورا مقدم یا پورا تالی ہو: ۲۔ جس میں حد اوسط دونوں مقدموں میں جزء مقدم یا جزء تالی ہو: ۳۔ ایک میں پورا مقدم یا پورا تالی ہو اور دوسرے میں جزء مقدم یا جزء تالی ہو، ان تینوں اقسام میں سے یہاں دوسری قسم مقبول اور قریب بالطبع ہے۔ اس کے نتیجہ میں چار شرطیں ہیں: ۱۔ دونوں مقدموں کا موجبہ ہونا: ۲۔ ان میں سے کسی ایک کا کلیہ ہونا: ۳۔ ان کا مانعہ اخلو یا حقیقیہ ہونا: ۴۔ جزئین مشارکین کا تالیف منتج پر استعمال ہونا، مطلب یہ ہے کہ جزئین مشارکین کی ترکیب سے قیاس کی جو شکل بنے اس میں اس شکل کے انتاج کی سب شرطیں موجود ہوں، اس قسم کا نتیجہ مانعہ اخلو ہوتا ہے۔ اور جزئین مشارکین کو ملا کر قیاس بنانے کا کا نام تالیف ہے، اور اس قیاس سے جو نتیجہ نکلے گا اس کو نتیجہ التالیف کہتے ہیں، چنانچہ اس کو مثال سے سمجھئے، جیسے دائماً ا کل ا ب او کل ج د (صغریٰ) و دائماً ا ب او کل دز (کبریٰ) اس کا نتیجہ ہوگا دائماً ا کل ا ب او کل ج د، دیکھئے یہ قیاس اقترانی شرطی کی دوسری قسم ہے اس میں حد اوسط ”د“ ہے جو صغریٰ میں تالی کا جزء ہے اور کبریٰ میں مقدم کا جزء ہے اور نتیجہ دینے کی چاروں شرطیں اس میں پائی جا رہی ہیں، پہلی تین تو ظاہر ہیں اور چوتھی شرط اس لئے کہ جزئین مشارکین یعنی کل ج داور کل دہ کی ترکیب سے شکل اول بنی جس کے نتیجہ دینے کی دونوں شرطیں یعنی ا ب او کل ج د اور کل دز، لہذا اس کا نتیجہ ”ج د“ نتیجہ تالیف ہے۔

اس قسم میں نتیجہ نکالنے کا قاعدہ اور ضابطہ یہ ہے کہ صغریٰ کے جزء مشارک کو جزء اول اور نتیجہ تالیف کو جزء ثانی اور کبریٰ کے جزء غیر مشارک کو جزء ثالث بنا کر تینوں جزؤں سے ایک موجبہ منفصلہ مانعہ اخلو بناؤ تو یہی اس قسم کا نتیجہ ہے، اس قسم کا نتیجہ مانعہ اخلو اس لئے ہوتا ہے کہ اس میں دونوں مقدمے مانعہ اخلو یا حقیقیہ ہوتے ہیں، پس ہر ایک کا کوئی نہ کوئی جزء ضرور صادق ہوگا اور اگر صغریٰ کا جزء غیر مشارک صادق ہو تو وہ نتیجہ کا پہلا جزء ہوگا اور اگر جزء مشارک صادق ہو تو اسکے ساتھ اگر کبریٰ کا بھی جزء مشارک صادق ہو تو ان دونوں کا نتیجہ بھی جس کو نتیجہ تالیف کہتے ہیں ضرور صادق ہوگا، اور یہی نتیجہ تالیف کا دوسرا جزء بنے گا۔ اور اگر کبریٰ کا جزء غیر مشارک صادق ہو تو وہ نتیجہ کا تیسرا جزء ہوگا پس نتیجہ ان تینوں جزؤں سے خالی نہ ہوگا۔

وینعقد الاشکال الاربعة الخ اس عبارت سے شارح یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ جس طرح قسم اول میں چاروں شکلیں منعقد ہوتی ہیں، اسی طرح اس قسم میں بھی جزئین مشارکین کے اعتبار سے چاروں شکلیں منعقد ہوتی ہیں، اور اس کے نتیجہ دینے کی شرطیں وہی ہیں جو حملیہ کے نتیجہ دینے کی شرطیں ہیں، یعنی جس طرح حملیہ میں شکل اول کے نتیجہ دینے کی شرط یہ ہے کہ صغریٰ موجبہ ہو، اور کبریٰ کلیہ ہو، اسی طرح شرطیہ منفصلہ کی شکل اول کے نتیجہ دینے کی شرط ہے اسی طرح شکل ثانی ثالث اور رابع کے نتیجہ دینے کی شرطیں جو حملیہ میں معتبر ہیں ان ہی شرطوں کا یہاں بھی اعتبار کیا گیا ہے، قیاس اقترانی شرطی جو دو منفصلہ سے مرکب ہو اس کی صرف شکل اول کی مثال پیش کی جا رہی ہے، بقیہ اشکال کی مثالیں آپ خود بخود نکال لیں۔ شکل اول کی مثال یہ ہے دائمًا إما ان یکون العدد زوجًا و إما ان یکون فردًا (عدد ہمیشہ یا تو جفت ہوگا یا طاق ہوگا) یہ صغریٰ منفصلہ موجبہ کلیہ ہے، و دائمًا إما ان یکون الزوج زوج الزوج او یکون زوج الفرد، (اور جفت ہمیشہ یا تو جفت ہوگا جیسے آٹھ کا عدد یا طاق کا جفت ہوگا جیسے دو کا عدد) یہ کبریٰ منفصلہ موجبہ کلیہ ہے، اور حد اوسط اس میں زوج ہے، اور چونکہ دونوں مقدمے موجبہ کلیہ ہیں، لہذا یہ شکل اول کی ضرب اول ہے اور شکل اول کی ضرب اول موجبہ کلیہ نتیجہ دیتی ہے، لہذا حد اوسط کو جب گرا دیا تو نتیجہ موجبہ کلیہ نکلا، یعنی دائمًا إما ان یکون العدد زوج الزوج او یکون زوج الفرد او یکون فردًا، (عدد ہمیشہ یا تو جفت ہوگا یا طاق کا جفت ہوگا یا طاق ہوگا)

فَالْقِسْمُ الثَّالِثُ مَا يَتَرَكَّبُ مِنَ الْحَمَلِيَّةِ وَالْمُتَّصِلَةِ وَالْمَطْبُوعِ مِنْهُ مَا كَانَتْ الْحَمَلِيَّةُ كُبْرَى وَ الشَّرَكَةُ مَعَ تَالِيِ الْمُتَّصِلَةِ وَ نَتِيجَةُ مُتَّصِلَةٍ مُقَدَّمُهَا مُقَدَّمُ الْمُتَّصِلَةِ وَ تَالِيَهَا نَتِيجَةُ التَّالِيفِ بَيْنَ التَّالِيِ وَ الْحَمَلِيَّةِ كَقَوْلِنَا كُلَّمَا كَانَ أَبٌ فَجَ دَ وَ كُلُّ دَ هَ يُنتِجُ كُلَّمَا كَانَ أَبٌ فَكُلُّ جَ هَ وَ يَنْعَقِدُ فِيهِ الْأَشْكَالُ الْأَرْبَعَةُ وَ الشَّرَائِطُ الْمُعْتَبَرَةُ بَيْنَ الْحَمَلِيَّتَيْنِ مُعْتَبَرَةٌ هَهُنَا بَيْنَ التَّالِيِ وَ الْحَمَلِيَّةِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا! تیسری قسم وہ (قیاس اقترانی شرطی) ہے جو حملیہ اور متصلہ سے مرکب ہو، اور اس کی مطبوع قسم وہ ہے کہ حملیہ کبریٰ ہو اور شرکت متصلہ کی تالی کے ساتھ ہو اور نتیجہ ایسا متصل ہوگا جس کا مقدم متصلہ کا مقدم ہوگا، اور اس کی تالی تالی اور حملیہ کے درمیان تالیف کا نتیجہ ہوگا جیسے ہمارا قول کلما کان اب ف ج د و کل د ہ نتیجہ دے گی، کلما کان اب فکل ج ہ اور اس میں چاروں شکلیں منعقد ہوتی ہیں، اور جو شرائط دو حملیہ کے درمیان معتبر ہیں وہ یہاں تالی اور حملیہ کے درمیان معتبر ہیں۔

أَقُولُ الْقِسْمُ الثَّالِثُ مِنَ الْأَقْيَسَةِ الشَّرْطِيَّةِ مَا يَتَرَكَّبُ مِنَ الْحَمَلِيَّةِ وَالْمُتَّصِلَةِ وَ الْحَمَلِيَّةِ فِيهِ إِمَّا أَنْ تَكُونَ صُغْرَى أَوْ كُبْرَى وَ أَيًّا مَا كَانَ فَالْمُشَارِكُ لَهَا إِمَّا تَالِيِ الْمُتَّصِلَةِ أَوْ مُقَدَّمُهَا فَهَذِهِ أَرْبَعَةُ أَفْ سَامِ إِلَّا أَنَّ الْمَطْبُوعَ مِنْهَا مَا كَانَتْ الْحَمَلِيَّةُ كُبْرَى وَ الشَّرَكَةُ مَعَ تَالِيِ الْمُتَّصِلَةِ وَ شَرْطُ إِنْتِاجِهِ إِنْجَابُ الْمُتَّصِلَةِ وَ نَتِيجَةُ مُتَّصِلَةٍ مُقَدَّمُهَا مُقَدَّمُ الْمُتَّصِلَةِ وَ تَالِيَهَا نَتِيجَةُ التَّالِيفِ بَيْنَ التَّالِيِ وَ الْحَمَلِيَّةِ كَقَوْلِنَا كُلَّمَا كَانَ أَبٌ فَجَ دَ وَ كُلُّ دَ هَ يُنتِجُ كُلَّمَا كَانَ أَبٌ فَجَ هَ لِأَنَّهُ كُلَّمَا صَدَّقَ مُقَدَّمُ الْمُتَّصِلَةِ صَدَّقَ التَّالِيِ مَعَ الْحَمَلِيَّةِ أَمَّا صَدَقَ التَّالِيِ فَظَاهِرٌ وَ أَمَّا صَدَقَ الْحَمَلِيَّةُ فَلِأَنَّهَا صَادِقَةٌ فِي نَفْسِ الْأَمْرِ فَتَكُونُ صَادِقَةً عَلَى ذَلِكَ التَّقْدِيرِ وَ كُلَّمَا صَدَّقَ التَّالِيِ مَعَ الْحَمَلِيَّةِ صَدَقَ نَتِيجَةُ التَّالِيفِ فَكُلَّمَا صَدَّقَ

الْمُقَدَّمُ صَدَقَ نَيْبُجَةُ التَّالِيفِ وَ هُوَ الْمَطْلُوبُ وَ تَنْعَقِدُ فِيهِ الْأَشْكَالُ الْأَرْبَعَةُ بِإِغْتِيَارِ مُشَارِكَةِ التَّالِي وَ الْحَمْلِيَّةِ وَ الشَّرَاطِطِ الْمُعْتَبَرَةِ بَيْنَ الْحَمْلِيَّتَيْنِ مُعْتَبَرَةً هَهُنَا بَيْنَ التَّالِي وَ الْحَمْلِيَّةِ.

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ اقبیہ شرطیہ میں سے تیسری قسم وہ (قیاس) ہے جو حملیہ اور متصلہ سے مرکب ہو اور حملیہ اس میں یا تو صغریٰ ہوگا یا کبریٰ اور جوئی بھی صورت ہو متصلہ کا مشارک یا تو متصلہ کا تالی ہوگا یا اس کا مقدم ہوگا، پس یہ چار قسمیں ہیں، جن میں مطبوع قسم وہ ہے کہ حملیہ کبریٰ ہو اور شرکت متصلہ کی تالی کے ساتھ ہو، اور اس کے نتیجہ دینے کی شرط متصلہ کا موجب ہونا اور اس کے نتیجہ کا ایسا متصلہ ہونا ہے کہ اس کا مقدم متصلہ کا مقدم ہو اور اس کی تالی تالی اور حملیہ کے درمیان تالیف کا نتیجہ ہوگی جیسے ہمارا قول کَلِمَا كَانَ أَبْ فِج د و کَل دہ نتیجہ دے گی کَلِمَا كَانَ أَبْ فِج د، اس لئے کہ جب متصلہ کا مقدم صادق ہوگا تو تالی بھی حملیہ کے ساتھ صادق ہوگی، بہر حال تالی کا صادق ہونا تو (وہ) ظاہر ہے، اور بہر حال حملیہ کا صادق ہونا تو اس لئے کہ وہ نفس الامر میں صادق ہے وہ تو اس تقدیر پر بھی صادق ہوگا اور جب تالی حملیہ کے ساتھ صادق ہوگی تو تالیف کا نتیجہ بھی صادق ہوگا، پس جب مقدم صادق ہوگا تو تالیف کا نتیجہ صادق ہوگا اور یہی مطلوب ہے، اور اس میں تالی اور حملیہ کی مشارکت کے اعتبار سے چاروں شکلیں منعقد ہوتی ہیں۔ اور جو شرطیں دو حملیہ کے درمیان معتبر ہیں وہی یہاں تالی اور حملیہ کے درمیان معتبر ہیں۔

تشریح: اس قال میں ماتن نے قیاس اقترانی شرطی کی تیسری قسم کو بیان کیا ہے، چنانچہ شارح کہتے ہیں کہ تیسری قسم وہ قیاس ہے جو ایک متصلہ اور ایک حملیہ سے مرکب ہو، اور اس قسم کی چار صورتیں ہیں: ۱- حملیہ صغریٰ ہو اور اس کا مشارک متصلہ کا تالی ہو۔ ۲- حملیہ صغریٰ ہو اور اس کا مشارک متصلہ کا مقدم ہو۔ ۳- حملیہ کبریٰ ہو اور اس کا مشارک متصلہ کا تالی ہو۔ ۴- حملیہ کبریٰ ہو اور اس کا مشارک متصلہ کا مقدم ہو، ان چاروں صورتوں میں سے یہاں تیسری صورت مقبول اور قریب بالطبع ہے، اور اس قسم کے نتیجہ دینے کی شرط یہ ہے کہ متصلہ موجب ہو، اور اس کا نتیجہ ایسا متصلہ ہوگا کہ اس کا مقدم متصلہ کا مقدم ہوگا اور نتیجہ کی تالی، تالی اور حملیہ کے درمیان تالیف کا نتیجہ ہوگا، چنانچہ اس کو مثال سے سمجھئے، جیسے کَلِمَا كَانَ أَبْ فِج د (صغریٰ متصلہ موجبہ کلیہ) و کَل د (کبریٰ حملیہ موجبہ کلیہ) اس کا نتیجہ کَلِمَا كَانَ أَبْ فِج د ہے دیکھئے اس قیاس کا نتیجہ ایسا متصلہ ہے کہ اس کا مقدم صغریٰ متصلہ موجبہ کلیہ کا مقدم ہے، اور اس کی تالی تالی اور حملیہ کے درمیان نتیجہ تالیف ہے۔

لأنه كلما صدق الخ - سے شارح نے اس کی دلیل پیش کی ہے کہ نتیجہ اس طرح ہونا اس لئے ضروری ہے کہ جب متصلہ کا مقدم صادق ہوگا تو حملیہ کے ساتھ تالی بھی صادق ہوگی، کیوں کہ نتیجہ میں متصلہ کا مقدم اور اس کی تالی ضرور ہوتی ہے، اور حملیہ اس لئے صادق ہوگا کہ نفس الامر میں تو صادق ہے ہی اور جب متصلہ کی تالی صادق ہوگی تو حملیہ بھی ضرور صادق ہوگا، اور جب متصلہ کی تالی حملیہ کے ساتھ صادق ہوگی تو تالیف کا نتیجہ بھی صادق ہوگا، لہذا معلوم ہوا کہ جب مقدم صادق ہوگا تو تالیف کا نتیجہ بھی ضرور صادق ہوگا اور یہی مطلوب و مقصود ہے۔

وتنعقد فيه الاشكال الاربعة الخ اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ جس طرح اقترانی شرطی کی پہلی اور دوسری قسم میں چاروں شکلیں بنتی ہیں اسی طرح تیسری قسم میں بھی متصلہ کی تالی اور حملیہ کی مشارکت کے اعتبار سے چاروں شکلیں بنتی ہیں، اور ان

کے نتیجہ دینے کی شرطیں وہی ہیں جو دو حملیہ کے درمیان ہیں، اس تیسری قسم کی بھی شکل اول کی ایک ضرب کی مثال پیش کرتا ہوں اس پر قیاس کر کے بقیہ اشکال کی مثالیں آپ خود نکال لیں، مثال یہ ہے کلما کان هذا الشئ إنساناً فهو حیوان (کوئی بھی چیز جب انسان ہوگی تو حیوان ضرور ہوگی) یہ شرطیہ متصلہ موجبہ کلیہ ہے اور صغریٰ ہے و کل حیوان جسم (اور ہر حیوان جسم رکھنے والا ہے) یہ قضیہ حملیہ ہے اور کبریٰ ہے اور حد اوسط اس مثال میں حیوان ہے، جب اس کو ساقط کر دیا تو نتیجہ نکلا، کلما کان هذا الشئ انساناً کان جسماً (جب بھی کوئی چیز انسان ہوگی تو جسم دار ہوگی)۔

فَقَالَ الْقِسْمُ الرَّابِعُ مَا يَتَرَكَّبُ مِنَ الْحَمَلِيَّةِ وَالْمُنْفَصِلَةِ وَهُوَ عَلَى قِسْمَيْنِ الْأَوَّلُ أَنْ يَكُونَ عَدَدُ الْحَمَلِيَّاتِ بَعْدَ أَجْزَاءِ الْإِنْفِصَالِ وَيُشَارِكُ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا وَاحِدًا مِنْ أَجْزَاءِ الْإِنْفِصَالِ إِمَّا مَعَ اتِّحَادِ التَّالِيفِ فِي النَّبِيْجَةِ كَقَوْلِنَا كُلُّ جِ إِمَّا بَ وَ إِمَّا دَ وَ إِمَّا هَ وَ كُلُّ بَ طَ وَ كُلُّ دَ طَ وَ كُلُّ هَ طَ يُنْتِجُ كُلُّ جِ طَ لِصِدْقِ وَاحِدٍ مِنْ أَجْزَاءِ الْإِنْفِصَالِ مَعَ مَا يُشَارِكُهُ مِنَ الْحَمَلِيَّةِ وَ إِمَّا مَعَ اخْتِلَافِ التَّالِيفِ فِي النَّبِيْجَةِ كَقَوْلِنَا كُلُّ جِ إِمَّا بَ وَ إِمَّا دَ وَ إِمَّا هَ وَ كُلُّ بَ جِ وَ كُلُّ دَ جِ وَ كُلُّ هَ جِ إِمَّا جِ وَ إِمَّا طَ وَ إِمَّا زَ كَمَا مَرَّ الشَّانِي أَنْ يَكُونَ الْحَمَلِيَّاتُ أَقْلَ مِنْ أَجْزَاءِ الْإِنْفِصَالِ وَلْتَكُنِ الْحَمَلِيَّةُ ذَاتِ جُزْءٍ وَاحِدٍ وَالْمُنْفَصِلَةُ ذَاتِ جُزْئَيْنِ وَ الْمُشَارَكَةُ مَعَ أَحَدِهِمَا كَقَوْلِنَا إِمَّا كُلُّ أ طَ أَوْ كُلُّ جِ بَ وَ كُلُّ بَ دَ يُنْتِجُ إِمَّا كُلُّ أ طَ أَوْ كُلُّ جِ دَ لَا مِمْتَنَاعَ خُلُوقِ الْوَاقِعِ عَنْ مُقَدِّمَتَيِ التَّالِيفِ وَ عَنِ الْجُزْءِ الْغَيْرِ الْمُشَارِكِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا اچوتھی قسم وہ (قیاس اقترانی شرطی) ہے جو حملیہ اور منفصلہ سے مرکب ہو اور یہ دو قسم پر ہے، پہلی قسم یہ ہے کہ حملیات کی تعداد انفصال کے اجزاء کی تعداد کے برابر ہو، اور اجزاء انفصال میں سے ہر ایک ان دونوں میں سے ہر ایک کا مشارک ہو نتیجہ میں تالیف کے اتحاد کے ساتھ۔ جیسے ہمارا قول کل جِ إِمَّا بَ وَ إِمَّا دَ وَ إِمَّا هَ وَ كُلُّ بَ طَ وَ كُلُّ دَ طَ وَ كُلُّ هَ طَ نتیجہ دے گی کل جِ طَ، اجزاء انفصال میں سے ہر ایک کے اس حملیہ کے ساتھ صادق ہونے کی وجہ سے جو اس کا مشارک ہے، یا نتیجہ میں تالیف کے اختلاف کے ساتھ جیسے ہمارا قول کل جِ إِمَّا بَ وَ إِمَّا دَ وَ إِمَّا هَ وَ كُلُّ بَ جِ وَ كُلُّ دَ جِ وَ كُلُّ هَ جِ نتیجہ دے گی کل جِ إِمَّا جِ وَ إِمَّا طَ وَ إِمَّا زَ، مثلاً حملیہ کا ایک جزء ہو اور منفصلہ کے دو جزء ہوں، اور ان دونوں میں سے ایک کے ساتھ مشارکت ہو، جیسے ہمارا قول إِمَّا كُلُّ أ طَ أَوْ كُلُّ جِ بَ وَ كُلُّ بَ دَ، نتیجہ دے گی، إِمَّا كُلُّ أ طَ أَوْ كُلُّ جِ دَ اس لئے کہ تالیف کے دونوں مقدمے سے اور جزء غیر مشارک سے واقع کا خالی ہونا ممتنع ہے۔

أَقُولُ رَابِعُ الْأَقْسَامِ مَا يَتَرَكَّبُ مِنَ الْحَمَلِيَّةِ وَالْمُنْفَصِلَةِ وَهُوَ قِسْمَانِ لِأَنَّ الْحَمَلِيَّاتِ إِمَّا أَنْ تَكُونَ بَعْدَ أَجْزَاءِ الْإِنْفِصَالِ أَوْ تَكُونَ أَقْلَ مِنْهُمَا وَ هَذِهِ الْقِسْمَةُ لَيْسَتْ بِحَاصِرَةٍ لِجَوَازِ كَوْنِهَا أَكْثَرَ عَدَدًا مِنْ أَجْزَاءِ الْإِنْفِصَالِ الْأَوَّلِ أَنْ تَكُونَ الْحَمَلِيَّاتُ بَعْدَ أَجْزَاءِ الْإِنْفِصَالِ وَلْتَفْرَضْ أَنْ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنَ الْحَمَلِيَّاتِ يُشَارِكُ جُزْءًا وَاحِدًا مِنْ أَجْزَاءِ الْإِنْفِصَالِ وَ حِينَئِذٍ إِمَّا أَنْ يَكُونَ التَّالِيفَاتُ بَيْنَ الْحَمَلِيَّاتِ وَ أَجْزَاءِ الْإِنْفِصَالِ مُتَّحِدَةً فِي النَّبِيْجَةِ أَوْ مُخْتَلِفَةً فِيهَا إِمَّا إِذَا كَانَتْ نَتَائِجُ التَّالِيفَاتِ وَاحِدَةً فَهِيَ الْقِيَاسُ الْمُتَقَسِّمُ وَ شَرْطُهُ أَنْ يَكُونَ الْمُنْفَصِلَةُ مُوجِبَةً كَلِّيَّةً مَانِعَةً الْخُلُوقِ أَوْ حَقِيقَةً كَقَوْلِنَا كُلُّ جِ إِمَّا

ب و اِما د و اِما ہ و کُلُّ ب ط و کُلُّ د ط و کُلُّ ط یُنْتِجُ کُلُّ ج ط لَآئِنَ لَا بُدَّ مِنْ صِدْقِ أَحَدِ أَجْزَاءِ
الْإِنْفِصَالِ وَ الْحَمَلِيَّاتِ صَادِقَةً فِي نَفْسِ الْأَمْرِ فَأَيُّ جُزْءٍ يُفَرِّضُ صِدْقَهُ مِنْ أَجْزَاءِ الْمُنْفَصِلَةِ يَصْدُقُ
مَعَ مَا يُشَارِكُهُ مِنَ الْحَمَلِيَّاتِ وَ يُنْتِجُ النَّتِيجَةَ الْمَطْلُوبَةَ وَ اِذَا كَانَتْ نَتَائِجُ التَّالِيفَاتِ مُخْتَلِفَةً وَ هُوَ
الْقِيَاسُ الْغَيْرُ الْمُنْقَسِمُ فَلْيَكُنِ الْمُنْفَصِلَةُ مَانِعَةً الْخُلُوعِ كَقَوْلِنَا كُلُّ ج اِما ب و اِما د و اِما ہ و کُلُّ ب ج
و کُلُّ د ط و کُلُّ ہ ز یُنْتِجُ کُلُّ ج اِما ج و اِما ط و اِما ز کَمَا مَرَّ مِنْ وَجُوبِ صِدْقِ أَحَدِ أَجْزَاءِ
الْمُنْفَصِلَةِ مَعَ مَا يُشَارِكُهُ مِنَ الْحَمَلِيَّاتِ وَ الثَّانِي أَنْ يَكُونَ الْحَمَلِيَّاتِ أَقَلُّ مِنْ أَجْزَاءِ الْإِنْفِصَالِ وَ
لِنَفَرِّضَ الْحَمَلِيَّةَ وَاحِدَةً وَ الْمُنْفَصِلَةَ ذَاتَ جُزْئَيْنِ وَ مَانِعَةَ الْخُلُوعِ وَ مُشَارِكَةَ الْحَمَلِيَّةِ مَعَ أَحَدِهِمَا
كَقَوْلِنَا اِما كُلُّ ا ط أَوْ كُلُّ ج ب و کُلُّ ب د یُنْتِجُ اِما كُلُّ ا ط أَوْ كُلُّ ج د لِأَنَّ الْمُنْفَصِلَةَ كَمَا كَانَتْ
مَانِعَةً الْخُلُوعِ وَ جَبَّ صِدْقُ أَحَدِ جُزْئَيْهَا فَالْوَاقِعُ مِنْهُمَا اِما الْجُزْءُ الْغَيْرُ الْمُشَارِكِ وَ هُوَ أَحَدُ جُزْئَيْنِ
النَّتِيجَةِ أَوْ الْجُزْءُ الْمُشَارِكُ فَيَصْدُقُ مَعَ الْحَمَلِيَّةِ وَ هُمَا مُقَدِّمَتَا التَّالِيفِ فَيَصْدُقُ نَتِيجَةُ التَّالِيفِ
وَ هِيَ الْجُزْءُ الْآخِرُ مِنَ النَّتِيجَةِ فَالْوَاقِعُ لَا يَخْلُو عَنْ جُزْئَيْهَا.

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ چوتھی قسم وہ (قیاس) ہے جو حملیہ اور منفصلہ سے مرکب ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں، اس لئے
کہ حملیات یا انفصال کے اجزاء کی تعداد کے برابر ہوں گی یا ان سے کم ہوں گی، اور یہ تقسیم (ان ہی دونوں میں) منحصر نہیں
ہے، کیوں کہ حملیات کی تعداد کا انفصال کے اجزاء کی تعداد سے زیادہ ہونا ممکن ہے، اول یہ ہے کہ حملیات (کی تعداد)
انفصال کے اجزاء کی تعداد کے برابر ہو، اور اب ہم فرض کرتے ہیں کہ حملیات میں سے ہر ایک اجزاء انفصال میں سے
ایک ایک جزء کا مشارک ہے اور اس وقت حملیات اور اجزاء انفصال میں تالیفات نتیجہ میں متحد ہوں گی، یا اس میں مختلف
ہوں گی، بہر حال جب کہ تالیفات کے نتائج متحد ہوں تو یہ قیاس منقسم ہے اور اس کی شرط یہ ہے کہ منفصلہ موجبہ کلیہ مانعہ
الخلو یا حقیقہ ہو، جیسے ہمارا قول کل ج اِما ب و اِما د و اِما ہ و کل ب ط و کل د ط و کل ہ ز نتیجہ دگی کل ج
ط، اس لئے کہ انفصال کے اجزاء میں سے کسی ایک کا صادق ہونا ضروری ہے، اور حملیات نفس الامر میں صادق ہیں، تو
منفصلہ کے اجزاء میں سے جس کا صدق فرض کیا جائے وہ حملیات کے ساتھ صادق ہوگا جو اس کا مشارک ہے، اور نتیجہ
مطلوبہ کا نتیجہ دے گا، اور بہر حال جب کہ تالیفات کے نتائج مختلف ہوں، اور یہی قیاس غیر منقسم ہے، تو منفصلہ مانعہ الخلو
ہوگا جیسے ہمارا قول کل ج اِما ب و اِما د و اِما ہ و کل ب ج و کل د ط و کل ہ ز نتیجہ دے گا، کل ج اِما ج
و اِما ط و اِما ز، جیسا کہ گزر چکا ہے کہ اجزاء منفصلہ میں سے ایک کا اس حملیہ کے ساتھ صادق ہونا ضروری ہے جو اس کا
مشارک ہے۔ اور دوسری (قسم) یہ ہے کہ حملیات انفصال کے اجزاء سے کم ہوں، اور ہم فرض کرتے ہیں کہ حملیہ ایک ہے
اور منفصلہ دو جزؤں والا ہے اور مانعہ الخلو ہے اور حملیہ کی مشارکت ان دونوں میں سے ایک کے ساتھ ہے جیسے ہمارا قول
اِما کل ا ط ا و کل ج ب و کل ب د نتیجہ دے گا اِما کل ا ط ا و کل ج د، اس لئے کہ منفصلہ جب مانعہ الخلو
ہے تو اس کے جزئین میں سے کسی ایک کا صادق ہونا ضروری ہے، اب واقع ان میں سے یا تو جزء غیر مشارک ہوگا اور وہی
نتیجہ کا ایک جزء ہے، یا جزء مشارک ہوگا تو وہ حملیہ کے ساتھ صادق ہوگا اور یہ دونوں تالیف کے دو مقدمے ہیں، پس نتیجہ
تالیف بھی صادق ہوگا، اور وہی نتیجہ کا آخری جزء ہے، پس اس کے جزئین سے واقع خالی نہ ہوگا۔

تشریح: یہاں سے قیاس اقترانی شرطی کی چوتھی قسم کو بیان کیا گیا ہے، چنانچہ شارح فرماتے ہیں کہ قیاس اقترانی شرطی کی چوتھی قسم وہ قیاس ہے جو جملیہ اور منفصلہ سے مرکب ہو، اس کی دو قسمیں ہیں (۱) حملیات کی تعداد انفصال کے اجزاء کی تعداد کے برابر ہو، (۲) ان سے کم ہو، اور جب اول ہو اور حملیات میں سے ہر ایک اجزاء انفصال میں سے ہر ایک کا مشارک ہو تو اس کی دو ضربیں ہیں ایک یا تو تالیفات حملیات اور اجزاء انفصال کے درمیان متحدۃ نتیجہ ہوں گی یا مختلف، اگر نتائج تالیف متحد ہوں تو اس کو قیاس منقسم کہا جاتا ہے، اور اس کے نتیجہ دینے کی دو شرطیں ہیں (۱) منفصلہ موجبہ کلیہ مانعہ اخلو یا حقیقیہ ہو (۲) اجزاء انفصال اور حملیات تالیف نتیجہ پر مشتمل ہوں، اس کا نتیجہ صرف ایک حملیہ ہوتا ہے، کیوں کہ اس میں منفصلہ مانعہ اخلو یا حقیقیہ ہوگا اور اس کا کوئی نہ کوئی جزء ضرور صادق ہوگا، اور حملیات میں سے جو اس جزء کا مشارک ہے وہ بھی ضرور صادق ہوگا تو ان دونوں کا نتیجہ تالیف بھی ضرور صادق ہوگا، اس کو مثال سے سمجھئے، جیسے کل ج ا ماب و ا ماب و ا ماب (صغریٰ منفصلہ موجبہ کلیہ) و کل ب ط و کل د ط و کل ہ ط (کبریٰ حملیہ) اس کا نتیجہ صرف ایک حملیہ کل ج ط ہوگا۔

وهذه القسمة الخ اس عبارت میں شارح نے ماتن پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ ماتن نے اس کی صرف دو ہی صورتیں بیان کی ہے حالانکہ ایک تیسری قسم بھی ہے وہ یہ ہے کہ حملیات کی تعداد انفصال کے اجزاء سے زائد ہو، لیکن ماتن نے دو ہی قسم بیان کیں جس سے معلوم ہوتا ہے یہ دو ہی قسموں پر منحصر ہے، حالانکہ یہ دو ہی پر منحصر نہیں ہے؟

وأما إذا كانت نتائج التالیفات الخ اس عبارت میں شارح نے چوتھی قسم کی پہلی قسم کی دوسری صورت کو بیان کیا ہے، وہ یہ ہے کہ حملیات میں سے ہر ایک اجزاء انفصال میں سے ہر ایک کا مشارک ہو اور اجزاء انفصال کی اور حملیات کے نتائج مختلف ہوں، تو اس کو قیاس غیر منقسم کہا جاتا ہے، اس کے نتیجہ دینے کی بھی دو شرطیں ہیں: ۱۔ جو منفصلہ اس میں مستعمل ہو اس کا موجبہ کلیہ مانعہ اخلو ہو ۲۔ اجزاء انفصال اور حملیات کا تالیف نتیجہ پر مشتمل ہونا، اس کا نتیجہ منفصلہ ہوتا ہے، اس لئے کہ اس میں منفصلہ مانعہ اخلو ہوتا ہے تو اس کا کوئی نہ کوئی جزء صادق ہوگا اور حملیات میں سے جو اس جزء کا مشارک ہو وہ بھی ضرور صادق ہوگا پس ان دونوں کا نتیجہ تالیف بھی ضرور صادق ہوگا اور یہاں چوں کہ نتائج تالیفات مختلف ہیں اس لئے اس قیاس کا نتیجہ ان نتائج تالیفات سے خالی نہ ہوگا، اگلی مثال یہ ہے کل ج ا ماب و ا ماب و ا ماب (صغریٰ) و کل ب ط و کل د ط و کل ہ ط (کبریٰ) اس کا نتیجہ قضیہ منفصلہ کل ج ا ماب و ا ماب و ا ماب ط ہوگا۔

والثانی ان یکون الحملیات الخ اس عبارت میں شارح نے چوتھی قسم کی دوسری قسم کو بیان کیا ہے، وہ یہ ہے کہ حملیات انفصال کے اجزاء سے کم ہوں مثال کے طور پر حملیہ ایک ہے اور منفصلہ دو جزء والا ہے، ایک مانعہ اخلو دوم حملیہ کی مشارکت ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ تو اس کا منفصلہ ہوگا کیوں کہ اس میں منفصلہ مانعہ اخلو ہوتا ہے، تو اس کے جزئین میں سے کوئی نہ کوئی ضرور صادق ہوگا، پس واقع یا تو جزء غیر مشارک ہوگا اور یہی نتیجہ کا جزء ہے یا جزء مشارک ہوگا تو وہ حملیہ کے ساتھ صادق ہوگا اور یہ دونوں تالیف کے دو مقدمے ہیں تو نتیجہ تالیف بھی ضرور صادق ہوگا، اور یہی نتیجہ کا آخری جزء ہے، تو اس قیاس کا نتیجہ اس کے جزئین سے خالی نہ ہوگا، اس کی مثال یہ ہے کل ا ط او کل ج ب (صغریٰ) و کل ج ب و کل ب د (کبریٰ) اس کا نتیجہ ا ماب کل ا ط او کل ج ہوگا۔

فَالْقِسْمُ الْخَامِسُ مَا يَتَرَكَّبُ مِنَ الْمُتَّصِلَةِ وَالْمُنْفَصِلَةِ وَالْإِشْتِرَاكِ إِمَّا فِي جُزْءٍ تَامٍ مِنْ

الْمُقَدَّمَتَيْنِ أَوْ غَيْرِ تَامٍ مِنْهُمَا وَكَيْفَمَا كَانَ فَالْمَطْبُوعُ مِنْهُ مَا تَكُونُ الْمُتَّصِلَةُ صُغْرَى وَالْمُنْفَصِلَةُ كُبْرَى مُوجِبَةً مِثَالِ الْأَوَّلِ قَوْلُنَا كُلَّمَا كَانَ أَبٌ فَجَ دَوَّ دَائِمًا إِمَّا كُلُّ جَ دَاوَهُ زَ مَا بَعْدَ الْجَمْعِ يُنتِجُ دَائِمًا إِمَّا أَنْ يَكُونَ أَبَاوَهُ زَ مَا بَعْدَ الْجَمْعِ لَا يَسْتَلْزِمُ امْتِنَاعَ الْاجْتِمَاعِ مَعَ اللَّازِمِ دَائِمًا أَوْ فِي الْجُمْلَةِ امْتِنَاعُهُ مَعَ الْمَلْزُومِ دَائِمًا أَوْ فِي الْجُمْلَةِ وَ مَا بَعْدَ الْخُلُوعِ يُنتِجُ قَدْ يَكُونُ إِذَا لَمْ يَكُنْ أَبٌ فَهُوَ زَ لَا يَسْتَلْزِمُ نَقِيضَ الْأَوْسَطِ لِلطَّرَفَيْنِ اسْتِلْزَامًا كَلِمًا وَ اسْتِلْزَامَ ذَلِكَ الْمَطْلُوبِ مِنَ الثَّالِثِ وَ مِثَالِ الثَّانِي كُلَّمَا كَانَ أَبٌ فَجَ دَوَّ دَائِمًا إِمَّا كُلُّ دَوَّ دَوَّ زَ مَا بَعْدَ الْخُلُوعِ يُنتِجُ كُلَّمَا كَانَ أَبٌ فِيمَا كُلُّ جَ دَاوَهُ زَ.

ترجمہ: ماتن نے کہا: پانچویں قسم وہ (قیاس اترانی شرطی) ہے جو متصل اور منفصلہ سے مرکب ہو اور اشتراک یا تو مقدمتین کے جزء تام میں ہوگا یا غیر تام میں ہوگا، جو بھی ہو اس میں مطبوع قسم وہ ہے کہ متصلہ صغریٰ ہو اور منفصلہ موجبہ کبریٰ ہو اول کی مثال ہمارا قول کلما کان اب فج د و دائما اما کل ج د او ہ ز مانعہ الجمع کی صورت میں ہے نتیجہ دے گا دائما اما ان یكون اب او ہ ز مانعہ الجمع کیوں کہ لازم کے ساتھ امتناع اجتماع کا استلزام دائما یا فی الجملہ ملزوم کے ساتھ دائما یا فی الجملہ امتناع اجتماع کو مستلزم ہے، اور مانعہ الخلو کا نتیجہ قد یكون إذا لم یکن اب فہ ز ہوگا، کیوں کہ طرفین کے لئے اوسط کی نقیض کا استلزام کلی ہوتا ہے، اور اس کا مطلوب کو مستلزم ہونا شکل ثالث سے ہے، اور ثانی کی مثال کلما کان اب فج د و دائما اما کل د و دز، مانعہ الخلو کی صورت میں، اس کا نتیجہ کلما کان اب فاما کل ج ہ او دز ہوگا۔

أَقُولُ أَجْرُ أَقْسَامِ الْإِفْتِرَائِيَّاتِ الشَّرْطِيَّةِ مَا يَتَرَكَّبُ مِنَ الْمُتَّصِلَةِ وَ الْمُنْفَصِلَةِ وَ الشَّرْكَهَ بَيْنَهُمَا إِمَّا فِي جُزْءٍ تَامٍ مِنْهُمَا أَوْ فِي جُزْءٍ غَيْرِ تَامٍ مِنْهُمَا أَوْ فِي جُزْءٍ تَامٍ مِنْ أَحَدِهِمَا غَيْرُ تَامٍ مِنَ الْآخَرِي فَهَذِهِ أَقْسَامُ ثَلَاثَةٌ أَقْتَصِرُ الْمُصَنِّفُ عَلَى الْقِسْمَيْنِ الْأَوَّلَيْنِ وَ كُلُّ مِنْهُمَا يَنْقَسِمُ إِلَى قِسْمَيْنِ لِأَنَّ الْمُتَّصِلَةَ فِيهِمَا إِمَّا أَنْ تَكُونَ صُغْرَى أَوْ كُبْرَى لَكِنَّ الْمَطْبُوعَ مِنْهُمَا مَا تَكُونُ الْمُتَّصِلَةُ صُغْرَى وَ الْمُنْفَصِلَةُ مُوجِبَةً كُبْرَى إِمَّا الْأَوَّلَ وَهُوَ مَا يَكُونُ الشَّرْكَهَ فِي جُزْءٍ تَامٍ مِنَ الْمُقَدَّمَتَيْنِ فَالْمُنْفَصِلَةُ إِمَّا مَا بَعْدَ الْجَمْعِ أَوْ مَا بَعْدَ الْخُلُوعِ فَإِنْ كَانَتْ مَا بَعْدَ الْجَمْعِ كَقَوْلُنَا كُلَّمَا كَانَ أَبٌ فَجَ دَوَّ دَائِمًا أَوْ قَدْ يَكُونُ إِمَّا جَ دَاوَهُ زَ مَا بَعْدَ الْجَمْعِ يُنتِجُ دَائِمًا أَوْ قَدْ يَكُونُ إِمَّا أَبٌ أَوْ دَوَّ لِأَنَّ جَ دَاوَهُ زَ لَا يَزِمُ لَابَ وَ دَوَّ مُمْتَنِعُ الْاجْتِمَاعِ مَعَ جَ دَ كَلِمًا فَإِنْ كَانَ أَوْ جُزْئِيًّا فَيَكُونُ زَ مُمْتَنِعُ الْاجْتِمَاعِ مَعَ أَبٍ كَذَلِكَ لِأَنَّ امْتِنَاعَ الْاجْتِمَاعِ مَعَ اللَّازِمِ دَائِمًا أَوْ فِي الْجُمْلَةِ يَسْتَلْزِمُ امْتِنَاعَ الْاجْتِمَاعِ مَعَ الْمَلْزُومِ دَائِمًا أَوْ فِي الْجُمْلَةِ وَإِنْ كَانَتْ مَا بَعْدَ الْخُلُوعِ كَمَا فِي الْمِثَالِ الْمَذْكُورِ يُنتِجُ قَدْ يَكُونُ إِذَا لَمْ يَكُنْ أَبٌ فَهُوَ زَ لِأَنَّ نَقِيضَ الْأَوْسَطِ وَهُوَ نَقِيضُ جَ دَ يَسْتَلْزِمُ طَرَفِي النَّتِيجَةِ أَعْنَى نَقِيضِ أَبٍ وَ عَيْنِ دَوَّ إِمَّا أَنَّهُ يَسْتَلْزِمُ نَقِيضَ أَبٍ فَلِأَنَّ النَّقِيضَ اللَّازِمَ يَسْتَلْزِمُ نَقِيضَ الْمَلْزُومِ وَ إِمَّا أَنَّهُ يَسْتَلْزِمُ عَيْنَ دَوَّ فَلِمَنْعِ الْخُلُوعِ بَيْنَ جَ دَوَّ زَ فَكُلُّ أَمْرَيْنِ بَيْنَهُمَا مَنَعَ الْخُلُوعِ يَسْتَلْزِمُ نَقِيضَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَيْنَ الْآخِرِ عَلَى مَا مَرَّ فِي تَلَاوُزِ الشَّرْطِيَّاتِ وَ إِذَا اسْتَلْزَمَ نَقِيضُ الْأَوْسَطِ لِلطَّرَفَيْنِ ائْتَجَّ مِنَ الشَّكْلِ الثَّالِثِ أَنَّ نَقِيضَ أَبٍ قَدْ

يَسْتَلْزِمُ عَيْنَ هَ زَ وَهُوَ الْمَقْصُودُ وَأَمَّا الثَّانِي وَهُوَ مَا يَكُونُ الشَّرْكَهَ فِي جُزْءٍ غَيْرِ تَامٍ مِنَ الْمُقَدَّمَتَيْنِ وَلِتَكُنِ الْمُنْفَصِلَةُ مَانِعَةً الْخُلُوعِ فَكَقَوْلِنَا كُلَّمَا كَانَ أَبَ فِكُلُّ جَ دَ وَ دَائِمًا إِمَّا كُلُّ دَ أَوْ دَ زَ يُنْتِجُ كُلَّمَا كَانَ أَبَ فِيمَا كُلُّ جَ هَ أَوْ دَ زَ لِأَنَّهُ كُلَّمَا فُرِضَ أَبَ كَانَ جَ دَ فَالْوَاقِعُ حِينَئِذٍ مِنَ الْمُنْفَصِلَةِ إِمَّا كُلُّ دَ أَوْ دَ زَ فَإِنْ كَانَ دَ فَالْوَاقِعُ عَلَى تَقْدِيرِ أَبَ كُلُّ جَ دَ وَ كُلُّ دَ هُمَا يَسْتَلْزِمَانِ كُلُّ جَ هَ وَ إِنْ كَانَ دَ زَ فَعَلَى تَقْدِيرِ أَبَ يَكُونُ الْوَاقِعُ إِمَّا كُلُّ جَ هَ أَوْ دَ زَ وَهُوَ الْمَطْلُوبُ هَذَا كَلَامُ أَجْمَالِي فِي الْإِفْتِرَاقَاتِ الشَّرْطِيَّةِ وَأَمَّا بَيَانُ تَفَاصِيلِهَا فَهُوَ مِمَّا لَا يَلِيْقُ بِالْمُخْتَصَرَاتِ.

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ اقترانیات شرطیہ کی آخری قسم وہ (قیاس) ہے جو متصلہ اور منفصلہ سے مرکب ہو، اور شرکت ان دونوں کے درمیان یا تو ان دونوں کے جزء تام میں ہوگی یا ان کے جزء غیر تام میں ہوگی یا ان میں سے ایک کے جزء تام میں اور دوسرے کے جزء غیر تام میں ہوگی پس یہ تین قسمیں ہیں، مصنف نے پہلی دو قسموں پر اکتفا کیا ہے، اور ان دونوں میں سے ہر ایک دو قسموں کی طرف منقسم ہوتا ہے، اس لئے کہ متصلہ ان دونوں میں یا تو صغریٰ ہوگا یا کبریٰ، لیکن ان میں سے مطبوع قسم وہ ہے کہ متصلہ صغریٰ ہو اور منفصلہ موجبہ کبریٰ ہو، اور بہر حال اول اور وہ یہ ہے کہ شرکت مقدمین کے جزء تام میں تو منفصلہ یا تو مانعہ الجمع ہوگا یا مانعہ الخلو ہوگا پس اگر مانعہ الجمع ہو جیسے ہمارا قول $\frac{ج د}{د ا}$ کلما کان اب فج د و دائما او قد یکون اما ج د او ہ ز مانعہ الجمع ہے، نتیجہ دے گا دائما او قد یکون اما اب او ہ ز کیوں کہ ج د اب کے لئے لازم ہے، اور ہ ز ممتنع الاجتماع ہے ج د کے ساتھ کلی ہو یا جزئی، پس ہ ز (بھی) اسی طرح اب کے ساتھ ممتنع الاجتماع ہوگا اس لئے کہ لازم کے ساتھ دائما یا بی الجملہ اجتماع کا ممتنع ہونا ملزوم کے ساتھ دائما یا بی الجملہ اجتماع کے ممتنع ہونے کو مستلزم ہے، اور اگر مانعہ الخلو ہو جیسا کہ مثال مذکور میں ہے، تو نتیجہ قد یکون إذا لم یکن اب فہ ز ہوگا، اس لئے کہ اوسط کی نقیض یعنی ج د کی نقیض نتیجہ کی دونوں طرفوں یعنی اب کی نقیض اور ہ ز کے عین کو مستلزم ہے، اور بہر حال یہ ہے کہ وہ اب کی نقیض کو مستلزم ہے تو اس لئے کہ لازم کی نقیض ملزوم کی نقیض کو مستلزم ہوتی ہے، اور بہر حال یہ کہ وہ ہ ز کے عین کو مستلزم ہے تو اس لئے کہ ج د اور ہ ز کے درمیان مانعہ الخلو ہے پس ہر ایسے دو امر جن میں مانعہ الخلو ہو ان میں سے ہر ایک کی نقیض آخر کے عین کو مستلزم ہوگی جیسا کہ تلازم شرطیات میں گزر چکا، اور جب اوسط کی نقیض طرفین کو مستلزم ہوئی تو نتیجہ شکل ثالث سے یہ ہوگا کہ اب کی نقیض کبھی ہ ز کے عین کو مستلزم ہوتی ہے اور یہی مطلوب ہے۔ اور بہر حال دوسری (قسم) اور وہ یہ ہے کہ شرکت مقدمین کے جزء غیر تام میں ہو تو منفصلہ مانعہ الخلو ہوگا جیسے ہمارا قول کلما کان اب فکل ج د اور دائما اما کل د ہ او دز، نتیجہ کلما کان اب فاما کل ج ہ او دز ہوگا، اس لئے کہ جس کو اب فرض کیا جائے وہ ج د ہوگا، تو منفصلہ کا جزء واقع اس وقت اما کل د ہ او دز ہوگا پس اگر وہ د ہ ہو تو اب کی تقدیر پر کل ج د اور کل د ہ ہوگا، اور یہ دونوں کل ج ہ کو مستلزم ہیں، اور اگر دز ہو تو اب کی تقدیر پر (جزء) واقع اما کل ج ہ او دز ہوگا اور یہی مطلوب ہے، یہ اقترانیات شرطیہ کے سلسلے میں اجمالی گفتگو ہے اور بہر حال ان کے تفصیل کو بیان کرنا تو یہ مختصر کتابوں کے مناسب نہیں ہے۔

تشریح: اس قال میں ماتن نے قیاس اقترانی شرطی کی پانچویں قسم کو بیان کیا ہے، شارح کہتے ہیں کہ قیاس اقترانی شرطی کی پانچویں

قسم وہ قیاس ہے جو متصلہ اور منفصلہ سے مرکب ہو اور اس کی تین صورتیں ہیں: ۱- جس میں حد وسط مقدمین کے جزء تام میں شریک ہو۔ ۲- مقدمین کے جزء غیر تام میں شریک ہو۔ ۳- ایک کے جزء تام میں شریک ہو اور دوسرے کے جزء غیر تام میں شریک ہو۔

اقتصر المص شارح یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مصنف نے ان میں سے پہلی دو قسم ہی پر اکتفا کیا ہے اور ان میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں: ۱- ان دونوں میں متصلہ یا تو صغریٰ ہوگا۔ ۲- یا کبریٰ ہوگا لیکن یہاں ان دونوں میں سے مقبول اور مطبوع وہ قسم ہے جس میں متصلہ صغریٰ ہو اور منفصلہ موجبہ کبریٰ ہو، اور پہلی قسم یعنی جس میں شریک مقدمین کے جزء تام میں ہو اس کی دو صورتیں ہیں: ۱- منفصلہ کا مانعہ الجمع ہونا۔ ۲- منفصلہ کا مانعہ الخلو ہونا، اگر منفصلہ مانعہ الجمع ہو تو اس کا نتیجہ مانعہ الجمع ہوگا جیسے کَلِمَا كَانَ أَبْ فَجْ د (صغریٰ متصلہ موجبہ کلیہ ہے) و دَائِمًا أَوْ قَدْ يَكُونُ إِمَّا ج د أَوْ ه (کبریٰ منفصلہ مانعہ الجمع ہے) اس کا نتیجہ مانعہ الجمع ہوگا یعنی دَائِمًا أَوْ قَدْ يَكُونُ إِمَّا أَبْ أَوْ ه ز، اس لئے کہ ج د أَبْ کے لئے لازم ہے، اور ہ ز کا ج د کے ساتھ جمع ہونا ممتنع ہے، تو ہ ز کا اجتماع بھی أَب کے ساتھ ممتنع ہے کیوں کہ لازم کے ساتھ دائماً یا فی الجملہ اجتماع کا ممتنع ہونا ملزوم کے ساتھ دائماً یا فی الجملہ اجتماع کے ممتنع ہونے کو مستلزم ہے، اس کی واضح اور سہل مثال ذکر کرتا ہوں غور سے دیکھئے اور وہ مثال یہ ہے کَلِمَا كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً كَانَ النَّهَارُ مَوْجُودًا (صغریٰ) و دَائِمًا قَدْ يَكُونُ النَّهَارُ مَوْجُودًا أَوْ الْبَدْرُ لَا مَعًا (کبریٰ) اس کا نتیجہ قَدْ يَكُونُ إِمَّا أَنْ يَكُونَ الشَّمْسُ طَالِعَةً أَوْ يَكُونُ الْبَدْرُ لَا مَعًا، یہ نتیجہ اس وجہ سے ہوگا کہ طلوع شمس کے لیے وجود نہار لازم ہے اور لعان بدر کا اجتماع وجود نہار کے ساتھ ممتنع ہے تو طلوع شمس کے ساتھ لعان بدر کا اجتماع ممتنع ہے، اس لئے کہ لازم کے ساتھ دائماً یا فی الجملہ اجتماع کا ممتنع ہونا ملزوم کے ساتھ دائماً یا فی الجملہ اجتماع کے ممتنع ہونے کو مستلزم ہے، اور اگر منفصلہ مانعہ الخلو ہو جیسے کَلِمَا كَانَ أَبْ فَجْ د (صغریٰ متصلہ موجبہ کلیہ) و دَائِمًا قَدْ يَكُونُ إِمَّا ج د أَوْ ه ز اس میں حد وسط ج د ہے اس کو گرانے کے بعد نتیجہ نکلا قَدْ يَكُونُ إِذَا لَمْ يَكُنْ أَبْ فَهْ ز، مانعہ الخلو کی صورت میں یہ نتیجہ اس وجہ سے آیا کہ حد وسط یعنی ج د کی نقیض نتیجہ کی دونوں طرفوں أَب کی نقیض یعنی لَمْ يَكُنْ أَبْ اور ہ ز کے عین کو مستلزم ہے، حد وسط کی نقیض أَب کی نقیض تو اس وجہ سے مستلزم ہے کہ لازم کی نقیض ملزوم کی نقیض کو مستلزم ہوتی ہے اور ہ ز کے عین کو مستلزم ہونا تو اس وجہ سے ہے کہ ج د اور ہ ز کے درمیان مانعہ الخلو ہے، اور ہر ایسے دو امر جن کے درمیان مانعہ الخلو ہو ان میں سے ایک کی نقیض دوسرے کے عین کو مستلزم ہوتی ہے جیسا کہ تلازم شرطیات میں اس کا بیان گزر چکا ہے، اور جب حد وسط کی نقیض طرفین کو مستلزم ہوئی تو شکل ثالث سے نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ أَب کی نقیض کبھی ہ ز کے عین کو مستلزم ہوتی ہے اور یہی ہمارا مطلوب و مقصود ہے، شکل ثالث اس طرح ہوگی کَلِمَا تَحَقَّقَ نَقِيضُ الْاَوْسَطِ تَحَقَّقَ طَرَفُ الْاَوَّلِ مِنَ النَّتِيجَةِ يَعْنِي لَيْسَ أَبْ (صغریٰ) و کَلِمَا تَحَقَّقَ نَقِيضُ الْاَوْسَطِ تَحَقَّقَ الطَّرَفُ الْآخَرُ يَعْنِي هْ ز (کبریٰ) دیکھئے یہ شکل ثالث ہے اس لئے کہ حد وسط میں دونوں جگہ مقدم کی جگہ ہے اور شکل ثالث کا نتیجہ کلیہ نہیں آتا ہے بلکہ جزئی آتا ہے، لہذا نتیجہ ہوگا قَدْ يَكُونُ إِذَا لَمْ يَكُنْ أَبْ فَهْ ز۔

وَأَمَّا الشَّانِي الْخِ اس عبارت میں شارح نے قیاس اقترانی شرطی کی پانچویں قسم کی دوسری صورت کو بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ حد وسط دونوں مقدموں کے جزء غیر تام میں شریک ہو اور اس صورت میں منفصلہ مانعہ الخلو ہوگا جیسے کَلِمَا كَانَ أَبْ فَكُلْ ج د (صغریٰ) و دَائِمًا إِمَّا كُلْ دَهِ اور دَ ز (کبریٰ) دیکھئے حد وسط اس میں ”د“ ہے جو صغریٰ میں تالی کا جزء ہے، اور کبریٰ میں

مقدم کا جزء ہے، جب اس کو گرا دیا تو نتیجہ نکلا کَلَمَّا كَانَ أَبٌ فَمَا كَلَّ جَہ اور دُز، یہ نتیجہ اس وجہ سے آیا کہ جس کو اب فرض کیا جائے تو وہ ج د بھی ہوگا، تو منفصلہ کا جزء واقع اس وقت یا تو کَل دہ ہوگا یا د ز ہوگا اور اگر منفصلہ کا جزء واقع دہ ہو تو واقع اب کی تقدیر پر کَل ج د اور کَل دہ ہوگا، اور یہ دونوں کَل ج ہ کو مستلزم ہیں، اور اگر منفصلہ کا جزء واقع د ز ہو تو واقع اب کی تقدیر پر اِما کَل ج ہ ہوگا یا د ز اور یہی ہمارا مطلوب ہے۔

ہذا کلام اجمالی الخ سے شارح یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اقترانی شرطی کے سلسلے میں جو کچھ یہاں بیان کیا گیا ہے یہ اجمالی گفتگو ہے اس کے سلسلے میں تفصیلی گفتگو بڑی بڑی کتاب کے مناسب ہے اور یہ بہت ہی مختصر کتاب ہے اس لئے میں نے یہاں اس کے سلسلے میں مفصل کلام نہیں کیا ہے بلکہ اجمالاً بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے۔

فَقَالَ الْفَصْلُ الرَّابِعُ فِي الْقِيَاسِ الْإِسْتِثْنَائِيِّ وَهُوَ مُرْكَبٌ مِنْ مُقَدِّمَتَيْنِ أَحَدُهُمَا شَرْطِيَّةٌ وَالْأُخْرَى وَضْعٌ لِأَحَدِ جُزْئَيْهَا أَوْ رَفْعُهُ لِيَلْزَمَ وَضْعَ الْآخَرِ أَوْ رَفْعُهُ وَيَجِبُ إِيْجَابُ الشَّرْطِيَّةِ وَلِزُومِيَّةُ الْمُتَّصِلَةِ وَعِنَادِيَّةُ الْمُنْفَصِلَةِ وَكُلِّيَّتُهَا أَوْ كَلِّيَّةُ الْوَضْعِ أَوْ الرَّفْعِ إِنْ لَمْ يَكُنْ وَقْتُ الْإِتِّصَالِ وَالْإِنْفِصَالِ هُوَ بَعِيْنُهُ وَقْتُ الْوَضْعِ وَالرَّفْعِ أَقُولُ قَدْ مَرَّ أَنَّ الْقِيَاسَ الْإِسْتِثْنَائِيَّ مَا يَكُونُ عَيْنُ النَّتِيجَةِ أَوْ نَقِيضُهَا مَذْكُورًا فِيهِ بِالْفِعْلِ فَالْمَذْكُورُ فِيهِ عَيْنُ النَّتِيجَةِ أَوْ نَقِيضُهَا إِمَّا مُقَدِّمَةٌ مِنْ مُقَدِّمَاتِهِ وَهُوَ مُحَالٌ وَإِلَّا يَلْزَمُ اثْبَاتُ الشَّيْءِ بِنَفْسِهِ أَوْ بِنَقِيضِهِ أَوْ جُزْءٍ مِنْ مُقَدِّمَتَيْهِ وَالْمُقَدِّمَةُ الَّتِي جُزْءُهَا قَضِيَّةٌ تَكُونُ شَرْطِيَّةً وَالْأُخْرَى وَضْعِيَّةً فَالْقِيَاسُ الْإِسْتِثْنَائِيُّ مَا يَكُونُ مُرْكَبًا مِنْ مُقَدِّمَتَيْنِ أَحَدُهُمَا شَرْطِيَّةً وَالْأُخْرَى وَضْعِيَّةً أَوْ اثْبَاتٌ لِأَحَدِ جُزْئَيْهَا أَوْ رَفْعُهُ أَوْ نَفْيُهُ لِيَلْزَمَ وَضْعُ الْجُزْءِ الْآخَرِ أَوْ رَفْعُهُ كَقَوْلِنَا كَلَمَّا كَانَتْ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مُوجُودٌ لَكِنَّ الشَّمْسَ طَالِعَةً يُنتِجُ أَنَّ النَّهَارَ مُوجُودٌ وَلَكِنَّ النَّهَارَ لَيْسَ بِمُوجُودٍ يُنتِجُ أَنَّ الشَّمْسَ لَيْسَتْ بِطَالِعَةٍ وَكَقَوْلِنَا دَائِمًا إِمَّا أَى يَكُونُ هَذَا الْعَدَدُ زَوْجًا أَوْ فَرْدًا لَكِنَّ هَذَا الْعَدَدُ زَوْجٌ يُنتِجُ أَنَّهُ لَيْسَ بِفَرْدٍ وَلَكِنَّهُ لَيْسَ بِزَوْجٍ يُنتِجُ أَنَّهُ فَرْدٌ فَفِي الْمُتَّصِلَاتِ يُنتِجُ الْوَضْعُ الْوَضْعَ وَالرَّفْعُ الرَّفْعَ وَفِي الْمُنْفَصِلَاتِ يُنتِجُ الْوَضْعُ الرَّفْعَ وَبِالْعَكْسِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا: چوتھی فصل قیاس استثنائی کے بیان میں ہے اور یہ ایسے دو مقدموں سے مرکب ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک شرطیہ ہوتا ہے اور دوسرا اس کے جزئین میں سے کسی ایک کا وضع یا اس کا رفع ہوتا ہے، تاکہ جزء آخر کا وضع یا اس کا رفع لازم ہو اور شرطیہ کا موجب ہونا اور متصلہ کا لزومیہ ہونا اور منفصلہ کا عنادیہ ہونا اور اس کا کلیہ ہونا یا وضع یا رفع کا کلیہ ہونا ضروری ہے، اگر اتصال اور انفصال کا وقت یعنی وضع اور رفع کا وقت نہ ہو۔ میں کہتا ہوں کہ تحقیق کہ گزر چکا ہے کہ قیاس استثنائی وہ (قیاس) ہے کہ نتیجہ کا عین یا اس کی نقیض اس میں بالفعل مذکور ہو، پس مذکور اس میں نتیجہ کا عین یا اس کی نقیض یا تو اس کے مقدمات میں سے کوئی مقدمہ ہوگا اور یہ محال ہے، ورنہ شئی کا اثبات اس کی ذات یا اس کی نقیض سے لازم آئے گا، یا اس کے مقدمات میں سے کوئی مقدمہ ہوگا اور وہ مقدمہ جس کا وہ جزء ہے قضیہ شرطیہ ہوگا اور دوسرا وضعیہ، پس قیاس استثنائی وہ (قیاس) ہے جو دو ایسے مقدموں سے مرکب ہو جن میں سے ایک شرطیہ ہو اور دوسرا وضعیہ یعنی اس کے جزئین میں سے کسی ایک کا

اثبات ہو یا اس کا رفع یعنی اس کی نفی تاکہ جزء آخر کا وضع یا اس کا رفع لازم آجائے، جیسے ہمارا قول کلمات الشمس طالعة فالنهار موجود لكن الشمس طالعة نتیجہ دے گا، ان النهار موجود ولكن النهار ليس بموجود نتیجہ دے گا، ان الشمس ليست بطالعة اور جیسے ہمارا قول دائما إما ان يكون هذا العدد زوجا او فردا لكن هذا العدد زوج، نتیجہ دے گا، انه ليس بفرد ولكنه ليس بزواج نتیجہ دے گا، انہ فرد، پس متصلات میں وضع، وضع نتیجہ دے گا اور رفع، رفع نتیجہ دے گا، اور منفصلات میں وضع، رفع نتیجہ دے گا، اور اس کا برعکس۔

تشریح: قیاس کی بحث کے شروع میں ماتن و شارح نے یہ بتلایا تھا کہ قیاس کی دو قسمیں ہیں: ۱- اقترانی ۲- استثنائی، اب تک قیاس اقترانی کی تعریف اور اس کے اقسام و احکام سے بحث تھی اب یہاں سے ماتن و شارح قیاس استثنائی کی بحث شروع فرما رہے ہیں، اسی لئے قیاس استثنائی کی تعریف اور وجہ تسمیہ ذکر کی جاتی ہے۔

قیاس استثنائی کی تعریف: قیاس استثنائی وہ قیاس ہے جس میں نتیجہ بعینہ یا نتیجہ کی نفیض مذکور ہو، نتیجہ بعینہ مذکور ہونے کی مثال یہ ہے، ان کان زید انسانا کان حیوان لکنہ انسان نتیجہ نکلا فہو حیوان، دیکھئے یہاں نتیجہ ہو حیوان ہے جو قیاس میں کان حیوانا کے ضمن میں بعینہ مذکور ہے، لہذا یہ مثال قیاس استثنائی کی ہے، اور نتیجہ کی نفیض مذکور ہونے کی مثال یہ ہے ان کان زید حمرا کان ناھقا لکنہ لیس بناھق، نتیجہ نکلا انہ لیس بحمار دیکھئے اس مثال میں نتیجہ انہ لیس بحمار ہے جو قیاس میں مذکور نہیں ہے، البتہ اس کی نفیض ان کان زید حمرا مذکور ہے، لہذا یہ مثال بھی قیاس استثنائی کی ہے۔

وجه تسمیہ: قیاس استثنائی کو ”استثنائی“ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں حرف استثناء یعنی لکن موجود ہوتا ہے شارح فرماتے ہیں کہ قیاس استثنائی نتیجہ کا عین یا نتیجہ کی نفیض کی دو صورتیں ہیں، یا تو وہ قیاس کے مقدمات میں سے ایک مقدمہ ہوگا یا قیاس کے مقدمات میں جزء ہوگا، پہلی صورت محال اور باطل ہے، کیوں کہ اگر نتیجہ کا عین یا نفیض قیاس کے مقدمات میں سے ایک مقدمہ ہو تو اس صورت میں شئی کا اثبات اس کی ذات سے یا اس کی نفیض سے لازم آئے گا، اور شئی کا اثبات بنفسہ یا بعقیدہ محال و باطل ہے، اور جو باطل کو مستزم ہو وہ بھی باطل ہوتا ہے، لہذا نتیجہ کا عین یا نتیجہ کی نفیض کا قیاس کے مقدمات میں سے ایک مقدمہ ہونا باطل ہے۔ جب یہ باطل ہو گیا تو دوسری صورت متعین ہو گئی کہ نتیجہ کا عین یا اس کی نفیض قیاس کے مقدمات میں سے ایک مقدمہ ہوگا، اور یہ قیاس ہمیشہ ایسے دو مقدموں سے ملکر بنتا ہے جن میں سے ایک مقدمہ شرطیہ ہوتا ہے، اور دوسرا حملیہ، اگر پہلا مقدمہ شرطیہ متصل ہو تو اس قیاس کا نام استثنائی اتصالی ہوگا، اور اگر پہلا مقدمہ شرطیہ منفصلہ ہو تو اس قیاس کا نام قیاس استثنائی انفصالی ہوگا، اور دوسرا مقدمہ جو حملیہ ہوتا ہے وہ یا تو بعینہ مقدم ہوگا یا بعینہ تالی ہوگا یا مقدم کی نفیض یا تالی کی نفیض ہوگا، پس ہر قیاس کے استنتاج میں عقلی احتمال کے اعتبار سے چار چار صورتیں نکلیں گی۔

ففى المتصلات الخ اس عبارت سے شارح یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ قیاس استثنائی میں پہلے مقدمہ کے شرطیہ متصلہ ہونے کی صورت میں وضع یعنی اثبات وضع کا نتیجہ دے گا اور رفع یعنی رفع کا نتیجہ دے گا، جیسے کَلَمَّا كَانَتِ الشَّمْسُ طَالَعَةً فَالْنَّهَارُ موجود (صغریٰ) لَكِنِ الشَّمْسُ طَالَعَةٌ (کبریٰ) نتیجہ دے گا اِن النَّهَارِ موجود۔ دیکھئے اس مثال میں لَكِنِ الشَّمْسُ طَالَعَةٌ بصورتِ اثبات ہے اس لئے نتیجہ بھی بصورتِ اثبات اِن النَّهَارِ موجود ہوا۔ نتیجہ کے بصورتِ نفی ہونے کی مثال ملاحظہ فرمائیں، جیسے کَلَمَّا كَانَتِ الشَّمْسُ طَالَعَةً فَالْنَّهَارُ موجود (صغریٰ) لَكِنِ النَّهَارُ لَيْسَ بِمَوْجُودٍ (کبریٰ) اس کا نتیجہ

ہوگا ان الشمس لیست بطالعة دیکھئے اس مثال میں لکن النہار لیس بموجود بصورت نفی ہے اس لئے نتیجہ بھی بصورت نفی ان الشمس لیست بطالعة ہوا۔

وفی المنفصلات الخ اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ اگر پہلا مقدمہ شرطیہ منفصلہ ہو تو وضع یعنی اثبات، اثبات کا نتیجہ دے گا اور رفع یعنی نفی، نفی کا نتیجہ دے گا چنانچہ شارح نے اس کو مثال سے سمجھایا ہے، جیسے دائماً إما ان یکون هذا العدد زوجاً او فرداً (صغریٰ) لکن هذا العدد زوج (کبریٰ) نتیجہ ہوگا نہ لیس بفرد دیکھئے اس مثال میں لکن هذا العدد زوج بصورت اثبات ہے اس لئے نتیجہ بصورت نفی انہ لیس بفرد ہوا، اور نتیجہ کے بصورت نفی ہونے کی مثال ملاحظہ فرمائیں، جیسے دائماً إما ان یکون هذا العدد زوجاً او فرداً (صغریٰ) لکن هذا العدد لیس بزواج (کبریٰ) نتیجہ ہوگا، انہ فرد، دیکھئے اس قیاس میں پہلا مقدمہ شرطیہ منفصلہ ہے اور دوسرا مقدمہ لکن هذا العدد لیس بزواج بصورت نفی ہے، اور نتیجہ بصورت اثبات انہ فرد آیا ہے، لہذا معلوم ہوا کہ اگر قیاس کا پہلا مقدمہ شرطیہ منفصلہ ہو اور دوسرا مقدمہ بصورت اثبات ہو تو نتیجہ بصورت نفی ہوگا اور اگر دوسرا مقدمہ بصورت نفی ہو تو نتیجہ بصورت اثبات ہوگا۔

وَيُغْتَبَرُ فِي إِنْتَاجِ هَذَا الْقِيَاسِ شَرَايِطُ أَحَدِهَا أَنْ تَكُونَ الشَّرْطِيَّةُ مُوجِبَةً فَإِنَّهَا إِنْ كَانَتْ سَالِبَةً لَمْ تُنْتِجْ شَيْئًا لَا الْوَضْعَ وَلَا الرَّفْعَ فَإِنَّ مَعْنَى الشَّرْطِيَّةِ السَّالِبَةِ سَلْبُ اللَّزُومِ أَوْ الْعِنَادِ وَإِذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْأَمْرَيْنِ لَزُومٌ أَوْ عِنَادٌ لَمْ يَلْزَمْ مِنْ وُجُودِ أَحَدِهِمَا أَوْ عَدَمِهِ وَجُودُ الْآخَرِ أَوْ عَدَمُهُ وَثَانِيهَا أَنْ تَكُونَ الشَّرْطِيَّةُ لَزُومِيَّةً إِنْ كَانَتْ مُتَّصِلَةً وَعِنَادِيَّةً إِنْ كَانَتْ مُنْفَصِلَةً لَا اتِّفَاقِيَّةً لِإِنَّ الْعِلْمَ يَصْدُقُ الْإِتِّفَاقِيَّةَ أَوْ كَذِبُهَا مَوْقُوفٌ عَلَى الْعِلْمِ بِصِدْقِ أَحَدِ طَرَفَيْهَا أَوْ كَذِبِهِ فَلَوْ اسْتَفِيدَ الْعِلْمُ بِصِدْقِ أَحَدِ الطَّرَفَيْنِ وَكَذِبِهِ مِنَ الْإِتِّفَاقِيَّةِ يَلْزَمُ الدَّوْرُ وَثَالِثُهَا أَحَدُ الْأَمْرَيْنِ وَهُوَ إِمَّا كَلِّيَّةُ الشَّرْطِيَّةِ أَوْ كَلِّيَّةُ الْإِسْتِثْنَاءِ أَوْ كَلِّيَّةُ الْوَضْعِ أَوْ الرَّفْعِ فَإِنَّهُ لَوْ انْتَفَى الْأَمْرَانِ احْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ اللَّزُومُ أَوْ الْعِنَادُ عَلَى بَعْضِ الْأَوْضَاعِ وَالْإِسْتِثْنَاءِ عَلَى وَضْعٍ آخَرَ فَلَا يَلْزَمُ مِنْ اثْبَاتِ أَحَدِ جُزْئِي الشَّرْطِيَّةِ أَوْ نَفْيِهِ ثُبُوتُ الْآخَرِ أَوْ انْتِفَاءُ هُ اللَّهْمُ إِلَّا إِذَا كَانَ وَقْتُ الْإِتِّصَالِ وَالْإِنْفِصَالِ وَوَضْعُهُمَا بَعَيْنَهُ وَقْتُ الْإِسْتِثْنَاءِ وَوَضْعُهُ فَإِنَّهُ يُنْتِجُ الْقِيَاسَ حِينَئِذٍ ضَرُورَةً كَقَوْلِنَا إِنْ قَدِمَ زَيْدٌ فَبِي وَقْتُ الظُّهْرِ مَعَ عَمْرٍو وَآكْرَمْتُهُ لَكِنَّهُ قَدِمَ مَعَ عَمْرٍو فِي ذَلِكَ الْوَقْتِ فَأَكْرَمْتُهُ.

ترجمہ: اور اس قیاس کے نتیجہ دینے میں چند شرطوں کا اعتبار کیا جاتا ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ شرطیہ موجبہ ہو، اس لئے کہ اگر وہ سالبہ ہوگا تو کوئی نتیجہ نہ دے گا نہ وضع کا نہ رفع کا، اس لئے کہ شرطیہ سالبہ کے معنی سلب لزوم یا (سلب) عناد ہوں گے، اور جب دو امور کے درمیان لزوم یا عناد نہ ہوگا تو ان میں سے ایک کے وجود یا عدم سے دوسرے کا وجود یا عدم لازم نہ ہوگا، اور ان میں سے دوسری (شرط) یہ ہے کہ شرطیہ لزومیہ ہو اگر شرطیہ متصلہ ہو، اور عنادیہ ہو اگر شرطیہ منفصلہ ہو، اتفاقیہ نہ ہو، اس لئے کہ اتفاقیہ کے صدق یا اس کے کذب کا علم اس کے طرفین میں سے کسی ایک کے صدق یا اس کے کذب کے علم پر موقوف ہے، پس اگر احاد الطرفین کے صدق اور اس کے کذب کا علم اتفاقیہ سے مستفاد ہو تو دور لازم آئے گا۔ اور ان

میں سے تیسری (شرط) احد الامرین ہے یعنی شرطیہ کا کلیہ ہونا یا استثناء کا کلیہ ہونا یعنی وضع کا کلیہ ہونا یا رفع کا کلیہ ہونا، کیوں کہ اگر یہ دونوں امر مفقود ہوں تو احتمال ہوگا کہ لزوم یا عناد بعض اوضاع پر ہو اور استثناء دوسری وضع پر ہو، پس شرطیہ کے جزئین میں سے ایک کے اثبات یا اس کی نفی سے دوسرے کا ثبوت یا اس کا منہی ہونا لازم نہ ہوگا، مگر جب کہ اتصال اور انفصال اور ان کی وضع کا وقت بعینہ استثناء اور اس کی وضع کا وقت ہو، کہ اس وقت قیاس ضرور منتج ہوگا، جیسے اگر زید ظہر کے وقت عمرو کے ساتھ آئے تو میں اس کا اکرام کروں گا لیکن وہ عمرو کے ساتھ اسی وقت آیا ہے پس میں نے اس کا اکرام کیا ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے قیاس استثنائی کے نتیجہ دینے کی شرطیں بیان کی ہیں، چنانچہ فرمایا ہے کہ قیاس استثنائی کے نتیجہ دینے کی تین شرطیں ہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ شرطیہ موجبہ ہو، یہ اس وجہ سے شرط ہے کہ اگر شرطیہ موجبہ نہ ہو تو شرطیہ سالبہ ہوگا، اور شرطیہ سالبہ منتج نہیں ہوتا ہے لہذا یہاں بھی شرطیہ سالبہ منتج نہ ہوگا نہ منتج وضع ہوگا اور نہ منتج رفع، کیوں کہ سالبہ کی صورت میں لزوم یا عناد کا سلب ہوگا، اور جب دو امروں کے درمیان لزوم یا عناد ہی نہ رہا تو کسی ایک امر کے وجود یا عدم سے امر آخر کا وجود یا عدم لازم نہ ہوگا دوسری شرط یہ ہے کہ اگر شرطیہ متصل ہو تو اس کا لزومیہ ہونا ضروری ہے، اور اگر منفصلہ ہو تو اس کا عناد یہ ہونا ضروری ہے، اتفاقہ نہیں ہونا چاہئے، کیوں کہ اگر اتفاقہ ہوگا تو دور لازم آئے گا، جو کہ باطل ہے لہذا اتفاقہ ہونا باطل ہے، لزوم دور کی تشریح یہ ہے کہ متصلہ اتفاقہ کے صدق کا علم احد الطرفین یعنی تالی کے صدق کے علم پر موقوف ہے، کیوں کہ متصلہ میں تالی کا صادق ہونا ضروری ہے، خواہ عامہ ہو یا خاصہ، اب اگر احد الطرفین یعنی تالی کے صدق کا علم متصلہ اتفاقہ کے صدق سے حاصل کیا جائے تو متصلہ اتفاقہ کے صدق کا علم احد الطرفین کے صدق کے علم پر اور احد الطرفین کے صدق کا علم متصلہ اتفاقہ کے صدق کے علم پر موقوف ہوگا اور یہی دور ہے۔ اور قیاس استثنائی کے نتیجہ دینے کی تیسری شرط یہ ہے کہ دو باتوں میں سے کوئی ایک ہو یا تو شرطیہ کلیہ ہو یا استثنائی کلیہ ہو یعنی وضع یا رفع کا۔ ہو اس لئے کہ اگر دونوں باتیں نہ پائی جائیں تو یہ احتمال ہوگا کہ شرطیہ متصلہ میں لزوم اور منفصلہ میں عناد (بعض اوضاع پر ہو استثناء دوسری وضع پر ہو، پس شرطیہ کے ایک جزء کے اثبات یا نفی سے دوسرے جزء کا ثبوت یا انقضاء لازم نہ ہوگا، واضح رہے کہ یہ شرط منت نہیں بلکہ ایک مخصوص وقت میں ہے، وہ یہ ہے کہ جب لزوم یا عناد کی وضع اور استثناء کی وضع ایک نہ ہو ورنہ کلیہ ہونا شرط نہیں ہے دونوں وضعوں کا متحد ہونا نتیجہ دینے کے لئے کافی ہے، جیسے ان قدم زید فی وقت الظہر مع عمرو اکرمہ (صغریٰ) لکنہ ام عمرو فی ذلک الوقت فاکرمہ (کبریٰ) نتیجہ ہوگا لکنی اکرمہ فہو لم یقدم فی وقت الظہر مع عمرو۔

وَالْمُرَادُ بِكَلِمَةِ الْإِسْتِثْنَاءِ لَيْسَ تَحَقُّقُهُ فِي جَمِيعِ الْأَزْمِنَةِ فَقَطْ بَلْ مَعَ جَمِيعِ الْأَوْضَاعِ الَّتِي لَا تَنَافِي وَضْعُ الْمُقَدِّمِ فَإِذَا قُلْنَا قَدْ يَكُونُ إِذَا كَانَ أَبَ فَجَزْءٌ كَانَ أَبَ وَاقْعًا دَائِمًا لَمْ يَلْزَمْ بِمُجَرَّدِ ذَلِكَ تَحَقُّقُ جَزْءٍ فِي الْجُمْلَةِ وَإِنَّمَا يَلْزَمُ ذَلِكَ لَوْ كَانَ أَبَ كَمَا هُوَ أَوْقَعٌ دَائِمًا كَانَ وَاقْعًا مَعَ جَمِيعِ الْأَوْضَاعِ الَّتِي لَا تَنَافِي أَبَ وَلَيْسَ يَلْزَمُ مِنْ وَقُوعِهِ دَائِمًا وَقُوعُهُ مَعَ جَمِيعِ الْأَوْضَاعِ الْغَيْرِ الْمُنَافِيَةِ لِجَوَازِ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَضْعٌ غَيْرُ مُنَافٍ وَلَا يَكُونُ لَهُ تَحَقُّقٌ أَصْلًا وَالْمَذْكُورُ فِي بَعْضِ الْكُتُبِ أَنَّ دَوَامَ الْوَضْعِ أَوْ الرَّفْعِ مُنْتِجٌ وَهُوَ إِنَّمَا يَصِحُّ لَوْ فَسَّرْنَا الشَّرْطِيَّةَ الْكَلِمَةَ بِمَا يَكُونُ اللَّزُومُ أَوْ الْعِنَادُ فِيهِ مَرْجُوحًا مُتَحَقِّقًا مَعَ الْأَوْضَاعِ الْمُتَحَقِّقَةِ فِي نَفْسِ الْأَمْرِ حَتَّى يَلْزَمَ مِنْ دَوَامِ الْوَضْعِ أَوْ الرَّفْعِ

تَحَقُّقُهُ مَعَ جَمِيعِ الْأَوْضَاعِ الْمُعْتَبَرَةِ وَ لَيْسَ كَذَلِكَ بَلْ هِيَ مُفَسِّرَةٌ بِتَحَقُّقِ اللَّزُومِ أَوْ الْعِنَادِ عَلَى الْأَوْضَاعِ الْغَيْرِ الْمُنَافِيَةِ لِلْمُقَدِّمِ فَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ اللَّزُومُ فِي الْجُزْئِيَّةِ لَهُ شَرْطٌ لَا يُوْجَدُ أَبَدًا مَعَ وُجُودِ الْمَلْزُومِ دَائِمًا وَ حِينَئِذٍ لَا يَلْزَمُ وَجُودُ اللَّازِمِ لِعَدَمِ تَحَقُّقِ وَضْعِ الْمَلْزُومِ مَعَ اللَّازِمِ وَ شَرْطُهُ لَا بُتْفَاءُ هَمَّا دَائِمًا كَمَا يَصْدُقُ قَوْلُنَا قَدْ يَكُونُ إِذَا كَانَ الْوَاجِبُ مُوْجُودًا كَانَ الْجُزْءُ مُوْجُودًا مِنْ الشَّكْلِ الثَّالِثِ وَ الْوَاجِبُ مُوْجُودٌ دَائِمًا وَ لَا يَلْزَمُ مِنْهُ أَنْ يَكُونَ الْجُزْءُ مُوْجُودًا فِي الْجُمْلَةِ لِأَنَّ اللَّزُومَ هَلْهُنَا إِنَّمَا هُوَ عَلَى وَضْعِ اجْتِمَاعِ الْوَاجِبِ وَ الْجُزْءِ فِي الْوُجُودِ وَ هُوَ لَيْسَ بِوَاقِعٍ أَصْلًا.

ترجمہ: اور کلیت استثناء سے مراد صرف اس کا تمام زبانوں میں تحقق نہیں ہے، بلکہ ان تمام اوضاع کے ساتھ تحقق مراد ہے جو وضع مقدم کے منافی نہیں ہے، پس جب ہم کہیں قد یكون إذا كان أب فج د اور أب بطریق دوام واقع ہو تو اس سے صرف ”ج د“ کا تحقق فی الجملہ لازم نہ ہوگا، بلکہ یہ اس وقت ہوگا جب أب جس طرح دائماً واقع ہے اسی طرح ان تمام اوضاع کے ساتھ واقع ہو جو أب کے منافی نہیں ہیں، اور اس کے دائمی وقوع سے تمام غیر منافی اوضاع کے ساتھ واقع ہونا لازم نہیں آتا، کیوں کہ یہ ممکن ہے کہ اس کے لئے غیر منافی وضع ہو، اور اس کا تحقق بالکل نہ ہو، اور بعض کتابوں میں یہ مذکور ہے کہ ”دوام وضع یا دوام رفع ملحق ہے“ اور یہ اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے جب ہم شرطیہ کلیہ کی تفسیر اس کے ساتھ کریں جس میں لزوم یا عناد ان تمام اوضاع کے ساتھ جو نفس الامر میں متحقق ہیں، موجود و متحقق ہو، یہاں تک کہ دوام وضع یا دوام رفع سے تمام اوضاع معتبرہ کے ساتھ اس کا تحقق لازم ہو، حالانکہ ایسا نہیں ہے، بلکہ وہ لزوم یا عناد کے تحقق کے ساتھ مفسر ہے، جو مقدم کے غیر منافی اوضاع پر ہو، پس یہ جائز ہے کہ جزئیہ میں لزوم کے لئے ایسی شرط ہو جو ملزوم کے دائماً پائے جانے کے باوجود کبھی نہ پائی جاتی ہو، اور اس صورت میں لازم کا وجود لازم نہیں آتا، لازم کے ساتھ ملزوم کی وضع اور اس کی شرط کے عدم تحقق کی بنا پر، کیوں کہ وہ دونوں دائماً منافی ہیں جیسے ہمارا قول قد یكون إذا كان الواجب موجوداً كان الجزء موجوداً بطریق ثالث صادق ہے اور واجب دائماً موجود ہے، اور اس سے جزء کافی الجملہ موجود ہونا لازم نہیں آتا، کیوں کہ یہاں لزوم واجب اور جزء کے اجتماع فی الوجود کی وضع پر ہے اور وہ بالکل واقع نہیں ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے کلیت استثناء کی مراد بیان کی ہے، اس سے پہلے شارح نے بیان کیا تھا کہ قیاس استثنائی کے نتیجہ دینے کے لئے تیسری شرط یہ ہے کہ کلیت شرطیہ ہو یا کلیت استثناء ہو، یہاں یہ بیان کر رہے ہیں کہ کلیت استثناء سے مراد صرف تمام زبانوں میں اس کا تحقق اور موجود ہونا نہیں بلکہ ان تمام اوضاع کے ساتھ تحقق مراد ہے جو مقدم کے وضع کے منافی نہیں ہیں، چنانچہ شارح نے مثال دے کر سمجھایا ہے کہ دیکھو جب ہم کہیں قد یكون إذا كان أب فج د اور أب ہمیشہ ہمیش واقع ہو تو اس سے صرف ج د فی الجملہ متحقق اور موجود ہونا لازم نہ ہوگا بلکہ ج د اس وقت متحقق اور موجود ہوگا جب أب جس طرح دائمی طور پر واقع ہے اسی طرح ان تمام اوضاع کے ساتھ واقع ہو جو أب کے منافی نہیں ہیں، اور اس کے دائمی وقوع سے تمام غیر منافی اوضاع کے ساتھ واقع ہونا لازم نہیں آتا، اس لئے کہ ممکن ہے کہ أب کے لئے غیر منافی وضع ہو لیکن اس کا تحقق اور وجود بالکل نہ ہو۔

والمذكور فی بعض الكتب الخ اس عبارت سے شارح یہ بیان کر رہے ہیں کہ بعض کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے کہ دوام وضع

یادوام رفع منتج ہے، لیکن یہ بات اسی وقت صحیح ہو سکتی ہے جب کہ شرطیہ کی تفسیر اس سے کی جائے جس میں لزوم یا عند نفس الامر میں پائے جانے والے تمام اوضاع کے ساتھ موجود ہوں، یہاں تک کہ دوام وضع یادوام رفع سے معتبر تمام اوضاع کے ساتھ اس کا تحقق اور وجود لازم ہو، حالانکہ ایسا نہیں ہے، بلکہ وہ لزوم یا عند کے تحقق کے ساتھ مفسر ہے جو مقدم کے غیر منافی اوضاع ہو، لہذا یہ ہو سکتا ہے کہ جزئیہ میں لزوم کے لئے ایسی شرط ہو جو کبھی نہ پائی جاتی ہو، ملزوم کے دائرہ پائے جانے کے باوجود، جب ایسی بات ہے تو اس صورت میں لازم کا وجود ضروری نہیں ہے لازم کے ساتھ ملزوم کی وضع اور اس کی شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے، کیوں کہ ملزوم کی وضع اور اس کی شرط دائمی طور پر منافی ہیں، مثلاً قد یکون إذا کان الواجب موجوداً کان الجزء موجوداً شکل ثالث کے طریق سے صادق ہے، اور واجب دائمی طور پر موجود ہے، لیکن اس کے دائمی طور پر موجود ہونے سے جزء کافی الجملہ موجود ہونا لازم نہیں آتا، کیوں کہ یہاں لزوم واجب اور جزء کے اجتماع فی الوجود کی وضع پر ہے، اور وہ بالکل ہی واقع نہیں ہے۔

فَالْوَ شَرْطِيَّةُ الْمَوْضُوعَةِ فِيهِ إِنْ كَانَتْ مُتَّصِلَةً فَاسْتِثْنَاءُ عَيْنِ الْمُقَدِّمِ يُنْتِجُ عَيْنَ التَّالِيِ وَاسْتِثْنَاءُ نَقِيضِ التَّالِيِ يُنْتِجُ نَقِيضَ الْمُقَدِّمِ وَالْأَلْبَطَلُ لِلزُّوْمِ دُونَ الْعَكْسِ فِي شَيْءٍ مِنْهُمَا لِاحْتِمَالِ كَوْنِ التَّالِيِ أَعْمَ مِنَ الْمُقَدِّمِ وَإِنْ كَانَتْ مُنْفَصِلَةً فَإِنْ كَانَتْ حَقِيقَةً فَاسْتِثْنَاءُ عَيْنِ آيِ جُزْءٍ كَانَ يُنْتِجُ نَقِيضَ الْآخِرِ لِاسْتِحْوََالَةِ الْجَمْعِ وَاسْتِثْنَاءُ نَقِيضِ آيِ جُزْءٍ كَانَ يُنْتِجُ عَيْنَ الْآخِرِ لِاسْتِحْوََالَةِ الْخُلُوِ وَإِنْ كَانَتْ مَانِعَةً الْجَمْعِ يُنْتِجُ الْقِسْمَ الْأَوَّلَ فَقَطْ لِامْتِنَاعِ الْاجْتِمَاعِ دُونَ الْخُلُوِ وَإِنْ كَانَتْ مَانِعَةً الْخُلُوِ يُنْتِجُ الْقِسْمَ الثَّانِيَّ فَقَطْ لِامْتِنَاعِ الْخُلُوِ دُونَ الْجَمْعِ أَفْوَ الشَّرْطِيَّةُ الْبَنِي هِيَ جُزْءُ الْقِيَاسِ الْإِسْتِثْنَائِي إِمَّا مُتَّصِلَةً أَوْ مُنْفَصِلَةً إِنْ كَانَتْ مُتَّصِلَةً يُنْتِجُ اسْتِثْنَاءَ عَيْنِ مُقَدِّمِهَا عَيْنَ التَّالِيِ وَالْأَلْزَمُ انْفِكَاكَ الْأَلْزَمِ عَنِ الْمَلْزُومِ فَيَبْطُلُ اللَّزُومُ وَاسْتِثْنَاءُ نَقِيضِ تَالِيِهَا نَقِيضُ الْمُقَدِّمِ وَالْأَلْزَمُ وَجُودُ الْمَلْزُومِ بِدُونَ الْأَلْزَمِ فَيَبْطُلُ اللَّزُومُ أَيْضًا دُونَ الْعَكْسِ فِي شَيْءٍ مِنْهُمَا أَيْ لَا يُنْتِجُ اسْتِثْنَاءَ عَيْنِ التَّالِيِ عَيْنَ الْمُقَدِّمِ وَلَا اسْتِثْنَاءُ نَقِيضِ الْمُقَدِّمِ نَقِيضِ التَّالِيِ لِجَوَازِ أَنْ يَكُونَ التَّالِيِ أَعْمَ مِنَ الْمُقَدِّمِ فَلَا يَلْزَمُ مِنْ وَجُودِ الْأَلْزَمِ وَجُودُ الْمَلْزُومِ وَلَا مِنْ عَدَمِ الْمَلْزُومِ عَدَمُ الْأَلْزَمِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا: اور وہ شرطیہ جو اس میں موضوع ہوا اگر متصل ہو تو مقدم کے عین کا استثناء تالی کے عین کا نتیجہ دیتا ہے، اور تالی کی نفیض کا استثناء مقدم کی نفیض کا نتیجہ دیتا ہے، ورنہ لزوم باطل ہو جائے گا اور ان میں سے کسی میں اس کا عکس نہیں کیوں کہ احتمال ہے کہ تالی مقدم سے اعم ہو اور اگر منفصلہ ہو پس اگر حقیقیہ ہو تو جس جزء کے بھی عین کا استثناء ہو آخر کی نفیض کا نتیجہ دے گا جمع کے محال ہونے کی وجہ سے اور جس جزء کی بھی نفیض کا استثناء ہو آخر کے عین کا نتیجہ دے گا، خالی ہونے کے محال ہونے کی وجہ سے، اور اگر مانعہ الجمع ہو تو صرف قسم اول نتیجہ دے گا اس لئے کہ خلو کے بغیر اجتماع ممکن ہے، اور اگر مانعہ الخلو ہو تو نتیجہ صرف قسم ثانی دے گا اس لئے کہ جمع کے بغیر خالی ہونا ممکن ہے، میں کہتا ہوں کہ وہ شرطیہ جو قیاس استثنائی کا جزء ہو یا تو متصل ہو گا یا منفصلہ اگر متصل ہو تو اس کے مقدم کے عین کا استثناء عین تالی کا نتیجہ دے گا، ورنہ ملزوم سے لازم کا جدا ہونا لازم آئے گا، لہذا لزوم ہی باطل ہو جائے گا، اور اس کی تالی کی نفیض کا استثناء مقدم کی نفیض کا (نتیجہ دے گا)

ورنہ ملزوم کا وجود لازم کے بغیر لازم آئے گا لہذا لزوم بھی باطل ہو جائے گا ان میں سے کسی میں عکس کے بغیر، یعنی تالی کے عین کا استثناء عین مقدم کا نتیجہ نہ دے گا، اور مقدم کی نفیض کا استثناء تالی کی نفیض (کا نتیجہ نہ دے گا کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ تالی مقدم سے اعم ہو، پس وجود لازم سے نہ وجود ملزوم لازم ہوگا اور نہ عدم ملزوم سے عدم لازم۔

تشریح: اس قال میں ماتن نے قیاس استثنائی کے نتیجہ دینے کا طریقہ بیان کیا ہے، چنانچہ شارح نے فرمایا ہے کہ وہ قضیہ شرطیہ جو قیاس استثنائی کا جزء ہے اس کی دو قسمیں ہیں: ۱- اتصالی ۲- انفصالی، اس لئے کہ قیاس استثنائی کا پہلا قضیہ یا تو شرطیہ متصل ہوگا یا منفصلہ اگر پہلی صورت ہو تو اس کا نام قیاس استثنائی اتصالی رکھا جاتا ہے، اور اگر دوسری صورت ہو تو اس کا نام قیاس استثنائی انفصالی رکھا جاتا ہے۔

قیاس استثنائی اتصالی کے نتیجہ دینے کا طریقہ: اس کے نتیجہ دینے کے دو طریقے ہیں، پہلا طریقہ یہ ہے کہ صغریٰ کے مقدم کا بعینہ استثناء کر کے اس کو کبریٰ بنالیا جائے، اور حد اوسط کو گرا دیا جائے تو نتیجہ میں بعینہ تالی آئے گی، ماتن کے قول فاستثناء عین المقدم ینتج عین التالی کا یہی مطلب ہے، چنانچہ اس کو مثال سے سمجھئے، مثلاً کلما كانت الشمس طالعة كان النهار موجوداً (صغریٰ) لكن الشمس طالعة (کبریٰ) نتیجہ آئے گا، فالنهار موجود، دیکھئے مثال مذکور میں کلما كانت الشمس طالعة كان النهار موجوداً قیاس استثنائی کا صغریٰ ہے اس میں الشمس طالعة مقدم ہے اور النهار موجود تالی ہے، اب مقدم کا استثناء کر کے یعنی الشمس طالعة پر حرف لکن داخل کر کے اسکو کبریٰ بنالیا گیا اور حد اوسط یعنی الشمس طالعة گرا دیا گیا تو نتیجہ عین تالی آیا یعنی فالنهار موجود۔

والا لزوم انفکاک اللزوم عن الملزوم الخ اس عبارت سے شارح نے طریقہ اول کے اثبات کی دلیل دی ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ اگر عین مقدم استثناء عین تالی کا نتیجہ دے گا تو اس صورت میں لازم کا ملزوم سے جدا ہونا لازم آئے گا جس سے لزوم ہی باطل ہو جائے گا، اب رہا یہ سوال کہ اس صورت میں لازم کا ملزوم سے جدا ہونا کیسے لازم آتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ لزوم یہ مقدم ملزوم اور تالی لازم ہوتی ہے، اور یہ بات بخوبی واضح ہے کہ جب ملزوم پایا جائے گا تو لازم ضرور پایا جائے گا تو اب اگر مقدم کے عین کا استثناء عین تالی کا نتیجہ نہیں دے گا تو لازم کا ملزوم سے جدا ہونا لازم آئے گا، جس سے مقدم اور تالی کے درمیان لزوم ہی باطل ہو جائے گا حالانکہ شرطیہ لزوم یہ مقدم اور تالی کے درمیان لزوم کا ہونا ضروری ہے، لہذا معلوم ہوا کہ مقدم کے عین کا استثناء عین تالی ہی کا نتیجہ دے گا۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ تالی کی نفیض کا استثناء کر دیا جائے تو نتیجہ رفع مقدم (مقدم کا سلب کر دینا) ہوگا، جیسے کلما كانت الشمس طالعة كان النهار موجوداً (صغریٰ) لكن النهار ليس بموجود (کبریٰ) نتیجہ ہوگا، فالشمس ليست بطالعة دیکھئے مثال مذکور میں النهار موجود تالی ہے اس کی نفیض النهار ليس بموجود ہے الشمس طالعة مقدم ہے اور اس کا رفع الشمس ليست بطالعة ہے چونکہ تالی کی نفیض بنا کر اس پر حرف استثناء داخل کر کے اس کو کبریٰ بنالیا گیا ہے، لہذا نتیجہ مقدم کا رفع (مقدم کا سلب) آیا یعنی فالشمس ليست بطالعة ماتن کے قول واستثناء نفیض التالی ینتج نفیض المقدم کا یہی مطلب ہے، شارح نے اس کو بھی دلیل سے ثابت کیا ہے، چنانچہ والا لزوم وجود الملزوم الخ سے اس کی دلیل دی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ بات ظاہر و واضح ہے کہ جب لازم منشی ہوگا تو ملزوم بھی ضرور منشی ہوگا، ورنہ لازم کا ملزوم کے

بغیر پایا جانا لازم آئے گا جس سے لزوم ہی باطل ہو جائے گا، ابھی آپ کو یہ بتلایا گیا کہ شرطیہ لزوم یہ میں مقدم ملزوم ہوتا ہے اور تالی لازم ہوتی ہے تو اب اگر تالی کی نفی کا استثناء مقدم کی نفی کا نتیجہ نہ دے گا تو ملزوم لازم کے بغیر پایا جائے گا جس سے مقدم اور تالی کے درمیان لزوم ہی نہ رہے گا حالانکہ شرطیہ لزوم یہ ہی مقدم اور تالی کے درمیان لزوم کا ہونا ضروری ہے، تو معلوم ہوا کہ تالی کی نفی کا استثناء مقدم کی نفی کا نتیجہ دیتا ہے۔

دون العکس الخ اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ تالی کی عین کا استثناء مقدم کی عین کا نتیجہ نہیں دیتا ہے، اسی طرح مقدم کی نفی کا استثناء تالی کی نفی کا نتیجہ نہیں دیتا ہے بلکہ ان دونوں صورتوں میں قیاس عقیم اور غیر منتج ہوتا ہے دلیل یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ تالی مقدم سے اعم ہو اور مقدم تالی سے اخص ہو اور اعم کے وجود سے اخص کا وجود اور اخص کے انقضاء سے اعم کا انقضاء لازم نہیں آتا پس تالی کے اعم ہونے کی صورت میں لازم کے وجود سے ملزوم کا وجود لازم نہیں آئے گا، اور ملزوم کے عدم سے لازم کا عدم لازم نہیں آئے گا، جیسے کلمہ کان هذا الشیء جملاً کان حیواناً دیکھئے اس مثال میں مقدم اخص ہے اور تالی اعم ہے، پس اگر تالی کی عین کا استثناء کر کے یوں کہا جائے کہ نہ حیوان تو نتیجہ مقدم کا عین یعنی فہو جمل نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ حیوان کے سارے افراد جمل (اونٹ) ہی میں منحصر نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ بھی ہیں، تو یہاں چونکہ مقدم اخص ہے اور تالی اعم ہے اور مقدم ملزوم ہوتا ہے اور تالی لازم ہوتی ہے، اور لازم کے وجود سے ملزوم کا وجود ضروری نہیں ہے، اسی طرح ملزوم کے نہ ہونے سے لازم کا نہ ہونا ضروری نہیں ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ان دونوں صورتوں میں قیاس استثنائی عقیم اور غیر منتج ہوگا۔

وَإِنْ كَانَتْ مُفَصَّلَةً فَإِنْ كَانَتْ حَقِيقَةً يُنتِجُ اسْتِثْنَاءُ عَيْنِ أَىْ جُزْءٍ كَانَ نَقِیْضُ الْآخِرِ لَا مُتِمَّاعَ الْجَمْعِ بَيْنَهُمَا وَ اسْتِثْنَاءُ نَقِیْضِ أَىْ جُزْءٍ كَانَ عَيْنُ الْآخِرِ لَا مُتِمَّاعَ الْخُلُوِّ عَنْهُمَا فَيَكُونُ لَهَا أَرْبَعُ نَتَائِجٍ اِثْنَانِ بِإِعْتِبَارِ اسْتِثْنَاءِ الْعَيْنِ وَ اِثْنَانِ بِإِعْتِبَارِ اسْتِثْنَاءِ النَّقِیْضِ كَقَوْلِنَا إِمَّا أَنْ يَكُونَ هَذَا الْعَدَدُ زَوْجًا أَوْ فَرْدًا لَكِنَّهُ زَوْجٌ فَهُوَ لَيْسَ بِفَرْدٍ لَكِنَّهُ فَرْدٌ فَهُوَ لَيْسَ بِزَوْجٍ لَكِنَّهُ لَيْسَ بِفَرْدٍ فَهُوَ زَوْجٌ وَإِنْ كَانَ مَانِعَةً الْجَمْعِ أَنْتَجَ الْقِسْمُ الْأَوَّلُ فَقَطْ أَىْ اسْتِثْنَاءُ عَيْنِ أَىْ جُزْءٍ كَانَ نَقِیْضُ الْآخِرِ لَا مُتِمَّاعَ الْإِجْتِمَاعِ بَيْنَهُمَا وَلَا يُنتِجُ اسْتِثْنَاءُ نَقِیْضِ شَيْءٍ مِنْ جُزْئِهَا عَيْنُ الْآخِرِ لِحَوَازِ ارْتِفَاعِهِمَا فَيَكُونُ لَهَا نَتِیْجَتَانِ بِحَسَبِ اسْتِثْنَاءِ الْعَيْنِ كَقَوْلِنَا إِمَّا أَنْ يَكُونَ هَذَا الشَّيْءُ شَجَرًا أَوْ حَجَرًا لَكِنَّهُ شَجَرٌ فَهُوَ لَيْسَ بِحَجَرٍ لَكِنَّهُ حَجَرٌ فَهُوَ لَيْسَ بِشَجَرٍ وَإِنْ كَانَتْ مَانِعَةً الْخُلُوِّ يُنتِجُ الْقِسْمُ الثَّانِیُّ فَقَطْ أَىْ اسْتِثْنَاءُ نَقِیْضِ أَىْ جُزْءٍ كَانَ عَيْنُ الْآخِرِ لَا مُتِمَّاعَ ارْتِفَاعِهِمَا وَلَا يُنتِجُ اسْتِثْنَاءُ عَيْنِ شَيْءٍ مِنْ جُزْئِهَا نَقِیْضُ الْآخِرِ لَا مُمْكَانَ إِجْتِمَاعِهَا فَيَكُونُ لَهَا أَيْضًا نَتِیْجَتَانِ بِحَسَبِ اسْتِثْنَاءِ النَّقِیْضِ كَقَوْلِنَا إِمَّا أَنْ يَكُونَ هَذَا الشَّيْءُ لَا شَجَرًا أَوْ لَا حَجَرًا لَكِنَّهُ شَجَرٌ فَهُوَ لَا حَجَرٌ لَكِنَّهُ حَجَرٌ فَهُوَ لَا شَجَرٌ.

ترجمہ: اور اگر (شرطیہ) منفصلہ ہو، پس اگر وہ حقیقیہ ہو تو جس جزء کے بھی عین کا استثناء ہو نفی کا آخر کا نتیجہ دے گا ان کے درمیان جمع کے متمنع ہونے کی وجہ سے اور جس جزء کی بھی نفی کا استثناء ہو وہ آخر کی عین کا نتیجہ دے گا کیوں کہ ان دونوں سے خالی ہونا متمنع ہے پس اس کے چار نتیجے ہوں گے دو عین کے استثناء کے اعتبار سے اور دو نفی کے استثناء کے

اعتبار سے، جیسے ہمارا قول إما ان یکون هذا العدد زوجاً اور او فرداً لکنہ زوج فهو ليس بفرد (یا تو یہ کہ یہ عدد زوج ہوگا لیکن یا فرد لیکن وہ زوج ہے، پس وہ فرد نہیں ہے، لیکن وہ فرد ہے پس وہ زوج نہیں ہے، لیکن زوج نہیں ہے پس وہ فرد ہے لیکن فرد نہیں ہے پس وہ زوج ہے، اور اگر مانعہ الجمع ہو تو صرف پہلی قسم کا نتیجہ دے گا یعنی جس جزء کی بھی عین کا استثناء ہو آخر کی نفیض کا (نتیجہ دے گا) کیوں کہ ان دونوں کے درمیان جمع ہونا ممتنع ہے، اور اس کے جز میں سے کسی شئی کی نفیض کا استثناء آخر کی عین کا نتیجہ نہیں دے گا اس لئے کہ ان دونوں کا مرتفع ہونا جائز ہے پس اس کے دو نتیجہ ہوں گے عین کے استثناء کے اعتبار سے جیسے ہمارا قول إما ان یکون هذا الشيء شجرةً او حجراً الخ یہ شئی یا تو درخت ہے یا پتھر لیکن وہ درخت ہے پس وہ پتھر نہیں ہے، لیکن وہ پتھر ہے پس وہ درخت نہیں ہے، اگر (منفصلہ) مانعہ الخلو ہو تو صرف قسم ثانی کا نتیجہ دے گا یعنی جس جزء کی بھی نفیض کا استثناء ہو آخر کی عین کا (نتیجہ دے گا) کیوں کہ ان دونوں کا مرتفع ہونا ممتنع ہے، اور اس جز میں سے کسی شئی کی عین کا استثناء آخر کی نفیض کا نتیجہ نہیں دیتا ہے، کیوں کہ ان دونوں کا جمع ہونا ممکن ہے، پس اس کے لئے بھی نفیض کے استثناء کے اعتبار سے دو نتیجہ ہوں گے جیسے ہمارا قول إما ان یکون هذا الشيء لا شجرةً او لا حجراً الخ یعنی یہ شئی یا تو لا شجر ہوگی یا لا حجر لیکن وہ شجر ہے پس وہ لا حجر ہے لیکن وہ حجر ہے پس لا شجر ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے قیاس استثنائی انفصالی کے اقسام نتائج کو بیان کیا ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ اگر قیاس استثنائی انفصالی ہو تو اس کی تین قسمیں ہیں: ۱- حقیقیہ ۲- مانعہ الجمع ۳- مانعہ الخلو، منفصلہ حقیقیہ کے نتائج کی چار قسمیں ہیں: ۱- مقدم کی عین کا استثناء تالی کی نفیض کا نتیجہ دیتا ہے ۲- تالی کی عین کا استثناء مقدم کی نفیض کا نتیجہ دیتا ہے ۳- مقدم کی نفیض کا استثناء تالی کی عین کا نتیجہ دیتا ہے ۴- تالی کی نفیض کا استثناء مقدم کی عین کا نتیجہ دیتا ہے، چنانچہ ان میں ہر ایک کو مثال سے سمجھئے، جیسے إما ان یکون هذا العدد زوجاً او فرداً (صغریٰ) لکنہ زوج (کبریٰ) نتیجہ ہوگا انہ ليس بفرد دیکھئے اس مثال میں مقدم یعنی زوج پر حرف استثناء داخل کیا گیا ہے، اس لئے تالی یعنی فرد کی نفیض انہ ليس بفرد کا نتیجہ نکلا۔ اب دوسرے کی مثال لیجئے جیسے إما ان یکون هذا العدد زوجاً او فرداً (صغریٰ) لکنہ فرد (کبریٰ) نتیجہ ہوگا انہ ليس بزوج دیکھئے اس مثال میں تالی کی عین کا استثناء کیا گیا ہے اس لئے مقدم کی نفیض کا نتیجہ آیا ہے۔ اب تیسرے کی مثال لیجئے، جیسے إما ان یکون هذا العدد زوجاً او فرداً (صغریٰ) لکنہ زوج (کبریٰ) نتیجہ ہوگا انہ ليس بفرد دیکھئے اس مثال میں تالی کی عین کا استثناء کیا گیا ہے اس لئے تالی کی عین کا نتیجہ آیا ہے۔ اب چوتھے کی مثال ملاحظہ ہو جیسے إما ان یکون هذا العدد زوجاً او فرداً (صغریٰ) لکنہ ليس بفرد (کبریٰ) نتیجہ ہوگا فهو زوج دیکھئے اس مثال میں تالی کی نفیض کا استثناء کیا گیا ہے اس لئے نتیجہ تالی کی عین آیا ہے۔

منفصلہ مانعہ الجمع کے نتیجہ دینے کی صورتیں: شارح فرماتے ہیں کہ اگر قیاس استثنائی کا صغریٰ قضیہ شرطیہ منفصلہ مانعہ الجمع ہو تو نتیجہ میں صرف پہلی دو صورتیں آئیں گی، جس کو شارح نے القسم الاول فقط سے بیان کیا ہے۔ پہلی قسم سے مراد یہ ہے کہ مقدم اور تالی میں سے کسی ایک کے عین کا استثناء دوسرے کی نفیض کا نتیجہ دے گا چونکہ پہلی قسم میں دو صورتیں نکلتی ہیں لہذا اگر صغریٰ منفصلہ مانعہ الجمع ہو تو اس کے دو نتیجہ ہوں گے جس کو میں نے منفصلہ حقیقیہ میں ۱- اور ۲- نمبر میں ذکر کیا ہے، یعنی

پہلی صورت یہ ہے کہ مقدم کے عین کا استثناء تالی کی نفیض نتیجہ دے گا جیسے إما ان یکون هذا الشیء شجرًا او حجراً (صغریٰ) لکنہ شجر (کبریٰ) نتیجہ ہوگا فہو لیس بحجر دیکھئے مثال مذکور میں بعینہ مقدم کا استثناء کیا گیا ہے یعنی مقدم پر حرف استثناء داخل کر کے اس کو کبریٰ بنایا گیا ہے اسی لئے تالی یعنی حجر کی نفیض ”لیس بحجر“ نتیجہ آیا ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ تالی کے عین کا استثناء مقدم کی نفیض نتیجہ دے گا جیسے إما ان یکون هذا الشیء شجرًا او حجراً (صغریٰ) لکنہ حجر (کبریٰ) نتیجہ ہوگا فہو لیس بشجر دیکھئے مثال مذکور میں بعینہ تالی کا استثناء کیا گیا ہے اس لئے نتیجہ میں مقدم کی نفیض یعنی لیس بشجر آئی۔ الغرض مانعہ الجمع عنادیہ میں صرف عین کے استثناء کے اعتبار سے نتیجہ دو ہوں گے۔ اور اس میں رفع مقدم اور تالی دونوں میں استثناء کی صورتیں عقیم ہوں گی کیوں کہ مانعہ الجمع میں اجتماع میں منافات کا حکم ہوتا ہے، ارتفاع میں منافات کا حکم نہیں ہوتا ہے، اس لئے نتیجہ دو ہی ہوں گے۔

منفصلہ مانعہ الخلو کے نتیجہ دینے کی صورتیں: شارح فرماتے ہیں کہ اگر قیاس استثناء کا صغریٰ منفصلہ مانعہ الخلو ہو تو نتیجہ میں دوسری قسم آئے گی۔ دوسری قسم سے مراد یہ ہے کہ مقدم اور تالی میں سے کسی ایک کی نفیض کا استثناء کیا جائے تو نتیجہ میں دوسرے کا عین ہوگا، اس میں مقدم کی عین اور تالی کی عین کے استثناء کی دو صورتیں عقیم اور غیر منته ہوں گی، اس لئے کہ مانعہ الخلو میں دو چیزوں کے درمیان منافات فی الارتفاع کا حکم ہوتا ہے نہ کہ منافات فی الاجتماع کا لہذا اس کے بھی دو نتیجے ہوں گے، مثالیں شرح میں موجود ہیں مزید وضاحت کے لئے ذکر کرتا ہوں جیسے إما ای یکون هذا الشی لا شجرًا او لا حجرًا (صغریٰ) لکنہ شجر (کبریٰ) نتیجہ ہوگا فہو لا حجر۔ دیکھئے مثال مذکور میں مقدم کی نفیض کا استثناء کیا گیا ہے لہذا نتیجہ تالی کا عین آیا ہے۔ اب دوسری صورت کی مثال ملاحظہ ہو، جیسے إما ان یکون هذا الشی لا شجرًا او لا حجرًا (صغریٰ) لکنہ حجر (کبریٰ) نتیجہ ہوگا فہو لا شجر، دیکھئے اس مثال میں تالی یعنی لا حجر کی نفیض کا استثناء کیا گیا ہے اسی لئے نتیجہ مقدم کا عین فہو لا شجر آیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قیاس استثنائی بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کا صغریٰ شرطیہ ہو اور کبریٰ حملیہ ہو، اور اگر صغریٰ شرطیہ متصل ہو تو نتیجہ میں دو صورتیں آئیں گی: ۱- تالی کا عین ۲- مقدم کا سلب اور اگر منفصلہ حقیقیہ ہو تو نتیجہ کی چار صورتیں ہیں: ۱- مقدم کا عین ۲- تالی کا عین ۳- مقدم کی نفیض ۴- تالی کی نفیض، اور اگر منفصلہ مانعہ الجمع ہو تو نتیجہ کی دو صورتیں ہیں: ۱- مقدم کی نفیض ۲- تالی کی نفیض، اور اگر منفصلہ مانعہ الخلو ہو تو نتیجہ کی دو صورتیں ہیں: ۱- مقدم کا عین (۲) تالی کا عین۔

فَقَالَ الْفَضْلُ السَّخَامِيُّ فِي لَوَاحِقِ الْقِيَاسِ وَهِيَ أَرْبَعَةُ الْأَوَّلُ الْقِيَاسُ الْمُرَكَّبُ وَهُوَ يَتَرَكَّبُ مِنْ مُقَدِّمَاتٍ يُنتِجُ بَعْضُهَا نَتِيجَةً يَلْزَمُ مِنْهَا وَ مِنْ مُقَدِّمَاتٍ أُخْرَى نَتِيجَةً وَ هَلَمْ جَرَّأِ إِلَى أَنْ يَحْصُلَ الْمَطْلُوبُ وَهُوَ إِمَّا مَوْصُولُ النَّتَائِجِ كَقَوْلِنَا كُلُّ ج ب وَ كُلُّ ب د فَكُلُّ ج د ثُمَّ كُلُّ ج د وَ كُلُّ د أ فَكُلُّ ج أ ثُمَّ كُلُّ ج أ وَ كُلُّ أ ه فَكُلُّ ج ه وَ إِمَّا مَفْصُولُ النَّتَائِجِ كَقَوْلِنَا كُلُّ ج ب وَ كُلُّ ب د وَ كُلُّ د أ وَ كُلُّ أ ه فَكُلُّ ج ه أَفَقُولُ الْقِيَاسُ الْمُرَكَّبُ قِيَاسٌ مُرَكَّبٌ مِنْ مُقَدِّمَاتٍ يُنتِجُ مُقَدِّمَتَانِ مِنْهَا نَتِيجَةً وَهِيَ مَعَ الْمُقَدِّمَةِ الْأُخْرَى تُنتِجُ أُخْرَى وَ هَلَمْ جَرَّأِ إِلَى أَنْ يَحْصُلَ الْمَطْلُوبُ وَ ذَلِكَ إِنْمَا يَكُونُ إِذَا كَانَ الْقِيَاسُ الْمُنتِجُ لِلْمَطْلُوبِ يَحْتَاجُ مُقَدِّمَتَاهُ أَوْ إِحْدَاهُمَا إِلَى كَسْبِ قِيَاسٍ أُخَرَ كَذَلِكَ إِلَى

أَنْ يَنْتَهِيَ الْكُسْبُ إِلَى الْمَادِي الْبَدِيهِيَّةِ فَيَكُونُ هُنَاكَ قِيَاسَاتٌ مُتَرْتِبَةٌ مَحْصَلَةٌ لِلْمَطْلُوبِ وَ لِهَذَا سُمِّيَ قِيَاسًا مُرَكَّبًا فَإِنْ صُرِّحَ بِنَتَائِجِ تِلْكَ الْقِيَاسَاتِ سُمِّيَ مَوْصُولُ النَّتَائِجِ لَوْضِلِ تِلْكَ النَّتَائِجِ بِالْمُقَدِّمَاتِ كَقَوْلِنَا كُلُّ جَ بَ وَ كُلُّ بَ دَ فَكُلُّ جَ دَ ثُمَّ كُلُّ جَ دَ وَ كُلُّ دَ أَفْكَلُّ جَ أَثُمَّ كُلُّ جَ أَوْ كُلُّ أَهَ فَكُلُّ جَ هَ وَ إِنْ لَمْ يُصَرِّحْ بِهَا سُمِّيَ مَفْصُولُ النَّتَائِجِ لِفَضْلِهَا عَنِ الْمُقَدِّمَاتِ فِي الذِّكْرِ وَإِنْ كَانَتْ مُرَادَةً مِنْ جِهَةِ الْمَعْنَى كَقَوْلِنَا كُلُّ جَ بَ وَ كُلُّ بَ دَ وَ كُلُّ دَ أَفْكَلُّ جَ هَ.

ترجمہ: ماتن نے کہا: پانچویں فصل قیاس کے لواحقات (کے بیان) میں ہے، اور وہ چار ہیں، اول قیاس مرکب ہے، اور وہ ایسے مقدمات سے مرکب ہوتا ہے کہ ان مقدمات میں سے بعض ایسا نتیجہ دیں کہ اس نتیجہ اور دوسرے بعض مقدمات سے ایک اور نتیجہ لازم آجائے، اور اسی طرح (سلسلہ) چلتا رہے یہاں تک کہ مطلوب حاصل ہو جائے اور وہ یا تو موصول النّتائج ہوتا ہے جیسے ہمارا قول کل ج ب و کل ب بد فکل ج د، پھر کل ج د و کل د ا فکل ج ا پھر کل ج ا و کل ا ہ فکل ج ہ اور یا موصول النّتائج ہوتا ہے جیسے ہمارا قول کل ج ب و کل ب د و کل د ا و کل ا ہ لکل ج ہ۔ میں کہتا ہوں کہ قیاس مرکب وہ قیاس ہے جو ایسے مقدمات سے مرکب ہو جن میں سے دو مقدمہ ایک نتیجہ دیں اور وہ نتیجہ دوسرے مقدمہ کے ساتھ ایک دوسرا نتیجہ دے، اور اسی طرح (سلسلہ) چلتا رہے یہاں تک کہ مطلوب حاصل ہو جائے، اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ مطلوب کا نتیجہ دینے والے قیاس کے دونوں مقدمے یا ایک مقدمہ قیاس آخر کے کسب کا محتاج ہو، اسی طرح یہاں تک کہ کسب مبادی بدیہیہ تک پہنچ جائے۔ پس یہاں قیاسات مرتبہ محصلہ مطلوب ہوں گے اسی لئے اس کو قیاس مرکب کہتے ہیں، پس اگر ان قیاسات کے نتائج کی تصریح کر دی جائے تو مقدمات کے ساتھ ان نتائج کے وصل کی وجہ سے اس قیاس کو موصول النّتائج کہتے ہیں، جیسے ہمارا قول کل ج ب و کل ب د فکل ج د پھر کل ج د و کل د ا فکل ج ا پھر کل ج ا و کل ا ہ فکل ج ہ، اور ان کی تصریح نہ کی جائے تو ان کا نام موصول النّتائج رکھا جاتا ہے، کیوں کہ وہ ذکر میں مقدمات سے جدا ہیں، اگرچہ معنی کی جہت سے مراد ہیں، جیسے کل ج ب و کل ب د و کل د ا و کل ا ہ فکل ج ہ۔

تشریح: اس عبارت میں ماتن نے لواحقات قیاس کو بیان کیا ہے اور وہ چار ہیں: ۱- قیاس مرکب ۲- قیاس خلف ۳- استقراء۔ ۴- تمثیل، یہاں قیاس مرکب کو بیان کیا گیا ہے اس لئے اسی سلسلے میں یہاں گفتگو کی جائے گی، بقیہ کے متعلق آئندہ صفحوں میں گفتگو کریں گے، لہذا تعریف ملاحظہ فرمائیں۔

قیاس مرکب: وہ قیاس ہے جو چند بسیط قضیوں کے مجموعہ سے مرکب ہو، اگر اس میں تین قضیے ہوں تو وہ دو بسیط قیاسوں کا اور چار ہوں تو تین بسیط قیاسوں کا مجموعہ ہوگا اسی طرح سلسلہ آخر تک چلتا رہے گا، اور قیاس بسیط سے مراد وہ مرکب ہے جو ایسے دو قضیوں سے ترتیب پایا ہوا ہو جن کے مان لینے سے لذاتہ دوسرا قول لازم آجائے، قیاس مرکب کی دو قسمیں ہیں: ۱- موصول النّتائج۔ ۲- مفصول النّتائج۔

موصول النّتائج اس کو کہا جاتا ہے جس میں بسیط قیاسوں کے نتائج کی صراحت کر دی گئی ہو، جیسے کل ج ب (صغریٰ)

وکل ب د (کبریٰ) نتیجہ ہوگا کل ج د، پھر اس نتیجہ کو دوسرے قضیہ کے ساتھ ملا کر اس طرح کہا جائے کل ج د (صغریٰ)
وکل د ا (کبریٰ) نتیجہ ہوگا کل ج ا، پھر اس نتیجہ کو دوسرے قضیہ کے ساتھ ملا کر اس طرح کہا جائے کل ج ا (صغریٰ) وکل ا ہ
(کبریٰ) نتیجہ ہوگا کل ج ہ، موصول الثانی کی ایک واضح مثال یہ ہے کل انسان حیوان (صغریٰ) وکل حیوان جسم
(کبریٰ) نتیجہ نکلا کل انسان جسم پھر اس کو دوسرے قیاس کا صغریٰ بنا کر اس طرح کہا گیا، کل انسان جسم (صغریٰ) وکل
جسم جوہر (کبریٰ) نتیجہ نکلا کل انسان جوہر پھر اس کو صغریٰ بنا کر اس طرح کہا جائے، کل انسان جوہر (صغریٰ)
وکل جوہر ممکن (کبریٰ) نتیجہ نکلا کل انسان ممکن۔

اور مفصول الثانی اس کو کہا جاتا ہے جس میں بسیط قیاسوں کے نتائج کی صراحت نہ کی گئی ہو، جیسے کل ج ب وکل ب
د وکل د ا وکل ا ہ فکل ج ہ، مفصول الثانی کی آسان مثال یہ ہے، کل انسان حیوان، وکل حیوان جسم وکل
جسم جوہر وکل جوہر ممکن فکل انسان ممکن دیکھئے اس مثال میں چونکہ بسیط قیاسوں کے نتائج کی صراحت نہیں
کی گئی ہے اس لئے یہ مفصول الثانی ہے۔

موصول النتائج کی وجہ تسمیہ: موصول باب ضرب سے اسم مفعول کا صیغہ ہے اس کے معنی ہیں ملا ہوا۔
موصول الثانی چونکہ وہ نتائج قیاس میں دوسرے مقدمات سے ملے ہوئے ہوتے ہیں اس لئے ان کو موصول الثانی کہا جاتا ہے۔
مفصول النتائج کی وجہ تسمیہ: مفصول باب ضرب سے اسم مفعول کا صیغہ ہے، اس کے معنی ہیں جدا کیا ہوا،
چونکہ اس میں ذکر کے اعتبار سے نتائج مقدمات سے الگ اور جدا ہوتے ہیں اگرچہ معنی کے اعتبار سے مراد ہوتے ہیں اس لئے ان کو
مفصول الثانی کہا جاتا ہے۔

فَالثَّانِي قِيَاسُ الْخُلْفِ وَهُوَ اثْبَاتُ الْمَطْلُوبِ بِإِبْطَالِ نَقِيضِهِ كَقَوْلِنَا لَوْ كَذَبَ لَيْسَ كُلُّ جَ بَ
لَكَانَ كُلُّ جَ بَ وَكُلُّ بَ أَعْلَىٰ أَنَّهَا مُقَدِّمَةٌ صَادِقَةٌ يُنتِجُ لَوْ كَذَبَ لَيْسَ كُلُّ جَ بَ لَكَانَ كُلُّ جَ أَ
لَكِنْ لَيْسَ كُلُّ جَ أَعْلَىٰ أَنَّهُ مُحَالٌ فَيُنتِجُ لَيْسَ كُلُّ جَ بَ وَهُوَ الْمَطْلُوبُ أَهْوَلُ قِيَاسُ الْخُلْفِ
قِيَاسٌ يَثْبُتُ الْمَطْلُوبُ بِإِبْطَالِ نَقِيضِهِ وَإِنَّمَا سُمِّيَ خُلْفًا أَيْ بِاطِلَالًا لِأَنَّهُ بَاطِلٌ فِي نَفْسِهِ بَلْ لِأَنَّهُ
يُنتِجُ الْبَاطِلَ عَلَىٰ تَقْدِيرِ عَدَمِ حَقِيقَةِ الْمَطْلُوبِ وَهُوَ مُرَكَّبٌ مِنْ قِيَاسَيْنِ أَحَدُهُمَا إِفْتِرَائِيٌّ مِنْ مُتَّصِلَةٍ
وَحَمَلِيَّةٍ وَالْآخَرُ اسْتِثْنَائِيٌّ وَلَكِنَّ الْمَطْلُوبَ لَيْسَ كُلُّ جَ بَ فَتَقُولُ لَوْ لَمْ يَصْدُقْ لَيْسَ كُلُّ جَ بَ
لَصَدَقَ نَقِيضُهُ وَهُوَ كُلُّ جَ بَ وَنَفَرُضُ أَنَّ هُنَا مُقَدِّمَةٌ صَادِقَةٌ فِي نَفْسِ الْأَمْرِ وَهِيَ كُلُّ جَ بَ
فَنَجْعَلُهَا كُبْرَىٰ لِلْمُتَّصِلَةِ وَهُوَ الْقِيَاسُ الْإِفْتِرَائِيُّ لِيُنتِجَ لَوْ لَمْ يَصْدُقْ لَيْسَ كُلُّ جَ بَ لَكَانَ كُلُّ جَ أَ
ثُمَّ نَجْعَلُ هَذِهِ النَّتِيجَةَ مُقَدِّمَةً لِلْقِيَاسِ الْإِسْتِثْنَائِيِّ وَنَسْتَنْتِجُ نَقِيضَ التَّالِيِ فَتَقُولُ لَكِنْ كُلُّ جَ أَعْلَىٰ
تَقْدِيرِ أَنَّ كُلُّ جَ أَمْرٌ مُحَالٌ فَيُنتِجُ لَيْسَ كُلُّ جَ بَ وَهُوَ الْمَطْلُوبُ.

ترجمہ: ماتن نے کہا ہے (کہ قیاس مرکب میں سے) دوسرا (قیاس) قیاس خلف ہے، اور مطلوب کو ثابت کرنا ہے
اس کی نقیض باطل کر کے، جیسے ہمارا قول اگر لیس کل ج ب کاذب ہو تو کل ج ب ہوگا، اور کل ب ا ہے اس

بناء پر کہ یہ مقدمہ صادقہ ہے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر لیس کل ج ب کاذب ہو، تو کل ج ا ہوگا لیکن کل ج ا نہیں ہے اس بناء پر کہ وہ محال ہے، لہذا نتیجہ دے گا لیس کل ج ب اور یہی مطلوب ہے، میں کہتا ہوں کہ قیاس خلف وہ قیاس ہے جس سے مطلوب کی نفیض باطل کر کے مطلوب کو ثابت کیا جائے، اور اس کا نام خلف یعنی باطل رکھا جاتا ہے، نہ یہ کہ یہ فی نفسہ باطل ہے، بلکہ وہ مطلوب کے حق نہ ہونے کی تقدیر پر باطل کا نتیجہ دیتا ہے، اور یہ قیاس دواہیے قیاسوں سے مرکب ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک اقترانی متصلہ اور حملیہ سے مرکب ہو اور دوسرا استثنائی ہوتا ہے لیکن مطلوب لیس کل ج ب ہے، پس ہم کہتے ہیں کہ اگر لیس کل ج ب صادق نہ ہو تو اس کی نفیض یعنی کل ج ب صادق ہوگی، اور ہم فرض کرتے ہیں کہ یہاں ایک مقدمہ ہے جو نفس الامر میں صادق ہے، اور وہ کل ب ا ہے پس اس کو متصلہ کا کبریٰ بناتے ہیں اور یہی قیاس اقترانی ہے تاکہ اس بات کا نتیجہ دے کہ اگر لیس کل ج ب صادق نہ ہو تو کل ج ا ہوگا، پھر ہم اس نتیجہ کو قیاس استثنائی کا مقدمہ بنائیں گے اور تالی کی نفیض کا استثنائی کریں گے پھر ہم کہیں گے لیکن لیس کل ج ا کی تقدیر پر کل ج ا محال ہے، پس نتیجہ دے گا لیس کل ج ب اور یہی مطلوب ہے۔

تشریح: اس عبارت میں ماتن نے قیاس خلف کو بیان کیا ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ لواحق قیاس میں سے دوسرا قیاس، قیاس خلف ہے، خلف، خائے کے ضمہ کے ساتھ ہے، اس کے معنی محال اور باطل کے ہیں۔

قیاس خلف کی تعریف: اصطلاح منطق میں قیاس خلف وہ قیاس ہے جس کے ذریعہ مطلوب کی نفیض باطل کر کے مطلوب کو ثابت کیا جاتا ہے۔

وجہ تسمیہ: شارح وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قیاس خلف کو قیاس خلف اس وجہ سے نہیں کہتے ہیں کہ وہ فی نفسہ باطل ہوتا ہے بلکہ مطلوب کو سچ نہ ماننے کی وجہ سے اس میں محال لازم کر کے مطلوب منوایا جاتا ہے اس طرح کہ اگر مدعا اور مطلوب نہیں مانو گے تو نفیض ماننی پڑے گی، اور نفیض کو سچا مانو گے تو محال لازم آئے گا، پس مطلوب کو ماننا ضروری ہے، تاکہ محال لازم نہ آئے، اسی کا نام قیاس خلف ہے۔

وہو مرکب من قیاسین الخ اس عبارت سے شارح قیاس خلف بنانے کا طریقہ بتلا رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ قیاس خلف کے اجزائے ترکیبیہ دو بسیط قیاس ہیں یعنی قیاس خلف ہمیشہ دو بسیط قیاسوں سے بنتا ہے جن میں سے پہلا قیاس اقترانی شرطی ہے جو دو متصلہ سے بنتا ہے، اور دوسرا قیاس استثنائی ہے جس کا ایک مقدمہ متصلہ لازمیہ ہونا ضروری ہے، جو قیاس اول یعنی اقترانی شرطی کا نتیجہ ہوتا ہے اور دوسرا مقدمہ نتیجہ کی تالی کی نفیض کا استثناء ہوتا ہے، اس کی تفصیل اس طرح سنئے کہ جو شخص ہمارا مدعا اور مطلوب یعنی لیس کل ج ب کو نہیں مانتا اس سے کہا جائے گا لیس کل ج ب صادق لاناہ لولم یصدق لیس کل ج ب لصدق نقیضہ (لیس کل ج ب صادق ہے، اس لئے کہ اگر لیس کل ج ب صادق نہ ہو تو اس کی نفیض یعنی کل ج ب صادق ہوگی) وکلما یصدق نقیضہ یصدق المحال (کبریٰ) نتیجہ ہوگا لولم یصدق لیس کل ج ب یصدق المحال، دیکھئے یہ قیاس خلف کا پہلا قیاس اقترانی شرطی ہے جو دو شرطیہ متصلہ سے مرکب ہے اور اشکال اربعہ میں سے شکل اول ہے اس لئے کہ اس میں حد اوسط یصدق نقیضہ ہے، جو صغریٰ میں تالی اور کبریٰ میں مقدم کی جگہ واقع ہے، لہذا جب حد اوسط کو گرا دیا تو نتیجہ نکلا

لولم یصدق لیس کل ج ب یصدق المحال، یہ تو قیاس خلف کا پہلا قیاس ہوا اور دوسرا قیاس اس طرح بنایا جائے گا کہ قیاس اول سے جو نتیجہ نکلا ہے اس کو صغریٰ بنادیا جائے اور اس نتیجہ کی تالی یعنی بصدق المحال کی نفیض یعنی المحال لیس بصادق پر حرف استثناء داخل کر کے کبریٰ بنایا جائے اور اس طرح کہا جائے، لولم یصدق لیس کل ج ب یصدق المحال (صغریٰ) ولکن المحال لیس بصادق (کبریٰ) یہ قیاس خلف کا دوسرا قیاس استثنائی ہوا، اس میں حد اوسط بصدق المحال ہے اس کو گرا دیا تو نتیجہ نکلا بصدق لیس کل ج ب یہ نتیجہ اس وجہ سے نکلا کہ اس قیاس میں نتیجہ کی نفیض کو باطل کیا گیا ہے، اب اگر لیس کل ج ب صادق نہ ہو تو ارتقاع نقیضین لازم آئے گا جو باطل ہے، اور یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ جو باطل کو مستلزم ہو وہ خود باطل ہوتا ہے لہذا لیس کل ج ب کو صادق نہ ماننا بادل ہے، پس ثابت ہو گیا لیس کل ج ب صادق ہے۔

فائدہ: شارح نے کہا ہے کہ قیاس خلف میں پہلا قیاس، اقترانی شرطی ہے جو متصلہ اور حملیہ سے مرکب ہوتا ہے، اس سلسلے میں یہ بات یاد رکھئے کہ شارح نے یہاں اس کا اعتبار صرف طول مسافت کی وجہ سے کیا ہے ورنہ شرح مطالع میں اس کی تصریح کی ہے کہ قیاس خلف کے دو قیاسوں میں سے ایک اقترانی ہمیشہ دو متصلہ سے مرکب ہوتا ہے۔

تنبیہ: قطبی ۲۰۴ سطر ۹ میں فنقول لکن کل ج ا ہے جو صحیح نہیں ہے صحیح عبارت اس طرح ہے لکن لیس کل ج ا۔

قَالَ الثَّالِثُ اِلِسْتِقْرَاءُ وَهُوَ الْحُكْمُ عَلَى كِلَيْهِ لَوْ جُودِهِ فِي أَكْثَرِ جُزْئِيَّاتِهِ كَقَوْلِنَا كُلُّ حَيَوَانٍ يُحْرَكُ فَكُهُ الْأَسْفَلَ عِنْدَ الْمَضْغِ لِأَنَّ الْإِنْسَانَ وَالْبَهَائِمَ وَالسَّبَاعَ كَذَلِكَ وَهُوَ لَا يَقِينُ الْيَقِينُ لِأَحْتِمَالِ أَنْ لَا يَكُونَ الْكُلُّ بِهَذِهِ الْمَثَابَةِ كَالْتِمَسَاحِ أَهْوُلُ اِلِسْتِقْرَاءُ هُوَ الْحُكْمُ عَلَى كِلَيْهِ لَوْ جُودِهِ فِي أَكْثَرِ جُزْئِيَّاتِهِ وَإِنَّمَا قَالَ فِي أَكْثَرِ جُزْئِيَّاتِهِ لِأَنَّ الْحُكْمَ لَوْ كَانَ مُوجُودًا فِي جَمِيعِ جُزْئِيَّاتِهِ لَمْ يَكُنْ اِسْتِقْرَاءً بَلْ قِيَاسًا مُنْقَسِمًا وَيُسَمَّى اِسْتِقْرَاءً لِأَنَّ مُقَدَّمَاتِهِ لَا تَحْصُلُ إِلَّا بِتَبَعِ الْجُزْئِيَّاتِ كَقَوْلِنَا كُلُّ حَيَوَانٍ يُحْرَكُ فَكُهُ الْأَسْفَلَ عِنْدَ الْمَضْغِ لِأَنَّ الْإِنْسَانَ وَالْبَهَائِمَ وَالسَّبَاعَ كَذَلِكَ وَهُوَ لَا يَقِينُ الْيَقِينُ لِحَوَازِ جُودِ جُزْئِيٍّ آخَرَ لَمْ يُسْتَقْرَأْ وَيَكُونُ حُكْمُهُ مُخَالَفًا لِمَا اِسْتَقْرَفْنِي كَالْتِمَسَاحِ فِي مِثَالِنَا ذَلِكَ.

ترجمہ: ماتن نے کہا ہے کہ (قیاس کے لواحق میں سے) تیسرا امر استقراء ہے، اور وہ کلی پر حکم کرنا ہے اس کے اکثر جزئیات میں حکم کے پائے جانے کی وجہ سے، جیسے ہر حیوان چباتے وقت اپنے نیچے کا جبر اہلاتا ہے، اس لئے کہ انسان، چوپائے اور درندے اسی طرح (کرتے ہیں) اور یہ یقین کا فائدہ نہیں دیتا، کیوں کہ احتمال ہے کہ تمام جزئیات اس طرح کے نہ ہوں، جیسے گھڑیاں (مگر مجھ) میں کہتا ہوں کہ استقراء حکم کرنا ہے کلی پر اس کے اکثر جزئیات میں حکم کے پائے جانے کی وجہ سے اور بلاشبہ ماتن نے ”فی اکثر جزئیاتہ“ کہا ہے، اس لئے کہ اگر حکم اس کے تمام جزئیات میں موجود ہو تو استقراء نہ ہوگا بلکہ قیاس مقسم ہوگا، اور اس کا نام استقراء اس لئے رکھا جاتا ہے کہ اس کے مقدمات حاصل نہیں ہوتے مگر جزئیات کے تتبع سے، جیسے ہمارا قول ہر حیوان چباتے وقت اپنا نیچلا جبر اہلاتا ہے، اس لئے کہ انسان چوپائے اور درندے اسی طرح (کرتے ہیں) اور یہ یقین کا فائدہ نہیں دیتا کیوں کہ ممکن ہے کہ کوئی دوسری جزئی ایسی موجود ہو جس کا تتبع نہ ہو سکا ہو، اور اس کا حکم تتبع شدہ جزئی کے خلاف ہو، جیسے گھڑیاں ہماری اس مثال میں۔

تشریح: اس قال میں ماتن نے استقراء کو بیان کیا ہے، چنانچہ شارح نے فرمایا ہے کہ لواحق قیاس میں سے تیسرا امر استقراء ہے۔
استقراء کے لغوی معنی: استقراء باستعمال کا مصدر ہے، اس کا مادہ قرأ ہے، ”استقراء الامور“ کے معنی ہیں حالات جاننے کے لئے تتبع و تلاش کرنا، اس سے معلوم ہوا کہ استقراء کے لغوی معنی تتبع اور تلاش کے ہیں۔

استقراء کی اصطلاحی تعریف: اصطلاح مناطقہ میں استقراء کے معنی یہ ہیں کہ کسی کلی کی جزئیات کا جائزہ لینا اور جزئیات کے حالات کی تفتیش کرنا اور جب ہر جزئی میں کوئی خاص بات ملے تو کلی کے تمام افراد پر اس خاص بات کا حکم لگا دینا جیسے ”دہلی کا رہنے والا“ ایک کلی ہے، اور دہلی میں رہنے والے سب لوگ اس کے جزئیات ہیں، کسی نے ان کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ ہر ایک عقلمند ہے، پس اس نے کلی کا حکم لگا دیا کہ ”دہلی کے رہنے والے عقلمند ہیں“ تو یہ استقرائی حکم ہے، (آسان منطق)

استقراء کی قسمیں: استقراء کی دو قسمیں ہیں: ۱- استقراء تام۔ ۲- استقراء غیر تام۔

استقراء تام: وہ استقراء ہے جس میں کلی کے تمام جزئیات کی تفتیش اور جائزہ لے کر حکم لگایا گیا ہو، کوئی ایک بھی جزئی تفتیش اور جائزہ سے خارج نہ ہو، جیسے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا جائزہ لے کر محدثین کرام نے حکم لگایا کہ ”الصحابة كلهم عدول“ (تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین روایت حدیث میں معتبر ہیں) پس ہر صحابی پر عادل ہونے کا حکم لگانا یہی استقراء تام ہے۔ اس کو قیاس مقسم بھی کہتے ہیں۔

استقراء تام کا حکم: یہ ہے کہ یہ مفید یقین ہوتا ہے، اس میں شک کی گنجائش نہیں ہوتی مگر استقراء تام کی مثالیں بہت ہی کم ہیں، کسی کلی کی تمام جزئیات کا جائزہ لینا اور تمام جزئیات کے حالات کی تفتیش کرنا بہت ہی مشکل ہے، نیز یہ بات ذہن نشین رہے کہ استقراء تام پر استقراء کا اطلاق بہت ہی نادر ہے، کیوں کہ یہ حقیقت میں استقراء ہے ہی نہیں بلکہ قیاس کی ایک قسم ہے۔

استقراء غیر تام: وہ استقراء ہے جس میں کسی کلی کی اکثر جزئیات کا جائزہ لے کر اور جزئیات کے حالات کی تفتیش کر کے پوری کلی پر حکم لگایا گیا ہو، جیسے ہر حیوان چبانے کے وقت اپنے نچلے جبرے کو ہلاتا ہے، دیکھئے حیوان ایک کلی ہے، جس کے افراد جزئیات انسان، گھوڑے، اونٹ، گدھے، چرند پرند، درند وغیرہ ہیں، ان جزئیات کے حالات کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ یہ سب چبانے کے وقت اپنے نچلے جبرے کو ہلاتے ہیں، پس ان اکثر جزئیات کے حالات کا جائزہ لے کر ایک خاص وصف کا حکم پوری کلی یعنی حیوان پر لگا دینا اور یہ کہنا کہ ہر حیوان چبانے کے وقت اپنے نچلے جبرے کو ہلاتا ہے، یہ حکم استقرائی ہے، چونکہ حکم تمام جزئیات کا جائزہ لے کر نہیں لگایا گیا بلکہ اکثر جزئیات کا جائزہ لے کر حکم لگایا گیا ہے لہذا یہ استقراء غیر تام ہے۔

استقراء غیر تام کا حکم: یہ ہے کہ یہ یقین کا فائدہ نہیں دیتا بلکہ اس سے ظن غالب حاصل ہوتا ہے، کیوں کہ اس میں شک کا احتمال رہتا ہے کہ ممکن ہے کہ حیوان کا کوئی فرد ایسا بھی ہو جو چبانے کے وقت اپنے نچلے جبرے کو نہ ہلاتا ہو بلکہ اوپر کے جبرے کو ہلاتا ہو، جیسے گھریال یعنی مگرچھ، یہ بھی حیوان کا ایک فرد ہے مگر اس میں وہ حکم نہیں پایا جاتا کہ وہ نچلے جبرے کو ہلاتا ہو، بلکہ یہ تو چبانے کے وقت اوپر کے جبرے کو ہلاتا ہے، پس یہاں حکم میں شک باقی رہا، لہذا استقراء غیر تام یقین کا فائدہ نہیں بلکہ ظن کا فائدہ دے گا۔

وإنما قال فی اکثر جزئیاتہ الخ اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ استقراء کی تعریف میں ماتن نے اکثر کالفظ اس لئے بڑھایا ہے تاکہ تعریف دخول غیر سے مانع ہو جائے، کیوں کہ وہ حجت جس میں کسی کلی کی تمام جزئیات کے حکم سے کلی کے حکم پر

استدلال کیا جائے وہ استقرار نہیں بلکہ قیاس مقسم ہے، اس لئے حجت کی یہ قسم مفید یقین ہے، اور استقرار مفید یقین نہیں ہوتا جیسا کہ اکثر مناطق نے تصریح کی ہے۔

فَالرَّابِعُ التَّمَثِيلُ وَهُوَ اثْبَاتُ حُكْمٍ فِي جُزْئِيٍّ وَجَدَ فِي جُزْئِيٍّ آخَرَ لِمَعْنَى مُشْتَرَكٍ بَيْنَهُمَا كَقَوْلِهِمُ الْعَالَمُ مُؤَلَّفٌ فَهُوَ حَادِثٌ كَالْبَيْتِ وَاثْبَتُوا عَلَيْهِ الْمَعْنَى الْمُشْتَرَكَ بِالذُّورَانِ وَبِالتَّقْسِيمِ غَيْرِ الْمُرَدِّ بَيْنَ النَّفْيِ وَالْإِثْبَاتِ كَقَوْلِهِمْ عِلَّةُ الْحُدُوثِ أَمَّا التَّالِيفُ أَوْ كَذَا أَوْ كَذَا وَالْآخِرُونَ بِاطْلَانِ بِالتَّخْلُفِ فَتَعَيَّنَ الْأَوَّلُ وَهُوَ ضَعِيفٌ أَمَّا الدُّورَانِ فَلِأَنَّ الْجُزْءَ الْآخِرَ مِنَ الْعِلَّةِ وَسَائِرَ الشَّرَاطِطِ الْمُسَاوِيَةِ مَدَارٍ مَعَ أَنَّهَا لَيْسَتْ بِعِلَّةٍ وَأَمَّا التَّقْسِيمُ فَالْحَصْرُ مَمْنُوعٌ لِحَوَازِ عَلَيْهِ غَيْرِ الْمَذْكُورِ وَبِتَقْدِيرِ تَسْلِيمِ عَلَيْهِ الْمُشْتَرَكِ فِي الْمَقْيَاسِ عَلَيْهِ لَا يَلْزَمُ عَلَيْهِ فِي الْمَقْيَاسِ لِحَوَازِ أَنْ تَكُونَ خُصُوصِيَّةُ الْمَقْيَاسِ عَلَيْهِ شَرْطًا لِلْعِلَّةِ أَوْ خُصُوصِيَّةُ الْمَقْيَاسِ مَانِعَةً عَنْهَا.

ترجمہ: ماتن نے کہا (ہے کہ لواحق قیاس میں سے) چوتھا (امر) تمثیل ہے، اور وہ حکم ثابت کرنا ہے ایک جزئی میں، جو دوسری جزئی میں پایا جائے، ایسے معنی کی وجہ سے جو ان دونوں میں مشترک ہے، جیسے ان کا قول کہ عالم مؤلف ہے، لہذا وہ حادث ہے، جیسے گھر، اور مناطق نے معنی مشترک کی علت کو دوران سے اور تقسیم غیر مرزد بین النفی والاثبات سے ثابت کیا ہے، جیسے ان کا قول حدوث کی علت یا تو تالیف ہے یا یہ ہے یا یہ ہے اور آخری دونوں، باطل ہیں تخلف کی بناء پر، پس پہلا متعین ہو گیا، اور یہ ضعیف ہے، بہر حال دوران تو اس لئے (ضعیف ہے) کہ علت کا آخری جزء اور تمام شرائط مساویہ مدار ہوتے ہیں، لیکن علت نہیں ہوتے، اور بہر حال تقسیم تو اس لئے (ضعیف ہے) کہ حصر ممنوع ہے، کیوں کہ ذکر شدہ اوصاف کے علاوہ کالیت ہونا جائز ہے، اور مقیاس علیہ میں مشترک کی علت تسلیم کرنے کی تقدیر پر مقیاس میں اس کا علت ہونا لازم نہیں آتا، کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ مقیاس علیہ کی خصوصیت علت ہونے کے لئے شرط ہو، یا مقیاس کی خصوصیت اس سے مانع ہو۔

أَقُولُ التَّمَثِيلُ اثْبَاتُ حُكْمٍ وَاحِدٍ فِي جُزْئِيٍّ لِثُبُوتِهِ فِي جُزْئِيٍّ آخَرَ لِمَعْنَى مُشْتَرَكٍ بَيْنَهُمَا وَالْفُقَهَاءُ يُسَمُّونَهُ قِيَاسًا وَالْجُزْئِيَّ الْأَوَّلَ فَرْعًا وَالثَّانِيَّ أَصْلًا وَالْمُشْتَرَكَ عِلَّةً وَجَامِعًا كَمَا يُقَالُ الْعَالَمُ مُؤَلَّفٌ فَهُوَ حَادِثٌ كَالْبَيْتِ يَعْنِي الْبَيْتُ حَادِثٌ لِأَنَّهُ مُؤَلَّفٌ وَلِهَذَا الْعِلَّةُ مُوجُودَةٌ فِي الْعَالَمِ فَيَكُونُ حَادِثًا كَالْبَيْتِ.

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ تمثیل ایک جزئی ایک حکم کو ثابت کرنا ہے، دوسری جزئی میں اس حکم کے ثابت ہونے کی وجہ سے ایسے معنی کی وجہ سے جو ان دونوں میں مشترک ہو، اور فقہاء اس کا نام قیاس رکھتے ہیں، اور جزئی اول کو فرع اور جزئی ثانی کو اصل، اور (معنی) مشترک کو علت اور جامع کہتے ہیں، جیسے کہا جائے کہ عالم مؤلف ہے، لہذا وہ حادث ہے، جیسے بیت (گھر) یعنی بیت حادث ہے، اس لئے کہ وہ مؤلف ہے، اور یہ علت عالم میں موجود ہے، لہذا بیت کی طرح وہ بھی حادث ہوگا۔

تشریح: اس قال میں ماتن نے لواحق قیاس میں چوتھا امر بیان کیا ہے، اور وہ تمثیل ہے،

تمثیل کے لغوی معنی: تمثیل باب تفعیل کا مصدر ہے، اس کا مادہ ”مثل“ ہے، اس کے معنی ہیں مثال بیان کرنا، تشبیہ دینا، مولقت و مطابقت بتلانا، ایک جیسا ہونا، بتلانا، ”مثل الشیء بالشیء“ اس وقت بولا جاتا ہے جب کہ کوئی شخص کسی چیز سے تشبیہ دے۔

تمثیل کی اصطلاحی تعریف: اصطلاح منطق میں تمثیل کہتے ہیں ایک جزئی کا حکم دوسری جزئی میں کسی مشترک علت کی وجہ سے ثابت کرنا، یعنی ایک جزئی میں کوئی حکم پایا جائے اور سوچنے سے اس حکم کی علت بھی معلوم ہو جائے، پھر وہی علت ایک دوسری چیز میں بھی پائی جائے، پس اس میں وہی حکم ثابت کرنا منطق کی اصطلاح میں تمثیل ہے، جیسے ”بیست“ یعنی گھر ایک جزئی ہے، اس کا حکم فنا ہونا ہے، اور اس حکم کی علت تالیف ہے، یعنی یہ چند چیزوں سے مرکب ہے، اس کے بعد دیکھا گیا کہ یہی علت ”عالم“ میں بھی پائی جاتی ہے، یعنی وہ بھی چند چیزوں سے مرکب ہے، پس اس علت مشترک کی وجہ سے عالم کے بارے میں بھی حادث اور فانی ہونے کا حکم لگادیا اور کہا ”العالم حادث“ لہٰذا مؤل کالبت، اصطلاح فقہاء میں اس کو قیاس کہا جاتا ہے، اور متکمین اس کا نام استدلال بالشاہد علی الغائب رکھتے ہیں، واضح رہے کہ قیاس اور تمثیل اور استدلال بالشاہد علی الغائب ایک ہی چیز ہے صرف الفاظ کا فرق ہے۔

تمثیل میں چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے: ۱۔ اصل اور مقیس علیہ یعنی وہ جزئی جس کا حکم دوسری جزئی کے لئے ثابت کیا گیا ہے۔ ۲۔ فرع اور مقیس یعنی وہ جزئی جس پر اصل اور مقیس علیہ کا حکم جاری کیا گیا ہے۔ ۳۔ وہ جامع معنی، یعنی علت جو مقیس علیہ اور مقیس کے درمیان مشترک ہو۔ ۴۔ حکم، یعنی وہ بات جو اصل میں بھی اور اس کو فرع میں بھی جاری کیا گیا جیسے قرآن پاک میں یہ حکم ہے کہ شراب حرام ہے اور غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اس کی علت نشہ آور ہونا ہے، اب یہی علت بھنگ، افیم، چرس اور گانجے میں بھی پائی گئی تو ان میں بھی حرام ہونے کا حکم لگادیا (آسان منطق) پس مثال مذکور میں شراب اصل اور مقیس علیہ ہے، اور بھنگ، افیم وغیرہ فرع اور مقیس ہے، اور نشہ آور ہونا معنی مشترک اور علت ہے، اور حرام ہونا حکم ہے، ان چاروں چیزوں میں سے تین چیزیں تمثیل میں واضح اور ظاہر ہیں ان کو ثابت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، البتہ تیسری چیز یعنی معنی مشترک اور علت امر مخفی ہے لہٰذا اس کو ثابت کرنے کی ضرورت پڑتی ہے، اور اس معنی مشترک اور علت کو ثابت کرنے کے مختلف طریقے ہیں جو اصول فقہ میں مذکور ہیں، ان میں سب سے عمدہ اور مشہور دو طریقے ہیں، پہلا طریقہ دوران اور دوسرا طریقہ سیر و تقسیم ہے، جن کو اگلی عبارت میں بیان کیا گیا ہے، لہٰذا تھوڑی دیر انتظار کیجئے۔

وَأَثْبَتُوا عَلَى الْمَشْتَرَكِ بَوَجهَيْنِ أَحَدُهُمَا الدَّوْرَانُ وَهُوَ اقْتِرَانُ الشَّيْءِ بِغَيْرِهِ وَجُودًا وَعَدَمًا كَمَا يُقَالُ الْحُدُوثُ دَائِرٌ مَعَ التَّالِيفِ وَجُودًا وَعَدَمًا وَأَمَّا عَدَمًا فَفِي الْبَيْتِ وَأَمَّا عَدَمًا فَفِي الْوَجِبِ تَعَالَى وَالدَّوْرَانُ آيَةُ كَوْنِ الْمَدَارِ عِلَّةً لِلدَّائِرِ فَيَكُونُ التَّالِيفُ عِلَّةً لِلْحُدُوثِ وَثَانِيَهُمَا السَّبْرُ وَالتَّقْسِيمُ وَهُوَ يُرَادُ أَوْصَافُ الْأَصْلِ وَابْطَالُ بَعْضِهَا لِتَعَيُّنِ الْبَاقِي لِلْعِلِّيَّةِ كَمَا يُقَالُ عِلَّةُ الْحُدُوثِ فِي الْبَيْتِ أَمَّا التَّالِيفُ أَوْ الْإِمْكَانُ وَالثَّانِي بَاطِلٌ بِالتَّخْلُفِ لِأَنَّ صِفَاتِ الْوَجِبِ مُمَكِّنَةٌ وَلَيْسَتْ بِحَادِثَةٍ فَتَعَيَّنَ الْأَوَّلُ وَالْوَجْهَانِ ضَعِيفَانِ أَمَّا الدَّوْرَانُ فَلِأَنَّ الْجُزْءَ الْأَخِيرَ مِنَ الْعِلَّةِ النَّامَةِ وَالشَّرْطِ الْمُسَاوِي مَدَارٌ لِلْمَعْلُولِ مَعَ أَنَّهُ لَيْسَ بِعِلَّةٍ وَأَمَّا السَّبْرُ وَالتَّقْسِيمُ فَلِأَنَّ حَضَرَ الْعِلَّةِ فِي الْأَوْصَافِ

الْمَذْكُورَةُ مُمْ لَإِنَّ التَّقْسِيمَ لَيْسَ مُرَدِّدًا بَيْنَ النَّفْيِ وَالْإِثْبَاتِ فَجَازَ أَنْ تَكُونَ الْعِلَّةُ غَيْرَ مَا ذُكِرَتْ ثُمَّ بَعْدَ تَسْلِيمِ صِحَّةِ الْحَضَرِ لَا نُسَلِّمُ أَنَّ الْمُشْتَرَكَ إِذَا كَانَ عِلَّةً فِي الْأَصْلِ يَلْزَمُ أَنْ يَكُونَ عِلَّةً فِي الْفُرْعِ لِجَوَازِ أَنْ يَكُونَ خُصُوصِيَّةُ الْأَصْلِ شَرْطًا لِلْعِلِّيَّةِ أَوْ خُصُوصِيَّةُ الْفُرْعِ مَانِعَةً عَنْهَا.

ترجمہ: اور منطق نے علتِ مشترک کو دو وجہ سے ثابت کیا ہے، ان دونوں میں سے ایک دوران ہے اور وہ شے کا ملنا ہے اپنے غیر کے ساتھ وجود اور عدم کے اعتبار سے، جیسے کہا جائے کہ حدوث دائر ہے تالیف کے ساتھ وجود اور عدم کے اعتبار سے، بہر حال وجود تو بیت میں ہے، اور بہر حال عدماً تو وہ واجب تعالیٰ میں ہے، اور دوران، مدار کے علتِ دائر ہونے کی علامت ہے پس تالیف حدوث کی علت ہوگی، اور ان میں سے ثانی سیر و تقسیم ہے اور وہ اصل کے اوصاف کو بیان کرنا اور اس کے بعض کو باطل کرنا ہے، تاکہ باقی (وصف) علت ہونے کے لئے متعین ہو جائے جیسے کہا جائے کہ بیت میں حدوث کی علت یا تالیف ہے یا امکان ہے، اور ثانی باطل ہے تخلف کی وجہ سے اس لئے کہ صفات واجب ممکن ہیں اور حادث نہیں ہیں، پس پہلا متعین ہو گیا، اور یہ دونوں وجہیں ضعیف ہیں، بہر حال دوران تو اس لئے کہ علت تامہ کا جزء اخیر اور شرط مساوی معلول کے لئے مدار ہے باوجودیکہ علت نہیں ہے، اور بہر حال سیر و تقسیم تو اس لئے کہ علت کو اوصاف مذکورہ میں منحصر کرنا ممنوع ہے، اس لئے کہ تقسیم نفی اور اثبات کے درمیان مرّد نہیں، اس لئے جائز ہے کہ علت مذکور کے علاوہ ہو، پھر حصر کی صحت کو تسلیم کر لینے کے بعد یہ تسلیم نہیں کہ جب امر مشترک علت ہو اصل میں تو فرع میں اس کا علت ہونا لازم ہے کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ اصل کی خصوصیت شرط ہو علت کے لئے یا فرع کی خصوصیت اس سے مانع ہو۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ منطق نے معنی مشترک اور علت کو دو طریقوں سے ثابت کیا ہے، پہلا طریقہ دوران ہے اور دوسرا طریقہ سیر و تقسیم ہے۔

دوران کے معنی: دوران باب نصر کا مصدر ہے، ”دار یدور دوراً و دوراناً“ جس کے معنی ہیں ”گھومنا اور چکر کھانا“ (مفتاح التہذیب)

دوران کی تعریف: اصطلاح میں دوران کے معنی ہیں کہ شے کا اپنے غیر کے ساتھ ملنا وجود اور عدم میں، یعنی حکم کا علت کے ساتھ وجود اور عدم (پائے جانے اور نہ پائے جانے) میں دائر ہونا، یعنی جب علت پائی جائے تو وہ حکم بھی پایا جائے، اور جب علت نہ پائی جائے تو وہ حکم بھی نہ پایا جائے، پس دوران کے اندر دو چیزیں ہوں گی اول مدار یعنی وہ معنی مشترک اور علت جس کے ساتھ حکم دائر ہو، دوم: دائر یعنی وہ حکم جس کا دوران معنی مشترک کے ساتھ وجود اور عدم کے اعتبار سے ہوتا ہو، نیز اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ طریقہ دوران یہ بتلاتا ہے کہ مدار یعنی معنی مشترک دائر یعنی حکم کے لئے علت ہے، جیسے گھر حادث ہے، دیکھئے مثال مذکور میں گھر کے لئے حادث ہونے کا حکم ہے اور یہ حکم تالیف اور ترکیب کی علت کے ساتھ وجود اور عدم کے اعتبار سے دائر ہے، لہذا جس چیز میں بھی یہ علت پائی جائے گی حادث ہونے کا حکم بھی پایا جائے گا جیسے گھر ہے اس میں تالیف اور ترکیب کی علت پائی جائے گی حادث ہونے کا حکم بھی پایا جائے گا جیسے گھر حادث ہے، اور جس میں یہ علت نہیں پائی جائے گی اس میں حکم بھی نہیں پایا جائے گا جیسے واجب تعالیٰ میں تالیف کی علت نہیں ہے لہذا ایسی تعالیٰ حادث نہیں ہے، اور یہی طریقہ دوران ہے، اور گھر والی مثال میں مدار مختلف اجزاء پر مرکب ہونا ہے

اور دائرہ حادث ہونا ہے، شارح کہتے ہیں کہ طریقہ دوران بتلاتا ہے کہ مدار دائرہ کے لئے علت ہے، جب مدار دائرہ کے لئے علت ہے تو حادث ہونے کی علت مرکب ہونا ہے، اس طریقہ کو متاخرین دوران کہتے ہیں اور متقدمین اس کا نام طرد عکس رکھتے ہیں۔

سیر و تقسیم کے معنی: سیر باب نصر کا مصدر ہے، سیر یسیر، سیوا، اس کے معنی ہیں آزمائش کرنا، امتحان لینا، اور تقسیم باب تفعل کا مصدر ہے، اس کے معنی ہیں الگ الگ کرنا، تفریق کرنا، جزء جزء کرنا۔

سیر و تقسیم کی تعریف: اصطلاح میں سیر و تقسیم کہتے ہیں اصل کے اوصاف کو شمار کرنا اور اس کے بعض اوصاف کو باطل کرنا تاکہ باقی علت ہونے کے لئے متعین ہو جائے، مطلب یہ ہے کہ اصل کے اوصاف کو پرکھنا کہ کون سا وصف حکم کے لئے علت بننے کی صلاحیت رکھتا ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ اصل کے اندر جتنے اوصاف کا امکان ہو ان کے ممکنہ اوصاف کو ”او“ حرف تردید کے ذریعہ شمار کیا جائے اور پھر غور کیا جائے کہ ان میں سے کس وصف کے اندر حکم کے لئے علت بننے کی صلاحیت ہے او کس میں نہیں ہے، چنانچہ ان اوصاف میں سے جو وصف کسی دوسرے محل میں پایا جائے گا اور اس کی وجہ سے حکم بھی پایا جائے گا تو یہی وصف علت بننے کی صلاحیت رکھے گا، اور جو وصف کسی دوسرے محل میں تو ہوگا لیکن اس کی وجہ سے وہ حکم نہیں پایا جائے گا جو اس وصف کی وجہ سے کسی دوسرے محل میں حکم کا مقتضی تھا تو یہ وصف علت بننے کی صلاحیت نہیں رکھے گا، پھر جن اوصاف میں علت ہونے کی صلاحیت نہیں ان کو ساقط کر دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ وصف باقی رہ جائے جو علت ہے، مثلاً کتاب میں ذکر کردہ مثال یعنی بیت (گھر) اصل ہے اور اس کا حکم حادث ہونا ہے، اور اس کے بہت سارے اوصاف ہیں، پھر اس اصل میں حکم کو جاری کرتے ہوئے ان کے اوصاف کو اس طرح جمع کیا جائے کہ بیت حادث ہے یا تو تالیف کی وجہ سے یا ممکن ہونے کی وجہ سے، پھر غور کیا تو معلوم ہوا کہ اوصاف کا ممکن ہونا حادث ہونے کی علت نہیں کیوں کہ واجب تعالیٰ کے صفات ممکن ہیں لیکن حادث نہیں ہیں، لہذا معلوم ہوا کہ بیت کے متعدد اوصاف میں صرف تالیف ہی حدوث کی علت ہے، نہ کہ ممکن، اسی طریقہ کا نام سیر و تقسیم ہے، اور اس کو تردید بھی کہتے ہیں۔

والوجهان ضعیفان الخ اس عبارت سے شارح یہ کہنا چاہتے ہیں کہ علیت مشترک کے اثبات کے مذکورہ بالا دو طریقے اگرچہ مشہور ہیں لیکن ضعیف ہیں، دوران تو اس لئے ضعیف ہے کہ علت تامہ کا جزء اخیر اور شرط مساوی معلول کے لئے مدار تو ہوتے ہیں لیکن وہ اس کی علت نہیں ہوتے، اور طریقہ سیر و تقسیم اس لئے ضعیف ہے کہ اس میں علت کا حصر اوصاف مذکورہ میں ہوتا ہے جو ممنوع ہے، کیوں کہ ممکن ہے کہ اوصاف مذکورہ کے علاوہ کوئی اور وصف علت ہو، اور اگر حصر کو صحیح مان بھی لیا جائے بایں طور کہ وہ نفی اور اثبات کے درمیان دائرہ ہے، لیکن ہم یہ نہیں مانتے کہ فرع میں بھی وہی علت ہے جو اصل میں ہے، کیوں کہ جائز ہے کہ اس مشترک کی علیت میں اصل کی خصوصیت کو بھی دخل ہو یا فرع کی خصوصیت اس کے علت ہونے کے واسطے مانع ہو۔

فائدہ: تمثیل سے بھی یقین کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا اس لئے کہ مقیس علیہ میں سے جو علت نکالی گئی ہے ممکن ہے کہ وہ اس حکم کی علت نہ ہو، جیسے کسی نے قیاس چلایا کہ چور کی طرح غاصب کا بھی ہاتھ کاٹنا چاہئے کیونکہ دونوں میں علیت مشترک غیر کا مال بغیر رضا مندی کے لینا ہے تو یہ بات اس وجہ سے صحیح نہیں ہے کہ مقیس علیہ چوری میں یہ علت یعنی فقط غیر کا مال لینا نہیں ہے بلکہ خفیہ طور پر لینا ہے اور یہ بات غصب میں نہیں پائی جاتی، اس لئے کہ غصب میں ہاتھ کاٹنے کا حکم ثابت نہ ہوگا، دوسری جو ہر مناسب ہوگی دی جائے گی۔ (آسان منطق)

فَالْوَاقِعَاتُ أَمَّا الْخَاتِمَةُ فَفِيهَا بَحْثَانِ الْأَوَّلُ فِي مَوَادِّ الْأَقْيَسَةِ وَهِيَ يَقِينِيَّاتٌ وَغَيْرُ يَقِينِيَّاتٍ أَمَّا الْيَقِينِيَّاتُ فَبِسَبْأٍ أَوَّلِيَّاتٌ وَهِيَ قَضَايَا تَصَوَّرُ طَرَفِيَّاهَا كَأَنَّ لِلْجُزْمِ بِالْيَسْبَةِ بَيْنَهُمَا كَقَوْلِنَا الْكُلُّ أَكْثَرُ مِنَ الْجُزْءِ وَ مُشَاهَدَاتٌ وَهِيَ قَضَايَا يُحْكَمُ بِهَا بِقَوِي ظَاهِرَةٍ أَوْ بَاطِنَةٍ كَالْحُكْمِ بِأَنَّ الشَّمْسَ مُضِيئَةٌ وَ إِنَّا جُوعًا وَ مُجْرَبَاتٌ وَهِيَ قَضَايَا يُحْكَمُ بِهَا لِمُشَاهَدَاتٍ مُتَكَرِّرَةٍ مُفِيدَةٍ لِلْيَقِينِ كَالْحُكْمِ بِأَنَّ شَرْبَ السُّقْمُونِيَا مُوجِبٌ لِلْإِسْهَالِ وَ حَدْسِيَّاتٌ وَهِيَ قَضَايَا يُحْكَمُ بِهَا لِحَدْسٍ قَوِيٍّ مِنَ النَّفْسِ مُفِيدٍ لِلْعِلْمِ كَالْحُكْمِ بِأَنَّ نُورَ الْقَمَرِ مُسْتَفَادٌ مِنَ الشَّمْسِ وَ الْحَدْسُ هُوَ سُرْعَةُ الْإِنْتِقَالِ مِنَ الْمَبَادِي إِلَى الْمَطَالِبِ وَ مُتَوَاتِرَاتٌ وَهِيَ قَضَايَا يُحْكَمُ بِهَا لِكَثْرَةِ الشَّهَادَاتِ بَعْدَ الْعِلْمِ بِعَدَمِ امْتِنَاعِهَا وَ الْأَمْنُ مِنَ التَّوَاتُطُّوعِ عَلَيْهَا كَالْحُكْمِ بِوُجُودِ مَكَّةَ وَ بَغْدَادَ وَ لَا يَنْحَصِرُ مَبْلَغُ الشَّهَادَاتِ فِي عَدَدٍ بَلِ الْيَقِينُ هُوَ الْقَاضِي بِكَمَالِ الْعَدَدِ وَ الْعِلْمُ الْخَاصِلُ مِنَ التَّجَرُّبَةِ وَ الْحَدْسِ وَ التَّوَاتُرِ لَيْسَ بِحُجَّةٍ عَلَى الْغَيْرِ وَ قَضَايَا قِيَاسَاتُهَا مَعَهَا وَهِيَ الَّتِي يُحْكَمُ بِهَا بِوَاسِطَةِ لَا تَغْيِبُ عَنِ الذَّهْنِ عِنْدَ تَصَوُّرِ حَدُودِهَا كَالْحُكْمِ بِأَنَّ الْأَرْبَعَةَ زَوْجٌ لَا يُقْسَمُهَا بِمُتَسَاوِيَيْنِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا (ہے کہ) بہر حال خاتمہ تو اس میں دو بحثیں ہیں، پہلی (بحث) قیاسوں کے مادوں کے بیان میں ہے اور وہ (کچھ) یقینیات ہیں اور (کچھ) غیر یقینیات، بہر حال یقینیات تو (وہ) چھ ہیں ۱- اولیات: اور وہ، وہ قضایا ہیں جن کی طرفین کا تصور ان کے درمیان نسبت کے یقین کے لئے کافی ہو، جیسے ہمارا قول کل جزء سے بڑا ہوتا ہے ۲- مشاہدات: اور وہ، وہ قضایا ہیں جن میں قوی ظاہرہ یا (قوی) باطنہ کے ذریعہ حکم لگایا جائے جیسے اس بات کا حکم سورج روشن ہے، اور یہ کہ ہمیں بھوک ہے ۳- مجربات: اور وہ، وہ قضایا ہیں جن میں چند بار کے مشاہدات کی وجہ سے حکم لگایا جائے (اور وہ) مفید یقین ہوں، جیسے اس بات کا حکم کہ سقمونیا کا پینا موجب اسہال ہے ۴- حدسیات: اور وہ، وہ قضایا ہیں جن میں نفس کے حدس قوی مفید علم کے ذریعہ حکم لگایا جائے جیسے اس بات کا حکم کہ چاند کی روشنی سورج کی روشنی سے مستفاد ہے، اور حدس وہ مبادی سے مطالب کی طرف جلدی منتقل ہونا ہے ۵- متواترات: اور وہ، وہ قضایا ہیں جن میں کثرت شہادت کی وجہ سے ان کا عدم امتناع معلوم ہو جانے اور جھوٹ پر اتفاق کر لینے سے امن حاصل ہو جانے کے بعد حکم لگایا گیا ہو، جیسے مکہ اور بغداد کے موجود ہونے کا حکم، اور شہادتوں کی تعداد کسی عدد میں منحصر نہیں، بلکہ کمال عدد کا فیصلہ یقین پر ہے، اور جو علم تجربہ حدس، اور تواتر سے حاصل ہو (وہ) غیر پر حجت نہیں ہوتا ۶- قضایا قیاساتہا معہا: اور وہ وہ قضایا ہیں جن میں ایسے واسطہ سے حکم لگایا گیا ہو جو اس کے حدود کے تصور کے وقت ذہن سے غائب نہ ہو، جیسے اس بات کا حکم کہ چار کا عدد زوج ہے، اس کے دو برابر برابر منقسم ہونے کی وجہ سے۔

أَقُولُ كَمَا يَجِبُ عَلَى الْمُنْطِقِيِّ النَّظَرُ فِي صُورَةِ الْأَقْيَسَةِ كَذَلِكَ يَجِبُ عَلَيْهِ النَّظَرُ فِي مَوَادِّهَا الْكُلِّيَّةِ حَتَّى يُمَكِّنَهُ الْإِحْتِرَازُ عَنِ الْخَطَا فِي الْفِكْرِ مِنْ جِهَتِي الصُّورَةِ وَالْمَادَّةِ وَ مَوَادِّ الْأَقْيَسَةِ أَمَّا الْيَقِينِيَّةُ أَوْ غَيْرُ يَقِينِيَّةٍ وَ الْيَقِينُ هُوَ اعْتِقَادُ الشَّيْءِ بِأَنَّهُ كَذَا مَعَ اعْتِقَادِهِ بِأَنَّهُ لَا يُمَكِّنُ أَنْ يَكُونَ إِلَّا كَذَا

إِعْتِقَادًا مُطَابِقًا لِنَفْسِ الْأَمْرِ غَيْرُ مُمَكِّنِ الزَّوَالِ فَبِالْقَيْدِ الْأَوَّلِ يَخْرُجُ الظَّنُّ وَبِالثَّانِي الْجَهْلُ الْمُرَكَّبُ وَبِالثَّالِثِ إِعْتِقَادُ الْمُقْلِدِ.

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ جس طرح منطقی پر قیاسوں کی صورت میں غور و فکر کرنا ضروری ہے، اسی طرح قیاسوں کے مواد کلیہ میں بھی غور و فکر کرنا ضروری ہے، تاکہ صورت اور مادہ دونوں جہت سے خطا فی الفکر سے بچنا ممکن ہو جائے، اور قیاسوں کے مواد یا یقینیہ ہیں یا غیر یقینیہ، اور یقین وہ کسی شے کے بارے میں اس بات کا اعتقاد کرنا ہے کہ وہ اس طرح ہے اس کے اعتقاد کے ساتھ اس شے کا ہونا ممکن نہیں مگر اسی طرح، ایسا اعتقاد جو نفس الامر کے مطابق ہو، ممکن الزوال نہ ہو، پس پہلی قید سے ظن اور دوسری (قید) سے جہل مرکب اور تیسری (قید) سے اعتقاد مقلد خارج ہو گیا۔

تشریح: کتاب کے شروع میں ماتن نے کہا تھا کہ میں نے رسالہ شمسہ کو ایک مقدمہ تین مقالات اور ایک خاتمہ پر ترتیب دی ہے، اب تک مقدمہ اور مقالات کا تذکرہ کر رہے تھے، اب یہاں سے خاتمہ کو بیان کر رہے ہیں، ماتن نے کہا کہ خاتمہ میں دو بحثیں ہیں، پہلی بحث قیاسوں کے مادوں کے بیان میں ہے، اور دوسری بحث اجزاء علوم کے بیان میں ہے، اس قیاس میں ماتن نے پہلی بحث کو بیان کیا ہے، آپ بخوبی جانتے ہیں کہ علم منطق کا مقصد خطا فی الفکر سے ذہن کو محفوظ رکھنا ہے، جس کے لئے حجت اور قیاس کی ضرورت پڑتی ہے، اور چونکہ قیاس مرکب ہوتا ہے، اور ہر مرکب کے لئے مادہ اور صورت کا ہونا ضروری ہے، جیسے تپائی کے لئے صورت ہوتی ہے اور مادہ ہوتا ہے، یعنی جن اجزاء سے تپائی کو بنایا جاتا ہے وہ تپائی کے لئے مادہ اور علت مادہ ہیں، اسی طرح قیاس کے لئے صورت اور مادہ کا ہونا ضروری ہے، قیاس کی صورت وہ ہیئت ہے جو مقدمات کی ترتیب اور بعض مقدمہ کو بعض کے پاس رکھنے سے، اور صغریٰ کو کبریٰ پر مقدم کرنے سے جو حاصل ہوتی ہے، اس کو قیاس کی صورت کہتے ہیں، اور جن مقدمات سے قیاس مرکب ہوتا ہے ان کو مادہ قیاس کہا جاتا ہے، اور ماقبل میں جو فصل فی القیاس، میں جو قیاس کی تقسیم کی گئی تھی اور جس کے اقسام قیاس اقترانی اور استثنائی ہے وہ صورت قیاس سے متعلق تھی جن پر اشکال اربعہ اور شرائط انتاج کی بنیاد تھی، اوان کا بیان بالتفصیل گزر چکا، اب یہاں سے مادہ قیاس کو بیان کر رہے ہیں، چنانچہ شارح کہتے ہیں کہ منطقی کیلئے جس طرح اقیسہ کی صورتوں میں غور و فکر ضروری ہے اسی طرح ان کے مادوں میں بھی غور و فکر ضروری ہے، تاکہ صورت اور مادہ دونوں جہت سے خطا فی الفکر سے بچنا ممکن ہو۔

سوال: صورت کی بحثوں سے مادہ کی بحثوں کو پہلے بیان کرنا چاہئے تھا کیوں کہ مادہ صورت پر مقدم ہوتا ہے، اس لئے کہ مادہ صورت کا معروض ہے، اور معروض عارض سے مقدم ہوتا ہے۔

جواب: قیاس صورت سے بالفعل ہوتا ہے، اور مادہ سے بالقوہ لہذا صورت کو مادہ پر مقدم بالشرع حاصل ہے، نیز مقدمات کو مان لینے سے قیاس نتیجہ دے دیتا ہے، جب کہ صورت صحیح ہو اگرچہ مادہ صحیح نہ ہو، جیسے زید حنجر (صغریٰ) و کل حنجر ناطق (کبریٰ) نتیجہ نکلا، فزید ناطق بخلاف صورت کے کہ اگر وہ ناطق ہو تو قیاس نتیجہ نہیں دیتا اگرچہ مادہ صحیح ہو، جیسے کل انسان حیوان و بعض حیوان صاہل (وہی تحقیقات)

مادہ قیاس کی قسمیں: قیاس کے مادوں کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ یقینیہ ۲۔ غیر یقینیہ۔ ۱۔ یقینیہ: مادہ قیاس

یقینیں کہیں تعریف: کسی شے کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنا کہ وہ اس طرح ہے اور عقل اس کے خلاف کو ماننے پر تیار ہی نہ ہو، اور وہ اعتقاد جو نفس الامر کے مطابق ہو، اور اس کا زوال ممکن نہ ہو۔ ۲۔ غیر یقینیہ: مادہ قیاس

اعتقاد کی قسمیں: اعتقاد کی چار قسمیں ہیں: ۱- ظن۔ ۲- جہل مرکب۔ ۳- تقلید۔ ۴- یقین۔
ظن: وہ اعتقاد ہے جس میں جانب مخالف کا احتمال ہو مگر جانب مخالف مرجوح ہو۔

جہل مرکب: وہ اعتقاد ہے جو جازم ہو یعنی جس میں جانب مخالف کا ذرا بھی احتمال نہ ہو مگر واقعی نہ ہو بلکہ واقع کے خلاف ہو۔
تقلید: وہ اعتقاد ہے جو جازم واقعی ہوتے ہوئے ممکن الزوال ہو یعنی شک ڈالنے والے کے شک میں ڈالنے سے زائل ہو جائے۔
یقین: وہ اعتقاد ہے جو جازم واقعی ہو اور ناممکن الزوال ہو۔

فوائد قیود: یقین کی تعریف میں ذکر کردہ قیود میں سے ”مع اعتقادہ“ کی قید سے ظن یقین سے خارج ہو گیا۔ اور ”اعتقاداً مطابقاً لنفس الامر“ کی قید سے جہل مرکب خارج ہو گیا، اور ”غیر ممکن الزوال“ کی قید سے اعتقاد مقلد خارج ہو گیا۔

أَمَّا الْيَقِينِيَّاتُ فَضُرُورِيَّاتٌ وَهِيَ مَبَادٍ أَوَّلُ فِي الْأَكْثِسَابِ وَنَظَرِيَّاتٌ أَمَّا الضَّرُورِيَّاتُ فَسِتَّةٌ لِأَنَّ الْحَاكِمَ بِصَدَقِ الْقَضَايَا الْيَقِينِيَّةِ أَمَّا الْعَقْلُ أَوْ الْحِسُّ أَوْ الْمُرَكَّبُ مِنْهُمَا لِأَنَّهُمَا لَا يَحْصُرُ الْمُدْرِكُ فِي الْحِسِّ وَالْعَقْلِ فَإِنْ كَانَ الْحَاكِمُ هُوَ الْعَقْلُ فَإِمَّا أَنْ يَكُونَ حُكْمُ الْعَقْلِ بِمَجَرَّدِ تَصَوُّرِ الطَّرْفَيْنِ أَوْ بِوَاسِطَةِ فَإِنْ كَانَ الْحُكْمُ بِمَجَرَّدِ تَصَوُّرِهِمَا سُمِّيَتْ تِلْكَ الْقَضَايَا أَوَّلِيَّاتٌ كَقَوْلِنَا أَلْكَلُ أَغْظَمُ مِنَ الْجُزْءِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ حُكْمُ الْعَقْلِ بِمَجَرَّدِ تَصَوُّرِ الطَّرْفَيْنِ بَلْ بِوَاسِطَةٍ فَلَا بُدَّ أَنْ لَا تَغِيبَ تِلْكَ الْوَسِطَةُ عَنِ الذَّهْنِ عِنْدَ تَصَوُّرِهِمَا وَإِلَّا لَمْ يَكُنْ تِلْكَ الْقَضَايَا مَبَادٍ أَوَّلُ وَيُسَمَّى قَضَايَا قِيَاسَاتِهَا مَعَهَا كَقَوْلِنَا الْأَرْبَعَةُ زَوْجٌ فَإِنْ مَنْ تَصَوَّرَ الْأَرْبَعَةَ وَالزَّوْجَ تَصَوَّرَ الْإِنْقِسَامَ بِمُتَسَاوِيَيْنِ فِي الْحَالِ وَتَرْتَبَ فِي ذَهْنِهِ أَنَّ الْأَرْبَعَةَ مُنْقَسِمَةٌ بِمُتَسَاوِيَيْنِ وَكُلٌّ مُنْقَسِمٌ بِمُتَسَاوِيَيْنِ فَهُوَ زَوْجٌ فَهِيَ قَضِيَّةٌ قِيَاسُهَا مَعَهَا فِي الذَّهْنِ وَإِنْ كَانَ الْحُكْمُ هُوَ الْحِسُّ فَهِيَ الْمَشَاهِدَاتُ فَإِنْ كَانَ مِنَ الْحَوَاسِ الظَّاهِرَةِ سُمِّيَتْ حِسِّيَّاتٌ كَالْحُكْمِ بِأَنَّ الشَّمْسَ مُضِيئَةٌ وَإِنْ كَانَ مِنَ الْحَوَاسِ الْبَاطِنَةِ سُمِّيَتْ وَجْدَانِيَّاتٌ كَالْحُكْمِ بِأَنَّ لَنَا خَوْفًا وَغَضَبًا وَإِنْ كَانَ مُرَكَّبًا مِنَ الْحِسِّ وَالْعَقْلِ فَالْحِسُّ إِمَّا أَنْ يَكُونَ حِسُّ السَّمْعِ أَوْ غَيْرُهُ فَإِنْ كَانَ حِسُّ السَّمْعِ فَهِيَ الْمُتَوَاتِرَاتُ وَهِيَ قَضَايَا يَحْكُمُ الْعَقْلُ بِهَا بِوَاسِطَةِ السَّمْعِ مِنْ جَمْعٍ كَثِيرٍ أَحَالَ الْعَقْلُ تَوَاتُورَهُمْ عَلَى الْكُذْبِ كَالْحُكْمِ بِوُجُودِ مَكَّةَ وَبَغْدَادَ وَمَبْلَغِ الشَّهَادَاتِ غَيْرُ مُنْخَصِرَةٍ فِي عَدَدٍ بَلْ الْحَاكِمُ بِكَمَالِ الْعَدَدِ حُصُولُ الْيَقِينِ وَمِنْ النَّاسِ مَنْ عَيَّنَ عَدَدَ الْمُتَوَاتِرَاتِ وَلَيْسَ بِشَيْءٍ.

ترجمہ: بہر حال یقینیات تو (کچھ) ضروریات ہیں، اور وہ کتاب میں مبادی اولیہ ہیں، اور (کچھ) نظریات ہیں، بہر حال ضروریات تو (وہ) چھ ہیں اس لئے قضایا یقینیہ کے صدق کا حکم لگانے والی یا تو عقل ہے یا حس یا ان دونوں سے مرکب، اس لئے کہ مدرک حس اور عقل میں منحصر ہے، پس اگر حکم لگانے والی عقل ہو پس عقل کا حکم یا تو محض تصور طرفین کے ذریعہ سے ہوگا یا کسی واسطہ کے ذریعہ ہوگا۔ پس اگر حکم محض ان دونوں کے تصور کے ذریعہ ہو تو ان قضایا کا نام اولیات رکھا جاتا ہے، جیسے کل جزء سے بڑا ہے۔ اور اگر عقل کا حکم محض تصور طرفین کے ذریعہ نہ ہو بلکہ کسی واسطہ کے ذریعہ ہو تو ضروری ہے کہ یہ واسطہ تصور طرفین کے وقت ذہن سے غائب نہ ہو ورنہ وہ قضایا مبادی اولیہ نہ ہوں گے

اور ان کا نام ”قضایا قیاسا تہامعہا“ ہے، جیسے چار جفت ہے، کیوں کہ جو شخص اربعہ اور زوج کا تصور کر لے تو وہ انقسام بمتساوین کا نوراً تصور کرے گا، اور اس کے ذہن میں یہ ترتیب آجائے گی کہ چار منقسم بمتساوین ہے، اور جو منقسم بمتساوین ہو وہ جفت ہوتا ہے پس چار جفت ہے، پس یہ ایک ایسا قضیہ ہے جس کا قیاس ذہن میں اسی کے ساتھ ہے، اور اگر حکم کرنے والا حس ہو، تو وہ مشاہدات ہے، پس اگر یہ حواس ظاہرہ میں سے ہو تو ان کا نام حیات رکھا جاتا ہے، جیسے اس بات کا حکم کہ سورج روشن ہے، اور اگر وہ حواس باطنہ میں سے ہو تو ان کا نام وجدانیات رکھا جاتا ہے، جیسے اس بات کا حکم کہ ہمیں خوف یا غصہ ہے، اور اگر حکم کرنے والا حس اور عقل سے مرکب ہو، تو حس یا تو حس سمع ہوگی یا اس کے علاوہ، پس اگر حس سمع ہو تو وہ متواترات ہے، اور وہ وہ قضایا ہیں جن کا حکم عقلی اتنی بڑی جماعت سے منکر کرے جن کا کذب پر متفق ہونے کو عقل محال سمجھے جیسے وجود مکہ اور بغداد کا حکم اور شہادت کی تعداد کسی عدد میں منحصر نہیں ہے بلکہ کمال عدد کا حکم لگانے سے یقین کا حاصل ہونا ہے، اور بعض لوگوں نے متواترات کی تعداد متعین کی ہے، اور یہ (کوئی) چیز نہیں ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے مقدمات یقینیہ کو بیان کیا ہے چنانچہ فرمایا ہے کہ مقدمات یقینیہ کی دو قسمیں ہیں: ۱- ضروریات یعنی بدیہیات ۲- نظریات۔

بدیہیات: وہ یقینات ہیں جو اکتساب میں مبادی اولیہ ہوں۔

بدیہیات کی قسمیں: بدیہیات کی چھ قسمیں ہیں: ۱- اولیات ۲- حدیات ۳- مشاہدات ۴- تجربات ۵- متواترات ۶- قضایا قیاسا تہامعہا۔

دلیل حصر: بدیہیات کے چھ میں منحصر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قضایا یقینیہ کے صدق کا حکم کرنے کی تین صورتیں ہیں: ۱- عقل۔ ۲- حس۔ ۳- ان دونوں سے مرکب۔ اس لئے کہ مدرک عقل اور حس ہی میں منحصر ہے، اب اگر حاکم عقل ہو تو یہ دو حال سے خالی نہیں یا تو موضوع و محمول و نسبت کا تصور کرتے ہی عقل کو یقین حاصل ہو جائے گا یا نہیں اگر اول ہے تو وہ اولیات ہے اور اگر محض تصور طریقین سے یقین حاصل نہ ہو بلکہ کسی واسطہ کی ضرورت پڑے اور وہ واسطہ ایسا ہو کہ تصور طریقین کے وقت ذہن سے غائب نہ ہو تو اس کو ”قضایا قیاسا تہامعہا“ کہتے ہیں۔ اور اگر حاکم حس ہو تو وہ مشاہدات ہیں۔ اور اگر حاکم عقل اور حس دونوں سے مرکب ہو تو حس دو حال سے خالی نہیں یا تو حس سمع ہوگا یا نہیں، اگر حس سمع ہو تو وہ متواترات ہے، اور اگر حس، حس سمع کے علاوہ ہو تو یہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو عقل یقین کرنے میں تکرار مشاہدات کی محتاج ہوگی یا نہیں اگر تکرار مشاہدات کی محتاج ہو تو یہ تجربات ہیں، اور اگر تکرار مشاہدات کی محتاج نہ ہو تو یہ حدیات ہیں۔ اب ان میں سے ہر ایک کی تعریف اور ان کے اقسام کو بیان کیا جا رہا ہے، بغور دیکھیں۔

اولیات: وہ قضیے ہیں جن کے اطراف یعنی موضوع و محمول اور نسبت کا تصور کرتے ہی عقل کو یقین حاصل ہو جائے کسی واسطہ اور دلیل کی بالکل ضرورت نہ پڑے، جیسے الکمل اعظم من الجزء (کل جزء سے بڑا ہے) دیکھئے اس قضیہ میں محض موضوع و محمول اور نسبت کا تصور کرنے سے عقل کو یقین حاصل ہو گیا کہ کل جزء سے بڑا ہوتا ہے، کسی واسطہ اور دلیل کی ضرورت نہیں پڑی، کیوں کہ اگر دلیل کی ضرورت پڑتی تو اس بچہ کو حاصل نہ ہوتا جس کے اندر دلیل قائم کرنے کی صلاحیت ہی نہیں حالانکہ وہ بچہ بھی جانتا ہے کہ کل جزء سے بڑا ہوتا ہے، تو معلوم ہوا کہ یہاں حصول یقین کے لئے دلیل کی بیکر ضرورت نہیں۔

قضایا قیاساتھا معھا: وہ قیے ہیں جن کے اطراف یعنی موضوع، محمول اور نسبت کے محض تصور سے یقین حاصل نہ ہو، بلکہ حصول یقین کے واسطہ اور دلیل کی ضرورت ہو، اور وہ واسطہ اور دلیل ایسی ہو جو ذہن سے بالکل غائب نہ ہو، بلکہ اطراف کا تصور کرتے ہی اس کا تصور ہو جائے، جیسے الاربعۃ زوج (چار جفت ہے) دیکھئے اس مثال میں محض موضوع اور محمول اور نسبت کے تصور سے چار کے جفت ہونے کا یقین حاصل نہیں ہوتا، بلکہ واسطہ اور دلیل کی ضرورت پڑتی ہے، اور چار کے جفت ہونے کی دلیل دو برابر حصوں میں تقسیم ہونا ہے، اور یہ دلیل ذہن سے بالکل غائب نہیں ہوتی کیوں کہ جب بھی چار اور جفت کا تصور کیا جائے گا تو دو برابر حصوں میں تقسیم ہونے کا بھی تصور ہوگا، ”قضایا قیاساتھا معھا“ کا دوسرا نام نظریات ہے۔

وجہ قسمیہ: ”قضایا قیاساتھا معھا“ یعنی وہ قضایا جن کے ساتھ اس کا قیاس موجود ہوتا ہے، کیوں کہ ان کے ساتھ ایسی دلیل موجود ہوتی ہے جو ذہن سے غائب نہیں ہوتی، اور وہی دلیل اس کے ساتھ مل کر قیاس بنتی ہے، مثلاً الاربعۃ زوج، میں چار کے جفت ہونے کی دلیل منقسم بمتساویین ہے اور یہ دلیل ”الاربعۃ زوج“ کے ساتھ مل کر قیاس اس طرح بنے گی، الاربعۃ منقسم بمتساویین (صغریٰ) و کل منقسم بمتساویین زوج (کبریٰ) نتیجہ ہوگا فالاربعۃ زوج۔

مشاہدات: مشاہدات باب مفاعلت سے ہے اس کے معنی ہیں معائنہ کرنا، اصطلاح منطق میں مشاہدات ان قضیوں کو کہا جاتا ہے جن میں محض تصور طرفین سے حکم نہ لگایا گیا ہو، بلکہ مشاہدہ اور حواس کے واسطہ سے حکم لگایا گیا ہو۔ آسان لفظوں میں اس طرح کہنے کہ مشاہدات وہ قضایا ہیں جو حواس خمسہ ظاہرہ یا حواس خمسہ باطنہ سے جانے گئے ہوں، جیسے سورج روشن ہے، یہ آنکھ کے ذریعہ معلوم کیا گیا ہے، اور ہمیں بھوک پیاس لگتی ہے یہ حواس باطنی کے ذریعہ حکم لگایا گیا ہے۔

مشاہدات کی دو قسمیں ہیں: ۱- حیات ۲- وجدانیات۔

حسیات: وہ قضایا ہیں جن میں حواس ظاہرہ میں سے کسی حس کے ذریعہ حکم لگایا گیا ہو، حیات کو محسوسات بھی کہتے ہیں، جیسے سورج روشن ہے، اس میں سورج کے روشن ہونے کا حکم قوت باصرہ کے ذریعہ لگایا گیا ہے لہذا یہ قضیہ محسوسات میں سے ہے۔

وجدانیات: وہ قضایا ہیں جن میں حواس باطنہ میں سے کسی حس باطن کے ذریعہ حکم لگایا گیا ہو، جیسے میں بھوکا ہوں یا پیاسا ہوں، اس میں بھوکا پیاسا ہونے کا حکم حس باطن یعنی وہم کے ذریعہ لگایا گیا ہے اس لئے کہ بھوک ایک باطنی شے ہے جس کا ادراک قوت وہم سے ہوتا ہے۔

متواترات: متواترات تو اثر سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی ہیں کسی چیز کا لگاتار ہونا، اصطلاح میں متواترات وہ قضایا ہیں کہ عقل جن کے یقین کا حکم سماع کے واسطہ سے ایک ایسی جماعت کے خبر دینے سے لگائے جن کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا عقلاً محال ہو۔ جیسے مکة المکرمہ زادھا اللہ شرفاً وعظمتاً ایک شہر ہے اور بغداد ایک شہر ہے اور قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، یہ باتیں ہم کو ایسی خبروں کے ذریعہ معلوم ہوئی ہیں کہ ہم ان کو جھوٹ نہیں کہہ سکتے ہیں۔

خبر کے متواتر ہونے کے لئے راویوں کی کوئی متعین تعداد شرط نہیں ہے

ومبلغ الشہادات غیر منحصرة فی عدد الخ اس عبارت سے شارح یہ کہنا چاہتے ہیں کہ خبر کے متواتر ہونے کیلئے خبر دینے والے کی کوئی تعداد متعین نہیں ہے، بلکہ خبر کے متواتر ہونے کا ضابطہ یہ ہے کہ اگر اس خبر کے ذریعہ یقین حاصل ہو جاتا ہے تو یہ اس خبر کے متواتر ہونے کی دلیل ہے، اور بعض لوگوں نے خبر متواتر کی جو تعداد بیان کی ہے یہ کوئی چیز نہیں ہے، اور یہ تعداد متعین کرنا صحیح نہیں ہے۔

وَإِنْ كَانَ غَيْرُ حِسِّ السَّمْعِ فَإِمَّا أَنْ يَحْتَاجَ الْعَقْلُ فِي الْجَزْمِ إِلَى تَكَرُّرِ الْمَشَاهِدَاتِ مَرَّةً بَعْدَ أُخْرَى أَوْ لَا يَحْتَاجُ فَإِنْ احْتَاجَ فَهِيَ الْمُجَرَّبَاتُ كَالْحُكْمِ بِأَنْ شَرَبَ السُّقْمُونِيَا مُسَهِّلٌ بِوَاسِطَةِ مَشَاهِدَاتٍ مُتَكَرِّرَةٍ وَإِنْ لَمْ يَحْتَاجْ إِلَى تَكَرُّرِ الْمَشَاهِدَةِ فَهِيَ الْحَدِثِيَّاتُ كَالْحُكْمِ بِأَنْ نُورَ الْقَمَرِ مُسْتَفَادٌ مِنْ نُورِ الشَّمْسِ لِاخْتِلَافِ تَشْكَالِهِ النُّورِيَّةِ بِحَسَبِ اخْتِلَافِ أَوْضَاعِهِ مِنَ الشَّمْسِ قُرْبًا وَبُعْدًا وَالْحَدْسُ وَهُوَ سُرْعَةُ الْإِنْتِقَالِ مِنَ الْمَبَادِي إِلَى الْمَطَالِبِ وَ يُقَابِلُهُ الْفِكْرُ فَإِنَّهُ حَرَكَةُ الذَّهْنِ نَحْوَ الْمَبَادِي وَ رُجُوعُهُ عَنْهَا إِلَى الْمَطَالِبِ فَلَا بُدَّ فِيهِ مِنْ حَرَكَتَيْنِ بِخِلَافِ الْحَدْسِ إِذْ لَا حَرَكَةَ فِيهِ أَصْلًا وَ الْإِنْتِقَالُ فِيهِ لَيْسَ بِحَرَكَةٍ فَإِنَّ الْحَرَكَةَ تَذَرِيئِيَّةُ الْوُجُودِ وَ الْإِنْتِقَالُ فِيهِ إِنِّي الْوُجُودِ وَ حَقِيقَتُهُ أَنْ يُنْتِجَ الْمَبَادِي الْمُتَرْتِبَةُ فِي الذَّهْنِ فَيَحْصُلُ الْمَطْلُوبُ فِيهِ وَ الْمُجَرَّبَاتُ وَ الْحَدِثِيَّاتُ لَيْسَتْ بِحُجَّةٍ عَلَى الْغَيْرِ لِجَوَازِ أَنْ لَا يَحْصُلَ لَهُ الْحَدْسُ أَوْ التَّجَرِبَةُ الْمُفِيدَانِ لِلْعِلْمِ بِهِمَا.

ترجمہ: اور اگر حِسِّ سمع کے علاوہ ہو تو یا تو عقل حصول یقین میں یکے بعد دیگرے تکرار مشاہدات کی محتاج ہوگی یا نہ ہوگی، پس اگر وہ محتاج ہو تو وہ مجربات ہے، جیسے اس بات کا حکم کہ سقمونیا کا پینا مسهل ہے، بار بار مشاہدات کے واسطے سے، اور اگر تکرار مشاہدہ کی محتاج نہ ہو تو وہ حدسیات ہے۔ جیسے اس بات کا حکم کہ چاند کی روشنی سورج کی روشنی سے مستفاد ہے، اس لئے کہ اس کی نورانی شعلیں آفتاب سے قریب و بعید ہونے کی وضع کے اختلاف کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہیں، اور حدس اور وہ مبادی سے مطالب کی طرف سرعت انتقال ہے اور اس کا مقابل فکر ہے، کیوں کہ وہ ذہن کی حرکت ہے مبادی کی طرف اور اس سے مطالب کی طرف رجوع کرنا ہے، پس اس میں دو حرکتیں ضروری ہیں، بخلاف حدس کے کہ اس میں بالکل حرکت نہیں ہوتی، اور اس میں جو انتقال ہوتا ہے وہ حرکت نہیں ہے، کیوں کہ حرکت تدریجی الوجود ہوتی ہے، اور حدس میں انتقال آتی الوجود ہے، اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ ذہن میں مبادی مترتبہ نتیجہ دیں، پھر مطلوب حاصل ہو جائے، اور مجربات اور حدسیات غیر پر حجت نہیں ہوتے، کیوں کہ ممکن ہے کہ اس کو وہ حدس یا تجربہ حاصل نہ ہو، جو مفید علم ہو۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے مجربات اور حدسیات کو بیان کیا ہے، چنانچہ دلیل حصر بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر حاکم حس سمع کے علاوہ ہو تو یہ دو حال سے خالی نہیں یا تو یقین حاصل کرنے میں عقل یکے بعد دیگرے تکرار مشاہدہ کی محتاج ہوگی یا نہیں، اگر محتاج ہوگی تو وہ مجربات ہیں اور اگر محتاج نہ ہوگی تو وہ حدسیات ہیں۔

مجربات: مجربہ کی جمع ہے اور مجربہ، باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے معنی ہیں آزمایا ہوا، اصطلاح منطق میں مجربات وہ قضایا ہیں جن میں عقل بار بار کے تجربہ سے یقین کا حکم لگاتی ہو، یعنی بار بار کسی چیز کا کوئی اثر دیکھا گیا کبھی بھی برخلاف نہیں ہوا، تو اس واسطے سے عقل نے اس اثر کے متعلق یقین کا حکم لگا دیا تو یہ مجربات ہیں، جیسے سقمونیا (یہ ایک دوا کا نام ہے) کا پینا (صفراء) کے لئے مسهل ہے، صفراء ایک قسم کی بیماری ہے، جیسے پیلیا (جیونڈس) کہتے ہیں، سقمونیا کا بار بار استعمال کیا گیا تو اس سے دست آنے لگا اور دست کے ذریعہ اس نے صفراء (پٹا) کو بہا دیا، تو اس بار بار مشاہدہ سے عقل نے حکم لگا دیا کہ سقمونیا کا پینا صفراء کے لئے مسهل ہے۔

حدسیات: حدس کی جمع ہے، حدس حاصل مصدر ہے اس کے معنی ہیں، زیر کی، دانائی، حدسیات، عرف عام میں وہ باتیں

کہلاتی ہیں جو دہانائی اور زیرکی کے ذریعہ حاصل ہوں۔ اور اصطلاح منطق میں حدیثیات کہتے ہیں حرکت فکریہ کے بغیر مبادی کا ایک دم ظاہر ہو جانا اور مبادی سے مطلوب کی طرف ذہن کا تیزی سے منتقل ہو جانا، حدس کا مقابل فکر ہے، حدس کی مثال یہ ہے، ماہتاب کی روشنی آفتاب کی روشنی سے مستفاد ہے، دلیل یہ ہے کہ ماہتاب کی نورانی شکلیں آفتاب سے قریب و بعید ہونے کی وضع کے اختلاف کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہیں۔

حدس اور فکر کے درمیان فرق: یہ ہے کہ حدس میں کوئی فکری حرکت نہیں ہوتی بلکہ یہاں ذہن مطلوب سے مبادی کی طرف اور مبادی سے مطلوب کی طرف ایک دم منتقل ہو جاتا ہے، اس کے برعکس فکر میں دو حرکتیں ہوتی ہیں یعنی مطلوب سے مبادی کی طرف اور مبادی سے مطلوب کی طرف تدریجی طور پر یعنی آہستہ آہستہ ذہن منتقل ہوتا ہے، الغرض فکر میں دو حرکتوں کا ہونا ضروری ہے، اور حدس میں بالکل حرکت نہیں ہوتی ہے، اور رہی یہ بات کہ حدس میں بھی تو مبادی سے مطالب کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے کیا یہ حرکت نہیں ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں انتقال حرکت نہیں ہے کیوں کہ حرکت اس کو کہتے ہیں جس کا وجود تدریجی طور پر ہو یعنی آہستہ آہستہ ہو، اور حدس میں انتقال کا وجود فوری اور جلدی ہوتا ہے لہذا انتقال اس میں حرکت نہیں ہے۔

و حقیقۃً ان ینتج الخ اس عبارت میں شارح مزید حدس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حدس میں حرکت ثانیہ کی نفی ضروری ہے خواہ حرکت اولی پائی جائے یا نہ پائی جائے، اور حدس کی حقیقت یہ ہے کہ ذہن میں جو مبادی مرتب ہوں وہ نتیجہ دیں، اور حدس میں مطلوب و مقصود حاصل ہو جائے۔

قوله لبس بحجة الخ اس عبارت میں شارح یہ کہنا چاہتے ہیں کہ بحرات اور حدیثیات صرف صاحب تجربہ اور صاحب حدس ہی کے حق میں یقینی ہیں، اور اس کے علاوہ کے حق میں یقینی نہیں ہیں، کیوں کہ اس بات کا امکان ہے کہ اس کے علاوہ کو مفید علم حدس اور تجربہ حاصل نہ ہوا ہو۔

فَالْوَاقِعُ الْمَوْجُودُ مِنْ هَذِهِ السَّبَبِ يُسَمَّى بُرْهَانًا وَهُوَ الَّذِي يَكُونُ الْحَدُّ الْأَوْسَطُ فِيهِ عِلَّةٌ لِلنِّسْبَةِ فِي الذَّهْنِ وَالْعَيْنِ كَقَوْلِنَا هَذَا مُتَعَقِّنُ الْأَخْلَاطِ وَ كُلُّ مُتَعَقِّنِ الْأَخْلَاطِ مَحْمُومٌ فَهَذَا مَحْمُومٌ وَإِنِّي وَهُوَ الَّذِي يَكُونُ الْحَدُّ الْأَوْسَطُ فِيهِ عِلَّةٌ لِلنِّسْبَةِ فِي الذَّهْنِ فَقَطْ كَقَوْلِنَا هَذَا مَحْمُومٌ وَ كُلُّ مَحْمُومٍ فَهُوَ مُتَعَقِّنُ الْأَخْلَاطِ فَهَذَا مُتَعَقِّنُ الْأَخْلَاطِ أَقُولُ فِي عِبَارَتِهِ مُسَاهِلَةٌ بَلِ الْبُرْهَانُ هُوَ الْقِيَاسُ الْمَوْجُودُ مِنَ الْيَقِينِيَّاتِ سَوَاءَ كَانَتْ ابْتِدَاءً وَ هِيَ الضَّرُورِيَّاتُ السَّبَبُ أَوْ بِوَسِطَةٍ وَ هِيَ النَّظَرِيَّاتُ وَ الْحَدُّ الْأَوْسَطُ فِيهِ لَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ عِلَّةً لِلنِّسْبَةِ الْأَكْبَرِ إِلَى الْأَصْغَرِ فِي الذَّهْنِ فَإِنْ كَانَ مَعَ ذَلِكَ عِلَّةً لَوْجُودِ تِلْكَ النِّسْبَةِ فِي الْخَارِجِ أَيْضًا فَهُوَ بُرْهَانٌ لِمَا لَأَنَّهُ يُعْطَى اللَّيْمَةُ فِي الذَّهْنِ وَالْخَارِجِ كَقَوْلِنَا هَذَا مُتَعَقِّنُ الْأَخْلَاطِ وَ كُلُّ مُتَعَقِّنِ الْأَخْلَاطِ فَهُوَ مَحْمُومٌ فَهَذَا مَحْمُومٌ فَتَعَقِّنُ الْأَخْلَاطِ كَمَا أَنَّهُ عِلَّةٌ لِبُتُوبِ الْحُمَى فِي الذَّهْنِ كَذَلِكَ عِلَّةٌ لِبُتُوبِ الْحُمَى فِي الْخَارِجِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ كَذَلِكَ بَلْ لَا يَكُونُ عِلَّةً لِلنِّسْبَةِ إِلَّا فِي الذَّهْنِ فَهُوَ بُرْهَانٌ إِنِّي لَأَنَّهُ يُفِيدُ إِنِّيَّةَ النِّسْبَةِ فِي الْخَارِجِ دُونَ لِمَيَّتِهَا كَقَوْلِنَا هَذَا مَحْمُومٌ وَ كُلُّ مَحْمُومٍ مُتَعَقِّنُ الْأَخْلَاطِ فَهَذَا مُتَعَقِّنُ

الْأَخْلَاطِ فَالْحُمَىٰ وَإِنْ كَانَتْ عِلَّةٌ لِّثُبُوتِ تَعَفُّنِ الْأَخْلَاطِ فِي الدِّهْنِ إِلَّا أَنَّهَا لَيْسَتْ عِلَّةٌ لَهُ فِي الْخَارِجِ بَلْ الْأَمْرُ بِالْعَكْسِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا ہے کہ جو قیاس ان چھ سے مرکب ہو اس کا نام برہان رکھا جاتا ہے، اور وہ یا تو لگتی ہے، اور وہ وہ ہے جس میں حد واسطہ ذہن و خارج (دونوں) میں نسبت کے لئے علت ہو، جیسے ہمارا قول یہ متعفن الاخلاط ہے، اور ہر متعفن الاخلاط بخار زدہ ہے پس یہ بخار زدہ ہے، اور بہر حال اپنی اور وہ وہ ہے جس میں حد واسطہ صرف ذہن میں نسبت کے لئے علت ہو، جیسے ہمارا قول یہ بخار زدہ ہے، اور ہر بخار زدہ متعفن الاخلاط ہوتا ہے، پس یہ متعفن الاخلاط ہے، میں کہتا ہوں کہ ماتن کی عبارت میں مسابلت ہے، بلکہ برہان وہ قیاس ہے جو یقینات سے مرکب ہو خواہ ابتداء ہو اور وہ ضروریات ستہ ہیں، یا واسطہ سے ہو اور وہ نظریات ہیں، اور اس میں حد واسطہ کا ذہن میں اصغر کی طرف اکبر کی نسبت کے لئے علت ہونا ضروری ہے، پس اگر وہ اس کے ساتھ خارج میں اس نسبت کے وجود کے لئے بھی علت ہو تو وہ برہان لگتی ہے، کیوں کہ یہ ذہن اور خارج (دونوں) میں لیت کو بتلاتا ہے، جیسے ہمارا قول یہ ”متعفن الاخلاط ہے، اور ہر متعفن الاخلاط پس وہ بخار زدہ ہے، پس یہ بخار زدہ ہے، پس تعفن الاخلاط جس طرح ذہن میں بخار کے ثبوت کی علت ہے، اسی طرح خارج میں بخار کے ثبوت کی علت ہے، اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ صرف ذہن میں نسبت کے لئے علت ہو، تو وہ برہان اپنی ہے، کیوں کہ یہ خارج میں انیت نسبت کا فائدہ دیتا ہے، نہ کہ اس کی لیت کا، جیسے ہمارا قول یہ بخار زدہ ہے، اور ہر بخار زدہ متعفن الاخلاط ہے، پس یہ متعفن الاخلاط ہے، پس بخار اگر چہ ذہن میں تعفن اخلاط کے ثبوت کی علت ہے مگر وہ خارج میں اس کی علت نہیں ہے، بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔

تشریح: اس قال میں ماتن نے یہ کہا ہے کہ اولیات، مشاہدات، تجربات، حدیثات، متواترات اور فطریات (جن کو قضایا قیاساتہا معہا سے بھی تعبیر کرتے ہیں) سے جو قیاس مرکب ہو اس کا نام برہان ہے، شارح کہتے ہیں کہ ماتن کی عبارت میں مسابلت ہے، مسابلت کی وضاحت یہ ہے کہ یقینیات کی دو قسمیں ہیں اول بدہیات جن کو اصول یقینیات کہتے ہیں، دوم وہ نظریات جو بدہیات سے بلا واسطہ یا بالواسطہ ثابت ہوں، ان کو فروع یقینیات کہتے ہیں، پھر اصول یقینیات کی چھ قسمیں ہیں: ۱- اولیات ۲- مشاہدات ۳- تجربات ۴- حدیثات ۵- متواترات ۶- فطریات، اب ماتن کی عبارت میں مسابلت یہ ہے کہ اس نے ”أما اليقینیات فست“ کہہ کر مطلق یقینیات کی چھ قسمیں بیان کی ہیں، اس کے بعد کہتے ہیں کہ قیاس برہانی وہ (قیاس) ہے جو ان چھ قسموں سے مرکب ہو، حالانکہ مذکورہ چھ قسمیں مطلق یقینیات کی نہیں بلکہ اصول یقینیات کی ہیں، اور قیاس برہانی وہ (قیاس) ہے جو یقینیات سے مرکب ہو، یعنی ان کے سارے مقدمات یقینی ہوں، خواہ ابتداء ہو اور وہ بدہیات ہیں یا بالواسطہ ہوں اور وہ نظریات ہیں، ماتن نے چونکہ اس عبارت میں برہان اور اس کی قسموں کو بیان کیا ہے، اس لئے شارح نے اولاً برہان کی تعریف پھر تقسیم بیان کی ہے، لہذا ترتیب وار تشریح ملاحظہ ہو۔

برہان کے لغوی معنی: برہان، باب فَعْلَلَّة کا مصدر ہے، کیوں کہ اس باب کا مصدر کبھی فَعْلَلَات کے وزن پر آتا ہے، جیسا کہ علم الصیغہ کے حاشیہ نمبر ۳ ص ۱۲۵ اور فیوض عثمانی ص ۵۲ پر مرقوم ہے، برہان کے معنی مطلق دلیل کے ہیں (تحقیقات)

برہان کی اصطلاحی تعریف: اصطلاح منطق میں برہان وہ قیاس ہے جو مقدمات یقینیہ سے مرکب ہو خواہ وہ مقدمات یقینیہ بدیہی ہوں یا ایسے نظری ہوں جن کو بدیہی سے حاصل کیا گیا ہو۔

برہان کی وجہ تسمیہ: برہان کے معنی ہیں، دلیل چونکہ قیاس برہانی یقینی مقدمات سے مرکب ہوتا ہے اس لئے وہ قطعی دلیل ہوتا ہے، پس اس کا نام اِدْعَاءِ برہانی رکھ دیا، اِدْعَاءِ کے معنی ہیں دعویٰ کرتے ہوئے یعنی برہان کہلانے کا حق گویا اسی کا ہے، (ماخوذ من مفتاح الجہدیب صاحب القلم مولفہ الرکیس فی المعقول والمعتول استاذی مفتی سعید صاحب اداام اللہ ظلہ السالغ علینا)

برہان کی قسمیں: برہان کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ لَمَی - ۲۔ اِنَی۔

برہان لَمَی: وہ برہان ہے جس میں حد اوسط اصغر کی طرف اکبر کی نسبت کے لئے ذہن اور خارج دونوں میں علت ہو، جیسے زید بخارزدہ ہے، اس لئے کہ اس کے اخلاط (یعنی خون، بلغم، سوداء اور صفراء) بگڑ گئے ہیں، (صغریٰ) اور ہر وہ شخص جس کے اخلاط بگڑ جائیں بخارزدہ ہوتا ہے، (کبریٰ) نتیجہ نکلا کہ زید بخارزدہ ہے۔ دیکھئے اس قیاس میں اخلاط کا بگڑا ہوا ہونا حد اوسط ہے، جو زید کے لئے بخار کے ثبوت کی ذہن کے اعتبار سے بھی علت ہے، کیوں کہ علت اس کو کہتے ہیں جو معلول پر مقدم ہو، اور ظاہر ہے کہ جب ذہن میں بخار کا تصور کیا جائے گا تو اس سے پہلے انسان کے اخلاط یعنی خون، بلغم، سوداء اور صفراء میں بگاڑ کا تصور ضرور ہوگا پس اخلاط کا بگڑا ہوا ہونا ذہن کے اعتبار سے علت ہے، اسی طرح خارج کے اعتبار سے بھی علت ہے، کیوں کہ خارج میں جب بخار پایا جاتا ہے تو اس سے پہلے اخلاط میں بگاڑ اور خرابی ضرور پیدا ہو جاتی ہے، لہذا یہ برہان لَمَی ہے۔

برہان لَمَی کی دوسری تعریف: آپ اگر چاہیں تو مختصر لفظوں میں برہان لَمَی کی تعریف اس طرح بھی کر سکتے ہیں کہ علت سے معلول پر استدلال کرنا برہان لَمَی ہے، جیسے یہاں آگ موجود ہے، (صغریٰ) اور جہاں بھی آگ موجود ہوتی ہے، وہاں دھواں ہوتا ہے، (کبریٰ) نتیجہ نکلا کہ یہاں بھی دھواں ہے، دیکھئے اس قیاس میں آگ جو دھواں کی علت ہے، اس آگ کو دیکھ کر دھواں کا ثابت کرنا علت سے معلول پر استدلال کرنا ہے، لہذا یہ برہان لَمَی ہے۔

برہان لَمَی کی وجہ تسمیہ: اس برہان کو لَمَی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ”لَمَی“ لَمَاذَا هَذَا کا مخفف ہے، اور لَمَاذَا سبب و علت معلوم کرنے کے لئے آتا ہے اور اس برہان میں بھی سبب و علت معلوم ہوتا ہے۔

برہان اِنَی کی تعریف: برہان اِنَی وہ برہان ہے جس میں حد اوسط اصغر کی طرف اکبر کی نسبت کے لئے یعنی حد اوسط نتیجہ کی نسبت کے لئے صرف ذہن کے اعتبار سے علت ہو خارج کے اعتبار سے علت نہ ہو، بلکہ واقع اور خارج میں کبھی حد اوسط نتیجہ کی نسبت ایجابی و سلبی کے لئے معلول ہو جائے، جیسے زید بخارزدہ ہے، (صغریٰ) اور ہر بخارزدہ کے اخلاط بگڑ جاتے ہیں (کبریٰ) نتیجہ نکلا کہ زید کے اخلاط بگڑ گئے ہیں، دیکھئے اس قیاس میں محمول یعنی بخارزدہ ہونا حد اوسط ہے جو صرف ذہن کے اعتبار سے زید کے اخلاط بگڑے ہوئے ہونے کی علت ہے، کیوں کہ علت وہ ہوتی ہے جو معلول پر مقدم ہو، اور ظاہر ہے کہ وجود ذہنی کے اعتبار سے محمول اخلاط کے بگڑے ہوئے ہونے پر مقدم ہے، لیکن نفس الامر اور خارج کے اعتبار سے محمول یعنی بخارزدہ کے اخلاط بگڑے ہوئے ہونے کی علت نہیں، کیوں کہ علت کے لئے ضروری ہے کہ وہ معلول پر مقدم ہو، حالانکہ برعکس ہے، وجود خارجی میں کسی کا بخارزدہ ہونا اس کے اخلاط کے بگڑے ہوئے ہونے پر مقدم نہیں ہے بلکہ پہلے اخلاط بگڑتے ہیں پھر بخار ہوتا ہے، لہذا حتمی یعنی

بخار اخلاط کے بگڑے ہوئے ہونے کے لئے صرف ذہن کے اعتبار سے علت ہے خارج اور نفس الامر کے اعتبار سے علت نہیں بلکہ خارج کے اعتبار سے تو معاملہ الٹا ہے، یعنی اخلاط کا بگڑنا ہی بخار کے لئے علت ہے، کیوں کہ خارج میں جب بھی کسی کو بخار آتا ہے تو اس سے پہلے اس سے اخلاط یعنی خون، بلغم، سوداء اور صفراء میں ضرور خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔

برہان انسی کی دوسری تعریف: برہان انی وہ برہان ہے کہ معلوم سے علت پر استدلال کیا جائے جیسے وہاں دھواں موجود ہے (صغریٰ) اور جہاں بھی دھواں موجود ہوتا ہے آگ ہوتی ہے، پس وہاں آگ موجود ہے، دیکھئے مثال مذکور میں دھواں معلوم ہے اور آگ علت ہے، پس دھواں کو دیکھ کر آگ کو ثابت کرنا یہی برہان انی ہے۔

برہان انسی کی وجہ تسمیہ: اس برہان کو انی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ انی، ”انی اعتقد کذا“ کا مخفف ہے، یعنی میرا سمجھنا ایسا ہے، خارج میں ویسا ہونا ضروری نہیں اور چونکہ اس برہان میں فہم اور ذہن کے اعتبار سے حکم کو ثابت کیا جاتا ہے نہ کہ خارج کے اعتبار سے، اس لئے اس برہان کا نام برہان انی رکھا گیا۔ (تحقیقات عن مفتاح التہذیب)

فَقَالَ وَ أَمَّا غَرُ الْيَقِينِيَّاتِ فَيَسْتَمْشُهورَاتٌ وَ هِيَ قَضَايَا يُحْكَمُ بِهَا لِإِغْتِرَافِ جَمِيعِ النَّاسِ بِهَا لِمَصْلُوحَةٍ عَامَّةٍ أَوْ رَافَةِ أَوْ حَمِيَّةٍ أَوْ إِنْفِعَالَاتٍ مِنْ عَادَاتٍ وَ شَرَائِعٍ وَ آدَابٍ وَ الْفُرُقِ بَيْنَهَا وَ بَيْنِ الْأَوَّلِيَّاتِ أَنَّ الْإِنْسَانَ لَوْ خَلَّى وَ نَفْسُهُ مَعَ قُطْعِ النَّظَرِ عَمَّا وَ رَاءَ عَقْلِهِ يُحْكَمُ بِهَا بِخِلَافِ الْأَوَّلِيَّاتِ كَقَوْلِنَا الظُّلُمُ قَبِيحٌ وَ الْعَدْلُ حَسَنٌ وَ كَشْفُ الْعَوْرَةِ مَذْمُومٌ وَ مُرَاعَاةُ الضُّعْفَاءِ مَحْمُودَةٌ وَ مِنْ هَذِهِ مَا يَكُونُ صَادِقًا وَ مَا يَكُونُ كَاذِبًا وَ لِكُلِّ قَوْمٍ مَشْهُورَاتٌ وَ لِكُلِّ أَهْلِ صِنَاعَةٍ بِحُسْبِيَّتِهَا وَ مُسَلَّمَاتٌ وَ هِيَ قَضَايَا مُسَلَّمَةٌ بِتَسْلِيمٍ مِنَ الْخَصْمِ فَيَنْبَغِي عَلَيْهَا الْكَلَامُ لِدَفْعِهِ كَتَسْلِيمِ الْفُقَهَاءِ مَسَائِلَ أَصُولِ الْفِقْهِ وَ الْقِيَاسُ الْمُؤَلَّفُ مِنْ هَٰذَيْنِ يُسَمَّى جَدَلًا وَ الْغَرَضُ مِنْهُ إِقْنَاعُ الْقَاصِرِ عَنْ دَرْكِ الْبُرْهَانِ وَ الزَّمَامُ الْخَصْمِ وَ مَقْبُولَاتٌ وَ هِيَ قَضَايَا تُؤْخَذُ مِنْ يَدِهِ يَتَعَقَّدُ فِيهِ أَمَّا لِأَمْرِ سَمَاوِيٍّ أَوْ لِمَزِيدِ عَقْلِ وَ دِينٍ كَالْمَاجُوزَاتِ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَ الزُّهْدِ وَ مَطْنُونَاتٍ وَ هِيَ قَضَايَا يُحْكَمُ بِهَا إِتِبَاعًا لِلظَّنِّ كَقَوْلِكَ فَلَانَ يَطُوفُ بِاللَّيْلِ فَهُوَ سَارِقٌ وَ الْقِيَاسُ الْمُؤَلَّفُ مِنْ هَٰذَيْنِ يُسَمَّى خُطَابَةً وَ الْغَرَضُ مِنْهُ تَرْغِيبُ السَّامِعِ فِيمَا يَنْفَعُهُ مِنْ تَهْذِيبِ الْأَخْلَاقِ وَ أَمْرِ الدِّينِ وَ مُحْيِلَاتٌ وَ هِيَ قَضَايَا إِذَا أُورِدَتْ عَلَى النَّفْسِ أَثَرَتْ فِيهَا تَأَثِيرًا عَجِيْبًا مِنْ قَبْضٍ وَ بَسْطٍ كَقَوْلِهِمُ الْخَمْرُ يَأْقُوْتِيَّةً سَيَّالَةً وَ الْعَسَلُ مَرَّةً تَهْوَعَةٌ وَ الْقِيَاسُ الْمُؤَلَّفُ مِنْهَا يُسَمَّى شِعْرًا وَ الْغَرَضُ مِنْهُ إِنْفِعَالُ النَّفْسِ بِالْتَرْغِيبِ وَ التَّنْفِيرِ وَ يَسْرُجُهَا الْوَزْنُ وَ الصَّوْتُ الطَّيِّبُ وَ وَهْمِيَّاتٌ وَ هِيَ قَضَايَا كَاذِبَةٌ يُحْكَمُ بِهَا الْوَهْمُ فِي أُمُورٍ غَيْرِ مَحْسُوسَةٍ كَقَوْلِنَا كُلُّ مَرْجُودٍ مُشَارٌ إِلَيْهِ وَ وَرَاءَ الْعَالَمِ فِضَاءٌ لَا نِهَآيَةَ لَهَا وَ لَوْ لَا دَفْعُ الْعَقْلِ وَ التَّخَرُّعُ لَكَانَتْ مِنَ الْأَوَّلِيَّاتِ وَ عُرِفَ كِذْبُ الْوَهْمِ لِمُوَافَقَةِ الْعَقْلِ فِي مُقَدَّمَاتِ الْقِيَاسِ النَّاتِجِ لِنَقِيضِ حَكْمِهِ وَ انْكَارِهِ وَ نَفْيِهِ عِنْدَ الْوُصُولِ إِلَى النَّتِيجَةِ وَ الْقِيَاسُ الْمُؤَلَّفُ مِنْهَا يُسَمَّى سَفْسَطَةً وَ الْغَرَضُ مِنْهُ إِفْحَامُ الْخَصْمِ وَ تَغْلِيظُهُ.

ترجمہ: ماتن نے کہا (ہے کہ) اور بہر حال غیر یقینیات تو (وہ) چھ ہیں، مشہورات اور وہ وہ قضایا ہیں جن میں حکم لگایا

جائے ان کے پوری قوم کے اتفاق کے سبب سے عام مصلحت یا دلی نرمی یا طبعی حمیت یا انفعالات خلقیہ کی وجہ سے عادات، شرائع اور آداب سے، ان کے اولیات کے درمیان فرق یہ ہے کہ اگر انسان کو اس کی ذات کے ساتھ چھوڑ دیا جائے مادی عقل سے قطع نظر کر کے تو وہ اس کا حکم نہیں لگا سکتا، بخلاف اولیات کے جیسے ظلم بری چیز ہے، اور انصاف اچھی چیز ہے، اور ستر کھولنا بری بات ہے اور کمزوروں کی رعایت کرنا پسندیدہ ہے، یہی وجہ ہے کہ یہ صادق بھی ہوتے ہیں اور کاذب بھی، اور ہر قوم اور ہر پیشہ ور کے مشہورات ان کے اعتبار سے ہوتے ہیں (یعنی جدا جدا ہوتے ہیں) اور مسلمات: اور وہ وہ قضایا ہیں جو خصم کی تسلیم سے مسلم ہوں۔ پس ان پر کلام کی بنیاد رکھی جاتی ہے، اس کو دفع کرنے کے لئے، جیسے فقہاء کا اصول فقہ کے مسائل کو تسلیم کرنا، اور ان سے مرکب قیاس کا نام بدل رکھا جاتا ہے، اور اس سے غرض برہان کے ادراک سے قاصر کو مانع بنانا اور مقابل کو الزام دینا ہے، اور مقبولات: اور وہ وہ قضایا ہیں جو ماخوذ ہوں اس شخص سے جو اس کا اعتقاد رکھے یا تو امر مساوی کی وجہ سے یا زیادتی عقل و دین کی وجہ سے جیسے وہ (باتیں) جولی گئی ہوں اہل علم و زہد سے۔ اور منظونات: اور وہ وہ قضایا ہیں جن میں اتباع ظن کی بناء پر حکم لگایا گیا ہو، جیسے تیرا قول فلاں (شخص) رات کو گھومتا ہے پس وہ چور ہے، اور ان سے مرکب قیاس کا نام خطابہ رکھا جاتا ہے، اور اس کا مقصود سامع کو اس چیز کی ترغیب دلانا ہے جو اس کے لئے نافع ہو، جیسے تہذیب اخلاق اور امر دین۔ اور تحلیلات: اور وہ وہ قضایا ہیں جب وہ نفس پر وارد ہو کر ان میں قبض اور بسط عجیب اثر ڈالیں، جیسے ان کا قول جیسے شراب یا قوت جیسی ہے سیال ہے، اور شہد پیتا ہے تے آتی ہے۔ اور ان سے مرکب قیاس کا نام شعر رکھا جاتا ہے، اور اس کا مقصد رغبت دلانے اور نفرت دلانے سے نفس کا متاثر ہونا ہے، اور اس کو وزن اور اچھی آواز چار چاند لگاتی ہے۔ اور وہمیات: اور وہ وہ قضایا ہیں جو جھوٹے ہیں اور ان میں وہم غیر محسوس امور (محسوس کا) حکم لگاتا ہے، جیسے ہمارا قول ہر موجود مشار الیہ ہے، اور ماوراء عالم فضا ہے اس کی کوئی انتہا نہیں ہے، اور اگر عقل و شرع مدافعت نہ ہو تو وہمیات اولیات سے (مستحسن) ہو جائیں، اور وہم کا کذب (اس سے) معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ اس قیاس کے مقدمات میں جہل و ہم کے حکم کی نقیض کا نتیجہ ہوتے ہیں عقل موافقت کر لیتا ہے، اور نتیجہ پر پہنچنے کے وقت اس سے ترجیح کر لیتا ہے، اور جو قیاس ان سے مرکب ہو اس کا نام مضطر رکھا جاتا ہے، اور اس کا مقصد مد مقابل کو خاموش کرنا اور مغالطہ دینا ہے۔

اقول من غیر یقینیات المشہورات وہی قضایا یعترف بها جمیع الناس و سبب شہرتها فیما بینہم اما اشتمالها علی مصلحة عامة کقولنا العدل حسن والظلم قبیح و اما ما فی طباعہم من الرقة کقولنا مراعاة الضعفاء محمودہ و اما ما فیہم من الحمیة کقولنا کشف العورة مذموم و اما انفعالاتہم من عاداتہم کقیح ذبح الحيوانات عن اهل الهند و عدم قبحہ عند غیرہم و اما من شرائع و آداب کالامور الشرعیة و غیرها و ربما تبلغ الشهرة بحيث تلین بالاولیات و یفرق بینہما بان الانسان لو فرض نفسه خالیة عن جمیع الامور المغایرة لعقلہ حکم بالاولیات دون المشہورات وہی قد تكون صادقة و قد تكون کاذبة بخلاف الاولیات و لكل قوم مشہورات

بِحَسَبِ عَادَاتِهِمْ وَآدَابِهِمْ وَلِكُلِّ أَهْلِ صِنَاعَةٍ أَيْضًا مَشْهُورَاتٌ بِحَسَبِ صِنَاعَتِهِمْ وَمِنْهَا الْمُسَلَّمَاتُ وَهِيَ قَضَايَا تُسَلَّمُ عَنِ الْخَصْمِ وَيُنْبِئُ عَلَيْهَا الْكَلَامُ لِدَفْعِهِ سَوَاءً كَانَتْ مُسَلَّمَةً فِيمَا بَيْنَهُمَا خَاصَّةً أَوْ بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ كَتَسْلِيمِ الْفُقَهَاءِ مَسَائِلَ أُصُولِ الْفِقْهِ كَمَا يَسْتَدِلُّ الْفَقِيهَةُ عَلَى وَجُوبِ الزَّكَاةِ فِي حِلِّي الْبَالِغَةِ بِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ السَّلَامُ فِي الْحِلِّي زَكَاةٌ فَلَوْ قَالَ الْخَصْمُ هَذَا خَبَرٌ وَاحِدٌ فَلَا نُسَلِّمُ أَنَّهُ حُجَّةٌ فَتَقُولُ قَدْ ثَبَتَ هَذَا فِي عِلْمِ أُصُولِ الْفِقْهِ وَلَا بُدَّ أَنْ نَأْخُذَهُ هُنَا مُسَلَّمًا وَالْقِيَاسُ الْمُؤَلَّفُ مِنَ الْمَشْهُورَاتِ وَالْمُسَلَّمَاتِ يُسَمَّى جَدَلًا وَالْغَرَضُ مِنْهُ الزَّامُ الْخَصْمِ وَإِفْنَاءُ مَنْ هُوَ قَاصِرٌ عَنْ إِدْرَاكِ مُقَدِّمَاتِ الْبُرْهَانِ وَمِنْهَا الْمَقْبُولَاتُ وَهِيَ قَضَايَا تُؤْخَذُ مِنْ يَتَقَدُّ فِيهِ إِمَّا لِأَمْرِ سَمَاوِيٍّ مِنَ الْمُعْجَزَاتِ وَالْكَرَامَاتِ كَالْأَنْبِيَاءِ وَالْأَوْلِيَاءِ وَإِمَّا لِإِخْتِصَاصِهِ بِمَزِيدِ عَقْلِ وَدِينِ كَأَهْلِ الْعِلْمِ وَالزُّهْدِ وَهِيَ نَافِعَةٌ جَدًّا فِي تَعْظِيمِ أَمْرِ اللَّهِ تَعَالَى وَالشَّفَقَةِ عَلَى خَلْقِ اللَّهِ تَعَالَى وَمِنْهَا الْمَظْنُونَاتُ وَهِيَ قَضَايَا يُحْكَمُ بِهَا الْعَقْلُ حُكْمًا رَاجِحًا مَعَ تَجَوُّزِ نَقِضِهِ كَقَوْلِنَا فَلَانْ يَطُوفُ بِاللَّيْلِ وَكُلُّ مَنْ يَطُوفُ بِاللَّيْلِ فَهُوَ سَارِقٌ فَلَانْ سَارِقٌ وَالْقِيَاسُ الْمُرَكَّبُ مِنَ الْمَقْبُولَاتِ وَالْمَظْنُونَاتِ يُسَمَّى خُطَابَةً وَالْغَرَضُ مِنْهَا تَرْغِيبُ النَّاسِ فِيمَا يَنْفَعُهُمْ مِنْ أُمُورٍ مَعَاشِيهِمْ وَمَعَادِيهِمْ كَمَا يَفْعَلُ الْخُطَبَاءُ وَالْوُعَاظُ.

ترجمہ: میں کہتا ہوں (کہ) غیر یقینیات میں سے (بعض) مشہورات ہیں، اور وہ قضا یا ہیں جن کا سب لوگ اقرار کرتے ہوں، اور لوگوں کے درمیان اس کی شہرت کا سبب یا تو ان کی مصلحت عام پر مشتمل ہونا ہے جیسے ہمارا قول عدل اچھی (چیز) ہے، اور ظلم فتنہ ہے، یا ان کی طبیعت میں رقت ہے، جیسے ہمارا قول کمزوروں کی رعایت پسندیدہ ہے، یا لوگوں میں حمیت (طبعی مروت) کا ہونا ہے، جیسے ہمارا قول ستر کھولنا بری بات ہے، یا لوگوں کی انفعالی عادات ہیں، جیسے اہل ہنود کے نزدیک جانوروں کا ذبح کرنا مذموم ہونا اور غیر ہنود کے نزدیک اس کا مذموم نہ ہونا، یا شرائع و آداب ہیں، جیسے امور شرعیہ اور ان کے علاوہ، اور بسا اوقات شہرت اولیات کے ساتھ متلبس ہونے کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے، اور اردو نوں کے درمیان فرق اس طرح کیا جاتا ہے کہ اگر نفس انسانی کو اس کی عقل کے مغایر تمام امور سے خالی فرض کیا جائے تو اولیات کا حکم لگائے گا نہ کہ مشہورات کا، اور وہ کبھی صادق ہوتے ہیں اور کبھی کاذب ہوتے ہیں، بخلاف اولیات کے، اور ہر قوم کی عادات اور آداب کے اعتبار سے کچھ مشہورات ہوتے ہیں، اسی طرح ہر اہل صناعیت کے ان کی صناعیت کے اعتبار سے مشہورات ہوتے ہیں، اور ان میں سے بعض مسلمات ہیں، اور وہ قضا یا ہیں جو ہم مقابل سے تسلیم کر لئے جائیں اور اس کے دفعیہ کے لئے ان ہی پر کلام کی بنیاد رکھی جائے، خواہ خاص طور سے ان دونوں کے درمیان مسلم ہوں یا اہل علم کے درمیان جیسے اصول فقہ کے مسائل کو فقہاء کا تسلیم کرنا، جیسے فقیہ بالغہ کے زیورات میں زکوٰۃ کے وجوب پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول ”فی الحلی زکوٰۃ“ سے استدلال کرتا ہے، پس اگر ہم مقابل کہے کہ یہ خبر واحد ہے اس لئے حجت ہونا ہم تسلیم نہیں کرتے، پس ہم کہتے ہیں کہ یہ علم اصول فقہ میں ثابت ہے، اور یہاں اس کا لینا ضروری ہے، جو مسلم ہو اور وہ قیاس جو مشہورات اور مسلمات سے مرکب ہو اس کا نام جدل رکھا جاتا ہے، اور اس کا

مقصد مقابل کو الزام دینا اور برہان کے مقدمات کے ادراک سے عاجز شخص کو قانع بنانا ہوتا ہے، اور ان ہی میں سے مقبولات ہیں، اور وہ وہ قضایا ہیں جو اس شخص سے لئے جائیں جو اس کا معتقد ہو یا تو امر مساوی یعنی معجزات و کرامات کی وجہ سے جیسے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام یا اس کے عقل اور دین کی زیادتی کے ساتھ مخصوص ہونے کی وجہ سے، جیسے اہل علم اور زہد، اور یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعظیم میں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت کرنے میں بہت نافع ہے، اور ان میں سے بعض منظونات ہیں: اور وہ وہ قضایا ہیں جن میں عقل اس کی نقیض کے جائز قرار دینے کے ساتھ حکم رائج کا حکم لگائے، جیسے ہمارا قول فلاں (شخص) رات کو چکر لگاتا ہے، اور ہر وہ شخص جو رات کو چکر لگاتا ہے پس وہ چور ہوتا ہے، اور مقبولات و منظونات سے مرکب قیاس کا نام خطاب رکھا جاتا ہے، اور اس کا مقصد لوگوں کو اس چیز کی رغبت دلانا ہے جو ان کے لئے نافع ہو جیسے ان کے معاش اور معاد کی باتیں، جیسا کہ خطباء اور واعظین کرتے ہیں۔

تشریح: اس قال میں ماتن نے مقدمات غیر یقینیہ کو بیان کیا ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ مقدمات غیر یقینیہ چھ ہیں: ۱- مشہورات ۲- مسلمات ۳- مقبولات ۴- منظونات ۵- خیالات ۶- وہمیات، شارح کی جن عبارت کا مندرجہ بالا سطور میں ترجمہ کیا گیا ہے ان اول الذکر چار کا تذکرہ ہے اس لئے ان ہی چار کی تشریح یہاں کی جاتی ہے، باقی کی تشریح باقی عبارت کی تشریح کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

مشہورات: وہ مقدمات ہیں جن کا اعتراف و اقرار تمام لوگ کرتے ہیں اور سب متفق ہوں یا تو ان کے عام مصلحت پر مشتمل ہونے کی وجہ سے، جیسے انصاف اچھی چیز ہے اور ظلم برا اور قبیح ہے، دیکھئے یہ ایسے مقدمات ہیں کہ ان میں عوام کا فائدہ ہے، یا تمام لوگوں کا اعتراف و اتفاق رقت قلبی یعنی دلی نرمی کی وجہ سے ہو، جیسے کمزوروں کی رعایت کرنا پسندیدہ ہے، یا پیدائشی تاثر یا فطری اثر کی وجہ سے اتفاق رائے ہو جیسے شرمگاہ کا کھولنا فطری تقاضے اور پیدائشی تاثر کی وجہ سے برا سمجھا جاتا ہے، یا مخصوص جماعت عادی تاثر کی وجہ سے ہو، جیسے ہندوؤں کا یہ کہنا کہ جانوروں کا ذبح کرنا برا اور پاپ ہے، غیر ہندو کے نزدیک برا اور پاپ نہیں ہے یا شرائع اور آداب سے ہو جیسے امور شرعیہ وغیرہ۔

ربما تبلغ الشهرة الخ اس عبارت سے شارح یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مشہورات کی شہرت کبھی کبھی اس درجہ کو پہنچ جاتی ہے کہ مشہورات اور اولیات کے ساتھ متلبس ہو جاتے ہیں، اور دونوں ایک معلوم ہوتے ہیں حالانکہ ان کے درمیان فرق ہے کیوں کہ مشہورات تو بسا اوقات باطل اور غلط ہوتے ہیں جیسے "قتل السارق واجب" یہ مشہورات میں سے ہے، حالانکہ شرعی اعتبار سے غلط ہے کیوں کہ شریعت میں چوری کی سزا ہاتھ کاٹنے کا وجوب ہے نہ کہ قتل کرنا، اور اولیات ہمیشہ صحیح اور حق ہوتے ہیں، پس ضرورت پیش آئی کہ ان دونوں کے درمیان فرق کرنے کا کوئی ضابطہ اور صورت ہو، اسی لئے اولیات اور مشہورات کے درمیان فرق کا ضابطہ بیان کیا جا رہا ہے، اور ضابطہ یہ ہے کہ جس قضیہ میں مشہورہ یا اولیہ ہونے کا شبہ ہو اور آپ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ یہ اولیہ ہے یا مشہورہ تو اس کو صرف عقل سے دریافت کیجئے اور عقل کے مغایر جتنے امور ہیں سب سے ذہن کو خالی کر لیجئے تو عقل اگر اولیات کا حکم لگائے تو وہ اولیات ہیں اور اگر مشہورات کا حکم لگائے تو وہ مشہورات ہیں۔

شارح کہتے ہیں کہ ہر قوم کے یہاں کچھ مشہورات ہوتے ہیں جو صرف انہی کے لئے خاص ہوتے ہیں دوسروں کے یہاں وہ نہیں چلتے، اسی طرح ہر علم و فن والے کے بھی کچھ مشہورات ہیں، جیسے نخیوں کے یہاں مشہور ہے کہ فاعل مرفوع ہوتا ہے اور مفعول منصوب ہوتا ہے، اور مضاف الیہ مجرور ہوتا ہے اور اصول فقہ کے نزدیک مشہور ہے کہ امر وجوب کے لئے ہوتا ہے جیسے اَقِمْو

الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ میں امر و جواب کے لئے ہے اور نماز کا قائم کرنا اور زکوٰۃ کا دینا واجب اور فرض ہے۔

مسلمات: وہ مقدمات ہیں جو ایسے قضیوں سے مرکب ہوں جن کو فریق مخالف نے مان لیا ہو، اور فریق مخالف کی بات کو رد کرنے کے لئے انہی مقدمات پر کلام کی بنیاد رکھی جائے، خواہ مقدمات فریقین کے درمیان خاص کر مسلم ہوں، یا اہل علم کے درمیان مسلم ہوں، جیسا کہ اصول کے مسائل فقہاء کرام کے مسلمات ہیں، جیسے فقہ شخص بالغہ عورت کے زیورات میں زکوٰۃ کے واجب ہونے پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول ”فی الحلی زکوٰۃ“ سے استدلال کرتا ہے، اب اگر ہم سے کوئی یہ کہے کہ یہ خبر واحد ہے ہم اس کا حجت ہونا تسلیم نہیں کرتے تو ہم اس سے کہیں گے کہ یہ علم اصول فقہ میں ثابت ہے۔

قیاس جدلی: شارح کہتے ہیں کہ جو قیاس مقدمات مشہورہ یا مسلمہ سے مرکب ہو اس کا قیاس جدلی ہے۔

قیاس جدلی کے استعمال کا فائدہ: صناعیت جدال میں قیاس جدلی کے استعمال کے دو فائدے ہیں: ۱۔ فریق مخالف پر الزام قائم کرنا مخالف کی تغلیط سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا۔ ۲۔ اپنی رائے کو خطا اور غلطی سے محفوظ رکھنا۔ اور جو شخص برہان کے مقدمات کے سمجھنے سے عاجز ہو اس کا قانع بن جانا، قیاس جدلی کا استعمال کرنے والا اگر معترض ہے مجیب نہیں ہے تو اس کا مقصود اس قیاس کے استعمال سے فریق مخالف پر الزام قائم کرنا ہوتا ہے، اور برہان کے مقدمات کے نہ سمجھنے کی وجہ سے ان ہی مشہورات یا مسلمات پر قناعت کر لیتا ہے، اور اگر اس قیاس کا استعمال کرنے والا مجیب ہو تو اس کا مقصود اپنی رائے کو محفوظ رکھنا اور فریق مخالف کے الزام سے بچنے کی کوشش کرنا ہوتا ہے۔

مقبولات: وہ مقدمات ہیں جو ایسے حضرات سے منقول ہوں جن کے بارے میں حسن ظن اور حسن اعتقاد ہوتا ہے کہ وہ جو کچھ فرماتے ہیں درست ہے یا تو امر سماوی کی وجہ سے ہو یعنی معجزات اور کرامات کی وجہ سے ہو جیسے انبیاء اور اولیاء۔ یا اس شخص کی زیادتی عقل اور دین کے علوم میں مہارت کی وجہ سے جیسے اہل علم اور زہد۔ ان کے فرمودات کے بارے میں حسن ظن ہوتا ہے کہ یہ درست ہیں۔ شارح فرماتے ہیں کہ مقدمات مقبولہ، اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعظیم اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت کرنے میں بہت ہی نافع ہیں۔

تنبیہ: شارح نے جو مقدمات مقبولہ کی مثال میں انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا ہے یہ صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ یہ مقدمات قیاس خطابی کی قسم سے ہیں، اور انبیاء علیہم السلام کے اقوال و فرمودات کو خطابت سے شمار کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ وہ برہان کے قبیل سے ہیں، اور قیاس خطابی ظنی ہوتا ہے، اور انبیاء علیہم السلام سے جو باتیں منقول ہیں وہ قطعی اور یقینی ہیں کیوں کہ وہ سچی خبریں ہیں اور ایسے سچے خبر دینے والے سے منقول ہیں جن کی صداقت کو اللہ جل شانہ نے معجزوں سے ثابت کیا ہے، اور ان خبروں میں خطا کا بالکل شائبہ نہیں اور وہ ہم کی قطعاً گنجائش نہیں، اور جو خبریں ایسی ہوں ان سے جو قیاس مرکب ہوتا ہے وہ قیاس برہانی اور قطعی المقدمات ہوتا ہے ظنی نہیں ہوتا، لہذا انبیاء علیہم السلام کے فرمودات کو خطابت میں داخل کرنا غلط ہے۔

مبطلونات: وہ مقدمات ہیں کہ ان میں جانب رائج کا اعتبار کرتے ہوئے اس طرح حکم لگائے کہ جانب مرجوح کا بھی احتمال باقی رہے، جیسے فلاں شخص رات کو گھومتا ہے (صغریٰ) اور جو رات کو گھومتا ہے وہ چور ہوتا ہے (کبریٰ) لہذا فلاں شخص چور ہے، دیکھئے مثال مذکور میں رات کو گھومنے والے شخص پر چور ہونے کا حکم محض ظن غالب کے طور پر ہے، لیکن یہ کوئی ضروری نہیں کہ جوارت کو گھومے وہ چور ہی ہو، بلکہ یہ بطریق رجحان ممکن ہے لیکن جانب مرجوح کا بھی احتمال ہے کہ وہ چور نہ ہو بلکہ بادشاہ اپنی رعایا کی خبر گیری کے لئے نکلا ہو۔ (تحقیقات)

قیاس خطابى: شارح کہتے ہیں کہ جو قیاس مقدمات مظلونہ اور مقبولہ سے مرکب ہو اس کو قیاس خطابى کہا جاتا ہے۔

قیاس خطابى کا فائدہ: قیاس خطابى سے دنیوی اور اخروی کاموں میں بہت سے فائدے حاصل ہوتے ہیں، لوگوں کو اس کے ذریعہ ایسے کاموں پر ابھارا جاتا ہے جس سے دنیا و آخرت دونوں جہاں میں نفع ہو اور ایسے کاموں سے روکا جاتا ہے جو دنیا و آخرت کے لحاظ سے نقصان پہنچانے والے ہوں، الغرض اس قیاس کے ذریعہ ایسے امور کی طرف رہنمائی مقصود ہوتی ہے جو معاش یا معاد میں لوگوں کے لئے نافع یا مضر ہوں تاکہ نافع کی تحصیل میں رغبت پیدا ہو اور مضر سے احتراز ہو، خطباء اور واعظین حضرات ایسا ہی کرتے ہیں۔

وَمِنْهَا الْمُخَيَّلَاتُ وَهِيَ قَضَايَا يُخَيَّلُ بِهَا فَتَنَّا تُرُّ النَّفْسُ مِنْهَا قَبْضًا وَبَسْطًا فَتَنَفَّرُ أَوْ تَرْغَبُ كَمَا إِذَا قِيلَ الْخَمْرُ يَاقُوْتِيَّةٌ سَيَّالَةٌ انْبَسَطَتْ النَّفْسُ وَرَغِبَتْ فِي شُرْبِهَا وَإِذَا قِيلَ الْعَسَلُ مُرَّةٌ مَهْوَعَةٌ انْقَبَضَتْ عَنْهُ وَتَنَفَّرَتْ عَنْهُ وَالْقِيَاسُ الْمُؤَلَّفُ مِنْهَا يُسَمَّى شِعْرًا وَالْغَرَضُ مِنْهُ انْفِعَالُ النَّفْسِ بِالتَّرْغِيبِ وَالتَّرْهِيْبِ وَيَزِيدُ فِي ذَلِكَ أَنْ يَكُونَ الشَّعْرُ عَلَى وَرْنٍ لَطِيفٍ أَوْ يُنْشَدُ بِصَوْتٍ طَيِّبٍ وَمِنْهَا الْوَهْمِيَّاتُ وَهِيَ قَضَايَا كَاذِبَةٌ يُحْكَمُ بِهَا الْوَهْمُ فِي أُمُورٍ غَيْرِ مُحْسُوسَةٍ وَإِنَّمَا قِيْدُ بِالْأُمُورِ الْغَيْرِ الْمُحْسُوسَةِ لِأَنَّ حُكْمَ الْوَهْمِ فِي الْمُحْسُوسَاتِ لَيْسَ بِكَاذِبٍ كَمَا إِذَا حُكِمَ بِحُسْنِ الْحَسَنَاءِ وَقُبْحِ الشُّرْهَاءِ وَذَلِكَ لِأَنَّ الْوَهْمَ قُوَّةٌ جَسْمَانِيَّةٌ لِلْإِنْسَانِ يَذَرُكَ بِهَا الْجُزْئِيَّاتُ الْمُتَنَزَّعَةُ مِنَ الْمُحْسُوسَاتِ فَهِيَ تَابِعَةٌ لِلْحِسِّ فَإِذَا حُكِمَ عَلَى الْمُحْسُوسَاتِ كَانَ حُكْمًا صَحِيحًا وَإِنْ حُكِمَ عَلَى غَيْرِ الْمُحْسُوسَاتِ بِأَحْكَامِهَا كَانَتْ كَاذِبَةً كَالْحُكْمِ بِأَنَّ كُلَّ مَوْجُودٍ مُشَارٌ إِلَيْهِ وَإِنْ وَرَاءَ الْعَالَمِ فِضَاءٌ لَا يَتَنَاهَى فَإِنَّ الْحِسَّ وَالْوَهْمَ سَبَقَا إِلَى النَّفْسِ فَهِيَ مُنْجَذِبَةٌ إِلَيْهِمَا مُسْخَرَةٌ لَهُمَا حَتَّى أَنْ أَحْكَامَ الْوَهْمِيَّاتِ رُبَّمَا لَمْ يَتَمَيَّزْ عِنْدَهَا مِنَ الْأَوَّلِيَّاتِ وَلَوْلَا دَفْعُ الْعَقْلِ وَالشَّرْعُ وَتَكْذِيبُهُمَا أَحْكَامَ الْوَهْمِ بَقِيَ التَّبَاسُّهُمَا بِالْأَوَّلِيَّاتِ وَلَمْ يَكُنْ يَرْتَفِعُ أَصْلًا وَمِمَّا يُعْرَفُ بِهِ كَذِبُ الْوَهْمِ أَنَّهُ يُسَاعِدُ الْعَقْلَ فِي السُّقُودَاتِ الْمُنْتَبِجَةِ نَقِيضَ مَا حَكَمَ بِهَا كَمَا يُحْكَمُ الْوَهْمُ بِالْخَوْفِ عَنِ الْمَيِّتِ مَعَ أَنَّهُ يُوَافِقُ الْعَقْلَ فِي أَنَّ الْمَيِّتَ جَمَادٌ وَالْجَمَادُ لَا يُخَافُ مِنْهُ الْمُنْتَبِجُ كَقَوْلِنَا الْمَيِّتُ لَا يُخَافُ مِنْهُ فَإِذَا وَصَلَ الْوَهْمُ وَالْعَقْلُ إِلَى النَّتِيجَةِ نَكَصَ الْوَهْمُ وَانْكَرَهَا وَالْقِيَاسُ الْمُرَكَّبُ مِنْهَا يُسَمَّى سَفْسَطَةً وَالْغَرَضُ مِنْهُ تَغْلِيْطُ الْخُصْمِ وَإِسْكَاتُهُ وَأَعْظَمُ فَائِدَةٌ مَعْرِفَتُهَا الْإِخْتِرَارُ عَنْهَا.

ترجمہ: اور ان میں سے بعض خیالات ہیں، اور وہ وہ قضایا ہیں جن کے تخیل سے نفس انقباضی یا انبساطی صورت میں متاثر ہو کر تنفر ہو یا راغب ہو جیسا کہ جب کہا جائے ”الخمير ياقوتية سيالة“ تو نفس خوش ہوتا ہے، اور اس کے پینے کی رغبت کرتا ہے اور جب کہا جائے کہ شہد صفراء ہے قی آور ہے تو نفس منقبض ہوتا ہے، اور اس سے نفرت کرتا ہے اور وہ قیاس جو ان سے مرکب ہو اس کا نام شعر رکھا جاتا ہے، اور اس کا مقصد ترغیب اور ترہیب سے نفس کا متاثر ہونا ہے، اور شعر کا عمدہ وزن پر ہونا یا اچھی آواز سے پڑھنا اس میں (یعنی تاثیر میں) اور اضافہ کر دیتا ہے۔ اور ان میں سے بعض وہمیات ہیں، اور وہ وہ قضایا ہیں جن میں وہم غیر محسوس امور پر حکم لگاتا ہے اور ”بالامور الغير المحسوسة“ کی

قید اس لئے لگائی کہ وہم کا حکم محسوسات میں کاذب نہیں ہوتا جیسے جب حسینوں کا حسن اور بد صورتوں کی برائی کا حکم لگائے اس لئے کہ وہم انسان کی ایک جسمانی قوت ہے جس کے ذریعہ محسوسات سے منترع ہونے والی جزئیات کا ادراک کرتا ہے، پس وہ حس کے تابع ہے، پس جب محسوسات پر حکم لگائے تو حکم صحیح ہوگا اور اگر غیر محسوسات پر اس کے احکام کا حکم لگائے تو وہ کاذب ہوں گے جیسے اس بات کا حکم کہ ”ہر موجود مشارالہ“ ہے اور ”وراء عالم فضا ہے بے انتہا ہے“ کیوں کہ حس اور وہم سابق الی النفس ہیں، پس نفس ان کی طرف منجذب اور ان کا تابع ہے، یہاں تک کہ وہمیات کے احکام بسا اوقات نفس کے نزدیک اولیات سے ممتاز نہیں ہوتے، اور اگر عقل و شرع کی مدافعت اور ان دونوں کا احکام وہم کو کاذب قرار دینا نہ ہوتا تو وہمیات کا اولیات کے ساتھ التباس باقی رہے اور بالکل مرتفع نہ ہو سکے، اور وہم کا کذب اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ عقل ان مقدمات میں جو وہم کے حکم کی نفی کا نتیجہ دیتے ہیں، جیسے وہم میت سے ڈرنے کا حکم لگاتا ہے باوجودیکہ وہ اس سلسلے میں عقل کا موافق ہوتا ہے، کہ میت جماد ہے اور جماد سے ڈرنا نہیں جاتا جو مثلاً ہمارے قول ”میت سے نہیں ڈرا جاتا ہے“ کہ نتیجہ دیتا ہے، پس جب وہم اور عقل نتیجہ تک پہنچتے ہیں تو وہم اس سے رجوع کر لیتا ہے اور اس کا انکار کرتا ہے، اور وہ قیاس جو ان سے مرکب ہو اس کا نام سفسطہ رکھا جاتا ہے، اور اس کا مقصد مد مقابل کی تغلیط اور اور اس کو خاموش کرنا ہے، اور اس کے جاننے کا بڑا فائدہ اس سے احتراز ہے۔

تشریح: اس سے پہلے یہ بیان کیا گیا تھا کہ غیر یقینیات کی چھ قسمیں ہیں، ان میں سے چار کو بیان کیا جا چکا، اب یہاں سے شارح بقیہ دو کو بیان کر رہے ہیں اور وہ یہ ہیں: ۱- خیالات ۲- وہمیات۔

مخیلات: وہ مقدمات ہیں جن کے ذہن میں آنے سے نفس کو فرحت حاصل ہو کر انبساط ہو یا ان سے ٹھیس پہنچ کر انقباض ہو، مثال کے طور پر اگر یوں کہا جائے کہ شراب یا قوت جیسی سرخ اور پانی جیسی رقیق اور لطیف ہوتی ہے تو یہ سکر نفس کو ایک قسم کا انبساط حاصل ہوتا ہے اور شراب کے پینے کی رغبت ہوتی ہے، اور اگر یوں کہا جائے کہ شہد بہت کڑوا قے آور ہوتا ہے تو یہ سکر ایک قسم کا انقباض ہوتا ہے اور شہد کے استعمال سے نفرت ہو جاتی ہے، اور اس سے جو قیاس مرکب ہوتا ہے اس کو شعر کہا جاتا ہے۔

قیاس شعری: وہ قیاس ہے جو ایسے قضیوں سے مرکب ہو جو نفس کے اندر رنج یا خوشی پیدا کر دے خواہ وہ قضیے صادق ہوں یا کاذب، خواہ ممکن ہوں یا محال، جیسے شاعروں کا یہ کہنا کہ ”محبوبہ کی آنکھ ز گس، اس کا رخسار گلاب اور چہرہ چاند ہے“۔

قیاس شعری کا مقصد: چونکہ فن شاعری کا مقصد ترہیب اور ترغیب ہے، یعنی نفس کو کسی امر سے ڈرایا جائے یا کسی امر کی طرف رغبت دلائی جائے تاکہ وہ اس ترغیب و ترہیب سے متاثر ہو اور جس چیز سے ڈرایا گیا ہے اس سے نفرت کرنے لگے اور جس بات کی رغبت دلائی گئی ہے اس کو اختیار کرنے لگے، اور اگر شعر عمدہ وزن پر ہو اور سریلی آواز سے پڑھا جائے تو نفس اس سے اور زیادہ متاثر ہوتا ہے۔

وہمیات: وہ جھوٹے اور باطل مقدمات ہیں جن میں نفس وہم کا تابع ہو کر غیر محسوس کو محسوس پر قیاس کر کے محسوس کا حکم غیر محسوس پر لگا دیتا ہے، جیسے ہر موجود مشارالہ ہے، (صغریٰ) اور ہر مشارالہ جسم والا ہے، (کبریٰ) نتیجہ نکلا کہ ہر موجود جسم والا ہے، دیکھئے اس قیاس کے اندر صغریٰ میں کہا گیا ہے کہ ہر موجود اشارہ کے قابل ہے، حالانکہ یہ غلط اور باطل ہے، کیوں کہ ہوا بھی موجود ہے مگر وہ اشارہ حسہ کے قابل نہیں۔

انما قید بالامور الغير المحسوسة الخ اس عبارت کو بڑھا کر شارح نے وہمیات کی تعریف میں ”امور غیر محسوسہ“ کی قید کے بڑھانے کا فائدہ بیان کیا ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ وہمیات کی تعریف میں اس قید کا اضافہ اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ اگر حکم وہم محسوسات پر کوئی حکم لگائے تو وہ کاذب نہیں ہوگا مثلاً خوب صورتوں پر خوب صورتی کا حکم اور بد صورتوں پر بد صورتی کا حکم تو یہ حکم جھوٹا نہیں ہے، یہ جھوٹا اس وجہ سے نہیں ہوتا کہ وہم انسان کی ایک ایسی جسمانی قوت ہے جس کے ذریعہ محسوسات سے حاصل ہونے والے جزئیات کا ادراک کیا جاتا ہے، لہذا وہ قوت حس کے تابع ہوگی، چنانچہ جب حس محسوسات پر کوئی حکم لگائے گا تو وہ حکم صحیح ہوگا، اور جب غیر محسوسات پر کوئی حکم لگائے گا تو یہ حکم کاذب ہوگا جیسے اس بات کا حکم لگانا کہ ہر موجود مشارالہ ہے اور عالم کے سواء نضاء ہے غیر متناہی ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ جب حس غیر محسوسات پر کوئی حکم لگائے گا تو وہ حکم کاذب کیوں ہوگا اس کی کیا دلیل ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کاذب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حس اور وہم نفس کی طرف سبقت کرتے ہیں اور عقل سے پہلے نفس کی طرف پہنچتے ہیں، اس لئے نفس ان کی طرف مائل ہوتا ہے اور ان کا تابع ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہمیات کے احکام نفس کے نزدیک بعض اوقات اولیات سے جدا نہیں ہوتے، اس لئے عقل اور شرع کے ذریعہ وہم کے احکام کو رد کیا جاتا ہے، اگر عقل و شرع وہم کے حکم کو رد نہ کرتے تو اولیات اور وہمیات میں ہرگز امتیاز نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ہمیشہ دونوں میں التباس و اشتباہ رہتا، تو عقل و شرع کا رد کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہم کا حکم جھوٹا ہے۔

ومما يعرف الخ اس عبارت میں شارح وہمیات کے احکام کے جھوٹ ہونے کو مزید وضاحت اور مثال سے سمجھا رہے ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ نفس پر وہم کا بہت زیادہ غلبہ ہوتا ہے اور نفس وہم کا اس حد تک مطیع و تابع ہو جاتا ہے کہ وہم سچا جھوٹا جو بھی حکم لگائے نفس اس کو قبول کر لیتا ہے، اور اس کے دھوکہ میں آکر اکثر غیر محسوس پر محسوس کا حکم لگا دیتا ہے، اور وہمیات اس کے نزدیک اکثر اولیات کے ساتھ ملتبس ہو جاتے ہیں حالانکہ اولیات صادق اور وہمیات کاذب ہوتے ہیں، جن کا کذب اس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ وہم، عقل کے حکم کو مان کر اپنے حکم سے رجوع کر لیتا ہے، مثلاً جو شخص تنہا کسی کمرہ میں مردہ کے ساتھ رات گزارے تو قوت واہمہ کے تسلط سے اس کی عقل مغلوب ہو جاتی ہے اور وہ اس سے ڈرنے لگتا ہے، حالانکہ عقل وہم دونوں کا اس پر اتفاق ہے کہ مردہ محض جمادو بے جان ہے جو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اس لئے مردہ سے خوف کرنے کے کوئی معنی نہیں، چنانچہ جب وہم و عقل اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں تو وہم اپنے حکم سے رجوع کر لیتا ہے اور اپنے حکم کا انکار کرنے لگتا ہے۔

قیاس سفسطی: شارح کہتے ہیں کہ جو قیاس مقدمات وہمیہ سے مرکب ہو اس کا نام سفسطہ ہے، سفسطی، سفسطہ کی طرف منسوب ہے اور یہ لفظ معرب ہے (یعنی اس کو عربی بنالیا گیا ہے) یونانی زبان کے دو لفظوں ”سوف اور اسطا“ سے مرکب ہے، سوف کے معنی علم و حکمت کے ہیں، اور اسطا کے معنی مزین غلط اور فاسد کے ہیں، لہذا سفسطہ کے معنی مزین غلط علم کے ہیں، سفسطہ کو حکمت باطلہ اور حکمت زائفہ بھی کہہ سکتے ہیں، (تحقیقات) اصطلاح منطق میں قیاس سفسطی وہ قیاس ہے جو ایسے وہمی قضیوں سے مرکب ہو جو جھوٹے ہوں اور وہم کا خود ساختہ ہوں۔

وجہ تسمیہ: سفسطہ یونانی لفظ ہے جس کے معنی دھوکہ میں ڈالنے والا، قیاس سفسطی بھی چونکہ عام لوگوں کو دھوکہ میں ڈالتا ہے اس لئے اس کا نام قیاس سفسطہ رکھا گیا۔ (مفتاح التہذیب مولفہ جامع المعقول والمقول حاوی الکلمات استاذی مفتی سعید صاحب دامت برکاتہم)

قیاس سفسطی کا فائدہ: قیاس سفسطی جو ظاہر کے اعتبار سے اچھا اور خوشنما معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت کے اعتبار سے یہ ایسا ہے جیسے کسی سڑی چیز پر چاندی یا سونے کا ورق لگا کر دھوکا دیا گیا ہو، بالذات اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا، البتہ بالعرض اس سے فائدہ پہنچتا ہے کہ جس کو اس صنعت میں عبور اور مہارت ہوتی ہے وہ مد مقابل کو مغالطہ دیدیتا ہے، اور اس کو خاموش کر دیتا ہے، اور اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ وہ خود اپنے کاموں میں غلطی سے محفوظ رہتا ہے، اور دوسرے شخص کے دھوکے میں پڑنے سے بچ جاتا ہے۔

فَالْأَلْفَاظُ الْمُتَرَادِفَةُ كَقَوْلِنَا كُلُّ إِنْسَانٍ بَشَرٌ وَكُلُّ بَشَرٍ ضَحَّاكٌ فَكُلُّ إِنْسَانٍ ضَحَّاكٌ أَوْ كَاذِبَةٌ شَبِيهَةٌ بِالصَّادِقَةِ مِنْ جِهَةِ اللَّفْظِ كَقَوْلِنَا لِصُورَةِ الْفَرَسِ الْمَنْقُوشَةِ عَلَى الْحَائِطِ هَذَا فَرَسٌ وَكُلُّ فَرَسٍ صَهَالٌ يُنتِجُ أَنَّ تِلْكَ الصُّورَةَ صَهَالَةٌ أَوْ مِنْ جِهَةِ الْمَعْنَى كَعَدَمِ مَرَاعَاةِ جُودِ الْمَوْضُوعِ فِي الْمُوجِبَةِ كَقَوْلِنَا كُلُّ إِنْسَانٍ وَفَرَسٍ فَهُوَ إِنْسَانٌ وَكُلُّ إِنْسَانٍ وَفَرَسٍ فَهُوَ فَرَسٌ يُنتِجُ بَعْضُ الْإِنْسَانِ فَرَسٌ وَوَضْعُ الطَّبِيعِيِّ مَقَامُ الْكَلْبِيِّ كَقَوْلِنَا الْإِنْسَانُ حَيَوَانٌ وَالْحَيَوَانُ جَنْسٌ يُنتِجُ أَنَّ الْإِنْسَانَ جَنْسٌ وَآخِذُ الْأُمُورِ الذِّهْنِيَّةِ مَكَانَ الْعَيْنِيَّةِ وَبِالْعَكْسِ فَعَلَيْكَ بِمَرَاعَاةِ كُلِّ ذَلِكَ لِنَلْتَاقَ فِي الْغَلْطِ وَالْمُسْتَعْمَلِ لِلْمُغَالَطَةِ يُسَمَّى سُوفِسْطَائِيًّا إِنْ قَابَلَ بِهَا الْحَكِيمُ وَمُشَاغِبِيًّا إِنْ قَابَلَ بِهَا الْجَدَلِيُّ.

ترجمہ: ماتن نے کہا (ہے کہ) اور مغالطہ ایسا قیاس ہے جس کی صورت فاسد ہوتی ہے بایں طور کہ وہ (یعنی قیاس) نتیجہ دینے والی ہیئت پر نہ ہو، بلکہ شرط کے اختلال کی وجہ سے جو کیت یا کیفیت یا جہت کے اعتبار سے معتبر ہے، یا اس کا مادہ فاسد ہو، بایں طور کہ بعض مقدمہ اور مطلوب شئی واحد ہو الفاظ کے مترادف ہونے کی وجہ سے، جیسے ہمارا قول ہر انسان بشر ہے، اور ہر بشر ہنسنے والا ہے، پس انسان ہنسنے والا ہے، یا ایسے کاذب ہونے کی وجہ سے جو لفظ کی جہت سے (الفاظ) صادقہ کے مشابہ ہو، جیسے ہمارا قول اس گھوڑے کی صورت کے متعلق جو دیوار پر منقوش ہو، یہ گھوڑا ہے، اور ہر گھوڑا ہنہانے والا ہے، نتیجہ دے گا کہ وہ صورت ہنہانے والی ہے، یا معنی کی جہت سے، جیسے موجبہ میں موضوع کے وجود کی رعایت کا نہ ہونا، جیسے کل انسان و فرس فهو انسان، و کل انسان و فرس فهو فرس، نتیجہ دے گا بعض الانسان فرس، اور طبعیہ کا کلیہ کی جگہ رکھنا جیسے ہمارا قول الانسان حيوان والحيوان جنس (یہ قیاس) نتیجہ دے گا ان الانسان جنس اور امور ذہنیہ کو امور خارجیہ کی جگہ میں لینا، اور اس کا برعکس، پس آپ پر ان تمام کی رعایت کرنا ضروری ہے تاکہ آپ غلطی میں واقع نہ ہوں، اور مغالطہ کے استعمال کرنے والے کا نام سوفسطائی رکھا جاتا ہے اگر وہ اس کے ذریعہ حکیم کا مقابلہ کرے، اور مشاغبی: اگر وہ اس کے ذریعہ جھگڑا کرنے والے کا مقابلہ کرے۔

أَقُولُ الْمُغَالَطَةُ قِيَاسٌ فَاسِدٌ إِمَّا مِنْ جِهَةِ الصُّورَةِ أَوْ مِنْ جِهَةِ الْمَادَّةِ أَمَّا مِنْ جِهَةِ الصُّورَةِ فَبِأَنَّ لَا يَكُونُ عَلَى هَيْئَةٍ مُنتَجَةٍ لِاخْتِلَالِ شَرْطٍ مُعْتَبَرٍ بِحَسَبِ الْكَمِّيَّةِ أَوِ الْكَيْفِيَّةِ أَوِ الْجِهَةِ كَمَا إِذَا كَانَ كُبْرَى الشَّكْلِ الْأَوَّلِ جُزْئِيَّةً أَوْ صُغْرَاهُ سَالِبَةً أَوْ مُمَكِّنَةً وَ أَمَّا مِنْ جِهَةِ الْمَادَّةِ فَبِأَنَّ يَكُونُ الْمَطْلُوبُ

وَبَعْضُ مُقَدَّمَاتِهِ شَيْئًا وَاجِدًا وَهُوَ الْمَصَادَرَةُ عَلَى الْمَطْلُوبِ كَقَوْلِنَا كُلُّ إِنْسَانٍ بَشَرٌ وَ كُلُّ بَشَرٍ ضَحَّاكٌ فَكُلُّ إِنْسَانٍ ضَحَّاكٌ أَوْ بَانَ يَكُونُ بَعْضُ الْمُقَدَّمَاتِ كَاذِبَةً شَبِيهَةً بِالصَّادِقَةِ.

ترجمہ: میں کہتا ہوں (کہ) مغالطہ فاسد قیاس ہے یا تو صورت کی جہت سے یا مادہ کی جہت سے بہر حال صورت کی جہت سے تو بایں طور ہے کہ قیاس نتیجہ دینے والی ہیئت پر نہ ہو ایسی شرط کے اختلال کی وجہ سے جو کیت یا کیفیت یا جہت کے اعتبار سے معتبر ہے، مثلاً جب شکل اول کا کبریٰ جزئیہ ہو یا اس کا صغریٰ سالبہ ہو یا ممکنہ ہو، اور بہر حال مادہ کی جہت سے تو بایں طور کہ مطلوب اور اس کے بعض مقدمات ایک ہی شئی ہو اور یہی مصادرة علی المطلوب ہے، جیسے ہمارا قول ہر انسان بشر ہے، اور ہر بشر ہنسنے والا ہے، پس ہر انسان ہنسنے والا ہے، یا بایں طور کہ بعض مقدمات کاذب ہوں، (اور) صادقہ کے مشابہ ہوں۔

تشریح: اس قال میں ماتن نے نے قیاس سفطی کے فاسد ہونے کو بیان کیا ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ قیاس سفطی فاسد (اور غلط) ہے، شارح وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قیاس سفطی دو وجہ سے فاسد ہے، لیکن صاحب مرقات نے کہا ہے کہ قیاس سفطی تین وجہوں سے فاسد ہے: ۱- صرف صورت کے اعتبار سے فاسد ہے۔ ۲- صرف مادہ کے اعتبار سے فاسد ہے۔ ۳- صورت اور مادہ دونوں اعتبار سے فاسد ہے۔ صورت کے اعتبار سے فاسد بایں طور ہے کہ قیاس نتیجہ دینے والی ہیئت پر نہ ہو، کسی ایسی شرط کی کمی کی وجہ سے جو کیت یا کیفیت یا جہت کے اعتبار سے معتبر ہے، جیسے الانسان حیوان (صغریٰ) والحيوان جنس (کبریٰ) نتیجہ نکالا الانسان جنس، اور یہ نتیجہ غلط ہے، اور یہ نتیجہ غلط اس وجہ سے آیا کہ قیاس کی صورت میں غلطی ہے، کیوں کہ کبریٰ کلیہ نہیں ہے بلکہ طبعیہ ہے، حالانکہ شکل اول کے نتیجہ دینے کے لئے کبریٰ کا کلیہ ہونا اور صغریٰ کا موجب ہونا یا ممکنہ نہ ہونا شرط ہے۔

اور صرف مادہ کے اعتبار سے غلطی اور فساد کی صورت یہ ہے کہ مطلوب اور اس کے بعض مقدمات ایک ہی شئی ہوں جیسے کل انسان بشر (صغریٰ) و کل بشر ضحاک (کبریٰ) نتیجہ نکالا کل انسان ضحاک اور یہ قیاس سراسر غلط ہے، غلط اس وجہ سے ہے کیوں کہ اس مثال میں نتیجہ اور قیاس کے بعض مقدمات مترادف ہیں، شارح کہتے ہیں کہ اس کو مصادرة علی المطلوب کہتے ہیں۔

مصادرة علی المطلوب: مناطقہ کی اصطلاح میں مصادرة علی المطلوب یہ ہے کہ دلیل دعویٰ پر موقوف ہو، اور اس کی چار صورتیں ہیں: ۱- دعویٰ دلیل کا جزء ہو۔ ۲- دعویٰ بعینہ دلیل ہو۔ ۳- دعویٰ اس شئی کا عین ہو جس پر دلیل موقوف ہو خود بعینہ دلیل نہ ہو۔ ۴- دعویٰ اس شئی کا جزء ہو جس پر دلیل موقوف ہو خود دلیل کا جزء نہ ہو، یہ تمام صورتیں مستلزم دور ہونے کی وجہ سے باطل ہیں، مصادرة علی المطلوب کی مثال یہ ہے، زید انسان لانه بشر (صغریٰ) و کل بشر انسان (کبریٰ) نتیجہ نکالا زید انسان دیکھئے اس مثال میں ”زید انسان“ دعویٰ ہے اور ”لانه بشر“ دلیل ہے، جو بعینہ دعویٰ ہے کیوں کہ جو بشر ہے وہی انسان ہے، پس دلیل بھی وہی اور دعویٰ بھی وہی، اور اسی کا نام مصادرة علی المطلوب ہے، جو باطل ہے۔

یا بایں طور کہ بعض مقدمات کاذب ہوں اور مقدمہ صادقہ کے مشابہ ہوں۔

غلطی کے اسباب: غلطی کے اسباب بہت زیادہ ہیں، لیکن باوجود کثیر ہونے کے صرف دو میں محدود و مختصر ہیں: ۱- غلط فہمی۔ ۲- تضایا کاذبہ کا صادقہ کے مشابہ ہو جانا، غلط فہمی کا سبب یہ ہے کہ نفس وہم کی تاریک کوٹھریوں میں بند ہو جائے اور وہم کا عقل پر غلبہ

ہو جائے، جس کے نتیجے میں غلطیوں کے دریاؤں میں انسان کی فہم ڈوب جائے اور حق و باطل کے درمیان فرق کرنا مشکل ہو جائے یہاں تک کہ انسان کا نفس جھوٹے اور سچے قضیوں کے درمیان تمیز نہ کر سکے اور جھوٹے قضیوں کے بارے میں سچا ہونے کا یقین کر لے، بلکہ ان کو بدیہی سمجھنے لگے مثال کے طور پر کسی کی سمجھ میں آیا کہ ہر نہ دکھائی دینے والی چیز جسم نہیں ہو سکتی، لہذا ہوا بھی جسم نہیں ہے اس لئے کہ دکھائی نہیں دیتی، حالانکہ یہ غلط ہے، کیوں کہ ہوا کے لئے جسم ہے اور وہ ہائیڈروجن، آکسیجن، حامض کربوں سے مرکب ہے، (تحقیقات بحوالہ میل الامانی) اور جھوٹے قضیوں کے سچے قضیوں کے مشابہ ہونے کی صورتیں آگے آرہی ہیں، بعض محققین کے نزدیک غلطی کے تمام اسباب صرف ایک امر میں منحصر ہیں اور وہ یہ ہے کہ انسان شئی اور اس کے مشابہ کے درمیان تمیز نہ کر پائے۔

وَشَبْهُ الْكَاذِبِ بِالصَّادِقِ إِمَّا مِنْ حَيْثُ الصُّورَةُ أَوْ مِنْ حَيْثُ الْمَعْنَى إِمَّا مِنْ حَيْثُ الصُّورَةُ فَكَقَوْلِنَا لَصُّورَةِ الْفَرَسِ الْمَنْقُوشَةِ عَلَى الْجِدَارِ أَنَّهَا فَرَسٌ وَكُلُّ فَرَسٍ صِهَالٌ يُنتِجُ أَنَّ تِلْكَ الصُّورَةَ صِهَالَةٌ وَ إِمَّا مِنْ حَيْثُ الْمَعْنَى فَلِعَدَمِ رِعَايَةِ وَجُودِ الْمَوْضُوعِ فِي الْمَوْجِبَةِ كَقَوْلِنَا كُلُّ إِنْسَانٍ وَ فَرَسٍ فَهُوَ إِنْسَانٌ وَ كُلُّ إِنْسَانٍ وَ فَرَسٍ فَهُوَ فَرَسٌ يُنتِجُ أَنَّ بَعْضَ الْإِنْسَانِ فَرَسٌ وَ الْغَلَطُ فِيهِ أَنَّ مَوْضُوعَ الْمُقَدَّمَتَيْنِ لَيْسَ بِمَوْجُودٍ إِذْ لَيْسَ شَيْءٌ مَوْجُودٌ يَصْدُقُ عَلَيْهِ أَنَّهُ إِنْسَانٌ وَ فَرَسٌ وَ كَوَضْعِ الْقَضِيَّةِ الطَّبْعِيَّةِ مَقَامَ الْكُلِّيَّةِ كَقَوْلِنَا الْإِنْسَانُ حَيَوَانٌ وَ الْحَيَوَانُ جِنْسٌ يُنتِجُ أَنَّ الْإِنْسَانَ جِنْسٌ وَ رَبِّمَا تُغَيِّرُ الْعِبَارَةَ وَ يُقَالُ الْجِنْسُ ثَابِتٌ لِلْحَيَوَانِ وَ الثَّابِتُ لِلْإِنْسَانِ وَ الثَّابِتُ لِلشَّيْءِ ثَابِتٌ لِذَلِكَ الشَّيْءِ فَيَكُونُ الْجِنْسُ ثَابِتًا لِلْإِنْسَانِ وَ وَجْهُ الْغَلَطِ أَنَّ الْكُبْرَى لَيْسَتْ بِكُلِّيَّةٍ وَ كَأَخِذِ الذَّهْنِيَّاتِ مَكَانَ الْخَارِجِيَّاتِ كَقَوْلِنَا الْخُدُوتُ حَدِثٌ وَ كُلُّ حَدِثٍ فَلَهُ خُدُوتٌ فَالْخُدُوتُ لَهُ خُدُوتٌ وَ كَأَخِذِ الْخَارِجِيَّاتِ مَكَانَ الذَّهْنِيَّاتِ كَقَوْلِنَا الْجَوْهَرُ مَوْجُودٌ فِي الذَّهْنِ وَ كُلُّ مَوْجُودٍ فِي الذَّهْنِ قَائِمٌ بِالذَّهْنِ وَ كُلُّ قَائِمٍ بِالذَّهْنِ فَهُوَ عَرَضٌ يُنتِجُ أَنَّ الْجَوْهَرَ عَرَضٌ فَلَا بُدَّ مِنْ مُرَاعَاةِ جَمِيعِ ذَلِكَ لِئَلَّا يَقَعَ فِيهِ الْغَلَطُ وَ فِي أَخِذِ وَضْعِ الطَّبْعِيَّةِ مَقَامَ الْكُلِّيَّةِ مِنْ بَابِ فُسَادِ الْمَادَّةِ نَظَرٌ لِأَنَّ الْفُسَادَ فِيهِ لَيْسَ إِلَّا لِاخْتِلَالِ شَرْطِ الْإِنْتِاجِ الَّذِي هُوَ الْكُلِّيَّةُ فَحِينَئِذٍ يَكُونُ مِنْ بَابِ فُسَادِ الصُّورَةِ لَا الْمَادَّةِ وَ مَنْ يَسْتَعْمِلُ الْمُغَالَطَةَ فَإِنَّ قَابِلَ بِهَا الْحَكِيمُ فَهُوَ سُوفِسْطَانِيٌّ وَ إِنْ قَابَلَ بِهَا الْجَدَلِيُّ فَهُوَ مُشَاغِبِيٌّ.

ترجمہ: اور صادق کے ساتھ کاذب کا مشابہ ہونا یا تو صورت کی حیثیت سے ہے یا معنی کی حیثیت سے، بہر حال صورت کی حیثیت سے تو جیسے ہمارا قول گھوڑے کی اس صورت کے متعلق جو دیوار پر منقوش ہو، کہ وہ صورت گھوڑا ہے اور ہر گھوڑا نہ ہونے والا ہے، نتیجہ دے گا کہ وہ صورت نہ ہونے والی ہے، اور بہر حال معنی کی حیثیت سے تو موجبہ میں وجود موضوع کی رعایت نہ ہونے کی وجہ سے ہے، جیسے ہمارا قول ہر انسان اور فرس پس وہ انسان ہے، اور ہر انسان و فرس پس وہ فرس ہے، (یہ قیاس) نتیجہ دے گا کہ بعض انسان فرس ہے، اور اس میں غلطی یہ ہے کہ مقدمتین کا موضوع موجود نہیں ہے اس لئے کہ کوئی موجود شئی ایسی نہیں ہے کہ اس پر یہ صادق ہو کہ وہ انسان اور فرس ہے، اور جیسے قضیہ طبعیہ کو کلیہ کی جگہ رکھنا جیسے ہمارا قول انسان حیوان ہے اور حیوان جنس ہے نتیجہ دے گا کہ انسان جنس ہے، اور بسا اوقات عبارت بدل دی جاتی ہے، اور کہا جاتا ہے "الجنس ثابت للحیوان، والحیوان ثابت للإنسان، والثابت

للتأیبات للشیء ثابت لذلك الشیء فیکون الجنس ثابتاً للانسان " اور غلطی کی وجہ یہ ہے کہ کبریٰ کلیہ نہیں ہے، اور جیسے ذہنیات کو خارجیات کی جگہ میں لے لینا جیسے ہمارا قول الحدوث حادث، وکل حادث فلہ حدوث، فالحدوث له حدوث، اور جیسے خارجہ کو ذہنیات کی جگہ میں لے لینا جیسے ہمارا قول الجوهر موجود فی الذهن، وکل قائم بالذهن فهو عرض، نتیجہ دے گا، الجوهر عرض، پس ان تمام امور کی رعایت ضروری ہے تاکہ اس میں غلطی واقع نہ ہو، اور طبعیہ کو کلیہ کی جگہ رکھنے کا فساد مادہ کے باب سے ہونا (محل) نظر ہے، اس لئے کہ اس میں جو فساد ہے وہ شرط امتناع یعنی کلیت کے اختلال ہی کی وجہ سے ہے تو اس وقت یہ فساد صورت کے باب سے ہوگا نہ کہ (فساد) مادہ (باب سے) اور جو شخص مغالطہ کا استعمال کرے، پس اگر وہ اس کے ذریعہ حکیم سے مقابلہ کرے تو وہ سوفسطائی ہے اور اگر اس کے ذریعہ جدلی (جھگڑا کرنے والے) سے مقابلہ کرے تو وہ مشائخی ہے۔

تشریح: شارح کہتے ہیں کہ قضایا کا ذبہ کا صادقہ سے مشابہ ہونا دو طرح سے ہوتا ہے: ۱- صورت کے اعتبار سے مشابہ ہو۔ ۲- معنی کے اعتبار سے مشابہ ہو۔ صورت کے اعتبار سے مشابہت سے مراد وہ ہے جو غلطی کا منشاء ہو، اور لفظ کوشی کی صورت محسوسہ کے درجہ میں کر لیا گیا ہو، صورت مشابہ ہونے کی مثال جیسے دیوراد غیرہ پر گھوڑے کی تصور کے متعلق کہیں کہ وہ گھوڑا ہے (صغریٰ) اور ہر گھوڑا نہ ہونے والا ہے (کبریٰ) نتیجہ نکلا کہ وہ صورت نہ ہونے والی ہے، اور معنی کے اعتبار سے مشابہ ہونا تو یہ قضیہ موجبہ میں موضوع کے وجود کی رعایت نہ ہونے کی وجہ سے ہے، جیسے کل انسان و فرس فهو انسان (صغریٰ) و کل انسان و فرس فهو فرس، نتیجہ دے گا ان بعض الانسان فرس، یہ نتیجہ غلط ہے اور اس میں غلطی کا سبب مقدمتین کے موضوع کا موجود نہ ہونا ہے، کیوں کہ ایسی کوئی شئی موجود نہیں جس پر انسان اور فرس دونوں صادق ہوں، حالانکہ مثال میں عنوان انسان اور فرس کا مجموعہ ہے، خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس میں موضوع کے وجود کی رعایت نہیں کی گئی ہے، اسی طرح قضیہ طبعیہ کو کلیہ کی جگہ رکھنے سے بھی غلطی واقع ہوتی ہے، جیسے انسان حیوان ہے (صغریٰ) اور حیوان جنس ہے (کبریٰ) نتیجہ نکلا کہ انسان جنس ہے، اور یہ نتیجہ غلط ہے، شارح کہتے ہیں کہ کبھی عبارت کو بدل کر اس طرح کہا جائے، جنس حیوان کے لئے ثابت ہے، اور حیوان انسان کے لئے ثابت ہے، اور جو اس چیز کے لئے ثابت ہو وہ اس شئی کے لئے ثابت ہے، پس جنس انسان کے لئے ثابت ہے، اور یہ نتیجہ غلط ہے اس میں غلطی کی وجہ یہ ہے کہ اس میں کبریٰ کلیہ نہیں ہے، اسی طرح معنی مشابہ ہونے کی ایک صورت یہ ہے کہ ذہنیات کو خارجیات کی جگہ میں لے لیا جائے جیسے اس حدوث کے متعلق جو امر ذہنی ہے یہ کہیں کہ الحدوث حادث (صغریٰ) و کل حادث فلہ حدوث (کبریٰ) نتیجہ نکلا الحدوث له حدوث، یہ نتیجہ غلط ہے، اس میں غلطی کی وجہ یہ ہے کہ جو حدوث امر ذہنی ہے اس کو حادث کہا گیا حالانکہ وہ حادث نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ حادث شئی خارجی ہوتی ہے نہ کہ امر ذہنی۔ اسی طرح معنی مشابہ ہونے کی ایک صورت یہ ہے کہ خارجیات کو ذہنیات کی جگہ میں لے لیا جائے جیسے الجوهر موجود فی الذهن و کل موجود فی الذهن قائم بالذهن و کل قائم بالذهن فهو عرض، نتیجہ دے گا الجوهر عرض، اور یہ نتیجہ غلط ہے اس میں غلطی کی وجہ یہ ہے کہ یہاں خارجی کو ذہنی سمجھ لیا گیا ہے، یعنی جو ہر کا وجود خارج میں ہوتا ہے، ذہن میں نہیں ہوتا، ذہن میں اس کی صورت موجود ہوتی ہے، شارح کہتے ہیں کہ ان تمام امور کی رعایت کرنا ضروری ہے، تاکہ اس میں غلطی واقع نہ ہو۔

وفی اخذ وضع الطبعیۃ الخ اس عبارت میں شارح نے ماتن پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ ماتن نے طبعیہ کو کلیہ کی جگہ میں رکھنے کو فسادِ مادہ کے باب سے کہا ہے محل نظر ہے؟ جواب یہ ہے کہ اگر اس قضیہ کو طبعیہ مانا جائے تو فسادِ جہت صورت کے اعتبار سے ہوگا اور اگر اس کو کلیہ مانا جائے بایں معنی کہ وہ کبریٰ واقع ہو رہا ہے تو قضیہ کا ذبہ ہوگا اور فسادِ مادہ کی جہت سے ہوگا تو اس میں چوں کہ ان دونوں اعتباروں کا احتمال ہے اس لئے ماتن نے یہاں اس کو فسادِ مادہ کے باب سے مانا ہے، اور جامع الحقائق میں فساد صورت کے باب سے مانا ہے۔ (وہی تحقیقات)

سوفسطائی: قیاس سفسطہ کا استعمال کرنے والا اگر کسی حکیم اور فلسفی سے مقابلہ کرے تو اس شخص کو سوفسطائی کہتے ہیں۔
مشاغبی: قیاس سفسطی کا استعمال کرنے والا اگر کسی جدلی (جھگڑا کرنے والے) سے مقابلہ کرے تو اس شخص کو مشاغبی کہتے ہیں۔

قَالَ الْبَحْثُ الثَّانِي فِي أَجْزَاءِ الْعُلُومِ وَهِيَ مَوْضُوعَاتٌ وَقَدْ عَرَفْتَهَا وَمَبَادٍ وَهِيَ حُدُودُ الْمَوْضُوعَاتِ وَأَجْزَاءُهَا وَأَعْرَاضُهَا الدَّائِيَّةُ وَالْمُقَدَّمَاتُ غَيْرُ الْبَيِّنَةِ فِي نَفْسِهَا الْمَأْخُودَةُ عَلَى سَبِيلِ الْوَضْعِ كَقَوْلِنَا أَنْ نَصِلَ بَيْنَ كُلِّ نَقْطَتَيْنِ بِخَطٍّ مُسْتَقِيمٍ وَإِنْ نَعْمَلْ بِأَيِّ بُعْدٍ وَعَلَى كُلِّ نَقْطَةٍ شَيْئًا دَائِرَةً وَالْمُقَدَّمَاتُ الْبَيِّنَةُ بِنَفْسِهَا كَقَوْلِنَا الْمَقَادِيرُ الْمُسَاوِيَةُ لِمَقْدَارٍ وَاحِدٍ مُتَسَاوِيَةٌ وَمَسَائِلُ وَهِيَ الْقَضَايَا الَّتِي يُطْلَبُ بِهَا نِسْبَةُ مَحْمُولَاتِهَا إِلَى مَوْضُوعَاتِهَا فِي ذَلِكَ الْعِلْمِ وَمَوْضُوعَاتُهَا قَدْ تَكُونُ مَوْضُوعُ الْعِلْمِ كَقَوْلِنَا كُلُّ مَقْدَارٍ مُشَارِكٌ لِلْآخِرِ أَوْ مُبَايِنٌ وَقَدْ تَكُونُ مَعَ عَرَضٍ ذَاتِيٍّ كَقَوْلِنَا كُلُّ مَقْدَارٍ وَسُطٌّ فِي النِّسْبَةِ فَهُوَ ضِلَعٌ مَا يُحِيطُ بِهِ الطَّرْفَانِ وَقَدْ تَكُونُ نَوْعُهُ كَقَوْلِنَا كُلُّ خَطٍّ يُمَكِّنُ تَنْصِيفَهُ وَقَدْ تَكُونُ نَوْعُهُ مَعَ عَرَضٍ ذَاتِيٍّ كَقَوْلِنَا كُلُّ خَطٍّ قَائِمٍ عَلَى خَطٍّ فَإِنْ زَاوَيْتِي جَنْبِيهِ أَمَّا قَائِمَتَانِ أَوْ مُتَسَاوِيَتَانِ لَهُمَا وَقَدْ تَكُونُ عَرَضًا ذَاتِيًّا كَقَوْلِنَا كُلُّ مُثَلَّثٍ زَوَايَاهُ مِثْلٌ قَائِمَتَيْنِ وَأَمَّا مَحْمُولَاتُهَا فَخَارِجَةٌ عَنْ مَوْضُوعَاتِهَا لِامْتِنَاعِ أَنْ يَكُونَ جُزْءُ الشَّيْءِ مَطْلُوبًا بِشُيْءٍ لَهُ بِالْبَرِّهَانِ وَلِيَكُنْ هَذَا خِزْرُ الْكَلَامِ فِي هَذِهِ الرِّسَالَةِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الْوَاهِبِ الْعَقْلَ وَالْهُدَايَةَ وَالصَّلَاةَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ الْمُتَجَنِّبِ مِنَ الْغَوَايَةِ وَأَصْحَابِهِ الَّذِينَ هُمْ أَهْلُ الدِّرَايَةِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ أَوَّلًا وَآخِرًا.

ترجمہ: ماتن نے کہا (ہے کہ) دوسری بحث علوم کے اجزاء (کے بیان) میں ہے، اور وہ موضوعات ہیں اور ان کو تو جان چکا، اور مبادی ہیں اور وہ موضوعات اور اس کے اجزاء اور اعراض ذاتیہ کے حدود ہیں، اور وہ مقدمات ہیں جوئی نفسہا غیر بین ہوں، اور وضع کے طریقے پر لئے گئے ہوں جیسے ہمارا قول کہ ہم ہر دو نقطوں کا خط مستقیم سے ملا سکتے ہیں، اور عمل کر سکتے ہیں جس بعد کے ساتھ ہو، اور ہر نقطہ پر کہ ہم چاہیں دائرہ ہے، اور بعض مقدمات بذاتِ خود بین ہوتے ہیں، جیسے ہمارا قول مقدار واحد کے مساوی مقادیر متساویہ ہیں، اور مسائل ہیں اور وہ وہ قضایا ہیں جن کے ذریعہ اس علم میں ان کے موضوعات کی طرف ان کے محمولات کی نسبت طلب کی جائے، اور اس کے موضوعات کبھی موضوع علم ہوتے ہیں جیسے ہمارا قول ہر مقدار دوسرے کا مشارک ہے یا مباین اور کبھی وہ (یعنی موضوع علم) مع عرض ذاتی ہوتے ہیں، جیسے ہمارا قول ہر مقدار وسط میں نسبت ہے پس وہ اس کی ضلع ہے جس کو طرفین محیط ہیں، اور کبھی اس کا نوع ہوتے

ہیں جیسے ہر خط کی تنصیف ممکن ہے، اور کبھی اس کا نوع مع عرض ذاتی ہوتے ہیں، جیسے ہمارا قول ہر وہ خط جو خط پر قائم ہے تو اس کے جنین کے دونوں زاویہ قائمہ ہوں گے یا متساویہ۔ اور کبھی (صرف) عرض ذاتی ہوتے ہیں جسے ہمارا قول ہر مثلث کے دونوں زاویہ قائمہ ہوتے ہیں۔ اور بہر حال ان کے محمولات تو وہ ان کے موضوعات سے خارج ہوتے ہیں کیوں کہ شے کے جزء کا مطلوب بالبرہان ہونا مستلزم ہے، اور اب اس رسالہ میں یہ آخری گفتگو ہو جانی چاہئے اور تمام تعریفیں عقل اور ہدایت کے عطاء کرنے والے کے لئے ہے، اور رحمت کاملہ نازل ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر جو مخلوق کو گمراہی سے نجات دینے والے ہیں اور ان کے ان اصحاب پر جو اہل درایت ہیں اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں شروع میں اور انتہاء میں۔

أَقُولُ أَجْزَاءُ الْعُلُومِ ثَلَاثَةٌ مَوْضُوعَاتٌ وَ مَبَادٍ وَ مَسَائِلُ أَمَّا الْمَوْضُوعُ فَقَدْ عَرَفْتَهُ فِي صَدْرِ الْكِتَابِ وَ هُوَ أَمْرٌ وَاحِدٌ كَالْعَدَدِ لِلْحِسَابِ وَ أَمَّا أُمُورٌ مُتَعَدَّةٌ فَلَا بُدَّ مِنْ إِشْتِرَاكِهَا فِي أَمْرٍ وَاحِدٍ يَلَا حِظَّ فِي سَائِرِ مَبَاحِثِ الْعِلْمِ كَمَوْضُوعَاتِ هَذَا الْفَنِّ فَإِنَّهَا مُشْتَرَكَةٌ فِي الْإِيصَالِ إِلَى مَطْلُوبٍ مَجْهُولٍ وَ إِلَّا لَجَازَ أَنْ تَكُونَ الْعُلُومُ الْمُتَفَرِّقَةُ عِلْمًا وَاحِدًا وَ أَمَّا الْمَبَادِي فَهِيَ الَّتِي يَتَرَقَّفُ عَلَيْهَا مَسَائِلُ الْعِلْمِ وَ هِيَ أَمَّا تَصَوُّرَاتٌ أَوْ تَصْدِيقَاتٌ أَمَّا التَّصَوُّرَاتُ فَهِيَ حُدُودُ الْمَوْضُوعَاتِ وَ أَجْزَائُهَا وَ جُزْئِيَّاتُهَا وَ أَعْرَاضُهَا الذَّاتِيَّةُ وَ أَمَّا التَّصْدِيقَاتُ فَمَا بَيَّنَّةُ بِنَفْسِهَا وَ تُسَمَّى عُلُومًا مُتَعَارِفَةً كَقَوْلِنَا فِي عِلْمِ الْهِنْدَسَةِ الْمَقَادِيرُ الْمَسَاوِيَّةُ لِشَيْءٍ وَاحِدٍ مُتَسَاوِيَةٍ وَ أَمَّا غَيْرُ بَيَّنَّةٍ بِنَفْسِهَا فَإِنْ أَدْعَى الْمُتَعَلِّمُ بِهَا بِحُسْنِ ظَنٍّ سُمِّيَتْ أَصُولًا مَوْضُوعَةً كَقَوْلِنَا أَنْ نَصِلَ بَيْنَ كُلِّ نَقْطَتَيْنِ بِخَطٍ مُسْتَقِيمٍ وَ إِنْ تَلَقَّيْهَا بِالْإِنْكَارِ وَ الشَّكِّ سُمِّيَتْ مُضَادَرَاتٍ كَقَوْلِنَا أَنْ نَعْمَلَ بِأَيِّ بُعْدٍ وَ عَلَى كُلِّ نَقْطَةٍ شَيْئًا دَائِرَةً وَ فِي كَوْنِ الْمَوْضُوعِ جُزْءًا مِنَ الْعِلْمِ عَلَى حِدَةٍ نَظَرًا لِأَنَّهُ إِنْ أُرِيدَ بِهِ التَّصْدِيقُ بِالْمَوْضُوعِيَّةِ فَهُوَ لَيْسَ مِنْ أَجْزَاءِ الْعُلُومِ لِعَدَمِ تَوَقُّفِ الْعِلْمِ عَلَيْهِ بَلْ هُوَ مِنْ مُقَدِّمَاتِ الشَّرُوعِ فِيهِ عَلَى مَا مَرَّ وَ إِنْ أُرِيدَ بِهِ تَصَوُّرُ الْمَوْضُوعِ فَهُوَ مِنَ الْمَبَادِي وَ لَيْسَ جُزْءًا آخَرَ بِالْإِسْتِقْلَالِ.

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ اجزاء علوم میں ہیں موضوعات، مبادی، اور مسائل، بہر حال موضوع تو آپ اس کو کتاب کے شروع میں پہچان چکے ہیں، اور وہ یا تو امر واحد ہوگا جیسے حساب کا عدد یا امور متعدد ہوں گے پس اس کا اشتراک ایسے امر واحد میں ضروری ہے جو علم کے تمام مباحث میں ملحوظ ہوں، جیسے اس فن کے موضوعات وہ مطلوب مجہول تک پہنچانے میں مشترک ہیں ورنہ تو علوم متفرقہ کا علم واحد ہونا جائز ہوگا۔ اور بہر حال مبادی تو وہ ہیں جن پر علم کے مسائل موقوف ہوں اور وہ تصورات ہیں یا تصدیقات، اور بہر حال تصورات تو وہ موضوعات، ان کے اجزاء اور جزئیات اور اعراض ذاتیہ کے حدود ہیں، اور بہر حال تصدیقات تو وہ بذات خود بین ہوتے ہیں اور ان کا نام علوم متعارفہ رکھا جاتا ہے جیسے ہمارا قول علم ہندسہ میں شے واحد کے مساوی مقادیر متساویہ ہیں، اور بہر حال غیر بین بنفسہ تو اگر متعلم ان کو حسن ظن کی وجہ سے مانے تو اس کا نام اصول موضوعہ رکھا جاتا ہے، جیسے ہمارا قول کہ ہم ہر دو خط کو خط مستقیم سے ملا سکتے ہیں، اور اگر ان میں شک و انکار کو دخل دے تو ان کا نام مضادرات رکھا جاتا ہے، جیسے ہمارا قول ہم جس بعد سے (چاہے) عمل کریں اور ہر نقطہ پر کہ ہم چاہیں

دائرہ کریں۔ اور موضوع کا مستقل علم کا جزء ہونے میں مجھے نظر ہے اس لئے کہ اگر اس سے مراد موضوعیت کی تصدیق ہے تو وہ اجزاء علوم سے نہیں ہو سکتا۔ یوں کہ اس پر علم موقوف نہیں بلکہ وہ شروع فی العلم کے مقدمات میں ہے جیسا کہ گزر چکا اور اگر اس سے تصور موضوع مراد لی جائے تو وہ مبادی سے ہے اور دوسرا کوئی مستقل جزء نہیں ہے۔

تشریح: ماتن نے کہا تھا کہ خاتمہ میں دو بحثیں ہیں، پہلی بحث قیاسوں کے مادوں کے بیان میں اور دوسری بحث اجزاء علوم کے بیان میں ہے، اب تک پہلی بحث سے متعلق کلام تھا اب یہاں سے دوسری بحث کو شروع کر رہے ہیں، شارح کہتے ہیں کہ اجزاء علوم تین ہیں: ۱۔ موضوعات۔ ۲۔ مبادیات۔ ۳۔ مسائل۔ موضوع کا ذکر شروع کتاب میں آچکا ہے، تاہم فائدہ کے پیش نظر یہاں بھی ذکر کیا جا رہا ہے۔ **موضوع:** ہر علم کا موضوع وہ چیز ہوا کرتی ہے جس کے عوارض ذاتیہ سے اس علم میں بحث کی جائے جیسے علم طب کا موضوع انسان کا بدن ہے، اور علم نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہے اور علم منطق کا موضوع معلوم تصوری اور معلوم تصدیقی ہے اور علم ہندسہ کا موضوع مقدار متصل ہے۔ عوارض کے متعلق تفصیلی گفتگو شروع کتاب میں ہو چکی ہے لہذا وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

شارح کہتے ہیں کہ موضوع دو حال سے خالی نہیں یا تو امر واحد ہوگا یا امور متعددہ۔ امر واحد جیسے عدد حساب کے لئے۔ پس اس کا ایسے امر واحد میں اشتراک ضروری ہے جو علوم کے تمام مباحث میں ملحوظ ہو، جیسے فن منطق کے موضوعات کہ وہ مطلوب مجہول تک پہنچانے میں مشترک ہیں، اور علوم کے تمام مباحث میں اس کا لحاظ نہ ہو تو علوم متفرقہ کا ایک علم ہونا لازم آجائے گا جو صحیح نہیں ہے۔ **مبداً:** ان بنیادی باتوں کو کہا جاتا ہے جن پر فن کے مسائل موقوف ہوں پھر مبادی کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ مبادی تصوریہ۔ ۲۔ مبادی تصدیقیہ۔ **مبداً تصوریہ:** وہ باتیں ہیں جن میں کوئی حکم نہیں ہوتا یہ تین چیزیں ہیں: ۱۔ موضوع کی تعریف۔ ۲۔ موضوع کے اجزاء اور اس کی جزئیات کی تعریف۔ ۳۔ موضوع کے عوارض ذاتیہ کی تعریف۔

موضوع کی تعریف کا مطلب یہ ہے کہ ہر فن کا جو موضوع ہے یا مسائل فن کے جو موضوع ہیں ان کی تعریفات بیان کی جائیں جیسے منطق کا موضوع تصور اور تصدیق ہیں اور نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہیں، اس لئے فن میں ان کی تعریف بیان کی جاتی ہے تاکہ ایک فن کے مسائل کو دوسرے فن سے امتیاز کیا جاسکے۔

موضوع کے اجزاء کی تعریف: یعنی موضوع کوئی مرکب چیز ہے تو اس کے اجزاء کی علیحدہ علیحدہ تعریف بیان کی جاتی ہے جیسے منطق کا موضوع دو چیزیں ہیں تصور اور تصدیق، اس لئے ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ تعریف بیان کی جاتی ہے، اسی طرح اصول فقہ کا موضوع ہے اولہ شرعیہ اور وہ چار ہیں: ۱۔ کتاب اللہ۔ ۲۔ سنت رسول اللہ۔ ۳۔ اجماع اور ۴۔ قیاس، اس لئے اصول فقہ میں چاروں کی الگ الگ تعریف بیان کی جاتی ہے۔

موضوع کے عوارض کی تعریف: جیسے کلمہ کے عوارض ہیں رقع، نصب، اور جر اس لئے نحو میں ہر ایک کی تعریف بیان کی جاتی ہے، اور تصور و تصدیق کے عوارض ہیں ہدایت اور نظریت، اس لئے منطق میں ہر ایک کی تعریف بیان کی جاتی ہے۔ **مبداً تصدیقیہ:** وہ مقدمات ہیں جن میں کوئی حکم ہوتا ہے اور جن پر فن کے دلائل کا دارومدار ہوتا ہے، یا اس طرح کہو کہ مبادی تصدیقیہ ان قضایا کو کہا جاتا ہے جن سے قیاسات مرکب ہوتے ہیں، مبادی تصدیقیہ کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ بدہیہ۔ ۲۔ غیر بدہیہ یعنی نظریہ۔

مقدمات بدیہیہ: وہ مقدمات ہیں جن کے طرفین یعنی موضوع و محمول کا تصور ہی حکم کے لئے کافی ہو جیسے کل جزء سے بڑا ہے، اور جیسے علم ہندسہ میں شئی واحد کے مساوی مقادیر متساویہ ہیں، مقدمات بدیہیہ کو علوم متعارفہ بھی کہا جاتا ہے۔

مقدمات نخطریہ مسلمہ: وہ قضایا ہیں جو بغیر دلیل کے اس لئے مان لئے جائیں کہ وہ کسی دوسرے علم میں دلیل سے ثابت ہو چکے ہیں پھر ان کی دو قسمیں ہیں: ۱- اصول موضوع ۲- مصادرات۔

اصول موضوع: ان قضائے نظریہ کو کہتے ہیں جن کو متعلم صرف اس وجہ سے مان لے کہ اس کو اپنے استاذ سے حسن عقیدت ہے، جیسے ہر دو نقطوں کو خط مستقیم سے ملانا۔

مصادرات: ان قضائے نظریہ کو کہتے ہیں جن کو مان تو لیا جائے مگر اس میں شک اور انکار باقی رہے، جیسے ہمیں اختیار ہے جس بعد سے چاہیں عمل کریں اور ہر نقطہ پر کہ ہم چاہیں دائرہ کریں۔

وفی کون الموضوع الخ اس عبارت میں ایک مشہور اشکال ہے **اشکال** کی تقریر یہ ہے کہ موضوع کو اجزاء علوم میں شمار کیا گیا ہے، اب موضوع سے مراد یا تو نفس موضوع ہوگا یا تعریف موضوع یا وجود موضوع کی تصدیق یا موضوع کے موضوع ہونے کی تصدیق، اگر نفس موضوع ہو تو یہ درست نہیں، کیوں کہ یہ موضوع مسائل میں داخل ہے، اور اگر تعریف موضوع مراد ہو یعنی "ما یبحث فیہ عن عوارضہ الذاتیہ" تو شئی کی تعریف چونکہ شئی کے مبادی سے ہوتی ہے، اس لئے موضوع علم مبادی علم میں داخل ہے، اور وہ بھی مبادی تصور یہ ہیں، اور اگر وجود موضوع کی تصدیق مراد ہو تو یہ مبادی تصدیقیہ سے ہے۔ لہذا یہ مبادی تصدیقیہ میں داخل ہوگی، اور چوتھی صورت بھی مراد نہیں ہو سکتی کیونکہ موضوع کے موضوع ہونے کی تصدیق شروع فی العلم کا مقدمہ ہے اور جو شئی شروع فی العلم کا مقدمہ ہو وہ علم سے خارج ہوتی ہے؟

جواب اس کا تو یہ ہے کہ ہم پہلی شق کو اختیار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نفس موضوع اگرچہ مسائل میں داخل ہے مگر اس کو علیحدہ جزء شمار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ علم سے مقصود موضوع کے احوال سے بحث کرنا ہے اس لئے اس کا اہتمام زیادہ ہوگا اور جس کا اہتمام زیادہ ہو اس کو جدا گانہ شئی شمار کر لیا جاتا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ نفس موضوع مسائل میں داخل نہیں کیوں کہ یہاں مسائل سے مراد موضوعات و محمولات اور نسبت کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ صرف وہ محمولات ہیں جن کی نسبت موضوعات کی طرف کی جاتی ہے۔

اور اگر دوسری شق کو اختیار کیا جائے تو زیادتی اہتمام والے جواب کے پیش نظریہ بھی ہو سکتا ہے، اور تیسری شق کے اختیار کرنے پر یہ کہا جائے گا کہ وجود موضوع کی تصدیق کو مبادی تصدیقیہ میں شمار کرنا تسلیم نہیں، اور شیخ سے جو یہ منقول ہے کہ وجود موضوع کی تصدیق مبادی تصدیقیہ سے ہے یہ تسامح پر مبنی ہے، اور وجہ یہ ہے کہ مبادی تصدیقیہ ان قضایا کو کہا جاتا ہے جن سے علم کے قیاسات مرکب ہوتے ہیں اس لئے وجود موضوع کی تصدیق مبادی تصدیقیہ سے نہیں ہو سکتی لہذا اس کو اجزائے علوم میں سے ایک مستقل جزء قرار دینا درست ہے (وہی تصدیقات)

وَأَمَّا الْمَسَائِلُ فَهِيَ الْمَطَالِبُ الَّتِي بَرَهَنَ عَلَيْهَا فِي الْعِلْمِ إِنْ كَانَتْ كَسْبِيَّةً فَلَهَا مَوْضُوعَاتٌ وَ
مَحْمُولَاتٌ أَمَّا مَوْضُوعَاتُهَا فَقَدْ تَكُونُ مَوْضُوعُ الْعِلْمِ كَقَوْلِنَا كُلُّ مِقْدَارٍ أَمَّا مُشَارِكٌ لِأَخَرٍ أَوْ
مُبَايِنٌ لَهُ وَالْمِقْدَارُ مَوْضُوعُ عِلْمِ الْهِنْدَسَةِ وَقَدْ يَكُونُ مَوْضُوعُ الْعِلْمِ مَعَ عَرَضٍ ذَاتِيٍّ كَقَوْلِنَا كُلُّ

مقدار وسط فی النسبة فهو ضلع ما يحيط به الطرفان فالمقدار موضوع العلم وقد أخذ في المسئلة مع كونه وسطا في النسبة وهو عرض ذاتي وقد يكون نوع موضوع العلم كقولنا كل خط يمكن تنصيفه فإن الخط نوع من المقدار وقد يكون نوع موضوع العلم مع عرضي ذاتي كقولنا كل خط قائم على خط فإن زاويتي جنبيه أما قائمتان أو متساويتان لهما فالخط نوع من المقدار وقد أخذ في المسئلة مع قيامه على خط آخر فهو عرض ذاتي للمقدار وقد يكون موضوعها عرضا ذاتيا كقولنا كل مثلث فإن زواياه الثلث مثل قائمتين فأمثلث عرض ذاتي للمقدار وقد يكون نوع عرض ذاتي كقولنا كل مثلث متساوي الساقين فإن زاويتي قاعدته متساويتان فهذه موضوعات المسائل وبالجمله هي اما موضوعات العلم أو أجزاؤها أو أعراضها الذاتية أو جزئياتها وأما محمولاتها فهي الأعراض الذاتية لموضوع العلم فلا بد أن تكون خارجة عن موضوعاتها لا متنازع أن يكون جزء الشيء مطلوبا بالبرهان لأن الأجزاء بينة الثبوت للشيء ولكن هذا آخر ما أردنا إيراده في هذه الأوراق والحمد للواجب الوجود مفيض الأرزاق والصلوة والسلام على أفضل البشر على الإطلاق محمد المبعوث لتتميم مكارم الأخلاق وعلى آله مصابيح الدجى وأصحابه مفاتيح الحجي.

ترجمہ: اور بہر حال مسائل تو وہ مطالب ہیں جن پر علم میں دلیل قائم کی جاتی ہے، اور اگر وہ کسی نظری ہوں، پس ان کے موضوعات اور محمولات ہوتے ہیں، بہر حال اس کے موضوعات تو وہ کبھی موضوع علم ہوتے ہیں جیسے ہمارا قول ہر مقدار یا تو دوسرے کا مشارک ہے یا اس کے مابین ہے، اور مقدار علم ہندسہ کا موضوع ہے، اور کبھی موضوع علم مع عرض ذاتی ہوتے ہیں جیسے ہمارا قول ہر مقدار کی نسبت میں وسط ہے پس وہ اس چیز کی ضلع ہے، جس کو طرفین محیط ہوں، پس مقدار علم کا موضوع ہے اور وہ مسئلہ میں وسط فی النسبہ ہونے کے ساتھ ماخوذ ہے اور یہ عرض ذاتی ہے اور کبھی نوع موضوع علم ہوتے ہیں، جیسے ہمارا قول ہر خط کی تنصیف ممکن ہے، اس لئے کہ خط مقدار کی نوع ہے، اور کبھی نوع موضوع علم مع عرضی ہوتے ہیں، جیسے ہمارا قول ہر وہ خط جو خط پر قائم ہو تو اس کے جنین کی دونوں زاویہ قائمہ ہوں گے یا ان کے متساوی، پس خط مقدار کی نوع ہے اور وہ مسئلہ میں خط آخر پر قائم ہونے کے ساتھ ماخوذ ہے جو مقدار کا عرض ذاتی ہے۔ اور کبھی اس کے موضوعات (صرف) عرض ذاتی ہوتے ہیں جیسے ہمارا قول ہر مثلث کے زوایا قائمہ کے مثل ہوتے ہیں، پس مثلث مقدار کا عرض ذاتی ہے، اور کبھی نوع عرض ذاتی ہوتے ہیں، جیسے ہمارا قول ہر مثلث متساوی الساقین ہے، اس کے قاعدہ کے دونوں زاویہ متساوی ہوں، پس یہ مسائل کے موضوعات ہیں، خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ یا تو علم کے موضوعات ہوں گے یا ان کے اجزاء یا ان کے اعراض ذاتی یا ان کے جزئیات، اور بہر حال محمولات تو وہ موضوعات علم کے اعراض ذاتی ہیں، پس ان کا موضوعات سے خارج ہونا ضروری ہے کیوں کہ جزء شئی کا مطلوب بالبرہان ہونا ممتنع ہے، اس لئے کہ اجزاء شئی کے لئے بین الثبوت ہوتے ہیں، لیکن یہ آخر ہے اس چیز کا جس کو ہم نے ان اوراق میں پیش کرنے کا ارادہ کیا ہے، اور تمام تعریفیں واجب الوجود کے لئے ہے جو روزی دینے والا ہے، اور رحمت کاملہ نازل ہو اس

ذات پر جو افضل البشر ہیں علی الاطلاق، یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو مکارم اخلاق کی تسیم کے لئے مبعوث ہیں اور آپ کی آل و اولاد پر جو تاریکیوں کے چراغ ہیں، اور آپ کے اصحاب پر جو عقل و دانش کی کنجیاں ہیں۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے اجزاء علوم میں تیسرے جزء یعنی مسائل کو بیان کیا ہے۔

مسائل: ان باتوں کو کہا جاتا ہے جن پر علم و فن مشتمل ہو اور جو فن میں مقصود بالذات ہو اور جن کو اس علم میں دلائل سے ثابت کرنا مطلوب ہو جیسے قضیہ مہملہ جزئیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔

مسائل کی قسمیں: مسائل کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ موضوع مسائل ۲۔ محمول مسائل۔

موضوع مسائل: بہت سے ہیں اس مقام پر شارح نے ان میں سے چھ ذکر کئے ہیں:

۱۔ عین موضوع علم ۲۔ موضوع علم مع عرض ذاتی ۳۔ نوع موضوع علم ۴۔ نوع موضوع علم مع عرض ذاتی ۵۔ صرف عرض ذاتی ۶۔ نوع عرض ذاتی۔ اب ہر ایک کو مثال سے سمجھئے جیسے علم ہندسہ کا مسئلہ ہے ہر مقدار یا تو دوسرے کا مشارک ہوگی یا مباین۔ اس مسئلہ کا موضوع مقدار ہے جو بعینہ فن کا موضوع ہے اور ہر مقدار نسبت میں وسط ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ مقدار وسط دونوں مقداروں میں سے ایک طرف وہی نسبت رکھتی ہے جو ان میں سے ایک مقدار کی اس وسط کی طرف ہے جیسے چار اور آٹھ کے درمیان چار مقدار وسط ہے، کیوں کہ چار آٹھ کا نصف ہے جیسا کہ دو چار کا نصف ہے، پس مقدار وسط اس چیز کی ضلع ہے جس کو طرفین محیط ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ مقدار وسط کو جب اس کے نفس میں ضرب دی جائے تو حاصل ضرب اتنا ہو جتنا کہ ایک طرف کو دوسری طرف میں ضرب دینے سے حاصل ضرب ہوتا ہے، جیسے چار و آٹھ کے درمیان مقدار وسط ہے جب چار کو چار میں ضرب دی جائے تو حاصل ضرب سولہ ہوتا ہے یہ حاصل ضرب برابر ہے اس حاصل ضرب کے جو کہ دو کو آٹھ میں ضرب دینے سے حاصل ہوتا ہے اور یہ چار کی دونوں طرف ہے۔ (مصباح التہذیب، وہی تحقیات) الغرض علم ہندسہ کا موضوع مقدار ہے اور اس کا نسبت میں وسط ہونا یہ عرض ذاتی ہے، مقدار اس شئی کو کہتے ہیں جو انقسام کو قبول کرے، یہ مجموعہ مرکب مسئلہ کا موضوع ہے (مصباح) اور ہر خط اس کی تنصیف ممکن ہے دیکھئے خط مقدار کی ایک نوع ہے اور مقدار علم ہندسہ کا مسئلہ ہے، اور ہر وہ خط جو دوسرے خط پر قائم ہوتا ہے اس کی جنین کے دونوں زاویہ یا تو دو قائمہ ہوں گے یا متساویہ، تو اس مسئلہ کا موضوع خط ہے اور خط مقدار کی ایک نوع ہے، اور ایک خط کا دوسرے خط پر قائم ہونا یہ مقدار کا عرض ذاتی ہے، جس کو خط کے ساتھ اس مسئلہ میں لیا گیا ہے لہذا یہ نوع موضوع علم مع عرض ذاتی کی مثال ہے، اور ہر مثلث اس کے دونوں زاویہ قائمہ کے مثل ہوتے ہیں، اس مسئلہ کا موضوع صرف عرض ذاتی ہے، کیوں کہ اس مسئلہ کا موضوع مثلث ہے اور مثلث علم ہندسہ کے موضوع یعنی مقدار کا عرض ذاتی ہے، اور ہر مثلث ساقین کے متساوی ہوتا ہے، اس مسئلہ کا موضوع مثلث ہے اور جو مقدار کا عرض ذاتی ہے اور مثلث کا متساوی الساقین ہونا نوع عرض ذاتی ہے، حاصل کلام یہ ہے کہ مذکورہ امور یا تو علم کے موضوعات ہیں یا ان کے اجزاء کے یا ان کے اعراض ذاتیہ یا ان کے جزئیات کے۔

مسائل کا محمول: اور بہر حال مسائل کے محمولات تو وہ باتیں ہیں جو مسائل کے موضوع کو بالذات عارض ہوتی ہیں، لیکن ان کا مسائل موضوع سے خارج ہونا ضروری ہے، کیوں کہ شئی کے اجزاء بین الثبوت ہوتے ہیں ان کو دلائل سے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی، جب ایسی بات ہے تو جزء شئی کا مطلوب بالبرہان ہونا ممتنع ہے اور جب جزء شئی کا مطلوب بالبرہان ہونا ممتنع

ہے تو مسائل کے محمول کا مسائل کے موضوع سے خارج ہونا ضروری ہے، اور یہ جو کچھ بیان کیا گیا یہ ان باتوں میں سے آخری بات ہے جس کو ہم نے ان اوراق میں ذکر کرنے کا ارادہ کیا ہے۔

ماتن و شارح نے اللہ رب العزت کی حمد و ثناء بیان کر کے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج کر اپنی کتاب کو ختم فرمایا ہے، چنانچہ فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے مخصوص ہیں جو رزق عطا کرنے والے ہیں، اور رحمت کاملہ نازل ہو اس ذات پر جو علی الاطلاق افضل البشر ہے (یعنی محسن اعظم ہمارے سردار آخری نبی شہنشاہ کون و مکاں تاجدار مدینہ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کو اللہ تعالیٰ نے مکارم اخلاق کو پورا کرنے کے لئے دنیا میں مبعوث فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ آل و اولاد پر جو تاریکیوں کے چراغ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برگزیدہ اصحاب پر جو عقل و دانش کی کنجیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ہے کہ بروز جمعرات بتاریخ پندرہ شوال المکرم ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۱ جنوری ۲۰۰۱ء بوقت بارہ بجکر ۴۵ منٹ پر یہ شرح مکمل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء کرتا ہوں کہ جس طرح اصل کتاب کو قبولیت عامہ سے نوازا ہے اس کو بھی لوگوں میں مقبول فرما کر طلبہ عظام کو نفع کا ذریعہ بنادے اور بندہ سراپا تقصیر کو گناہوں سے بچا کر اپنی مرضیات نصیب فرمادے، اور مرتے دم تک دین حنیف کی خدمت کا شرف بخش دے اور خاتمہ بالخیر کی دولت عظمیٰ سے نواز دے، آمین یا رب العالمین۔

سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون و سلام علی المرسلین والحمد للہ رب العلمین۔

العبد الضعیف المستکفی بکفایۃ اللہ القوی العزیز

ظفر بن مبین بن نور محمد عفا اللہ عنہم وعن والدیہ

و جمیع المسلمین و المسلمات۔

ساکن نعمت پور، پوسٹ جنتائن

واہ کانکی ضلع اتر دیناج پور صوبہ بنگال